

# پہمنستان ختم نبوت

کے گلہائے رنگارنگ



ف	غ	ع
گ	ک	ق
م		ل

مولانا اللہ وسایا صاحب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ	:	نام کتاب
مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ	:	مصنف
۴۶۴ صفحات	:	جلد چہارم
۱۱۹۵ تا ۱۸۵۰ (۶۵۶)	:	تعداد شخصیات جلد ہذا
دسمبر ۲۰۲۱ء	:	طبع
۲۲۱۶	:	کل صفحات مکمل سیٹ
۲۳۶۰	:	کل شخصیات مکمل سیٹ
طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور	:	مطبع
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان	:	ناشر

Ph: 061-4783486

ف

غ

ع

گ

ک

ق

م

ل

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست

۱۵	(ع)	۱۵
۱۵	عبداللطیف انور (شاہ کوٹ)، مولانا	۱۵
۱۹	عبداللطیف جہلمی، حضرت مولانا	۱۹
۲۱	عبداللطیف (خوشاب)، حضرت مولانا پروفیسر	۲۱
۲۲	عبداللطیف شاہ (احمد پور سیال)، مولانا امیر سید	۲۳
۲۲	عبداللطیف کلاچی، مولانا قاضی	۲۳
۲۵	عبداللطیف مسعود (ڈسکہ)، مولانا	۲۳
۲۶	عبداللطیف (مندراں والی)، مولانا حکیم	۲۶
۲۷	عبداللہ بن عبدالغفار الہکی، جناب علامہ اشخ	۲۷
۲۷	عبداللہ پسروری، مولانا	۲۷
۲۸	عبداللہ (تلوڈی والے)، حضرت مولانا	۲۷
۲۸	عبداللہ جان، مولانا	۲۸
۲۹	عبداللہ دھرم کوٹی، مولانا	۲۸
۲۹	عبداللہ سلیم پوری المعروف حضرت ثانی، مولانا	۲۹
۳۱	عبداللہ عقیف، مولانا	۳۱
۳۱	عبداللہ لدھیانوی، ابوالاحمد حضرت مولانا	۳۱
۳۲	عبداللہ (مکسیرہ)، مولانا	۳۲
۳۳	عبدالماجد (بہاول پور)، امیر سید	۳۲
۳۵	عبدالماک بالاکوٹی، مولانا محمد	۳۳
۳۵	عبدالماک شاہ (گوجرانوالہ)، مولانا سید	۳۵
۳۷	عبدالماک عباسی مرحوم (ہری پور)، قاری	۳۷
۳۸	عبدالمتین ابوزرین جھنگلی، مولانا	۳۸
۳۹	عبدالحمید انور (ساہیوال)، مولانا	۳۸
۴۳	عبدالحمید خان جمجموری، مولانا	۴۲
۴۳	عبدالحمید (دیول شریف)، جناب امیر	۴۳
۱۱۹۵	عبداللطیف افضل گجراتی، جناب	۱۱۹۵
۱۱۹۷	عبداللطیف (ٹوپیاں والا پٹالہ)، جناب	۱۱۹۷
۱۱۹۹	عبداللطیف (چچوٹنی)، حضرت امیر جی	۱۱۹۹
۱۲۰۱	عبداللطیف رحمانی موگیری، حضرت مولانا مفتی	۱۲۰۱
۱۲۰۳	عبداللطیف شاہ (خلف حاجی نجم الدین شاہ)، سید	۱۲۰۳
۱۲۰۵	عبداللطیف (مانسہرہ)، مولانا	۱۲۰۵
۱۲۰۷	عبداللطیف مظفر نگر، مولانا	۱۲۰۷
۱۲۰۹	عبداللہ انصاری (مدرس علی گڑھ)، مولانا	۱۲۰۹
۱۲۱۱	عبداللہ بن عنایت اللہ جوٹا گڑھی، مولانا	۱۲۱۱
۱۲۱۳	عبداللہ پشاور، مولانا امیر	۱۲۱۳
۱۲۱۵	عبداللہ (ٹیلر ماٹرسٹاکن قادیان)، جناب	۱۲۱۵
۱۲۱۷	عبداللہ چکڑا لوی، جناب	۱۲۱۷
۱۲۱۹	عبداللہ روڑی، مولانا	۱۲۱۹
۱۲۲۱	عبداللہ شاہ جہا پوری، مولانا	۱۲۲۱
۱۲۲۳	عبداللہ کلام، مولانا	۱۲۲۳
۱۲۲۵	عبداللہ مانسہروی، حضرت مولانا	۱۲۲۵
۱۲۲۷	عبدالماجد بدایونی، مولانا	۱۲۲۷
۱۲۲۹	عبدالماک، مولانا قاری	۱۲۲۹
۱۲۳۱	عبدالماک خان، جناب	۱۲۳۱
۱۲۳۳	عبدالماک صدیقی (خانوالہ)، مولانا خواجہ	۱۲۳۳
۱۲۳۵	عبدالماک قریشی، امیر طریقت حضرت خلیفہ	۱۲۳۵
۱۲۳۷	عبدالحمید امجد بخاری بنالوی، جناب سید	۱۲۳۷
۱۲۳۹	عبدالحمید (بازارگی ضلع سوات)، مولانا	۱۲۳۹
۱۲۴۱	عبدالحمید دہلوی، مولانا	۱۲۴۱

۴۴	عبدالحمید سوہدروی، مولانا	(۱۲۳۳)	۴۴	عبدالحمید سنبھلی، مولانا	(۱۲۳۳)
۴۵	عبدالحمید (شہر سلطان)، جناب صوفی	(۱۲۳۶)	۴۴	عبدالحمید سیفی، جناب حکیم	(۱۲۳۵)
۴۷	عبدالحمید فاروقی (لاہور)، مولانا	(۱۲۳۸)	۴۵	عبدالحمید فاروقی (چوک سرور شہید)، مولانا	(۱۲۳۷)
۴۷	عبدالحمید (کوٹ نجیب اللہ، ہزارہ)، مولانا	(۱۲۵۰)	۴۷	عبدالحمید (فیہی آئی لینڈ)، مولانا	(۱۲۳۹)
۴۸	عبدالحمید ملنگ جھلمی، مولوی	(۱۲۵۲)	۴۷	عبدالحمید کھنوی، مولانا	(۱۲۵۱)
۴۸	عبدالحمید ناپینا، جناب حکیم حافظ	(۱۲۵۳)	۴۸	عبدالحمید موگیروی، مولانا	(۱۲۵۳)
۵۲	عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا	(۱۲۵۶)	۵۱	عبدالحمید پنڈوی، مولانا	(۱۲۵۵)
۵۷	عبدالمتقدر بدایونی، مولانا	(۱۲۵۸)	۵۶	عبدالمرحمن نقشبندی، مولانا محمد	(۱۲۵۷)
۵۷	عبدالمنان (خانوالہ)، مولانا مفتی	(۱۲۶۰)	۵۷	عبدالمنان بڑیچ، حاجی	(۱۲۵۹)
۵۸	عبدالمنان (سرگودھا)، جناب راؤ	(۱۲۶۲)	۵۸	عبدالمنان دہلوی، مولانا	(۱۲۶۱)
۵۸	عبدالواحد مدانی، مولانا	(۱۲۶۳)	۵۸	عبدالمنان وزیر آبادی، جناب حافظ	(۱۲۶۳)
۵۹	عبدالواحد پشوری، مولانا	(۱۲۶۶)	۵۸	عبدالواحد ہالوجی، جناب سائیں	(۱۲۶۵)
۵۹	عبدالواحد شفیق درخوآسی، مولانا	(۱۲۶۸)	۵۹	عبدالواحد خان رام پوری، مولانا	(۱۲۶۷)
۶۰	عبدالواحد (کسری ضلع تھر پارکر)، میاں	(۱۲۷۰)	۵۹	عبدالواحد غزنوی امرتسری، مولانا	(۱۲۶۹)
۶۱	عبدالواحد (لاہور)، حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی	(۱۲۷۲)	۶۰	عبدالواحد (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی	(۱۲۷۱)
۶۲	عبدالواحد ہزاروی، مولانا	(۱۲۷۳)	۶۲	عبدالواحد مخدوم (ڈاور ضلع چنیوٹ)، مولانا	(۱۲۷۳)
۶۳	عبدالواسع لدھیانوی (گوجرانوالہ)، مولانا	(۱۲۷۶)	۶۲	عبدالوارث چنیوٹی، حضرت مولانا	(۱۲۷۵)
۶۶	عبدالودود قریشی (پشاور)، جناب	(۱۲۷۸)	۶۳	عبدالوحید لاہوری، جناب خواجہ	(۱۲۷۷)
۶۷	عبدالوہاب پشوری، جناب پیر	(۱۲۸۰)	۶۶	عبدالولی خان، جناب خان	(۱۲۷۹)
۶۸	عبدالوہاب خان (رام پور)، مولانا	(۱۲۸۲)	۶۸	عبدالوہاب حجازی (سمندری)، جناب	(۱۲۸۱)
۷۱	عبدالوہاب شاہ (حاصل پور)، جناب سید	(۱۲۸۳)	۶۸	عبدالوہاب (رائے وٹہ)، حضرت حاجی	(۱۲۸۳)
۷۳	عبدالوہاب کانپوری، حضرت مولانا	(۱۲۸۶)	۷۳	عبدالوہاب (عارف والا)، مولانا	(۱۲۸۵)
۷۴	عبدالوہابی (اوج شریف)، مولانا	(۱۲۸۸)	۷۴	عبدالکریم ہزاروی، مولانا	(۱۲۸۷)
۷۶	عبید الرحمن ضیاء (کمالیہ)، حضرت مولانا	(۱۲۹۰)	۷۵	عبیدالہادی دین پوری، حضرت میاں	(۱۲۸۹)
۷۷	عبید اللہ (جامعہ اشرفیہ لاہور)، حضرت مولانا	(۱۲۹۲)	۷۷	عبید اللہ احرار (فیصل آباد)، مولانا	(۱۲۹۱)
۷۹	عبید اللہ بہلوی (شجاع آباد)، مولانا	(۱۲۹۳)	۷۷	عبید اللہ انور (لاہور)، حضرت مولانا	(۱۲۹۳)
۷۹	عبید اللہ علوی (ڈی جی خان)، مولانا قاضی مفتی	(۱۲۹۶)	۷۹	عبید اللہ سندھی، مولانا	(۱۲۹۵)
۸۰	عبید اللہ مدرا سی، حضرت مولانا قاضی	(۱۲۹۸)	۸۰	عبید اللہ (حبت پور)، جناب صوفی	(۱۲۹۷)
۸۰	عتیق الرحمن چنیوٹی، مولانا	(۱۳۰۰)	۸۰	عتیق الرحمن آروی، مولانا	(۱۲۹۹)

۸۱	عتیق الرحمن شہید، مفتی مولانا	۸۱	عتیق الرحمن ہاشمی، صاحبزادہ قاری	(۱۳۰۲)
۸۲	عتیق اللہ بکوٹی، مولانا	۸۲	عتیق اللہ شاہ کشمیری، جناب مفتی	(۱۳۰۳)
۸۵	عثمان بن عبدالسلام دامھستانی (مدینہ منورہ)	۸۲	عثمان علی گڑھی، حضرت مولانا	(۱۳۰۶)
۸۶	عرض محمد (کونیند)، مولانا	۸۶	عزیز احمد بھلوی (شجاع آباد)، مولانا صاحبزادہ	(۱۳۰۸)
۸۶	عزیز احمد قاری بدایونی، مولانا مفتی	۸۶	عزیز احمد ٹھیکیدار (چک جھمرہ)، جناب	(۱۳۱۰)
۸۷	عزیز الدین پشادری، حضرت مولانا	۸۷	عزیز الرحمن (جگوال شجاع آباد)، جناب حاجی	(۱۳۱۲)
۸۷	عزیز الرحمن ہزاروی، حضرت مولانا پیر	۸۷	عزیز الرحمن (بسین)، مولانا مفتی	(۱۳۱۳)
۸۹	عزیز الرحمن جامعی، مولانا	۸۹	عزیز الرحمن دیوبندی، مولانا مفتی	(۱۳۱۶)
۸۹	عزیز الرحمن شجرانی (ملتان)، جناب	۸۹	عزیز الرحمن سمراتی، جناب ملک	(۱۳۱۸)
۹۰	عزیز الرحمن ہزاروی، مولانا مفتی	۹۰	عزیز انصاری (گوجرانوالہ)، جناب علامہ	(۱۳۲۰)
۹۱	عصمت اللہ (امیٹ آباد)، مولانا قاضی	۹۱	عصمت اللہ شاہ کاظمی (مانسہرہ)، مولانا سید	(۱۳۲۲)
۹۱	عطاء الحق قاسمی، جناب	۹۱	عطاء الرحمن بٹ (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، جناب لالہ	(۱۳۲۳)
۹۳	عطاء الرحمن (ڈی آئی خان)، مولانا قاری	۹۳	عطاء الرحمن (کراچی)، مولانا	(۱۳۲۶)
۹۳	عطاء الرحمن، مولانا اور دیگر علماء کی شہادت	۹۳	عطاء اللہ اعوان، جناب پروفیسر	(۱۳۲۸)
۹۵	عطاء اللہ چٹھہ (گوجرانوالہ)، جناب حکیم	۹۵	عطاء اللہ حنیف بھویہیانی، مولانا	(۱۳۳۰)
۹۶	عطاء اللہ (سرگودھا)، مولانا	۹۶	عطاء اللہ گھوٹو (سندھ)، جناب حافظ	(۱۳۳۲)
۹۶	عطاء اللہ منصور (بہاول پور)، جناب	۹۶	عطاء اللہ منگل، جناب سردار	(۱۳۳۳)
۹۷	عطاء اللہ، جناب میاں	۹۷	عطاء الحسن شاہ بخاری (ملتان)، مولانا سید	(۱۳۳۶)
۱۰۰	عطاء اللہ نعم شاہ بخاری (ملتان)، مولانا سید	۱۰۰	عطاء المؤمن شاہ بخاری (ملتان)، سید حافظ	(۱۳۳۸)
۱۰۳	عطاء اللہ حسین شاہ بخاری (ملتان)، پیر جی سید	۱۰۳	عطاء محمد بندیا لوی، مولانا	(۱۳۴۰)
۱۰۴	عطاء محمد خان مری، جناب رئیس	۱۰۴	علاؤ الدین بی. ایل بھگل پوری، جناب	(۱۳۴۲)
۱۰۴	علاؤ الدین (خانینوالہ)، جناب حافظ	۱۰۴	علم الدین حافظ آبادی، مولانا	(۱۳۴۳)
۱۰۵	علم الدین (ساکن قادیان)، مولانا	۱۰۵	علم الدین شہید (لاہور)، جناب غازی	(۱۳۴۶)
۱۰۶	علمائے سیالکوٹ	۱۰۶	علمائے شاہ جہان پور	(۱۳۴۸)
۱۰۷	علمائے گوجرانوالہ	۱۰۷	علوی ابن عباس مالکی (مدینہ منورہ)، شیخ	(۱۳۵۰)
۱۰۹	علی احمد (تال پور حیدرآباد سندھ)، جناب میر	۱۰۹	علی اصغر عباسی (لاہور)، حضرت مولانا	(۱۳۵۲)
۱۱۰	علی الحارثی (لاہور، شیعہ رہنما)، جناب سید	۱۱۰	علی بن طاہر اوتزی الحسینی لکھنوی (مدینہ منورہ)	(۱۳۵۴)
۱۱۴	علی حسین شاہ، جناب سید	۱۱۴	علی حسین (کچھوچھا)، حضرت	(۱۳۵۶)

۱۱۶	علی غضنفر کراوی، علامہ	(۱۳۵۸)	۱۱۶	علی خان خادم، جناب صوفی	(۱۳۵۷)
۱۱۸	علی محمود مصری، جناب السید	(۱۳۶۰)	۱۱۷	علی محمد صدیقی (راجن پور)، مولانا	(۱۳۵۹)
۱۱۸	علی نواز، جناب رائے	(۱۳۶۲)	۱۱۸	علی نعمت (ساکن پھولوار ضلع پٹنہ)، مولانا	(۱۳۶۱)
۱۱۹	عمر خطاب (مردان)، جناب قاری	(۱۳۶۳)	۱۱۹	عماد الدین غوری، مولانا	(۱۳۶۳)
۱۱۹	عمر سید خان، جناب	(۱۳۶۶)	۱۱۹	عمر دین شاد ولدھیانوی، جناب چوہدری	(۱۳۶۵)
۱۲۰	عمر خان، جناب	(۱۳۶۸)	۱۲۰	عمر کانتے (مغربی افریقہ)، جناب شیخ	(۱۳۶۷)
۱۲۳	عنایت اللہ چشتی، مولانا	(۱۳۷۰)	۱۲۰	عنایت الرحمن عباسی، جناب سردار	(۱۳۶۹)
۱۳۸	عنایت اللہ (لاہور)، مولانا	(۱۳۷۲)	۱۳۷	عنایت اللہ سوہدروی، جناب حکیم	(۱۳۷۱)
۱۳۹	عنایت علی دنیا پوری، مولانا صوفی	(۱۳۷۴)	۱۳۹	عنایت الہی سہارنپوری، مولانا	(۱۳۷۳)
۱۴۱	عین القضاة (کھنوفرنگی محلی)، مولانا	(۱۳۷۶)	۱۴۰	عیسیٰ انگوینا (وزیر داخلہ افریقہ)، جناب	(۱۳۷۵)
۱۴۱	(ع)				
۱۴۳	غازی نجم (راولپنڈی)، جناب	(۱۳۷۸)	۱۴۱	غازی احمد (انک)، جناب پروفیسر	(۱۳۷۷)
۱۴۳	غضنفر علی شاہ (کرمانوالہ شریف)، صاحبزادہ پیر سید	(۱۳۸۰)	۱۴۳	غریب شاہ، جناب سید	(۱۳۷۹)
۱۴۸	غلام احمد انکرا امرتسری، مولانا	(۱۳۸۲)	۱۴۳	غفور احمد (کراچی)، جناب پروفیسر	(۱۳۸۱)
۱۴۹	غلام احمد پرویز	(۱۳۸۴)	۱۴۸	غلام احمد آہیر، مولانا حکیم	(۱۳۸۳)
۱۴۹	غلام احمد خان بنگش، مولانا	(۱۳۸۶)	۱۴۹	غلام احمد حقانی، مولانا قاضی	(۱۳۸۵)
۱۵۰	غلام اکبر تاقب (ڈیرہ غازی خان)، مولانا	(۱۳۸۸)	۱۵۰	غلام احمد (مدرسہ نعمانیہ لاہور)، مولانا	(۱۳۸۷)
۱۵۲	غلام العلی قصوری، مولانا	(۱۳۹۰)	۱۵۲	غلام الدین اشرفی، مولانا	(۱۳۸۹)
۱۵۳	غلام اللہ قصوری امرتسری، مولانا	(۱۳۹۲)	۱۵۲	غلام اللہ خان (راولپنڈی)، شیخ القرآن مولانا	(۱۳۹۱)
۱۵۴	غلام جلال الدین جلال گیلانی گولڑوی، پیر سید	(۱۳۹۴)	۱۵۴	غلام جان قادری لاہوری، مفتی محمد	(۱۳۹۳)
۱۵۵	غلام جیلانی برق، جناب ڈاکٹر	(۱۳۹۶)	۱۵۴	غلام جہانیان (ڈیرہ غازی خان)، مولانا	(۱۳۹۵)
۱۵۷	غلام جیلانی، مولانا ابوالدرجات	(۱۳۹۸)	۱۵۶	غلام جیلانی، جناب چوہدری	(۱۳۹۷)
۱۵۷	غلام حسن ڈھانڈلہ، جناب	(۱۴۰۰)	۱۵۷	غلام حبیب نقشبندی (پکوال)، مولانا پیر	(۱۳۹۹)
۱۵۸	غلام حسین (جھنگ)، مولانا مفتی	(۱۴۰۲)	۱۵۸	غلام حسن سنی حنفی (منڈی بہاؤ الدین)، مولانا	(۱۴۰۱)
۱۵۸	غلام حسین (لیہ)، مولانا	(۱۴۰۳)	۱۵۸	غلام حسین شاہ قحانوی، حضرت	(۱۴۰۳)
۱۶۲	غلام حیدر بھروانہ، جناب مہر	(۱۴۰۶)	۱۵۹	غلام حسین، جناب ڈاکٹر	(۱۴۰۵)
۱۶۳	غلام حیدر رائیں، جناب	(۱۴۰۸)	۱۶۲	غلام حیدر چٹھہ، جناب ڈاکٹر	(۱۴۰۷)
۱۶۴	غلام حیدر، جناب حاجی شیخ	(۱۴۱۰)	۱۶۳	غلام حیدر ایڈووکیٹ (بٹالہ)، مولوی	(۱۴۰۹)

۱۶۵	غلام حیدر، حضرت مولانا مفتی	(۱۳۱۲)	۱۶۳	غلام حیدر، جناب ماسٹر	(۱۳۱۱)
۱۷۲	غلام دین لاہوری، مولانا	(۱۳۱۳)	۱۶۵	غلام دستگیر الہاشمی القصوری، مولانا	(۱۳۱۳)
۱۷۲	غلام ربانی چشتی حنفی (انک)، جناب قاضی	(۱۳۱۶)	۱۷۲	غلام ربانی (جوہر آباد)، جناب مولانا	(۱۳۱۵)
۱۷۳	غلام ربانی (ناسرہ)، حضرت مولانا	(۱۳۱۸)	۱۷۳	غلام ربانی (رحیم یار خان)، مولانا	(۱۳۱۷)
۱۷۴	غلام رسول بغوی (مدرس دیوبند)، مولانا	(۱۳۲۰)	۱۷۴	غلام رسول امرتسری عرف ”رسل بابا“، مولانا	(۱۳۱۹)
۱۷۷	غلام رسول چیمہ، جناب چوہدری	(۱۳۲۲)	۱۷۴	غلام رسول تارڑ، جناب چوہدری	(۱۳۲۱)
۱۷۸	غلام رسول ڈیروی، شیخ الحدیث حضرت مولانا	(۱۳۲۳)	۱۷۸	غلام رسول (خانپور ضلع شکارپور)، جناب صوفی	(۱۳۲۳)
۱۷۸	غلام رسول سعیدی، علامہ مولانا	(۱۳۲۶)	۱۷۸	غلام رسول (ساہیوال)، علامہ مولانا	(۱۳۲۵)
۱۷۹	غلام رسول سیالوی (محمدی شریف)، مولانا	(۱۳۲۸)	۱۷۹	غلام رسول (سمندری والے)، مولانا	(۱۳۲۷)
۱۸۰	غلام رسول شہید (چچہ وطنی)، جناب	(۱۳۳۰)	۱۷۹	غلام رسول شوق، مولانا	(۱۳۲۹)
۱۸۰	غلام رسول قادری رضوی، علامہ مولانا	(۱۳۳۲)	۱۸۰	غلام رسول فیروزی، مولانا	(۱۳۳۱)
۱۸۱	غلام رسول نقشبندی امرتسری، مولانا	(۱۳۳۳)	۱۸۰	غلام رسول مہر، مولانا	(۱۳۳۳)
۱۸۲	غلام رسول، قاری محمد	(۱۳۳۶)	۱۸۲	غلام رسول نیازی، جناب حاجی	(۱۳۳۵)
۱۸۲	غلام سرور چیمہ، جناب	(۱۳۳۸)	۱۸۲	غلام سبحانی (ناسرہ)، مولانا	(۱۳۳۷)
۱۸۳	غلام سرور شاہ نقوی بخاری (رحیم یار خان)، سید	(۱۳۴۰)	۱۸۲	غلام سرور (سکھر)، جناب حاجی	(۱۳۳۹)
۱۸۳	غلام سرور نقوی ایڈووکیٹ (ڈی جی خان)، سید	(۱۳۴۲)	۱۸۳	غلام سرور قادری، جناب مفتی	(۱۳۴۱)
۱۸۴	غلام سلیمان تونسوی، جناب خواجہ	(۱۳۴۳)	۱۸۴	غلام سرور (کراچی)، جناب ڈاکٹر	(۱۳۴۳)
۱۸۴	غلام صادق لدھیانوی، جناب حاجی	(۱۳۴۶)	۱۸۴	غلام صادق (راولپنڈی)، جناب منشی	(۱۳۴۵)
۱۸۵	غلام عائشہ بی بی، محترمہ	(۱۳۴۸)	۱۸۵	غلام صدیقی (انک)، جناب حاجی	(۱۳۴۷)
۱۹۰	غلام علی اوکاڑوی، مولانا	(۱۳۵۰)	۱۹۰	غلام عباس (ساناوال)، جناب حاجی	(۱۳۴۹)
۱۹۱	غلام غوث آربانوی (کونٹہ)، مولانا	(۱۳۵۲)	۱۹۱	غلام علی، جناب جیش ملک مولانا	(۱۳۵۱)
۲۱۲	غلام فاروق خان، جناب	(۱۳۵۳)	۱۹۱	غلام غوث ہزاروی، مولانا	(۱۳۵۳)
۲۱۳	غلام فرید جدون ہزاروی (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی	(۱۳۵۶)	۲۱۲	غلام فرید ایوان نقشبندی پسروری، جناب قاری	(۱۳۵۵)
۲۱۴	غلام فرید قیسرانی، حضرت مولانا	(۱۳۵۸)	۲۱۳	غلام فرید چشتی (کوٹ مٹھن)، حضرت خواجہ	(۱۳۵۷)
۲۱۶	غلام قادر بھیروی، مولانا	(۱۳۶۰)	۲۱۶	غلام قادر اشرفی، مولانا	(۱۳۵۹)
۲۱۷	غلام قادر (خیر پور نامیوالی)، حضرت مولانا مفتی	(۱۳۶۲)	۲۱۷	غلام قادر چشتی امرتسری (ملتان)، جناب حکیم	(۱۳۶۱)
۲۲۰	غلام قادر (مکھیانہ ضلع جھنگ)، مولانا	(۱۳۶۳)	۲۲۰	غلام قادر صابری کشمیری، مولانا	(۱۳۶۳)
۲۲۱	غلام قاسم خان کھیزان (تونسہ شریف)، الحاج	(۱۳۶۶)	۲۲۰	غلام قادر ملتان، مولانا	(۱۳۶۵)
۲۲۳	غلام مجتبیٰ، جناب	(۱۳۶۸)	۲۲۲	غلام گیلانی (شمس آباد)، مولانا قاضی	(۱۳۶۷)

۲۲۳	غلام محمد دوسر ہندی، مولانا	۲۲۳	(۱۳۶۹)	غلام محمد دوسر ہندی، مولانا	۲۲۳	(۱۳۶۹)
۲۲۴	غلام محمد (احمد پور شتر قیہ)، جناب سید	۲۲۳	(۱۳۷۱)	غلام محمد (احمد پور شتر قیہ)، جناب سید	۲۲۳	(۱۳۷۱)
۲۲۴	غلام محمد یگوی (خطیب شاہی مسجد لاہور)، مولانا	۲۲۴	(۱۳۷۳)	غلام محمد جانندھری مہاجر مدنی، مولانا حافظ	۲۲۴	(۱۳۷۳)
۲۲۵	غلام محمد (چوٹی زرین)، مولانا	۲۲۴	(۱۳۷۵)	غلام محمد دین پوری، حضرت مولانا خلیفہ	۲۲۵	(۱۳۷۶)
۲۲۶	غلام محمد (ڈیرہ غازی خان)، مولانا	۲۲۶	(۱۳۷۷)	غلام محمد ریحان (کھروڑ پکا)، حضرت مولانا	۲۲۶	(۱۳۷۸)
۲۲۸	غلام محمد شوش بنالوی، جناب میاں	۲۲۸	(۱۳۷۹)	غلام محمد عباس بہاول پوری، علامہ مولانا	۲۲۸	(۱۳۸۰)
۲۲۹	غلام محمد فیصل آبادی، مولانا	۲۲۸	(۱۳۸۱)	غلام محمد گھوٹوی (شیخ الجامعہ بہاول پور)، مولانا	۲۲۹	(۱۳۸۲)
۲۲۹	غلام محمد (اسلام آباد)، مولانا	۲۲۹	(۱۳۸۳)	غلام محی الدین (کراچی)، جناب مفتی	۲۳۰	(۱۳۸۳)
۲۳۰	غلام محی الدین گلوڑوی، پیر سید	۲۳۰	(۱۳۸۵)	غلام محی الدین (ہروی والا حسن ابدال)، پیر سید	۲۳۰	(۱۳۸۶)
۲۳۰	غلام محی الدین، صوفی حضرت شیخ	۲۳۰	(۱۳۸۷)	غلام مرتضیٰ (پیر بل)، مولانا	۲۳۱	(۱۳۸۸)
۲۳۲	غلام مرتضیٰ میانوی، مولانا مفتی	۲۳۲	(۱۳۸۹)	غلام مصطفیٰ قاسمی، مولانا	۲۳۲	(۱۳۹۰)
۲۳۲	غلام مصطفیٰ (تلہ گنگ)، مولانا قاضی	۲۳۲	(۱۳۹۱)	غلام مصطفیٰ چٹوٹی، جناب	۲۳۳	(۱۳۹۲)
۲۳۳	غلام مصطفیٰ شاہ کاظمی، جناب پیر سید	۲۳۳	(۱۳۹۳)	غلام مصطفیٰ شاہ ہمدانی، مولانا سید	۲۳۳	(۱۳۹۳)
۲۳۷	غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری، مولانا	۲۳۷	(۱۳۹۵)	غلام مصطفیٰ مانک (سکھر)، جناب حاجی	۲۳۷	(۱۳۹۶)
۲۳۸	غلام معین الدین تونسوی، جناب خواجہ	۲۳۸	(۱۳۹۷)	غلام معین الدین شاہ گیلانی (گولڑہ شریف)، پیر سید	۲۳۹	(۱۳۹۸)
۲۳۹	غلام نبی امرتسری (گوجرانوالہ)، چوہدری	۲۳۹	(۱۳۹۹)	غلام نبی جانانز لاہور، جناب مرزا	۲۴۰	(۱۵۰۰)
۲۴۱	غلام نبی (سرائے نورنگ)، جناب حاجی ڈاکٹر	۲۴۱	(۱۵۰۱)	غلام نبی شاہ (مانسہرہ)، مولانا	۲۴۱	(۱۵۰۲)
۲۴۲	غلام نبی (کونڈہ)، مولانا قاری	۲۴۲	(۱۵۰۳)	غلام نبی میرناسک (راولپنڈی)، جناب	۲۴۲	(۱۵۰۳)
۲۴۲	غلام نبی، جناب چوہدری	۲۴۲	(۱۵۰۵)	غلام نظام الدین تونسوی، جناب خواجہ	۲۴۵	(۱۵۰۶)
۲۴۹	غلام نقشبند پسروری، جناب الحاج صوفی	۲۴۹	(۱۵۰۷)	غنیمت حسین شاہ اشرفی (موئیکرہ)، مولانا سید	۲۴۹	(۱۵۰۸)
۲۵۰	غوث بخش بزنجو، جناب سردار	۲۵۰	(۱۵۰۹)			
۲۵۰			(ف)			
۲۵۱	فاروق علی خان، جناب صاحبزادہ	۲۵۰	(۱۵۱۰)	فاروق علی خان، جناب صاحبزادہ	۲۵۱	(۱۵۱۱)
۲۵۳	فاروق ناصر شاہ (فیصل آباد)، مولانا سید	۲۵۲	(۱۵۱۲)	فتح علی شاہ (شاہ پور)، جناب سید	۲۵۳	(۱۵۱۳)
۲۵۳	فتح محمد پانی پتی (مدینہ منورہ)، جناب قاری	۲۵۳	(۱۵۱۳)	فتح محمد (راولپنڈی)، مولانا	۲۵۳	(۱۵۱۵)
۲۵۳	فتح محمد (دیر زورکان)، جناب	۲۵۳	(۱۵۱۶)	فتویٰ استکشاف المسلمین عن فی حفاظۃ المرزائین	۲۵۳	(۱۵۱۷)
۲۵۵	فتویٰ تکفیر قادیان	۲۵۵	(۱۵۱۸)	فخر الدین احمد (مدرسہ شاہی مراد آباد)، مولانا سید	۲۵۵	(۱۵۱۹)
۲۵۶	فخر عالم زبیری، جناب	۲۵۵	(۱۵۲۰)	فخر عالم، جناب جسٹس	۲۵۶	(۱۵۲۱)
۲۵۷	فدا حسین شاہ (پشاور)، جناب ڈاکٹر سید	۲۵۷	(۱۵۲۲)	فدا محمد خان، جناب جسٹس	۲۵۷	(۱۵۲۳)



۲۵۷	فرزند تو حید (کراچی)، جناب	(۱۵۲۵)	۲۵۷	فداء الرحمن در خواستی، مولانا	(۱۵۲۳)
۲۵۸	فرید احمد (ڈھاکہ)، مولانا	(۱۵۲۷)	۲۵۸	فرمان علی خان، جنرل راء	(۱۵۲۶)
۲۵۸	فرید الحق (کراچی)، جناب پروفیسر شاہ	(۱۵۲۹)	۲۵۸	فرید الحسن حنفی، جناب شیخ	(۱۵۲۸)
۲۵۹	فصیح احمد بہاری، جناب	(۱۵۳۱)	۲۵۹	فرید الدین (بھوئی گاڑ ضلع انک)، مولانا	(۱۵۳۰)
۲۵۹	فضل احمد قریشی (میانوالی)، مولانا مفتی	(۱۵۳۳)	۲۵۹	فضل احمد رائے پوری، مولانا حافظ	(۱۵۳۲)
۲۶۲	فضل احمد (مدرسہ مظہر الاسلام کھنڈہ)، مولانا	(۱۵۳۵)	۲۶۰	فضل احمد گورد اسپوری، جناب قاضی	(۱۵۳۳)
۲۶۳	فضل الرحمن بن محمد (لاہور)، مولانا	(۱۵۳۷)	۲۶۲	فضل احمد (میانوالی)، جناب میاں	(۱۵۳۶)
۲۶۳	فضل الرحمن شاہ احرار (سلانوالی)، مولانا	(۱۵۳۹)	۲۶۳	فضل الرحمن پشاوری، مولانا	(۱۵۳۸)
۲۶۴	فضل اللہ رحمانی، حضرت مولانا	(۱۵۴۱)	۲۶۴	فضل الرحمن مدنی، مولانا	(۱۵۴۰)
۲۶۵	فضل حسین (قصور)، جناب چوہدری	(۱۵۴۳)	۲۶۴	فضل امین (فیصل آباد)، شیخ الحدیث مولانا	(۱۵۴۲)
۲۶۵	فضل حق (مانسہرہ)، مولانا قاضی	(۱۵۴۵)	۲۶۵	فضل حق (پشاور)، مولانا	(۱۵۴۳)
۲۶۶	فضل حق، جناب میاں	(۱۵۴۷)	۲۶۵	فضل حق، جناب جنرل	(۱۵۴۶)
۲۶۶	فضل دین چشتی (گورد اسپور)، حضرت قاری	(۱۵۴۹)	۲۶۶	فضل خالق مرحوم، مولانا	(۱۵۴۸)
۲۶۷	فضل ربی (کراچی)، مولانا	(۱۵۵۱)	۲۶۷	فضل رازق، مولانا	(۱۵۵۰)
۲۶۸	فضل علی قریشی (مسکین پور)، حضرت مولانا	(۱۵۵۳)	۲۶۸	فضل ربی (مانسہرہ)، مولانا قاری	(۱۵۵۲)
۲۶۹	فضل کریم نیازی (غازی پور)، حضرت مولانا	(۱۵۵۵)	۲۶۹	فضل کریم (فیصل آباد)، جناب صاحبزادہ	(۱۵۵۴)
۲۷۰	فضل مولانا مدنی (چار سہدہ)، حضرت مولانا	(۱۵۵۷)	۲۶۹	فضل محمد (فقیروالی)، حضرت مولانا	(۱۵۵۶)
۲۷۱	فقیر اللہ شاہ پوری، مولانا	(۱۵۵۹)	۲۷۱	فقیر اللہ رائے پوری، مولانا مفتی	(۱۵۵۸)
۲۷۱	فقیر اللہ (جوئی)، مولانا	(۱۵۶۱)	۲۷۱	فقیر اللہ نیازی، مولانا	(۱۵۶۰)
۲۷۲	فقیر محمد جہلمی، مجاہد اسلام مولانا	(۱۵۶۳)	۲۷۱	فقیر اللہ (مدرسہ نصرت الاسلام بنگلور)، مولانا	(۱۵۶۲)
۲۷۳	فقیر محمد نیازی، مولانا	(۱۵۶۵)	۲۷۲	فقیر محمد فیصل آبادی، مولوی	(۱۵۶۴)
۲۷۳	فقیر احمد قریشی، جناب قاضی	(۱۵۶۷)	۲۷۳	فقیر محمد، سردار مولانا قاری	(۱۵۶۶)
۲۷۵	فیاض حسن سجاد (کوئٹہ)، جناب	(۱۵۶۹)	۲۷۵	فیاض الحسن قادری (سلطان باہو)، صاحبزادہ سلطان	(۱۵۶۸)
۲۷۷	فیروز بٹ، جناب لالہ	(۱۵۷۱)	۲۷۷	فیروز الدین کشمیری (کاہنٹو)، جناب خواجہ	(۱۵۷۰)
۲۷۹	فیض الحسن (آلوہار شریف)، صاحبزادہ مولانا سید	(۱۵۷۳)	۲۷۸	فیض احمد چانڈیو، جناب ڈاکٹر	(۱۵۷۲)
۲۸۰	فیض القادری (لاہور)، مولانا	(۱۵۷۵)	۲۷۹	فیض الحسن (بھیس ضلع چکوال)، مولانا	(۱۵۷۴)
۲۸۱	فیض اللہ گجراتی، جناب	(۱۵۷۷)	۲۸۰	فیض اللہ (مفتی اعظم بنگلہ دیش)، مولانا	(۱۵۷۶)
۲۸۱	فیض علی شاہ (مانسہرہ)، حضرت مولانا سید	(۱۵۷۹)	۲۸۱	فیض علی شاہ (مانسہرہ)، مولانا سید	(۱۵۷۸)
			۲۸۲	فیض محمد خان جوئی، جناب سردار	(۱۵۸۰)

		(ق)			
۲۸۲					
۲۸۲	قادر بخش (فتیحی آئی لینڈ)، جناب	(۱۵۸۲)		۲۸۲	قائم الدین عباسی (جنوکی)، مولانا
۲۸۳	قادر داد گورمانی (ڈی جی خان)، مولانا حافظ	(۱۵۸۳)		۲۸۲	قادر بخش نقشبندی (نڈوالدیار)، حضرت مولانا
۲۸۵	قاسم رضوی، جناب سید	(۱۵۸۶)		۲۸۳	قادیان کے مقامی لوگ
۲۸۷	قدرت اللہ شہاب، جناب	(۱۵۸۸)		۲۸۶	قاسم محمود، جناب سید
۲۹۳	قرارداد اوزیش نمنجاہ اسمبلی	(۱۵۹۰)		۲۹۳	قرارداد آزاد کشمیر اسمبلی
۲۹۶	قرارداد سرحد اسمبلی	(۱۵۹۲)		۲۹۳	قرارداد ختم نبوت قومی اسمبلی
۲۹۸	۵۰ مشائخ عظام و پیران کرام	(۱۵۹۳)		۲۹۶	قرارداد متحدہ جمہوری محاذ
۳۰۰	قطب علی شاہ (دیوگرہ)، حضرت	(۱۵۹۶)		۳۰۰	قطب الدین غور غوثی، شیخ الحدیث مولانا
۳۰۰	قمر الدین (اچھرہ، لاہور)، جناب میاں	(۱۵۹۸)		۳۰۰	قطبی شاہ، مولانا پیر
۳۰۱	قمر الدین سیالوی، حضرت خواجہ	(۱۶۰۰)		۳۰۱	قمر الدین چوہان، فدائے احرار مولانا
۳۰۲	قمر الدین (جنڈا نوالہ)، حضرت حافظ	(۱۶۰۲)		۳۰۱	قمر الدین لدھیانوی، جناب شیخ
				۳۰۲	قیام الدین (ایبٹ آباد)، حضرت مفتی حافظ
۳۰۳					
		(ک)			
۳۰۳	کرم الدین دبیر، مولانا قاضی	(۱۶۰۵)		۳۰۳	کرامت اللہ دہلوی، مولانا
۳۰۷	کرم حسین شاہ دودا لمیا لوی، پیر سید	(۱۶۰۷)		۳۰۵	کرم بخش اعوان، جناب ملک
۳۰۸	کریم بخش (جام پور)، مولانا	(۱۶۰۹)		۳۰۷	کرم شاہ الازہری (بھیرہ)، مولانا پیر سید
۳۰۸	کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا مفتی	(۱۶۱۱)		۳۰۸	کریم بخش سنہلی، مولانا
۳۱۳	کلیم اختر، جناب	(۱۶۱۳)		۳۱۳	کفایت حسین (لاہور شیعہ رہنما)، جناب حافظ
۳۱۶	کنج بہاری لال عرف رب قادیان	(۱۶۱۵)		۳۱۵	کلیم اللہ شہید (چارسدہ)، جناب حاجی
۳۱۷	کیانی، جناب جسٹس	(۱۶۱۷)		۳۱۶	کوثر نیازی، مولانا
۳۱۸	کے ایل ناصر، پادری	(۱۶۱۹)		۳۱۷	کے ایل گابا
۳۱۸					
		(گ)			
۳۱۸	گل حبیب (بلوچستان)، شیخ الحدیث مولانا	(۱۶۲۱)		۳۱۸	گل بادشاہ (مردان)، مولانا سید
۳۲۰	گل زمان (ہری پور)، جناب راجہ	(۱۶۲۳)		۳۲۰	گل حسن شاہ (میرٹھ)، حضرت مولانا
۳۲۲	گل محمد خالد (پنوں عاقل)، مولانا	(۱۶۲۵)		۳۲۰	گل شیر شہید، مولانا محمد
۳۲۲	گل محمد خان، جناب جسٹس	(۱۶۲۷)		۳۲۲	گل محمد خان دیوبندی، مولوی
۳۲۳	گلزار احمد مظاہری (لاہور)، مولانا	(۱۶۲۹)		۳۲۳	گل ناصر ندیم (آزاد کشمیر)، جناب رانا
				۳۲۳	گور بخش سنگھ، ڈاکٹر اور پنڈت دھرت رام

(۱)			
۳۲۴		۳۲۴	لطافت حسین شاہ (سجادہ نشین لوادا)، حضرت
۳۲۴	لطف اللہ علی گڑھی، مولانا (۱۶۳۲)	۳۲۴	لطیف اللہ مردانی، حضرت مولانا محمد
۳۲۴	لطیف احمد چشتی امرتسری، جناب الحاج (۱۶۳۳)	۳۲۵	لطیف احمد شیروانی (ایم۔ اے)
۳۲۵	لعل شاہ دوالمیالوی، مولانا سید (۱۶۳۶)	۳۲۵	لقنق صاحب (لاہور)، جناب حاجی
۳۲۵	لیاقت علی خان، جناب نواب زادہ (۱۶۳۸)		
(۲)			
۳۲۷	مبارک حسین سنہلی، حضرت مولانا (۱۶۴۰)	۳۲۷	ماہر القادری (کراچی)، جناب
۳۲۹	مبارک علی شاہ بہرائی (قصور)، جناب سید (۱۶۴۲)	۳۲۸	مبارک علی شاہ گیلانی، جناب میر
۳۲۹	مجیب الرحمن بنگالی، جناب شیخ (۱۶۴۳)	۳۲۹	مجتبیٰ رازی رامپوری، مولانا
۳۳۰	مجیب الرحمن (کلی مروت)، جناب (۱۶۴۶)	۳۳۰	مجیب الرحمن شامی (لاہور)، جناب
۳۳۱	محب النبی، مولانا (۱۶۴۸)	۳۳۱	محب اللہ شاہ راشدی (حیدرآباد)، جناب میر
۳۳۱	محبوب الرحمن (رادولپنڈی)، جناب (۱۶۵۰)	۳۳۱	محبوب احمد، جناب جسٹس
۳۳۲	محبوب سبحانی داعظ، مولانا مفتی (۱۶۵۲)	۳۳۲	محبوب الرحمن شاہ (پنڈی گھپ)، مولانا سید
۳۳۲	محمد ابراہیم آروی، حضرت مولانا (۱۶۵۳)	۳۳۲	محموظ الرحمن عثمانی، مولانا مفتی
۳۳۳	محمد ابراہیم بردوانی، مولانا (۱۶۵۶)	۳۳۳	محمد ابراہیم (احیاء العلوم حاصل پور)، حافظ
۳۳۳	محمد ابراہیم (ٹنڈوالہ یار)، جناب حاجی (۱۶۵۸)	۳۳۳	محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا
۳۳۴	محمد ابراہیم خادم، مولانا (۱۶۶۰)	۳۳۴	محمد ابراہیم پراچہ (کوہاٹ)، حضرت حاجی
۳۳۴	محمد ابراہیم دہلوی، حکیم مولانا مفتی (۱۶۶۲)	۳۳۴	محمد ابراہیم دہلوی، حضرت مولانا
۳۳۵	محمد ابراہیم رحیمی (فیصل آباد)، جناب قاری (۱۶۶۳)	۳۳۴	محمد ابراہیم (ڈنڈے والا)، مولانا
۳۳۷	محمد ابراہیم سلیم پوری (جگرانوی)، مولانا (۱۶۶۶)	۳۳۷	محمد ابراہیم (سکھر)، حضرت حاجی
۳۳۹	محمد ابراہیم فقیر، مولانا (۱۶۶۸)	۳۳۸	محمد ابراہیم غور چشتی، حضرت مولانا
۳۳۹	محمد ابراہیم مجددی گجراتی، مولانا خواجہ (۱۶۷۰)	۳۳۹	محمد ابراہیم کیم پوری، مولانا
۳۴۱	محمد ابراہیم میرسیالکوٹی، حضرت مولانا (۱۶۷۲)	۳۳۹	محمد ابراہیم (منڈی بہاؤ الدین)، مولانا
۳۴۵	محمد احسن شجاع آبادی، مولانا (۱۶۷۴)	۳۴۴	محمد اجمل خان لاہوری، حضرت مولانا قاری
۳۴۶	محمد احمد بہاول پوری، مولانا حاجی (۱۶۷۶)	۳۴۵	محمد احمد بہاول پوری، حضرت مولانا
۳۴۷	محمد احمد جاندھری (سلطان پور لودھی)، مولانا (۱۶۷۸)	۳۴۷	محمد احمد قانوی، مولانا
۳۴۷	محمد احمد سونپتی، مولانا (۱۶۸۰)	۳۴۷	محمد احمد چکوالی، مولانا ابو
۳۴۷	محمد احمد کشمیری، جناب میر داعظ (۱۶۸۲)	۳۴۷	محمد احمد شہید، مولانا

۳۴۸	محمد احمد محمودی (احمد پور شرقیہ)، مولانا مفتی	(۱۶۸۳)	۳۴۸	محمد احمد مجاہد (لاہور)، مولانا	(۱۶۸۳)
۳۴۹	محمد اختر (بچن کسانہ)، حضرت مولانا قاری	(۱۶۸۶)	۳۴۸	محمد احمد مظفر گڑھی، مولانا	(۱۶۸۵)
۳۵۱	محمد اختر، جناب حکیم	(۱۶۸۸)	۳۵۰	محمد اختر (لاہور)، جناب ملک	(۱۶۸۷)
۳۵۱	محمد ادریس جھنجھانی، مولانا	(۱۶۹۰)	۳۵۱	محمد ادریس اہل (لاہور)، جناب	(۱۶۸۹)
۳۵۱	محمد ادریس سکرو ڈھوی، مولانا سید	(۱۶۹۲)	۳۵۱	محمد ادریس دہلوی، ماسٹر سید	(۱۶۹۱)
۳۶۳	محمد ادریس (کوٹ رادھا کشن)، مولانا قاری	(۱۶۹۳)	۳۵۲	محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا	(۱۶۹۳)
۳۶۳	محمد ادریس ہزاروی (فاضل دارالعلوم دیوبند)، مولانا	(۱۶۹۶)	۳۶۳	محمد ادریس میرٹھی، مولانا	(۱۶۹۵)
۳۶۶	محمد ارشاد (چنچوٹنی)، حضرت مولانا	(۱۶۹۸)	۳۶۳	محمد ادریس ہوشیار پوری (ملتان)، مولانا قاری	(۱۶۹۷)
۳۶۷	فقیر محمد ارشد پناہوی، مولانا	(۱۷۰۰)	۳۶۷	محمد ارشد (احمد پور شرقیہ)، مولانا	(۱۶۹۹)
۳۶۸	محمد ارشد موگنیروی، ابوالحسن	(۱۷۰۲)	۳۶۸	محمد ارشد نیاپوری، مولانا حافظ مفتی	(۱۷۰۱)
۳۶۹	محمد اسحاق امرتسری، مولانا	(۱۷۰۳)	۳۶۸	محمد اجمد مدنی، حضرت مولانا قاری	(۱۷۰۳)
۳۷۰	محمد اسحاق بھٹی (فیصل آباد)، مولانا	(۱۷۰۶)	۳۷۰	محمد اسحاق بردوانی (مدرس جامع العلوم کانپور)، مولانا	(۱۷۰۵)
۳۷۱	محمد اسحاق (حویلیاں)، جناب حکیم	(۱۷۰۸)	۳۷۱	محمد اسحاق (چانگام)، مولانا	(۱۷۰۷)
۳۷۱	محمد اسحاق سلیمی، مولانا	(۱۷۱۰)	۳۷۱	محمد اسحاق خان (ایبٹ آباد)، مولانا	(۱۷۰۹)
۳۷۲	محمد اسحاق (فیصل آباد)، حضرت مولانا قاری	(۱۷۱۲)	۳۷۲	محمد اسحاق سندیلوی، مولانا	(۱۷۱۱)
۳۷۳	محمد اسحاق قریشی (جہلم)، جناب	(۱۷۱۳)	۳۷۳	محمد اسحاق قادری (لاہور)، پیر طریقت مولانا	(۱۷۱۳)
۳۷۴	محمد اسحاق مفتی (پٹیالہ)، مولانا	(۱۷۱۶)	۳۷۳	محمد اسحاق لدھیانوی، مفتی	(۱۷۱۵)
۳۷۴	محمد اسحاق ہزاروی، مولانا	(۱۷۱۸)	۳۷۴	محمد اسحاق موگنیری، مولانا	(۱۷۱۷)
۳۷۵	محمد اسحاق (قاضی القضاۃ ریاست انب)، مولانا	(۱۷۲۰)	۳۷۵	محمد اسحاق ہزاروی، مولانا	(۱۷۱۹)
۳۷۶	محمد اسعد نوشہروی، جناب الحاج	(۱۷۲۲)	۳۷۶	محمد اسرار نیل، جناب قاضی	(۱۷۲۱)
۳۷۷	محمد اسلم، شیخ الحدیث مولانا قاضی	(۱۷۲۳)	۳۷۷	محمد اسلام شاہ، جناب سید	(۱۷۲۳)
۳۷۸	محمد اسلم انا، جناب	(۱۷۲۶)	۳۷۸	محمد اسلم چشتی (گوجرہ)، مولانا	(۱۷۲۵)
۳۷۹	محمد اسلم (کھروڑ پکا)، جناب الحاج	(۱۷۲۸)	۳۷۹	محمد اسلم (سلطان فونڈری والے)، صوفی	(۱۷۲۷)
۳۸۰	محمد اسماعیل (انک)، جناب پروفیسر	(۱۷۳۰)	۳۸۰	محمد اسماعیل آزاد (کراچی)، جناب	(۱۷۲۹)
۳۸۱	محمد اسماعیل ثانی، مولانا	(۱۷۳۲)	۳۸۰	محمد اسماعیل (ایڈووکیٹ)، جناب چوہدری	(۱۷۳۱)
۳۸۱	محمد اسماعیل (خوشاب)، حضرت مولانا	(۱۷۳۳)	۳۸۱	محمد اسماعیل (چناب نگر)، جناب ماسٹر	(۱۷۳۳)
۳۸۲	محمد اسماعیل سلفی (گوجرانوالہ)، مولانا	(۱۷۳۶)	۳۸۱	محمد اسماعیل دبیج، مولانا	(۱۷۳۵)
۳۸۲	محمد اسماعیل (سیکرٹری اسلامک سنٹر چٹاگانگ)، مولانا	(۱۷۳۸)	۳۸۲	محمد اسماعیل سہام (چینیوٹ)، جناب	(۱۷۳۷)
۳۸۳	محمد اسماعیل قاسمی (سیالکوٹ)، مولانا	(۱۷۴۰)	۳۸۳	محمد اسماعیل علی گڑھی، مولانا	(۱۷۳۹)

۳۸۴	محمد اسماعیل سنگی، مولانا	(۱۷۴۲)	۳۸۴	محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)، جناب	(۱۷۴۱)
۳۸۶	محمد اسماعیل (گوجرہ)، جناب حافظ	(۱۷۴۳)	۳۸۵	محمد اسماعیل گوجروی (شیدہ رہنما)، مولانا	(۱۷۴۳)
۳۸۶	محمد اسماعیل (میلسی)، مولانا مفتی قاری	(۱۷۴۶)	۳۸۶	محمد اسماعیل لہندی (جھونڈی نبوت)، خواجہ	(۱۷۴۵)
۳۸۷	محمد اشرف خان (امیر خاکسار)، جناب خان	(۱۷۴۸)	۳۸۷	محمد اشرف (آف ترنہ)، جناب حاجی	(۱۷۴۷)
۳۸۷	محمد اشرف (کمالیہ)، جناب	(۱۷۵۰)	۳۸۷	محمد اشرف علی زیدی (لاہور)، جناب	(۱۷۴۹)
۳۸۸	محمد اشرف، جناب چوہدری	(۱۷۵۲)	۳۸۸	محمد اشرف (لاہور)، جناب پیر	(۱۷۵۱)
۳۸۸	محمد اصغر عثمانی (چیچہ وطنی)، جناب مولانا قاری	(۱۷۵۴)	۳۸۸	محمد اصغر (بریکڈیٹر)، جناب	(۱۷۵۳)
۳۸۹	محمد اعظم خان تونلی مانسہروی، جناب	(۱۷۵۶)	۳۸۸	محمد اعجاز دوبندی (راولپنڈی)، مولانا	(۱۷۵۵)
۳۸۹	محمد افتخار کھوکھر، جناب	(۱۷۵۸)	۳۸۹	محمد اعظم گوندلوی (گوجرانوالہ)، مولانا	(۱۷۵۷)
۳۹۰	محمد افضل رندھاوا، جناب	(۱۷۶۰)	۳۹۰	محمد افضل بہاول پوری، مولانا	(۱۷۵۹)
۳۹۲	محمد افضل لون، جناب جسٹس	(۱۷۶۲)	۳۹۲	محمد افضل ظہر، جناب مسز جسٹس	(۱۷۶۱)
۳۹۳	محمد اقبال بٹ (چونڈہ)، جناب	(۱۷۶۴)	۳۹۲	محمد اقبال انظہری (شجاع آباد)، مولانا	(۱۷۶۳)
۳۹۴	محمد اقبال (پھالیہ)، جناب	(۱۷۶۶)	۳۹۳	محمد اقبال بٹ، جناب خواجہ	(۱۷۶۵)
۳۹۴	محمد اقبال لودھی جاندھری (ساہیوال)، جناب	(۱۷۶۸)	۳۹۴	محمد اقبال حنیف (منظر گڑھ)، مولانا	(۱۷۶۷)
۴۰۱	محمد اقبال نعمانی، مولانا	(۱۷۷۰)	۳۹۴	محمد اقبال مرحوم، جناب علامہ ڈاکٹر	(۱۷۶۹)
۴۰۲	محمد اکبر ہاشمی (جسٹس ریاست بہاول پور)	(۱۷۷۲)	۴۰۱	محمد اکبر ایڈیشنل سیشن جج (راولپنڈی)، جناب	(۱۷۷۱)
۴۰۳	محمد اکبر خان (ملتان)، حضرت مولانا	(۱۷۷۴)	۴۰۲	محمد اکبر خان ساقی، مولانا	(۱۷۷۳)
۴۰۴	محمد اکبر علی (پک ۸۱، سرگودھا)، جناب	(۱۷۷۶)	۴۰۴	محمد اکبر شہزاد (چنیوٹ)، جناب	(۱۷۷۵)
۴۰۴	محمد اکبر (کونڈہ)، جناب حافظ	(۱۷۷۸)	۴۰۴	محمد اکبر قاضی خیل پشاور، جناب قاضی	(۱۷۷۷)
۴۰۵	محمد اکرم انصاری، مولانا	(۱۷۸۰)	۴۰۵	محمد اکرم اعوان (منارہ چکوال)، مولانا امیر	(۱۷۷۹)
۴۰۶	محمد اکرم زاہد (جہلم)، مولانا	(۱۷۸۲)	۴۰۵	محمد اکرم ایڈووکیٹ، جناب شیخ	(۱۷۸۱)
۴۰۶	محمد اکرم ہدانی (راولپنڈی)، مولانا حافظ	(۱۷۸۴)	۴۰۶	محمد اکرم (لاہور)، مولانا	(۱۷۸۳)
۴۰۷	محمد الطاف (حافظ آباد)، مولانا	(۱۷۸۶)	۴۰۷	محمد اکمل (رحیم یار خان)، حضرت مولانا قاری	(۱۷۸۵)
۴۱۲	محمد الیاس بٹالوی، جناب حاجی	(۱۷۸۸)	۴۰۹	محمد الیاس برنی (حیدرآباد دکن)، پروفیسر	(۱۷۸۷)
۴۱۳	محمد الیاس چناری (کشمیر)، حضرت مولانا	(۱۷۹۰)	۴۱۳	محمد الیاس (جامع مسجد پٹولیاں لاہور)، مولانا	(۱۷۸۹)
۴۱۴	محمد الیاس کاندھلوی، حضرت مولانا	(۱۷۹۲)	۴۱۴	محمد الیاس (رحیم یار خان)، جناب حافظ	(۱۷۹۱)
۴۱۵	محمد امجد فاروق (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا قاری	(۱۷۹۴)	۴۱۴	محمد امان اللہ، حضرت مولانا حافظ	(۱۷۹۳)
۴۱۵	محمد امیر (منڈی بہاؤ الدین)، حضرت صوفی	(۱۷۹۶)	۴۱۵	محمد امیر قادری (شہید ختم نبوت)، میاں	(۱۷۹۵)

۴۱۶	محمد امین الحسنات (پیر آف ماکنی شریف)	(۱۷۹۸)	۴۱۶	محمد امین احسن اصلاحی، مولانا	(۱۷۹۷)
۴۱۷	محمد امین (بنگلور)، حضرت مولانا	(۱۸۰۰)	۴۱۶	محمد امین الحسینی (مفتی اعظم فلسطین)، مولانا سید	(۱۷۹۹)
۴۱۷	محمد امین (جزائری)، مولانا مفتی	(۱۸۰۲)	۴۱۷	محمد امین بہاول پوری، جناب الحاج	(۱۸۰۱)
۴۱۷	محمد امین چکوڑی، حضرت	(۱۸۰۳)	۴۱۷	محمد امین (چکوال)، مولانا	(۱۸۰۳)
۴۱۸	محمد امین شاہ (محمد پور)، مولانا سید	(۱۸۰۶)	۴۱۸	محمد امین (خانوال)، جناب چوہدری	(۱۸۰۵)
۴۲۲	محمد امین عاجز (لاہور)، جناب قاری	(۱۸۰۸)	۴۲۰	محمد امین صفدر اڈاکا ڈوی، حضرت مولانا	(۱۸۰۷)
۴۲۳	محمد امین (فیصل آباد)، مولانا مفتی	(۱۸۱۰)	۴۲۲	محمد امین علی شاہ نقوی (فیصل آباد)، مولانا سید	(۱۸۰۹)
۴۲۳	محمد امین (کلی مروت)، مولانا	(۱۸۱۲)	۴۲۳	محمد امین قادری (کراچی)، مولانا مفتی	(۱۸۱۱)
۴۲۶	محمد انور مصطفیٰ (جلال پور بھٹیاں)، مولانا صاحبزادہ	(۱۸۱۳)	۴۲۳	محمد امین (نظر کشمیر)، جناب الحاج	(۱۸۱۳)
۴۲۸	محمد انور بابر، جناب حکیم	(۱۸۱۶)	۴۲۶	محمد انور (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، حضرت قاری	(۱۸۱۵)
۴۲۸	محمد انور فاروقی (کراچی)، مولانا	(۱۸۱۸)	۴۲۸	محمد انور (شہداد پور)، قاری	(۱۸۱۷)
۴۲۹	محمد انوری (فیصل آباد)، مولانا	(۱۸۲۰)	۴۲۹	محمد انور (کوٹ عبدالملک شہنشاہ پورہ)، مولانا	(۱۸۱۹)
۴۲۹	محمد ایوب (آزاد کشمیر)، جناب میجر	(۱۸۲۲)	۴۲۹	محمد ایاز خان نیازی (میانوالی)، صوفی	(۱۸۲۱)
۴۳۰	محمد ایوب حضروی، مولانا حکیم	(۱۸۲۳)	۴۳۰	محمد ایوب جان بنوری (پشاور)، مولانا سید	(۱۸۲۳)
۴۳۱	محمد ایوب خان (صدر مملکت)، جناب	(۱۸۲۶)	۴۳۱	محمد ایوب حقی پشوری، مولوی	(۱۸۲۵)
۴۳۹	محمد ایوب (ساکن کول)، مولانا	(۱۸۲۸)	۴۳۹	محمد ایوب دہلوی، مولانا حافظ	(۱۸۲۷)
۴۳۹	محمد بخش بزدار، مولانا	(۱۸۳۰)	۴۳۹	محمد باقر، جناب ڈاکٹر پروفیسر	(۱۸۲۹)
۴۴۰	محمد برخوردار ملتان، الحاج ملک	(۱۸۳۲)	۴۴۰	محمد بخش مسلم، مولانا	(۱۸۳۱)
۴۴۱	محمد بشیر جہانگیری، جناب جسٹس	(۱۸۳۳)	۴۴۱	محمد بشیر، جناب خواجہ	(۱۸۳۳)
۴۴۲	محمد بشیر (کوٹلی لوہاراں)، مولانا	(۱۸۳۶)	۴۴۱	محمد بشیر شہسواری (بھوپال)، مولانا	(۱۸۳۵)
۴۴۳	محمد بن شیخ حسین (مکہ مکرمہ)، مولانا مفتی	(۱۸۳۸)	۴۴۲	محمد بشیر بزازوری (ہری پور)، مولانا قاری	(۱۸۳۷)
۴۴۵	محمد بن عبداللہ اسماعیل (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ	(۱۸۴۰)	۴۴۳	محمد بن عبدالقادر باشہ قسبی (پٹنہ)، مولانا	(۱۸۳۹)
۴۴۵	محمد بن یوسف الکافی دمشقی، الشیخ	(۱۸۴۲)	۴۴۵	محمد بن قیس الحسینی (سکریز ری رابطہ عالم اسلامی)، جناب	(۱۸۴۱)
۴۴۵	محمد تقی عثمانی، مولانا مفتی	(۱۸۴۳)	۴۴۵	محمد یونس خان (سرگودھا)، جناب حاجی	(۱۸۴۳)
۴۴۶	محمد جان (دریا خان)، حضرت صاحبزادہ	(۱۸۴۶)	۴۴۶	محمد تقی، جناب حافظ	(۱۸۴۵)
۴۶۲	محمد جمیل (رائے ونڈ)، حضرت مولانا	(۱۸۴۸)	۴۴۷	محمد جعفر خان (راولپنڈی)، جناب ملک	(۱۸۴۷)
۴۶۳	محمد جمیل (کلور کوٹ)، حضرت حافظ	(۱۸۵۰)	۴۶۳	محمد جمیل صادق (داتا نمبرہ)، جناب	(۱۸۴۹)

## (۱۱۹۵) عبداللطیف افضل گجراتی، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۹ء ..... وفات: ۲۰ اگست ۱۹۹۰ء)

جناب عبداللطیف افضل گجرات کے معروف پنجابی اور اردو کے شاعر تھے۔ مجلس احرار سے وابستہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے نیاز مند تھے۔ مرزائیت کے خلاف میدان عمل میں نمایاں رہے۔ جناب عبداللطیف گجراتی نے چار نظمیں پنجابی زبان میں تحریر کیں۔ پہلی نظم کا نام ”کھینچواں نبی“ ہے۔ دوسری نظم کا نام ”بشیر پتر“ ہے۔ یہ نظم مولانا سید داؤد غزنوی کی زیر صدارت احرار تبلیغ کانفرنس لائل پور میں پڑھی گئی۔ تیسری نظم کا نام ”مخکوم مسلم“ ہے۔ یہ نظم حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زیر صدارت راولپنڈی کے اجتماع میں پڑھی گئی۔ چوتھی نظم کا نام ”بخاری داؤنڈا“ ہے۔ چار نظموں پر مشتمل یہ رسالہ تقسیم سے قبل شائع ہوا۔ محترم جناب کامریڈ عبدالکریم احراری وزیر آبادی نے اسے شائع کیا۔ یہ چاروں نظمیں احتساب قادیانیت کی جلد ۳۱ میں شائع شدہ ہیں۔

## (۱۱۹۶) عبداللطیف انور (شاہ کوٹ)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۰ء ..... وصال: ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء)

عبداللطیف ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے وقت آپ کا خاندان شاہ کوٹ میں آ کر آباد ہوا۔ شاہ کوٹ میں ایک مندر ہوا کرتا تھا اس کے احاطہ میں مسجد بنانے کا پروگرام بنا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت عبداللطیف سکول میں پڑھتے تھے۔ عبداللطیف کے والد گرامی نے ان کے لئے رشتہ مولانا حافظ غلام محمد صاحب جالندھری (مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ) سے طلب کیا۔ تب حافظ صاحب مری میں پڑھاتے تھے، وہ رشتہ دیکھنے کے لئے شاہ کوٹ آئے تو عبداللطیف کے والد گرامی کو آدہ کیا کہ اس صاحبزادہ کو دین کے لئے وقف کر دیں۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ صبح سیر پر جانے کے وقت حافظ غلام محمد صاحب مرحوم نے عبداللطیف کو ہمراہ کیا اور دین کی تعلیم کے لئے ترغیب دی۔ یہ بھی مان گئے۔ حالانکہ میٹرک کے امتحانات ہونے والے تھے لیکن سب کچھ چھوڑ کر دینی تعلیم کے لئے عزم بالجزم کر لیا۔ مولانا حافظ غلام محمد صاحب نے عبداللطیف کے تمام سوٹ منگوائے جتنی پتلونیں تھیں وہ قینچی سے دو دو حصہ کر دیں۔ قیصوں کے کارل کاٹ دیئے۔ شلواریں سلین، بستر تیار ہوا، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ”ناظم صاحب“ مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری کے نام رقعہ لکھ کر حافظ غلام محمد صاحب نے دیا اور عبداللطیف صاحب جامعہ رشیدیہ ساہیوال جا پہنچے، داخلہ رقعہ دیکھتے ہی ہو گیا۔ البتہ حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی کے دل میں گھر عبداللطیف نے اپنی نیاز مندانه و صالح طبیعت سے خود بنا لیا۔ جامعہ رشیدیہ ایسے گئے کہ آٹھ سال بعد وہاں سے مولانا عبداللطیف بن کر نکلے۔ یہ ۱۹۶۳ء کے لگ بھگ کی بات ہوگی۔ مولانا عبداللطیف فارغ التحصیل عالم دین بن کر آئے تو مندر والی مسجد کے نمازیوں کی قسمت جاگ اٹھی۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ حفظ و ناظرہ اور کتب کے درجات میں تعلیم شروع ہوئی ایک وقت تھا کئی حفظ کی کلاسیں ہوتی تھیں اور کتب کے کئی درجات میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ مولانا عبداللطیف صاحب نے طالب علمی کے زمانہ میں

حضرت شیخ انفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ حضرت شیخ انفسیر کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور سے بیعت ہوئے تو یوں مولانا عبداللطیف انور ہو گئے۔ مولانا عبداللطیف انور خوبیوں کا گلدستہ تھے۔ لیکن ان کی چار خوبیاں ان کی شخصیت میں ارکان اربعہ شمار ہوتے تھے:

.....۱ مولانا بلاء کے بہادر اور شیر دل تھے۔

.....۲ مولانا دین کے ہر کام میں بڑی مستعدی سے پیش پیش ہوتے تھے۔

.....۳ مولانا عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کبھی بھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔

.....۴ مولانا کا اپنے مرشد سے والہانہ و مخلصانہ تعلق تھا، اس میں ہمیشہ اضافہ ہوا کبھی کمی واقع نہیں ہونے دی۔

فقیر راقم کی، مولانا عبداللطیف انور سے واقفیت ۱۹۶۸ء کے اواخر یا ۱۹۶۹ء کے اوائل میں ہوئی۔ عمر، علم، تجربہ ہر چیز میں فقیر سے بڑے تھے۔ واقعہ یہی ہے کہ وہ بہت بڑے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ سے جو قادیانی امیدوار کھڑے ہوئے ان میں چوہدری انور حسین ایڈووکیٹ شیخ پورہ، قادیانی گروہ پنجاب کے صدر کے بیٹے چوہدری بشیر حسین انور قادیانی بھی تھے جو مانا نوالہ بار، شاہ کوٹ اور پنواں وغیرہ کے حلقہ سے صوبائی اسمبلی کے امیدوار تھے۔ مانا نوالہ بار میں قادیانیوں کے خلاف منڈی میں پہلا بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر اور فقیر راقم کے بیان ہوئے۔ استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر تو پروگرام کے مطابق اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔ فقیر راقم کی اس حلقہ میں مستقل تا اختتام الیکشن ڈیوٹی لگی۔ تب شاہ کوٹ اس حلقہ کا ہیڈ آفس اور مانا نوالہ بار سب آفس مقرر ہوئے ایک ویگن پر اسپیکر لگا کر گاؤں گاؤں، قریہ قریہ دن رات سفر ہوتے تھے۔ مولانا عبداللطیف انور، ان سرگرمیوں میں ہمراہ ہوتے تھے۔ اکثر پروگرام ان کی ہدایات پر تشکیل ہوتے، اگر وہ سفر میں ساتھ نہ ہوں تو ان کے مدرسہ کے کوئی استاذ و طالب علم ضرور ہم سفر ہوتے تھے۔ ایک جنون تھا کہ دن رات چین نہ لینے دیتا تھا۔ تب اس علاقہ کے دورہ کے لئے مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری جیسی عبقری شخصیت جو مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے معتمد خاص اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے گرامی قدر فقہاء میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ایک زمانہ میں وہ مجلس احرار پنجاب کے صدر بھی رہے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ناظم اعلیٰ، ۱۹۷۰ء میں وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزی تھے۔ مولانا عبداللطیف انور نے دو تین دن اس علاقہ کے دورہ کے لئے طلب کئے حضرت جالندھری تشریف لائے دھواں دھار طوفانی دورہ ہوا، مولانا عبداللطیف انور کے پاؤں زمین پر نہ لگتے تھے۔ ایک جنون سا سوار تھا۔

شاہ کوٹ کے قریب ایک گاؤں میر پور ہے۔ آرائیں برادری کی وہاں اکثریت ہے۔ گاؤں کا نمبر دار حضرت جالندھری اور مولانا عبداللطیف انور کو جانتا تھا وہ بھی آرائیں اور جالندھری تھا لیکن پیپلز پارٹی میں ہونے کے باعث وہ جلسہ کے لئے رکاوٹ کا باعث بن گیا۔ اس نے بدتمیزی تو نہیں کی، البتہ لب و لہجہ اس کا چودھریوں والا تھا۔ مولانا عبداللطیف سامنے ڈٹ گئے۔ حضرت جالندھری نے بڑی فراست سے معاملہ رفع دفع کرایا۔ جلسہ عام کی بجائے ایک بیٹھک میں خاص خاص حضرات کو جمع کر کے قادیانی کفر ان پر واضح کیا۔ رب کی شان کہ یہ نمبر دار چودھری کچھ عرصہ بعد دماغی عارضہ میں نمونہ عبرت بن گیا۔ غرض مولانا عبداللطیف انور نے بڑی جرأت سے اس الیکشن میں قادیانیوں کو دن میں تارے دکھائے۔ پیپلز پارٹی کے سبب وہ بشرق قادیانی سیٹ تو نکال لے گیا لیکن



قادیانیت کو گاؤں گاؤں مولانا عبداللطیف انور نے الم نشرح کر دیا۔

مولانا عبداللطیف انور نے ایک بار چک بہوڑ میں ختم نبوت کا جلسہ رکھا مولانا قاری عبدالحی عابد، مولانا امداد الحسن نعمانی حال برطانیہ۔ فقیر راقم سمیت مولانا عبداللطیف انور قافلہ لے کر گاؤں پہنچے، عشاء کی نماز ہو چکی تھی نمازیوں نے جانا شروع کیا، امام صاحب سمیت مسجد خالی ہو گئی، سردی کا زمانہ تھا مسجد کے ہال میں ہم مسافر جمع ہوئے مولانا عبداللطیف انور نے سپیکر کھولا، تلاوت، نظم، اعلان ہوا قادیانیوں نے مسجد کو گھیر کر ہوائی فائرنگ شروع کر دی مولانا نے مسجد کی کھڑکیاں دروازے بند کئے سپیکر میں قادیانیوں کو لکارا، فقیر کا بیان شروع کر دیا۔ اللہ دے، بندہ لے۔ فقیر نے بھی مولانا عبداللطیف کی قائم کردہ دیوار پر درواگانے شروع کئے۔ قادیانی پسپا ہوئے۔ اب ایک ایک کر کے مسلمان آنا شروع ہوئے، مسجد بھر گئی۔ رات تین بجے تک جلسہ ہوا۔ یوں مولانا مرحوم نے قادیانیوں کی سیلابی کیفیت کے سامنے بند باندھ دیا۔ تین بجے رات کھانا جو شاہ کوٹ سے پکوا کر ہمراہ لائے تھے کھایا اور پیدل شاہ کوٹ کے لئے قافلہ نے چلنا شروع کیا ان سنگین حالات میں رات کا یہ سفر، ہے کوئی بہادری کی انتہاء؟ مولانا عبداللطیف انور صبح شاہ کوٹ پہنچے تو مؤذن نے کہا اللہ اکبر! واقعی اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے ہیں۔

اسی طرح سانگلہ ہل کے قریب غالباً چک ۴۵ مرڑ ہے۔ وہاں دوستوں نے جلسہ کا اہتمام کیا۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا اللہ یار ارشد، مولانا عبداللطیف انور کو بلوایا۔ جلسہ پر قادیانیوں نے پابندی لگوا دی۔ مہمان علماء بیان کئے بغیر واپس ہو گئے۔ پھر دوبارہ اعلان جلسہ ہوا۔ علماء آئے لیکن پابندی لگ گئی۔ غالباً تیسری بار جلسہ کا اعلان کیا۔ پہلے منظوری حاصل کی۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا عبداللطیف انور اور فقیر راقم کو بلوایا۔ جلسہ کے روز مغرب کی نماز مولانا فقیر اللہ اختر اور فقیر راقم نے سانگلہ ہل میں پڑھی۔ نماز کے بعد مولانا عبداللطیف انور سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہمراہ مکان پر گئے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی لیٹے ہوئے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ منظوری کینسل ہو گئی ہے۔ جلسہ نہیں ہو رہا۔ نہ معلوم کہ فقیر نے کیسے عرض کر دیا کہ جلسہ ہوگا۔ کوئی منظوری کینسل نہیں ہوئی۔ قادیانیوں اور پولیس کی ملی بھگت ہے کوئی پابندی نہیں۔ میں (فقیر راقم) جلسہ کے لئے چک ۴۵ مرڑ چلتا ہوں۔ آپ حضرات اطلاع ملنے پر آجائیں، جلسہ ہوگا۔ اس دفعہ خالی واپس نہیں جانا۔ جلسہ کر کے جانا ہے۔ مولانا عبداللطیف انور کا چہرہ تینماٹھا۔ فقیر نے ان کو علیحدہ لے جا کر عرض کیا کہ ایک سائیکل اور سائیکل سوار دے دیں۔ بس، دیگن، تاگلہ کی بجائے مجھے سائیکل سے جانا ہے۔ اتنے میں ایک ساتھی آ گیا۔ اس نے حامی بھری۔ فقیر اس کے ساتھ سائیکل پر چل پڑے۔ جب مین روڈ پر گاؤں کے مقابل گئے فقیر نے اس ساتھی کو کہا کہ آپ معروف راستہ سے گاؤں آجائیں۔ مجھے کھیتوں کے درمیان سے گزر کر گاؤں میں داخل ہونا ہے۔ کما دے کٹائی شدہ ایک کھیت سے گنا ہاتھ میں لیا۔ دھوتی باندھے، رومال کندھے پر، ننگے سر، گنا ہاتھ میں۔ جہاں مسجد میں جلسہ تھا اس گلی میں پہنچ گیا۔ ماحول دیکھا تو مسجد کے دروازہ کے قریب سائیڈ پر پولیس نے ڈیرہ جمار کھا ہے۔ کرسیاں رکھی ہیں۔ پولیس گارڈ موجود ہے۔ سمجھ میں آیا کہ اجنبی آدمی کی طرح مسجد گیا تو پولیس روک دے گی۔ روک ٹوک پر مسجد میں داخلہ مشکل ہوگا۔ ایک ہاتھ میں کتا دوسرے ہاتھ سے دھوتی سنبھالے، سیدھا پولیس آفسر کے پاس گیا۔ پوچھا کہ مسجد کا دروازہ کون سا ہے؟ پولیس آفسر نے کہا کہاں سے آئے ہوصوفی؟ فقیر نے بڑے اعتماد سے کہا کہ مجھے پیشاب نے تنگ کر رکھا ہے۔ پہلے مسجد کا راستہ بتاؤ۔ ہیئت ایسی اختیار کی گویا شدید پیشاب کا دباؤ ہے۔ وہ بھڑے میں آ گیا اور بولا وہ سامنے راستہ ہے۔ فقیر لمبے لمبے جلدی جلدی ڈگ بھرتے مسجد میں جا داخل ہوا۔ گنا کی جان چھوٹی۔ استنجا اور وضو کیا۔ عشاء کی نماز

کی آخری التیام میں شامل ہوا۔ سلام پھرا۔ نماز کی تکمیل کے لئے کھڑا ہوا۔ دوستوں نے پہچان لیا۔ وہ دعا بھول گئے۔ خوشی میں پسپیکر کھولا اور اعلان شروع کر دیا۔ گاؤں والو مسجد آ جاؤ۔ مولانا آ گئے ہیں۔ جلسہ ہوگا۔ جلسہ ہر حال میں ہوگا۔ کوئی نہیں روک سکتا۔ بار بار اعلان سے پولیس پریشان کہ یہ کیا ہوا؟ قادیانیوں کے چہروں پر ہوائیاں کہ سارا کھیل ہی بگڑ گیا۔ پولیس کے کھانے کے لئے قادیانیوں نے دیکیں چڑھا رکھی تھیں، وہ اتر گئیں۔ مزید جو پکنا تھیں وہ بند ہو گئیں کہ ہوا کیا کہ اچانک بلائے ناگہانی کہاں سے؟ فقیر نے نماز مکمل کی۔ ہاں! تو مولانا فقیر اللہ اختر بھی کچھ دیر بعد ساتھ آ ملے تھے۔ میرے سانگہ سے چلنے کے بعد وہ بھی چل پڑے تھے۔ لوگ مصافحہ کے لئے آگے بڑھے۔ فقیر نے پھرتی میں پسپیکر کو جالیا۔ اعلان شروع ہوا: ”میرا یہ نام ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی عہدیدار ہوں۔ پاکستان کا ذمہ دار شہری ہوں۔ ہمارے پاس پسپیکر اور جلسہ کی منظوری کا آرڈر ہے۔ پولیس کہتی ہے کہ منظوری کینسل ہوگئی ہے تو وہ آرڈر کی کاپی دیں۔ تاکہ کل ہم اسے ہائیکورٹ میں چیلنج کر سکیں۔ اگر تحریری آرڈر نہیں دیتے تو جلسہ ہوگا۔ پسپیکر ہوگا۔“

یہ کہہ کر تقریر شروع کر دی۔ تقریر کیا تھی کہ ایک ایک جملہ پر نعرہ ہائے تحسین بلند ہونے لگے۔ منٹوں میں مسجد بھر گئی۔ باہر گلی میں بھی پورا گاؤں جمع ہو گیا۔ اس صورتحال پر پولیس کے لئے ایکشن لینا مشکل ہو گیا۔ تھانے دار نے بلوایا۔ فقیر نے کہا کہ وہ خود مسجد میں آ جائیں۔ یہ کہہ کر تقریر شروع، تھانیدار صاحب مسجد آئے۔ فقیر نے منبر سے ہی پوچھا فرمائیے؟ انہوں نے کہا کہ مسجد میں جلسہ پر پابندی نہیں ہے۔ پسپیکر پر پابندی ہے۔ باہر مجسٹریٹ صاحب ہیں ان سے بات کر لیں۔ فقیر نے عرض کیا کہ مجسٹریٹ صاحب پسپیکر کی پابندی کا آرڈر تحریری دے دیں ابھی پسپیکر بند کر دیں گے۔ جلسہ کی تو پابندی نہیں، وہ ہوگا۔ گاؤں کی ناکہ بندی بھی ختم کریں۔ ہمارے جو مہمان علماء سانگہ ٹل میں ہیں ان کے آنے کے لئے راستہ دیں۔ ورنہ پسپیکر پر ہی جلسہ ہوگا۔ آپ پر چرکا ٹیل تقریر کے بعد گرفتار کر لیں۔ تھوڑی دیر میں وہ تھانیدار پسپیکر کی بندش کا تحریری آرڈر لے آیا۔ ناکہ ہٹ گئے۔ علماء کو گاؤں آنے کی اجازت مل گئی۔ وائر لیس پر اطلاع ملتے ہی علماء روانہ ہو گئے۔ سانگہ زیادہ دور نہیں پہلے مولانا عبداللطیف انور داخل ہوئے پھر مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ ان کی آمد تک فقیر نے جلسہ کے الاؤ کو روشن رکھا۔ فقیر کا بیان ختم ہوا۔ مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا عبداللطیف انور کے بیانات ہوئے۔ آخری بیان مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کا ہوا۔ اللہ دے، بندہ لے۔ مولانا نے خوب بیان کیا۔ سب کسریں نکال دیں۔ رات گئے جلسہ ختم ہوا۔ خوب یاد ہے کہ اس جرات رندانہ پر مرحوم چنیوٹی صاحب اور مولانا عبداللطیف انور کی خوش دیدنی تھی۔ اس کے بعد جب بھی مولانا عبداللطیف انور ملتے، اس واقعہ پر بہت خوشی کا اظہار فرماتے کہ جلسہ کی منظوری تو ختم نبوت والوں کی جیب میں ہوتی ہے۔ ہائے! وہ قدر دان نہ رہے۔ اب تو حاسدوں، جھوٹی شہرت کے بھوکے، کند ابوں، ٹھکنے مکاڑوں، نام کے مجاہد، عمل کے کینوں کے دور میں ان باتوں کو سننے والا کون ہے؟ خیر کا دور تھا۔ پولیس میں بھی قدرے اعتدال تھا۔ اب تو معاملہ ہی جو پٹ ہے۔

اس واقعہ کے بہت گواہ زندہ ہیں جن صاحب نے اس چک میں جلسہ رکھا تھا وہ قادری صاحب تھے۔ غالباً سعید نام تھا۔ پہلے مل میں ملازم تھے۔ پھر پیر بن گئے۔ بریلوی حضرات میں نمایاں نظر آئے۔ چناب نگر بھی تشریف لاتے تھے۔ عرصہ ہوا ملاقات نہیں ہوئی تو مولانا عبداللطیف صاحب کے حوالہ سے کیا کچھ یاد آ رہا ہے؟ مرحوم کے جانے کے بعد اب صرف یادیں ہی رہ گئی ہیں اور بس۔ غرض مولانا عبداللطیف صاحب نے اپنے صحت کے زمانہ میں کام کو سنبھالا اور خوب سنبھالا۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ چناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مسجد و مدرسہ اور کانفرنس کی داغ بیل ڈالی۔ مولانا عبداللطیف انور مسجد محمدیہ بریلوے اسٹیشن کے

جلسے ہوں یا ختم نبوت کا نفرنس مسلم کالونی چناب نگر ہر پروگرام میں پیش پیش نمایاں اور صف اول میں ہوتے تھے۔

مولانا عبید اللہ انور کے وصال کے بعد مولانا میاں محمد اجمل قادری سے بیعت ہوئے خلافت حاصل کی، مولانا جمعیت علماء اسلام ضلع شیخوپورہ کے امیر رہے مولانا محمد عبداللہ درخوasti، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی بارہا ان کی دعوت پر تشریف لائے آپ نے متعدد بار قومی صوبائی سیٹوں پر ایکشن میں حصہ بھی لیا۔ مقابلہ کیا اور خوب کیا۔ پھر جب جمعیت کے ایک حصہ کے مولانا عبید اللہ انور ناظم بنے تو آپ اس حصہ کے ساتھ تھے۔ ان کے وصال کے بعد مولانا میاں محمد اجمل قادری جدھر مولانا عبداللطیف انور ادھر۔ کبھی مولانا مسیح الحق گروپ میں، کبھی میاں اجمل قادری گروپ میں۔ غرض اپنے مرشد اور مرشد گھرانہ کے ساتھ رہے۔ مولانا عبداللطیف انور کے دو صاحبزادے ہیں۔ مولانا سید احمد، مولانا حسین احمد، دونوں مل کر مدرسہ چلارہے ہیں۔

مولانا عبداللطیف انور بیمار ہوئے، پھر طبیعت سنبھل گئی۔ دو سال سے نہ بیماری، نہ علاج، نہ پرہیز البتہ کمزوری نے گھیر رکھا تھا جس کے باعث بہت نڈھال ہو کر رہ گئے۔ صبح سات بجے وصال ہوا۔ عصر کے بعد کالج کے گراؤنڈ میں مولانا احمد علی ثانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مدرسہ کے صحن کے کونہ اور مسجد کی بغل میں قبر بنی۔ فقیر نے دیکھا تو بے ساختہ زبان پر جاری ہوا۔ ”گھر بنا بلبل کا باغ میں“

## (۱۱۹۷) عبداللطیف (ٹوپیاں والا بٹالہ)، جناب

عبداللطیف بٹالہ کارہنے والا تھا اور ککے زنی برادری سے تعلق رکھتا تھا۔ جامع مسجد شیرشاہی بٹالہ کے دروازہ پر اس کی ٹوپوں کی دکان تھی۔ حاجی عبدالرحمن جمعہ کے دن اس کی دکان پر بیٹھ جاتے تھے اور تقریر کے وقت مجمع میں جا کر تقریر کر دیتے تھے۔ یہ عبداللطیف احرار کے شیدائی اور بڑے مخلص کارکن تھے۔ ہر تحریک میں قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ دو بھائی تھے اور دونوں مرزائیوں کے دشمن اور احرار کے فدائی تھے۔ تقسیم کے بعد متعدد بار میری ان سے ملاقات ہوئی۔ ماشاء اللہ اب تو بڑے کاروباری ہیں اور مرزائیوں کے متعلق وہی دم خم رکھتے ہیں۔

## (۱۱۹۸) عبداللطیف جہلمی، حضرت مولانا

(ولادت: ۶ ستمبر ۱۹۲۰ء ..... وفات: ۲۷ اپریل ۱۹۹۸ء)

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی ایک ممتاز عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ ان کا وجود قدرت کا عطیہ تھا۔ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ وہ اپنے موقف کے پکے اور ارادے کے مضبوط تھے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے خلیفہ مجاز، تحریک خدام اہل سنت پنجاب کے امیر اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم کے بانی تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کی ذات گرامی کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ وہ اس دور پر فتن میں روشن ستارہ تھے۔ جمعیت علماء اسلام کی ابتدائی آبیاری کرنے والے اکابر حق میں سے تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس پر سختی سے کاربند ہو جاتے تھے۔ جو موقف سوچ سمجھ کر اختیار کیا اس میں معمولی سی پلک کے روادار بھی نہ تھے۔ با مقصد کامیاب زندگی گزاری۔ اس پر بجا طور پر خوش بخت انسان تھے۔ شیعیت، مودودی جماعت اور حیات النبی ﷺ کے منکرین سے کسی بھی رعایت کے روادار نہ تھے۔ ان کے نظریات پر خوشنما مدلل، دیانتدارانہ تنقید کرتے تھے۔ انہوں نے

سوچ سمجھ کر یہ موقف اختیار کیا اور پھر زندگی بھر اس کو وظیفہ حیات بنا لیا۔ اس میں وہ کامیاب و کامران ہوئے۔

جہلم و چکوال کے اطراف میں شیعہ جارحیت کے توڑ کے لئے اپنے رفقاء کو منظم کیا اور بغیر کسی تصادم و جانی نقصان کے اپنے فریق مخالف کو جارحانہ سوچ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ ان کی فراست ایمانی، مومنانہ سوچ اور قائدانہ صلاحیت کی دلیل ہے کہ معمولی بھی نقصان کئے کر ائے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ تمام دینی تحریکوں کے دل سے قدردان تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی راہنماؤں، امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر، فاتح قادیان مولانا محمد حیات، شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری اور حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد سے مثالی تعلقات تھے۔ دفتر مرکزہ کی وہ ہمیشہ اپنی ہدایات سے نوازتے رہتے تھے۔ ان کے نیک مشورے ہمارے لئے مشعل راہ ہوتے تھے۔ جامعہ حنفیہ کی ابتداء سے اس وقت تک ہمیشہ ان کے سالانہ جلسہ میں مجلس کی نمائندگی ضرور ہوتی تھی۔ اندرون و بیرون ملک ان کے مریدین و متعلقین کی بہت بڑی تعداد ہے۔

عموماً ہر سال برطانیہ تشریف لے جاتے۔ اس موقع پر اگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی برطانیہ میں سالانہ کانفرنس ہوتی تو اپنے رفقاء سمیت بھرپور شرکت فرماتے۔ کسی مقرر کی گفتگو میں کوئی اونچ نیچ ہوتی تو اس کی علیحدگی میں اصلاح فرماتے۔ خود فقیر راقم الحروف کو آخری ملاقات میں بھدر ضلع سبھرات کے سالانہ جلسہ میں علیحدگی میں پند و نصائح سے نوازا۔ یہ ان کی برخوردار نوازی تھی۔ ورنہ اس دور میں تنقید تو آسان ہے۔ مگر کسی کی اصلاح پر کون توجہ دیتا ہے۔ وفات سے پہلے حضرت مولانا نے جامعہ کا سالانہ جلسے کا اہتمام کیا۔ ہفتہ اتوار کو کامیاب ترین جلسہ ہوا۔ ملک بھر سے جماعتی کارکن اور حضرت مرحوم کے متعلقین جمع ہوئے۔ تمام انتظامات آپ کی نگرانی میں بہتر طور پر انجام پائے۔ دوسرے دن تھکے ہوئے دل نے بازی ہاردی اور اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ان کی وفات کی خبر سن کر پورے ملک سے علماء و مشائخ کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ اگلے دن پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دست راست کو حوالہ رحمت خداوندی کیا۔

حضرت مرحوم کے دو صاحبزادے حافظ وقاری اور عالم و مجاہد ہیں۔ مولانا قاری خبیب احمد اور قاری صہیب احمد۔ اللہ تعالیٰ ان کو والد گرامی کا جانشین بنائے۔ خدا کرے یہ اپنے والد کے جلائے ہوئے دیپ کی لو کو کم نہ ہونے دیں۔ بلکہ اسے اتنا روشن کریں کہ وہ مینارہ نور بن جائے۔ و ما ذالک علی اللہ بعزیز!

فقیر نے مولانا قاری خبیب احمد صاحب کو ایک تعزیتی خط بھی تحریر کیا وہ یہ ہے:

مخدومی و مخدوم زادہ حضرت مولانا قاری خبیب احمد صاحب وقاری صہیب احمد صاحب زید محمد

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

آپ کے والد گرامی عارف باللہ، مجاہد نبی سبیل اللہ حضرت مولانا عبداللطیف کے سانحہ ارتحال کی خبر سے دل و دماغ پر جتنی چوٹ لگی اس کا الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ حالات کی سنگری کہ جلسہ اور پھر تعزیت کے لئے حاضری سے محروم رہا۔ جس کا بہت زیادہ صدمہ ہے۔ مرحوم قافلہ حق کے سرخیل علماء کرام میں سے تھے۔ ان کا وجود عطیہ الہی تھا۔ وہ اپنے موقف اور ارادے کے دھنی تھے۔ ان کی ذات ایک انجمن تھی۔ اس دور پر فتن میں وہ روشنی کا روشن ستارہ تھے۔ قدرت نے انہیں خاص مقصد کے لئے پیدا کیا تھا اور وہ اپنے مقصد

میں کامیاب و کامران رہے۔ اب ان کی تمام ترمذیہ داریاں آپ حضرات کے کندھوں پر ہیں۔ اللہ رب العزت آپ حضرات کو ان کا صحیح معنوں میں جانشین بنائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ہر بزرگ و کارکن آپ حضرات کے اس صدمہ میں نہ صرف برابر کا شریک ہے بلکہ بجا طور پر اپنے آپ کو تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔ وہ ہم سب کے بزرگ و رہنما تھے۔ ان کا وجود آپ حضرات کی طرح ہم سب کے لئے منارہ نور تھا۔ اللہ رب العزت حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور آپ کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ حضرت مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر (ربوہ) میں آج قرآن مجید کے ختم و اجتماعی دعا کا اہتمام کیا گیا۔

”پاکستان کا غدار“ نامی آپ کا رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۱ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس رسالہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ یہی ایڈیشن احتساب قادیانیت جلد ۴۱ میں بھی شائع ہوا۔

## (۱۱۹۹) عبداللطیف (چیچہ وطنی)، حضرت پیر جی

(پیدائش: ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء ..... وفات: ۶ جولائی ۱۹۷۷ء)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ایک مجاز کا نام حضرت حافظ صالح محمد تھا۔ آپ رائے پور گجراں ضلع جالندھر کے رہائشی تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادہ کا نام عبداللطیف تھا جنہوں نے بعد میں پیر جی کا نام پایا۔ آپ نے رائے پور گجراں میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا پیر جی عبداللطیف حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت تھے اور پھر خلافت بھی حضرت رائے پوری سے حاصل ہوئی۔ پیر جی عبداللطیف نے چیچہ وطنی مدرسہ تعلیم القرآن کا اجراء کیا۔ عمر بھر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں نہ صرف پیش پیش رہے بلکہ اپنی نیم شبانہ دعاؤں سے سر پرستی بھی فرماتے تھے۔

## (۱۲۰۰) عبداللطیف (خوشاب)، حضرت مولانا پروفیسر

(وفات: ۴ اکتوبر ۲۰۲۰ء)

حضرت مولانا امام احمد علی لاہوری کے تربیت یافتہ اور چہیتے مرید حضرت حافظ محمد حسین صاحب المعروف میاں جی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ سراج العلوم سرگودھا سے حاصل کی۔ جہاں حضرت مفتی محمد شفیع گنجیالی، صاحبزادہ مفتی احمد سعید، استاذ مولانا خدا بخش بھیروی (شاگرد خاص حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی) جیسے حضرات کی شاگردی کا شرف حاصل رہا۔ بعد ازاں جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورہ حدیث تک اپنی تعلیم مکمل کی۔ مولانا رسول خان، مفتی جمیل احمد تھانوی، مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا حامد میاں جیسے نامور حضرات سے شاگردی کا شرف حاصل رہا۔ مناظرہ علوم میں امام پاکستان حضرت سید احمد شاہ بخاری سے مہارت حاصل کی۔ تفسیر القرآن سے خصوصی قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔ سات سے زائد مرتبہ مختلف جید اور نامور علماء سے دورہ تفسیر القرآن پڑھا۔

علم باطنی کے لئے پہلی بیعت حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے کی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ انور سے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ حضرت کے حکم سے جامع مسجد مولانا احمد علی لاہوری اچھرہ سے درس قرآن کا آغاز کیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم میں بھی مشغول رہے۔ شاریات جیسے مشکل مضمون میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے نمایاں نمبروں سے ایم۔ اے کا امتحان پاس

کیا۔ گورنمنٹ کالج انک سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ اس وقت کالج میں حضرت قاضی زاہد الحسنی خلیفہ مجاز مولانا احمد علی لاہوری کے حکم سے درس قرآن کا آغاز کیا۔ عرصہ دو سال تک درس و تدریس کے ساتھ کالج میں بھی ملازمت رہی۔ بعد ازاں جوہر آباد ضلع خوشاب میں دینی ادارہ مدرسہ کاشف العلوم کی بنیاد رکھی۔ مدرسہ کاسنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ درخواسی کے مبارک ہاتھوں سے رکھوایا۔ کچھ عرصہ شیخ الحدیث مولانا زکریا سے بیعت کا تعلق رہا۔ حضرت نے اپنے دستخطوں سے روایت حدیث کی خصوصی اجازت کا شرف بھی بخشا۔

حضرت شیخ الحدیث کی وفات کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ حضرت بہت شفقت فرماتے۔ کئی دفعہ حضرت مدرسہ میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت خواجہ کی وفات کے بعد حضرت کے جانشین مولانا محبت اللہ دامت برکاتہم کے ساتھ محبت، انس کا خصوصی رشتہ قائم ہوا۔ یہ تعلق وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط اور گہرا ہوتا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بہت کثرت سے مدرسہ میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ مدرسہ مسجد کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ ڈگری کالج جوہر آباد میں ملازمت کرتے رہے۔ کالج میں ۳۵ سال تک درس قرآن مجید بھی دیا۔ علمائے اہل سنت دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث کو متحد رکھنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے۔ وفاق العلماء اہل سنت ضلع خوشاب آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھا جس نے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کو ایک لمبا عرصہ تک آپس میں جوڑے رکھا جس کا مرکزی دفتر آپ ہی کے قائم کردہ ادارہ میں رہا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج میں ایک وسیع و عریض مسجد آپ ہی کی کاوشوں سے تعمیر ہوئی۔ ایک عرصہ تک اس کا انتظام والفرام آپ ہی کے ذمہ رہا۔ دین کے ہر شعبہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ کئی سالوں تک تبلیغی جماعت میں سہ روزہ چلہ لگانے کا اہتمام رکھا۔ تبلیغی مرکز جوہر آباد اور مستورات کے ہفت روزہ بیانات میں آپ کے بیان کو بہت اہتمام سے سنا جاتا تھا۔ اپنے مدرسہ میں آنے والی جماعتوں کی ضیافت بہت شوق اور جذبہ سے کرتے۔ مزید برآں ناموس رسالت ﷺ، ناموس صحابہ کرام کی خاطر جبل بھی جانا پڑا اور کئی دفعہ جھوٹی ایف۔آئی۔آر کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

۱۹۸۲ء میں خوشاب کو جب ضلع کا درجہ دیا گیا، اسی وقت سے ہی آپ ممبر امن کمیٹی ضلع خوشاب منتخب ہوئے۔ سال ہا سال تک امن کمیٹی کے اجلاسوں میں نہایت مضبوط اور مدلل دلائل کے ساتھ اہل سنت والجماعت کی نمائندگی فرماتے۔ جامع مسجد مولانا احمد علی لاہوری اچھرہ آغاز سے جامع مسجد کاشف العلوم تک امامت، خطابت، درس و تدریس اختتام تک ساری زندگی فی سبیل اللہ اپنی خدمات سرانجام دیں۔ دین کی کسی بھی خدمت کے عوض ایک روپیہ تک نہ لیا۔ تقویٰ کا بہت زیادہ اہتمام کرتے۔ مشتہ مال سے بچنے کی کوشش کرتے۔ نکاح پڑھاتے وقت اگر کوئی کیمرہ یا تصویر والا موجود ہوتا نکاح نہ پڑھاتے۔ ڈانٹ کر کیمرہ والے کو مجلس سے نکال دیتے۔ نکاح کی رقم فوراً واپس کر دیتے۔ نکاح پڑھانے کی کوئی رقم نہ لیتے۔ دوران سفر کبھی ہوٹل سے کھانا نہ کھاتے۔ بھونے ہوئے چنے یا کوئی خشک چیز ہمراہ رکھتے۔ جھوٹ اور غیبت، فحش گوئی، گالی، لغویات کا کوئی بھی عین شہاد نہیں ملتا۔ قادیانیت کا تعاقب ہمیشہ کرتے۔ خطبہ جمعہ میں کثرت سے اس فتنہ کی سرکوبی کرتے۔ علاقہ تھل میں جنازہ پڑھاتے وقت باقاعدہ یہ اعلان کرتے کہ جب تک کوئی قادیانی جنازہ میں موجود ہے گا اس وقت تک جنازہ نہ پڑھاؤں گا۔ قادیانیوں کو جنازہ گاہ سے نکل جانے کا حکم دے دیتے۔

سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت لازمی سمجھتے اور احباب کے ہمراہ ضرور شریک ہوتے۔ اکابرین ختم نبوت سے بہت محبت اور عقیدت اور احترام سے پیش آتے۔ ختم نبوت کے حوالہ سے شائع ہونے والی کتب فوراً خرید لیتے۔ ہفت روزہ ختم نبوت کے سال ہا سال سے قاری تھے۔ بعد ازاں ماہنامہ لولاک کا مطالعہ بھی بڑے شوق اور اہتمام سے کرتے۔ شیرانوالہ، ڈھڈیاں شریف،

خانقاہ سراجیہ، موسیٰ زئی شریف اہتمام سے حاضری دیتے۔ سیاسی وابستگی جمعیۃ علمائے اسلام ”س“ گروپ سے رہی۔ کئی دفعہ ضلعی امیر بھی رہے۔ لیکن مولانا فضل الرحمن کا تذکرہ بہت احترام سے کرتے۔ کبھی بھی مولانا پر تنقید کا ایک لفظ تک سنا نہ کہا۔

نماز جماعت اور تکبیر اولیٰ کا بہت اہتمام کرتے۔ ہر سال مسنون اعتکاف ضرور کرتے۔ تقریباً ۶۰ سے زائد مرتبہ مسنون اعتکاف کیا۔ چند سالوں سے دل، شوگر کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ چند روز قبل فالج کا حملہ ہوا۔ آخری وقت تک تسبیح ہاتھ میں موجود رہی اور ذکر اذکار میں مشغول رہے۔ وقت آخر سانس میں ”اللہ ہو“ کا ذکر جاری تھا۔ تسبیح ہاتھ سے گرتے ہی روح جسدِ عنصری سے نہایت آسانی سے پرواز کر گئی اور گردن کا رخ خود بخود قبلہ کی طرف ہو گیا۔ ۱۲/ اکتوبر ۲۰۲۰ء بعد نماز مغرب انتقال ہوا۔ اگلے دن صبح ۹ بجے جامع مسجد بلاک نمبر اصدیق اکبر پلاٹ میں ہزاروں کے مجمع نے مولانا انظہار الحسن جو ہر آباد صاحب کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔

## (۱۲۰۱) عبداللطیف رحمانی مونگیری، حضرت مولانا مفتی

(وفات: دسمبر ۱۹۵۹ء)

مولانا مفتی عبداللطیف رحمانی علماء قدیم کی اہم اور آخری یادگار تھے۔ آپ مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے شاگرد، حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے مرید اور حضرت مولانا محمد علی مونگیری کے خواجہ تاش تھے۔ آپ ندوۃ العلماء کے ابتدائی اساتذہ میں سے تھے۔ اس زمانہ میں مولانا سید سلمان ندوی نے بھی آپ سے شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

ندوہ کے بعد آپ مونگیر حضرت مولانا محمد علی مونگیری کے پاس چلے گئے۔ ان سے بیعت بھی ہوئے۔ ان کے نام کے ساتھ ”رحمانی“ کا لاحقہ اس نسبت کی یادگار ہے۔ حجاز مقدس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں بھی پڑھاتے رہے۔ پھر مونگیر میں آگئے تو تصنیف و تالیف میں مگن ہوئے۔ اس زمانہ میں ردقادیانیت پر بھی آپ نے تحریر فرمایا۔ (تفصیل آگے آرہی ہے) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے شعبہ دینیات میں لیکچرار رہے۔ آپ نے تاریخ القرآن، سیرت امام ابوحنیفہ اور ترمذی شریف کی شرح لکھی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ خانقاہ مونگیر شریف کے قیام کے دوران آپ نے ردقادیانیت پر رسائل تحریر فرمائے۔ ان میں سے تین ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۹ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ وہ تین رسائل یہ ہیں:

۱..... ”اغلاط ماجدیہ“ صوبہ بہار میں قادیانی جماعت کا مبلغ عبدالماجد قادیانی تھا۔ اس نے مرزا قادیانی اور قادیانیت کی حمایت میں ایک رسالہ ”القاء“ نامی لکھا۔ حضرت مولانا مفتی عبداللطیف رحمانی نے اس رسالہ میں قادیانی رسالہ القاء کے ایک ورق میں بتیس غلطیاں ثابت کر دیں۔ گویا عبدالماجد قادیانی کی بتیس نکال دی۔ بہار میں قادیانی جماعت کا مایہ ناز مبلغ نے مدت کی محنت اور دیدہ ریزی کے بعد اہل اسلام کے مقابلہ میں ایک رسالہ لکھا اور اس کے ایک ورق میں بتیس غلطیاں اس سے سرزد ہوئی۔ ان تفصیلات پر مشتمل یہ رسالہ ہے۔

۲..... ”تذکرہ سیدنا یونس علیہ السلام“ متنہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے متعدد پیش گوئیاں کیں۔ جو پوری نہ ہوئیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کذب اور افتراء کی نحوست دور کرنے کے لئے جواب گھڑا کہ انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیاں بھی پوری نہ ہوئیں۔ غلام احمد قادیانی کا انبیاء علیہم السلام پر یہ صریح الزام اور اہتمام سر اسر قرآن و سنت کے منافی تھا۔ جن انبیاء علیہم السلام پر مرزا قادیانی نے الزام لگایا ان میں ایک نبی حضرت سیدنا یونس علیہ السلام بھی ہیں کہ معاذ اللہ ان کی پیشین گوئی پوری نہ ہوئی۔ اس رسالہ (تذکرہ سیدنا یونس علیہ السلام) میں نہایت صفائی کے

ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ اتہام دروغ بے فروغ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کوئی ایسی پیشین گوئی نہ کی جو پوری نہ ہوئی ہو۔ ..... ”چشمہ ہدایت (مسح قادیان پر اقراری ڈگریاں)“ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی کتب سے اسے جھوٹا ثابت کیا گیا ہے۔

### (۱۲۰۲) عبداللطیف شاہ (احمد پور سیال)، حضرت مولانا پیر سید

احمد پور سیال ضلع جھنگ کے حضرت مولانا پیر سید عبداللطیف شاہ صاحب تھے جو جامعۃ الاسلامیہ ڈابھیل کے فارغ اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید تھے۔ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب سے بیعت تھے اور حضرت مولانا محمد عبداللہ حضرت ثانی سے مجاز ہوئے۔ ان کے پیش رو سید پیر عبداللہ شاہ صاحب وہ حضرت اعلیٰ سے مجاز تھے۔ مولانا سید عبداللطیف اور ان کا پورا خاندان قادیانی فتنہ کے خلاف جند اللہ اور حزب اللہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

### (۱۲۰۳) عبداللطیف شاہ (خلف حاجی نجم الدین شاہ)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباحلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید عبداللطیف شاہ کو بھی انجام آختم ص ۱، نمبر ۸۱ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

### (۱۲۰۴) عبداللطیف کلاچی، مولانا قاضی

(پیدائش: ۱۹۲۴ء ..... وفات: ۱۳ جولائی ۲۰۱۰ء)

آپ مولانا قاضی نجم الدین کے فرزند گرامی تھے۔ پرائمری تک تعلیم اور درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد گرامی اور برادر بزرگ مولانا قاضی عبدالکریم سے پڑھیں۔ پہلے مدرسہ شاہی مراد آباد پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ مولانا فخر الدین مراد آبادی سے دورہ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد اپنے مدرسہ نجم المدارس میں پڑھاتے رہے۔ جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ سینٹ آف پاکستان اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر رہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب آپ جمعیت علماء اسلام مولانا مسیح الحق گروپ سے وابستہ تھے۔ خوب قد کاٹھ، رنگ و روپ، وضع و قطع کے انسان تھے۔ وجیہ تھے جب پگڑی باندھتے تو اور نمایاں ہو جاتے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے دور میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

### (۱۲۰۵) عبداللطیف (مانسہرہ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۰ء ..... وفات: ۲۰ ستمبر ۱۹۸۳ء)

ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ بعد میں ایبٹ آباد منتقل ہو گئے۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے فراغت حاصل کی۔ بیعت کا تعلق حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سے تھا۔ آپ ۱۹۷۱ء میں ڈسٹرکٹ خطیب ہزارہ مقرر ہوئے اور ۱۹۸۰ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۲ء میں آپ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ہزارہ کے امیر مقرر ہوئے۔ ضلع بھر میں تمام تحریکی کام



براہ راست آپ کی سربراہی میں ہوا۔ اس تحریک میں گرفتار ہو کر جیل میں تین ماہ قید رہے۔ کراچی میں وفات پائی جہاں آپ علاج کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ نے ”فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام“ میں صورت مسئولہ پر علامہ شمس الحق افغانی کے جواب پر ”جواب بالکل حق ہے“ لکھ کر تائیدی دستخط کئے۔

## (۱۲۰۶) عبداللطیف مسعود (ڈسکہ)، مولانا

(وفات: ۱۱/ مئی ۲۰۰۳ء)

حضرت مولانا عبداللطیف مسعود ڈسکہ کے رہائشی تھے۔ جامعہ مدنیہ ڈسکہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد فیروز خان فاضل دیوبند کے ابتدائی شاگردوں میں سے تھے۔ دورہ حدیث آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور جامع المعقول والمعتول حضرت مولانا رسول خان کے شاگرد رشید تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری سے تھا۔ ایسے نابغہ روزگار شخصیات کی صحبتوں نے آپ کو چمکتا دمکتا ستارہ بنا دیا تھا۔ صرف ونحو پر مکمل دسترس تھی۔ ذی استعداد عالم دین تھے۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مرقعہ بنا دیا تھا۔ عمر بھر بڑی مستعدی سے عمر و یسر میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ تمام بے دین فتنوں کے خلاف آپ کے پاس معلومات کا قابل قدر و قابل فخر ذخیرہ تھا۔ اخلاص و للہیت فقر و استغناء کا پیکر تھے۔ ان کو دیکھ کر اکابر علمائے اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ طبیعت میں وقار تھا۔ مزاج میں مسکنت تھی۔ سراپا اخلاص تھے۔ نام و نمود دکھلا وہ اور ریاستے کوسوں دور تھے۔ عمر بھر رزق حلال کما کر دین کی فی سبیل اللہ تبلیغ کرتے رہے۔ شان ابوذری علیہ السلام کا پر تو تھے۔ قادیانیت و عیسائیت پر بھرپور گرفت رکھتے تھے۔ ان کا لٹریچر آپ کو از بر تھا۔ برصغیر میں اس وقت عیسائیت کے لٹریچر پر گہری نظر رکھنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ قادیانیت و عیسائیت کے خلاف متعدد قیچ کتب اور عام رسائل تالیف کئے۔ آپ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ تعلق تھا۔ چناب نگر کے سالانہ رد قادیانیت کورس کے افتتاح پر تشریف لاتے اور اختتامی دعا کے بعد رخصت ہوتے۔ ان گنت خوبیوں کے مالک تھے۔ کئی بار مختلف بیماریوں کا شکار ہوئے۔ لیکن اتنے مضبوط اعصاب کے انسان تھے کہ ہر دفعہ بیماریوں کو شکست دے کر شیر ہو جاتے تھے۔ یہ ان پر رب کریم کا کرم تھا۔ احکام شرع پر مداومت ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ وفات کے روز شام تین بجے جنازہ ہوا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن جاندھری نے نماز جنازہ پڑھایا۔

مولانا عبداللطیف مسعود کو رد عیسائیت پر خصوصی دسترس حاصل تھی۔ تحریف بائبل، بزبان بائبل اور اس کا ”مقدمہ“ رد عیسائیت پر یہ آپ کی گرانقدر تصنیفات ہیں۔

مولانا مرحوم کو رد قادیانیت پر بھی عبور حاصل تھا۔ آپ نے رد قادیانیت پر متعدد کتب و رسائل و اشتہار شائع کئے جو ہمیں میسر آئے وہ یہ ہیں۔

- |        |                                     |        |                        |
|--------|-------------------------------------|--------|------------------------|
| .....۱ | ”رفع ونزول و حیات مسیح علیہ السلام“ | .....۲ | ”حقیقت مرزائیت“        |
| .....۳ | ”مرزا قادیانی کی سچی باتیں“         | .....۴ | ”بدترین دجل و فریب“    |
| .....۵ | ”ایک مسجد کی حالت زار“              | .....۶ | ”قادیان کے الہامی چکر“ |

- ۸..... ”معرکہ حق و باطل“
- ۹..... ”مرزا قادیانی کی کہانی اس کی اپنی زبانی“
- ۱۰..... ”پنجابی نبوت کے کرشمے“
- ۱۱..... ”مرزائیوں کو احمدی کہنا زبردست کفر ہے“
- ۱۲..... ”عدالتی فیصلہ“
- ۱۳..... ”وہ عہد کا رسول ﷺ“
- ۱۴..... ”آئینہ قادیانی“
- ۱۵..... ”مسلم ذرا ہوشیار باش“
- ۱۶..... ”مرزا غلام احمد قادیانی کے ساٹھ (۶۰) شاہکار جھوٹ“
- ۱۷..... ”مرزائیت کا الہامی ہیڈ کوارٹر“
- ۱۸..... ”مرزا قادیانی کے رنگ برنگے شیطانی الہامات“
- ۱۹..... ”مرزا قادیانی کے بائیس (۲۲) جھوٹ“

”مقدم الذکر نمبر: ۱“، مستقل کتاب ہے۔ حال ہی میں شائع ہوئی۔ عام طور پر مل جاتی ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد چوبیس (۲۴) میں وہ شامل نہیں کی۔ باقی اٹھارہ کتب و رسائل تمام شامل ہیں۔ ”مؤخر الذکر تین نمبر: ۱۷، ۱۸، ۱۹“ یہ رد قادیانیت پر آپ کے اشتہارات ہیں۔ ان کو بھی اس جلد میں شامل کر دیا گیا۔ حق تعالیٰ، مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں۔

## (۱۲۰۷) عبداللطیف مظفرنگری، مولانا

(وفات: ۲۰ اگست ۱۹۵۴ء)

مولانا عبداللطیف قاضی پور ضلع مظفرنگر میں مولانا جمعیت علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کرنے کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور داخل ہوئے اور ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا عنایت الہی سے کتب حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوری کی تجویز پر مظاہر العلوم میں تدریس کا آغاز کیا۔ استاذ حدیث اور مستقل طور پر ناظم کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کمال ۲۹ برس مظاہر العلوم سہارنپور میں دینی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے رد قادیانیت پر ”فتویٰ تکفیر قادیان“ میں مولانا عنایت الہی مہتمم مظاہر العلوم کے جواب پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۶۶)

## (۱۲۰۸) عبداللطیف (مندراں والی)، مولانا حکیم

سندھ تھرپارکر میں ایک قادیانی مبلغ تھے جن کا نام احمد علی تھا جو قادیانی گروہ کے معروف مناظر تھے۔ قدرت حق نے احمد علی قادیانی کا ناطقہ بند کرنے کے لئے ڈگری ضلع تھرپارکر کے حافظ مولانا حکیم عبداللطیف صاحب کو کھڑا کر دیا۔ آپ نے قادیانی مبلغ کی تحریر کا جواب تحریر سے، تقریر کا جواب تقریر سے اور مناظرہ کے لئے دو دو میدان کارزار میں قدم رکھا۔ قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ اس قادیانی مناظر کی بلوتی بند کی۔ سرعام اس کی بولورام ہو گئی۔ وہ مبہوت و دم بخود ہو گیا۔ مولانا حکیم عبداللطیف صاحب نے ایک رسالہ ”خاتم النبیین“ لکھا۔ پھر حیات مسیح علیہ السلام پر ایک رسالہ ”اظہار الحق“ لکھا۔ قادیانی مبلغ احمد علی نے اظہار الحق کا جواب ”نصرۃ الحق“ کے نام سے تحریر کیا۔ اس قادیانی رسالہ کا جواب ”دعوت الحق رحمانی، بجواب نصرۃ الحق قادیانی؟“ ہے۔ یہ رسالہ ۱۹۵۳ء میں تحریر کیا گیا۔ تحریر

سادہ مگر گرفت بہت مضبوط ہے۔ حق تعالیٰ مصنف رسالہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ نہ معلوم کیسے کیسے، فرشتہ سیرت، پاک باز لوگ قادیانیت کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترے اور قادیانیوں کو سرعام شکست سے دوچار کیا۔ اسی منظر کا مظہر یہ رسالہ ہے۔

”اظہار الحق المعروف رد مزرائیت“ اور ”دعوت الحق رحمانی بجواب نصرۃ الحق قادیانی“ یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۱۲۰۹) عبداللہ انصاری (مدرس علی گڑھ)، مولانا

(وفات: ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء)

مولانا عبداللہ انصاری اٹیٹھ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا قاسم نانوتوی سے حاصل کی۔ پھر مولانا احمد علی سہارنپوری اور قاری عبدالرحمن پانی پتی سے حدیث کی کتب پڑھیں۔ ۱۳۱۱ھ میں سرسید نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ناظم دینیات کے عہدے پر فائز کیا۔ آپ نے رد قادیانیت پر ”فتویٰ تہریزدانی برجان دجال قادیانی“ پر تائیدی مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۱۷)

(۱۲۱۰) عبداللہ بن عبدالغفار المکی، جناب علامہ الشیخ

۱۵ محرم ۱۳۲۸ھ/۲۷ جنوری ۱۹۰۸ء کو موصوف نے رد قادیانیت پر ۱۶ صفحات کا عربی زبان میں رسالہ لکھا جس کا نام:

”الہام الخارق فی الرد علی غلام مرزی الفاسق“ رکھا۔

(۱۲۱۱) عبداللہ بن عنایت اللہ جو نا گڑھی، مولانا

”الامر قد استحکم، بجواب الدلیل المحکم“ ایک قادیانی نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و رفع سماوی اور نزول من السماء قرب قیامت کا انکار کرتے ہوئے ”الدلیل المحکم“ نامی پمفلٹ تحریر کیا۔ مولانا عبداللہ بن عنایت اللہ جو نا گڑھی نے اس رسالہ میں قادیانی رسالہ کا جواب تحریر کیا۔ مکمل نام: ”حیات مسیح، الامر قد استحکم، بجواب الدلیل المحکم“ ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۳۹ھ میں لکھا گیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۲۱۲) عبداللہ پسروری، مولانا

(وفات: ۱۹۲۹ء)

آپ کے والد کا نام مولوی احمد دین ہے۔ ولادت پسرور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ محلہ کے زبیاں کی مسجد میں خطابت کے ساتھ درس و تدریس بھی کرتے تھے۔ تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان پر آپ کے توشیحی دستخط بھی پائے جاتے ہیں۔

(۱۲۱۳) عبداللہ پشاوری، مولانا میر

حضرت مولانا میر عبداللہ موضع مکھن ہری پور ہزارہ کے رہنے والے تھے اور ہزارہ کے علماء سے علم کی تحصیل کی۔ حضرت پیر

مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے بھی استفادہ کیا۔ خانقاہ گولڑہ کے سابقون اولون میں سے تھے۔ کچھ وقت اپنے موضع کھن میں تدریس کرتے رہے۔ بعد ازاں آپ پشاور منتقل ہو گئے۔ حضرت گولڑوی کے جن متوسلین نے قادیانیت کے خلاف کام کیا ان میں ایک مولانا میر عبداللہ کا نام بھی ہے۔ اگست ۱۹۰۰ء مناظرہ لاہور میں شرکت کے لئے حضرت گولڑوی کے ساتھ گئے تھے۔ جلسہ اسلامیہ کی روئیداد میں آپ کا نام گرامی موجود ہے۔ عمر کے آخری دور میں آبائی گاؤں موضع کھن واپس آ گئے تھے۔ وہیں انتقال فرمایا۔

### (۱۲۱۴) عبداللہ (تلونڈی والے)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباحلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبداللہ کو بھی انجام آتھم ص ۷۱، نمبر ۷۲ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرا فقدر خدمات سرانجام دیں۔

### (۱۲۱۵) عبداللہ (ٹیلر ماسٹر ساکن قادیان)، جناب

یوں تو قادیان میں تمام لوگ بلا تفریق ہندو، مسلم ہمارے بڑے خیر خواہ تھے اور ہر دکھ سکھ میں ہمارے شریک حال رہتے تھے۔ مجھے بڑھا پے نے مضلل کر رکھا ہے اور میرے حافظہ پر بھی اس کا شدید اثر پڑا ہے۔ اس لئے مجھے ان دوستوں کے نام بھول گئے ہیں جو رات دن ہمارے ساتھ کام کرتے تھے۔ ان میں ایک ماسٹر عبداللہ بھی تھے جو صبح و شام ہمارے دفتر کا چکر لگاتے رہتے تھے۔ اپنا کام کرتے کرتے دفتر آ جاتے اور دریافت کرتے کہ: ”کوئی نئی بات ہے؟“ اگر کوئی بات ہوتی تو مشورہ کر لیتے۔ ورنہ تھوڑی دیر بیٹھ کر کام پر چلے جاتے۔ کام کرتے کرتے پھر آ جاتے اور کہتے: ”مولوی صاحب! جب تک تمہاری خبر نہ لے لوں، مجھے گھر پر آرام نہیں آتا؟“ ان کے ایک بھائی تھے جن کا نام ”عبدالرحمن“ تھا۔ وہ بھی تابع دار تھے۔ مگر دفتر میں کم آتے تھے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

### (۱۲۱۶) عبداللہ جان، مولانا

(پیدائش: ۱۸۶۵ء ..... وفات: یکم جنوری ۱۹۶۳ء)

جلالیہ ضلع انک کے نامور عالم دین، مولانا عبدالحق حقانی (تفسیر حقانی کے مصنف) کے شاگرد تھے۔ صرف دُخو کے ماہر تھے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی کے ساتھ جہاد میں شریک عمل رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نمایاں طور پر حصہ لیا اور قید و بند کے مراحل سے سرفراز ہوئے۔

### (۱۲۱۷) عبداللہ چکڑالوی، جناب

چکڑالہ ضلع میانوالی کے جناب عبداللہ چکڑالوی تھے۔ معروف منکر حدیث تھے، جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے: ”حالات عیسیٰ رسول ربانی و تردید قادیانی“ اس میں انہوں نے قرآن مجید سے اپنی دانست کے مطابق حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات و واقعات کو جمع کر دیا ہے۔ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات اقدس، آپ علیہ السلام

کے معجزات، آپ ﷺ کے خاندان، حالات و واقعات کے متعلق جو اوہیات اعتراضات و شبہات پیش کئے تھے ان تمام کا اس میں قرآن مجید کی رو سے انہوں نے جواب دیا ہے۔ مرزا قادیانی کے اوہام باطلہ کو اپنے نقطہ نظر سے خوب تار تار کیا ہے۔

## (۱۲۱۸) عبداللہ دھرم کوٹی، مولانا

(وفات: ۲۴ جنوری ۱۹۶۴ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، علامہ عثمانی کے شاگرد، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور ان کے بعد ان کے خلیفہ مولانا اللہ بخش بہاول نگری سے بیعت کا تعلق تھا۔ دھرم کوٹ فیروز پور میں پیدائش، چک نمبر ۱۲۶ خوشاب میں وصال ہوا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی اس وقت بہاول پور میں شیخ الحدیث ہیں۔ اپنے دور میں مولانا عبداللہ دھرم کوٹی عقیدہ ختم نبوت کے وکیل شمار ہوتے تھے۔

## (۱۲۱۹) عبداللہ روپڑی، مولانا

(پیدائش: ۱۸۸۷ء ..... وفات: ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء)

مولانا محمد عبداللہ موضح کیر پور امرتسر میں پیدا ہوئے۔ چھانگاماں گا میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا عبدالجبار غزنوی سے مدرسہ غزنویہ، دہلی، راجپور میں پڑھتے رہے۔ فاضل عربی پاس کیا۔ مولانا حافظ عبدالمنان اور پھر سال بعد روپڑ ضلع انبالہ چلے گئے۔ جہاں مدرسہ اہل حدیث قائم کیا۔ یہاں وہ امرتسر سے روپڑی بن گئے۔ معروف اہل حدیث عالم دین مولانا عبدالقادر روپڑی کے چچا تھے۔ مولانا عبداللہ روپڑی نے مسجد قدس چوک داگرہ لاہور کی بنیاد رکھی اور ماہنامہ تنظیم اہل حدیث جاری کیا۔ آپ نے ”مرزائیت اور اسلام“ کے نام سے کتاب لکھی۔ آپ نے یہ کتاب ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران میں تحریر کر کے حکومت پر واضح کیا کہ قادیانیت، اسلام کے متوازی و متبائن ہے۔ قادیانیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ قادیانیت اور اسلام یا قادیانی اور مسلمان دو علیحدہ علیحدہ حقائق کو باہم دیگر ایک قرار دینا حکومت کی سخت نادانی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۵۳ء کے دوران میں لکھی گئی۔ لیکن اشاعت بعد میں ہوئی۔ ہم نے اسے احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ غلطی سے دوبارہ یہ احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں بھی شائع ہو گئی ہے۔

## (۱۲۲۰) عبداللہ سلیم پوری المعروف حضرت ثانی، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۴ء، سلیم پور لدھیانہ ..... وفات: ۷ جون ۱۹۵۶ء)

والد گرامی کا نام میاں نور محمد تھا۔ آپ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن مجید اور پھر پرائمری اپنے گاؤں میں مکمل کی۔ پھر قریب کے ڈل سکول میں داخلہ لیا۔ امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ پھر دھرم کوٹ مدرسہ عزیز یہ لدھیانہ اور امرتسر میں تعلیم پائی۔ ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۳۴۵ھ/ مارچ ۱۹۲۷ء کو دورہ حدیث سے فارغ ہوئے۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری، میاں اصغر حسین، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مفتی عزیز الرحمن، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اعزاز علی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا رسول خان، مولانا ابراہیم بلیاوی ایسے کبار علماء کرام سے کسب فیض کیا۔

دارالعلوم کے قیام کے زمانہ میں آپ نے حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کر لی تھی۔ ذکر واذکار بھی شروع ہو گئے تھے۔ فراغت کے بعد شادی ہو گئی۔ آپ کے ہم درس ایک ساتھی سید مغیث الدین خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت اعلیٰ خواجہ ابوالسعد احمد خان سے بیعت تھے۔ ان کی معرفت حضرت اعلیٰ کے خلیفہ مولانا حکیم عبدالرسول صاحب سرگودھا کے نامور طبیب بھی تھے۔ ان سے طب پڑھنے کے لئے سرگودھا تشریف لائے۔ یہاں پر حضرت اعلیٰ بھی تشریف لائے۔ ان کی صحبت میں چند دن گزارے تو حضرت مفتی صاحب کو دیوبند خط لکھ کر اجازت لے کر حضرت اعلیٰ سے بیعت ہوئے تو حضرت اعلیٰ نے حکیم صاحب سے فرمایا کہ انہیں آپ جلدی حکمت پڑھادیں۔ اس کے بعد میں نے انہیں حکمت پڑھانی ہے۔ یہ سن کر طب پڑھنے سے آپ کی طبیعت یکسر سرد ہو گئی۔ خانقاہ شریف حکیم صاحب کے ساتھ بارہا آنا جانا رہا۔ ذکر واذکار بھی جاری رہے کہ خود اعلیٰ حضرت نے حکیم صاحب کو خط لکھ کر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب (حضرت ثانی) کو خانقاہ شریف بلا لیا۔ آپ دس بارہ سال سفر حضر میں حضرت اعلیٰ کے ساتھ رہے۔ مجاز بھی ہو گئے۔ حتیٰ کہ حضرت اعلیٰ نے اپنی وصیت میں ان کو اپنا جانشین بھی مقرر فرما دیا۔ ادھر حضرت ثانی کا یہ عالم کہ اس پورے عرصہ میں صرف ایک دو بار اپنے وطن گئے۔ ورنہ تمام وقت حضرت اعلیٰ کی خدمت گزاری میں صرف کر دیا۔ خانقاہ شریف کا جملہ انتظام و انصرام، امامت نماز، ذکر، مراقبہ، ختم سب کچھ بڑے حضرت نے اپنی حیات میں حضرت ثانی کے سپرد کر دیئے۔ ادھر حضرت اعلیٰ ۱۲ مارچ ۱۳۶۰ھ / ۱۱ مارچ ۱۹۴۱ء کا پور میں وصال ہوا۔ جنازہ لے کر آپ خانقاہ شریف آئے۔ آپ نے شیخ وقت بانی خانقاہ سراجیہ کا جنازہ پڑھایا۔ حضرت مولانا ظہور احمد گوی نے تدفین سے پہلے وصیت نامہ پڑھ کر سنایا۔ تمام متوسلین نے آپ کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی۔ آپ نے جس صبر استقامت، زہد و تقویٰ سے منصب نیابت کو سنبھالا یہ آپ کا ہی حصہ ہے۔

### تحفظ ختم نبوت سے والہانہ لگاؤ

حضرت اقدس اسلام اور داعی اسلام کی حرمت و ناموس کو عقیدہ ختم نبوت کی اساس سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ اس عقیدہ کو ایمان کا موقوف علیہ تصور فرماتے ہوئے اس کے تحفظ کے سلسلہ کو حرز جان کی طرح اولین اہمیت دیتے تھے۔ ختم نبوت کے منکروں، اس عقیدہ میں من گھڑت تلاویات کرنے والوں اور جعلی نبوت کے قائلین کو اسلام کا سب سے بڑا دشمن گردانتے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت ابھری تو آپ نے اس کی پوری طرح پشت پناہی فرمائی۔ عقیدہ حق کا اعلان کرنے والوں کی گرفتاریاں شروع ہوئیں اور ان پر گولیاں برسنے لگیں۔ جہاں جہاں آپ کے متوسلین تھے، انہوں نے اس تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ خود آپ نے مرکز میں رہ کر اس تحریک کی قیادت فرمائی۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت خان محمد صاحب قبلہ کو بر ملا اعلان حق کرنے اور میانوالی اجلاس منعقد کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت قبلہ تعمیل ارشاد کے پیش نظر قید و بند کی صعوبتوں سے بے نیاز میانوالی تشریف لے گئے اور خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ پہلے میانوالی جیل میں رہے۔ پھر بورٹل جیل لاہور منتقل کر دیئے گئے۔ بعد ازاں اس تحریک کو دبانے کے لئے اس دور کے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین نے حدود لاہور میں جو تحریک کا سب سے بڑا عملی مرکز تھا، مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی کے متعلق حکم دے دیا گیا کہ جہاں ملیں، انہیں گولی ماردی جائے۔ مولانا ہزاروی حضرت اقدس کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ آپ کو ان کی حفاظت جان کر فکر ہوئی۔ انہیں لاہور سے خانقاہ شریف خاص حکمت عملی سے لایا گیا۔ پھر بھلوال کے دیہاتی مقام پر حالات درست ہونے تک رکھا گیا۔

پھر جب لاہور میں اس تحریک کے سلسلہ میں تحقیقاتی کمیشن بیٹھا تو منکرین ختم نبوت کے خارج از اسلام ہونے اور عقیدہ ختم نبوت کو اسلام کا بنیادی عقیدہ ثابت کرنے کے لئے علمائے اسلام کا بورڈ حکیم عبدالمجید صاحب سیفی کے مکان بیڈن روڈ پر بیٹھا مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا لال حسین اختر کو حکیم سیٹھی صاحب کے ہاں حضرت ثانی نے رہائش مہیا کرائی۔ جہاں ان حضرات نے بیٹھ کر انکو امری کمیشن کے لئے کیس تیار کیا۔ اول آخراً حضرت ثانی تحریک ختم نبوت کے سرپرست تھے۔

### (۱۲۲۱) عبداللہ شاہ جہانپوری، مولانا

مرزا قادیانی کا ایک مرید محمد احسن امروہی تھا۔ اس کذاب مرید نے اکذب پیر کے حق میں کتاب لکھی۔ جس کا نام ”اعلام الناس“ تھا۔ اسے مرزا قادیانی نے پڑھا تو خوب تعریف کے پل باندھے۔ غرض ”اعلام الناس“ مرزا قادیانی کی تصدیق شدہ سمجھی گئی۔ قادیانی کتاب ”اعلام الناس“ کا حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہ جہانپوری نے ۱۳۰۹ھ (مطابق ۱۸۹۱ء، ۱۸۹۲ء) میں ”شفاء للناس“ کے نام سے جواب لکھا۔ اس کے شائع ہونے کے بعد مرزا قادیانی سولہ سال زندہ رہا۔ لیکن اس کتاب کا رد لکھنے کی دجال قادیان کو جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ اس عجز و بے بسی نے مرزا قادیانی کو سولہ آنے جو ٹونا ثابت کر دیا۔ خوشی کا باعث ہے کہ احتساب قادیانیت جلد ۴۲ میں یہ کتاب بھی شامل کر دی گئی ہے۔

### (۱۲۲۲) عبداللہ عقیف، مولانا

۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا جس کے تحت قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے قانوناً روک دیا گیا۔ قصور کے مجزوب و مجاہد جناب اللہ دتہ نیا بازار نے فتویٰ طلب کیا۔ اہل حدیث مکتب فکر کے شیخ الحدیث مولانا عبداللہ عقیف نے جواب تحریر کیا جو ”علی تحقیق“ کے نام پر شائع ہوا، جسے فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں بھی شائع کیا گیا۔ اسی طرح فتویٰ شریعت غزّٰی نمبر: ۲۱، ۲۱، انجمن اہل حدیث وزیر آباد کا شائع کردہ بھی فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں شائع کیا گیا۔

### (۱۲۲۳) عبداللہ کلام، مولانا

سکھر سے ایک صاحب نے ۱۹۸۶ء میں سوال بھیجا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے یا نہ۔ ان دنوں جامعہ العلوم الاسلامیہ کراچی کے دارالافتاء میں مولانا عبداللہ کلام ہوتے تھے۔ انہوں نے فتویٰ لکھا جو پمفلٹ کی شکل میں صدیقی ٹرسٹ نے شائع کیا جسے فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

### (۱۲۲۴) عبداللہ لدھیانوی، ابو احمد حضرت مولانا

(ولادت: بلیہ والی ضلع لدھیانہ ..... وفات: ۱۰ جولائی ۱۹۷۵ء)

حضرت مولانا قاری سعید الرحمن جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی (م: ۶ جولائی ۲۰۰۹ء) سابق رکن شوریٰ عالمی مجلس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، رفع و نزول من السماء پر ایک فتویٰ لکھا۔ حضرت مولانا ابو احمد عبداللہ لدھیانوی نے اس فتویٰ کی تصدیق بائیں الفاظ کی۔ ”تمام جوابات درست ہیں“ ابو احمد عبداللہ لدھیانوی ۵ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ۔ فتویٰ درج ذیل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کا رفع جسمانی اور قرب قیامت میں ان کا آسمان سے نزول، یہ سب متفق علیہ امور ہیں۔ جمہور امت اس کی قائل ہے۔ اسلام میں کسی سے اس کا خلاف مذکور نہیں۔ جن صریح و متواتر دلائل و شواہد سے یہ عقیدہ ثابت ہے۔ ان کی بنیاد پر اس کا انکار کرنے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

سعید الرحمن

جامعہ اسلامیہ، کشمیر روڈ راولپنڈی

ابو احمد عبداللہ لدھیانوی، مؤرخ ۵ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

تمام جوابات درست ہیں۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۶۹)

مولانا ابو احمد عبداللہ لدھیانوی گوجرانوالہ میں قیام پذیر ہے۔ دارالعلوم نعمانیہ آپ کا مدرسہ ہے۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی گوجرانوالہ آپ کے صاحبزادہ تھے۔

## (۱۲۲۵) عبداللہ مانسہروی، حضرت مولانا

(وفات: ۱۹۰۸ء)

حضرت مولانا عبداللہ بن مولانا محمد قاسم موضع جلو ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے بعد حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے بیعت ہوئے اور نعمت باطنی اور اجازت بیعت کا فیض بارگاہ مہریہ سے پایا۔ مرزا قادیانی نے حضرت پیر صاحب گولڑوی کو مناظرہ کا جو چیلنج دیا تھا اس میں پاک و ہند کے چھ سیاسی علماء کرام کو شرکت کی دعوت دی تھی۔ اسماء کی فہرست میں ۴۹ ویں نمبر پر آپ کا نام موجود ہے۔ چنانچہ جب حضرت گولڑوی نے مرزا قادیانی کی دعوت مناظرہ کو قبول فرماتے ہوئے جوابی اعلان فرمایا تو اس پر بیس علماء کے تائیدی دستخط تھے۔ ان میں پانچویں نمبر پر آپ کا نام ہے۔

۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی سے مناظرہ کے لئے حضرت گولڑوی لاہور تشریف فرما ہوئے تو مولانا عبداللہ آپ کے ہمراہ گولڑہ سے لاہور گئے۔ ۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد لاہور کے عظیم اجتماع میں بھی آپ شریک تھے۔ آپ کی وفات اور تدفین اپنے گاؤں جلو میں ہوئی۔

## (۱۲۲۶) عبداللہ (منکیرہ)، مولانا

(وصال: یکم جنوری ۲۰۱۹ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت منکیرہ کے امیر مولانا محمد عبداللہ چالیس سال سے منکیرہ کی عوام کی دینی رہنمائی کر رہے تھے۔

## (۱۲۲۷) عبدالماجد بدایونی، مولانا

(پیدائش: ۲۸ اپریل ۱۸۸۴ء، بدایون ..... وفات: ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء)

مولانا عبدالماجد بدایونی خانوادہ عثمانیہ بدایون کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد کا نام حکیم عبدالقیوم اور برادر کرم کا نام



مولانا عبدالحمید بدایونی تھا۔ جو تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے نامور رہنما تھے۔ جن کا کراچی میں وصال ہوا۔ مولانا عبدالماجد بدایونی نے تمام دینی تعلیم بدایون کے مقتدر علماء سے حاصل کی اور پھر حکیم غلام رضا خان کے پاس دہلی میں طب کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ نمٹس العلوم بدایون کے مہتمم رہے۔ ماہنامہ نمٹس العلوم بدایون کے چیف ایڈیٹر، صوبہ متحدہ جمعیت علماء ہند کے ناظم، تحریک خلافت کے رہنما، مسلم کانفرنس کے رکن رہے۔ آپ جہاں رہے ممتاز رہے اور جس تحریک میں حصہ لیا دل و جان سے لیا۔ آپ کے تبحر علمی کا ایک زمانہ معترف تھا۔ آپ نے ”خلاصۃ العقائد“ نامی کتاب لکھی، اس کے ایک باب عقیدہ ختم نبوت کے لئے وقف ہے جسے عقیدہ ختم نبوت کی جلد ۱۳ میں نقل کیا گیا ہے۔

### (۱۲۲۸) عبدالماجد (بہاول پور)، میرسید

میرسید عبدالماجد بہاول پور کے رہائشی تھے۔ پڑھے لکھے حکومت پاکستان کے مختلف عہدوں پر ملازم رہے۔ آپ کالا ہور تالہ ہوا۔ ڈیوس روڈ پر رہائش رکھی۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز حضرت قبلہ سید شمس الحسینی سے لاہور میں ملنا ہوا۔ آپ کی ترغیب پر میرسید عبدالماجد شاہ نے مقدمہ بہاول پور کی مکمل کارروائی شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ مکمل مسل پہلے دن کی درخواست سے آخری فیصلہ تک کا مکمل ریکارڈ بہاول پور عدالت سے حاصل کیا۔ پھر ان حوالہ جات کو دوبارہ ملتان دفتر ختم نبوت سے چیک کرایا۔ تب حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے میرسید عبدالماجد کے رفقاء سے بھرپور مدد فرمائی۔ پھر یہ مکمل کارروائی ”روسید ادمقدمہ مرزا سیہ بہاول پور ۱۹۲۶ لغایت ۱۹۳۵ء“ کے نام پر تین ضخیم جلدوں میں اسلامک فاؤنڈیشن رجسٹرڈ ڈیوس روڈ لاہور کے اہتمام سے شائع کرایا۔

۱۸۵۶ بڑے سائز کے صفحات پر یہ تین جلدیں مشمل ہیں جو میرسید عبدالماجد کے جذبہ عمل کی مرہون منت اور ان کے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے والہانہ جذبہ کی آئینہ دار ہیں۔ جناب میرسید عبدالماجد، میرسید عبدالجلیل مہاجر مدنی کے صاحبزادہ تھے۔ میرسید عبدالجلیل بہاول پور کے ڈسٹرکٹ و سیشن جج رہے۔ میرسید عبدالجلیل کے والد گرامی میرسید سراج الدین تھے جو بہاول پور ریاست کے کسی زمانہ میں چیف جسٹس بھی رہے تھے۔ انہی نسبتوں نے کام دکھایا کہ میرسید عبدالماجد نے اتنی عظیم و ضخیم دستاویز قادیانی کفر پر عدالتی مہر شائع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔ الحمد للہ!

یاد رہے کہ فیصلہ مقدمہ بہاول پور ۱۹۳۵ء کو جناب جج محمد اکبر خان مرحوم نے لکھا تھا۔ فقیر راقم کو جج مرحوم کے مزار مبارک پر بہاول پور حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ اسی طرح اس مقدمہ کے ایک بڑے کردار مولانا غلام محمد گھوٹوی اور مدعیہ مقدمہ عائشہ بی بی کے مزار پر بھی حاضری کی۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

### (۱۲۲۹) عبدالمالک، مولانا قاری

(ولادت: ۱۹۳۹ء ..... وفات: ۲۲ جولائی ۲۰۲۱ء)

سُنکا تلہ گنگ تحصیل لاوہ کے قطب شاہی اعران قبیلہ کے جناب غلام محمد الدین کے ہاں ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے جن کا نام عبدالمالک تجویز کیا گیا۔

محمی الدین کے ایک بھائی جناب حافظ علم الدین چک نمبر ۸۴ خانوال میں امام وخطیب تھے۔ ان کے بعد دوسرے بھائی حافظ علاؤ الدین اس چک میں اسی خدمت کے لئے تشریف لائے۔ جناب عبدالملک کو اپنے چچا حضرت حافظ علاؤ الدین کے پاس تعلیم کے لئے بھیج دیا گیا۔ چک ۸۴ کے قریب اسی علاقہ چک نمبر ۳۰/۱۰ آرخانیوال میں حضرت حافظ غلام حسین کے ہاں قرآن مجید کے حفظ کی سعادت عبدالملک نے حاصل کی۔ پھر گردان و تجمید کے لئے جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا اور حضرت قاری رحیم بخش کے ہاں تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں ہی درس نظامی کی تعلیم شروع کی۔ ۱۳۸۳ھ / جنوری ۱۹۶۴ء میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا محمد شریف کشمیری، مولانا فیض احمد اور حضرت مولانا محمد صدیق ایسے اساتذہ سے دورہ حدیث شریف کی تعلیم مکمل کر کے سند فراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ان کے استاذ حضرت مولانا قاری رحیم بخش نے حفظ و قرأت کے استاذ کے طور پر جامع مسجد چک جھمرہ میں بھجوا دیا۔ اس زمانہ میں مولانا امداد الحق جامع مسجد چک جھمرہ کے امام وخطیب تھے۔ مولانا حافظ قاری عبدالملک نے دس سال کے لگ بھگ یہاں پڑھایا۔ پھر اپنے چچا حضرت حافظ علاؤ الدین کے طلب کرنے پر چک نمبر ۸۴ کی جامع مسجد میں امامت وخطابت اور تدریس حفظ و قرأت کے لئے یہاں تشریف لائے۔

چچا حضور حضرت حافظ علاؤ الدین نے شرف دامادی سے بھی سرفراز کیا۔ یوں نصف صدی سے زائد عرصہ چک نمبر ۸۴ میں مولانا قاری عبدالملک نے خدمت دین و ترویج علوم اسلامیہ و تبلیغ اسلام کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ آپ حق گوئد عالم دین تھے۔ نظریاتی و تحریکی مزاج تھا۔ تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش رہتے۔ چک کی کئی نسلوں کے استاذ تھے۔ رزق حلال کے لئے کاشت کاری کو ذریعہ بنایا۔ نہ صرف چک ہذا بلکہ علاقہ بھر میں آپ کو احترام کا مقام حاصل تھا۔ آپ بی ڈی ممبر بھی منتخب ہوئے علاقہ بھر کے فیصلے کرنے میں آپ کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جاتا۔ جامعہ خیر المدارس، مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علمائے اسلام، قاسم العلوم کے آپ حد درجہ معاون تھے۔ گاؤں کے لوگ جس ادارہ کے لئے رقم دیتے ان کے حساب کے لئے کاپی رکھی تھی۔ ان اداروں کو ادا کرنے کے بعد حساب بے باق کرتے۔ دیانت کا یہ عالم تھا اور اس کام کو دین کا کام سمجھ کر اس طرح انجام دیتے تھے کہ وصیت کی تھی کہ اس کاپی کو بھی میرے ساتھ دفن کر دینا یہ خدمت آخرت میں میری گواہ ہوگی۔ اتنی اجلی سیرت کے لوگ اب خال خال ہوں گے۔

آج کل کے تن پروری عیش و سہل پسندی کی مجبوبات اداؤں کے دور میں ایسے نظریاتی لوگ قبروں یا کتابوں میں ملیں گے۔ حق تعالیٰ نے توفیق بخشی اپنے استاذ چچا اور سر مولانا علاؤ الدین کے خدمت کا آپ نے ریکارڈ قائم کیا اور ان کی وفات کے بعد ان کی دینی جدوجہد کے تسلسل کو ایسے طور پر برقرار رکھا کہ مثال قائم کر دی۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ مولانا حافظ عبدالخالق، مولانا حسین احمد۔ دونوں خدمت دین کے کاموں میں جڑے ہوئے۔ مقدم الذکر کراچی اقراء روضۃ الاطفال اور دوسرے چک نمبر ۸۴ کے جامع مسجد میں اپنے والد مرحوم کے جانشین ہیں۔ نواسے پوتے حافظ و عالم غرضیکہ پورا خاندان ہی اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کا مصداق ہے۔ معمولی بیمار رہ کر وصال ہوا۔ اگلے دن عصر کے بعد جنازہ اور پھر چک کے قبرستان میں اعزہ کے ساتھ پیوند خاک ہو گئے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر کو اپنی رحمتوں کا مہبط فرمائیں اور مرحوم کو مغفرت سے سرفراز کریں۔

## (۱۲۳۰) عبدالمالک بالاکوٹی، مولانا محمد

(ولادت: ۱۸۹۸ء ..... وفات: ۲۲/مارچ/۱۹۶۷ء)

مولانا عبدالمالک ”شوبال نجف خان“ نزد بالاکوٹ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا میر عبداللہ بن مولوی محمود قریشی ہے۔ مولانا عبدالمالک، مولانا عبدالرحمان ہزاروی کے ماموں زاد بھائی تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے دورہ تفسیر کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد ساہیوال تشریف لائے اور ایک اسلامی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور ایک سکول میں معلم دینیات مقرر ہوئے۔ چند سال کے بعد اپنے اعزہ کے پرزور اصرار پر اپنے وطن لوٹ گئے۔ وہاں امامت و خطابت کے ساتھ فقہ، تفسیر اور حدیث کی تدریس میں بھی مشغول رہے۔ درس نظامی کے ساتھ ایک مدرسہ تجوید القرآن بھی قائم کیا۔ تادم زیست اپنے علاقہ میں دینی خدمات سرانجام دیں۔

عید الاضحیٰ کے دن بعد از مغرب اختلاج قلب سے آپ کا وصال ہوا اور شوبال نجف خان کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں ”فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام“ پر تائیدی و توثیقی مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۷۳)

## (۱۲۳۱) عبدالمالک خان، جناب

آپ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے جو قرارداد پیش کی گئی اس پر آپ کے دستخط تھے۔

## (۱۲۳۲) عبدالمالک شاہ (گوجرانوالہ)، مولانا سید

(پیدائش: ۱۵ فروری ۱۹۳۸ء ..... وفات: ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

مولانا سید عبدالمالک شاہ گاؤں شاہ حسن خیل نزد عبدالخیل ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے برادر خور حضرت مولانا خلیفہ محمد سے حاصل کی۔ جوہر آباد کی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا غلام ربانی سے بھی آپ نے ابتدائی کتب پڑھیں۔ انتہائی کتب اور دورہ حدیث شریف کی تعلیم کے لئے آپ دارالعلوم حقانیہ کوٹہ خٹک تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے پاکستان کی ہر دلہریز شخصیت، یادگار اسلاف شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ اشرف العلوم، جامعہ انوار العلوم، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے آپ نے دیگر فنون کی تکمیل کی۔

جامعہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی عبدالواحد نے مولانا سید عبدالمالک شاہ کو جامعہ انوار العلوم میں مدرس رکھ لیا۔ مولانا سید عبدالمالک شاہ نے با اعتماد تدریس کے باعث طلباء اور شاگردوں میں جلد قبولیت عامہ حاصل کر لی۔ ان کی اس بڑھتی ہوئی مقبولیت کے باعث مولانا مفتی عبدالواحد نے مدرسہ کے ساتھ اپنے تانبا کے کارخانہ کی نگرانی بھی آپ کے سپرد کر دی۔ اٹھارہ سال آپ نے انوار العلوم میں تدریس کے فرائض اس خوبصورتی کے ساتھ نبھائے کہ دنیا عیش عیش کراٹھی۔ آپ

کی خداداد مقبولیت و شہرت کو دیکھ کر جامعہ مدنیہ لاہور کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں نے جامعہ مدنیہ کے لئے آپ کی تدریسی خدمات کا تقاضہ کیا۔ تب آپ نے یہاں تین سال تک ترمذی شریف، توضیح، تلوح، ہدایہ جیسی امہات الکتب کی تعلیم دی۔ ان دنوں آپ کا قیام گوجرانوالہ اور تدریسی ڈیوٹی لاہور میں ہوتی۔ تب تین سال کے شب و روز کی محنت کے بعد تھک گئے۔ حضرت مولانا سید حامد میاں سے اجازت لے لی۔ جامعہ نصرۃ العلوم کے مہتمم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی کے حکم پر آپ نے نصرۃ العلوم میں تین عشروں تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ اس وقت دورہ حدیث کے طلباء کو ابوداؤد شریف پڑھا رہے تھے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔

آپ جمعیۃ علماء اسلام کے بنیادی نظریاتی کارکن تھے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اور قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمن کے آپ معتمد خاص تھے۔ مولانا سید عبدالملک شاہ زندگی بھر دین کی سربلندی و عروج اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لئے سرگرم عمل رہے۔ آپ نے ضلعی، صوبائی اور مرکزی عہدوں پر جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ اس وقت بھی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔

آپ کا بیعت کا تعلق پٹیا لہ کے سادات کرام کے سرخیل مولانا صاحبزادہ احمد سے تھا۔ مولانا عبدالعزیز رائے پوری سے بھی ارادت کا تعلق تھا۔ دارالسلام کے مولانا سید علاء الدین سے آپ نے سلوک کے اسباق پڑھے۔ دارالسلام خانقاہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین مولانا پیر ناصر الدین خاوانی دامت برکاتہم سے سلوک کی تکمیل کے بعد فرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا سید عبدالملک شاہ، امانت و دیانت، تقویٰ و اخلاص کا پہاڑ تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے ہمیشہ خیر و بھلائی کی باتیں سنی گئیں۔ آپ اتحاد المسلمین کے زبردست حامی تھے۔ فرقہ واریت کو ملک و ملت کے لئے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ ہنس مکھ چہرہ، باغ و بہار شخصیت، نیکی و تقویٰ کی سعادت مندی کے آثار پیشانی پر جھلکتے تھے۔ آپ کے پاس جو شخص آتا، سب غم بھلا کر جاتا۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آپ خلق خدا کی خدمت کر کے روحانی فرحت محسوس کرتے تھے۔ قدرت نے آپ کو معاملہ نبی کی نعمت سے وافر حصہ دیا تھا۔ اجلا لباس، سر پر پگڑی، کندھے پر دو مال، چہرہ پر آل رسول ہونے کے آثار مبارک، جب بولتے تھے تو ہونٹوں سے پھول برستے تھے۔ ہمیشہ کارکنوں کو آگے بڑھاتے تھے۔ سٹیج پر آنے، اپنا قد کاٹھ بڑھانے کے چکروں سے رحمت حق نے انہیں ہمیشہ محفوظ رکھا۔ مدرسہ و مسجد سے اپنا تعلق قائم رکھا۔ تمام اولاد کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔

لاہور، سیالکوٹ بانی پاس پر نہر کے کنارے نئی آبادی میں مسجد و مدرسہ قائم کیا۔ بنا بنا یا مدرسہ دوسرے ساتھی کے سپرد کر کے فارغ ہو گئے۔ فرماتے تھے کہ اہتمام و تولیت کے فرائض سرانجام دینے میرے بس کاروگ نہیں۔ توکل علی اللہ ان کی زندگی کا سرمایہ تھا۔ نام و نمود سے کوسوں دور تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خیر خواہ تھے۔ ہر محفل و میٹنگ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفاع کیا کرتے، گواصفائی کے وکیل کا کردار ادا کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ چینیوٹ و چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کو عرصہ سے شوگر نے گھیرا ہوا تھا۔ جگر کی بیماری بھی بن بلائے مہمان کی طرح چٹ گئی۔ دل و گردہ بھی متاثر تھے۔ اس کے باوجود اپنے معمولات کو جاری رکھا۔ پاؤں میں زخم ہوا تو شوگر کے باعث اس نے خطرناک شکل اختیار کی۔ لاہور سروسوز ہسپتال داخل ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے اپریشن کیا۔ مولانا فضل الرحمن ملنے کے لئے ہسپتال آئے۔ ڈاکٹروں نے دل و جان سے علاج کا حق ادا کیا۔

وصال سے چند روز قبل عیادت و زیارت کے لئے فقیر راقم سروسز ہسپتال لاہور حاضر ہوا تو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ بہت ہی محبت سے سرفراز فرمایا۔ وہ سراپا راضی با تقدیر الہی نظر آتے تھے۔ فقیر نے دیکھا تو آنکھوں میں نمی آگئی۔ آپ نے فرمایا۔ مولانا! زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں نعمتوں سے نفع اٹھایا۔ زندگی بھر دوڑتے رہے۔ اب اللہ رب العزت نے تھوڑی بہت یہ تکلیف دی ہے تو اس کی تقدیر پر راضی ہوں۔ اللہ میاں سے درخواست کی ہے کہ بہت ہی چھوٹا بندہ ہوں۔ چھوٹی سی تکلیف کے بھی قابل نہیں۔ اس سے زیادہ تکلیف نہ دیں کہ برداشت سے باہر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ان کی دعا کو قبول فرمایا کہ وہ دنیا بھر کی تکلیفوں سے چھٹکارا پا کر آخرت کی راحتوں کے وارث قرار پائے۔ گو جرنالہ میں نصرۃ العلوم میں آپ کا جنازہ ہوا۔ جو گورنالہ کے تاریخی جنازوں میں سے ایک جنازہ تھا۔ نماز جنازہ پیر طریقت حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ نے پڑھائی۔ اپنے استاذ و مربی و مہتمم، مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی کے قدموں میں آسودہ خاک ہو گئے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربیت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

### (۱۲۳۳) عبدالمالک صدیقی (خانوال)، مولانا خواجہ

(وفات: ۸/ ستمبر ۱۹۷۷ء)

پیر طریقت، سلسلہ نقشبندی کے ممتاز شیخ ایک مینار والی مسجد و مدرسہ خانوال کے بانی ملک بھر میں مریدوں کا وسیع حلقہ رکھتے تھے۔ سندھ کے قادیانیت زدہ علاقوں میں عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ و ترویج کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔ آج ان کے مزار مبارک کی مسجد میں ہر سال ختم نبوت کانفرنس آپ کے صاحبزادہ اور جانشین مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی منعقد کرتے ہیں۔

### (۱۲۳۴) عبدالمالک عباسی مرحوم (ہری پور)، جناب قاری

(پیدائش: ۱۹۶۱ء ..... وفات: ۲۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

قاری عبدالمالک عباسی مولانا محمد طاہر کے گھر سکندر پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا مولانا عبدالسلام مرحوم تھے اور پڑدادا مولانا احمد تھے۔ مولانا احمد نے ۱۲۹۷ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی تھی۔ انہوں نے مسجد چھتہ میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں پہلے معین مدرس اور فراغت کے بعد بطور مدرس عربی آپ کی تعیناتی ہوئی تھی۔ ان کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے تھا۔ قاری عبدالمالک عباسی مرحوم اس عظیم پڑدادا کے پڑپوتے تھے۔ انہوں نے بخوری ناؤن کراچی سے دورہ حدیث شریف کیا۔ دور طالب علمی ہی میں بہترین قاری، نعت خواں اور مقرر تھے۔ قاری صاحب معروف قراء کے انداز میں تلاوت کرتے اور نامور خطباء کے لہجے میں تقریر کرتے تھے۔ فراغت کے بعد پہلے کراچی میں اور بعد ازاں جامع مسجد بیت المکرم سکندر پور میں انہوں نے اپنی خطابت کا جادو جگایا۔

عیدین کا خطبہ وہ خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے انداز میں پڑھتے تو ایک سماں بندھ جاتا۔ نماز فجر میں ان کی قرأت میں ایک خاص سوز اور چاشنی ہوتی تھی۔ نماز فجر کے بعد ان کے درس قرآن کریم کا بھی ایک خاص انداز تھا۔ ان کا خطبہ جمعہ سننے کے لئے دوسرے علاقوں کے عوام اور دینی مدارس کے طلباء عزیز جوق در جوق جامع مسجد بیت المکرم سکندر پور کا رخ

کرتے اور وہاں تل دھرنے کی جگہ نہ بچتی۔ ہری پور شہر اور اس کے گرد و نواح میں سب سے کامیاب اور مقبول جمعہ آپ کا ہوتا تھا۔

قاری صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک اور دوستوں کے دوست تھے۔ ان کی مسجد اپنے علاقہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز تھی اور ان کے تمام شاگرد جماعت کے کارکن تھے۔ ہمارے بھائی افتخار احمد مرحوم، حاجی خان افرسواتی، بھائی سیف الرحمن، قاضی نوید اکبر، حاجی منور حسین مرحوم، بھائی راشد محمود سب ان ہی کے شاگرد ہیں۔

اکابرین مجلس کے ساتھ ان کا بہت ہی نیاز مندانہ تعلق تھا۔ خطیب ختم نبوت صاحبزادہ طارق محمود اور شاعر ختم نبوت سید امین گیلانی مرحوم کے کئی پروگرام ان کی مسجد میں ہوئے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے انہیں خاص عقیدت تھی۔ حضرت کی ہری پور آمد کے موقع پر ان کی خدمت میں پیش پیش ہوتے۔ حضرت کی صدارت میں کئی تقریریں ان کی ہوئیں اور یوں حضرت کی توجہات اور دعاؤں کو انہوں نے سمیٹا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے ہری پور تشریف لے گئے تو قاری صاحب مرحوم نے ان کی تمام تر خدمت اپنے ذمہ لے لی اور اپنی مسجد میں نماز فجر کے بعد حضرت شہید کا بیان بھی کرایا۔ اس زمانہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت راولپنڈی کے مبلغ مولانا احسان احمد دانش اور مولانا محمد علی صدیقی کے کئی بیانات ان کی مسجد میں ہوئے۔ ایک مرتبہ سید امین گیلانی مرحوم کی آمد کے موقع پر اپنے ادارہ میں ختم نبوت کے عنوان پر ”محفل مشاعرہ“ کا انعقاد بھی کرایا تھا۔

قاری عبدالملک عباسی مرحوم خوش لباس، خوش مزاج اور انتہائی مہمان نواز انسان تھے۔ مہمانوں کی خدمت اور خاطر تواضع کر کے انہیں دلی خوشی اور سکون ملتا تھا۔ یہ قاری صاحب مرحوم ہی تو تھے کہ جب جمعہ کے خطاب میں شیزان کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی اپیل کی تو دکانداروں نے اسی وقت شیزان کی بوتلیں توڑ ڈالیں۔ (اورنگزیب اعوان)

## (۱۲۳۵) عبدالملک قریشی، پیر طریقت حضرت خلیفہ

(وفات: دسمبر ۱۹۸۱ء)

چوک قریشی ضلع مظفر گڑھ کی خانقاہ عالیہ کے سجادہ نشین خلیفہ عبدالملک قریشی نامور مذہبی پیشوا اور پیر طریقت تھے۔ آپ عمر بھر دین کی ترویج کے لئے کوشاں رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے لئے کام کرنے والوں کے دعا گو اور سرپرست تھے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں۔

## (۱۲۳۶) عبدالمتمین ابوزرین جھنگلی، مولانا

موصوف مولانا عبدالتواب محدث ملتانی اہل حدیث کے شاگرد تھے۔ آپ نے سولہ صفحات پر مشتمل رسالہ بنام ”قادیان کا راز کھل گیا“ تحریر فرمایا۔ جسے محاسبہ قادیانیت جلد ۳ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی گئی۔

## (۱۲۳۷) عبدالمجید امجد بخاری بٹالوی، جناب سید

سید عبدالمجید شاہ امجد بخاری بٹالوی موصوف محکمہ ڈاک کے ملازم تھے۔ قادیان میں پوسٹ ماسٹر کے طور پر عرصہ بھر کام کرتے رہے۔ یہ ۱۹۱۰ء کی بات ہے۔ پھر ۱۹۱۶ء میں دوبارہ یہ قادیان کے پوسٹ آفس کے انچارج بن کر تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں

آپ نے قادیان میں انجمن حمایت اسلام قادیان بھی قائم کی۔ اس کے زیر اہتمام سیرۃ النبی ﷺ کے عنوان پر ایک عظیم الشان کانفرنس کا بھی آپ نے اہتمام کیا۔ جس میں مولانا نور احمد امرتسری، پروفیسر مولانا سید احمد علی شاہ (اسلامیہ کالج لاہور و خطیب شاہی مسجد لاہور)، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی، مولانا محمد حسین بنا لوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے حضرات کو مدعو کیا۔ غرض مجلس احرار اسلام کل ہند کی کانفرنس اکتوبر ۱۹۳۲ء سے بھی قبل کی یہ کانفرنس تھی جو قادیانیوں کے مقابلہ میں منعقد ہوئی۔ جناب سید عبدالمجید شاہ امجد بخاری تقسیم کے بعد خیر پور میرس آگئے تھے۔ بخاری جنرل سنور کے نام پر کاروبار بھی کرتے رہے۔ اس زمانہ میں آپ نے ایک پمفلٹ شائع کیا۔ اس کا نام تھا: ”میں اور قادیان“ الحمد للہ! کہ احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں یہ رسالہ بھی توفیق الہی سے شامل کر دیا گیا ہے۔ متذکرہ کانفرنس کی تفصیل اس رسالہ میں موجود ہے۔

## (۱۲۳۸) عبدالمجید انور (ساہیوال)، مولانا

(وفات: ۱۱/جون ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا عبدالمجید انور آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ چک نمبر ۹۲ گرب جو مرید والا اور ماموں کا انجن کے درمیان واقع ہے کہ رہائشی تھے۔ آپ جامعہ خیر المدارس ملتان کے ممتاز فضلاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے نامور شاگرد تھے۔ جامعہ خیر المدارس سے فراغت کے بعد آپ مختلف مدارس میں درجہ کتب کے استاد رہے۔ پھر جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تشریف لائے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری کی صدارت، حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی کی نظامت میں عرصہ تک تشنگان علوم اسلامیہ کی جامعہ رشیدیہ میں بیاس بجھاتے رہے۔ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے۔ افہام و تفہیم کا حق تعالیٰ نے آپ کو ملکہ عطا فرمایا تھا۔ مشکل سے مشکل مسئلہ کو چنگیوں میں سمجھانے پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔

آپ تدریس کے ساتھ ساتھ بہت اچھے واعظ و خطیب بھی تھے۔ خطابت میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری آپ کا آئیڈیل تھے۔ البتہ تقریر میں بر موقوع شعر پڑھنے میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کا طرز اپناتے تھے۔ آپ کی تقریر عام فہم اور موثر ہوتی تھی۔ ایک زمانہ میں اکثر و بیشتر پنجاب کے بڑے مدارس کے سالانہ اجتماعات پر بڑی خصوصیت سے آپ کے وعظ ہوتے تھے۔ عوام و خواص آپ کے بیان میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ بیان میں پند و نصائح، موعظت کے واقعات، ذکر الہی و فکر آخرت، اعمال صالحہ کی ترغیب، سنت رسول ﷺ کے احیاء، محبت نبوی ﷺ، مدارس عربیہ کی اہمیت و ضرورت، صالح معاشرہ کی تشکیل، بدعات و رسوم کی قباحت پر بیان کرتے تو بہت اچھا ماحول پیدا کر دیتے۔ ہر جلسہ میں اپنے سے پہلے مقرر کی کسی بات کو لے کر بات کو آگے بڑھاتے تو مجمع کو چند منٹوں میں اپنا گرویدہ کر لیتے۔ ایک زمانہ میں جامعہ خیر المدارس میں تقریر کرنا بڑے اعزاز کی بات ہوتی تھی۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری مقررین کے انتخاب میں بہت سارے امور کو مد نظر رکھتے تھے۔ مولانا عبدالمجید انور کا خیر المدارس کے جلسہ میں اہمیت کے ساتھ بیان ہونا تھا جو آپ کی کامیاب خطابت کے لئے بطور سند کے وزنی دلیل ہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید انور پوری کے انتقال کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں اضحلال در کر گیا۔ مولانا علامہ غلام رسول، مولانا مفتی مقبول احمد، مولانا سید نذر محمد شاہ نے جامعہ رشیدیہ سے علیحدگی اختیار کی تو مولانا عبدالمجید انور بھی ان کے ساتھ جامعہ رشیدیہ

سے اٹھ آئے۔ مولانا سید نذر محمد شاہ مرحوم نے تو الگ سے اپنا ادارہ انوار رحمت کے نام پر قائم کر لیا جو اب بھی بڑی کامیابی سے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ باقی حضرات نے نہر کے دوسرے کنارے پر جامعہ علوم شرعیہ قائم کر لیا۔ یہاں بھی مولانا عبدالمجید انور بنیادی اور منتہی کتب کی تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ مولانا مفتی مقبول احمد برطانیہ کے اہم شہر گلاسگو میں خطیب مقرر ہو گئے۔ مولانا علامہ غلام رسول کو آخرت کا بلا وا آ گیا تو علوم شرعیہ کے سب سے سینئر استاذ و مدرس حضرت مولانا عبدالمجید انور ہی رہ گئے۔ آپ نے ان حالات میں جامعہ علوم شرعیہ میں تدریس کے بائپن کو برقرار رکھا۔

حضرت مولانا عبدالمجید انور بنیادی طور پر تدریس و خطابت کے آدمی تھے۔ انتظامی امور میں زیادہ جوہر آپ کے کھل کر سامنے نہ آئے۔ مزاجاً ہنس کھ انسان تھے۔ بات سے بات پیدا کرنی، اس میں رنگ بھرنا اور مجلس کو کشت زعفران بنانے کے بھی ماہر تھے۔ مزاج کے سٹرل بالکل نہ تھے۔ البتہ ہنسوڑ بھی نہ تھے۔ تاہم کسی سے ٹھن گئی تو گرہ کے بھی مضبوط تھے۔ اکھاڑ بچھاڑ نقد و جرح میں پہل تو آپ نہ کرتے لیکن چوچ اڑ گئی تو دھیمے انداز میں خوب لیتے۔ لیکن انداز ہمیشہ عالمانہ رہتا۔ کبھی بھی عالمانہ وقار کو مجروح نہ ہونے دیا۔

حضرت مولانا عبدالمجید انور کو بہت صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ جامعہ رشیدیہ سے علیحدگی، نو عمر بیٹے کی حادثاتی جدائی پر آپ سر پاب صبر و شکر بن گئے۔ تمام صدمات کو برداشت کیا اور بڑے وقار کے ساتھ برداشت کیا۔ اب علوم شرعیہ میں آپ گرامی قدر و رفقاء کے بعد اکیلے رہ گئے تو غم غلط کرنے کے لئے برطانیہ منتقل ہو گئے۔ حضرت مولانا مقبول احمد صاحب سے آپ کی عزیز داری بھی تھی۔ انہوں نے برطانیہ دورہ کی دعوت دی۔ آپ نے برطانیہ کے دور دراز شہروں کا دورہ کیا۔ ہر جگہ اپنی دل پذیر خطابت کا سکہ منوایا۔ ہر جگہ عزت کی نظر سے دیکھے گئے۔ برطانیہ کے اہم شہر رچڈیل میں ادارہ تعلیم الاسلام کی جامع مسجد اور دارالعلوم کی تعمیر نو کا مرحلہ شروع تھا۔ یہ جامع مسجد برطانیہ کی اہم خوبصورت و وسیع و دیدہ زیب مساجد میں شامل ہے۔ جامع مسجد کی خطابت اور دارالعلوم کی تدریس کے لئے ہر لحاظ سے مولانا عبدالمجید انور موزوں کیا۔ قدرت کا تحفہ تھے۔ انتظامیہ نے درخواست کی تو آپ مان گئے۔ اس طرح مستقل برطانیہ میں منتقل ہو گئے۔ لیکن اہل و عیال کو پاکستان رکھنے اور برطانیہ منتقل نہ کرنے کے فیصلہ پر سختی سے کار بند رہے۔

جمعیتہ علمائے برطانیہ نے گوہر نایاب سمجھ کر انہیں اپنا سرپرست مقرر کر لیا۔ رچڈیل میں آپ نے تدریس کا آغاز کیا۔ بھرپور پذیرائی ملی۔ لیکن جو بن برقرار نہ رہ سکا۔ انتظامی مسائل سے نڈھال ہو گیا۔ البتہ مسجد کی خطابت کا شہرہ رہا اور خوب رہا۔

پاکستان کے موسم میں گردوغبار کی شاہی ہے تو برطانیہ میں نمی کا راج۔ پاکستان میں بھرپور شور و شغف تو برطانیہ میں خاموشی و تنہائی۔ غرض موسم و ماحول دونوں یکسر بدلے تو چند وجان نے اس تبدیلی کو خوشدلی سے قبول نہ کیا۔ پہلے جگر نے بغاوت کی تو اب دل نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ ان دونوں کا اس میں کیا قصور خود مولانا نے بھی اس تبدیلی کو بہت زیادہ محسوس کیا۔ خوب یاد ہے کہ راقم ایک بار آپ کا ہمراہی تھا۔ رچڈیل کی مسجد دوسروں کے درمیان ڈھلوان میں واقع ہے۔ سڑکوں پر آنے کے لئے سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ سیڑھیوں سے سڑک پر آئے تو یک دم خوب صحت مند، چوڑے چکلے سینہ کے ابھار والی خاتون کا سامنا ہوا۔ نظریں جھکائیں۔ استغفار پڑھا اور بے ساختہ ”لقد صدق شیخ الدھیانوی“ کہا اور دل گرفتہ ہو گئے۔ راقم نے آپ کا ہاتھ سہارا دینے کے لئے پکڑا ہوا تھا تو میرے ہاتھ کو دبایا اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی میرے جامعہ رشیدیہ کے زمانہ کے ساتھی اور قدردان تھے۔ میں برطانیہ منتقل ہوا تو حضرت لدھیانوی نے ایک بار فرمایا کہ آپ کے اس فیصلہ پر مجھے شرح صدر نہیں۔ آپ ضائع ہو جائیں گے۔ جو



خدمت دین کے مواقع پاکستان میں حاصل تھے وہ یہاں کہاں نصیب؟ حضرت لدھیانوی کا یہ قول نقل کر کے مولانا عبدالمجید انور نے فرمایا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی حکیم العصر تھے۔ میری طبیعت و مزاج کی رعایت کی۔ دراصل انہیں فرمانا چاہئے تھا کہ کس گناہ کی سزا میں برطانیہ آگئے ہو؟ نہ یہاں پڑھنا نہ پڑھانا، نہ علمی مجالس، نہ دینی کاموں کا ماحول۔ کہاں وہ دوستوں کا جھرمٹ اور شاگردوں کی فوج اور کہاں یہ اجنبیت و پرانگندہ ماحول۔ پھنسا ہوں اور بہت بری طرح پھنسا ہوں۔ فرقة الاحباب و فرقة الانشباب سے نڈھال ہوں۔ اب پیاریوں نے گھیر لیا ہے۔ یہاں علاج و معالجہ کی سہولت پر نظر کر کے وقت گزاری کر رہا ہوں۔ ذرہ صحت اعتدال پر آئے تو اڑ جانے کے لئے پر تول رکھے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالمجید انور دل و جان سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدردان بلکہ فدائی تھے۔ ملتان آتے تو دفتر تشریف لاتے۔ مجلس کی کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ برطانیہ سے پاکستان گئے تو حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب کے جامعہ دارالقرآن فیصل آباد میں ختم بخاری کی تقریب میں مہمان خصوصی تھے۔ اگلے دن چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں دارالمبلغین کی کلاس ردقادیانیت کورس کا افتتاح تھا۔ تشریف لائے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر آپ سے افتتاحی خطاب کی درخواست کی۔ بیان کیا تو نور بھر ماحول بن گیا۔ الحمد للہ!

آپ نے برطانیہ ختم نبوت کانفرنس میں بیماری و علالت کے باوصف کبھی ناغمہ نہیں کیا۔ ایسا بیان کرتے کہ کانفرنس میں جان ڈال دیتے۔ مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری نے آپ کی وفات کی خبر سناتے ہوئے یہ فرمایا اور خوب فرمایا کہ مولانا عبدالمجید انور کی وفات سے برمنگھم کانفرنس کے ایک کامیاب خطیب اور مؤثر مقرر سے ہم محروم ہو گئے۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش فرمائیں۔ ذاتی طور پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک خادم ہونے کے ناطہ میں راقم سے بہت ہی اکرام و محبت کا معاملہ فرماتے۔ ڈھارس بندھا دیتے۔ تقریر پر خوشی سے جھوم جھوم جاتے اور اصلاح بھی فرماتے۔ راقم نے قرآن مجید ناظرہ بچپن میں ایک عورت سے پڑھا۔ خود جاہل ہوں، مجہول کیا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ پتہ نہیں صحیح بھی پڑھتا ہوں کہ نہیں۔ ایک بار علیحدگی میں فرمایا کہ آپ کو کوئی نہیں کہے گا۔ یہ ناخوشگوار فریضہ میں (مولانا عبدالمجید انور) سرانجام دیتا ہوں۔ زبر کی بجائے زیر ہے۔ اس سے ان کی محبت و اخلاص و سرپرستی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ زیروز بر تک مجھ مسکین پر نظر رکھتے تھے۔

ایک بار بیان میں راقم نے عرض کیا کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی کو پاخانہ کی جگہ موت کے باعث وہاں دفن ہونا چاہئے تھا تو تقریر کے بعد فرمایا کہ آپ نے جو بیان کیا یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے موقع پر فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہاں دفن ہوتا ہے۔ لیکن مشکوٰۃ شریف میں دوسری روایت میں اور بھی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جہاں اپنے نبی کا دفن ہونا مطلوب ہوتا ہے وہاں اپنے نبی کی وفات واقع فرماتے ہیں۔ فقیر نے سنا تو جھوم اٹھا۔ شکر یہ ادا کیا۔ لیکن اپنی لاپالی کے باعث ایک بار پھر بیان کیا تو صرف پہلی روایت بیان کی۔ مولانا عبدالمجید انور اب دوسری بار کے بیان میں بھی موجود تھے۔ تو پھر علیحدگی میں فرمایا کہ پچھلے سال بھی ایک روایت مشکوٰۃ کی سنائی تھی۔ اس میں موقف زیادہ اجاگر ہوتا ہے۔ آپ نے آج پھر اسے بیان نہیں کیا۔ غرض سبق کیا دیتے تھے سنتے بھی تھے اور یاد بھی کرا دیتے تھے۔ اس کے بعد تو موقع کی مناسبت سے کبھی اس روایت کو بھول نہیں پایا۔ ان کی وفات مجلس تحفظ ختم نبوت کے دلی ہی خواہ کی وفات ہے۔

حضرت مولانا عبدالحمید انور کھلا گول چہرہ، خوبصورت داڑھی، رنگت سانولی، کشادہ پیشانی، بھاری سر، چوڑا سینہ، صحت کے زمانہ میں خوب سڈول مائل بہ فرہی ڈیل ڈول اور درمیانہ قد کے تھے۔ سر پر ہمیشہ تھانوی وضع کی ٹوپی رکھتے تھے۔ کندھے پر رومال۔ لباس سادہ کھلا اور اجلا۔ جو ملا پہن لیا۔ لباس میں رنگت وغیرہ کے دل دادہ نہ تھے۔ چلنے میں وقار کی پھرتی۔ معاملہ فہمی کے ماہر اور دوستی دشمنی کے جھیلوں میں نہ پڑنے والے تھے۔ کبھی کبھار ذائقہ بدلنے کے لئے جو داڑھ کے نیچے آ گیا، رگڑا اور چل دیئے کا معاملہ ہو گیا ہوتو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔ بہت ہی صالح اور عبادت گزار تھے۔ پاکستان آتے جاتے عمرہ یا حج کا سفر ضرور کرتے۔ اس لئے حج و عمرہ کا شمار تو وہ خود یا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں جن کی رضا کے لئے وہ کرتے تھے اجر بھی اسی ذات نے دینا ہے۔

پہلے ذکر کیا ہے کہ وفات کی خبر کراچی سنی۔ مولانا قاضی احسان احمد صاحب سے کاغذ قلم مانگا۔ لیکن مضمون نہ لکھ سکا۔ آج ۲۳ جون ۲۰۰۸ء ہے۔ ایک دو دن میں رچڈیل مسجد جانا ہے۔ مضمون دفتر لندن میں لکھ رہا ہوں۔ تعزیت ان کے نمازیوں سے جا کر عرض کروں گا۔ لندن میں مغرب کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ پاکستان میں زرداری ٹائم رات کے دو بج گئے۔ اسی پر ختم کرتا ہوں۔ اللہ کافی و بس، باقی سب ہوں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

محسنوں کی وفات سے دل و دماغ پر کیا یتیمی ہے اس سے ہر ذی عقل انسان واقف ہے۔ راقم مزید کیا مرثیہ خوانی کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور سیأت سے درگزر فرمائے۔ مولانا مرحوم نے بیماری کے باوجود عمرہ کیا۔ پاکستان گئے۔ واپسی پر برطانیہ کے لئے سیٹ بک تھی۔ بیماری نے شدت اختیار کی تو سیٹ کینسل کرادی۔ اپنے گھر ساہیوال میں کچھ دن زیر علاج رہے کہ بلاوا آ گیا۔ برطانیہ آنے کی بجائے یٹن ارض کی طرف کوچ کیا۔ چلو آخری خواہش کہ صحت بحال ہوتے ہی ہمیشہ کے لئے وطن جانے کے لئے پرتولے ہوئے ہوں کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔ وطن آ گئے اور اب فوتگی کے بعد صحت کیا جوانی بھی عود کر آئی ہوگی کہ آخر صالح عالم دین تھے۔ ان کی تمنا قدرت نے یوں پوری کر دی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین!

## (۱۲۳۹) عبدالحمید (بازارگی ضلع سوات)، مولانا

مولانا عبدالحمید المعروف بازارگی مولوی ۱۸۹۳ء کو بازارگی، بونیر ضلع سوات میں سید احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور متوسطہ درجہ کی تعلیم علاقہ کے جید علماء کرام سے حاصل کی۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں داخل ہوئے اور مولانا شبیر احمد عثمانی، شارح مسلم ایسے حضرات آپ کے شریک درس رہے۔ فراغت کے بعد آپ نے مردان سے تدریس کا آغاز کیا۔ دو سال مردان میں قیام رہا۔ پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں مدرس مقرر ہوئے۔ چھ سال اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں چند سال مدرسہ اسلامیہ نواکھلی بنگال میں تدریس کرنے کے بعد مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ سید و شریف ریاست سوات میں مقیم ہوئے اور تادم زیت اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ مدرسہ فتح پوری دہلی کے قیام میں آپ پادریوں، آریہ سماجوں اور قادیانیوں سے مناظرے بھی کرتے رہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ مولانا محمد ابراہیم جو ۱۹۵۱ء میں واصل بحق ہوئے اور دوسرے مولانا عتیق الرحمن فاضل مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ سید و شریف ہیں۔

## (۱۲۴۰) عبدالمجید خان جھجھروی ثم قصوری، مولانا

(ولادت: ۱۸۸۲ء ..... وفات: ۳ نومبر ۱۹۷۶ء، سرگودھا)

آپ جھجھروہنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ نامور مذہبی و روحانی شخصیت تھے۔ قادیانی فتنہ کے خلاف ان کے قلمی جہاد کی ایک کاوش یہ ہے کہ:

”حرزِ حقانی از حربہ قادیانی“ یہ ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء کی تصنیف ہے جو نشی قربان علی کے شاہجہانی پریس دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ ایک قادیانی احمد حسین فرید آبادی نے ”حربہ احمدیہ“ کے نام سے پمفلٹ شائع کیا جس میں پچپن سوالات اہل اسلام سے کئے جس کے جواب میں مولانا عبدالمجید خان قصوری نے یہ کتاب تحریر کر کے ضمیمہ میں پچپن سوالات قادیانیوں سے کئے جن کا جواب قادیانیوں کے ذمہ قرض ہے۔ مولانا عبدالمجید خان حضرت پیر طریقت مولانا سید پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے خلیفہ مجاز تھے اور یہ دونوں حضرات قادیانیت کے خلاف برس پیکار رہے۔ اس لئے فقیر کے وہ اتنے قابل احترام تھے کہ ان کے خاکپائے کو سرمہ بنانا فقیر اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں شائع کیا گیا۔

## (۱۲۴۱) عبدالمجید دہلوی، مولانا

اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دجال قادیان کا دہلی میں مولانا محمد بشیر شہسوانی سے تحریری مباحثہ ہوا۔ جسے وہ ناتمام چھوڑ کر ”جہاں سے نکلا تھا وہاں چلا گیا۔“ اس بحث کو مولانا محمد بشیر شہسوانی نے ”الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح“ کے نام سے شائع کیا۔ اس پر قادیانی چیف گرو کے چیلے محمد احسن امروہی قادیانی نے ”اعلام الناس“ لکھی۔ جس پر مولانا عبدالمجید نے دہلی سے بھوپال جا کر مولوی احسن امروہی قادیانی سے خط و کتابت کی۔ یہ تمام مراسلت مولانا عبدالمجید دہلوی نے ”بیان للناس“ کے نام پر شائع کی۔ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

## (۱۲۴۲) عبدالمجید (دیول شریف)، جناب پیر

(ولادت: ۱۹۲۲ء)

قصبہ دیول نذر اور اولپنڈی میں آپ صوفی عبداللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ والد گرامی سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ خانقاہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ بہت ہی مرجان مرنج انسان تھے۔ ۱۹۶۳ء میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ علماء کرام کی راولپنڈی ایسپیسڈر ہوٹل میں مشرکہ اتحاد بین المسلمین کانفرنس کرائی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں خود اپنی خانقاہ اور متعلقین کو متحرک رکھا۔ جامعہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر کے فتویٰ حیات مسیح پر آپ نے بھی تائید و توثیق بایں الفاظ کی۔

”فتویٰ دینے والے کا جواب قرآن مجید اور حدیث شریف کے مطابق درست ہے۔ متفقہ میں اور جمہور علماء کے نزدیک یہی فتویٰ درست ہے۔“ پیر محمد عبدالمجید

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۱۷۷)

## (۱۲۴۳) عبدالمجید سنہجلی، مولانا

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن سنہجلی میں مولانا مفتی عبدالسلام اسرائیلی سے حاصل کی۔ حدیث کی تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے اور ۱۳۱ھ میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ابتدائی دور میں مدرس رہے۔ پھر مدرسۃ الشرع سنہجلی میں صدر مدرس ہو گئے۔ معقولات میں بلا کی مہارت رکھتے تھے۔ مولانا محمد منظور نعمانی نے بھی معقولات کی تکمیل آپ سے کی۔ بخارا جیسے دور دراز مقامات سے طلباء معقولات کی کتب پڑھنے آپ کے ہاں آتے۔ فتویٰ ”قہر یزدانی برجان دجال قادیانی“ میں صورت مسئلہ پر مولانا عبدالرحمن البہاری کے مفصل جواب پر آپ کی تائید موجود ہے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۰۵)

## (۱۲۴۴) عبدالمجید سوہدروی، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۰ء ..... وفات: ۶ نومبر ۱۹۵۹ء)

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی نے سوال و جواب کی صورت میں ”داستان مرزا“ کے نام سے کتاب جون ۱۹۳۳ء میں مرتب کی۔ اس پر حصہ اول لکھا ہے۔ آخر میں ”دوسرے حصہ کا انتظار فرمائیں“ درج ہے۔ دوسرا حصہ میرے ہاتھ نہیں لگا۔ نہ معلوم کہ شائع بھی ہوا یا نہیں۔ مولانا موصوف نے حصہ اول کے ٹائٹل پر یہ تعارف درج کیا۔

”مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب اور ان کے عقائد اس خوبی اور صراحت سے بیان کئے گئے ہیں کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لطف یہ کہ ہر بات مدلل اور معقول طرز بیان نہایت صاف اور سلیس پیرایہ دلکش اور سنجیدہ کہ خود بخود پڑھنے کو جی چاہے۔“

فقیر سو فیصد اس تعارف کی تائید کرتا ہے جیسے سنا اس سے ہزار درجہ بہتر پایا کا مظہر یہ کتاب ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۲۴۵) عبدالمجید سیفی، جناب حکیم

(وفات: ۲۴ اگست ۱۹۶۰ء)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا خواجہ خان محمد تحریر کرتے ہیں کہ: ”تحریک کے ضمن میں انکو آری کمیشن نے رپورٹ مرتب کرنا شروع کی۔ عدالتی کارروائی میں حصہ لینے کی غرض سے علماء، وکلاء کی تیاری، مرزائیت کی کتب کے اصل حوالہ جات کو مرتب کرنا اتنا بڑا کٹھن مرحلہ تھا اور ادھر حکومت نے اتنا خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا کہ تحریک کے راہنماؤں کو لاہور میں کوئی آدمی رہائش تک دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ جناب حکیم عبدالمجید سیفی نقشبندی مجددی، خلیفہ مجاز خانقاہ سراجیہ نے اپنی عمارت ۷/ بیڈن روڈ لاہور کو تحریک کے راہنماؤں کے لئے وقف کر دیا۔ تمام مصلحتوں سے بالائے طاق ہو کر ختم نبوت کے عظیم مقصد کے لئے ان کے ایثار کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد حیات، مولانا عبدالرحیم اشعر اور رہائی کے بعد مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور دوسرے راہنماؤں نے آپ کے مکان پر انکو آری کے دوران قیام کیا اور مکمل تیاری کی۔“

## (۱۲۴۶) عبدالمجید (شہرسلطان)، جناب صونی

(ولادت: ۱۹۴۰ء ..... وفات: ۶ مارچ ۲۰۲۱ء)

آپ کی پیدائش آبائی علاقہ ریاست پٹیالہ میں ہوئی۔ تقسیم کے بعد ہجرت کر کے ضلع مظفر گڑھ شہر سلطان میں آئے پرائمری تک کی تعلیم وہیں حاصل کی۔ اس کے بعد شاہ پور صدر اور اس کے بعد مانا نوالہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ ختم نبوت کی تحریکوں سمیت دیگر دینی تحریکوں میں بھی بھرپور کردار ادا کیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ابتداءً اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری سے تھا اور بعد میں حضرت سید نفیس الحسنی شاہ سے قائم کیا۔ عرصہ ۴۰ سال سے منڈی بہاؤ الدین میں اپنے بیٹے مولانا خالد معاویہ جنرل سیکرٹری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت منڈی بہاؤ الدین کے ہاں رہائش پذیر ہوئے۔ مختصر علالت کے بعد دارفانی سے رخصت ہوئے۔ سینکڑوں کی تعداد میں علماء اور عوام الناس نے جنازہ میں شرکت کی۔

## (۱۲۴۷) عبدالمجید فاروقی (چوک سرور شہید)، شیخ الحدیث حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۴۳ء ..... وفات: ۱۹ جنوری ۲۰۲۱ء)

چک ۶۲۷ ڈی. اے طیب والا نزد چوک سرور شہید تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں بلوچ کلاچی قوم کے ایک زمیندار گھرانہ کے رئیس حاجی غلام حسین کے ہاں ایک ہونہار بیٹے پیدا ہوئے جن کا نام عبدالمجید رکھا گیا۔ بعد میں چوک منڈا کا نام چوک سرور شہید قرار پایا اور عبدالمجید کا نام حافظ، مولانا، شیخ الحدیث عبدالمجید فاروقی ہو گیا۔

شعوری دور میں داخل ہوئے تو حفظ قرآن مجید کے لئے گاؤں میں ہی حافظ اللہ داد کے ہاں زانوئے تلمذتہ کئے۔ حفظ قرآن مجید کی تکمیل دائرہ دین پناہ میں حافظ نور محمد کے ہاں کی۔ مولانا عبدالمجید نے سات ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ دینی تعلیم کے لئے کوٹ ادو کے قدیمی مدرسہ مظاہر العلوم میں داخلہ لیا۔ اس وقت حضرت مولانا مسعود احمد وہاں پڑھاتے تھے۔ ان کے ہاں تعلیم کا آغاز ہوا۔ چند سالوں بعد پھر دارالعلوم کبیر والا میں پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت علامہ عبدالخالق بانی دارالعلوم، حضرت مولانا منظور الحق، حضرت مولانا ظہور الحق، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی یہاں تدریس کے عنصرا رہے تھے۔ مولانا فاروقی صاحب نے ان اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ یک درگیر محکم گیر کے بمطابق یہاں سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا عبدالخالق صاحب نے ان کو پڑھانے کے لئے دارالعلوم میں ہی مدرس اور اپنی معاونت کے لئے نائب مہتمم نامزد فرما دیا۔ یوں ایک نامور عالم دین اور عالم ربانی استاذ کی زیر نگرانی آپ کی عملی زندگی کے پیسے نے پہلا چکر مکمل کیا۔ مدرسہ کریمیہ کمالیہ، جامعہ رشیدیہ بھکر میں بھی ایک ایک سال پڑھاتے رہے۔

آپ کے آبائی علاقہ میں دور دور تک کوئی دینی ادارہ نہ تھا۔ یوں اساتذہ نے آپ کی تشکیل چوک سرور شہید میں کر دی۔ ابتداً آپ نے مکی مسجد کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، یہ ۱۹۶۸ء کی بات ہے۔ کچھ عرصہ بعد مدل سکول رنگ پور روڈ کے ساتھ ملحقہ محلہ میں جامع مسجد اور جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام کی بنیاد رکھی۔ مسجد و مدرسہ کی شوری نے آپ کا مشاہرہ مقرر کیا۔ لیکن آپ کے والد گرامی نے

حکماً فرمایا۔ گزر بسر کے لئے حق تعالیٰ نے زمین سے انتظام کر دیا ہے۔ آپ مسجد و مدرسہ سے تنخواہ نہ لیں۔ پھر عمر بھر امامت، خطابت، درس و تدریس، صدر مدرس، شیخ الحدیث کا اہتمام کسی بھی شعبہ سے کوئی دھیلا نہ لیا۔ یوں نصف صدی سے زائد زندگی خالصتاً لو جہ اللہ دینی علوم کی ترویج و اشاعت میں درجہ فائیت پر فائز رہے۔

چوک سرور شہید، ایم۔ ایم روڈ پر وسیع قطعہ اراضی لے کر آپ نے جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام اور جامعہ مسجد جدید کی تعمیرات کا آغاز ۲۰۰۱ء سے کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہاں پر جامعہ کی عظیم الشان درسگاہیں، طلباء کے رہائشی ہاسٹل، دارالقرآن، دارالحدیث، عظیم الشان کوہ قامت جامع مسجد اپنی بہار دکھانے لگیں۔ آپ ایک ماہر مدرس تھے۔ آپ کو رفقاء بھی ایسے مل گئے۔ اس جامعہ نے علاقہ میں مرکزیت حاصل کر لی۔ آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔ تینوں فارغ التحصیل عالم دین، مفتی اور والد کی روایات کے امین و محافظ۔ بلا مبالغہ اس ادارہ سے ہزار ہا لوگوں نے کسب فیض کیا۔ سینکڑوں علماء فارغ التحصیل ہوئے۔ دورہ حدیث، دارالافتاء، لائبریری، غرضیکہ کئی شعبے ہیں جو شب و روز دین کی اشاعت کے لئے ہمدن مصروف عمل ہیں۔

مولانا عبدالجید فاروقی پر اپنے اساتذہ میں سب سے زیادہ اور غالب رنگ حضرت مولانا عبدالجید لدھیانوی کا تھا۔ انہی کے حکم پر جامعہ قائم کیا۔ وہی عمر بھر اس کی سرپرستی فرماتے رہے۔ انہی کے حکم پر دورہ حدیث کا آغاز ہوا۔ تعلقات کی وسعت و گہرائی کا یہ عالم تھا کہ مولانا عبدالجید فاروقی حج کے لئے تشریف لے گئے تو مولانا عبدالجید لدھیانوی بجائے باب العلوم کھر وڑپکا کے جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام آ کر مہینہ بھر کے دورہ حدیث کے طالب علموں کو پڑھاتے رہے۔ دنیا میں استاذ و شاگرد کے محبت بھرے مخلصانہ دینی تعلق کی اس سے زیادہ کیا عمدہ مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ مولانا عبدالجید فاروقی حق گوئی و جرأت میں بھی کمال کے درجے پر فائز تھے۔ آپ اپنے علاقہ میں سیف من سیوف اللہ تھے۔ کفر و بے دینی آپ کے نام سے اس طرح فرار کرتی تھی جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے ابلیس بھاگتا تھا۔

آپ تمام دینی جماعتوں کے سرپرست سمجھے جاتے تھے۔ تمام دینی تحریکوں میں ہمیشہ ہمیشہ پیش ہوتے تھے۔ جمعیت علماء اسلام سے آپ کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔ آپ حق پرست تھے اور ہمیشہ حق کے علم بردار رہے اور استقامت کے اعلیٰ مقام پر ایسے سرفراز کہ نمایاں ہی نمایاں تھے۔ علاقہ بھر میں آپ کے تعلق والے اور اکثر شاگرد و قرب و جوار کے چوک و قصبات اور دیہات میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان سب کو ایک نظم میں پرودیا تھا۔ صرف ربیع الاول میں سو سے بھی زائد مساجد میں مختلف بیانات کا اہتمام کر کے جلسوں کے موسم بہار کا سماں کر دیتے تھے۔

جہاں کہیں کسی فتنے نے سراٹھایا سب سے پہلے اس کے سر پر بھاری پتھر آپ رکھ دیتے تھے۔ ایک زمانہ سے اس خطہ میں آپ کے علم و فضل کی ایک دھاک قائم ہو گئی تھی۔ جہاں تشریف لے جاتے دینی حلقوں کے چہروں کی رونق افزوں ہو جاتی۔ مولانا دوست محمد قریشی، مولانا محمد لقمان علی پوری، مولانا قائم الدین عباسی، مولانا عبدالستار تونسوی ایسے بیسیوں اہل حق کی روایات کو زندہ جاوید بنانے میں اس وقت تنہا آپ ہی کی ذات گرامی مصروف بکا تھی۔ جہاں حق گو عالم دین، مجاہد فی سبیل اللہ، شیخ الحدیث اور مدرس کامل تھے وہاں ایک روحانی شخصیت بھی تھے۔ مولانا عبدالحی بہلوی، مولانا عبدالجید لدھیانوی اور مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی سے آپ کو خلافت حاصل تھی۔ آپ ذاکر، شاکر بزرگ اور شب زندہ دار عالم باعمل تھے۔ تحریک ختم نبوت کے اس علاقہ میں پشتیبان تھے۔ ختم

نبوت کانفرنس چنیوٹ و چناب نگر میں تشریف لانا آپ کے معمولات کا حصہ تھا۔ مہمان بن کر نہیں، میزبان بن کر اڈل سے آخر تک حاضری کو یقینی بناتے اور پھر رہن سہن میں کسی پروٹوکول کی بجائے نگرانی کے فریضہ کو بخیر انجام دیتے۔

وفات سے دو دن قبل سڑک عبور کرتے ہوئے موٹر سائیکل کی ٹکڑ سے ٹانگوں میں تکلیف کے باعث ملتان ہسپتال لائے گئے۔ اگلے دن آپریشن ہوا جو کامیاب رہا۔ آپریشن کے بعد غنودگی ہی کی حالت میں تلاوت کرتے۔ حدیث شریف پڑھتے۔ نماز کے لئے مسجد جانے کا کہتے رہے۔ تا آنکہ وقت موعود آ گیا۔ اس جہان سے آنکھیں بند کیں اور دوسرے جہان میں جا کر کھولیں۔ بلا مبالغہ آپ کا جنازہ اس علاقہ کا بہت بڑا جنازہ تھا۔ یہ سب کچھ ایسے تیزی سے ہوا کہ جس نے جہاں سنا، دم بخود رہ گیا۔

### (۱۲۴۸) عبدالمجید فاروقی (لاہور)، مولانا

موصوف گنج مغلپورہ لاہور کے تھے۔ ”قادیانی کی گالی کا حقدار کون؟“ پمفلٹ انہوں نے شائع کیا۔

### (۱۲۴۹) عبدالمجید (فیجی آئی لینڈ)، مولانا

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر نے ۶۹-۱۹۶۸ء کے قریب انگلستان کا دورہ کیا۔ اس دوران میں ایک عرصہ کے لئے فیجی آئی لینڈ بھی تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں فیجی آئی لینڈ کے مولانا عبدالمجید دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر ملتان آئے اور حضرت مولانا محمد حیات سے ردقادیانیت پر کورس بھی کیا۔ مولانا عبدالمجید، مولانا بشیر احمد خاکی (شورکوٹ)، مولانا نذیر احمد بلوچ اور فقیر راقم ہم چار دوستوں کی کلاس تھی۔ یہاں سے فراغت کے بعد فیجی تشریف لے جا کر ختم نبوت کے کام کو سنبھالا۔ جس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں برکتوں سے سرفراز فرمائیں۔

### (۱۲۵۰) عبدالمجید (کوٹ نجیب اللہ، ہزارہ)، مولانا

(وفات: ۸ جولائی ۱۹۱۰ء)

مولانا عبدالمجید کوٹ نجیب اللہ ہزارہ کے باشندے تھے۔ آپ کے اجداد پہلے عرب سے ہندوستان پھر ہندوستان سے ہزارہ میں منتقل ہوئے۔ اپنے علاقہ سے علوم دینیہ کا آغاز کیا۔ بعد ازاں ہندوستان کا رخ کیا اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے سند حدیث حاصل کر کے وطن واپس آئے۔ حضرت گولڑوی سے بیعت تھے۔ اپنے مرشد حضرت گولڑوی کے ہمراہ تحریک ختم نبوت میں پیش پیش رہے اور حضرت گولڑوی نے مرزا قادیانی کی دعوت مناظرہ قبول کرتے ہوئے جو اعلان کیا اس پر جن بیس علماء کرام کے تائیدی دستخط لئے، مولانا عبدالمجید ان حضرات میں سے ایک ہیں۔

### (۱۲۵۱) عبدالمجید لکھنوی، مولانا

(وفات: جنوری ۱۹۲۲ء)

مولانا عبدالمجید لکھنوی فن فقہ و اصول کے نامور علماء میں شامل تھے۔ اپنے شہر میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ فن قرآن و تجوید کو مکہ

مکرمہ میں حاصل کیا۔ ہندوستان لوٹے تو مدرسہ کیتنگ کالج لکھنؤ میں پڑھانے پر مقرر کر لئے گئے۔ آپ نے کئی کتب بھی تصنیف کیں۔ نیز آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کی توثیق میں ”فتویٰ شریعت غزالی“ پر دستخط ثبت کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۱۱۶)

## (۱۲۵۲) عبدالمجید ملنگ جہلمی، مولوی

(ولادت: یکم اکتوبر ۱۹۰۹ء ..... وفات: ۱۶ جون ۱۹۶۶ء)

جہلم کے حریت پسند عالم دین، ملی وقوی کارکن، انگریز کی بغاوت رگ رگ میں رچی بسی۔ مجلس احرار کے کارکن اور عقیدہ ختم نبوت کے داعی۔

## (۱۲۵۳) عبدالمجید مونگیروی، مولانا

”تعبیر رویائے حقانی، رد ہنوات قادیانی“، تحریر جناب مولانا عبدالمجید کتاب ہذا میں قادیانی رسالہ ”اسرار نہانی“ کا محققانہ و مفصل جواب دیا گیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی اور مولانا سید محمد علی مونگیری کے متعلق قادیانی خرافات کا ایسا جواب دیا گیا کہ قادیانیوں کے دانت کٹھے کر دیئے گئے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں یہ شائع شدہ ہے۔

## (۱۲۵۴) عبدالمجید نایدینا، جناب حکیم حافظ

(ولادت: ۱۹۰۹ء ..... وفات: ۱۲ فروری ۱۹۷۲ء)

حافظ عبدالمجید مرحوم کی شخصیت اوصاف اور کمالات کا مجموعہ تھی۔ موت العالیم، موت العالیم کے مصداق ان کی وفات سے ہماری ملی اور دینی زندگی کی صفوں سے ایک بحر عالم دین ایک حاذق طبیب اور ایک بلند کرکٹر رہنما کی جگہ خالی ہو گئی ہے۔ مرحوم بہ اعتبار مسلک و مشرب اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جس بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے تاثر کا اظہار اس شعر کے ذریعہ فرمایا تھا۔

بہ آں گروہ کہ از ساغر وفا مستند  
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند  
لا ریب حافظ عبدالمجید کا تعلق اس گروہ سے تھا جس کے سرخیل شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، چوہدری افضل حق، مولانا گل شیر شہید، مولانا محمد علی جالندھری، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری اور حافظ علی بہادر وغیرہم تھے۔

حافظ عبدالمجید لاکل پور شہر کے ایک نواحی گاؤں چک ۲۲۳-ب آبادی وزیر خان کے ایک معزز راجپوت گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد چوہدری وزیر خان صاحب مرحوم پنجاب کے روایتی سفید پوشوں میں شامل ایک لینڈ لارڈ تھے۔ خدا کی قدرت بچپن ہی میں چچک نکلنے کے باعث حافظ صاحب کی دونوں آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ اس معذوری کے باعث چوہدری وزیر خان نے انہیں مجبوراً دینی تعلیم کی بجائے دینی تعلیم کے لئے وقف کر دیا۔ قرآن مجید حفظ کرنے اور سبع قرأت و تجوید سے سند حاصل کرنے



کے بعد انہوں نے فارسی اور عربی علوم کے حصول کی طرف توجہ مبذول کی۔ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل سے عربی اور دینی علوم کی سند حاصل کی۔ وہ ہندو پاک کے مشہور محدث علامہ سید انور شاہ کشمیری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، جن پر استاد کو بجا طور پر فخر تھا۔ منج الطب لکھنؤ سے فاضل طب کی ڈگری لی اور پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے اور پنجاب یونیورسٹی ہی سے بی۔ اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے پہلے ناپینا گریجویٹ تھے۔ دینی اور دنیوی علوم و فنون کے حصول کے بعد انہوں نے لائل پور شہر میں اپنا مطب قائم کیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں حکیم ناپینا کے عرف سے شہر اور گرد و نواح میں بے پناہ شہرت حاصل کر لی اور اس سلسلہ میں بھی مرجع خلافت بن گئے۔

طبی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے سیاسیات اور تحریک آزادی میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۳۶ء کا زمانہ تھا۔ مجلس احرار اسلام اس وقت مسلمانوں کی معروف سیاسی جماعت تھی۔ پنجاب میں ان دنوں اس جماعت کا طوطی بولتا تھا۔ علمائے حق اور حریت پسند نوجوان برطانوی سامراج کے خلاف اسی محاذ سے نبرد آزما تھے۔ حافظ صاحب مجلس احرار اسلام میں شامل ہو گئے۔ حکیم نور الدین مرحوم اس زمانہ میں لائل پور جماعت کے سربراہ تھے۔ انہوں نے حافظ صاحب کی اعلیٰ صلاحیتوں اور مخلصانہ عملی سرگرمیوں کے پیش نظر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ جماعتی صفوں میں حافظ صاحب کو آگے بڑھایا۔ یہاں تک کہ بہت جلد ہی وہ احرار کے معروف رہنما شمار ہونے لگے۔ قیام پاکستان سے قبل لائل پور ہندوؤں اور سکھوں کا شہر تھا۔ چند گنے چنے مسلمان لائل پور شہر میں آباد تھے۔ ان میں حکیم نور دین، شیخ محبوب الہی، مفتی محمد یونس، چاچا محمد اکبر، چوہدری صاحب دین، میاں محمد فتح اللہ، خان سرفراز خان، عطاء محمد آف پکا ماڑی، حافظ محمد عبداللہ، سید بخت بیدار شاہ، چوہدری محمد اکبر اور اسی طرح چوہدری نادر خان، میاں محمد نور اللہ اور مولوی محمد عثمان خاص طور پر قابل ذکر تھے۔ حافظ صاحب اپنی دینی سیاسی اور سماجی خدمات کی بدولت اس فہرست میں شامل تھے۔

۱۹۳۹ء میں جب دوسری عالم گیر جنگ شروع ہوئی تو برصغیر ہندو پاک میں سب سے پہلے مجلس احرار نے برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون، فوجی بھرتی کا بائیکاٹ اور رسول نافرمانی کی تحریک شروع کی اور تھوڑے عرصہ ہی میں احرار رہنماؤں نے اپنی جوشیلی اور باغیانہ تقریروں کی بدولت پورے ہندوستان کی فضا کو انگریزوں کے خلاف برہم کر دیا۔ اس تحریک میں حافظ عبدالمجید صاحب نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ بالآخر ایک باغیانہ تقریر کی وجہ سے ان پر مقدمہ چلا اور وہ ایک سال کے لئے جیل چلے گئے۔ یہ قید انہوں نے راولپنڈی جیل میں مفکر احرار چوہدری افضل حق، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مظہر علی ظہر، آغا شورش کشمیری اور مولانا گل شیر شہید جیسے اکابر کی ہمراہی میں کاٹی۔ قید کے زمانہ میں بھی حافظ صاحب نے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ آغا شورش کشمیری نے اسی قید کے دوران حافظ صاحب سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ رہائی کے بعد انہوں نے پھر وہی باغیانہ سرگرمیاں شروع کر دیں۔ ان کی انہی سیاسی خدمات کے پیش نظر ساتھیوں نے انہیں مجلس احرار لائل پور کا صدر اور مرکزی مجلس کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر منتخب کر لیا۔ آزادی وطن تک وہ مجلس احرار کے صفِ اوّل کے رہنماؤں میں شریک رہے۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیوں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا شروع کر دیا اور سیاسی سرگرمیوں سے تقریباً کنارہ کشی اختیار کر لی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر اور مجلس عمل کے رکن رکین تھے۔ تحریک میں انہوں

نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مارچ ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہو کر ایک سال کے لئے نظر بند کر دیئے گئے۔ تحریک کے تمام لیڈر گرفتار ہو چکے تھے۔ جیلیں رضا کاروں سے بھری پڑی تھیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق تحریک ختم نبوت میں ایک لاکھ رضا کاروں نے اپنی گرفتاریاں پیش کی تھیں۔ تحریک کا زور ٹوٹ جانے کے بعد حکومت اس فکر میں تھی کہ زیادہ سے زیادہ رضا کاروں کو رہا کر دے۔ اس فکر کے لئے سرکاری حکام رضا کاروں کو ترغیب دیتے تھے کہ وہ معافی نامہ کے فارم پر دستخط کر دیں یا ضمانت پر رہائی کی درخواستیں دیں۔ یہ سلسلہ لاکھوں پورجیل میں بھی شروع ہوا۔

راقم الحروف (مولانا تاج محمد) کو ۲۰ مارچ ۱۹۵۳ء کو گرفتار ہوتے ہی لاہور شاہی قلعہ میں بھیج دیا گیا۔ لاکھوں پور میں باقی جو رہنما موجود تھے ان میں حافظ عبدالجید کو حکومت کی سکیم کی راہ میں رکاوٹ سمجھا گیا اور انہیں میرے بعد لاہور سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ ایک ماہ بعد جب میں مولانا عبدالواحد خلیب گجر انوار اور چوہدری ثناء اللہ بھٹہ کی معیت میں شاہی قلعہ سے لاہور سنٹرل جیل پہنچا دیا گیا تو حافظ صاحب کو وہاں موجود پایا۔ وہ مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا نصیر الدین غور غشتی، مولانا غلیل احمد قادری اور دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ سیاست خانہ میں رہ رہے تھے۔ میں نے پہنچتے ہی انہیں اپنے کمرے میں بلوایا اور ان کے خادم کی حیثیت سے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ چند دنوں بعد ہمیں کیمبل پورجیل پہنچا دیا گیا۔ اس سفر میں میرے ساتھ چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، چوہدری محمد علی مبرصوبائی اسمبلی شیخوپورہ حمید نظامی مرحوم کے چھوٹے بھائی بشیر نظامی بھی تھے۔ کوئی سال بھر حافظ صاحب کیمبل پورجیل میں ہمارے ساتھ نظر بند رہے۔ اس عرصہ میں مجھے حافظ صاحب کی خدمت کرنے، ایک ہی کمرہ میں رہائش اور ہمراہی کا شرف حاصل رہا۔ کیمبل پورجیل میں زندانیوں کا جو گروہ موجود تھا۔ اس میں حافظ صاحب اور میرے علاوہ مولانا غلام محمد ترنم، مولانا عبید اللہ احرار، مولانا عبدالرحیم اشرف، سید طیب شاہ ہمدانی، مولانا فضل محمد قصوری، خواجہ جمال دین بٹ، جناب حمزہ صاحب کے والد مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی، عبدالحمید آزاد سرخیل احرار، چوہدری محمد عاشق قصوری مرحوم اور بعض دوسرے احباب بھی موجود تھے۔ حافظ صاحب مرحوم زندانیوں کے اس قافلہ کے امیر اور جیل کی پاکیزہ محفلوں میں میرے محفل ہوا کرتے تھے۔ تمام ساتھی حافظ صاحب کا دل و جان سے احترام کیا کرتے تھے۔ ان سے اکتساب فیض کرتے تھے۔ راقم الحروف اور سید طیب شاہ ہمدانی قصوری نے حافظ صاحب سے پڑھنا شروع کیا اور دوسرے احباب مجھ سے پہلے رہا ہو کر چلے آئے تو مجھے ان کی رفاقت سے محرومی کا شدید احساس اور رنج ہوا۔

حافظ صاحب نے طبی دنیا میں شہرت اور نام حاصل کرنے، تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں سرگرم حصہ لینے کے علاوہ عربی اور اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ لاکھوں پور کی مشہور دینی درس گاہ اشاعت العلوم کو ان کی سرپرستی کا شرف حاصل رہا ہے۔ حافظ عبدالجید اس بات کی بڑی تڑپ رکھتے تھے کہ پاکستان میں قرآن و سنت پر مبنی اسلامی آئین کا نفاذ ہو۔ وہ اس سلسلہ میں ہمیشہ ہر اس شخص اور جماعت سے پورا پورا تعاون کرنے کے لئے تیار رہتے، جو اس مملکت میں اسلامی آئین کے لئے جدوجہد کرنا چاہتا تھا۔ بعض حلقوں میں وہ جماعت اسلامی سے متعلق سمجھے جاتے تھے۔ حالانکہ وہ جماعت اسلامی میں ہرگز شامل نہ تھے، بلکہ بعض باتوں میں ان سے اختلاف بھی رکھتے تھے۔ لیکن وہ آئین اسلامی کی جدوجہد میں ان کے حامی اور معاون تھے۔ اس کے علاوہ وہ ہر بدی کے خلاف آواز اٹھانے کے سلسلے میں اہل حق کے دوش بدوش ہر قربانی کے لئے تیار ہو جایا کرتے تھے اور بے پناہ مالی امداد دیا

کرتے تھے۔ اللہ نے حافظ صاحب کو بڑی خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ وہ بڑے ٹھنڈے دل و دماغ کے مالک تھے۔ ساتھیوں کو ہمیشہ جوش پر قابو پانے اور ہوش سے کام کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ اجتماعی زندگی میں وہ ساتھیوں اور ہم عصروں کو اختلاف رائے کا حق دیتے اور ان سے خود بھی یہی حق مانگتے تھے۔ ان کی عادت تھی وہ اپنی رائے اور مسلک پر سختی سے کاربند رہتے۔ لیکن کسی دوسرے شخص پر اپنی رائے ہرگز نہ ٹھونکتے تھے۔

وہ سچے اور کھرے انسان تھے۔ صاف گوئی اور مختصر گوئی ان کا شعار تھا اور مخاطب سے بھی وہ اسی کی توقع رکھتے تھے۔ وہ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انہوں نے ہزاروں روپیہ کی کتابیں اپنی جیب خاص سے مصر اور دوسرے ممالک سے منگوائی تھیں اور باقاعدگی سے ان کو سنا کرتے تھے۔ قدرت نے انہیں بلا کر حافظہ دیا تھا۔ طالب علمی کے زمانہ میں ساتھیوں سے ایک دفعہ حدیث کا سبق سن کر کلاس میں اسے من و عن دہرا دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے اساتذہ حیران رہ جایا کرتے تھے۔ دس دس سال بعد ملنے والے لوگوں کو محض السلام علیکم کی آواز سننے ہی پہچان کر ان کا نام بتا دیا کرتے تھے۔

وہ آزاد خیال اور وسیع المشرب انسان تھے۔ اللہ نے انہیں علمی اور دینی خزانوں کے علاوہ دنیاوی مال و متاع سے بھی نوازا تھا۔ وہ دل کے سخی تھے۔ دینی اور سماجی بھلائی کے کاموں میں بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی شہری جائیداد جو تقریباً پانچ چھ مکانوں اور کوٹھیوں پر مشتمل تھی، مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور کے لئے وقف کر دی۔ اس جائیداد کے علاوہ مبلغ گیارہ ہزار روپیہ کے متعلق بھی وصیت کر رکھی جو اب مدرسہ کو دے دیا گیا ہے۔

حافظ صاحب نے دو دفعہ حجاز مقدس کا سفر کیا۔ حرمین شریفین کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ پہلی دفعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا عبدالرحیم اشعر کو اور دوسری مرتبہ اشاعت العلوم کے ایک مدرس مولوی عبدالقیوم کو ہمراہ لے گئے۔ ان کے تمام مصارف خود برداشت کئے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جو عالم دین انہیں ایک طویل عرصہ سے کتابیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور اس طرح انہیں جدید و قدیم کتب کے مطالعہ کا موقع میسر آتا۔ ان کے لئے ہزاروں روپے کے صرف سے رہائش کا مکان تعمیر کرایا اور ان کے نام کرادیا۔

حافظ صاحب نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے آبائی گاؤں چک ۲۲۴۔ ب میں اپنی والدہ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ حافظ صاحب نے بے شمار عزیزوں، دوستوں، معتقدوں اور ساتھیوں کے علاوہ اپنے پیچھے ایک بیوہ، ایک لڑکا اور ایک لڑکی کو سوگوار چھوڑا ہے۔

مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

(از قلم: مولانا تاج محمود)

(۱۲۵۵) عبدالمجید پنڈوی، مولانا

(وفات: جولائی ۱۹۷۱ء)

تحصیل شکر گڑھ کے مشہور عالم دین، بزرگ رہنما مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن کے مہتمم جامع مسجد مکی کے خطیب، زندگی بھر عقیدہ ختم نبوت کے مبلغ رہے۔ آپ حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔

## (۱۲۵۶) عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۶ء، بریلی ..... وفات: ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۹ء، سانگلہ ہل)

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ سے قومی اسمبلی کے کراچی سندھ سے ممبر منتخب ہو کر تشریف لائے۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کے دست و بازو تھے۔ تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہمارے بریلوی حضرات کی معروف کتاب بہار شریعت کے مصنف مولانا امجد علی کے آپ صاحبزادے تھے۔ مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری عالم دین، نامور شاعر، مفسر قرآن، شیخ الحدیث تھے۔ آپ جمعیت علماء پاکستان کے نائب صدر بھی رہے۔ ۲ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

جناب چیئرمین: ہم شروع کریں؟

مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری! آپ کی وہ ۳۷ دستخطوں والی کتاب ہے میرے پاس۔ جن کے دستخط ہیں ناں جی، وہ ممبران صرف پانچ دس منٹ تقریر فرمائیں گے۔  
مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری: بہت اچھا جی۔

جناب چیئرمین: یہ ممبران جنہوں نے دستخط کئے ہیں۔ یہ پابند ہیں دو Choices (اختیار) تھے۔ یا تو لکھ کر دے دیں یا زبانی۔ جو زبانی کہیں گے ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اچھا جی، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب! *I will request the honourable members to be attentive.* (میں معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ وہ متوجہ ہو جائیں)

### مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری: محترم چیئرمین صاحب! یہ بحث جس سلسلہ میں چل رہی ہے۔ آج تک اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین یعنی آخری نبی میں کوئی اشتباہ کبھی نہیں رہا اور امت مسلمہ اس مسئلہ کو یقینی طور سے ہمیشہ ہمیشہ سے جانتی ہے۔ لیکن یہاں چند دنوں تک مرزائیوں نے جو اپنے محضرات اور اپنے مضامین پیش کئے۔ ان میں اور جرح کے دوران بار بار یہ بات آئی کہ مرزا صاحب پر وحی ہوتی تھی اور پھر اس کے بعد یہ بھی کہتے تھے کہ وہ نبی تھے۔ رسول بھی تھے۔ لیکن امتی نبی تھے۔ اس قسم کی باتیں آتی رہیں۔ اس سلسلہ میں تین چار موضوعات پر گفتگو کروں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ وحی کا لفظ قرآن کریم میں کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ وحی کے اصل معنی عربی زبان میں خفیہ اشارہ کے ہوتے ہیں۔ پوشیدہ اشارہ کے ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے یہ لفظ عربی زبان کے اعتبار سے قرآن مجید میں اس معنی میں مستعمل ہے۔ اشارے کے معنی میں، جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ انہوں نے باہر نکل کر اپنی قوم سے یہ کہا: ”فخرج علی قومہ من المحراب فاوحی الیہم ان سبحوا بکرة وعشیا (مریم: ۱۱)“

کہ تم صبح شام تسبیح الہی کرو۔ یہ اشارہ کیا انہوں نے۔ اس طریقے سے سورہ مریم میں ہے۔ ”فاوحی الیہم ان سبحوا بکرة وعشیا (مریم: ۱۱)“

کہ انہوں نے اشارہ کیا۔ کبھی کبھی وحی کا لفظ بمعنی دل میں القاء کے بھی آتا ہے۔ جیسے کہ ”واوحینا الیٰ ام موسیٰ“ (قصص: ۷)۔

کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف ہم نے وحی کی۔ حالانکہ خود قرآن حکیم میں یہ بتا چکے ہیں کہ کوئی عورت جو ہے، وہ نبی نہیں ہو سکتی۔ یہ قرآن مجید ہی نے بتایا۔ باوجود اس کے اس کا تذکرہ کیا۔ اسی طریقے سے وحی کے معنی کسی چیز کے دل میں کسی چیز کو ڈال دینا ہے۔ جیسا کہ ”واوحیٰ ربک الیٰ النحل (نحل: ۶۸)“۔

شہد کی مکھی کو اللہ نے وحی کی۔ بلکہ آسمان وزمین کے اوپر بھی وحی الہی کا تذکرہ ہے۔ لیکن تمام چیزیں لغوی معنوں کے اعتبار سے وحی کہلاتی ہیں۔

جناب چیئر مین: آپ نے بھی لغت شروع کر دی! یہاں سے بڑی مشکل سے جان چھڑائی ہے۔ ایک سوال ان سے پوچھا تھا۔ اب لغت کو جانے دیں۔ ایک مسلمان کے جو عام تاثرات ہیں وہ بتائیں۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: یہ علمی بات ہے۔

جناب چیئر مین: یہ علمی بات اس میں آنی چاہئے تھی۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: اس انداز میں سن لیں۔

جناب چیئر مین: نہیں جی، میں اسی انداز میں سنوں گا جو کتاب ہے۔ جو دستخط کی ہوئی کتاب ہے۔ ورنہ آپ کے دستخط کاٹ دیئے جائیں گے۔ جو وضاحت ہے اس میں کر دی ہے۔ اب آپ ان ریزولوشن کے متعلق بات کریں۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: جناب چیئر مین! میں عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک وحی نبوت اور رسالت کا تعلق ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ ”اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ“ (الانعام: ۱۲۴)۔

اللہ ہی جانتا ہے وہ کس کو رسول بناتا ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان نبیوں کی طرف وحی بھیجی جو ان کے بعد ہیں۔ اسی طریقے سے قرآن کریم میں فرمایا گیا مسلمانوں کے لئے: ”یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (البقرہ)“

کہ مسلمان وہ ہیں جو ایمان ایک بار لاتے ہیں۔ جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا اور اس پر جو پہلے نازل کیا گیا۔ معلوم یہ ہوا کہ اللہ کے حبیب محمد ﷺ کے بعد اب وحی کے نزول کا کوئی سلسلہ نہیں اور اس چیز کو قرآن کریم کی بے شمار آیات نے بتایا ہے۔ جیسے کہ پہلے کتاب میں لکھ کر دیا جا چکا ہے۔ بہت سی آیتیں ہیں جو اس موضوع کو بیان کرتی ہیں۔ تو اس لئے وحی نبوت ہے گویا وہ صرف نبی کو آسکتی ہے۔ غیر نبی کو نہیں آسکتی۔ البتہ علماء کرام نے یہ بتایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ چونکہ پہلے نبی ہو چکے ہیں۔ سارے مسلمان اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ نبوت کبھی منسوخ نہیں ہوتی۔ وہ دنیا میں جب تشریف لائیں گے، آسمان سے جب اتریں گے تو ان کی نبوت منسوخ نہیں ہوگی۔ لیکن حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں آنے کے وقت وہ نبی غیر تشریحی ہوں گے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جو عمل کریں گے۔ وہ شریعت محمد ﷺ پر عمل کریں گے۔ جیسے کہ دوسری حدیث میں فرمایا: ”اگر موسیٰ زندہ ہوتے“

”لو کان موسیٰ حیا لما وسعه الا اتباعی (الحدیث)“

ان کو سوا میرا اتباع کرنے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔ تو یہ معنی علماء لیتے ہیں غیر تشریحی نبی کا۔ تو یہ نہیں کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں غیر تشریحی۔ یہ مرزا صاحب اور مرزا صاحب کو نبی ماننے والوں کا ایک دھوکہ ہے۔ اب بھی مسلمان اس بات کے قائل نہیں ہو سکے اور نہ ہو سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کسی کو دی جائے۔

جناب چیئر مین: باقی ان شاء اللہ آئندہ نشست میں۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: میری عرض سنیں۔ آپ گھبرا کیوں گئے ہیں؟ آخر سارا دن پڑا ہوا ہے۔ کل بھی کرنا ہے۔ جناب چیئر مین: نہیں، نہیں، آپ لکھ کر بھی دے چکے ہیں۔ آپ میں اور دوسروں میں فرق ہے۔ آپ تو سارے دلائل لکھ کر دے چکے ہیں۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: وہ تو لکھ کر دیئے۔

جناب چیئر مین: وہ، یہ کی بات نہیں ہے۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: ایک مثال یہ تھی کہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔

جناب چیئر مین: مثالوں کا جواب دیں گے تو دس دن لگیں گے۔ دس دن میں نئے مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔ اس ریزولوشن کے متعلق بات کریں۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: اسی ریزولوشن کے متعلق ہی عرض کروں گا۔ ہم نے ریزولوشن میں یہ کہا ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں وہ کافر ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اسی سلسلے میں کئی دفعہ یہاں پر ناصر نے بھی اور اس کے بعد آنے والوں نے بھی یہ بتایا کہ نہیں، ہم مسلمان ہیں۔ ہم کسی صورت میں کافر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ جب ایک شخص مسلمان ہو گیا تو اس پر اب کفر نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد انہوں نے قرآن مجید کی بعض آیات اور احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ قرآن کریم کی یہ آیت ہے کہ اگر کوئی شخص تمہیں مل جائے اور تمہیں السلام علیکم کہے تو اسے کافر نہیں کہنا چاہئے۔ اصل میں ناصر نے یہاں دھوکہ دیا ہے۔ اصل آیت یہ نہیں ہے جو انہوں نے پیش کی ہے۔ بلکہ اصل آیت پیش کرتا ہوں تاکہ یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جائے۔ میں اس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ آیت یہ ہے: ”اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں سفر کرو تو غور کرو اور نہ کہو ان کو جو تمہیں سلام کہے تم مومن نہیں ہو۔ تمہارا مقصد ان سے دنیاوی مال لینا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ آخر میں فرمایا کہ پہلے تم اس قسم کے لوگ تھے کہ لوگوں کو مال لوٹنے کے لئے لوگوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد یہ جائز نہیں ”فتیبینوا“ اس آیت میں دو جگہ یہ فرمایا گیا۔ یہ ہوا تھا کہ ایک بدو چلا جا رہا تھا۔ اس کے پاس بکریاں تھیں۔ مسلمانوں کے سامنے سے گزرا تو اس نے کہا السلام علیکم۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ کافر ہے، خواہ خواہ سلام کر کے اپنی بکریاں بچانا چاہتا ہے۔ اس کو قتل کر کے بکریاں چھین کر لے آئے۔ اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ راستے میں اگر کوئی سلام کہے تو اسے کافر مت سمجھو۔ بلکہ اس پر اچھی طرح غور و خوض کرو اور ایسا نہ ہو کہ مال کے لالچ میں ایک آدمی کو کافر کہہ کر قتل کر دو۔ حالانکہ وہ مومن ہو۔ یہاں پر یہ نہیں کہا کہ جو السلام علیکم کہے وہ مومن ہے۔ بلکہ فرمایا گیا کہ اس معاملے میں غور و خوض کر لو اور سوچو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محض یہ بات نہیں کہ جو آدمی السلام علیکم کہے، وہ مومن ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کے بارے میں حالات پر غور کرنا پڑے گا اور مرزائیوں کے حالات پر تمام پوری کتابوں پر غور کرنے کے بعد یہ پتہ چلا کہ وہ حضور ﷺ کے بعد نبی نبوت کے قائل ہیں۔ اس لئے وہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔

دوسری بات انہوں نے ایک حدیث پیش کی ہے جو مرزا ناصر احمد نے غلط پیش کی ہے۔ آپ ان کے الفاظ دیکھ لیں۔ اس میں یہ ہے کہ کسی نے کسی کو کافر کہا وہ کافر ہے۔ وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ حدیث یوں نہیں ہے۔ بلکہ مسلم شریف کے الفاظ اور اس کا مفہوم یہ ہے: (عربی)

”جس نے کسی دوسرے کو کافر کہا ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے۔“ اسی مسلم شریف کی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ: (عربی)

”اگر وہ شخص جس نے دوسرے کو کافر کہا، اگر وہ واقعی کافر ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ ورنہ وہ کفر اس کی طرف لوٹ کر آئے گا۔ یہ یقینی ہے۔“

اس لئے علماء بھی صلحاء بھی انبیاء اور خود سید الانبیاء بلکہ قرآن کریم نے یہ بات فرمائی ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں جو پہلے مسلمان ہوئے، پھر کافر ہو گئے۔ اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں۔ یہاں پر میں نے صرف گیارہ آیتیں لکھی ہیں۔ (عربی)

”بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم یوم آخرت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مومن نہیں۔ محض کسی کا کہہ دینا کہ میں مومن ہوں، اس سے وہ مومن نہیں ہو جاتا۔“ بلکہ یہاں فرمایا گیا: (عربی)

”پہلے وہ مسلمان تھے، پھر انہوں نے کفر کیا۔“ (عربی)

”اگر پھر کفر بڑھتا ہی رہے تو ان کی توبہ قبول نہیں ہے۔“ اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں۔ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک آدمی پہلے مسلمان ہوتا ہے، پھر کافر ہو جاتا ہے۔ (عربی)

ان لوگوں نے زبان سے کلمہ کفر بکا۔ پہلے مومن تھے پھر کافر ہو گئے۔ جو آدمی اپنی زبان سے کلمہ کفر ادا کرتا ہے۔ اگر وہ اس سے توبہ نہ کرے تو یقیناً کافر ہو جاتا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان اس کے قائل ہیں۔ حتیٰ کہ خود مرزائیوں نے کہا، اگرچہ وہ غلط بات کہی تھی۔ لیکن یہ کہا کہ اگر کسی پر حجت تمام ہو جائے اور پھر وہ نہ مانے تو کافر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ہم سب مسلمان تھے۔ ظاہر ہے یہ بات انہوں نے نہیں کہی۔ اتمام حجت کا مطلب انہوں نے کیا لیا ہے؟

**Sardar Moula Bakhsh Soomro:** *It was said here by the delegation that if anybody recites 99 times "Kufr" and there is only one ingredient of Islam. he is not a "Kafir", if he has said anything which is Un-Islamic. But it was said here if 99 times he does anything contrary to Islam, But one ingredient indicated that he is Muslim, "Kufr" does not in any way come on him. I will request this also be explained for me.*

(سردار مولانا بخش سومرو: یہاں ان کے (احمدیوں) کے نمائندگان کی جانب سے کہا جا رہا تھا کہ اگر کوئی شخص ننانوے مرتبہ کفریہ بات کہتا ہے اور اس میں اسلام کا صرف ایک حصہ ہے۔ تو وہ کافر نہیں ہے۔ اگر اس نے کوئی غیر اسلامی بات کہی ہے۔ لیکن یہاں کہا جا رہا تھا کہ اگر کوئی ننانوے مرتبہ اسلام مخالف بات کرتا ہے۔ صرف ایک بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ تو پھر اس پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا۔ میری درخواست ہوگی کہ اس کی وضاحت کر دی جائے)

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: بہت اچھا۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ جس پر اتمام حجت ہو جائے، مفہوم جو بھی لیا ہے انہوں نے، وہ ہے، پھر انکار کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

جناب چیئر مین: مولانا! باقی تقریر لال مسجد میں۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: سومرو صاحب نے ایک بات کہی وہ میں نے بتادی۔

جناب چیئر مین: یہ سلسلہ تو پھر ختم ہی نہیں ہوگا۔ بھٹی صاحب اعتراض کریں گے۔ پھر حاجی صاحب کوئی اور بات پوچھ لیں گے۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: ایک آدمی کی اگر ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہو، وہ مسلمان ہو، یہ فقہاء نے نہیں لکھا۔ یہ کہیں بھی نہیں ہے۔ بلکہ یہ قوم کہ کسی شخص نے ایک بات کہی۔ اس بات میں ۹۹ وجوہ کفر کی نکلی ہیں۔ ایک وجہ اسلام کی نکلتی ہے، ایک گفتگو ہے۔ اگر اس کے بعد ۹۹ تقاسیر کی جائیں تو وہ سب کفر ہوں گی۔ ایک کفر ایسا ہے جس میں اسلام ہو۔ اس قول کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ یہ مفہوم ہے۔ گفتگو میں یہ نہیں کہ کوئی آدمی ایک دفعہ مسلمان ہو گیا تو وہ لوہے اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔ کتنا ہی کفر کیوں نہ کرے، اللہ اور رسول ﷺ کو گالیاں دیتا رہے۔ یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہی رہے گا۔ چونکہ صدر صاحب میری تقریر سے زیادہ محظوظ نہیں ہو رہے۔ اس لئے میں تقریر ختم کرتا ہوں۔ (قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ جلد پنجم ص ۲۳۸۸ تا ۲۳۹۳)

## (۱۲۵۷) عبدالمعز رحمانی نقشبندی، مولانا محمد

ایک نامور دینی و مذہبی روحانی شخصیت کا ایک کارنامہ ایک صدی قبل کا ایک بار ذیل میں ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا محمد عبدالمعز رحمانی نقشبندی قادری حسین پوری ضلع موگیٹر کے ایک سابق دیرینہ تعلق والے تھے، جن کا نام مولوی عبدالمجید بی. اے حسین پوری تھا۔ بد نصیبی سے اس پر قادیانیت کا سحر چل گیا۔ اس نے ۳۰/۱۹۱۲ء کو مولانا عبدالمعز کو ایک خط لکھا۔ ”سچے طالب حق کی فریاد“ اس کا اسے عنوان دیا۔ مولانا نے اس قادیانی مکتوب کا جواب تحریر فرمایا جس میں ملعون قادیان کے مشہور مشہور الہامات اور پیش گوئیوں کو زیر بحث لایا گیا، جس کے مطالعہ سے حق و باطل کی تمیز آسانی سے ہو سکتی ہے۔

اس رسالہ کا نام آپ نے ”انجم الثاقب ۱۳۳۱ھ“ رکھا۔ اس کا یہ حصہ اوّل ہے۔ دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی سے ۱۹۱۴ء کو شائع ہوا۔ اس کے ٹائٹل پر حصہ اوّل لکھا ہوا ہے۔ نہ معلوم دوسرا حصہ شائع ہوا یا نہیں۔ کم از کم ہمیں تلاش بسیار کے باوصف دستیاب نہیں ہوا۔ (”حفاظت ایمان کی کتابیں“ فہرست کے مطابق حصہ دوم اور حصہ سوم بھی چھپے ہیں)



یہ رسالہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری کی لائبریری جو دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں محفوظ ہے، اس سے حاصل ہوا جسے ہمارے مخدوم حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے ہمیں ارسال فرمایا۔ انہی کے تعاون اور صدقے میں آپ بھی پڑھیں کہ یہ ایک صدی سے قبل کا علمی ہدیہ ہے۔ اس کی محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں اشاعت ثانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صدر دفتر ملتان کے لئے ایک اعزاز ہے۔ الحمد للہ!

## (۱۲۵۸) عبدالمقتدر بدایونی، مولانا

(ولادت: ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء ..... وفات: محرم ۱۳۳۴ھ/نومبر ۱۹۱۵ء)

حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی جید عالم دین تھے۔ بدایون شہر آپ کی جائے ولادت ہے۔ عبدالقادر والد کا اور فضل رسول دادا جان کا نام تھا۔ ابتدائی علوم مولانا نور محمد سے حاصل کئے۔ بعد ازاں اپنے والد عبدالقادر عثمانی حنفی سے ہدایت الفقہ، تفسیر بیضاوی، صحاح ستہ کے شرف تلمذ سے بہرور ہوئے۔ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے۔ حضرت اپنے والد کے گدی نشین بنے۔ بدایون شہر میں آپ کا انتقال ہوا۔ جب آپ مدرسہ قادریہ بدایون میں مدرس تھے تب آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۱۹)

## (۱۲۵۹) عبدالمنان بڑیچ، حاجی

(وفات: ۱۸ اگست ۱۹۹۷ء)

حاجی عبدالمنان بڑیچ کوئٹہ مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے بیک وقت ناظم مالیات تھے۔ مجلس کے کاموں میں اپنی جیب سے اکثر خرچ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انتہائی مہمان نواز تھے۔ شیخ الاسلام مولانا اسعد مدنی، مولانا مفتی محمود، خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد سمیت پاکستان کے ہر معروف عالم دین کی میزبانی کا اعزاز حاصل ہوا۔ (مولانا محمد یونس، کوئٹہ)

## (۱۲۶۰) عبدالمنان (خانوال)، مولانا مفتی

(شہادت: ۱۵ نومبر ۲۰۱۸ء)

مولانا مفتی عبدالمنان ضلع خانوال کے علاقہ مہر شاہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ مان کوٹ سے فراغت حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد اشرف شاد بانی جامعہ کے نامور تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ مدرسہ تجوید القرآن چیچہ وطنی میں عرصہ تک پڑھاتے رہے۔ آج کل چک نمبر ۸/۱۱- ایل میں خطیب تھے۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے دل و جان سے قربان تھے۔ آپ تحفظ ناموس رسالت ملیں مارچ لاہور سے واپسی پر یوسف والا کے قریب مفتی محمد یاسر کے ساتھ ٹریفک حادثہ میں مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے گاؤں میں سپرد خاک ہوئے۔ مولانا پیر عبدالمجاہد صدیقی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

## (۱۲۶۱) عبد المنان دہلوی، مولانا

(وفات: اپریل ۱۹۷۷ء)

قابل قدر، ذی استعداد، ذہین و ذکی، خوش باش، بذلہ سخن، اردو، عربی، فارسی کے بڑے نامور قادر الکلام شاعر، مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری کے مرید و معتدربے۔ دہلی میں وصال ہوا۔

## (۱۲۶۲) عبد المنان (سرگودھا)، جناب راؤ

جناب راؤ عبد المنان سرگودھا کی تاجر برادری کے نامور رہنما تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء میں سرگودھا کی سطح پر مجاہدانہ، قائدانہ، بے باکانہ کردار ادا کیا۔ سرگودھا مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے ممتاز رہنما اور بھرپور خطیب تھے۔ خطابت میں راؤ برادری کا جاہ و جلال شکتا تھا۔

## (۱۲۶۳) عبد المنان وزیر آبادی، جناب حافظ

معروف اہل حدیث رہنما شیخ الحدیث مولانا عبد المنان وزیر آبادی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ: ”میں نے قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو ان کو کفر و الحاد اور افتراء علی اللہ و الرسول سے مملو پایا۔ اس کا مسلک اہل الحاد و فساد کا طریق ہے۔ اس کا مذہب کچی و عناد ہے۔ وہ ان دجالہ میں سے ہے، جن کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی تھی۔“

## (۱۲۶۴) عبد الواجد مردانی، مولانا

گجرات ضلع مردان کے مولانا عبد العزیز کے فرزند مولانا عبد الواجد مردانی ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث شریف کیا۔ دارالعلوم عربیہ گجرات قائم کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء میں شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری کی قیادت میں ضلع مردان اور قرب و جوار میں دیوانہ وار محنت کی۔

## (۱۲۶۵) عبد الواجد ہالچوی، جناب سائیں

(وفات: ۲۱ نومبر ۲۰۱۶ء)

خانقاہ راشدیہ قادریہ ہالچی شریف کے بانی مولانا حماد اللہ ہالچوی کے پوتے اور سائیں محمود اسعد کے فرزند ارجمند، موجودہ سجادہ نشین حضرت سائیں عبد الصمد ہالچوی کے بھائی تھے۔ مرحوم انتہائی نیک، ملنسار، بااخلاق، ذاکر و شاعر اور صالح انسان تھے۔ اللہ پاک نے انہیں بہت ہی خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ اڑھائی بجے سہ پہر ہالچی شریف میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض مولانا سائیں عبد القیوم ہالچوی نے سرانجام دیئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی مولانا محمد علی صدیقی میرپور خاص، مولانا محمد حسین ناصر، عبد الغفار شیخ، قاری عبد القادر چاچڑ، مولانا محمد حسن چاچڑ اور دیگر دسیوں کارکنوں نے کی۔ انہیں ہالچی شریف میں سپرد خاک کیا گیا۔ جنازہ میں ڈپٹی چیئرمین سینیٹ حضرت مولانا عبد الغفور حیدری سمیت ہزاروں علماء کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔

## (۱۲۶۶) عبدالواحد پشاوری، مولانا

(ولادت: ۱۸۶۸ء ..... وفات: اگست ۱۹۳۸ء)

مولانا عبدالواحد عمرزئی چارسدہ میں مولوی احمد گل کے گھر پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی اکثر کتب اپنے علاقہ کے مشہور عالم دین مولانا قاضی غلام احمد سے پڑھیں۔ تکمیل مولانا قطب الدین غور غشتی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے کی۔ فراغت کے بعد ۴۰ سال اپنے علاقہ میں بلا معاوضہ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ مولانا شمس الحق افغانی، مولانا عبدالحق حقانیہ کوڑہ خٹک، مولانا معاذ الرحمن فاضل دیوبند ایسی بیسیوں شخصیات نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ حاجی فضل واحد ترنگزئی کے خلیفہ تھے۔ آپ کے ورثاء میں تین فرزند غلام یحییٰ، مولانا زکریا اور شفیع اللہ ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر ”فتویٰ تکفیر قادیان“ میں دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲۲ ص ۳۷۷)

## (۱۲۶۷) عبدالواحد خان رام پوری، مولانا

حضرت مولانا عبدالواحد خان رام پوری کے ساتھ ایک مرزائی نے حیات و ممات عیسیٰ مسیح میں بحث کی اور بڑے دعویٰ کے ساتھ وفات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنا چاہا۔ مگر حق غالب رہا اور مرزائی دلائل مثل تاریخ نبوت کے ٹوٹ گئے اور مولانا نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دیا۔ ”مناظرۃ دلپند (۱۳۳۶ھ) ملقب بدو لقب تاریخی (لقب اول) فتح مسیح، فرار مرزائی (۱۳۳۶ھ) (لقب ثانی) حیات ممدوح جہاں سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ۱۳۳۶ھ بہار سے یہ رسالہ اولاً شائع ہوا۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۲۶۸) عبدالواحد شفیق درخواستی، مولانا

(وفات: یکم مارچ ۱۹۷۰ء)

شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے داماد، ماہنامہ ”مخزن العلوم“ خانپور کے ایڈیٹر، مکی مسجد کے خطیب، عمر بھر تقریر و تحریر کے ذریعہ قادیانی فتنہ کے تعاقب میں مصروف عمل رہے۔

## (۱۲۶۹) عبدالواحد غزنوی امرتسری، مولانا

(وفات: ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء)

مولانا سید محمد عبداللہ غزنوی مرحوم کے صاحبزادہ مولانا عبدالواحد غزنوی تخر اہل حدیث عالم دین تھے۔ آپ چینیاں والی مسجد لاہور میں بھی خطیب رہے۔ بہت بار عرب و صاحب جلال بزرگ تھے۔ سید احمد شہید، سید اسماعیل شہید کی جماعت کے حضرات کی مالی امداد کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ مولانا محمد حسین بنا لوی کے استفتاء میں مرزا قادیانی کے متعلق یہ فتویٰ دیا:

الحمد لله رب العلمین۔ الرحمن الرحیم۔ ملک یوم الدین۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اهدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم غیر

المغضوب عليهم ولا الضالين۔ آمين اللهم صل على محمد وآله وبارك وسلم۔  
یہ مسئول عنہ شخص اپنی ابتدائی حالت میں اچھا معلوم ہوتا تھا۔ دین کی نصرت میں ساعی، اللہ تعالیٰ اس کا مددگار تھا۔ دن بدن  
”فیوض له القبول فی الارض“ (زمین میں اس کے لئے قبولیت کا حکم ہوتا ہے) کا مصداق بنتا جاتا تھا۔ لیکن اس سے اس نعمت  
کی قدردانی نہ ہوئی۔ نفس پروری و زمانہ سازی شروع کی۔ زمانے کے رنگ کو دیکھ کر اس کے موافق کتاب و سنت میں تحریف و الحاد  
و یہودیت اختیار کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل کیا۔ ”فیوضع له البغضاء فی الارض“ کا مصداق بن گیا۔  
قال الله تعالى فی امثاله: ”واتل عليهم نبا الذی اتینہ ایتنا فانسلخ منها فاتبعه  
الشیطن فكان من الغوین۔ ولو شئنا لرفعنہ بها ولكنہ اخلد الی الارض واتبع  
هوہ (الاعراف)“ اللهم انی اعوذ بک من الحور بعد الکور، یا مصرف القلوب  
صرف قلوبنا وقلوبهم علی طاعتک، آمین وصل اللہ علی النبی وآلہ  
واصحابہ وسلم۔  
عبدالواحد بن عبد اللہ الغزنوی

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۱۷۴، ۱۷۵)

## (۱۲۷۰) عبدالواحد (کنری ضلع تھر پارکر)، جناب میاں

(وفات: ۲۸ فروری ۲۰۰۹ء)

میاں عبدالواحد صاحب نے ایم ایس سی تعلیم پائی۔ گورنمنٹ ہائی سکول کنری میں ۲۰ سال سائنس ٹیچر رہے۔ ملازمت  
سے دل بھر گیا تو زمیندارہ شروع کیا۔ زمیندارہ میں اپنی ذاتی شرافت، دیانتداری کے باعث نام پیدا کیا۔ خوب سے خوب تر کی تلاش  
کے جذبہ کے تحت زمیندارہ پیشہ میں ایک کامیاب اور ماہر کا درجہ اختیار کر گئے۔ آپ نے اپنی اہلیہ سمیت حج کی سعادت حاصل کی۔  
کنری مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور روح رواں رہے۔ بہت ہی گہرے اور ٹھنڈے دل و دماغ کے انسان، معاملہ نبی میں اپنی مثال  
آپ تھے۔ پڑھے لکھے، زیرک، نرم مزاج، پختہ رائے، ایسے اوصاف نے انہیں ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔ اپنے پرانے، ہندو، مسلم سب  
کے دلوں پر انہوں نے بے تاج بادشاہ کی طرح حکمرانی کی۔ اللہ رب العزت نے ایک بیٹا و بیٹی کی دولت سے مالا مال کیا۔  
مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کے لئے ان کا وجود ساریہ الہی تھا۔ ان کی مرعبان مرغ شخصیت کے نقوش عرصہ تک اہل علاقہ کے لئے  
ایک یادگار کے طور پر ضرب الشل رہیں گے۔ مولانا محمد علی صدیقی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کنری میں ان کا جنازہ ایک مثالی جنازہ تھا۔ مرکزی  
طرف سے حضرت ناظم اعلیٰ دامت برکاتہم نے بذات خود تعزیت کے لئے سفر کیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

## (۱۲۷۱) عبدالواحد (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۱ دسمبر ۱۹۸۲ء)

مولانا مفتی عبدالواحد صاحب ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد

تھے۔ مدرسہ انوار العلوم اندرون شیرانوالہ گوجرانوالہ کے مہتمم اور مرکزی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما تھے۔ آپ بہت بہادر اور مجاہد عالم دین تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کی جراتوں کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ آپ نے اس تحریک میں بڑی بہادری سے جیل بھی کاٹی تھی۔

## (۱۲۷۲) عبدالواحد (لاہور)، حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی

(ولادت: یکم جنوری ۱۹۵۰ء ..... وفات: ۲۲/ جون ۲۰۱۹ء)

محقق العصر، بقیۃ السلف، مولانا ڈاکٹر عبدالواحد لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر سکول و کالج کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ۱۹۷۴ء میں ایم. بی. بی. ایس کا کورس مکمل کیا۔ ایم. بی. بی. ایس کے بعد جامعہ مدنیہ لاہور میں دینی تعلیم کی تکمیل کی اور ۱۹۸۳ء میں وفاق المدارس کا امتحان پاس کیا۔ جامعہ مدنیہ میں حضرت مفتی عبدالحمید صاحب و حضرت قاری عبدالرشید سے تخصص فی الافتاء کیا۔ جامعہ مدنیہ، جامعہ دارالتقویٰ، جامعہ احیاء العلوم لاہور میں تدریس کی خدمات انجام دیں۔ جامعہ مدنیہ میں ۱۹۸۳ء سے ۲۰۰۲ء اور جامعہ دارالتقویٰ میں ۲۰۰۳ سے ۲۰۱۹ء تک افتاء اور تخصص کی تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ اس وقت آپ کا ملک کے چوٹی کے محقق مفتیان میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے فتویٰ کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا اور اس دور کے مفتیان آپ کے فتویٰ کو حجت کا مقام دیتے تھے۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا سید حامد میاں سے تھا جو آپ کے استاذ بھی تھے۔ ان کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسنی سے بیعت ہوئے اور آپ سے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ دو درجن سے زائد کتب و رسائل کے مصنف تھے۔ آپ کے قیمتی، علمی مضامین اس کے علاوہ ہیں۔ تفسیر فہم القرآن آپ نے چار جلدوں اور فہم حدیث تین جلدوں، مسائل بہشتی زیور دو جلدوں میں لکھی۔ آپ کے ۴۱ مضامین کا مجموعہ ”فقہی مضامین“ کے نام سے چھپا ہوا موجود ہے۔ اس دور کے متجددین کے خلاف آپ کا وجود درہ عمر کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت قبلہ مولانا مفتی عبدالواحد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے طور پر اپنی بارگاہ میں قبول کیا کہ وہ بلا خوف و لومۃ لائم ہر باطل کے خلاف ننگی تلوار بن جاتے تھے۔ لیکن اس تمام تحقیق و تدقیق، دلائل، اثبات و ابطال میں ہمیشہ عالمانہ شان برقرار رہتی۔ آپ کا قلم کسی کی تردید میں بھی دل آزار و عامیانہ انداز اختیار نہ کرتا۔ آپ دلائل سے قائل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جن کے متعلق بھی قلم اٹھایا وہ آپ کے دلائل کی معقولیت اور وزن کے قائل ہوئے۔ ان کی تائید و تردید سب خلوص کا پرتو لئے ہوتی تھی۔ آپ کے مخالف بھی آپ کی اس وصف کے مداح نظر آتے ہیں۔

آپ نے پینتیس سال فتویٰ نویسی میں گزارے۔ اس وقت آپ عدیم الظہیر محقق شمار ہوتے تھے اور اہل علم حضرات کی نظروں میں وقیح درجہ پر آپ فائز تھے۔ آپ کے شاگرد حضرت مولانا مفتی محمد شعیب راوی ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے حضرت مفتی عبدالواحد اس وقت مقام رفیع رکھتے تھے۔ مفتی محمد شعیب صاحب کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چو برجی یونٹ کی ذمہ داری تفویض ہوئی تو حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اسے سعادت کی بات قرار دیا۔ مفتی مرحوم نے مرزا قادیانی اور بہائی فرقہ کے خلاف بھی جاندار علمی مضامین تحریر کئے۔ فقہ حنفی کی آڑ میں تحفظ ناموس رسالت قانون میں تبدیلی کی لہر کے سامنے آپ کے قلم ترجمان حق نے

بند باندھا ” تو بین رسالت کا مسئلہ اور عمار ناصر“ کے نام سے آپ کے رشحات قلم نے غامدی، متحد دین و محمدین پر اوس ڈال دی۔ آپ کا یہ مقالہ مطبوعہ عام مل جاتا ہے۔ مولانا مفتی محمد شعیب صاحب کی روایت کے مطابق عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شائع کردہ ساٹھ جلدوں پر مشتمل احتساب قادیانیت کے سیٹ کو ادارہ کے لئے مہیا کرنے کا حکم دیا۔ جس کی تعمیل ہوئی۔ فقیر اپنے لئے یہ اعزاز کی بات سمجھتا ہے کہ آپ ایسے حجۃ اللہ شخص نے ”چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ“ کو مسلسل زیر مطالعہ رکھا اور بسا اوقات اس کو پڑھوا کر سنتے بھی تھے۔ غازی علم الدین شہید کے احاطہ قبرستان میانی شریف میں رحمت حق کے سپرد ہوئے۔

### (۱۲۷۳) عبدالواحد مخدوم (ڈاور ضلع چنیوٹ)، مولانا

مولانا عبدالواحد مخدوم ڈاور علاقہ چناب نگر کے باسی تھے۔ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے ابتدائی پڑھنے والوں میں تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کردار، تضاد بیانیوں، ایک صد جھوٹ اور درجن بھر جھوٹی پیش گوئیوں کے مجموعہ پر مشتمل یہ کتاب ”کذبات مرزا“ ترتیب دی جو مارچ ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔ اب دوبارہ اسے احتساب قادیانیت جلد ۵۴ کا حصہ بنایا گیا ہے۔

### (۱۲۷۴) عبدالواحد ہزاروی، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۶ء ..... وفات: ۲۹ ستمبر ۱۹۸۲ء)

مولانا عبدالواحد ہزاروی بچوں ضلع مانسہرہ میں مولانا نور احمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ مولانا غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کے شاگرد تھے۔ کونڈہ جامع مسجد توحید کے بانی و خطیب تھے۔ معروف خطیب اور ممتاز عالم دین تھے۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۲ء میں حج کی سعادت حاصل کرنے گئے تو دوران حج مکہ مکرمہ میں انتقال کر گئے۔ جنت المعلیٰ میں مدفون ہیں۔

### (۱۲۷۵) عبدالوارث چنیوٹی، حضرت مولانا

(وصال: ۲۸ ستمبر ۲۰۱۷ء)

حضرت مولانا عبدالوارث چنیوٹ کے نامور عالم دین تھے۔ چنیوٹ کے معروف دینی ادارہ جامعہ مدنیہ سرگودھا روڈ کے بانی و مہتمم تھے۔ شہر کی ایک مسجد کے خطیب تھے۔ زندگی بھر درس و تدریس سے شغول رکھا۔ مسلکی حوالہ سے اشاعت التوحید کے رفقاء میں سے تھے اور تنظیمی اعتبار سے جمعیت علماء اسلام سے وابستگی تھی۔

ایک زمانہ میں مولانا منظور احمد چنیوٹی اور مولانا عبدالوارث چنیوٹی کی جوڑی چنیوٹ کے تمام دینی اہم امور میں پیش پیش اور نمایاں ہوتی تھی۔ مولانا منظور احمد کے وصال کے بعد مولانا عبدالوارث اکیلے رہ گئے۔ اس کے باوجود مولانا عبدالوارث تمام دینی تحریکات میں نمایاں طور پر سرگرم رہے۔ اس وقت آپ چنیوٹ کی تمام دینی قیادت میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے خوب کام لیا۔

جامعہ مدنیہ میں آپ نے اعدادیہ سے دورہ حدیث شریف کی کتب پڑھائیں۔ بہت فاضل اور قابل اساتذہ میں آپ کا شمار

ہوتا تھا۔ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ انتہائی محنتی اور جفاکش عالم دین تھے۔ تعلیم و تدریس کے علاوہ ان کی علاقہ بھر میں تبلیغی مصروفیات کا بھی ایک وسیع حلقہ تھا۔ اس وقت ان کا سینئر رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔ ضلع کی امن کمیٹی کے ممبر تھے اور شہباز شریف کی پالیسی نے ان کو فوراً شیڈول میں بھی جکڑ رکھا تھا۔ وہ جمعیۃ علماء اسلام کے ضلعی امیر بھی تھے اور فوراً شیڈول کے اسیر بھی تھے۔ یہ زمانہ کی نیرنگیاں ہیں۔ ان تمام تر مشکلات کے باوجود ان کے عزائم میں فرق آیا نہ قدم ڈمگائے۔ بڑھے اور زندگی بھر بڑھتے گئے۔ ایسے لوگ بلاشبہ تاریخ کے قابل قدر لوگ ہوتے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے زندگی بھر کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ ان کا وجود اس دور میں بہت غنیمت تھا۔

## (۱۲۷۶) عبدالواسع لدھیانوی (گوجرانوالہ)، حضرت مولانا

(وفات: ۱۹۷۵ء)

آپ لدھیانہ شہر ہندوستان میں مولانا عبداللہ لدھیانوی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب اور تایا حضرت مولانا محمد لدھیانوی سے حاصل کی۔ آپ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ تکمیل تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔ حضرت کشمیری کے خاص شاگردوں میں شمار ہوا۔ بعد فراغت لدھیانہ کے مدرسہ محمودیہ میں بطور مدرس خدمت انجام دی۔ آزادی کے بعد خاندان سمیت پاکستان ہجرت کی۔ آپ کے والد صاحب نے دارالعلوم نعمانیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے گوجرانوالہ شہر میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ مسئلہ ختم نبوت پر آپ بہت ہی آسان فہم انداز میں خطاب کرتے۔ آپ نے رمضان المبارک میں ۹۰ سال کی عمر میں اس دارفانی سے کوچ کیا۔ شیخ عبدالعزیز بن باز کے ایک فتویٰ ”حیات مسیح“ پر آپ کے تائیدی دستخط بھی ملتے ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۶۵)

## (۱۲۷۷) عبدالوحید لاہوری، جناب خواجہ

(پیدائش: ۳ جنوری ۱۹۰۱ء ..... وفات: ۲۸ دسمبر ۱۹۷۹ء)

آپ لاہور کے علمی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اصلاً لاہوری تھے۔ لاہور کی روایات بودوباش، طرز معاشرت اور ثقافت کے معنی گواہ نہیں بلکہ اس کا حصہ تھے۔ آپ کا کالج میں داخلہ علامہ اقبال مرحوم نے کرایا تھا۔ نقوش عظمت محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی کی کتاب ص ۳۷۰ تا ۳۴۲ آپ کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ اسی کتاب کے ص ۳۶۷ تا ۳۷۰ کے خواجہ عبدالوحید صاحب کے صاحبزادہ عبدالقیوم کا اپنے والد گرامی پر ایک مضمون ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس میں علامہ اقبال اور قادیانیت سے متعلق ایک اہم واقعہ کی تفصیلات ہیں۔ جس میں خواجہ عبدالوحید براہ راست صاحب گواہ ہیں۔ ملاحظہ ہو: ”اپنے مرحوم والد خواجہ عبدالوحید کے متعلق ان (خواجہ عبدالقیوم) کا ایک مضمون کراچی کے ماہنامہ اظہار کے اپریل ۱۹۸۰ء کے شمارے میں چھپا تھا۔ مضمون اگرچہ مختصر ہے تاہم بہت سی معلومات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ مضمون ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ اس کے مطالعے سے خواجہ صاحب کے متعدد واقعات خواندگان محترم کے علم میں آئیں گے۔

”سنا تو یہ تھا کہ رات آرام کے لئے ہوتی ہے لیکن میں جس گھر میں پیدا ہوا اور پرورش پائی وہاں گھر کے سربراہ کو ہمیشہ آدھی رات کو اپنے پروردگار کے آگے سربسجدہ دیکھا۔ جب ذرا ہوش سنبھالا تو اپنی والدہ محترمہ سے ایک روز ڈرتے ڈرتے پوچھ ہی لیا۔ سارا محلہ تو سو رہا ہوتا ہے اور ہمارے اتا رات کے دواڑھائی بجے اٹھ جاتے ہیں۔ انہوں نے نہایت پیارا اور شفقت سے بتایا کہ بیٹا یہی وقت اللہ کو یاد کرنے کا ہوتا ہے۔ اسی لئے تمہارے اتا اٹھ جاتے ہیں اور رات کا باقی حصہ تہجد پڑھنے میں گزار دیتے ہیں۔“

میں نے اپنی زندگی کے چوالیس برسوں میں کبھی کوئی ایسی رات نہیں دیکھی کہ جس رات والد محترم تہجد کے لئے نہ اٹھے ہوں۔ جوڑوں کے شدید درد کے باوجود بھی وہ رات کا آخری حصہ خدا کی حمد و ثناء میں گزار دیتے تھے۔ ستمبر ۱۹۷۹ء کی ایک رات میں زندگی بھر نہ بھول سکوں گا۔ والد محترم خواجہ عبدالوحید کی شدید بیماری کی اطلاع مجھے دہئی میں ملی۔ میں مضطرب ہو کر اسی رات کو کراچی پہنچا۔ وہ سیونٹھ ڈے ایڈونٹ ہسپتال کے ایک کمرے میں بے ہوش پڑے تھے۔ بے ہوشی کے عالم میں بھی وہ زیر لب کچھ کہہ رہے تھے۔ بہت کوشش کی لیکن نہ سنا جاسکا کہ کیا فرما رہے ہیں۔ آکسیجن ماسک ان کے منہ پر سے ہٹایا تو کمرے میں ان کی آواز گونجی ”یا اللہ میں نے تجھے ہر حال میں یاد کیا۔“

اٹھارہ گھنٹے تک مسلسل بے ہوش رہے اور اس بے ہوشی کی حالت میں ان کے منہ سے مسلسل یہی ایک فقرہ نکلتا رہا۔ ”یا اللہ میں نے تجھے ہر حال میں یاد کیا“ زبان سوکھ جاتی تو روئی بھگو کر ان کے منہ میں پانی کا ایک قطرہ ٹپکا دیا جاتا۔ اٹھارہ گھنٹے مسلسل بے ہوش رہنے کے بعد جب وہ ہوش میں آئے تو انہیں کچھ یاد نہ تھا کہ وہ بے ہوشی کی حالت میں کیا کہتے رہے ہیں۔ جب میں نے انہیں بتایا کہ بے ہوشی کے عالم میں مسلسل ”یا اللہ میں نے ہر حال میں تجھے یاد کیا“ کا ورد کرتے رہے ہیں تو وہ سن کر مسکرا دیئے۔ دو ماہ تک مسلسل علاج کے بعد پھر ایک روز ڈاکٹروں نے کہا کہ ان کے دونوں گردے کام کرنا بند کر چکے ہیں۔ بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے آپریشن نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے چھوٹی ہمشیرہ ڈاکٹر رفعت راٹھور سے مشورے کے بعد ہم لوگ والد صاحب کو گھر لے آئے۔ شدید بیماری کی وجہ سے وہ بے حد کمزور ہو چکے تھے۔ ان میں اتنی طاقت نہیں رہی تھی کہ بستر پر لیٹے لیٹے کروٹ خود بدل سکیں۔ عزیز و اقربا، دوست و احباب ہر وقت ان کے پاس موجود ہوتے۔ جب بھی کوئی ان سے پوچھتا ”طبیعت کیسی ہے؟“ تو وہ سخت تکلیف کے باوجود یہی فرماتے: ”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے بہت بہتر ہوں“ ہسپتال سے گھر آنے کے بعد ان کی طبیعت خاصی سنبھل گئی۔ میں واپسی دہئی آ گیا۔ ہفتے میں دو بار ان سے ٹیلی فون پر بات چیت ہوتی۔ ٹیلی فون پر ان کی آواز میں قطعاً کمزوری اور بیماری کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

۳۱ جنوری ۱۹۰۱ء والد محترم کی پیدائش کا دن ہے۔ ایک روز ٹیلی فون پر ان سے بات چیت کے دوران میں نے کہا کہ آپ کی ساگرہ کا دن قریب آ رہا ہے اور میں ۲۷ یا ۲۸ دسمبر کو کراچی پہنچ جاؤں گا۔ اس سال آپ کی ساگرہ کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائیں گے۔ کیونکہ ۸۰ واں سال شروع ہو جائے گا۔ مجھے ڈانٹتے ہوئے بولے: ”تم نے تو دہئی کو لاہور سمجھ رکھا ہے، جب جی چاہتا ہے چلے آتے ہو۔ پردیس کا معاملہ ہے، اتنی دور سے آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ چونکہ مجھے میرے بھائی مشفق خواجہ بتا چکے تھے کہ ۳۱ جنوری کی تقریب میں ہم سارے خاندان کے علاوہ والد محترم کے دوستوں اور ملنے والوں کو بھی مدعو کر رہے ہیں۔ اس لئے میں ۲۷ اور ۲۸ دسمبر کی درمیانی رات کو پونے تین بجے کی فلائٹ سے دہئی سے روانہ ہوا۔ صبح چھ بجے پاکستانی وقت کے مطابق کراچی کے ہوائی اڈے پر اترا۔ جب گھر پہنچا تو پتا چلا کہ والد محترم تو رات کے بارہ بج کر آٹھ منٹ پر اس فانی دنیا سے ناسا توڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔



خواجہ عبدالوحید صاحب مرحوم کی جو ہستیوں کے ساتھ زندگی میں خصوصی رفاقت رہی۔ ان میں علامہ اقبال، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسی ہستیاں شامل تھیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کے ساتھ تیس سال رفاقت رہی۔ علامہ اقبال جب کبھی مسلمانوں کے خلاف کوئی خبر یا مضمون پڑھتے تو وہ ہمیشہ خواجہ صاحب کو اس بارے میں بتاتے اور پھر ان سے کہتے کہ وہ اخبار اسلام میں اس کا جواب دیں۔ خواجہ صاحب تفصیلی جواب لکھ کر علامہ اقبال کو بھیج دیتے اور علامہ مرحوم پڑھنے کے بعد اس پر اپنی رائے بھی دیتے اور بعض جگہوں پر نشان بھی لگا دیتے۔ نشان لگانے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ خواجہ صاحب آئیں تاکہ ان سے تفصیلاً بات کی جائے۔ خواجہ صاحب کا کہنا تھا کہ جب میں علامہ اقبال کے پاس جاتا تو وہ جوابی مضمون کے ایک ایک حصے پر بڑی تفصیل سے بات کرتے اور میں ہمیشہ بڑے غور سے ان کی گفتگو سنتا۔ پھر واپس آ کر جوابی مضمون میں مزید تبدیلی کر کے انہیں بھیج دیتا اور اسے چھاپنے کی منظوری دے دیتے۔

قادیانی مسئلے پر علامہ اقبال نے جو ایک طویل مضمون لکھا تھا وہ انہوں نے خواجہ صاحب کو بھیجا۔ خواجہ صاحب نے مضمون کے ہر صفحے پر ایک تفصیلی نوٹ لکھا جس کے جواب میں اس نوٹ کے نیچے علامہ نے پھر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ یہ سلسلہ بہت عرصے تک چلا۔ پھر علامہ مرحوم نے مضمون کو آخری شکل دی۔

کئی سال پہلے کا ذکر ہے، قادیانیوں کے خلاف تحریک بڑے زور شور سے شروع ہوئی۔ قادیانیوں نے اپنے اخباروں اور رسالوں میں لکھنا شروع کیا کہ علامہ اقبال نے کبھی قادیانیوں کے خلاف کوئی مضمون نہیں لکھا تھا اور یہ مضمون جو علامہ اقبال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، سب فراڈ ہے۔ اس کے جواب میں خواجہ صاحب نے اپنے اخبار ”الاسلام“ کے صفحہ اول پر علامہ اقبال کے قلم سے اصل مسودے کی فوٹو اسٹیٹ کا پی چھاپ دی۔ قادیانی خاموش ہو گئے۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد مختلف لوگوں کے ذریعے اصل مسودہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا۔ خواجہ صاحب کے پاس جو شخص بھی اصل مسودہ دیکھنے آتا وہ اسے دکھا دیتے اور ساتھ ہی مضمون کی ایک فوٹو کا پی بھی دے دیتے۔ بعد میں جب قادیانیوں نے پوری طرح تسلی کر لی کہ اصل مسودہ انہی کے پاس ہے تو خواجہ صاحب سے سودا بازی کی کوشش کی گئی۔ انہیں ایک لاکھ روپے تک کی پیشکش کی گئی کہ وہ اصلی مسودہ قادیانیوں کو دے دیں۔ جب خواجہ صاحب نے انکار کیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ جتنی رقم بھی مانگیں گے وہ آپ کو پہلے ادا کر دی جائے گی۔ بعد میں اصل مسودہ دے دیں تاکہ اسے ضائع کر دیا جائے اور یوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس تاریخی دستاویز سے قادیانیوں کو نجات مل جائے۔ لیکن خواجہ صاحب نہیں مانے۔ انہوں نے قادیانیوں کی ہر پیشکش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اب یہ تاریخی دستاویز قوم کی امانت ہے اور میں اس میں خیانت نہیں کر سکتا۔

علامہ مرحوم نے سینکڑوں خطوط خواجہ صاحب کو لکھے جو انہوں نے نہایت حفاظت سے رکھے ہوئے تھے۔ ان میں چند خطوط ایسے بھی تھے جن میں ذاتی باتیں تھیں۔ لیکن اکثریت ایسے خطوط کی تھی جن میں مسلمانوں اور اسلام کے موضوع پر بات کی گئی تھی۔ چند خطوط علامہ مرحوم کے میں نے ایسے بھی دیکھے ہیں جن میں نثر میں نہیں بلکہ شعروں میں گفتگو کی گئی تھی۔ خواجہ عبدالوحید جن دنوں وہ گورنمنٹ کالج لاہور کے طالب علم تھے۔ انہی دنوں ایک تقریب میں مولانا احمد علی لاہوری سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی باتوں اور شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ہر روز مسجد شیراں والا میں پانچوں وقت نماز ادا کرنے جاتے۔ پھر بعد میں مذہبی تعلیم

مولانا احمد علی ہی سے حاصل کی اور آپ ہی کی وجہ سے مولانا عبید اللہ سندھی کی مجلسوں اور علمی خزانوں سے فائدہ اٹھایا۔

۱۹۳۲ء میں مولانا احمد علی مرحوم نے انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام ایک پندرہ روزہ انگریزی اخبار ”اسلام“ جاری کیا۔ اس کی ایڈیٹری کے فرائض خواجہ صاحب ہی کے سپرد کئے گئے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اس اخبار کے لئے خاص طور پر مضامین لکھا کرتے تھے۔ ان کا مشہور مضمون ”اسلام اور احمدیت“ اسی اخبار میں پہلی بار شائع ہوا تھا۔ خواجہ صاحب نے پہلی سرکاری ملازمت اکاؤنٹینٹ جنرل پنجاب کے دفتر میں کی۔ تقسیم ہند کے بعد وہ سرکاری ملازمت چھوڑ کر ڈالمیاسینٹ فیکٹری (ڈنڈوت ضلع جہلم) کے مینجر کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ لیکن ڈنڈوت میں ان کے علمی و ادبی مشاغل ختم ہو کر رہ گئے تو انہوں نے ملازمت سے استعفا دے دیا اور کراچی آ گئے۔ کراچی آ کر حکومت کے محکمہ اطلاعات سے وابستہ ہو گئے۔ کراچی میں سرکاری ملازمت کے دوران وہ انجمن حمایت اسلام، انجمن اشاعت القرآن، سندھ ہسٹریکل سوسائٹی اور سینٹرل مساجد کمیٹی کے سیکرٹری رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصے تک انہوں نے اقبال اکیڈمی اور اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے لئے بھی کام کیا۔ دس بارہ سال تک وہ پی. ای. سی. ایچ. ایس گرز کالج میں اسلامیات کے استاد کی حیثیت سے وابستہ رہے۔

۱۹۲۸ء میں خواجہ صاحب نے اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی بنیاد رکھی تھی، جس کے سرپرست اعلیٰ علامہ اقبال تھے۔ خالدہ ادیب خانم، رؤف پاشا اور مفتی اعظم فلسطین پہلی بار انہی کی دعوت پر لاہور تشریف لائے تھے۔ پہلا ”یوم اقبال“ علامہ اقبال کی حیات ہی میں ۱۹۳۲ء میں اسی ادارے کے زیر اہتمام خواجہ صاحب نے منانے کا اہتمام کیا تھا۔ خواجہ عبدالوحید صاحب ایک عظیم مفکر، محقق، مؤرخ، صاحب فہم و بصیرت، جید عالم اور مرد حق تھے۔ انہوں نے زندگی بھر اسلامی نظریات کی ترویج و تبلیغ کی۔ انگریزی زبان میں ہزاروں مضامین لکھے جو صرف اپنے ہی ملک میں نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ملکوں کے اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئے۔ ان کا عظیم کارنامہ ”تبویب القرآن“ اور ”ببلوگرانی آف اسلامک اسٹڈیز“ ہے، جسے انہوں نے چالیس سال میں مکمل کیا اور یہ کتاب ۲۳ جلدوں پر مشتمل ہے۔ قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ کیا جو اخبار ”اسلام“ اور ”الاسلام“ میں شائع ہو چکا ہے۔

غرض اس مرد مومن نے ساری زندگی دین اسلام کی خدمت کرتے ہوئے گزاری۔

خدا رحمت کندا ایں عاشقان پاک طینت را“

(خواجہ عبدالقیوم پسر خواجہ عبدالوحید)

(۱۲۷۸) عبدالودود قریشی (پشاور)، جناب

”خاتم الانبیاء (تیرودود برسینہ مردود)“ پشاور کے معروف بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبدالودود قریشی نے ملعون قادیان کے خلاف ستمبر ۱۹۳۲ء میں یہ رسالہ شائع فرمایا تھا جو احتساب قادیانیت جلد ۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۲۷۹) عبدالولی خان، جناب خان

(پیدائش: ۱۱ جنوری ۱۹۱۷ء ..... وفات: ۲۶ جنوری ۲۰۰۶ء)

خیبر پختونخواہ کے تعلق رکھنے والے پاکستان کے قومی رہنما پاکستان نیشنل عوامی پارٹی کے بانی، پاکستان کے اصول پسند سیاست

دان جناب خان عبدالولی خان خالصتاً قومی و سیاسی رہنما تھے۔ آپ قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف بھی رہے۔ آپ کی پارٹی کئی بار خیر پختونخواہ میں برسر اقتدار بھی رہی۔ آپ مذہب اور سیاست کو الگ رکھتے تھے۔ مسلمان ہونے میں بھی کسی مسلمان سے کم نہ تھے۔ لیکن مذہب کو وہ سیاست سے الگ رکھتے تھے۔ یہ ان کا نکتہ نظر تھا۔ اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی بہادری، جرأت، اصول پسندی بحث سے خارج ہے۔ ان کے بڑے سے بڑے سیاسی حریف بھی ان کی جرأت و اصول پسندی کے معترف نظر آتے ہیں۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ دین و ایمان کا مسئلہ ہے۔ اس میں ہمارے قائد مولانا مفتی محمود صاحب ہیں جو وہ فرمائیں گے اس پر ہم عمل کریں گے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی جو قرارداد قومی اسمبلی میں جمع کرائی گئی۔ اس کے چوالیسویں نمبر پر آپ کے دستخط بھی موجود ہیں۔ آپ کی ایک کتاب ”حقائق، حقائق ہیں“ دو اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

۱..... اس کتاب کے ص ۲۶۶ پر ہے: ”یہ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیرکھنا۔ مذہب اور مذہبی تعلیم تو بدل نہیں سکتا۔ کم از کم مسلمان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد جب کہ دین مکمل ہو گیا ہے کسی کو تو حق حاصل نہیں کہ مذہب میں ترمیم کر سکے۔“

۲..... اس کتاب کے ص ۲۰۶، ۲۰۷ پر ہے: ”یہ ایک بنیادی تکلیف ہے جو ہر اس تنظیم، پارٹی یا جماعت کو آتی ہے جو اپنے سیاسی اغراض اور پالیسی کو آگے لے جانے کے لئے مذہب کا سہارا لیتے ہیں اور اسی نام سے کام کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ تنظیمیں ہیں جو خالصتاً مذہب کے نام پر دینی تحریکیں چلاتے ہیں۔ یعنی ہمارے ہندوستان کے وہ باعمل علماء کرام جن کا تعلق دیوبند کے دارالعلوم سے تھا اور وہ کافر انگریز سامراج کے خلاف تحریک چلانا اپنا دینی فریضہ اور جہاد سمجھتے تھے اور اپنے عمل کو دین کے دائرے کے اندر رکھتے تھے۔ یہ باقی جماعتیں اور خصوصیت سے مسلم لیگ جو اپنی سیاست کو مذہب کے پردے میں چلا رہی تھی۔ ان کے راستے میں یقیناً ایسی مشکلات آتی تھیں۔ کیونکہ مذہب کا راستہ تو سیدھا اور بالکل واضح ہے۔ اس میں ادھر ادھر نکلنے اور آگے پیچھے چلنے کی گنجائش نہیں اور سیاست میں تو یہ کام ضروری پیش آتا ہے تو جو لوگ سیاست اور مذہب کو غلط ملط کرتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ بھی وہی ہوگا جو مسلم لیگ کو درپیش تھا کہ ایک مقام ایسا آن پہنچا کہ اپنی سیاسی پالیسی کو بدلنے کے نتیجے میں وہ پاکستان کے مطالبے سے ہاتھ دھو بیٹھے اور چونکہ پاکستان کو انہوں نے مسلمانوں کے بنیادی عقیدے سے مربوط کر دیا تھا تو اب ان پر یہ اعتراض کرنا جائز تھا کہ انہوں نے اپنا سیاسی نہیں بلکہ مذہبی عقیدہ چھوڑ دیا ہے۔“

(۱۲۸۰) عبدالوہاب پشاوری، جناب پیر

(وفات: اکتوبر ۱۹۰۴ء)

پیر عبدالوہاب پشاوری پیر ماکی کے نام سے مشہور تھے۔ اکوڑہ خٹک پشاور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام ضیاء الدین تھا۔ ۱۸۶۳ء میں محاذ امبیلہ پر انگریزوں کے خلاف برسر پیکار ہو کر بہادری کے جوہر دکھائے۔ مولانا عبدالغفور سواتی کے ہاتھوں بیعت ہوئے۔ انگریزوں کے خلاف مجاہدانہ کردار کی بدولت شیخ نے خلافت سے نوازا۔ بعد از خلافت، تبلیغ دین کے لئے اپنی ذات کو وقف کر دیا۔ پسماندگان میں پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ آپ کی تصانیف میں قابل ذکر اور مشہور کتب ”احکام المذہب“ اور ”ہدایۃ الابرار“ ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ مسلم بچی کا رشتہ کسی قادیانی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۲۰)

## (۱۲۸۱) عبدالوہاب حجازی (سمندری)، جناب

”مرزائیاں دے غلق داشیشہ“ سمندری ضلع فیصل آباد کے عبدالوہاب حجازی بد نصیبی سے قادیانی ہو گئے۔ پھر خوش نصیبی سے مسلمان ہو گئے۔ پنجابی نظم پر مشتمل رسالہ ”مرزائیاں دے غلق داشیشہ“ تحریر کیا جو کہ احتساب قادیانیت جلد ۳ میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۲۸۲) عبدالوہاب خان (رام پور)، مولانا

(وفات: ۲۲ نومبر ۱۹۷۸ء)

”حالات والہامات مرزا“ حضرت مولانا عبدالوہاب خان بانی جامعۃ المعارف رام پور کی مرتب کردہ ہے۔ پہلی بار جنوری ۱۹۳۱ء میں رام پور سے شائع ہوئی۔ رام پور یو۔ پی سے مدرسہ فیض العلوم تھانہ ٹین رام پور کی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کی۔ یہی ایڈیشن ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۲ میں محفوظ کیا ہے۔ یہ ایڈیشن مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند دارالعلوم دیوبند کے نائب ناظم مولانا شاہ عالم گورکھپوری کی زیر نگرانی شائع ہوا ہے۔

## (۱۲۸۳) عبدالوہاب (رائے ونڈ)، حضرت حاجی

(ولادت: ۱۹۲۲ء ..... وصال: ۱۸ نومبر ۲۰۱۸ء)

بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے تربیت یافتہ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری و امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے خلیفہ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی و حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے رفیق کار و معتمد، مجلس احرار کے رضا کار اور تحریک ختم نبوت کے کارکن، پاکستان میں تبلیغی جماعت کے تیسرے امیر، لاکھوں تبلیغی رفقاء کے مصلح، ہزاروں غیر مسلموں کو حلقہ گوش اسلام کرنے والے، پوری دنیائے انسانیت کے لئے دردِ دل رکھنے اور تڑپنے والے حضرت بھائی عبدالوہاب اس دنیا فانی کے ۹۶ برس گزار کر بروز اتوار تہجد کے وقت داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ متحدہ ہندوستان کے دار الحکومت دہلی کے ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق راجپوتوں کی ذیلی ذات (رنگڑ، رنگڑ) سے تھا۔ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کی، جس کے بعد وہ انگریز سرکار میں تحصیل دار بھرتی ہو گئے۔ تقسیم ہند کے بعد نوکری چھوڑی۔ اسلام کے نام پر بننے والے پاکستان کی طرف ہجرت اور چک ۱۳۳۱ بی (ٹوپیاں والا) بورے والا، ضلع وہاڑی منتقل ہوئے اور یہیں سے تبلیغی جماعت میں شامل ہوئے۔ اللہ سے توکل کا ایسا پختہ یقین اپنے دل میں جگایا کہ اس کی روشنی سے دنیا بھر میں کروڑوں دلوں نے تسکین پائی۔ آپ کے ہاتھوں جلائے ہوئے دیئے دنیا بھر میں اسلام کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔ آپ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے ان پہلے ۵ ساتھیوں میں بھی شامل تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ کے دین کی تبلیغ کے لئے وقف کی اور اللہ کی محبت کا حق ادا کیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی جنہوں نے ۱۹۱۷ء میں تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی تھی اور اپنے انتقال ۱۹۴۴ء تک جماعت کے امیر رہے۔ بانی کے انتقال کے بعد مولانا محمد یوسف کاندھلوی ۱۹۶۵ء تک، ان کے بعد مولانا انعام الحسن کاندھلوی ۱۹۹۵ء تک تبلیغی جماعت کے امیر رہے۔ پاکستان میں تبلیغی جماعت کی امارت کا جائزہ لیا جائے تو سب سے پہلے امیر محمد شفیع قریشی تھے جن کی ۱۹۷۱ء میں

رحلت کے بعد حاجی محمد بشیر پاکستان میں تبلیغی جماعت کے دوسرے امیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۹۲ء میں حاجی بشیر کے انتقال پر ملال کے بعد حضرت حاجی عبدالوہاب تبلیغی جماعت کے پاکستان میں امیر مقرر ہوئے، جس کے بعد انہوں نے جس لگن اور شوق سے تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اپنی زندگی کے ۷۵ سال انہوں نے ایک ہی ادارے اور ایک ہی مقصد پر صرف کئے اور اپنے عملی کردار سے بہترین نتائج حاصل کئے جو بہت کم کسی کے حصے میں آئے۔

حاجی عبدالوہاب گزشتہ کئی سالوں سے علیل تھے اور گاہے بگاہے ان کے مختلف آپریشنز ہوتے رہتے تھے۔ ان کی عمر ۹۶ سال تھی اور وہ گزشتہ کئی روز سے وینٹی لیٹر پر تھے جس کے باعث رواں سال کے تبلیغی اجتماع میں شرکت بھی نہیں کر سکے۔

راقم الحروف کی حاجی صاحب سے دو بار تفصیلی ملاقات ہوئی۔ پہلی ملاقات کا تھوڑا سا احوال یہاں ذکر کروں گا۔ ۸ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۹ جون ۲۰۱۲ء بروز جمعہ بعد نماز عصر دوستوں کی معیت میں ریونیوڈ مرکز پہنچا۔ سب سے پہلے علماء کرام کے بیان میں گیا جو کہ روز نماز عصر کے بعد ہوا کرتا ہے۔ اس دن حضرت مولانا محمد احسان الحق بیان فرما رہے تھے۔ بیان کے بعد ان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے انتہائی شفقت کا معاملہ فرمایا۔ بعد ازاں حضرت مولانا محمد جمشید علی خان کے بیٹے مولانا صاحبزادہ عبید اللہ خورشید سے ملاقات ہوئی۔ پھر نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ مغرب کی نماز مرکز میں پڑھنے کے بعد دعوت و تبلیغ پاکستان کے امیر حضرت الحاج محمد عبدالوہاب کے کمرے میں ان کے پاس حاضری ہوئی۔ کراچی کے تبلیغی بزرگ جناب ڈاکٹر نوشاد صاحب ہمراہ تھے۔ انہوں نے حاجی صاحب سے راقم الحروف کا تعارف کرایا کہ یہ ختم نبوت کراچی کے امیر، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید اور مولانا سعید احمد جلال پوری شہید کی جگہ ذمہ داری نبھارہے ہیں۔ یہ بات سننا تھی کہ حاجی صاحب نے ۱۹۴۰ء سے لے کر ۲۰۱۲ء تک مجلس احرار اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علمائے اسلام اور دعوت و تبلیغ سے متعلق پرانی یادوں کو تازہ کر دیا۔

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جان دھری، خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا خواجہ خان محمد، مرزا غلام نبی جاناباز، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، حضرت مولانا تاج محمود، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے ایسے ایسے واقعات معجزیات کے سنائے۔ گویا یہ سارے بزرگ نگاہوں کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ ان واقعات سے اندازہ ہوا کہ حاجی صاحب، مولانا محمد الیاس اور مولانا محمد یوسف کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ جی کے تو گویا عاشق ہیں۔ اس وقت ان کا انداز کچھ اس طرح تھا: ”ان کے فلاں جلسے میں میں موجود تھا، فلاں موقع پر میں ان کے ساتھ تھا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شریک تھا۔ فلاں موقع پر انہوں نے یہ فرمایا، فلاں پر انہوں نے یہ فرمایا۔“ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حاجی صاحب کے دماغ کی اسکرین پر یہ تمام واقعات نقش ہیں۔ حاجی صاحب نے جن واقعات کا بطور خاص ذکر کیا۔ ان میں سے چند ایک عرض کرتا ہوں۔

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ایک واقعہ سنایا کہ شاہ جی، حضرت رائے پوری سے بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت رائے پوری نے فرمایا: بیعت نہیں کرتا۔ شاہ جی نے خانقاہ میں دھرنادے دیا اور صبح سے مغرب تک بیٹھے رہے۔ مغرب کے بعد حضرت رائے پوری نے بلایا اور توبہ کرائی اور ساتھ ہی خلافت بھی دے دی اور فرمایا: ”اب لوگوں کو توبہ کرایا کرو۔“

فرمایا کہ: ختم نبوت کے ایک جلسے میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے تقریر فرمائی۔ وہ تقریر اتنی جان دار اور جامع تھی کہ اس کے بعد کسی تقریر کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس کے بعد شاہ جی کی تقریر طے تھی۔ مگر شاہ جی نے تقریر نہ فرمائی اور فرمایا کہ: اس تقریر کا تاثر قائم رہنا چاہئے۔

حضرت حاجی صاحب نے راقم الحروف سے پوچھا کہ: ”شاہ جی کی سوانح کس کس نے لکھی ہے؟“ بندہ نے عرض کیا: ”مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عبدالقیوم حقانی اور سیدہ ام کفیل بخاری نے۔“ پھر پوچھا کہ: ”آپ کا دفتر پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ پر ہے؟“ راقم نے عرض کیا: ”جی ہاں!“ پھر پوچھا: ”وہاں سے رسالہ نکلتا ہے؟“ عرض کیا کہ: ”دفتر ختم نبوت کراچی سے ہفت روزہ ”ختم نبوت“ اور ملتان سے ماہنامہ ”لولاک“ نکلتا ہے۔“ حاجی صاحب نے فرمایا: ”لولاک تو فیصل آباد سے نکلتا تھا“ راقم نے بتلایا کہ: ”اب ملتان سے نکلتا ہے۔“

پھر حاجی صاحب نے فرمایا کہ: ”لندن میں جو ختم نبوت کا دفتر ہے میں وہاں گیا تھا۔ اس دفعہ کی برطانیہ کی ختم نبوت کانفرنس ہوگئی؟“ بندہ نے عرض کیا کہ: ”۲۳ جون کو ہو چکی ہے۔“ حاجی صاحب نے فرمایا: ”اس کی کچھ کارگزاری سناؤ؟“ بندہ نے جواب دیا کہ: ”حضرت! میں خود نہیں گیا تھا۔ بلکہ حضرت مولانا عبدالجید لدھیانوی دامت برکاتہم امیر مرکزیہ، حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا مفتی خالد محمود اور دوسرے حضرات تشریف لے گئے تھے۔ ابھی میری مولانا اللہ وسایا صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لئے مجھے علم نہیں ہے۔“ تو حاجی صاحب نے شفقت سے بندہ کے چہرہ پر ہلکی سی چپٹ لگائی۔ مفتی خالد محمود صاحب کا نام سنتے ہی حاجی صاحب نے پوچھا: ”یہ کون ہے؟“ عرض کیا: ”مولانا عبدالجید سکھروی کے بیٹے ہیں۔“ ختم نبوت کی کانفرنس اور رسائل کے بارے میں پوچھنے سے اندازہ ہوا کہ حاجی صاحب کو بھی ختم نبوت کے کام کی فکر لگی رہتی ہے اور پروگراموں اور کانفرنسوں کی کارگزاری معلوم فرمایا کرتے ہیں۔

بہر حال حاجی صاحب نے کئی ایک واقعات سنائے اور یہ ملاقات دو گھنٹے کے طویل وقت پر محیط رہی۔ حاجی صاحب اپنی دعوتی و تبلیغی مصروفیات کے باعث کسی کو اتنا زیادہ وقت نہیں دے پاتے۔ لیکن راقم الحروف کی خوش قسمتی کہ آپ نے بہت ہی محبت و شفقت فرمائی۔

گزشتہ سال بادشاہی مسجد لاہور میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے سلسلہ میں جب لاہور گئے تو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا سعید خان اسکندر، حضرت مولانا مفتی محمد بن جمیل کے ہمراہ بھائی عبدالوہاب کی عیادت کے سلسلہ میں رانیونڈ مرکز گئے۔ آپ بڑی محبت سے حضرت ڈاکٹر صاحب اور دوسرے رفقہ کو ملے۔ آپ نے کئی باتیں ارشاد فرمائیں۔ من جملہ ان میں ایک بات یہ ارشاد فرمائی کہ: کچھ عرصہ سے ہمارے بعض اہل مدارس اور علمائے کرام مختلف عنوانات سے جدیدیت کی طرف بہہ رہے ہیں۔ وہ ہر مسئلہ اور معاملہ میں حکومتوں اور مقتدر قوتوں کی ہاں میں ہاں ملانے کو اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں۔ ہمارے اکابر اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ہماری کامیابی اپنے اکابر پر اعتماد اور ان کے متعین کردہ راستوں پر چلنے میں ہے۔ آخر میں بہت زیادہ دعاؤں سے نوازا اور ہمیں رخصت کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حاجی صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے مشن پر گامزن حضرات کو ان کے نقشِ پاکی پیروی نصیب فرمائے۔ آمین!

(مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ کراچی)

## (۱۲۸۴) عبدالوہاب شاہ (حاصل پور)، جناب سید

(پیدائش: ۱۹۵۹ء ..... وفات: ۱۳/ مئی ۲۰۰۸ء)

مولانا سید عبدالوہاب شاہ صاحب احمد پور شرقیہ کے محلہ کٹوہ احمد خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی سید محمود شاہ صاحب ایس۔ ٹی سکول ٹیچر تھے۔ سید عبدالوہاب نے سکول کی تعلیم حاصل کی۔ احمد پور شرقیہ کے حافظ رحمت اللہ کے ہاں حفظ قرآن کیا۔ قاری عبدالملک صاحب کے ہاں راولپنڈی میں گردان اور قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ امینہ راولپنڈی حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب کی زیر سرپرستی دینی علوم حاصل کئے اور پھر احمد پور شرقیہ گورنمنٹ کالج میں لائبریرین کے عہدہ پر مامور ہو گئے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ قدرت نے لُحْنِ دَاوُدِی سے آپ کو حصہ نصیب کیا تھا۔

تحریک کے جلسے جلوسوں میں ختم نبوت پر نعتیں پڑھتے تو مجمع پر سحر کی کیفیت طاری کر دیتے۔ دشمن نے آپ کو زہر دیا۔ بروقت علاج سے جان تو بچ گئی لیکن آواز سخت متاثر ہوئی۔ جوانی میں شوق اٹھا تو دارالعلوم مدنیہ بہاول پور سے دورہ شریف مکمل کیا۔ ۱۹۹۳ء میں حاصل پور تشریف لائے۔ یہاں ایک سکول میں ملازمت اختیار کی۔ روایت ہے کہ حاصل پور تشریف لائے تو سب سے پہلے جو آپ کے میزبان تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں پہلی بات یہی کہ آپ حاصل پور کو چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے؟ سید آل رسول تھے۔ حسینی خون تھا۔ وعدہ کر لیا اور پھر وہیں دفن ہو کر عہد و فاء کی تاریخ میں ایک شاندار روایت کا اضافہ کر دیا۔

فقیر راقم کی آج سے برسوں پہلے مدرسہ صادقہ منجن آباد کے جلسہ پر پہلی ملاقات ہوئی۔ معصوم چہرہ، سادگی کا پیکر، پہلی ملاقات میں فرمایا کہ آپ کے چھوٹے بھائی عبدالقادر کا کیا حال ہے؟ اچانک سنا تو فقیر کو حیرت ہوئی پوچھنے پر فرمایا کہ گورنمنٹ کالج احمد پور شرقیہ میں ان سے راہ و رسم اور دوستی تھی۔

برادر خورد عبدالقادر کی مثالی دینداری میں مولانا سید عبدالوہاب شاہ کی صحبتوں کا اثر ہے۔ فقیر کا اس ملاقات کے بعد تو دوستانہ ہو گیا۔ وہ بھرپور محبت والے شخص تھے۔ علاقہ بھر میں وعظ و تبلیغ، سادہ مگر دل میں اترنے والی گفتگو سے مقبول دینی شخصیت تھے۔ دن کو سکول میں، چھٹی ہوتے ہی جلسوں میں شرکت کے لئے سفر کرنا آپ کا معمول تھا۔ ان کے دل میں انسان دوستی اور نفع خلق خدا کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

پاکستان بننے کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام پہلے چنیوٹ میں پھر ۱۹۸۲ء سے چناب نگر میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ چناب نگر کانفرنس ہمیشہ جمعرات جمعہ کو ہوتی ہے۔ جمعہ بعد از نماز فجر درس کا ہمیشہ سے معمول چلا آ رہا ہے۔ ڈیڑھ دو گھنٹہ کا جامع و مفصل کسی ایک عنوان پر خطاب کا یہ معمول کانفرنس کا اہم حصہ ہے۔ عرصہ تک مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر ادا کوڑوی یہ درس دیتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ایک بار اتفاق سے حاصل پور کی جماعت کے ساتھ شاہ صاحب رات کو کانفرنس میں شریک ہوئے۔ مقررین کی بہتات کے باعث رات کو بیان نہ ہو سکا۔ تو صبح درس کرا دیا۔ پہلے ہی درس میں مجمع پر جادو کر دیا۔ پھر تو ہمیشہ کا معمول بن گیا اور زندگی کے آخری دم تک اس روایت پر آپ عمل پیرا رہے۔

ظہر کے وقت حاصل پور سے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوتے۔ عشاء کے بعد رات گئے تک شریک کانفرنس رہتے۔ تھوڑی دیر آرام کرتے پھر ساتھیوں کو جگاتے اور صبح کی نماز صاف اوّل میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ ادا کرتے۔ سلام پھرتے ہی منبر پر فرود کش ہوتے پھر وعظ شروع ہو جاتا۔ جو اشراق تک جاری رہتا۔ درس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ سال بھر کانفرنس کے سامعین جس طرح کانفرنس میں شمولیت کے لئے دن گنتے رہتے۔ یہی حال اس درس کے لئے سامعین کا ہوتا۔

وعظ میں قرآن و سنت، تفسیر و تشریح، قصص، حکایات، عبرت آموز واقعات و تمثیلات، حالات حاضرہ پر تبصرہ، عوام کی خیر خواہی کے لئے چند نصائح، حکومتی ظلم و بے دینی پر نقد و جرح، برومقہ شعر و اشعار و استعارات سے کام لینا۔ غرض خطابت کے تمام جوہر ان میں موجود تھے۔ بہاول پور اور چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شمولیت آپ کی زندگی کے معمولات قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

بہاول پور ایک بار ”مین مقرر“ تشریف نہ لائے۔ آپ کو آخر میں وقت دیا۔ ہاتھ میں ڈنڈا لے کر دھیمے انداز سے آغاز کیا۔ چند منٹوں میں پورا اجتماع ان کی مٹھی میں تھا۔ رات گئے تک کانفرنس جاری رہی۔ مین مقرر کی عدم تشریف آوری کا لوگ ویسے ہی بھول گئے۔

پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی کے لئے غلہ منڈی بہاول پور میں احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے حکومت پر وہ تعریضیں کیں کہ پہلے مقررین کی خطابت ان کے بیان کے نیچے دب گئی۔ ابھی ۱۱/۱۱/۲۰۰۸ء کو ملتان میں ختم نبوت کانفرنس میں شمولیت کے لئے چلے۔ ان کے کانفرنسوں میں شرکت کے ہمیشہ کے ہمسفر الحاج منیر احمد اختر صدر مجلس تحفظ ختم نبوت حاصل پور ہمراہ تھے۔ جامعہ خالد بن ولید ٹھیکگی کالونی وہاڑی پہنچے تو طوفانی باد و باران نے مشکل کھڑی کر دی۔ حاجی منیر احمد اختر صاحب نے مولانا محمد اسحاق ساقی کو فون کیا کہ اس حالت میں کیا حکم ہے؟ ساقی صاحب نے بتایا کہ ملتان میں بارش و آندھی نے طوفان کی کیفیت اختیار کر رکھی ہے۔ کانفرنس میں شرکت کی بجائے واپس جانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں۔ مولانا سید عبدالوہاب سے حاجی منیر احمد اختر نے صورتحال بیان کی تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ موسمی مشکلات اپنی جگہ، مگر کانفرنس میں تو بہر حال شرکت کرنا ہے۔ چنانچہ شدید طوفان میں آئے اور کانفرنس کے اختتام تک دفتر مرکزیہ میں قیام پذیر رہے۔ یہ آپ کی عقیدہ ختم نبوت سے گہری و جذباتی وابستگی کی شاندار مثال ہے۔

آپ نے تبلیغ میں ایک سال لگایا۔ مقامی تبلیغی جماعت سے ربط و باضطر رکھا۔ غرض وہ کئی صفات عالیہ کے حامل تھے۔ آپ کی پہلی بیعت حضرت تھانوی کے حلقہ کے ڈاکٹر عبدالحی عارنی سے تھی۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت حافظ غلام حبیب چکوال والوں سے ارادت کا تعلق قائم کیا۔ آپ کے خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر پیر ذوالفقار نقشبندی سے خلافت حاصل کی۔

عالم دین، صوفی کامل، شریعت کے عامل، سنت نبوی کے شیداء، تبلیغی مزاج، سادہ طبیعت، سراپا معجز و انکسار کی صفات نے آپ کو چمکتا دملتا زر خالص بنا دیا تھا۔ شاہ صاحب کا کھلا لمبا چہرہ، خوبصورت نرم ملائم چھڑک بالوں والی داڑھی، گندم گوں رنگ، معصومیت جھلکتی صورت، درمیانہ قد، مناسب جسمانی ساخت، نہ بالکل پتلے دبلے نابالکل فریبہ، درمیانی جسامت، سفید لباس، لمبا کرتا، سر پر ٹوپی اس پر دو شملوں والی پگڑی، ہاتھ میں لمبا و موٹا ڈنڈا، چلنے میں وقار مگر پھر تیلی چال، یہ تھے سید عبدالوہاب شاہ صاحب۔ محبوبیت کا یہ عالم کہ چہرہ پر نظر پڑتے ہی دل میں گھر کر جانے والے۔ مخلص رہنما، ہر دل عزیز عوامی خطیب، سید آل رسول، حسینی خون، غرض خوبیوں و نسبتوں سے مالا مال آپ کی شخصیت تھی۔ چند سال قبل پرانا حاصل پور ہائی سکول روڈ پر وسیع قطعہ اراضی حاصل کر کے دارالعلوم حاصل پور کی بنیاد رکھی۔ جامع مسجد و مدرسہ کی تعمیر کا کام زوروں پر، خاصہ مکمل بھی کر لیا۔ متعدد بار حج و عمرہ کی سعادت حاصل کی۔



مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ ان سے کئی ملاقاتیں رہیں۔ وہاں ان کی وابستگی و شیفتگی کا رنگ ہی اور ہوتا تھا۔ گرمی کی چھٹیوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ یا عمرہ کا معمول تھا۔ یہ سب معمولات جاری تھے کہ دنیا سے دل بھر گیا۔ آخری روز دجال کے فتنہ، اس سے بچنے کی ادعیہ پر ساتھیوں کو مطلع کرتے رہے اور بار بار کہا کہ اب نبی پاک ﷺ کے پاس جانے کو دل کرتا ہے۔ تبلیغی سفر پر نکلے، پاکستان دن کو وعظ کیا۔ شام کو بورے والا آ رہے تھے کہ تیز رفتار بس کا پر چڑھ گئی۔ ڈرائیور اور خود موقع پر اور باقی دو ساتھی ہسپتال میں جاں بحق ہو گئے۔ اگلے دن مثالی جنازہ ہوا۔ وہ کیا گئے زمانہ کی رت ہی بدل گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

(۱۲۸۵) عبدالوہاب (عارف والا)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۸ء ..... وفات: ۶ اگست ۲۰۱۸ء)

مولانا عبدالوہاب کے والد کا اسم گرامی میاں عبدالستار تھا۔ قیام پاکستان کے وقت جالندھر سے ساہی وال چک ۶/۸۵- آرمیں آ کر سکونت اختیار کی۔ آپ کی تبلیغی جماعت سے مثالی وابستگی تھی۔ آپ رائے ونڈ میں مقیم حضرات میں شامل تھے۔ ۱۹۲۸ء میں آپ ملائیشیا تشریف لے گئے تو اس دوران گاؤں میں مولانا حافظ عبدالوہاب کی پیدائش ہوئی۔ پاکستان بننے کے ساتھ جامعہ رشیدیہ ساہی وال قائم ہوا۔ حضرت شیخ الہند کے شاگرد رشید حضرت مفتی فقیر اللہ اس کے بانی تھے۔ جامعہ میں ایک استاذ حضرت حافظ نذر محمد شعبہ حفظ و قرأت سے وابستہ تھے۔ ان کا وجود بھی بانی جامعہ کی طرح جامعہ کے لئے تحفہ خداوندی تھا۔ وہ چلتے پھرتے مقبول بارگاہ الہی لوگوں میں شامل تھے۔ ان کے ہاں بلاشبہ سیکڑوں طلباء نے کلام الہی کے حفظ کی سعادت حاصل کی۔ مولانا عبدالوہاب جب سن شعور کو پہنچے تو جامعہ رشیدیہ میں ہی حضرت حافظ نذر محمد کے ہاں قرآن مجید حفظ کیا۔

ان دنوں رشیدیہ ہائی سکول بھی جامعہ کے ساتھ تھا۔ جس کو ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کی پاداش میں سرکاری تحویل میں لیا گیا۔ مولانا عبدالوہاب نے رشیدیہ ہائی سکول میں بھی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ رشیدیہ میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ، حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری، مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی، علامہ غلام رسول، مولانا مفتی محمد مقبول آپ کے اساتذہ میں شامل تھے۔ فراغت کے بعد گومندی ضلع پاکستان، فیصل آباد، سندھ کے بعض علاقوں میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

فروری ۱۹۸۲ء میں مدرسہ عربیہ فاروقیہ عارف والا میں بطور مدرس کے تشریف لائے۔ ان دنوں فاروقیہ مدرسہ کے مہتمم جناب صوفی محمد علی تھے۔ اس دور میں جامع مسجد فاروقیہ کے خطیب حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تھے۔ ان حضرات کی نگرانی میں آپ نے تعلیم و تعلم کا آغاز کیا۔ حق تعالیٰ نے آپ کی اخلاص بھری کاوشوں کو اس طرح ثمر بار کیا کہ ۱۹۹۰ء میں منفقہ طور پر مدرسہ عربیہ فاروقیہ تدریس کے ساتھ اہتمام بھی آپ کو منتقل کر دیا گیا۔

ادھر مولانا عبدالرحیم اشعر نے اپنی مصروفیات و عوارض کی بنیاد پر فاروقیہ مسجد کی خطابت بھی آہستہ آہستہ مولانا عبدالوہاب کو منتقل کر دی۔ آپ اپنی سلامت روی اور خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر تمام مفوضہ امور کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے تندہی سے ایسے منہمک ہوئے کہ مدرسہ و جامع مسجد فاروقیہ نے علاقہ میں ایک کامیاب و نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ مولانا عبدالوہاب عمر بھر عالمی مجلس

تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، تبلیغی جماعت سے وابستہ رہے۔ ہر دینی تحریک میں آپ کا قائدانہ کردار رہا۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ فٹ بال گراؤنڈ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے آپ کا نماز جنازہ پڑھایا۔ مولانا عبدالوہاب کے صاحبزادہ مولانا مفتی عبید اللہ کو مدرسہ و مسجد کی انتظامیہ نے آپ کا جانشین مقرر کیا۔ مدرسہ فاروقیہ کے مہتمم اور جامعہ مسجد فاروقیہ کے آپ خطیب مقرر کر دیئے گئے۔

### (۱۲۸۶) عبدالوہاب کانپوری، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباحلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالوہاب کانپوری کو بھی انجام آختم کے ص ۷۱، نمبر ۸۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

### (۱۲۸۷) عبدالکریم ہزاروی، مولانا

(وفات: ۱۳۳۲ھ)

مولانا عبدالکریم دیہات لبرکوٹ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالرزاق، دادا کا کمال الدین اور پردادا کا کرم میر علی تھا۔ علم نحو اور فقہ، حدیث، اصول کلام، منطق کی کتابیں مولانا نور عالم ہزاروی سے پڑھیں اور رامپور میں علامہ عبدالحق بن فضل حق سے بھی کسب علم کیا۔ آپ نے رام پور، شاہجہانپور میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ذی استعداد عالم دین تھے۔ علم معقول اور مقول میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ بہترین مناظر بھی تھے۔ جب آپ مدرسہ محبوبیہ حیدرآباد دکن میں صدر مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف جو فتویٰ دیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

”کسی شخص کے کفر کا فتویٰ دینا کچھ آسان امر نہیں۔ مگر جو شخص نصوص متواترہ، قطعی الدلیلہ کا منکر ہو اس کے کفر کو مسلمانوں پر ظاہر کرنا، حاملان شرع اسلام کا فرض قطعی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو خدا کے نزدیک ان سے بڑھ کر شاید ہی کوئی ملعون ثابت ہو۔ اسی مجبوری کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی ساکن قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کے کفر کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ میں نے خود اس سے سنا ہے کہ وہ بار بار تاکید سے کہتا تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھ پر نزول وحی اسی طرح ہوتی ہے جیسے دیگر انبیاء پر۔ اس کے بعد مجھے اس کے کفر میں کوئی تاویل نہ رہا۔ واللہ اعلم!“

### (۱۲۸۸) عبدالہادی (خطیب مسجد دربار محبوب سبحانی اوچ شریف)، مولانا

مولانا عبدالہادی، مولانا فقیر اللہ کے بعد دربار محبوب سبحانی اوچ شریف کے خطیب مقرر ہوئے۔ ان کے زمانہ میں ایک قادیانی بشیر احمد نام کا مردود ہوا۔ مولوی معراج احمد خطیب دربار حضرت فضل دین لاڈلانی نے اس مرزائی کا جنازہ پڑھا دیا۔ مولانا عبدالہادی نے فتویٰ جاری کیا کہ قادیانی کا جنازہ پڑھنے والے اور پڑھانے والا سب دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور ان کا نکاح باطل ہے۔ چنانچہ مولوی معراج احمد نے کھلے عام توبہ کی۔ از سر نو کلمہ طیبہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور از سر نو حق مہر مقرر کر

کے تجدید نکاح کیا۔ اسی طرح تمام جنازہ پڑھنے والوں نے دوبارہ اسلام قبول کیا اور نکاح کی بھی تجدید کی۔

(تذکرہ مشائخ و علماء کرام بہاول پور ڈویژن ص ۸۲، ۸۳، قلمی نسخہ مرتبہ مولانا رشید احمد نور پوری)

## (۱۲۸۹) عبدالبہادی دین پوری، حضرت میاں

(پیدائش: ۱۴ اپریل ۱۹۰۴ء ..... وفات ۲۶ اگست ۱۹۷۸ء)

حضرت میاں عبدالبہادی دین پوری خانقاہ عالیہ دین پور کے بانی حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوری کے جانشین اور خانقاہ شریف کے شیخ ثانی تھے۔ حضرت میاں عبدالبہادی صاحب نے تمام تر تعلیم دین پور شریف میں اکابر علماء کرام سے حاصل کی۔ دورہ تفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے کیا اور ان سے خلافت بھی حاصل کی۔

حضرت میاں عبدالبہادی دین پوری عقیدہ ختم نبوت کے لئے ہمیشہ مستعد رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما حضرت امیر شریعت، حضرت مولانا قاضی احسان احمد، حضرت مولانا محمد علی جالندھری سے آپ کے بہت ہی مشفقانہ تعلقات تھے۔ فیروزہ کے علاقہ میں مولانا محمد علی جالندھری کو بلوا کر تفریر کراتے تھے اور خود صدارت فرماتے تھے۔ ختم نبوت کی حمایت اور قادیانیوں کے خلاف لکھنے پر آغا شورش کاشمیری، ایوب خان مرحوم کے دور میں گرفتار ہوئے۔ کراچی میں جیل کاٹی۔ اس دوران حضرت میاں عبدالبہادی پل پل کی صورت حال سے باخبر اور دعا گور ہے۔ آغا صاحب رہا ہو کر ٹرین سے واپس آئے تو خانپور کے اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں میں حضرت میاں عبدالبہادی صاحب بھی شامل تھے۔ پلیٹ فارم پر چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ آغا صاحب ٹرین سے اتر کر پلٹ گئے۔ آپ نے سینہ سے لگایا اور دعا دی۔ اسی طرح تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے متعلق ایک واقعہ ”تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء“ جلد اول کے ص ۱۰، ۱۱ سے ملاحظہ فرمائیں۔

”فقیر کو ۲۰ مئی ۱۹۹۳ء کو ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان کے ایک دینی جلسہ میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ وہاں کے عالم باعلیٰ حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مفتی حبیب الرحمن درخواستی، برادر مکرّم خطیب اہل سنت مولانا عبدالکریم ندیم خانپوری نے بتایا: ”قطب عالم حضرت میاں عبدالبہادی صاحب سجادہ نشین دین پور شریف، اپنے بڑھاپے اور بیماری کے باعث چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ مگر اس تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے آپ کی قلبی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کی چار پائی کو خان پور جلوس میں لایا گیا۔ ویگن پر چار پائی رکھی گئی۔ ان حالات میں آپ نے جلوس کی قیادت کی۔ خان پور کے اس جلوس میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دیوبندی اور حضرت حافظ سراج احمد صاحب بریلوی آپ کے دائیں بائیں ہمراہ تھے۔ شرکاء جب ختم نبوت کا نعرہ لگاتے تو حضرت میاں عبدالبہادی صاحب اپنی تمام تر توانائیوں کو جمع کر کے ”زندہ باد“ سے جواب دیتے۔ مرزا بیٹ مردہ باد کہتے تو آپ پر جلال کی کیفیت طاری ہوتی۔ رفقاء کو اشارہ سے بلا کر فرماتے کہ میاں دیکھو، گواہ رہنا۔ کل قیامت کے دن رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ شفاعت میں گواہی دینا کہ یہ عاجز (آگے جو اپنی انکساری کے جملے ارشاد فرمائے، فقیر لکھ نہیں سکتا) عبدالبہادی محض اس عمل کے صدقہ سے نجات و شفاعت کی بھیک مانگے گا۔ گواہی دینا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ ہی سے نجات ہوگی۔ نجات اور شفاعت حاصل کرنے کا یہ ”شارٹ کٹ“ راستہ ہے۔ انہیں حضرات کی ان اخلاص بھری اور جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ دشمن اپنے کئے کی پارہا ہے اور اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔“

## (۱۲۹۰) عبید الرحمن ضیاء (کمالیہ)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۴۳ء ..... وفات: ۲۷/۲۰/۲۰۲۰ء)

پاکستان کے نامور مذہبی خطیب حضرت مولانا عبید الرحمن ضیاء جالندھر ضلع کے قصبہ راہوں کے رہائشی تھے۔ انصار برادری سے تعلق تھا۔ والد گرامی کا نام نذیر احمد تھا جو بہت ہی مذہبی اور دیندار شخصیت تھے۔ پاکستان بننے کے وقت آپ کی چار پانچ سال عمر تھی۔ ذہین اتنے تھے کہ اپنے آبائی قصبہ راہوں کے حالات محل وقوع مکان، گلی محلہ کی تفصیلات یاد تھیں۔ اسی قصبہ راہوں کے معروف رہنما چوہدری عبدالرحمن تھے، جو کل ہند مجلس احرار اسلام کے نامور رہنما تھے۔ مجلس احرار کے ٹکٹ پر متحدہ ہندوستان کی اسمبلی کے الیکشن میں بھی حصہ لیا اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ ۱۹۳۵ء پاکستان بننے تک اسمبلی کے ممبر آف پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی یعنی ایم۔ ایل۔ اے رہے۔ مولانا عبید الرحمن ضیاء اجمالی طور پر یہ باتیں اپنے بچوں کو سنایا کرتے تھے۔ تقسیم کے بعد آپ کے خاندان کا کچھ حصہ کمالیہ اور کچھ حصہ چیچہ وطنی کے قریب چک نمبر ۱۱۲/۱۲- ایل میں آکر رہائش پذیر ہوا۔ دوسرے حصہ میں مولانا عبید الرحمن ضیاء کے والد بھی تھے جو چند سالوں بعد چک ۱۲- ایل سے کمالیہ منتقل ہو گئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی جب فراغت کے بعد اپنی تدریس کے پہلے سال جامعہ نعمانیہ کمالیہ میں مدرس مقرر ہوئے تو آپ کے ابتدائی شاگردوں میں مولانا عبید الرحمن ضیاء بھی تھے۔ ان کا پہلا نام گلزار احمد صاحب تھا۔ پھر عبید الرحمن ضیاء قرار پایا۔ مولانا عبید الرحمن کا اپنے استاذ مولانا عبدالمجید صاحب سے ایسا گہرا مخلصانہ تعلق رہا۔ جہاں کہیں مولانا عبدالمجید صاحب تدریس کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا ضیاء بھی بطور شاگرد کے ساتھ رہے۔ چاہے قاسم العلوم ملتان ہو یا دارالعلوم کبیر والہ، مولانا ضیاء نے ۱۹۶۳ء میں دارالعلوم کبیر والہ سے سند فراغ حاصل کی۔ حضرت علامہ مولانا عبدالخالق صدر صاحب، مولانا منظور الحق، مولانا ظہور الحق، مولانا علی محمد، مولانا عبدالمجید لدھیانوی ایسے یگانہ روزگار حضرات کے آپ شاگرد رشید تھے۔ فراغت کے بعد فیصل آباد، کوٹ رادھا کشن، سمندری، قصور، جامع مسجد فاروقیہ کمالیہ، جامع مسجد کیریہ کمالیہ میں آپ خطیب رہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے ضیاء القرآن عبیدیہ کے نام سے کمالیہ میں مدرسہ قائم کیا اور یہاں اخیر عمر تک خطیب رہے۔

مولانا عبید الرحمن صاحب خوب خوش مزاج خطیب تھے۔ زیادہ تر پنجابی میں تقریریں ہوتیں۔ خوش مزاجی، ظرافت، ہذلولہ سنجی میں سخت اختلافی بات کو اتنی خوش اسلوبی سے ادا کر جاتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ گفتگو میں چوٹ کرنا بھی جانتے تھے اور پھر الفاظ کے مساج سے سہلا کر سامع کو برا بھیجتے ہونے کا موقع بھی نہ دیتے۔

مولانا امداد الحسن نعمانی، مولانا محمد رفیق جامی، مولانا عبید الرحمن ضیاء تینوں حضرات کی تکون قابل توجہ تھی۔ اب ان کے جانے سے تکون ٹوٹ گئی۔ تینوں حضرات کا ہی کمالیہ سے تعلق تھا۔ تینوں ہر سال برطانیہ میں بھی اکٹھے رہتے۔ ہم پیالہ وہم نوالہ، ہم وطن، ہم مزاج، ہم ذوق، ہم زبان و بیان تھے۔ رد بدعت مولانا ضیاء کا پسندیدہ موضوع تھا۔ پہلے احیاء سنت میں رہے۔ آج کل علماء کونسل میں تھے۔ اول آخر آپ کا میدان تبلیغ تھا۔ ہر بے دین و بددین فتنہ کے خلاف نبرد آزار ہے۔ کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ وقت موعود آن پہنچا۔ ان دیکھی مگر یقینی منزل کی طرف چل دیئے۔ جامعہ باب العلوم کھروڑ پکا کے شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور نے جنازہ پڑھایا۔

## (۱۲۹۱) عبید اللہ احرار (فیصل آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۰ء ..... وفات: ۲۰ فروری ۱۹۷۵ء)

مشرقی پنجاب سے فیصل آباد آگئے۔ عمر بھر مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے دینی خدمات سرانجام دیں۔ مسلکی لحاظ سے اہل حدیث تھے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی تعمیر و ترقی میں مثالی کردار ادا کیا۔ ایک وقت تھا کہ آپ مجلس احرار اسلام پاکستان کے صدر اور جانشین امیر شریعت مولانا سید عطاء المعتم بخاری مجلس احرار کے ناظم اعلیٰ تھے۔ بعد میں ایسا مرحلہ بھی آیا کہ مولانا عبید اللہ احرار نے چوہدری ثناء اللہ بھٹہ کو ناظم اعلیٰ بنا لیا اور حضرت ابن امیر شریعت نے اپنا صدر الحاج محمد حسین چغتائی کو بنا لیا۔ ایک کو ناظم اعلیٰ مل گئے دوسرے بزرگ کو صدر مل گئے۔ کام چلتا رہا۔ بلکہ خوب چلتا رہا۔ مولانا عبید اللہ احرار کی جانب سے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں صدائی کمیشن میں تحریری بیان داخل کرایا گیا جو مولانا مظہر علی اظہر کے صاحبزادہ جناب خاقان بابر ایڈووکیٹ نے داخل کرایا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں تمام رفقاء احرار سمیت خوب حصہ لیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے قادیانیوں کو غیر مسلموں میں کھڑا کیا۔ زہے نصیب!

## (۱۲۹۲) عبید اللہ (جامعہ اشرفیہ لاہور)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۲۵ء، امرتسر ..... وفات: ۱۱ مارچ ۲۰۱۶ء)

آپ حضرت مولانا محمد حسن امرتسری کے صاحبزادہ تھے۔ ۹ سال کی عمر میں قاری کریم بخش سے آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ابتدائی کتب والد گرامی سے پڑھیں۔ دورہ حدیث شریف دارالعلوم سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا ابراہیم بلیاوی، مولانا اعجاز علی، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا نافع گل سے پڑھا۔ مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں پڑھاتے رہے۔ تقسیم کے بعد ۱۹۴۹ء سے جامعہ اشرفیہ میں پڑھانا شروع کیا۔ والد گرامی کی وفات کے بعد جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مقرر ہوئے اور تادم زیست اس کے مہتمم رہے۔ ۹ سال کی عمر سے تھانہ بھون کی حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ حدیث شریف کی تمام کتب کا آغاز تھانوی نے کرایا اور حضرت مفتی صاحب سے حضرت تھانوی نے فرمایا: فکر نہ کرو عبید اللہ بھاگتے بھاگتے مولوی بن جائے گا۔ مولانا عبید اللہ اشرفی کی سند حدیث بہت عالی تھی کہ وہ تھانوی سے پڑھے۔ حضرت تھانوی کو حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے اجازت حدیث تھی اور وہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے اور وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ مولانا عبید اللہ اشرفی ختم نبوت کے کام کی ہمیشہ سرپرستی فرماتے رہے۔ ملعون قادیان کے خلاف آپ کے متعدد فتاویٰ جات پر دستخط ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں جب وفاتی شریعت کورٹ میں قادیانیوں سے متعلق کیس چل رہا تھا تو آپ نے تیاری کرانے کے لئے اپنے جامعہ اور اس کی لائبریری کو وقف کر دیا تھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی بیچ اپنے رفقاء ایک ماہ تک یہاں قیام پذیر رہے۔

## (۱۲۹۳) عبید اللہ انور (لاہور)، حضرت مولانا

(پیدائش: ۲۱ اگست ۱۹۲۶ء ..... وفات: ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء)

آپ شیخ الشفیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے قرآن مجید والد ماجد اور قاری

عبدالکریم صاحب سے جو دارالعلوم دیوبند سے لاہور آئے تھے سے پڑھا اور اسی دوران آپ نے جماعت چہارم کا امتحان بھی دیا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد ماجد حضرت لاہوری نے فرمایا کہ اگر اوّل آؤ گے تو جو کچھ مانگو گے وہی ملے گا۔ خدا کی قدرت کے آپ اوّل آ گئے۔ حضرت نے پوچھا کس چیز کی خواہش ہے۔ آپ نے جواب دیا مجھے گھڑی، گھوڑا اور ایک چھاتہ خرید کر دیا جائے اور دہلی کی جامع مسجد اور علی گڑھ دکھلا دیں۔ حضرت نے آپ کی ان عجیب و غریب خواہشات کو سنا تو آپ کی والدہ ماجدہ سے کہا کہ انور سے یہ ہمارا پہلا وعدہ ہے۔ اسے ضرور پورا کرنا چاہئے۔ وگرنہ بچے کے ذہن پر برا اثر پڑے گا۔ چنانچہ آپ کی خواہش کو پورا کیا اور علی گڑھ سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند دکھلایا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے ماحول سے متاثر ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کروایا گیا اور پھر چند سالوں کے بعد جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ آپ وہاں پڑھتے رہے۔

۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی جلا وطنی کے بعد وہاں تشریف لے گئے تو آپ کی ڈیوٹی ان کی خدمت کرنے کی لگ گئی۔ حضرت سندھی کی خدمت کے ساتھ ان سے تقریباً تین چار سال علم بھی حاصل کیا۔ حضرت سندھی نے آپ کو پھر دارالعلوم دیوبند بھجوادیا اور تعارفی کارڈ پر داخلہ کے لئے لکھا جسے قاری محمد طیب قاسمی نے آنکھوں سے لگایا۔ ایک ملاقات میں حضرت سندھی نے ڈاکٹر ذاکر حسین سے کہا کہ انور جب دیوبند سے فارغ ہوں گے تو انہیں آپ کے سپرد کروں گا کہ آپ نے برلن سے اقتصادیات کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انور کو الہیات کی ڈگری دلوائیں۔ (حضرت سندھی فرماتے تھے کہ بی۔ اے تک کی انگریزی کی استعداد ضروری ہے تاکہ انگریزوں سے نجات مل سکے) آپ نے ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کیا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے علاوہ آپ نے شیخ الادب مولانا اعجاز علی امر وہی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا سید اصغر حسین، مولانا فخر الدین مراد آبادی، مولانا سید مہدی حسن شاہ جہانپوری جیسی جبال العلم شخصیات سے حدیث شریف پڑھی۔

دارالعلوم دیوبند میں آپ کے ساتھیوں میں امیر الہند سید اسعد مدنی کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ فراغت کے بعد حضرت لاہوری نے آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی مولانا حبیب اللہ مہاجر مدنی کو مولانا محمد صادق کی خواہش پر مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی تدریس کے لئے بھجوادیا۔ پانچ چھ سال تک آپ نے وہاں پڑھایا اور پھر حضرت لاہوری کے بلانے پر لاہور آ گئے۔ کراچی سے لاہور بلانے کا مقصد حضرت لاہوری کا یہ تھا کہ وہ اپنے تمام امور ان کے سپرد کریں اور تمام امور اپنی نگرانی میں کروائیں اور ساتھ ہی روحانیت کے منازل بھی طے کروائے۔

حضرت لاہوری نے خود ان کی تربیت فرمائی۔ کھانا سامنے ہوتا تو حضرت لاہوری فرماتے کہ توجہ دو کیا ہے (حلال ہے یا حرام ہے) گوشت کیا ہے؟ فروٹ کیسے ہیں؟ حضرت کو اللہ نے حلال و حرام میں امتیاز کرنے کا یہ خاص نور عطا فرمایا تھا۔ وہ نور حضرت لاہوری سے آپ کی طرف منتقل ہوا اور ہمیشہ ٹیسٹ میں کامیاب رہے اور پھر حضرت لاہوری نے ان کو خلافت بھی دے دی۔ حضرت لاہوری کی وفات کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخوasti، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی سمیت جدید علماء کرام، حضرت لاہوری کے خلفاء و خدام کے مشورہ سے حضرت مولانا عبید اللہ انور کو حضرت لاہوری کا جانشین مقرر کیا گیا۔

آپ اپنے والد کے صحیح جانشین تھے۔ ان کی طرح اپنی زندگی کو قرآن و سنت اور دین کے لئے وقف کیا۔ اپنی ذات کو کچھ نہ سمجھا اور ہمہ وقت سنت رسول پر عمل پیرا رہے۔ آپ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی و صوبائی عہدوں پر فائز رہے۔ جمعیت علماء اسلام کا ترجمان، ہفت روزہ ترجمان اسلام کا ڈیکلریشن آپ کے نام تھا۔ قدرت حق نے آپ کو خوبیوں کا مرکز بنایا تھا۔ آپ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ و چناب نگر میں ہمیشہ تشریف لاتے۔ حضرت لاہوری کے بعد آپ کے دورہ تفسیر کے طلباء کو مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد حیات اور مولانا عبدالرحیم اشعر بھی رد قادیانیت پر لیکچرز دیتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی مکمل نگرانی فرماتے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل آپ کی مسجد شیرانوالہ میں ہوئی۔ آپ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پنجاب کے صدر بھی رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا منبع بنایا تھا۔

## (۱۲۹۴) عبید اللہ بہلوی (شجاع آباد)، مولانا

(وصال: ۱۳/ اگست ۲۰۱۸ء)

یادگار اسلاف حضرت مولانا عبداللہ بہلوی کے پوتے اور پیر طریقت مولانا عبدالحی بہلوی کے صاحبزادہ تھے۔ آپ نے اپنے والد گرامی کے بعد ان کے منصب کو سنبھالا اور خانقاہ بہلویہ کی دینی و روحانی خدمات کو آگے بڑھایا۔ اپنے والد گرامی اور دادا مرحوم سے وابستہ تمام حلقہ خانقاہ کی روحانی تربیت کے لئے مثالی اور بے لوث خدمات سرانجام دیں۔ بہت ہی صالح طبیعت پائی تھے۔ دنیوی جھیلوں سے بالا طاق صرف اور صرف خانقاہی نظام سے وابستہ رہے۔ آپ نے ناگ شاہ کے قریب ٹاؤن میں جامع مسجد، مدرسہ اور خانقاہ بہلویہ بھی قائم کی۔ جو اس وقت مینار نور ہے۔ کچھ عرصہ سے جگر کے عارضہ میں مبتلا تھے کہ آخرت کا بلاوا آ گیا۔ سب کچھ چھوڑ کر حق تعالیٰ کے حضور ”راضیہ مرضیہ“ کا عملی نمونہ ہو گئے۔ اگلے دن جامعہ فاروقیہ شجاع آباد میں آپ کا جنازہ ہوا۔

## (۱۲۹۵) عبید اللہ سندھی، مولانا

(پیدائش: ۱۰/ مارچ ۱۸۷۲ء ..... وفات: ۲۱/ اگست ۱۹۹۴ء، دین پور شریف)

آپ کی پیدائش چینوالی ضلع سیالکوٹ انتقال و تدفین دین پور ضلع رحیم یار خان ہے۔ سکھ خاندان سے تھے۔ پھر اسلام قبول کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ امرت شریف، پیر جھنڈا، بھرچوٹھی شریف، شیرانوالہ لاہور، دین پور سے تعلق تھا۔ تحریک ریشمی رومال کے آپ مرکزی کردار تھے۔ انگریز کے ازلی ابدی دشمن تھے۔ ملعون قادیان کو انگریز کا زلہ خوار، ٹاؤٹ اور دلال سمجھتے تھے۔ ملعون قادیان کی طرح قادیانیت کو بھی انگریز کا خود کاشتہ پودا قرار دیتے تھے۔

## (۱۲۹۶) عبید اللہ علوی (ڈیرہ غازی خان)، مولانا قاضی مفتی

مولانا قاضی مفتی عبید اللہ علوی ڈیرہ غازی خان کے نامور عالم دین تھے۔ آپ مولانا غلام محمد گھوٹوی کے بھی شاگرد تھے۔ ڈیرہ غازی خان ۱۹۴۰ء میں قادیانیوں کے خلاف ایک مقدمہ عدالت میں چلا جس میں مولانا کفایت اللہ دہلوی، مولانا غلام محمد گھوٹوی

اور دیگر حضرات کے عدالت میں بیانات ہوئے۔ اس کیس کے نگران اعلیٰ مولانا قاضی عبید اللہ تھے۔ مولانا قاضی عبید اللہ اپنے زمانہ میں قادیانیت کے خلاف برسہا برس پیکار جماعت کے فرد فرید تھے۔

## (۱۲۹۷) عبید اللہ (محبت پور)، جناب صوفی

محبت پور میلیسی کے صوفی عبید اللہ بہت ہی نظریاتی کارکن تھے۔ عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔

## (۱۲۹۸) عبید اللہ مدراسی، حضرت مولانا قاضی

(ولادت: ۴/شعبان ۱۲۷۰ھ/۳/مئی ۱۸۵۴ء ..... وفات: ۱۵/ربیع الاول ۱۳۴۶ھ/۱۲/ستمبر ۱۹۲۷ء)

آپ، قاضی الملک بدرالدولہ حضرت صبغۃ اللہ کے ہاں مدراس کے ایک ذی محترم، علمی دینی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد آپ کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ اس لئے آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور سرپرستی عظیم چچا مدار الامراء شیخ عبدالوہاب نے کی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ سید علی رضا اور مولانا سید محمد اسحق کے نام نامی کا ذکر ملتا ہے۔ آپ کو تمام دینی علوم پر عموماً اور فقہ و حدیث پر خصوصاً مہارت تامہ حاصل تھی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے مدراس میں ہی مدرسہ محمودیہ کے نام سے ایک بڑا دینی ادارہ قائم کیا۔ جس میں پڑھنے کے لئے پورے ہندوستان سے طلبہ آتے، آپ کے علمی وقار، دینی علوم پر رسوخ اور قابلیت کو دیکھ کر حکومت نے آپ کو شمس العلماء کا لقب دے کر قاضی جیسے ذی حشم عہدہ جلیلہ پر فائز کر دیا۔ تصوف میں بھی آپ کو چاروں سلاسل میں اجازت تھی۔ تقریباً ۲۲ کے لگ بھگ مختلف علوم و فنون پر آپ نے علمی کتب تصنیف کیں۔ آپ نے ایک سائل کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ہفوات باطلہ کے رد میں ایک مفصل، مدلل، جامع، تاریخی فتویٰ لکھا جو ۱۳۱۱ھ میں ”فتاویٰ تکفیر منکر عروج جسمی و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام“ کے نام سے شائع ہوا۔ تقریباً ۱۱۵ سال بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے تخریج جدید کے ساتھ فتاویٰ ختم نبوت کی جلد دوم میں اسے دوبارہ شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

## (۱۲۹۹) عتیق الرحمن آرومی، مولانا

”اسلام اور مرزائیت“ یہ مضمون حضرت مولانا عتیق الرحمن آرومی کا مرتب کردہ ہے۔ جو دارالعلوم دیوبند کے مبلغ تھے۔ آپ کا یہ مضمون رسالہ ”قاسم العلوم“ دیوبند میں قسط وار ۸ قسطوں میں شائع ہوا جو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں پیش خدمت ہے۔

## (۱۳۰۰) عتیق الرحمن چنیوٹی، مولانا

مولانا عتیق الرحمن صاحب بہت فاضل شخص تھے۔ عرصہ تک قادیانی رہے۔ اللہ رب العزت نے اسلام و ایمان سے بہرہ ور فرمایا۔ قادیانیت پر لعنت بھیج کر مسلمان ہو گئے۔ فاروق، چشتی، تائب کے نام سے جانے پہچانے گئے۔ تقسیم کے بعد چنیوٹی میں مقیم ہوئے تو عتیق الرحمن چنیوٹی کہلائے۔ آپ کے تین رسائل ہمیں میسر آئے جن کے نام یہ ہیں:



.....۱ ”قادیانی فتنہ“

.....۲ ”قادیانی نبوت (پیغام محمدیت بجواب پیغام احمدیت)“ مرزا محمود قادیانی ملعون نے پیغام احمدیت نامی رسالہ لکھا۔ اس کے جواب میں پیغام محمدیت شائع کیا گیا۔ جو بعد میں قادیانی نبوت کے نام پر شائع ہوا۔

.....۳ ”قادیانی امت کا دجل“ مولانا عتیق الرحمن چنیوٹی کا اپریل ۱۹۵۲ء کا شائع کردہ رسالہ ہے۔ یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۵ میں شائع کرنے کی اللہ نے توفیق دی۔

مولانا عتیق الرحمن چنیوٹی مرحوم سے میں (سید امین گیلانی) نے دریافت کیا کہ آپ کیسے مرزائیت کے دام سے نکلے؟ تو انہوں نے خواب سنایا۔

”میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میں قادیان میں مرزائی مرکز سے نکل کر بازار میں چوک کی طرف جا رہا ہوں۔ چوک میں لوگ کھڑے ہیں۔ جیسے مداری کا تماشا دیکھ رہے ہوں۔ میں جب اس حلقے میں پہنچا تو دیکھا، لوگوں کے درمیان چند شخص کھڑے ہیں جن کے جسم انسانوں کے اور منہ کتوں جیسے ہیں اور وہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر رونے کے انداز میں چیخ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کسی نے کہا یہ مرزا غلام احمد کے مرید ہیں۔ فوراً ڈر کر جاگ گیا، پھر توبہ کی اور اعلاناً مسلمان ہو گیا۔“ (سید امین گیلانی)

## (۱۳۰۱) عتیق الرحمن شہید، مفتی مولانا

(شہادت: ۲۳ جون ۲۰۰۵ء)

آپ جامعہ بنوریہ کراچی کے شیخ الحدیث تھے۔ قرآن و سنت کے داعی عقیدہ ختم نبوت کے علمبردار، مدینہ مسجد برنس روڈ درس دے کر واپس آ رہے تھے کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ بنوریہ قبرستان سائٹ ایریا میں مدفون ہیں۔ تدفین کے ۱۴، ۱۵ ماہ بعد کراچی طوفانی بارشوں کے باعث آپ کی قبر مبارک ۷۰ فیصد بیٹھ گئی۔ آپ کو دوسری بار دفن کرنے کے لئے دیکھا گیا تو جسم مکمل محفوظ تھا اور خوشبو سے پورا قبرستان مہک رہا تھا۔ (سبحان اللہ)

## (۱۳۰۲) عتیق الرحمن ہاشمی، صاحبزادہ قاری

(وفات: ۹ اپریل ۲۰۱۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کے سینئر نائب امیر صاحبزادہ قاری عتیق الرحمن ہاشمی ہزارہ کی معروف شخصیت مولانا محمد ایوب الہاشمی کے فرزند و جانشین تھے۔ مولانا محمد ایوب نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا اور ۱۹۸۶ء سے لے کر تادم زیست عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی جانشینی کے حقدار صاحبزادہ قاری عتیق الرحمن ہاشمی ہی قرار پائے۔ قاری صاحب مرحوم نے اپنے والد گرامی کی عظیم روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تمام سرگرمیوں اور تحریکوں میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ ختم نبوت کے تمام پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر شرکت کی۔ نئے نوجوانوں کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے۔

قاری صاحب مرحوم سکول ٹیچر تھے۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ سے قبل ہی زندگی سے ریٹائرمنٹ کا پروانہ مل گیا۔ زندگی کے آخری چند ایام علیل رہ کر ہسپتال میں وصال فرمایا۔ ان کی دینی خدمات کے پیش نظر عوام کا ایک جم غفیر جنازے پر امنڈ آیا۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اپنے والدین کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

(۱۳۰۳) عتیق اللہ بکوٹی، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۷ء ..... وفات: ۶ جولائی ۱۹۶۸ء)

آپ بکوٹ شریف ضلع ایبٹ آباد کے رہائشی تھے۔ نامور عالم دین، دیوبند کے فاضل، پیر طریقت، تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نمایاں کردار کے حامل تھے۔

(۱۳۰۴) عتیق اللہ شاہ کشمیری، جناب مفتی

اخبار صادق پونچھ کشمیر سے شائع ہوتا تھا۔ اس کا ایڈیشن راولپنڈی سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی جلد ۱۱ شمارہ ۱۲۷ اشاعت مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۵۱ء بروز جمعہ ایک ضمیمہ شائع کیا گیا۔ جس میں ایک مقالہ تھا۔ جس کا نام تھا: ”آزاد کشمیر میں مرزائیوں کے ہتھکنڈے“ مقالہ نگار حضرت مولانا شمس العلماء مفتی عتیق اللہ شاہ تھے جو پونچھ کشمیر کے مفتی اعظم تھے اور شمس العلماء کے خطاب یافتہ بھی۔ انہوں نے مذہبی سے کہیں زیادہ سیاسی حوالہ سے کشمیر میں قادیانی سازشوں کے بارہ میں مواد کا انبار جمع کر دیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں یہ رسالہ شامل ہے۔

(۱۳۰۵) عثمان بن عبدالسلام داغستانی مفتی اعظم احناف (مدینہ منورہ)، حضرت

حضرت مولانا غلام دنگیر قصوری نے جب قادیان کے ملعون مرزا قادیانی کے خلاف ۱۳۰۴ھ میں حرمین شریفین سے فتویٰ منگوا یا تو اس وقت احناف کے مفتی اعظم مدینہ منورہ نے ذیل کا فتویٰ دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسال الله سبحانه المولى الكريم ذا الجلال والتوفيق والاعانة فى الفعل والقول الحمد لله الواحد الفرد الصمد المنزه عن الشريك والولد الذى بعث الرسل الكرام بالحجج الواضحة والآيات البينات وايدهم بالارهاصات الخارقة بالمعجزات المنزل على خاتم انبيائه وسيد اصفياه كتاباً معجزاً مبيناً القائل فيه جل شانه: ”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الاسلام ديناً“ كتاباً هادياً الى الصراط المستقيم وناطقاً بكل امر رشيد لا يأتية الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد، والصلوة الدائمة والسلام التام على النبى الداعى الى سبيل النجاح والاستقامة المبني عن كل كذاب

## امیر الیٰ یوم القیامة

القائل فیما رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ”یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباکم فیاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم“

والقائل فیما رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ”من دعا الیٰ ہدیٰ کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلک من اجورہم شیئاً، ومن دعا الیٰ الضلالة کان علیہ من الاثم مثل آثم من تبعہ لا ینقص ذلک من آثمہم شیئاً“

والقائل فیما رواہ احمد والنسائی والدارمی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: ”خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاً ثم قال: هذا سبیل اللہ، ثم خط خطوطاً عن یمینہ وعن شمالہ وقال: هذه سبیل علیٰ کل سبیل منها شیطان یدعو الیہ، وقرا: هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه الآیة“

والقائل فیما رواہ ابن ماجہ عن انس رضی اللہ عنہ: ”اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار“

والقائل فیما رواہ احمد عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ: ”ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم يأخذ الشاة القاصیة والناصیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامۃ“

والقائل فیما رواہ مالک فی المؤطا عن مالک بن انس: ”ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتہما: کتاب اللہ وسنة رسوله“

والقائل فیما رواہ مسلم عن محمود بن لبید رضی اللہ عنہ: ”ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظہر کم؟“

والقائل فیما رواہ ابو یعلیٰ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ”ان احبکم الیٰ واقربکم منی الذین یلحقنی علی العهد الذی فارقتنی علیہ“

والقائل فیما رواہ البیهقی فی الشعب عن جابر: ”تہو کون کما تہو کت الیہود والنصارى، لقد جئتکم بها بیضاء نقیة لو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی“

والقائل فیما اتفق علیہ الشیخان ورواہ ابوداؤد والترمذی عن عائشة: ”من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه، فهو رذ“

والقائل فیما رواه احمد ومسلم والاربعة عن ابی سعید: ”من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان“ وعلی آلہ واصحابہ نجوم الحق وعترتہ واحزابہ فهذا الخلق اما بعد!

فقد سرحت طرف الطرف فی جنات طروس هذا التألیف الشائق وارتعت شدینة الفكر الفاتر فی اریض روض سطور هذا المصنف الفائق فوجدته متکفلاً للرد بالأدلة القاطعة المزهقة الباطل هذا المارق من الدین الشقی الخب اللئیم کافیا لتزییف اقواله الباعثة لاضلال کل ذی فهم سقیم فلقد اجاب حتّی بلغ غایة الرمی والمرام من الاجاهه وافان اثابه الله الاجر الجزیل وانا له الحسنی وزیادة وصلى الله على سيدنا محمد النبي الامى وآله وصحبه وسلم نمقه الفقير الى عفوريه القدير عثمان بن عبد السلام داغستاني مفتي المدينة المنورة الحنفی عفی عنه ذو القعدة ۱۳۰۴ھ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد رود و سلام ادا کرتے ہوئے میں خدائے پاک مولیٰ کریم قادر سے اپنے ہر کام اور ہر بات میں توفیق و مدد کا سائل ہوں۔ سب تعریف خدائے یگانہ بے نیاز شریک اور اولاد سے پاک کے لئے خاص ہے۔ جس نے بزرگ رسولوں کو روشن دلیلوں اور ظاہر نشانیوں سے بھیجا ہے اور ان کی قبل از نبوت خوارق اور معجزات سے تائید کی ہے۔ اپنے خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء پر جس نے قرآن معجز بیان اتارا ہے اور اس جل و علا نے اس میں فرمایا ہے کہ آج میں نے پورا کیا تمہارے لئے دین اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور اسلام تمہارے لئے دین پسند کیا۔ وہ کتاب جو سیدھی راہ کی طرف راہنما ہے اور ہر اچھا کام فرماتی ہے۔ جھوٹ اس کے آگے پیچھے سے نہیں آتا۔ دانا ستودہ کی اتاری ہوئی ہے اور دائمی درود اور سلام نبی پر ہو جو خلاصی اور سیدھی راہ کی طرف بلانے والا ہے اور قیامت تک ہر جھوٹے اور ہلاک کرنے والے کا حال بتلانے والا ہے۔ جس کی حدیث صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آخر زمانے میں دجال سخت جھوٹے ہوں گے۔ تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی۔ پس ان سے ڈرو۔ تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنے میں نہ ڈالیں اور نیز صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جو کوئی ہدایت کی طرف بلائے گا تو اس کے جمیع پیروؤں کا ثواب اس کو دیا جائے گا اور ان کے ثواب سے بھی کچھ کم نہ ہوگا اور جو کوئی گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس کو بھی سب پیروؤں کا گناہ اس پر ہوگا اور ان کے بھی گناہ سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اور نیز امام احمد و نسائی و دارمی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ خدا کی راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں اور خط کھینچنے اور فرمایا کہ ان راستوں میں سے ہر راہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیت پڑھی: ”هذّا صراطی مستقیم ما فاتبعوه (الانعام: ۱۰۳)“ اور بے شک یہ میری سیدھی راہ ہے۔ اس کی پیروی کرنا۔ آخر آیت تک اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث لکھی کہ: بڑی

جماعت کی پیروی کرنا بے شک جو اس سے نکلا، دوزخ میں پڑا اور نیز امام احمد نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے، بکریوں کے بھیڑیے کی طرح، الگ ہونے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے، پراگندہ نہ ہونا، اس سے بچنا اور جماعت سے ملنا اور نیز یہ حدیث امام مالک کے مؤطا میں مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں تم لوگوں میں دو کام چھوڑتا ہوں، جب تک ان کو پکڑے رہو گے، مگر انہ ہو گے، قرآن مجید اور حدیث اور نیز صحیح مسلم میں محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے کہ: قرآن سے کھیل کئے جاتے ہیں اور میں موجود ہوں اور نیز ابو یعلیٰ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ: میرا بہت پیارا اور نزدیک تر وہ ہے جو مجھ سے ملے اس عہد پر جس پر میں نے اسے چھوڑا ہے اور نیز بیہقی کی شعب الایمان میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ: تم اسلام میں حیران ہوتے ہو، جیسے یہود و نصاریٰ متحیر ہیں، تمہارے لئے شرع روشن پاکیزہ لایا ہوں، اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری ہی پیروی کرتے اور نیز حدیث متفق علیہ اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ: جس نے ہماری شریعت کے برخلاف کوئی کام نکالا، وہ مردود ہے اور نیز امام احمد و مسلم اور چاروں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث لکھی ہے کہ: جو کوئی تم سے برا کام دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر یہ طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے۔ اگر یہ طاقت نہ ہو تو اس کو اپنے دل سے اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے اور درود آپ کی آل و اصحاب پر ہو، جو سیدھے راہ کے ستارے ہیں اور آپ کے عزیز و اقارب و جماعت پر جو خلقت کے رہنما ہیں۔

بعد ازاں! بے شک میں نے اس پیارے رسالے کے کاغذات کے باغوں میں ان کے اصیل گھوڑوں کو چرایا اور اس عمدہ تالیف کی سطروں کے گلزاروں کی پاکیزہ زمین میں اپنی سست فکر کے اونٹ کو دوڑایا۔ پس میں نے اس کو یقینی دلوں سے تردید کا ذمہ دار پایا۔ جس نے اس دین سے نکلنے والے بد بخت ناکس فریبی (مرزا قادیانی) کے جھوٹ کو نابود کر دیا۔ اس کی باتوں کے جو ہر ناقص عقل کے گمراہ کرنے کا سبب ہیں، کھوٹ ظاہر کرنے میں یہ رسالہ کافی ہے، پس بے شک اس کے مؤلف نے اچھا لکھا۔

یہاں تک کہ نہایت نشانہ اور مقصود عمدگی کو پہنچا اور فائدہ پہنچایا، خدا اس کو بہت ثواب اور بہشت اور اپنا دیدار عطاء کرے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے سردار پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل و اصحاب پر درود و سلام پہنچے۔ اس تحریر کو پروردگار کی بخشش کے محتاج عثمان بن عبدالسلام داغستانی جو مدینہ منورہ میں حنفی مفتی ہے، لکھا خدا اس کو بخشے۔

مؤرخہ ۵/ رذیقہ ۱۳۰۴ھ

دستخط: عثمان بن عبدالسلام داغستانی

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۵۹، ۹۹، ۱۰۰)

## (۱۳۰۶) عثمان علی گڑھی، حضرت مولانا

آپ اپنے والد اسماعیل بن عبدالجلیل کے گھر علی گڑھ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بھی علی گڑھ میں ہوئی۔ مزید تعلیم کے لئے کچھ عرصہ ریاست بھوپال گزار کر مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے ریاست ٹونک کا سفر کیا۔ حضرت مولانا محمد بشیر شہسوانی سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ مولانا محمد حسین بنا لوی نے مرزا قادیانی کے عقائد بد پر ایک سوال نامہ مرتب کر کے متحدہ ہندوستان کے علماء کرام سے فتویٰ حاصل کیا۔ اس فتویٰ پر توثیقی عبارت بایں الفاظ لکھی: ”جس شخص کے یہ اعتقاد اور مقالات ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے وہ بے شک دائرہ اسلام سے خارج اور ملحد و زندقہ ہے۔“

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۱۶۶)

## (۱۳۰۷) عرض محمد (کونٹہ)، مولانا

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات سابق بینیر و ایم. این. اے حافظ حسین احمد کے والد محترم مولانا عرض محمد نے ۱۹۴۲ء میں بلوچستان کے دارالحکومت کونٹہ میں جامعہ اسلامیہ مطلع العلوم کی بنیاد رکھی۔ مولانا عرض محمد نے بلوچستان میں دین کی ترویج و اشاعت میں خوب محنت کی۔ فاضل دیوبند مولانا عرض محمد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے خصوصی شاگرد رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور فتنہ قادیانیت کا تعاقب ان کو اکابرین سے ورثے میں ملا تھا۔ انہوں نے صوبہ بلوچستان میں قادیانیت کے خلاف جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ مدرسہ مطلع العلوم میں بڑی بڑی ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کرتے۔ وقتاً فوقتاً عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مجاہد ملت مولانا محمد علی جان دھری اور دیگر رہنماؤں کو دعوت دیتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جامعہ اسلامیہ مطلع العلوم تحریک ختم نبوت کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ (مولانا محمد یونس، کونٹہ)

## (۱۳۰۸) عزیز احمد بہلوی (شجاع آباد)، مولانا صاحبزادہ

(ولادت: ۱۹۴۷ء ..... وفات: ۲۰ جون ۲۰۲۰ء)

آپ اس خطہ کے نامور مذہبی رہنما اور دینی شخصیت، پیر طریقت مفسر قرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی کے لخت جگر تھے۔ مولانا عزیز احمد نے اپنے والد کی زیر نگرانی تعلیم کا شجاع آباد سے آغاز کیا۔ دارالعلوم کبیر والا پڑھتے رہے۔ دورہ حدیث جامعہ خیر المدارس سے کیا۔ اپنے والد کی زیر نگرانی اپنے مدرسہ اشرف العلوم میں پڑھاتے بھی رہے۔ والد گرامی سے خلافت پائی تھی۔ حضرت بہلوی کے جانشین اور بڑے صاحبزادہ مولانا عبدالحئی صاحب نے ملتان روڈ پر اپنا مدرسہ اور خانقاہ شریف قائم کی تو مولانا عزیز احمد صاحب نے خانقاہ بہلویہ اور مدرسہ اشرف العلوم کی خدمت کا کام اپنے ذمہ لے لیا، نبھایا اور آخر وقت تک خوب نبھایا۔ عقیدہ ختم نبوت کی پاسداری کے لئے خانقاہ سراجیہ اور چناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت سے سرفراز فرماتے۔ خوب بھلے انسان تھے۔ حق تعالیٰ آخرت بھی بھلی فرمائیں۔ آمین!

## (۱۳۰۹) عزیز احمد قادری بدایونی، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۰۱ء ..... وفات: جولائی ۱۹۸۹ء)

قادیانی جماعت کے لاٹ پادری مرزا محمود نے ۱۲/ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ایک خطبہ دیا جسے قادیانی کمپنی لمیٹڈ نے ”انعام الہی“ کے نام پر پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ تب گڑھی شاہولا ہور کی جامع مسجد عید گاہ میں حضرت مولانا مفتی عزیز احمد صاحب خطیب ہوتے تھے۔ آپ نے مرزا محمود ملعون قادیان کے پمفلٹ کے جواب میں یہ رسالہ تحریر کیا: ”اکرام الہی بجواب انعام الہی“ جو احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شامل اشاعت ہے۔ مولانا مفتی عزیز احمد صاحب نامور ثقہ عالم دین تھے۔ قرآن مجید کے مترجم بھی تھے۔ پہلے مدرسہ قادریہ بدایون میں پھر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہولا ہور میں پڑھاتے رہے۔

## (۱۳۱۰) عزیز احمد ٹھیکیدار (چک جھمرہ)، جناب

ایک قادیانی عزیز احمد ٹھیکیدار اپنی اندھی عقیدت لے کر ربوہ آیا۔ یہاں پوری قادیانیت کو کردار کے میدان میں اپنے سامنے عریاں رقص کرتے دیکھا تو قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ قادیانی مرکز میں کیا دیکھا؟ اس سوال کا جواب یہ پمفلٹ ”ربوہ کی کہانی ربوہ والوں کی زبانی“ ہے۔ اسے احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

## (۱۳۱۱) عزیز الدین پشاوری، حضرت مولانا

حضرت مولانا عزیز الدین موضع ڈوگہ پشاور کے سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ پشاور کے متعدد نامور علماء سے تحصیل علم میں کمال حاصل کیا۔ ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری۔ افتاء و قضاء کا فریضہ بھی سرانجام دیتے۔ حلقہ ارادت حضرت مولانا پیر علی شاہ گولڑوی سے قائم کیا اور حضرت گولڑوی کے مقررین میں شمار کئے جاتے تھے۔ اکثر پاکستان اور سیال شریف کے سفر میں حضرت پیر صاحب کے ہمراہ ہوتے۔ نسبت مہریہ کے باعث فتنہ قادیانیت سے بڑی نفرت تھی۔ چنانچہ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء میں مرز قادیانی سے مناظرہ کے لئے حضرت پیر صاحب گولڑوی کے زیر قیادت علماء کے قافلہ حق میں آپ کو بھی شامل ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ آپ کو حضرت گولڑوی سے اجازت بیعت بھی حاصل تھی۔ ڈوگہ پشاور میں انتقال ہوا اور آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

## (۱۳۱۲) عزیز الرحمن (جگوال شجاع آباد)، جناب حاجی

(وفات: ۳۰ نومبر ۲۰۱۹ء)

حاجی عزیز الرحمن جگوال بلوچ فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ مخلص جماعتی کارکن تھے۔ اہل حق کی تمام جماعتوں سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت پر دل و جان سے فداء تھے۔ مسجد نور کے خطیب مولانا محمد عبداللہ کی امامت میں خیر پور والی عید گاہ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

## (۱۳۱۳) عزیز الرحمن ہزاروی، حضرت مولانا پیر

(ولادت: ۲ فروری ۱۹۲۸ء ..... وفات: ۲۳ جون ۲۰۲۰ء)

حضرت مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی کے والد کا نام مولانا صاحبزادہ محمد ایوب تھا۔ چھپرگرام تحصیل بٹگرام ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دادا مولانا صاحبزادہ عبدالمنان کے زیر سایہ تعلیم کا آغاز کیا۔ ان کے وصال کے بعد اپنے والد گرامی سے پڑھتے رہے۔ کچھ وقت کراچی گزارا۔ پھر راولپنڈی کے مختلف مدارس میں موقوف علیہ تک تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۷۱ء میں دارالعلوم حقانیہ دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ایسے اساتذہ سے حدیث شریف کی تعلیم مکمل کی۔ تعلیم کے دوران میں شادی بھی ہو گئی تھی۔ فراغت کے بعد چوہڑپال راولپنڈی کی ایک مسجد میں امامت و خطابت اور پڑھانے کی خدمت پر مامور ہو گئے۔ زمانہ طالب علمی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، راولپنڈی زکریا مسجد تشریف لائے تو وہاں عمومی بیعت میں آپ

بھی شامل ہو گئے۔ ۱۹۷۵ء میں مقامی لوگوں کے باہمی تنازعہ کی وجہ سے آپ نے مسجد سے علیحدگی اختیار کر لی اور حجاز مقدس چلے گئے۔ اس سفر عمرہ میں حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی کی معیت کا بھی شرف حاصل کیا۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں حضرت شیخ الحدیث سے بیعت خصوصی کا شرف بھی نصیب ہوا۔ رمضان المبارک سہارنپور گزار کر حضرت شیخ الحدیث مسجد نور مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہوئے تو مولانا عزیز الرحمن کی بھی حضرت شیخ الحدیث کی خدمت پر ڈیوٹی لگ گئی۔ آپ حجاز مقدس تھے تو دوستوں نے مسجد صدیق اکبر راولپنڈی میں آپ کو لانے کے لئے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے ذریعہ کوشش کی۔ حضرت شیخ الحدیث نے بھی اجازت دے دی۔ قریباً چھ ماہ گزار کر پھر راولپنڈی آ کر تعلیمی تبلیغی اصلاحی خدمات کا آغاز کیا۔

۱۴۰۰ھ/ جولائی ۱۹۸۰ء کا رمضان المبارک حضرت شیخ الحدیث نے فیصل آباد دارالعلوم پیپلز کالونی مولانا مفتی زین العابدین کے ہاں گزارا۔ پورے رمضان المبارک کے دوران آپ شیخ الحدیث اور معتمدین کی خدمت کی ڈیوٹی پر رہے۔ اس اعتکاف کے تین ماہ بعد محرم ۱۴۰۱ھ/ نومبر ۱۹۸۰ء میں تحریری اطلاع کے ذریعہ حضرت شیخ الحدیث نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد اپنی مسجد میں ذکوہ کار کی محافل، بیعت و ارشاد اور خدمت و اصلاح خلق کے کاموں میں منہمک رہے۔ رمضان المبارک کا اعتکاف حضرت شیخ الحدیث کی طرز پر اپنی مسجد میں شروع کیا۔ اس کے اثرات کا ایک زمانہ معترف ہے۔

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے معتمد خاص اور حاضر باش خادم تھے۔ آپ نے ان کو راحت پہنچانے کے لئے سفر و حضر میں جو خدمات انجام دیں وہ قابل تقلید ہیں۔ اپنے مرشد حضرت شیخ الحدیث کو آپ دل و جان سے چاہتے تھے۔ اپنے شیخ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

عشق رسالت مآب آپ کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ درود شریف ’تسبیحینا‘ چھپوا کر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کرتے۔ ہر بیان میں فضائل درود پر بیان کر کے لوگوں کو در مصطفیٰ ﷺ کی درباری سے روشناس کرتے۔ بلابالغہ ہزار ہا لوگوں کو درود شریف پڑھنے کا خوگر بنا دیا۔ تحفظ ناموس رسالت کا جہاں مرحلہ آتا آپ اس کے لئے بے پناہ ہو جاتے۔ شبانہ روز کی مثالی جدوجہد سے اسے سراپا تحریک بنا دیتے۔ تحفظ ناموس رسالت تحریک جو زرداری کے زمانہ میں چلائی گئی اکیلے آپ کی جدوجہد سے سات سو بسوں و یکونوں پر مشتمل قافلہ نے لاہور اسمبلی ہال کے باہر کے مظاہرہ میں شرکت کی۔ آپ جس دینی تحریک کو شروع کرتے اس میں ایسے فنا ہو جاتے کہ سراپا اس کے داعی و مبلغ بن جاتے۔ جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کو ہمیشہ اپنی صف اول کی شرکت سے سرفراز کیا۔ تحفظ ناموس اہل بیت اطہار علیہم السلام و صحابہ کرام علیہم السلام کے لئے ان کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اسلام آباد، راولپنڈی، چارسدہ، بنوں، مردان، پشاور، صوابی، چناب نگر، لاہور، انک کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت سے ممنون احسان کرتے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے اس طرح قبولیت عامہ سے سرفراز کیا کہ برصغیر تو رہا اپنی جگہ، افریقہ تک آپ کے تبلیغی اسفار ہوتے، اعتکاف ہوتے، ہزار ہا خلق خدا نے دنیا بھر میں آپ کے چشمہ صافی سے فیض یابی و سیرابی حاصل کی۔ ترنول میں دارالعلوم زکریا کے لئے وسیع قطعہ اراضی لے کر کام کا آغاز کیا۔ فلک بوس مسجد و مدرسہ، خانقاہ، مہمان خانہ کی عمارتیں کھڑی کر دیں۔ وہاں پر دینی تعلیم کا آغاز کیا تو دورہ حدیث شریف تک پہنچا کر دم لیا۔ اس ادارہ کا ترجمان ماہنامہ دارالعلوم زکریا دینی جریدہ کا اجراء کیا تو اسے ملک گیر بنا دیا۔ پسماندہ لوگوں کی خدمت کے



لئے ٹرسٹ کا قیام عمل میں لائے تو اس کی مخلصانہ خدمات سے زمانہ بھر نے استفادہ کیا۔ دینی مدارس کی خدمات کے حوالہ سے آگے بڑھے تو فاق المدارس کی مرکزی عاملہ کے معزز اراکین میں جابر اجمان ہوئے۔

اپنے جامعہ، خانقاہ یا ختم بخاری کی تقریب کا اجتماع بلاتے تو انسانوں کے سروں کا ٹھانٹھیں مارتا سمندر نظر آتا۔ غرض قدرت نے آپ کی منکسر المزاجی اور مخلصانہ کاوش کو ایسا عروج بخشا کہ ”اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء“ کا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ آپ نے جس کام کا آغاز کیا رحمت پروردگار نے اسے بام عروج تک پہنچا دیا۔ مٹی کو ہاتھ لگایا تو قدرت نے سونا بنا دیا۔ آپ کے خلفاء کی فہرست پر نظر ڈالیں تو ورطہ حیرت میں پڑ جائیں۔ دینی مدارس کے اجتماعات میں آپ کی شرکت کو دیکھا جائے تو پورا ملک آپ کی جولان نگاہ نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن ایسا پارس تھے کہ جس پتھر کو قرب حاصل ہوتا سونا بن جاتا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے حاضر و غائب بھی خواہ تھے۔ کئی دوستوں نے بتایا کہ انہیں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر ختم نبوت کا کام کرنا ہے تو عالمی مجلس کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ۔ آپ کی ہر دعویٰ کا یہ عالم تھا کہ تمام دینی جماعتیں آپ کو اپنا محسن سمجھتی تھیں۔ وہ کیا گئے چہار سو عالم ہی سونا ہو گیا۔ وفات سے قبل چند دن بیمار رہے۔ ہسپتال داخل ہوئے۔ صحت یاب ہو گئے۔ گھر آ گئے۔ دل کے پہلے سے مریض تھے۔ اس دنیا سے دل بھر گیا تو آخرت کی راہ لی اور دل کی بے قراری کو قرار آ گیا۔

### (۱۳۱۴) عزیز الرحمن (بمبئی)، مولانا مفتی

انڈیا بمبئی کے دارالعلوم امدادیہ میمن واڑہ روڈ بمبئی کے مفتی عزیز الرحمن صاحب نے مرزا طاہر کے مبالغہ کے جواب میں پمفلٹ شائع کیا۔

### (۱۳۱۵) عزیز الرحمن جامعہ، مولانا

(وفات: نومبر ۱۹۷۶ء)

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے صاحبزادہ تھے۔ آپ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے اپنے والد کی روایات کے امین تھے۔ پڑھے لکھے علم دوست انسان تھے۔ دہلی میں وصال ہوا۔

### (۱۳۱۶) عزیز الرحمن دیوبندی، مولانا مفتی

دارالعلوم دیوبند کے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن دیوبندی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ: ”قادیانی اور اس کے پیرو جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ بلا شک الحاد اور شریعت کا ابطال ہے۔ اس پر کتاب و سنت کی شہادت نہیں پائی جاتی۔“

### (۱۳۱۷) عزیز الرحمن سنجرانی (ملتان)، جناب

ملتان مجلس احرار اسلام کے کارکن اور نظریاتی ساتھی جناب عزیز الرحمن سنجرانی تھے۔ ”آئینہ مرزائیت“ کے نام پر ایک پمفلٹ انہوں نے شائع کیا تھا۔ مرحوم خوب ورکر قسم کے انسان تھے۔

## (۱۳۱۸) عزیز الرحمن گجراتی، جناب ملک

قادیانی خلیفہ موسیٰ محمود پر بدکرداری، بدکاری، گندے اور کینے، نخش و حیاء سوز الزامات خود قادیانی جماعت کی معتد بہ تعداد نے لگائے اور ڈنکے کی چوٹ پر لگائے۔ ان میں ایک ملک عزیز الرحمن گجراتی بھی تھے جو احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف عبدالرحمن خادم کے سنگے بھائی تھے۔ قادیانیوں کے مقدر کو دیکھو ایک بھائی مرزا محمود کی مصلح موعود قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے پرلے درجہ کا مکار و بدکار یقین کرتا ہے۔ یہ رسالہ ”جماعت احمدیہ کے فہمیدہ اصحاب سے“ اسی تناظر میں پڑھا جائے کہ اس کا لکھنے والا خود ایک قادیانی ہے اور قادیانی خلیفہ کو ڈانگ دے رہا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۶۰ میں شامل ہے۔

## (۱۳۱۹) عزیز الرحمن ہزاروی، مولانا مفتی

مولانا عزیز الرحمن ۱۹۳۷ء کو اوگی ہزارہ میں مولانا عبدالرحمن ہزاروی کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ ۱۹۵۴ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ کی تکمیل کر کے مولانا غلام رسول خان اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے دورہ حدیث پڑھا اور سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد جامعہ فریدیہ بہاول نگر میں ۵ سال تک تدریس کی۔ پھر آپ ۱۹۶۲ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں مدرس اور نائب مفتی کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ نے رد قادیانیت پر فتویٰ ”مرزائی کا جنازہ اور مسلمان“ میں صورت مسئلہ کا جواب تحریر کیا جو کہ درج ذیل ہے: ”اس مولوی صاحب اور مسلمانوں نے اگر اس مرزائی کو کافر سمجھ کر جنازہ پڑھا ہے تو انہوں نے ایک امر حرام کا ارتکاب کیا ہے جو کہ کفر ہے۔ کیونکہ کافر کا جنازہ پڑھنا اور اس کے حق میں دعائے مغفرت کرنا حرام ہے۔ گناہ ہے۔ جیسا کہ بخاری (ج ۳ ص ۲۱۵) میں ہے: ”ولا تصل علی احد منہم مات ابدًا..... الخ! و ذکر عن الصبری انه یجب ترک الصلوٰۃ علی معلن الکفر و مسرہ بھذا قال ثم فرض علی جمیع الامۃ ان لا یدعوا المشرک ولا یستغفر لہ اذ مات و علی شرکھم..... الخ!“ تاوقت تو بہ نہ کرے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ چونکہ مرزائی عقائد و نصوص شرعیہ قطعیہ کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان عقائد و الاقطعا کافر ہے۔ ان عقائد و الے کو کافر نہ سمجھنا بلکہ مسلمان سمجھنا گویا کہ ان عقائد کو صحیح اور اسلام کے موافق سمجھنا ہے۔ لہذا اگر انہوں نے اس مرزائی میت کو مسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھا ہے تو یہ سب کے سب کافر ہو گئے۔ اسلام سے خارج ہو گئے۔ نہ ان کا نکاح باقی رہا اور نہ ان کو امام بنانا صحیح ہے۔ واللہ اعلم!“

عزیز الرحمن

نائب مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

مؤرخہ ۱۳ جولائی ۱۹۶۶ء

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۲۲۲)

## (۱۳۲۰) عزیز انصاری (گوجرانوالہ)، جناب علامہ

گوجرانوالہ میں مسلم لیگ کے معروف رہنما حضرت علامہ عزیز انصاری ۱۹۷۰ء کے لگ بھگ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آغا شورش کاشمیری، مولانا تاج محمود کے شانہ بشانہ رہے۔ چیونٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۱۹۷۳ء میں آپ کا خطاب بھی ہوا۔ خوب خوب خدمت ختم نبوت کے لئے مستعد رہے۔

## (۱۳۲۱) عصمت اللہ (ایبٹ آباد)، مولانا قاضی

(ولادت: ۱۸۷۰ء ..... وفات: ۵/مارچ ۱۹۶۲ء)

مولانا قاضی عصمت اللہ علی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا قاضی عبدالرحمن ہے۔ قاضی عصمت اللہ ایبٹ آباد کی تاریخی مسجد الیاسی کے اولین خطباء میں سے تھے۔ تحریک آزادی پاکستان اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پیش پیش رہے۔ نواح شہر ایبٹ آباد میں دفنائے گئے۔

## (۱۳۲۲) عصمت اللہ شاہ کاظمی (مانسہرہ)، مولانا سید

(ولادت: ۲۲/اکتوبر ۱۹۵۱ء ..... وفات: ۲۳/نومبر ۲۰۲۰ء)

مولانا سید عصمت اللہ شاہ کاظمی گڑھی حبیب اللہ مانسہرہ کے قریب ڈوگانا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ بھہ شکلیاری کی جامع مسجد میں حضرت مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی کی معیت میں قرآن پاک ۸ سال کی عمر میں حفظ کیا۔ ۱۹۵۹ء میں شاہ کوٹ ضلع نکانہ صاحب کے مولانا عبدالحفیظ سے فارسی کتب پڑھیں۔ ۱۹۶۱ء میں لاہور کی مشہور جامع مسجد پٹولیاں میں مولانا محمد الیاس مظہری سے عربی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۱ء میں جامعہ مدنیہ لاہور سے دورہ حدیث شریف کیا، جہاں مولانا سید حامد میاں، مولانا عبدالرشید کشمیری اور دیگر اساتذہ کرام سے احادیث مبارکہ کا سبق لیا۔ آپ مجلس احرار اسلام، جمعیت علماء اسلام، تحریک خدام اہل سنت میں رہے۔ تحریک خدام اہل سنت کے بانی امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور تحریک کے پلیٹ فارم سے مستقل دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور قادیانیت پر عبور حاصل کیا۔ مناظر اعظم حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی سے فرقی باطلہ کے خلاف تربیت حاصل کی اور مناظرانہ ذوق رکھتے تھے۔ مختلف مقامات پر خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ خانقاہ ڈوگراں شیخوپورہ کے قریب ”گلشن امام اعظم ابوحنیفہ“ پنڈی بھٹیاں میں ادارہ قائم کیا۔ نیز خانقاہ ڈوگراں کے قریب ”جوڑیاں“ میں ایک عرصہ تک خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے امیر مولانا قاضی ظہور حسین اظہر مدظلہ علالت کے باوجود جنازہ میں شریک ہوئے۔ نماز جنازہ مولانا ابو بکر صدیق مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم نے پڑھائی اور جوڑیاں نزد خانقاہ ڈوگراں میں انہیں رحمت خداوندی کے سپرد کیا گیا۔

## (۱۳۲۳) عطاء الحق قاسمی، جناب

(پیدائش: یکم فروری ۱۹۴۳ء)

آپ کے والد گرامی مولانا بہاء الحق قاسمی تھے۔ وہ جتنے دیندار تھے یہ اتنا آزاد خیال۔ ترقی پسندی کا بھوت ان کے دماغ پر ایسے سوار ہوا کہ مہمل ان پر سواری کرنے لگا۔ ان کی تحریرات میں اکثر مسخرہ پن ہوتا ہے۔ اس میں کوئی پتہ کی بات ہو تو اس باپ کی

طرف سے وراثت سمجھنی چاہئے۔ ان کے والد قادیانیوں کے خلاف کلمہ حق کہنا جہاد سمجھتے تھے اور اب اس بہاء الحق کا بیٹا قادیانیوں کی صفائی میں نکلے مکار ہے۔ ذیل میں عطاء الحق قاسمی کی تحریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”احمدی“ اور مسلمانوں میں جو چیز وجہ نزاع بنی وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی جعلی ”نبوت“ کے علاوہ اس نومولود مذہب کی طرف سے مسلمانوں کی اس تمام ”ٹرمانا لوجی“ پر قبضہ تھا جو بزرگان دین اور مقامات مقدسہ کے لئے مخصوص تھی۔ اپنے اصل مقاصد پر پردہ ڈالنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو ایسا ”نبی“ قرار دیا جو اپنی شریعت نہیں لایا تھا۔ بلکہ حضور ﷺ ہی کی شریعت کو نافذ کرنے کا دعویٰ دیا تھا۔ چنانچہ موصوف نے ظلی، بروزی کی بحث بھی چھیڑی، خود کو احمد (ﷺ) کا غلام ہی قرار دیا۔ لیکن ان کے ”صحابی“ اس قسم کے شعر بھی کہتے رہے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں  
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں  
اسی طرح ”جنت البقیع“ کے مقابلے میں ”جنت البقیع“ ہی کے نام سے ایک قبرستان آباد کیا گیا۔ ”مسجد الاقصیٰ“ تعمیر کی گئی۔  
مرزا قادیانی کے جانشینوں کو خلیفہ اول اور خلیفہ دوم وغیرہ کے نام دیئے گئے۔ مرزا قادیانی کی بیگمات کو ”امہات المؤمنین“ قرار دیا گیا۔  
مرزا قادیانی کے حواریوں کو ”صحابی“ کہا گیا۔ غرضیکہ مسلمانوں کے ساتھ ”ہم آہنگی“ کا مظاہرہ کیا گیا۔ چنانچہ میرے نزدیک یہ بہت بڑا  
مغالطہ ہے کہ مسلمانوں نے ”احمدیوں“ کو غیر مسلم قرار دیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلم قرار دیئے جانے سے بہت عرصہ قبل ”احمدی“  
مسلمانوں کو غیر مسلم قرار دے چکے تھے۔ ثبوت کے طور پر صرف دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا بشیر الدین محمود سے ان کے ایک مرید نے  
سوال کیا کہ کسی غیر احمدی کا اگر کوئی بچہ انتقال کر جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ اس کے جواب میں مرزا بشیر الدین محمود نے  
کہا: ”میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کسی عیسائی یا ہندو کا بچہ فوت ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔“ اس ضمن میں دوسری  
مثال پاکستان کے سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان کی ہے۔ جب حضرت قائد اعظم کی نماز جنازہ پڑھی جا رہی تھی۔ سر ظفر اللہ خان ایک  
کوٹے میں الگ ٹانگیں پیارے بیٹھے رہے۔ کسی صحافی نے ان سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ میں شریک کیوں نہیں ہوئے؟ سر ظفر اللہ خان  
نے جواب دیا: ”آپ مجھے ایک مسلم ریاست کا غیر مسلم شہری یا ایک غیر مسلم ریاست کا مسلم شہری سمجھ لیں۔“ کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ جب  
کسی قوم کو اس کے مرکز سے ہٹانا مقصود ہو تو نبی ﷺ کے مقابلے میں ڈمی کھڑی کر دی جاتی ہے۔ ککے اور مدینے کے مقابلے میں قادیان  
اور ربوہ تعمیر کئے جاتے ہیں اور صدیق اکبر ﷺ کے مقابلے میں حکیم نور الدین کو آگے لایا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں خود کو خادم قرار دینے  
والے رفتہ رفتہ سردار کے بہروپ میں سامنے آنے کی کوشش کرتے ہیں اور یوں اس مذہب کے ماننے والے، اصلی مرکزی شخصیت اور اس  
مرکزی شخصیت سے وابستہ علامتوں سے کٹ کر رہ جاتے ہیں۔“

(۱۳۲۴) عطاء الرحمن بٹ (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، جناب لالہ

(ولادت: ۲۰ نومبر ۱۹۶۳ء ..... وفات: ۲ جنوری ۲۰۲۱ء)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے اسیر و مجاہد لالہ فیروز دین کے پوتے لالہ عبدالعزیز کے بیٹے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹوبہ کے

کارکن و معاون لالہ عطاء الرحمن بٹ لالہ فیروز دین کا پورا خاندان ٹوبہ شہر میں معروف دینی و سماجی گھراجمہ شمار ہوتا ہے۔ علماء کے ساتھ دینی تنظیموں کے ساتھ وابستگیوں اور ہمیشہ ہی اسی گھرانے کا دسترخوان ہر وقت ہر تحریک و تنظیم اور غریب گھرانوں کی کفالت یتیم بچوں کی سرپرستی اس گھر کا خاصہ ہے۔ اسی گھرانہ میں لالہ عطاء الرحمن صاحب بٹ، لالہ عبدالعزیز کے ہاں پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں پڑھے اور بڑھے۔ دین اور دینی کاموں سے وابستگی ہمیشہ رہی۔ خصوصاً اپنے دادا لالہ فیروز دین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دلی رحمان دلچسپی ختم نبوت و ناموس رسالت ﷺ کے ساتھ زیادہ رہا۔ چناب نگر کانفرنس اور ٹوبہ ختم نبوت کانفرنس میں ہمیشہ داسے درمے قدمے سخنے دست و بازو بنتے تھے۔ نماز جنازہ گوشتالہ قبرستان ٹوبہ میں مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی کے ساتھ ہی مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی نے پڑھائی۔ (مولانا محمد ضییب مبلغ ٹوبہ)

## (۱۳۲۵) عطاء الرحمن (ڈیرہ اسماعیل خان)، شیخ الحدیث مولانا قاری

(وفات: ۱۴ دسمبر ۲۰۱۹ء)

جامعہ تجوید القرآن رحمانیہ خانوخیل کے مہتمم شیخ التفسیر والحدیث مولانا قاری عطاء الرحمن ممتاز عالم دین مشہور و معروف علمی اور سیاسی، مذہبی شخصیت تھے۔ عصری تعلیم پر انہری تک اپنے گاؤں خانوخیل میں حاصل کی، ابتدائی دینی تعلیم بھی حفظ و تجوید کے ساتھ شرح جامی تک کتب دینیہ اپنے والد محترم کے قائم کردہ دینی ادارہ جامعہ تجوید القرآن رحمانیہ خانوخیل ڈیرہ اسماعیل خان میں پڑھیں۔ ۱۹۷۸ء میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں آپ نے بخاری شریف علامہ بنوری اور مفتی ولی حسن ٹوکی سے پڑھ کر دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ دومرتبہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان راولپنڈی سے دورہ تفسیر کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و جمعیت علمائے اسلام ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے سرپرست اعلیٰ رہے۔ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن مدظلہ کے بااعتماد ساتھیوں میں شمار تھا۔ عرصہ دو سال سے گردوں کا مرض لاحق تھا، طبیعت میں بہتری اور کمی چلتی رہی، ۶۳ بہاریں دیکھنے کے بعد آخری دس دن صاحب فرماں رہ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ (عبداللہ اعوان)

## (۱۳۲۶) عطاء الرحمن (کراچی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۵۹ء ..... وفات: ۲۰/اپریل ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا عطاء الرحمن بابوزئی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ناظم تعلیمات اور استاذ الحدیث تھے۔ جامع مسجد صالح جہانگیر پارک صدر کراچی کے امام بھی رہے۔ نظریاتی انسان تھے۔ اکابرین و مبلغین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے محبت بھرا تعلق رہا۔

## (۱۳۲۷) عطاء الرحمن، مولانا اور دیگر علماء کی شہادت

بھوجا ایئر لائن کا طیارہ ۲۰/اپریل ۲۰۱۲ء بروز جمعہ شام قریباً سات بجے راولپنڈی چک لالہ ایئر پورٹ کے قریب حادثہ کا شکار ہو گیا۔ اس میں سوار تمام مسافران شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! یہ بد قسمت طیارہ کراچی سے چلا۔ منزل

مقصود اور اولپنڈی تھی۔ جہاں پہنچنے سے چند منٹ قبل یہ روح فرسا حادثہ پیش آ گیا۔

یہ اچانک حادثہ یقیناً ہمارے اعمال کی سزا ہے۔ حکومتی بے اعتدالیاں و بددیانتیاں عروج پر ہیں۔ قانون کو نیچا دیکھانے کی پالیسی، غبن، اقرباء پروری، ڈھیٹ پن اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ اس صورتحال میں یہ حادثہ کاش ہم سب کو توبہ واستغفار اور معاصی سے چھٹکارے کی راہ پر ڈال دے۔ لیکن نئے حادثے ہوتے ہیں۔ رسمی تعزیتی چاربول بول کر ہم پھر اسی بے اعتدالی کی راہ پر سرپٹ دوڑنے لگ جاتے ہیں:

وائے ناکامی متاع کاروان جاتا رہا میر کارواں کے دل سے احساس ضیاں جاتا رہا  
اللہ تعالیٰ ہم سب کو انابت کی توفیق رفیق فرمائیں۔ صدر مملکت بددیانتی کے کیسوں میں منہ چھپائے پھر رہے ہیں۔ پوری دنیا میں پاکستان واحد ملک ہے جس کا وزیراعظم سزایافتہ مجرم ہے۔ کیا دنیا میں جینے کے یہ لچھن ہوتے ہیں؟۔ کاش! پوری قوم اس قیادت تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتی۔

اس افسوسناک حادثہ کا ایک دردناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس جہاز میں مولانا عطاء الرحمن استاذ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، مولانا محمد یونس، مولانا گل زمان، مولانا عرفان، مولانا پیر عثمان رشید، قاری عبدالرحمن بھی شریک سفر تھے۔ جو تمام کے تمام جاں بحق ہو گئے۔

مولانا عطاء الرحمن جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے محبوب ترین و کامیاب مدرس تھے۔ آپ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ کی قابلیت و ذہانت و اطاعت شکاری نے اللہ رب العزت کے ہاں یہ قبولیت حاصل کی کہ اپنی مادر علمی میں خدمت تدریس کا موقع مل گیا۔ پھر بڑھے تو بڑھتے ہی چلے گئے۔ اس وقت نہ صرف ناظم تعلیمات تھے۔ بلکہ مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، نائب مہتمم حضرت مولانا سید محمد سلیمان بنوری کے دست و بازو تھے۔ جامعہ کی نمائندگی وفاق المدارس کی نصاب کمیٹی میں آپ کرتے تھے۔

آپ انتہائی دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ اصابت رائے کے باعث جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے اساتذہ و طلباء میں محبوبیت کا مقام رکھتے تھے۔ ججیہ علمائے اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت کی آنکھوں کا تارہ تھے۔ وہ کیا گئے، ہم سب کو آرزوہ خاطر کر گئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ ان کے درجات بلند ہوں کہ وہ بلند کردار عالم دین تھے۔ جہاز کے حادثہ میں شہید ہونے والے تمام مسافروں کے درثاء مستحق تعزیت ہیں۔

(۱۳۲۸) عطاء اللہ اعوان، جناب پروفیسر

(وفات: ۷/۱۷ اپریل ۲۰۱۶ء)

پروفیسر صاحب مرزا قادیانی کے قریبی پیر و رحیم بخش قادیانی کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک کی تعلیم صادق عباسیہ ہائی سکول بہاول پور سے حاصل کی۔ ۲۷/۱۷ اپریل ۱۹۵۱ء میں جمعہ کے دن احمد پور شریقیہ کی جامع مسجد میں ختم نبوت کانفرنس تھی، جس میں مجاہدین ختم نبوت نے مرزا قادیانی کے کردار کو خوب کھول کھول کر بیان کیا تو اللہ پاک نے اس چودہ پندرہ سالہ نوجوان کو ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ اس نوجوان نے

ہزاروں کے اجتماع میں مرزائیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ جس سے مسجد کے درو پوار تکبیر اور ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے۔ لوگوں نے نوجوان کو کندھوں پر اٹھالیا۔ بعد ازاں نوجوان کی تعلیم تربیت اور کفالت کا ذمہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے سر لیا۔ حضرت شاہ جی اس نوجوان سے بہت محبت فرماتے اور یہ نوجوان گھنٹوں شاہ جی کی صحبت سے مستفید ہوتا۔ دیگر اکابرین ختم نبوت بھی محبت فرماتے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد پہلے ٹیچر پھر ترقی کر کے ایس۔ اے کی کالج بہاول پور میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ تقریباً ۲۷ سال کا عرصہ گزار کر کالج سے ریٹائر ہوئے۔ قبول اسلام سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک ختم نبوت کے مشن سے وابستہ رہے۔ آپ کا جنازہ آپ کی وصیت کے مطابق شیخ الحدیث مفتی عطاء الرحمن صاحب نے پڑھایا۔ مجلس کی طرف سے جنازہ میں ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جاندھری مدظلہ، مولانا اسحاق ساقی اور حافظ محمد انس نے شرکت کی۔

## (۱۳۲۹) عطاء اللہ چٹھہ (گوجرانوالہ)، جناب حکیم

(وفات: جنوری ۱۹۸۶ء)

چک چٹھہ ضلع گوجرانوالہ کے حکیم حاذق دماغی امراض کے معالج خاص، عقیدہ ختم نبوت کے ہمہ تن مناظر و مبلغ جن کی مساعی سے کئی قادیانیوں نے قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے ممتاز رہنما، قومی کارکن، مجاہد فی سبیل اللہ، قادیانیت کے رد کے لئے تبلیغ بے نیام، حق تعالیٰ اپنے رحمتوں سے ان کی تربت کو ثرا بفرمائیں۔

## (۱۳۳۰) عطاء اللہ حنیف بھو بھینی، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۸ء ..... وفات: ۱۹۷۸ء)

بھو بھیاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ مختلف حضرات سے کسب علم کیا۔ مولانا حافظ محمد محدث گوجرانوالہ سے تکمیل کی۔ مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔ پھر لاہور تشریف لائے۔ جمعیت اہل حدیث کی تشکیل میں اپنے بڑوں کے ساتھ شریک عمل رہے۔ ہفت روزہ الاعتصام کے بانی تھے۔ پڑھے لکھے انسان تھے۔ پڑھنے کے لئے کتابوں کو جمع کرنا، لکھنے کے لئے الاعتصام کی ادارت نے رنگ دکھلایا۔ آپ نے ایک ضخیم لائبریری تیار کر لی۔ زیادہ کتابیں تو نہیں جتنی ہیں ان کے عالی ذوق کی دلیل ہیں۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں امت کے شانہ بشانہ رہے۔ آپ نے شیخ بن باز کے فتویٰ حیات مسیح کی توثیق ان الفاظ میں لکھی: ”ایسے (قادیانی) حضرات علم کے مسکین تو خیر ہیں ہی، اذعان عقل کے باوجود عقل کی مسکنت کا یہ حال ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کو کشمیر میں قرار دیتے ہیں اور ثبوت میں مرزا قادیانی کی دجل آ میر تحریر پیش کرتے ہیں۔ یعنی اس کذاب کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ جس نے سارا چکر ہی اس لئے چلایا۔ ان کی فکری لغزش کا یہ حال ہے کہ محدث کی احادیث میں تو بیڑھ نکالتے ہیں اور مرزا قادیانی کی روایات کو برقرار رکھتے ہیں، انا للہ! بہر صورت شیخ کی تحقیق صحیح ہے۔ واللہ الموفق للصدق والصواب!“

محمد عطاء اللہ حنیف

مکتبہ السلفیہ لاہور، یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۸۱)

## (۱۳۳۱) عطاء اللہ (سرگودھا)، مولانا

(وصال: ۲۱ نومبر ۲۰۱۸ء)

مولانا عطاء اللہ جامع مسجد چک نمبر ۲۵ جنوبی سرگودھا میں خطیب تھے۔ مولانا عطاء اللہ جنجوعہ راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ چنیوٹ میں جامعہ عربیہ کے بانی قاری مشتاق احمد سے آپ نے حفظ مکمل کیا اور درس نظامی کی بعض کتب مدرسہ سراج العلوم سرگودھا بلاک نمبر ۱ میں مولانا مفتی محمد سعید ایسے اساتذہ سے پڑھیں۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبید اللہ انور سے تھا۔ ۷۲ سال عمر پائی۔ تعلیم کے دوران چک نمبر ۲۵ جنوبی میں امامت و خطابت سے وابستہ ہوئے اور پھر یہیں سے ہی جنازہ اٹھا۔ قدیم مسجد کی جدید تعمیر کی۔ مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے خصوصی معاون تھے۔ ہمیشہ مدرسہ کی ترقی کے لئے دعا گو رہے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں لازمی شرکت فرماتے تھے۔ بہت ہی درویش صفت فرشتہ خصال و صفات محمودہ کے حامل تھے۔

## (۱۳۳۲) عطاء اللہ گھوٹو (سندھ)، جناب حافظ

(وفات: ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ / ۱۸ مئی ۲۰۱۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق رکن شوری، فاضل دیوبند، شیخ الحدیث مولانا عبدالجلی الحسنی گھوٹکی سندھ والوں کے بھانجے حافظ عطاء اللہ گھوٹو بہت خوبیوں کے ساتھ حافظ قرآن اور عالم دین بھی تھے۔ حافظ صاحب مرحوم خوش اخلاق، خوش طبع ظرفیت کے مجسمہ تھے۔ آپ قرآن پاک اور حضور ﷺ سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ چند سال پہلے سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لائے اور سندھی زبانی میں ردقادیانیت پر اشعار کہنے کا شرف حاصل کیا۔ گزشتہ سال اپنے گاؤں جھنگل گھوٹو میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کرائی جس میں مبلغ ختم نبوت مولانا محمد حسین ناصر تشریف لائے اور سندھ کے مشہور نعت خوانوں نے کانفرنس کو چارچاند لگائے۔

## (۱۳۳۳) عطاء اللہ منصور (بہاول پور)، جناب

(وفات: ۱۷ نومبر ۲۰۲۰ء)

مولانا عبداللہ مسعود جالندھر سے مہاجر تھے۔ تقسیم سے پہلے مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری کے جلسوں میں نعتیں نظمیں پڑھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد سیٹلائٹ ٹاؤن بہاول پور جامع مسجد القمر کے قریب رہائش پذیر تھے۔ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں ہر سال شریک ہوتے۔ چونکہ کانفرنس دسمبر کے آخری دنوں میں ہوتی تھی اور ان دنوں ماہ دسمبر میں بہت سردی پڑتی تھی۔ موصوف بستر سمیت تشریف لاتے۔ اکثر و بیشتر بستر دفتر کی نذر فرمادیتے۔ اللہ پاک نے انہیں چار بیٹے عطاء فرمائے۔ ان کے بڑے بیٹے کا نام عطاء اللہ رکھا گیا، جو منصور کے لاحقہ کے ساتھ تخلص رکھتے تھے۔ تعلیم کے زمانہ میں جمعیت طلباء اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بعد ازاں جمعیت علماء اسلام میں کسی زمانہ میں فعال رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ انہیں باپ کی طرف سے وراثت میں ملا تھا، کسی ٹرانسپورٹ کمپنی میں نیجر رہے۔



راقم ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک بہاول پور میں رہا تو جناب عطاء اللہ منصور کے والد گرامی مولانا عبداللہ مسعود کی خدمت میں حاضری ہوتی تو جناب عطاء اللہ منصور بہت محبت سے پیش آتے۔ مولانا عبداللہ مسعود غالباً ۱۹۸۹ء میں فوت ہوئے۔ مرحوم قربانی کے موقع پر سیٹلائٹ ناؤن میں مجلس کے لئے کھالیں بھی اکٹھی کرتے، ان کی وفات کے بعد جناب عطاء اللہ منصور نے والد محترم کی روایات کو برقرار رکھا۔ علاوہ ازیں دیگر مدت سے بھی تعاون فرماتے۔ اسی اور نوے کے درمیان عمر ہوگی۔ بایں ہمہ جامع مسجد القمر کی خدمت اور اذان کی سعادت کو آخر عمر تک جاری رکھا۔ حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے۔ ان کی نماز جنازہ کی امامت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول پور کے نائب امیر مولانا مفتی عطاء الرحمن مدظلہ نے کی اور ان کی دوسری نماز جنازہ ان کے برادر خورد مولانا پروفیسر ظفر اللہ شفیق نے پڑھائی اور انہیں ون یونٹ کالونی بہاول پور کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

## (۱۳۳۴) عطاء اللہ مینگل، جناب سردار

(پیدائش: ۱۹۳۰ء ..... وفات: ۲۰۲۱ء)

آپ بلوچستان میں مینگل قبیلہ کے سردار تھے۔ بھرپور متحرک قومی رہنما تھے۔ نیشنل عوامی پارٹی کے ممتاز مرکزی رہنما تھے۔ جمعیت علماء اسلام، نیشنل عوامی پارٹی اور پیپلز پارٹی کے سرفریقی اتحاد کے نتیجہ میں خیبر پختونخواہ میں وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمود اور بلوچستان میں وزیر اعلیٰ عطاء اللہ مینگل بنے۔ جناب مینگل قادیانی فتنہ کو انگریز کی اسلام کے خلاف سازش قرار دیتے تھے اور عمر بھر قادیانیت پر نفرین بھیجتے رہے۔

## (۱۳۳۵) عطاء اللہ، جناب میاں

(ولادت: ۱۹۳۷ء ..... وفات: ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء)

آپ کے والد گرامی کا نام حافظ محمد عبداللہ تھا۔ ان کے والد گرامی کا نام چوہدری فتح دین تھا۔ چوہدری فتح دین عبداللہ پور فیصل آباد کے رہائشی تھے۔ عبداللہ پور میں درس فتح دین کے آپ بانی تھے۔ جامع مسجد کچہری بازار کے بھی آپ بانی تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد یونس مراد آبادی کو فیصل آباد میں چوہدری فتح دین لائے تھے جو جامع مسجد کچہری بازار کے خطیب بھی رہے۔ انہی کے پوتے جناب میاں عطاء اللہ صاحب تھے جو قومی اسمبلی کے ۱۹۷۰ء میں ممبر منتخب ہوئے۔ پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق تھا۔ وفاقی وزیر صنعت اور وفاقی وزیر ریلوے بھی رہے۔ آپ دیندار گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ختم نبوت کانفرنس چینیوٹ میں اکثر و بیشتر تشریف لاکر خطاب فرماتے تھے۔ قادیانی مسئلہ پر ۲۴ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آپ نے قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

جناب میاں محمد عطاء اللہ کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

میاں محمد عطاء اللہ: اس وقت جو مسئلہ اسپیشل کمیٹی کے سامنے زیر بحث ہے۔ وہ تقریباً دو ماہ سے زیر غور ہے۔ مختلف proposals اور تحریکیں بھی پیش کی گئی ہیں کہ ربوہ کا قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ مرزا غلام احمد کو چاہے وہ نبی کی حیثیت سے مانے یا مسیح موعود کی حیثیت سے مانے یا محدث کی حیثیت سے مانے، اس سلسلے میں ان پر تفصیلی جرح بھی ہوئی۔ انہوں نے اسپیشل کمیٹی

کے سامنے محض نامے پڑھ کر سنائے اور ممبران صاحبان نے تقریباً تین چار سو سے زائد سوال ان سے پوچھے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں تک ان کے عقائد کا سوال ہے اور جہاں تک ان کے دوسرے مسلمانوں کے متعلق عقیدے کا سوال ہے۔ جہاں تک ان کے سیاسی عزائم کا سوال ہے اور جہاں تک مرزا غلام احمد کے اس دعویٰ کا سوال ہے کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیوں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمام ممبر صاحبان کو واضح طور پر اب تک معلوم ہو جانا چاہئے اور معلوم ہے۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ پاکستان میں بسنے والے تمام لوگ اور تمام مسلمان متفقہ طور پر اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ جماعت جو ہم سب کو یقینی طور پر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے اور جس جماعت کا یہ مؤقف ہے کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی پر نبی کی حیثیت سے یا مسیح موعود کی حیثیت سے یا مجدد کی حیثیت سے یا محدث کی حیثیت سے اس پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اب پاکستان میں بسنے والے تمام مسلمان اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس جماعت کو کافر قرار دیا جائے۔ ان کو دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جائے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ ایک ابتدائی چیز ہے اور تمام پیچیدگیوں کو چھوڑتے ہوئے آپ کسی پیچیدگی میں نہ جائیں۔ صرف ایک چیز، ایک دلیل ان کو کافر قرار دینے کے لئے کافی ہے کہ وہ ہمیں کافر سمجھتے ہیں اور وہ ۰۰ کروڑ مسلمانوں کو جو امت رسول اللہ ﷺ سے تعلق رکھتے ہیں۔ چاہے وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں، اہل حدیث ہوں، شیعہ ہوں یا کسی اور فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، وہ متفقہ طور پر ان کو دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ طے شدہ ہے۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ یہ ممبران کمیٹی بھی جانتے ہیں کہ ایک جماعت انہیں کافر قرار دیتی ہے اور یہ اپنی اپنی سوچ پر منحصر ہے۔ اپنا اپنا فیصلہ کرنے کا علیحدہ طریقہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس مسئلے کا موجودہ صورت میں کیا حل ہے اور موجودہ صورت سے کس طرح نکلا جاسکتا ہے۔ جہاں تک اس جماعت کے سیاسی عزائم کا سوال ہے۔ تمام ممبران کو واضح طور پر معلوم ہے کہ یہ جماعت انگریزوں نے بنائی اور اس واسطے بنائی کہ انگریزوں نے یہاں آنے کے بعد یہ دیکھا کہ جب تک مسلمانوں کے اندر سے جذبہ جہاد نہیں نکلتا، انگریز یہاں چین سے حکومت نہیں کر سکتے۔ اس واسطے انہوں نے مسلمانوں کو اس مسئلے سے نکالنے کا ایک طریقہ سوچا کہ ایک جھوٹا نبی بنایا جائے جو اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ حکم آیا ہے کہ آپ جہاد بند کر دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک واضح حکم حدیث میں اور قرآن کریم میں واضح طور پر موجود تھا اور نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی خود مختاری پر کوئی حملہ کرے تو جہاد واجب اور فرض ہے اور چونکہ انگریزوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی خود مختاری پر حملہ کیا تھا اور وہ یہاں پر قابض ہوئے۔ اس واسطے تمام علماء کا، تمام مسلمانان ہند کا یہ متفقہ طور پر یہ فیصلہ تھا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کیا جائے اور انہیں ہندوستان سے نکالا جائے۔ تو اس مسئلے کو ختم کرنے کے لئے ایک سیاسی طرز کی جماعت بنائی جسے دینی رنگ دیا۔

اس کے بعد پاکستان بننے کا سوال آیا تو وہ عقائد تمام ممبران کے سامنے پیش ہو چکے ہیں کہ ہم اکھنڈ بھارت کے حامی ہیں۔ اگر پاکستان بنا بھی تو عارضی ہوگا اور ہماری پوری کوشش ہوگی کہ ہم پاکستان کو دوبارہ ہندوستان میں ملائیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ جس جماعت کو ہندوستان کی مضبوط Base مل جائے تو اسے دنیا میں قابض ہونے کے لئے کوئی چیز نہیں روک سکتی اور پھر ان کے دوسرے جو عقائد ہیں۔ مجھے اس وقت علم نہیں تھا کہ مجھے تقریر کرنے کے لئے کہا جائے گا۔ ورنہ میں وہ کتابیں لے کر آتا اور آپ کے سامنے پیش کر دیتا۔

جناب چیئرمین: میں نے آپ کو اس وقت ناظم دیا ہے جب آپ تجاویز پیش کریں، تقریر نہ کریں۔

میاں محمد عطاء اللہ: میں تجویزیں پیش کر دیتا ہوں۔ ان عقائد سے واضح ہے کہ مرزا محمود احمد نے یہ کہا کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی یا ہمارے پاس حکومت ہوتی تو ہم ہٹلر اور موسولینی سے زیادہ سختی کر کے تمام لوگوں کو اپنے عقائد پر لے آتے۔ یہ واضح طور پر انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور وہ اس پر کاربند ہیں۔ اب آپ یہ سوچ لیں کہ ہم نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں یہ کہا ہے کہ کوئی مسلمان ہو یا کافر ہو، ہندو ہو، سکھ ہو، عیسائی ہو یا کسی مذہب سے بھی تعلق رکھتا ہو، اس پر جبر نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی قرآن و سنت ہمیں جبر کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ تبلیغ کی اجازت ہے کہ تبلیغ کر دو اور لوگوں کو سمجھاؤ۔ اگر وہ ان عقائد پر آ جائیں تو صحیح ہے۔ مگر اس جماعت کا جس کا ایمان اس چیز پر ہے کہ اگر وہ اقتدار میں آئے تو لوگوں کو جبراً اپنے عقائد پر لائیں گے۔ وہ اسمبلی میں آتے ہیں اور اس کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ ہم سیاسی جماعت نہیں، ہم تو ایک دینی فرقہ ہیں۔ ہمارا تو مذہب سے تعلق ہے۔ سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ صورت میں اس فتنے کو روکنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اس جماعت کو سیاسی جماعت قرار دیا جائے۔ اس کو یونین کیا جائے اور اس کا لٹریچر ضبط کیا جائے۔ کیونکہ ایک سیاسی جماعت جو اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے دین کو استعمال کر رہی ہے اور دین میں رخنہ ڈالنے کی کوششیں کر رہی ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دے رہی ہے۔ ان کو خالی کافر قرار دینے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ پھر اسی طرح اپنے مقاصد حاصل کرنے کی پوری کوششیں کرتے رہیں گے۔

ایک چیز جو میں سمجھتا ہوں وہ واضح طور پر ہماری اسپیشل کمیٹی کے سامنے آئی ہے کہ اس وقت وہ باہر جا کر بڑا غلط قدم کا پراپیگنڈہ کر رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ چیئرمین صاحب جن چیزوں کا فیصلہ کریں وہ فوری طور پر فیصلہ کرنے کے بعد پبلش کی جائیں تاکہ انہوں نے یہاں جو جواب دیئے ہیں اور جن چیزوں میں وہ واضح طور پر جھوٹے ثابت ہو چکے ہیں۔ وہ ساری قوم کے سامنے آئیں اور ساری دنیا کو ان چیزوں کا علم ہو۔ ان کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔

آخر میں صرف اتنی عرض کروں گا کہ میری رائے میں ہماری کمیٹی کو یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کو آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس شخص کا نام لے کر کہنا چاہئے کہ جس شخص نے ہندوستان میں ۱۸۹۱ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ کافر ہے اور اس کو کسی لحاظ سے ماننے والے کافر ہیں اور جو جماعت اس نے بنائی ہے۔ اس جماعت کو سیاسی جماعت Declare (قرار دینا) کیا جائے۔ ان کا لٹریچر ضبط کیا جائے۔ انہوں نے جو جائیدادیں یہاں بنائی ہیں۔ اس کو اوقاف کا حکم لے اور وہ حکومت کی تحویل میں جانی چاہئیں۔ (قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ جلد پنجم ص ۲۳۷-۲۳۸)

(۱۳۳۶) عطاء الحسن شاہ بخاری (ملتان)، حضرت مولانا سید

(پیدائش: ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء، امرتسر ..... وفات: ۱۲ نومبر ۱۹۹۹ء، ملتان)

مولانا سید عطاء الحسن شاہ بخاری حضرت امیر شریعت کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے جامعہ خیر المدارس سے دورہ حدیث شریف کیا اور پھر عمر بھر جماعتی طور پر دینی مدارس کے قیام، جماعت کی تبلیغی و تنظیمی مصروفیات میں گم رہے۔ لکھنے پڑھنے کے خوگر تھے۔ ساری زندگی اس شغل کو جاری رکھا۔ آپ کی اولاد نہ تھی۔ لیکن نقدی الہی پر راضی تھے۔ مولانا سید عطاء الحسن بہت ہی بہادر اور جفاکش

انسان تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں شب و روز ایک کر دیئے۔ جماعتی حوالے سے وہ ایک سوچ کے حامل تھے اور اس پر نہایت ہی جزم کے ساتھ قائم ہی نہیں دائم بھی تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے قد کاٹھ، وجاہت ایسی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ کے چھ مضامین کا مجموعہ محاسبہ قادیانیت جلد ۴ میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۳۳۷) عطاء المنعم شاہ بخاری (ملتان)، حضرت مولانا سید

(پیدائش: ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء ..... وفات: ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری المعروف سید ابو ذر بخاری ہمارے مخدوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہاں حاصل کی۔ پھر آپ کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کے مدرسہ عربیہ خیر المدارس جالندھری میں داخل کر دیا گیا۔ پاکستان بننے کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان کی پہلی علماء کرام کی دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کرنے والی جماعت میں آپ بھی شامل تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے استاذ محترم حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے زیر سایہ خیر المدارس میں پڑھاتے بھی رہے۔ پھر مستقبل، مزدور، رسائل کے ایڈیٹر رہے۔ الاحرار لاہور سے جاری کیا جوتا حال آپ کے صاحبزادہ سید محمد معاویہ بخاری کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد آپ کے جانشین قرار دیئے گئے۔ آپ کو قدرت نے علم و فہم، حافظہ، حسن الصوت و حسن الصوت سے وافر حصہ دیا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو حضرت امیر شریعت کی یاد تازہ کر دیتے۔ اتنے حسین و جمیل تھے کہ بقول مولانا محمد شریف جالندھری کہ بعض وجوہ سے اپنے والد گرامی سے بھی زیادہ خوبصورت تھے۔ حق بات کہنے کے خوگر تھے۔ وہ اپنا ایک موقف رکھتے تھے اور اس میں کسی بھی طرح پلک کے روادار نہ تھے۔ البتہ خود ار تھے اور بلا کے تھے۔

آپ نے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ جس مجلس میں ہوتے اپنی خوبیوں، نسبتوں اور ذاتی وجاہت کے باعث نمایاں ہوتے۔ حافظ، قاری، سید، آل رسول، جانشین امیر شریعت، تبحر عالم فاضل، غضب کا حافظ، خطیب، ادیب، صحافی، دانشور، پیر طریقت غرض خوبیوں کا مرقع تھے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد جب پابندیاں نرم ہوئیں اور سیاسی جماعتیں بحال ہوئیں تو حضرت ماسٹر صاحب، حضرت شیخ صاحب، حضرت مولانا عبید اللہ احرار، چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، صوفی الحاج عبدالرحیم خان نیازی، جناب محمد حسن چغتائی، جناب ملک عبدالغفور انوری اور دیگر حضرات کے ساتھ مل کر مجلس احرار اسلام کے احیاء تعمیر وترقی، تشکیل و ارتقاء کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ اس حوالہ سے بہت کامیاب رہے کہ راہ حق کے مخلص اور ایثار پیشہ دوستوں کا ایک گروہ نہیں بلکہ جماعت تیار کر لی۔ جن کا صرف اور صرف آپ آئیڈیل تھے۔ وہ آپ کے چشم و ابرو کے اشارے کے منتظر رہتے۔ دیکھا جائے تو کسی بھی رہنما کی یہ بڑی کامیابی ہے۔ ان کے دور میں مجلس احرار میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی اولیت کی جگہ رد سبائیت نے لے لی۔ کہاں سے چلے کہاں پہنچے۔ اتنی تیز رفتاری سے کہ اس دور کے تمام رہنما پیچھے رہ گئے۔ دلائل سے گفتگو کرنے کے آپ بادشاہ تھے اور آپ کے خطابات ماسٹر پیس ہوا کرتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری کے ساتھ تھے۔

مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد عبداللہ درخواسی اور مولانا خواجہ خان محمد کا احترام کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ نے اپنے عہد میں مکتبہ احرار قائم کر کے مجلس احرار اسلام کا بہت سارا الرٹریچر دوبارہ شائع کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ صرف تاریخ احرار اور مشاہدات قادیان پر آپ کے مقدمات کو دیکھ لیا جائے تو گویا معلومات کے کوزے کو سمندر کر دیا ہے۔ مولانا سید عطاء المعتم شاہ بخاری کا وجود اس دھرتی پر ایک انعام تھا۔ وہ کیا گئے تصویر بخاری گم ہو گئی۔

ظفر اللہ قادیانی نے شاہ جی کی وفات پر کہا: کہاں ہیں بخاری؟ آغا شورش کاشمیری نے چٹان پر سید عطاء المعتم شاہ بخاری کی تصویر چھاپ کر ظفر اللہ قادیانی کی بولتی میں پکھلا ہوا تار کو ڈال دیا۔ شورش و شاہ جی اور سید عطاء المعتم زندہ باد!

## (۱۳۳۸) عطاء المؤمن شاہ بخاری (ملتان)، حضرت سید حافظ

(ولادت: ۱۹۴۱ء ..... وفات: ۲۲/اپریل ۲۰۱۸ء)

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے چار صاحبزادے تھے: مولانا حافظ سید عطاء المعتم شاہ بخاری، مولانا سید عطاء الحسن شاہ بخاری، حضرت حافظ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری، حضرت حافظ پیر جی عطاء المہسن شاہ بخاری۔ مقدم الذکر دونوں صاحبزادوں کا یکے بعد دیگرے وصال ہوا۔ اب حضرت حافظ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری کا بھی وصال ہو گیا۔

سید عطاء المؤمن شاہ بخاری تقسیم کے بعد اپنے خاندان کے ہمراہ پہلے مظفر گڑھ کے قصبہ خان گڑھ پھر ملتان ٹی شیرخان میں رہائش اختیار کی۔ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری خانقاہ کنڈیاں شریف ضلع میانوالی کے دوسرے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری المعروف حضرت ثانی کے دور میں خانقاہ سراجیہ میں پڑھتے رہے۔ حضرت امیر شریعت نے جب ان کو خانقاہ سراجیہ حضرت ثانی کے پاس روانہ کیا تو ایک والا نامہ بھی تحریر کیا۔ جس کا حضرت حافظ صاحبزادہ محمد عابد مرحوم ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ان کو ملتان سے خانقاہ سراجیہ لے کر حضرت مولانا محمد یٰسین گئے تھے۔ حافظ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے اس زمانہ میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے پڑھنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ آپ قاسم العلوم ملتان، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں بھی پڑھتے رہے۔ دیگر دینی اداروں سے بھی کسب فیض کیا۔ لیکن دورہ حدیث شریف نہ کر پائے۔ البتہ دنیاوی تعلیم میٹرک اور ادیب اردو تک حاصل کی۔ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری قرآن مجید کے حافظ وقاری تھے اور قرآن مجید کی تلاوت میں اس وقت حضرت امیر شریعت کی روایات کے امین تھے۔ ان کی تلاوت اپنے والد مرحوم کی تلاوت کا پرتو لئے ہوئے تھی۔ اس وقت حضرت امیر شریعت کے خاندان میں خطابت و تلاوت، مقام و منصب کے لحاظ سے حضرت امیر شریعت کے صحیح معنوں میں جانشین تھے۔ ان کے وصال سے حضرت امیر شریعت کی خطابت کی یادگار سے زمانہ محروم ہو گیا۔

سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مطالعہ کے صرف شوقین ہی نہیں بلکہ حریص تھے۔ مطالعہ ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ کتاب سے رشتہ آخر وقت تک ان کا قائم رہا۔ بلابالغہ وہ ہر موضوع پر گھنٹوں بلا تکان گفتگو کرنے پر قادر تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے وہ عاشق زار تھے۔ ان کی شخصیت پر انہوں نے اتنا پڑھا کہ شاید ان پر پی ایچ ڈی کرنے والوں نے اتنا نہ پڑھا ہوگا۔ مولانا ابوالکلام آزاد پر جتنا وہ پڑھتے گئے۔ ان کی خوبیوں کو اپنے اندر سموتے بھی گئے۔ اس وقت ہمارے خطبہ میں وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے سب سے بڑے وکیل تھے۔ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری کی کوئی تقریر گھنٹوں سے کم نہ ہوتی تھی۔ تین تین، چار چار گھنٹے گفتگو کرنا تو ان کا خاصہ تھا۔ دن

میں کئی بیان ہوتے تو ہر بیان اتنا دورانیہ لئے ہوتا تھا۔ طویل تقریر کرنے میں اس وقت پورے ملک میں دو خطیب ناپ پر شمار کئے جاتے ہیں۔ ایک عالمی مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد طارق جمیل مدظلہ اور دوسرے سید عطاء المؤمن شاہ بخاری۔ لیکن موخر الذکر کو کرکریڈٹ جاتا ہے کہ ان کی تمام تقاریر طویل ہوتی تھیں۔ جب کہ مقدم الذکر کی تقاریر موقع محل کے اعتبار سے طوالت و اختصار دونوں کی حامل ہوتی ہیں۔ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری کی دیگر خوبیوں کے علاوہ ایک زبردست خوبی یہ بھی تھی کہ وہ بھرپور محنتی انسان تھے۔ جس کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتے جان جو کھوں میں ڈال کر اس کے لئے سراپا تحریک بن جاتے۔ انہوں نے اپنے مسلک کے اتحاد کے لئے بارہا کامیاب کوششیں کیں اور ایسے بھرپور نمائندہ اجتماع منعقد کئے کہ پورے ملک کی دینی قیادت کو ایک سٹیج پر لا بٹھایا۔ مجلس علماء اسلام بھی قائم کی۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر اس کے امیر اور حضرت شاہ صاحب اس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ اس کا ترجمان ایک ماہوار رسالہ بھی جاری کیا اور خوب پورے ملک میں ایک سماں قائم کر دیا۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم کے متعلق ہے کہ وہ تحریک اٹھانے کے ماہر تھے۔ لیکن جب وہ تحریک اٹھا چکیں تو ان کو اس تحریک کا صرف سرپرست بنا دیا جائے۔ یہی بات ہمارے سید عطاء المؤمن شاہ بخاری کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔ لیکن وہ تحریک میں خود اتنے منہمک ہو جاتے کہ تمام امور اپنے لٹوڑیڈاپنے ذمہ لے لیتے۔ ظاہر ہے کہ تمام خوبیوں اور صلاحیتوں کے باوجود جب تک ٹیم ورک نہ ہو تو بیل کم ہی منڈھے چڑھتی ہے۔ لیکن سید عطاء المؤمن شاہ ہارماننے والے نہ تھے۔ ایک کام کا آغاز کیا، چلنا شروع ہوا، تھک گئے، کام مضطرب ہوا، آپ سستائے، پھر اللہ کا نام لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ آپ کے طریق کار یارائے سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن آپ کی محنت، جانپاری اور اخلاص میں کسی کو بھی اختلاف نہ ہوگا۔

بہت کم دوستوں کو معلوم ہوگا کہ وہ بیماری، ضعف، کمزوری کے باوجود جس ہمت سے آگے بڑھے اور پہاڑوں کے سینوں میں شکاف ڈالنے والی محنت شاقہ سے کام لیا۔ وہ صرف آپ کا ہی حصہ ہے۔ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری اس وقت مجلس احرار اسلام کے امیر، قائد اور میر کاروان تھے۔ انہوں نے مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، حضرت امیر شریعت، چوہدری افضل حق، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، مولانا عبداللہ احرار اور مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاری کے بعد جس طرح علم احرار کو چہار سو عالم میں لہرایا ہے۔ اس پر آپ کو خراج تحسین پیش نہ کرنا تاریخ سے زیادتی ہوگی۔ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز اور حضرت سید نفیس الحسنی کے خلیفہ مجاز تھے۔ مجھے برادر مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے سنایا کہ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری ایک بار محمود پور حضرت مولانا سید محمد امین شاہ سے ملنے گئے۔ سید محمد امین شاہ نے ملتے ہی پہلا سوال کیا کہ بڑی بیسی یا حسینی؟ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے فی البدیہہ فرمایا: بڑی زیادہ سے زیادہ تاریخ کا حصہ ہے۔ جب کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تو ایمان کا حصہ ہیں۔ یہ سنتے ہی سید محمد امین شاہ کی طبیعت گل شکفتہ ہوگئی۔ اب یہ باتیں یادیں ہی رہ گئی ہیں۔ فقیر اقم کو سید عطاء المؤمن شاہ بخاری کے ساتھ کام کرنے کے بعض مواقع پیش آئے۔ وہ بھرپور انسان تھے۔ خود اتنے ٹھوس تھے کہ کسی سے مرعوب نہ ہوتے تھے اور نہ کسی کو خاطر میں لاتے تھے۔ لیکن جوان کے مزاج کو سمجھ گیا۔ وہ محبتوں سے مالا مال ہو جاتا۔ وہ جہاں قہر ذوالجلال کا پرتو تھے وہاں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا بھی مظہر تھے۔

موصوف موقف کے اتنے پکے تھے کہ ذرا برابر اس میں چلک نہ دکھاتے تھے۔ زمانہ کو موقف کی مضبوطی راس نہ آئی۔ ورنہ وہ یوں اپنے، پرائیوں کے ہاتھوں بے قدری کا شکار نہ ہوتے۔ خدا لگتی پورے ملک میں اس دور میں جس طرح انہوں نے نغمہ بخاری میں

رنگ بھرا وہ صرف اور صرف آپ کا ہی امتیازی وصف تھا۔ متعدد بار جیلوں میں گئے۔ مقدمات سے واسطہ پڑا۔ مصائب سے سامنا ہوا۔ لیکن ہر بار ان کی شخصیت کی توانائی میں چند در چند نکھار آ جاتا۔ آپ کا فی عرصہ سے صاحب فرماش تھے۔ راقم کی کم نصیبی کہ عیادت کے لئے حاضر نہ ہو سکا۔ دراصل ایک آدھ میٹنگ میں اختلاف رائے میں فقیر حدود کو پھلانگ گیا۔ جس کا نہ صرف قلق تھا بلکہ شرمسار بھی تھا کہ اب کس منہ سے ان کا سامنا کروں گا؟ یہ احساس ملنے میں مانع رہا۔ ورنہ یہ تو یقین تھا کہ وہ اتنے بڑے آدمی تھے کہ دیکھتے ہی سینے سے لگتے۔ لیکن اب تو احساس محرومی کا ایصال ثواب کے ذریعہ ہی مداوا ہو سکتا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر وقت دل و دماغ اور تمام تر فکری و عملی صلاحیتوں کے ساتھ ان کو حاضر باش پایا۔ جہاں کہیں ضرورت ہوتی ایک بار کی درخواست پر ایسے تیار ہو جاتے کہ جیسے پہلے سے اس کام کے لئے منتظر ہوں۔ تمام اے پی سی کے اجلاسوں میں ان کی تشریف آوری، ختم نبوت کانفرنسوں میں ان کی گھن گھرج، تلاطم و جوار بھانا کا جب تصور آتا ہے تو یادداشتوں کا ایک طویل سلسلہ ذہن کی اسکرین پر نمودار ہو جاتا ہے۔ اسی پر بس کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ صبح نور کے تڑکے وصال ہوا۔ اسی روز مغرب کے بعد ملتان میں آپ کے اکلوتے صاحبزادے و جانشین حافظ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ثالث نے جنازہ پڑھایا۔ باقر شاہ قبرستان میں اپنے گرامی قدر والد مرحوم کے پہلو میں ان کی بے قراری کو قرار آ گیا۔

## (۱۳۳۹) عطاء المہین شاہ بخاری (ملتان)، پیر جی حضرت سید

(ولادت: یکم جولائی ۱۹۴۴ء ..... وفات: ۶ فروری ۲۰۲۱ء)

حضرت امیر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے سب سے چھوٹے صاحبزادے پیر جی حضرت سید عطاء المہین شاہ بخاری نے جامعہ رشیدیہ ساہیوال، جامعہ مدنیہ لاہور اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں نامور قراء حضرات سے حفظ و قرأت میں نام پیدا کیا اور واقعہ یہ ہے کہ آپ جب تلاوت کرتے تو حضرت امیر شریعت کی جھلک نمایاں ہو جاتی۔ آپ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز سرگودھوی سے سلوک کے منازل طے کئے۔ درویش فاقہ مست با خدا تھے۔ زہد و اخلاص کا پیکر، عبادت و ریاضت کے خوگر، غرض ایک اچھے انسان عابد و زاہد کی تمام خوبیوں کا مرقع تھے۔ بیچہ وطنی کے قریب ایک گاؤں میں قرآن مجید پڑھاتے رہے۔ چناب نگر اور چینیوٹ میں بھی عرصہ تک قیام کر کے مجلس احرار اسلام کے مراکز کی تعمیر و تکمیل اور آبادی میں بھرپور کردار ادا کیا۔ صحت کے آخری زمانہ تک چناب نگر کے اپنے مرکز میں عیدین کا خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ اپنے مشن کے ساتھ اخلاص کا عالم اور قلبی تعلق کا یہ حال تھا کہ طبیعت و صحت سفر کی متحمل نہ تھی۔ بیماری سے نڈھال چلنے پھرنے کی سکت نہ تھی۔ ڈاکٹروں نے سفر پر سختی سے پابندی لگا رکھی تھی۔ اس کے باوجود ۱۲ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ کی کانفرنس اور قادیانیوں کو دعوت اسلام کے سالانہ جلوس میں شرکت کے لئے ایبویلینس پر سفر کیا اور اس حالت میں اس پر وگرام میں شرکت فرمائی۔ اس وقت وہ خانوادہ امیر شریعت کی روایات کے امین تھے۔ مجلس احرار اسلام کے امیر مرکزیہ تھے۔ آپ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ ان کے جانے سے دنیا امیر شریعت کی آخری نشانی سے خالی ہو گئی۔ واقعی زمانہ قیامت کی چال چل گیا اور ہم سب ان کی جدائی کے ایک بڑے نقصان سے دوچار ہوئے۔ تاریخ کا ایک سنہری باب بند ہو گیا۔ لیکن اس چل چلاؤ کا نام دنیا ہے۔ جانے والے کبھی واپس نہ آئیں گے۔ البتہ ہم سب نے ان کے

پاس جانا ہے۔ اب تو سوائے صبر اور باری کی انتظار کے کیا ہے۔ اگلے دن قلعہ کہنہ قاسم باغ کے سٹیڈیم میں ملتان کا مثالی جنازہ ہوا۔ ملک بھر کی جماعتوں کے رہنما، علماء، مشائخ اور سیاست دان سب کی نمائندگی تھی۔

### (۱۳۴۰) عطاء محمد بندیا لوی، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۷ء ..... وفات: ۲۱ فروری ۱۹۹۹ء)

آپ ڈھوک دھمن موضع پدھرا ضلع خوشاب کے رہائشی تھے۔ بریلوی مکتب فکر کے جید عالم اور استاذ العلماء، تحریک ختم نبوت و تحریک نظام مصطفیٰ میں برابر کے شریک کار تھے۔

### (۱۳۴۱) عطاء محمد خان مری، جناب رئیس

(پیدائش: ۱۹۳۷ء ..... وصال: ۲ مارچ ۱۹۹۸ء)

جناب رئیس عطاء محمد خان مری یہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں سندھ سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ اس لحاظ سے بہت خوش نصیب ہیں کہ آپ نے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی (حزب اختلاف) کی طرف سے قومی اسمبلی میں پیش کردہ قرارداد بابت اقلیت پر دستخط فرمائے۔ ایرانی تحصیل جام نواز علی ضلع ساگھر میں مدفون ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

### (۱۳۴۲) علاؤ الدین بی. ایل بھاگل پوری، جناب

عبدالحمید نامی ایک شخص جو بھاگل پور کارہنہ والا تھا قادیانی ہو گیا۔ اسی قادیانی نے مرزا قادیانی کی تائید میں چند رسائل بھی لکھے جس کا جواب خانفہ عالیہ مونگیر شریف سے شائع کیا گیا۔ عبدالحمید قادیانی کے رسائل اور ان کے جوابات پڑھ کر جناب علاؤ الدین بی. اے، بی. ایل بھاگل پوری سے دیرینہ شناسائی اور دوستی کی بنیاد پر عبدالحمید قادیانی کو ایک خط لکھا جسے ”دستانہ نصیحت“ کے نام پر شائع کر دیا۔ قریباً ایک صدی پہلے کا یہ خط ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں شائع کیا گیا۔ اس کا ایک آخری ورق کرم خورہ تھا وہ حصہ ناقابل استفادہ تھا۔ اسے بیاض کی شکل میں چھوڑ دیا ہے۔

### (۱۳۴۳) علاؤ الدین (خانوال)، جناب حافظ

(پیدائش: ۱۸۹۵ء ..... وفات: ۳ جنوری ۱۹۸۶ء)

حافظ علاؤ الدین تلہ گنگ گاؤں سکا میں ملک فتح دین شاہی اعوان کے ہاں پیدا ہوئے۔ ضلع خانوال کچا کھوہ ضلع وہاڑی میں اکثر چلوک میں ضلع میانوالی، ضلع انک کے لوگ رہائش پذیر ہیں۔ ان لوگوں کو فوجی خدمات کے صلہ میں انگریزوں نے جاگیریں الاٹ کیں۔ ہم وطنوں کی محبت اور ضلع انک میانوالی کی پسماندگی بہت لوگوں کو اس علاقہ میں لے آئی۔ اپنے زمانہ میں چک ۱۰/۸۴- آرزو خانوال میں ایک دینی مدرسہ قائم تھا جس کو یہاں کے عالم دین مولانا حافظ حامد اللہ خان چلا رہے تھے۔ حافظ علاؤ الدین بھی اس چک میں ضلع انک سے اپنے ہم وطنوں کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرنے کے لئے آئے۔ یہیں پر قرآن حفظ کر لیا اور دینی کتابیں بھی پڑھنی



شروع کریں۔ اسی دوران مولانا حافظ حامد اللہ خان کا انتقال ہو گیا۔ حافظ علاء الدین کے زہد تقویٰ، پرہیزگاری کو دیکھ کر اس مدرسہ اور مسجد کی ذمہ داری دے دی گئی۔ ضلع انک سے شادی کے بعد ان کا خاندان بھی آہستہ آہستہ اس چک میں آگئے۔ بس پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ خانیوال میں پیر طریقت مولانا خواجہ عبدالملک صدیقی اور بستی سراچیہ کے بزرگ مولانا عبداللہ المعروف حضرت ثانی خانقاہ سراچیہ جیسے بزرگوں سے محبت اور عقیدت نے حضرت حافظ صاحب کو کندن بنا دیا۔ اسی دور میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے بیعت ہو گئے۔ تحریک ختم نبوت کے شیدائی بن گئے۔ اپنے چک سے خانیوال شہر میں ۱۹۵۳ء کی تحریک کے لئے جلوس لے جاتے۔ قادیانیوں کے خلاف روزانہ احتجاج کرتے۔ آخر کار اسی دوران گرفتار ہو گئے۔ مفتی محمود کے ساتھ جیل کے ساتھی بن گئے۔ ہر سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کی دعوت کرتے اور اپنی مسجد میں بیان کراتے۔ مولانا قاضی اللہ یار (مرحوم)، مولانا غلام محمد، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد شریف جالندھری تشریف لاتے۔ اپنے چک سے ختم نبوت کے لئے گندم، نقدی کی صورت میں فنڈ اکٹھا کر کے مرکزی دفتر ملتان میں جمع کراتے۔ اب بھی ان کی اولاد، ورثا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ اپنا تعلق نبھارہے ہیں۔ جب بھی کوئی مبلغ ختم نبوت اس چک میں جاتا تو یہ لوگ باغ و بہار ہو جاتے ہیں۔ حضرت کی بدولت ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں اس چک کے لوگوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔

### (۱۳۴۴) علم الدین حافظ آبادی، مولانا

مرزا غلام قادیانی کے ایک پیرو نے ”چودھویں صدی کا چاند“ نامی رسالہ شائع کیا۔ حافظ آبادی جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب مولانا علم الدین نے جواب میں ”چودھویں صدی کا دجال کون؟“ یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ معروف اہل حدیث رہنما مولانا نور حسین گر جاکھی گوجرانوالہ شہر نے اس رسالہ کو شائع فرمایا۔ اب دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں اسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا ہے اور غلطی سے جلد ۵۲ میں بھی شامل ہو گیا۔

### (۱۳۴۵) علم الدین (ساکن قادیان)، مولانا

مولانا علم الدین خاص قادیان کے ساکن تھے۔ بعد میں جامع مسجد کھیل پور (انک) کے خطیب بھی رہے۔ آپ کے قیام انک کے دوران میں ایک قادیانی ملعون نے چہار رتی پمفلٹ بنام ”اجرائے نبوت“ شائع کیا۔ مولانا علم الدین نے اس کے جواب میں ”حقیقت مرزاہیت مع ختم نبوت، بجواب اجرائے نبوت“ شائع فرمائی۔ جو ۲۱ شعبان ۱۳۴۷ھ/۲ فروری ۱۹۲۹ء کو آپ نے مکمل فرمائی۔ اس کتاب میں قادیانی گروہ کی کتب سے قادیانیت کو باطل ثابت کیا گیا اور مسئلہ ختم نبوت کو تحقیق والزام ہر دو طریق پر روشن کر کے دیکھا گیا ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۰ میں یہ کتاب بھی شامل اشاعت ہے۔

### (۱۳۴۶) علم الدین شہید (لاہور)، جناب غازی

(پیدائش: ۴ دسمبر ..... شہادت: ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

۱۹۲۷ء میں مہاشے راجپال نے رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ کی شان میں گستاخی کی، جس سے پورے ہندوستان کے

مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پورا ہندوستان ایک شعلہ جوالہ کی طرح بھڑک اٹھا۔ عدالت عالیہ کے جسٹس دلپ سنگھ نے مہاشے راجپال کو قانون کے اصطلاحی سقم پر رہا کر دیا۔ حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔

ترکان کا بیٹا غازی علم الدین اٹھا، جا کر راجپال کا کام تمام کر دیا۔ غازی علم الدین پر قتل کا مقدمہ چلا، پھانسی کا حکم ہوا اور وہ تختہ دار پر حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ میں لٹکا دیئے گئے۔ بعد میں حضرت قاضی احسان احمد صاحب اسی جیل میں گرفتار ہو کر گئے۔ اتفاق سے آپ کو اسی کوٹھڑی میں بند کیا گیا، جس میں پہلے غازی علم الدین شہید رہ چکا تھا۔ جیل وارڈن نے کہا: ”قاضی صاحب! تم بہت خوش نصیب ہو، یہ بہت ہی برکت والی کوٹھڑی ہے۔“ قاضی صاحب کے استفسار پر اس نے بتایا کہ صاحب! غازی علم الدین اس کوٹھڑی میں تھا، تو ایک رات کوٹھڑی روشن ہو گئی۔ بقعہ نور بن گئی۔ میں پہرے پر تھا۔ میں حیران و پریشان دوڑا ہوا آیا کہ کہیں ملزم اپنے آپ کو آگ تو نہیں لگا رہا۔ مگر وہ تو بڑے اطمینان سے اس دنیا سے گم صم تشریف رکھتے تھے۔ میں حیران کھڑا رہا، کافی دیر بعد جگا یا، پوچھا تو میرے اصرار، منت و سماجت پر غازی مرحوم نے کہا کہ خواب میں رحمت عالم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تھے۔ فرمایا علم دین! ڈٹ جاؤ، میں حوض کوثر پر آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔

(ہفت روزہ ’’لولاک‘‘، فیصل آباد، مورخہ ۳ جنوری ۱۹۸۳ء)

غازی علم الدین کی خوش بختی آپ نے ملاحظہ کی۔ اب مرزا بشیر الدین کی وہ بدزبانی جو اس واقعے پر سب سے پہلے پا ہو کر اس نے کہی، ملاحظہ ہو: ”وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی عزت بچانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں، وہ لوگ جو قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں وہ مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں۔“

اور طرفہ تماشایہ کہ جب انگریز کی حمایت کا مرحلہ آئے تو وہی حرام، حلال اور ناجائز، جائز بن جاتا ہے۔

”ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں جو اپنے خون اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور ناب فرق ہے۔“

(تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۱)

ظلم کی انتہاء دیکھئے کہ رحمت عالم ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے غازی علم الدین کا اقدام ناجائز اور مرزا قادیانی کی عزت کے لئے جائز، مرزا محمود نے کہا، ملاحظہ ہو: ”اپنی دینی اور روحانی پیشوا کی معمولی جہک بھی کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی شرارتوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑا، قتل و خونریزی بھی معمولی بات ہے۔“

(اخبار الفضل قادیان ج ۷ نمبر ۹۱ ص ۱، مورخہ ۲ مئی ۱۹۳۰ء)

”اگر اس سلسلے میں کسی کو پھانسی دی جائے اور وہ بزدلی دکھائے تو ہم اسے ہرگز منہ نہیں لگائیں گے۔ بلکہ میں تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھوں گا۔“

(اخبار الفضل قادیان ج ۷ نمبر ۹۷ ص ۷، مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء)

## علمائے سیالکوٹ (۱۳۴۷)

۱۹۳۵ء میں سیالکوٹ میں ایک قادیانی کا جنازہ مسلمان نے پڑھا دیا۔ مولانا حافظ عبدالحق سیالکوٹی امام مسجد محلہ اتاری نے جو وہ رفقاء سمیت فتویٰ طلب کیا۔ مولانا محمد علی کاندھلوی، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی، حکیم محمد صادق ایسے بیسیوں حضرات نے فتاویٰ دیا کہ نماز جنازہ پڑھانے والا اعلانیہ توبہ، تجدد ایمان و تجدید نکاح کرے۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ مولانا حافظ عبدالحق سیالکوٹی نے شائع کیا۔ جسے ہم نے فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

## (۱۳۴۸) علمائے شاہ جہان پور

تحریک تحفظ ختم نبوت کی تواریخ میں شاہ جہاں پور کے بے شمار علماء اور اہل علم کا نام ملتا ہے جنہوں نے شہر و اطراف شہر سے فتنہ قادیانیت کے استیصال میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ان میں سے بعض نام حسب ذیل ہیں۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب (مفتی اعظم ہند)، حضرت مولانا محمد کفایت ابن نجیب اللہ صاحب، سید محمد اعظم صاحب (مفتی شاہ جہاں پور)، مولانا غلام محی الدین صاحب (امام جامع مسجد شاہ جہاں پور)، مولانا محمد عثمان صاحب (مدرسہ عین العلم شاہ جہاں پور)، مولانا محمد عبدالحق صاحب (مدرسہ عین العلم شاہ جہاں پور)، مولانا محمد سخاوت اللہ خان صاحب (مدرسہ عین العلم شاہ جہاں پور) یہ علماء کبار وہ ہیں جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ہم عصر ہیں اور ۱۹۰۶ء میں قادیانیت کے خلاف ایک استفتاء کے جواب میں فتویٰ پر ان سب اکابر کے دستخط ہیں۔ اس وقت اس مقدس تحریک سے جڑے ہوئے تمام بزرگوں کا احاطہ اور حصر مقصود نہیں۔ بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ان سب کے درمیان حضرت مولانا عبد الغنی صاحب کا وجود ایسا لگتا ہے کہ قدرت باری تعالیٰ نے آپ کا انتخاب ہی اسی عظیم خدمت کے لئے کیا تھا۔ (از قلم مولانا شاہ عالم گورکھپوری)

## (۱۳۴۹) علمائے گوجرانوالہ

گوجرانوالہ باغبانپورہ میں ایک قادیانی کا جنازہ ایک مسلمان نے پڑھا دیا۔ ۱۹۶۶ء کی بات ہے۔ فتویٰ مرتب ہوا۔ مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا واصوفی عبدالحمید سواتی، مولانا محمد چراغ، مولانا محمد اسماعیل، مولانا قاضی شمس الدین، مولانا عبدالقیوم ہزاروی، مولانا ابوداؤد محمد صادق، ایسے حضرات نے اس کی تائید کی۔ جنازہ پڑھانے والے نے علی الاعلان تو بہ کی۔ ایمان و نکاح کی تجدید ہوئی۔ مولانا احمد سعید (گوجرانوالہ) نے اس فتویٰ کو شائع کیا۔ جسے ہم نے بھی فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع کیا ہے۔

## (۱۳۵۰) علوی ابن عباس مالکی (مدینہ منورہ)، الشیخ

”فتویٰ حیات عیسیٰ علیہ السلام“ کے متعلق مولانا منظور احمد چنیوٹی نے سوال مرتب کیا۔ علوی ابن عباس مالکی نے یہ جواب تحریر کیا:

الحمد لله اعلم بالصواب والصلوة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله  
والاصحاب والتابعين باحسان النبي يوم الحساب  
اما بعد! جمهور اهل سنت والجماعت كما ذهب اليه في اعتقاد ركنها شرعا ضروري اور واجب ہے کہ سيدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب  
تک زندہ ہیں۔ وہ آخری زمانے میں نازل ہو کر شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نفاذ کریں گے اور راہ حق میں جہاد کریں گے۔  
جیسا کہ یہ بات صادق و مصدوق حضرت محمد ﷺ سے بالتواتر ثابت ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا اس لئے واجب ہے کہ کتاب و سنت کے دلائل  
اس بات کی وضاحت کے لئے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں جو ہر قسم کے شک و شبہات سے بالا ہے، فرمایا ہے کہ  
یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور نہ سولی دی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھالیا ہے۔ ”وہما  
قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیہ (النساء)“ اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف۔ ﴿

اور یہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہو کر عدل و انصاف پر مبنی نظام عدالت قائم فرمائیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ کا خاتمہ کر دیں گے۔ اس وقت دولت اس کثرت سے ہوگی کہ اسے لینے والا کوئی نہ ملے گا۔ اس کی دوسری تصریحات بھی احادیث سے ثابت ہیں جن میں ان کی زندگی، نزول اور نزول کے بعد زمین میں قیام وغیرہ کی تفصیلات مذکور ہیں۔ یہ احادیث درجہ تو اترا تک پہنچ چکی ہیں۔ دوسری طرف کوئی ایسی صحیح حدیث موجود نہیں جس میں آپ کی موت کا ذکر ہو اور جس میں آخری زمانے میں نازل ہونے کے خلاف کوئی تصریح موجود ہو۔ جب قرآن مجید نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا ہے وہ قتل نہیں ہوئے اور اللہ کے رسول ﷺ نے وضاحت سے فرمادیا کہ وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور غیر مبہم الفاظ میں نزول کے بعد کے مفصل حالات بیان کر دیئے۔ اب ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے کہ وہ اس بات کو اپنا عقیدہ بنائے۔ اس میں شک کرنے والا اجماع امت کی رو سے کافر قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ عقیدہ اب بلا اختلاف ضروریات دین میں شمار ہوتا ہے۔ اس بارے میں گمراہ اور جاہل لوگوں کے سارے اعتراضات بے بنیاد ہیں۔ اہل علم کو ان بے بنیاد، بیہودہ باتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے صحیح مذہب پر قائم رہنا چاہئے۔

یہ کہنا سراسر باطل ہے کہ آیت: ”انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران: ۵۵)“ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف“ کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے وہ فوت ہوئے۔ پھر موت کی حالت میں اٹھائے گئے۔ یہ مطلب و مفہوم علمائے اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ رفع اور آخری زمانے میں زمین پر نزول کے بعد تجھے وفات دوں گا، یا تیری عمر پوری ہونے پر وفات دوں گا۔ اس صورت میں یہ ایک اطلاع ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بتایا ہے کہ یہودی آپ کو قتل نہیں کریں گے۔ جیسا کہ آیت: ”ومطہرک من الذین کفروا (ایضاً)“ اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے“ کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خدا کے نازل فرمودہ کلام کے شارح و ترجمان تھے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ”نتبین للناس ما نزل الیہم (النحل: ۴۴)“ کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ان کے واسطے۔“ آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو تشریح فرمائی ہے، اسی میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے۔ راہ حق میں جہاد کریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے اور شادی کریں گے۔ ان کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوگی۔ وغیرہ! اس تفصیل سے ہر ایسے شک و شبہ کا ازالہ ہو جاتا ہے جو ان کی موت کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ اس آیت کے اس مفہوم کی صحت کی اس سے بھی تقویت ہوتی ہے کہ آیت میں واؤ کا حرف استعمال ہوا ہے۔ جو درحقیقت مطلق جمع کے لئے ہوتا ہے نہ کہ ترتیب کے لئے، جیسا کہ آیت: ”واسجدی وارکعی (آل عمران: ۴۳)“ سجدہ اور رکوع کر کے میں ہے، کیونکہ رکوع، سجود سے پہلے ہوتا ہے۔

رہی یہ آیت: ”واذ قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامیّ الہین من دون اللہ..... الیّ قولہ..... ذلک الفوز العظیم (المائدہ: ۱۱۶ تا ۱۱۹)“ اور جب کہے گا اللہ: اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہر لو مجھ کو اور میری ماں کو دو موجود سو اللہ کے۔“ اس حصے کو اللہ کے قول: ”ذلک الفوز العظیم“ تک پڑھو۔

جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا جواب اللہ کے اس قول میں مذکور ہے: ”فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئی شہید (المائدۃ)“ ﴿پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے۔﴾

تو اس میں ”توفی“ کا حقیقی معنی میں استعمال ہونے سے کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نزول کے بعد وفات آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے سوا ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ ہر نفس کو موت کا پیالہ پینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”کل نفس ذائقۃ الموت (العنکبوت: ۵۷)“ ﴿ہر جی کو چکھنی ہے موت۔﴾ درحقیقت یہ آیت قیامت کے اسی منظر کا بیان ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام اس بات کا اعتراف کریں گے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ میں اسی کا بندہ ہوں۔ نہ کہ شریک و سہیم، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے گمراہ پجاریوں کا خیال تھا۔ اس لئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے وفات پا چکے ہیں اور آیت: ”وان قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم (المائدۃ: ۱۱۶)“ مستقبل کے معنی میں استعمال ہوئی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول: ”قال اللہ ہذا یوم ینفع الصدقین صدقہم (المائدۃ: ۱۱۹)“ ﴿فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ کام آئے گا چوں کے ان کا سچ۔﴾ یہ بھی مستقبل کے مفہوم کی بہترین دلیل ہے۔ جیسا کہ تفسیر کے ائمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام سیوطی وغیرہما نے اس کی تصریح کی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید اور عربی زبان میں اس کی مثالیں بہ کثرت موجود ہیں۔ اس میں جیسا کہ فن نحو کے علماء کی تحقیق ہے۔ کسی واقعہ یا بات کی تاکید مقصود ہوتی ہے۔ الجوہر المکنون کے مؤلف اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وصیغۃ الماضی لات اور دوا و قلبوا النکۃ و اقدوا  
یہ بھی بڑا عجیب دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی۔ لیکن انہیں موت نہیں آئی۔ جب وہ بقید حیات رہے تو پھر سولی چر معنی دارد؟ اس پر عربی زبان میں صلب کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ بلکہ بے فائدہ تعلق کہا جاسکتا ہے۔ قرآن کی نص قطعی کی بناء پر عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سولی دیئے جانے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وما قتلوه وما صلبوه (النساء: ۱۵۷)“ ﴿اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔﴾

آپ کے ہجرت کر کے کشمیر جانے اور طبعی موت سے وفات پانے کا دعویٰ سرتاپا بے اصل و باطل ہے۔ اس کی تاریخ کے کسی واقعے سے کوئی تائید نہیں ہوتی۔ ایسے فاسد خیالات ایک گمراہ کن گروہ قادیانی کے عقائد باطلہ میں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت قادیانیت اسلام کے خلاف ایک بغاوت ہے جس کی تائید و حمایت میں استعماری طاقت کا ہاتھ ہے۔

ان شاء اللہ! یہ فتنہ جلد ہی اپنی ہلاکت و بربادی کو دیکھ لے گا اور اپنی موت آپ مر جائے گا۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

حررہ علوی ابن عباس مالکی

(۱۳۵۱) علی احمد (تال پور حیدرآباد سندھ)، جناب میر

(ولادت: ۳۱/ اگست ۱۹۱۱ء ..... وصال: ۵/ اپریل ۱۹۸۷ء)

آپ معروف سیاستدان تھے۔ تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ مغربی پاکستان کے وزیر صحت و خوراک رہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی

کے بانی ممبر تھے۔ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے جو قرارداد پیش کی گئی آپ نے بھی اس پر دستخط فرمائے۔ لندن میں فوت ہوئے۔ نڈو میر محمد حیدر آباد سندھ میں مدفون ہوئے۔

## (۱۳۵۲) علی اصغر عباسی (لاہور)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۳۹ء ..... وفات: ۲۶ جنوری ۲۰۱۹ء)

مانسہرہ کی دھرتی سے تعلق رکھنے والے مولانا علی اصغر عباسی نے لاہور میں وصال فرمایا۔ مولانا علی اصغر نامور عالم دین تھے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لاہور بادشاہی مسجد کے خطیب بھی رہے۔ نیلا گنبد کی جامع مسجد میں بھی عرصہ تک خطابت و امامت کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے متعدد دینی اداروں سے تعلیم حاصل کی۔ جامعہ عباسیہ بہاول پور میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی سے بھی کسب فیض کیا۔ مولانا علی اصغر عباسی کے دور میں جامع مسجد نیلا گنبد تحریکوں کا مرکز ہوا کرتی تھی۔ تحریک تحفظ ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں پیش پیش رہے اور بھرپور کردار ادا کیا۔ ان تحریکوں کے نتیجے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ حضرت افغانی کی تفسیر سورۃ فاتحہ کے درسی ارشادات کو قلم بند کر کے آپ نے شائع کرایا۔ بہت ہی مرعبانہ مرنج انسان تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور اتحاد بین المسلمین کے لئے ہمیشہ سماعی و داعی رہے۔ مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا مناظر احسن سے آپ کا دوستانہ تھا۔ جامعہ اشرفیہ آپ کی مادر علمی تھی۔ جامعہ مدنیہ، و شیرانوالہ سے محبتوں کا تعلق تھا۔ غرض بہت ہی تاریخی شخصیت تھے۔ لاہور میں مدفون ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ جامعہ اشرفیہ کے فارغ التحصیل عالم دین ہیں۔ اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ مولانا عباسی مرحوم کی کتب کے کئی کارٹن ملتان دفتر کی لائبریری کے لئے بھجوائیل۔

## (۱۳۵۳) علی الحارثی (لاہور، شیعہ رہنما)، جناب سید

(ولادت: ۱۸۸۰ء ..... وفات: جون ۱۹۴۱ء، لاہور)

جناب مولانا سید علی الحارثی لاہوری، شیعہ عالم تھے۔ جنہیں شیعہ حضرات، حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین، صدر المفسرین، سلطان المحدثین، محی الملئۃ والدین، رئیس الطہیۃ، مدار الشریعہ، نباض دہر، حکیم الامت الناجیہ، سرکار شریعت مدار، علامہ، قبلہ، مجتہد العصر والزمان جیسے القابات سے موسوم کرتے ہیں۔ جس سے یہ بات تو تقریباً طے سمجھی جاسکتی ہے کہ مولانا سید علی الحارثی شیعہ حضرات کے نامور مذہبی سالر تھے اور شیعہ حضرات میں ان کا مقام و منصب یقیناً بلند تھا۔

ملعون قادیان مرزا قادیانی نے ”دافع البلاء“ نامی کتاب لکھی۔ جس میں سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام اور سیدنا حسین علیہ السلام پر اپنی فضیلت ثابت کی۔ معاذ اللہ!

مرزا قادیانی کی اس ملعونانہ جرأت اور احمقانہ جسارت، رذیل حرکت، خبیث شرارت پر شیعہ حضرات میں سے مولانا علی الحارثی نے مرزا قادیانی کے خلاف اس کے زمانہ حیات میں کتابیں تحریر فرمائیں۔ مولانا علی الحارثی کی پانچ کتابیں رد قادیانیت پر فقیر کے علم میں آئیں۔ ان میں سے:

.....۱ ”وسيلة المبتلاء لدفع البلاء“ ۱۲ صفر ۱۳۲۰ھ، مطابق ۲۳ مئی ۱۹۰۲ء کو آپ نے تحریر فرمائی۔ اس کے ساتھ صفحات تھے اور مفید عام پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ اس میں موصوف نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حالات لکھ کر قادیانیوں کو دعوت دی کہ وہ سوچیں کہ ان مقدس حضرات کے عالی مقام سے ملعون قادیان کو کیا نسبت تھی؟ اس میں موصوف نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حالات خالصتاً شیعہ نقطہ نظر سے تحریر کئے۔ اس لئے کہ مصنف خود شیعہ ہیں۔ لہذا مطالعہ کے وقت یہ بات پیش نظر رہے۔

.....۲ ”تبصرة العقلاء“ یہ رسالہ بھی مولانا علی الحارثی کا ہے۔ اس کے ٹائٹل پر مصنف نے اس رسالہ کا تعارف تحریر کیا ہے: ”بتائید رب جلیل یہ رسالہ مرزا قادیانی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات کا قرآن مجید اور ملائکہ اور انبیاء سلف سے تقابل کر کے آجنگاب (سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کا ثبوت ہے۔“ یہ رسالہ چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ، مطابق ۸ جولائی ۱۹۰۲ء کو آپ نے مکمل کیا۔ اس میں آپ نے خالصتاً شیعہ نقطہ نظر سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقام و منصب کو بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ ان مباحث کا ہمارے موضوع ”احتساب قادیانیت“ سے تعلق نہ تھا۔ ہاں! البتہ رسالہ، ملعون قادیان کے رد میں لکھا گیا تھا۔ اس لئے رد قادیانیت کا حصہ تو اس رسالہ سے ہم نے لے لیا۔ جو شیعہ نقطہ نظر تھا۔ اسے حذف کر دیا گیا اور جہاں جہاں سے حذف کیا اس کے لئے علامتی نشان ..... یعنی نقطے ڈال دیئے۔ غرض ۴۲ صفحات میں سے ۲۶ صفحات ہم نے لئے۔ باقی کو ترک کر دیا۔ جو حصہ لیا اس میں بھی شیعہ نقطہ نظر کی جھلک موجود ہے۔ اس لئے کہ مصنف شیعہ ہے۔ لیکن رد قادیانیت پر شیعہ حضرات کا موقف جاننے کے لئے اس رسالہ کو ملخصاً احتساب قادیانیت کی جلد ۲۵ میں لے لیا ہے۔

.....۳ ”مہدی موعود“ یہ رسالہ بھی مولانا علی الحارثی کا ہے۔ آپ نے یہ رسالہ شعبان ۱۳۳۴ھ میں تحریر کیا۔ گیلانی پریس لاہور سے خواجہ بک ایجنسی نے شائع کیا۔ اس میں بھی سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے متعلق تمام شیعہ نقطہ نظر آپ نے تحریر کر کے ملعون قادیان کے دعویٰ مہدویت کو اس پر پرکھا ہے اور اسے خوب کذاب و دجال ثابت کیا ہے۔ یہ رسالہ بھی خاصہ حذف کرنا پڑا کہ سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے متعلق شیعہ حضرات کا کیا موقف ہے؟ یہ ہمارے سلسلہ ”احتساب قادیانیت“ کا موضوع نہیں تھا۔ اس لئے اسے حذف کیا۔ ۲۴ صفحات لئے۔ جہاں سے حذف کیا علامتی نشان ..... یعنی نقطے ڈال دیئے۔ اس کے باوجود بعض چیزیں شیعہ نقطہ نظر کی بھی رہنے دی گئیں۔ ورنہ مرزا قادیانی کی جو گرفت مصنف نے کی ہے وہ بالکل سمجھ نہ آتی۔ یہ ناگزیر تھا۔ اس کو گوارا کر لیا گیا۔

.....۴ ”مسح موعود“ یہ رسالہ بھی مولانا علی الحارثی کا ہے۔ اس کا تعارف خود مصنف نے ٹائٹل پر یہ دیا: ”مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کا قرآن و حدیث سے مدلل ثبوت اور مرزائیوں کے مایہ ناز مسئلہ وفات مسیح کی مکمل تردید اور متعلقہ اعتراضوں کا مفصل فیصلہ۔“ یہ مکمل رسالہ من و عن لے لیا۔ خالصتاً حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر بحث ہے۔ ملعون قادیان کے دعویٰ مسیحیت کو بھی آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ کہیں معمولی ترمیم و اضافہ شاید ہوا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ البتہ یہ رسالہ مکمل احتساب قادیانیت کی جلد ۲۵ میں آ گیا ہے۔ مصنف نے مارچ ۱۹۲۶ء میں رسالہ شائع کیا تھا۔

.....۵ یاد رہے کہ رد قادیانیت پر موصوف کی ایک کتاب ”غایۃ المقصود“ چہار حصص پر مشتمل ہے۔ وہ چونکہ مکمل فارسی میں ہے۔ بغیر ترجمہ اس کی اشاعت اور وہ بھی ضخیم کتاب کی، سمجھ نہ آئی کہ کیا کروں۔ اس لئے احتساب قادیانیت میں اسے شامل نہیں کیا۔ خیال تھا کہ احتساب کی ایک مکمل جلد میں شیعہ حضرات اور خارجی حضرات کے رد قادیانیت پر رسائل کو جمع کروں گا۔ تاکہ رد قادیانیت کا یہ گوشہ

بھی سامنے آجائے۔ لیکن اتنی ”برکات“ شاید ایک جلد نہ برداشت کر پاتی۔ چنانچہ مولانا علی الحائری کے چار رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں جمع ہو جانے پر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ باقی..... باقی!

(۱۳۵۴) علی بن طاہر الوتری الحسینی الحنفی (مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ)، حضرت شیخ

حضرت مولانا غلام دستگیر نے ۱۳۰۴ھ میں حریم شریفین کے مفتیان کرام سے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ طلب کیا تب مسجد نبوی میں شیخ محمد علی بن طاہر الوتری الحسینی الحنفی مدرس الحدیث تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتاویٰ دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

والحمد لله الذی خلق جمیع عبیدہ لأجل معرفتہ وتوحدہ والیفرقوا بین وجودہم ووجودہ ویعلموا مزیة انعامہ وجودہ احمدہ ان اقام لنا الدین واوضح طریقہ للمہتدین واشکرہ ان ارسل الینا رسولا ختم بہ النبوة والرسالة، وختم بہ ابواب الشبه والضلال وایده بالمعجزات الباهرات والآیات البینات ونسخ بشریعتہ جمیع الشرائع والأحكام وجعلها باقیة الی یوم البعث والقیامة، وایضاً وانزل علیہ الذکر الحکیم والصراط المستقیم والنور المبین والحبل المتین وتکفل جل وعلا بحفظہ علی مصر السنین من تغیر المضلین والحاد الملحدین صلی اللہ علیہ وعلى آله واصحابہ الذین من اقتدی بہم فیہداه اقتدی ومن حاد عن طریقہم فقد جار واعتدی وبعد!

فلما اجلت طرف الطرف فی فیافی ہذہ الرسالة الغراء المشتملة علی الحث البالغ علی اقتفاء الدین الحق وانتداب الیہ والولوع بہ والأغراء وكان ذلک فی حال استعجال مع غال من كثرة الاشتغال وهجوم البلیال علی البال الفیت انوار التحقیق علیہا رائحة ودلائلہا بینة محكمة واضحة حافلة لما هو معلوم بالضرورة من الدین كافلة برد شبه الملحدین المضلین فاضحة عوار ہذا الدعی الزندیق المدعوب باحمد القادیانی حفید ابی مرة الذی ناف علی جدہ ابلیس فی الضلال والاعواء بالف مرة فاثاب اللہ مؤلفہا الثواب الجزیل حیث حمی حمی ہذا الدین المتین بابطال ما لبسہ المبیر الکذاب من البراہین وادخل بہ الشک علی قلوب جہلة العوام والمغفلین فیجب علی کل مؤمن یؤمن باللہ ویصدق بکتبہ ورسلہ ان یعتقد ویجزم بان ما رد بہ صاحب ہذہ الرسالة هو الحق الموافق لقواعد الايمان وان ما قالہ صاحب البراہین



الاحمدية والاشاعة زور وبهتان فماذا بعد الحق الا الضلال؟ ومن يتبع غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين، ان ربك هو يعلم من يضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين، قد جاءكم بصائر من ربكم فمن ابصر فلنفسه ومن عمى فعليها، بصرنا الله والمسلمين بطريق الاستقامة والهداية وجنينا اجمعين طرق الضلالة والغواية انه على ما يشاء قدير وبالاجابة جدير وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد القائل من يهده الله فلا مضل له ومن يضل فلا هادي له وعلى آله وصحبه والتابعين له وعلينا معهم برحمة الله، آمين!

قاله بقمه ورقمه بقلمه العبد الاحقر محمد على بن طاهر التوتري الحسيني الحنفي المدني خادم العلم والحديث بالمسجد الشريف النبوي وذلك في اليوم الحادي والعشرين من ذي القعدة الحرام سنة اربع بعد الثلاثمائة والالف

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے سارے اپنے بندوں کو اپنی پہچان اور توحید کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہی سب اپنے وجود اور خدا کے وجود میں فرق کریں اور اس کے انعام و بخشش کو جائیں۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ اس پر کہ ہمارے لئے اس نے دین کے نشان قائم کئے اور ہدایت پانے والوں کے لئے اس کی راہ روشن کی اور اس میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس پر کہ ہماری طرف ایسا نبی بھیجا، جس پر پیغمبری ختم کی اور شہادت و گمراہی کے دروازے اس کے ساتھ بند کئے، روشن معجزوں سے اس کی مدد کی اور اس کے دین سے سب دین اور حکم منسوخ کئے اور اس کی شرع کو قیامت تک باقی رکھا اور اس پر ایسا قرآن اتارا جو عمدہ نصیحت اور سیدھی راہ ظاہر کرنے والا نور اور حکم عہد ہے اور خود حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے کہ جھوٹے اس کو بدل نہ سکیں گے اور دین سے پھرنے والے اس میں کجی نہ کر سکیں گے۔ یعنی دیندار لوگ ان کی تردید کر کے ظاہر کر دیں گے۔ سو اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کرے اور آپ کی آل و اصحاب پر بھی، جس نے ان کی پیروی کی، خود آپ ﷺ کی پیروی کی اور جو ان کی راہ سے پھرے، بے شک اس نے ظلم کیا اور حد سے گزرا۔

بعد ازاں! جب میں نے اپنی آنکھوں سے اصیل گھوڑوں کو ایسے روشن رسالے کے میدانوں میں جولان دیا جو سچے دین کی پیروی پر عمدہ براہین پر مشتمل ہے اور اس کی طرف بلا رہا اور حرص دلارہا اور اس پر ترغیب دے رہا ہے اور یہ دیکھنا اس کا جلدی کی حالت میں تھا باوصف از حد کثرت اشتغال اور دل پر ہجوم غموم کے حال میں تو اس رسالے پر میں نے تحقیق کی نور ظاہر پائی اور اس کی دلیل روشن، مضبوط ظاہر پائیں۔ یہ رسالہ دین کی یقینی باتوں کو جمع کرنے والا ہے۔ بے دینوں، گمراہ کرنے والوں کے شہوں کی تردید کا ذمہ دار ہے۔ اس بد مذہب جھوٹے دعوے کرنے والے کے عیب کو رسوا کرنے والا ہے۔ جس کا نام غلام احمد قادیانی ہے۔ شیطان کا پوتا، جو گمراہی اور بدراہ کرنے میں اپنے دادے شیطان سے ہزار درجہ بڑھ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے بنانے والے کو عمدہ

ثواب دے۔ اس لئے کہ دین اسلام کی حدوں کی محافظت کی ہے۔ سخت جھوٹے، گمراہ کنندے کی فریبوں کی براہین سے باطل کر کے جس سے اس نے عوام جاہلوں اور غافلوں کے دلوں میں شک داخل کر دیئے تھے۔ پس ہر مسلمان پر جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی کتابوں و رسولوں کو سچا جانتا ہے واجب ہے کہ یہ اعتقاد اور یقین کرے کہ صاحب اس رسالے نے جو رد لکھا ہے وہی سچ اور موافق قواعد ایمان کے ہے اور بے شک جو براہین احمدیہ والے اور اشاعت السنہ والے نے کہا ہے، وہ نرا جھوٹ اور بہتان ہے۔ پس سچ کے پیچھے گمراہی ہی ہوتی ہے اور جو اسلام کے سوادین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص قیامت میں نقصان والوں سے ہوگا۔ تیرا رب راستہ بھولنے والوں کو جانتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔ بے شک تمہارے رب کی طرف سے نصیحتیں آئی ہیں، جس نے دیکھا اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا ان سے ہوا، اپنا نقصان کیا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو سیدھے اور ہدایت کے راستے پر قائم رکھے اور ہم سب کو گمراہی کے راستوں سے بچائے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے اور دعا قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار اور آقا محمد ﷺ پر رحمت کرے۔ جس نے فرمایا ہے کہ: جس کو خدا راہ دکھائے، کوئی اس کو بدراہ کرنے والا نہیں اور جس کو گمراہ کرے، کوئی اس کا راہ نمائیں اور اس کی آل و اصحاب اور تابعین اور ہم سب پر رحمت کرے۔ آمین!

یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور قلم سے لکھی ہے، عاجز بندے محمد علی بن طاہر و تری حسینی حنفی مدنی نے جو مسجد شریف مدینہ منورہ میں علم دین و حدیث کا مدرس ہے۔ مورخہ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۰۴ء میں۔  
دستخط: محمد علی السید بن طاہر السید الوتری  
(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۶۱، ۱۰۱، ۱۰۲)

## (۱۳۵۵) علی حسین شاہ، جناب پیر سید

(پیدائش: ۱۹۱۵ء ..... وفات: ۲۶ جولائی ۱۹۸۷ء)

حضرت پیر سید علی حسین شاہ سجادہ نشین خانقاہ علی پور سیداں، علی پور سیداں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔ تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران مجلس عمل کی میٹنگ میں طے ہوا کہ حضرات پیران و مشائخ عظام کی عملی ہمدردیاں بھی حاصل کی جائیں۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے درج ذیل مضمون تحریر کر کے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی میں عملی پیش قدمی کا مظاہرہ کیا۔ جس پر ابوالبرکات سجادہ نشین جلال پور اور شوکت حسین ملتان کے تائیدی دستخط بھی موجود ہیں۔ مضمون کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امت محمدیہ (کثرھا اللہ) کا تیرہ صدیوں سے یہ متفق علیہ عقیدہ ہے کہ سرور کائنات و فخر موجودات سیدالاولین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور سلسلہ نبوت و رسالت آپ ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہو چکا ہے اور قصر نبوت جو آپ ﷺ کی بعثت

سے پہلے نام تمام تھا وہ آپ ﷺ کی بعثت مبارک سے مکمل ہوا اور آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص کسی معنی سے نبی کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ امت محمدیہ کے اس عقیدہ کے خلاف مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس امر کا مدعی ہوا کہ اسے وحی ہوتی ہے اور اس کی وحی کو (معاذ اللہ) وہی درجہ حاصل ہے جو قرآن کریم کا درجہ ہے اور اسے نبی اللہ نہ ماننے والے (معاذ اللہ) ویسے ہی کافر ہیں جیسا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ ماننے والے کافر ہیں اور اسی عقیدہ کی بناء پر اس نے اپنے ماننے والوں کی بطور ایک امت کے الگ تائیس کی اور نہ ماننے والوں کو دشمن قرار دے کر دینی اور دنیاوی معاملات میں مقاطعہ کا حکم دیا۔

بنابریں ہم دستخط کنندگان ذیل کی رائے میں مرزائی جماعت (جو اپنے آپ کو احمدیہ جماعت کہتی ہے) مسلمانوں سے الگ ایک دوسری قوم ہے۔ ہم یہ صورت حال قطعاً برداشت نہیں کر سکتے کہ امت محمدیہ کے اندر دوسری امت کے طور پر مرزائی شامل ہوں اور اسلامی مملکت کی فوج اور رسول محکموں میں امت مسلمہ کے طور پر شریک ہوں اور اپنی جھنڈے کے ساتھ مزید مرزائیوں کو ملازمتوں میں داخل کریں اور مسلمانوں کو دھکیل دھکیل کر مرزائیوں کی ترقی کے لئے راستہ صاف کریں اور اس بارے میں ان کی سازشیں اس حد تک پہنچ جائیں کہ وہ پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے منصوبے تیار کر رہے ہوں۔

ہم دستخط کنندگان ذیل کی رائے میں تمام محکموں پر مرزائیوں کے چھا جانے اور مرزائی حکومت کے منصوبے تیار کرنے کا سب سے بڑا باعث چوہدری ظفر اللہ خان کا عہدہ وزارت خارجہ پر متمکن ہونا ہے جو سرکاری ملازمتوں میں مرزائیوں کو گھسانے اور اپنی سرکاری پوزیشن کو مرزائیت کی تبلیغ میں استعمال کرنے کے لئے پہلے ہی سخت بدنام تھے اور اب اس عہدہ پر فائز ہونے سے مرزائیت کے فروغ کا بہت بڑا ذریعہ بن گئے ہیں اور نہ صرف پاکستان بلکہ وزیر خارجہ ہونے کی حیثیت سے متعدد مسلم ممالک کی تائید و حمایت کے جب مواقع اسے ملے تو اس سے فائدہ اٹھا کر باہر کے مسلم ممالک میں بھی تبلیغ مرزائیت کا دائرہ وسیع کرنا شروع کر دیا ہے اور چوہدری ظفر اللہ کے اس طرز عمل سے جو آگ مرزائیت کے خلاف پاکستان میں بھڑک رہی ہے۔ وہ بیرون پاکستان میں بھی نہ بھڑک اٹھے۔ اس لئے ہم دستخط کنندگان ذیل دستور ساز اسمبلی کے اراکین اور وزارت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ:

”مرزائی جماعت کو امت محمدیہ سے الگ غیر مسلم فرقہ قرار دے کر چوہدری ظفر اللہ کو عہدہ وزارت سے برطرف کر دے اور مرزائیوں کو فوج اور رسول محکموں کی کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کر دے اور مرزائیوں کو ان کی اپنی آبادی کے تناسب سے زیادہ ملازمتوں میں حصہ نہ دے۔“ اس سلسلہ میں ہم آل مسلم پارٹیز کنونشن کے ان فیصلوں کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں جو قادیانیوں کو قانونی حیثیت سے غیر مسلم اقلیت قرار دینے، چوہدری ظفر اللہ کو عہدہ وزارت سے برطرف کرنے، قادیانیوں کو تمام کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کر دینے اور ایسے قادیانی لٹریچر کو ضبط کر دینے کے متعلق ہے جس میں انبیاء کرام اور اہل بیت اطہار کی توہین کی گئی ہے اور آل مسلم پارٹیز کنونشن کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مجلس عمل پنجاب کی مساعی کو ہم پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور مجلس عمل کے اراکین اور بالخصوص صدر مجلس عمل حضرت مولانا ابوالحسن صاحب پر کامل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے تمام احباب و یاران طریقت سے امید کرتے ہیں کہ وہ مجلس عمل کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے اور تحریک کو کامیاب بنانے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔

فقیر قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف مسافر چند روزہ غلام محی الدین عفی عنہ گولڑہ (ابوالبرکات کان اللہ لہ سجادہ نشین جلال پور شریف و امیر حزب اللہ علی حسین بقلم خود علی پور سیدیاں، فقیر شوکت حسین ملتان)

## (۱۳۵۶) علی حسین (کچھوچھا)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مبادلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت علی حسین کو بھی انجام آختم کے ص ۷۱ نمبر ۸۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۳۵۷) علی خان خادم، جناب صوفی

روکھڑی میں پیدا ہوئے۔ مدل تک تعلیم پائی اور سماجی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ بچپن سے ہی مذہبی ماحول نصیب ہوا اور علماء کرام کی تقاریر سننے کا شوق پیدا ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں جب قائدین احرار ضلع میانوالی کے دورہ کے دوران ”وتہ خیل“ میں تشریف لائے تو پہلی دفعہ مولانا گل شیر خان کو دیکھنے اور سننے کا موقع ملا اور ان کی تقریر نے آپ کو بہت متاثر کیا۔ صوفی علی خان مرحوم لکھتے ہیں کہ: ”وتہ خیل“ کے بعد تیسرے دن قائدین احرار کا ”موچھ“ میں خطاب تھا۔ میں نے اس جلسہ میں شمولیت کے لئے بارہ آدمی تیار کئے۔ احرار کی سرخ قمیص پہنی۔ سرخ جھنڈا لیا اور غلام محمد ہاشمی مرحوم کے ساتھ موچھ پہنچ گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو سٹیج پر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور مولانا گل شیر خان موجود تھے۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو اپنے پاس بلا لیا اور دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ سرخ جھنڈا کیوں اٹھا رکھا ہے اور یہ سرخ قمیص کیوں پہنی ہوئی ہے؟ یہ تو انگریزوں کے ساتھ دشمنی کی علامت ہے۔ اس طرح تمہیں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو ہم نے جواب دیا کہ ہم دین کے لئے ہر تکلیف برداشت کریں گے اور ہم احرار کی مکمل معاونت کے لئے تیار ہیں۔

اس کے بعد صوفی علی خان نے غلام محمد ہاشمی کے ساتھ مل کر مجالس احرار کے قیام اور فروغ کے لئے ضلع میانوالی کا تفصیلی دورہ کیا۔ ضلع میانوالی میں جن شخصیات نے تحریک آزادی کو اپنی قوت بازو سے زندہ رکھا اور قید و نظر بندیوں کو بلیک کہا، ان میں صوفی محمد علی خان کا نام نمایاں اور ان کی خدمات سرفہرست ہیں۔ انہوں نے مقامی مجلس احرار کی تمام تحریکوں میں مردانہ وار حصہ لیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی ان کی سرگرمیوں میں کمی نہ آئی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ (ڈاکٹر محمد فاروق، تلہ گنگ)

## (۱۳۵۸) علی غضنفر کراروی، علامہ

(وفات: ۱۸/۱۱/۲۰۱۷ء)

آپ بہت ہی متحرک شیعہ رہنما تھے۔ سید مظفر علی شمسی صاحب کے ساتھ چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنس میں تشریف لائے۔ پھر ختم نبوت کا زسے ایسے جڑے کہ پوری شیعہ قوم کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۳ء میں آپ مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر بھی رہے۔ اس زمانہ میں پورے ملک کی ختم نبوت کانفرنسوں میں آپ مرکزی خطباء میں شریک ہوئے تھے۔ مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی دل و جان سے اطاعت کا حق ادا کر دیا تھا۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں مولانا ناحق نواز کے ساتھ ایک اجلاس میں بیان ہوتے، تب وہ اختلاف و اتحاد کے حدود کا خیال رکھتے تھے۔ اب تو حقاء، بزدلی، اندھوں، کانوں سے پالا پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”قادیانیت ایک ناسور ہے۔ جب تک اس ناسور کو جڑ سے اکھاڑ کر نہیں

پھینکا جائے گا ملک میں امن اتم نہیں ہو سکتا۔“

(ہفت روزہ ختم نبوت انٹرنیشنل)

”قادیا نیت کے خلاف سنت صدیق پر عمل کیا جائے۔ یہ اس مسئلے کا واحد حل ہے اور یہی وقت کا تقاضا ہے۔“

(ہفت روزہ لولاک جلد ۲۲ شمارہ ۴۲، مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۵ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص ۱۸۳، ۱۸۴)

## (۱۳۵۹) علی محمد صدیقی (راجن پور)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۴۴ء ..... وصال: ۱۲ جنوری ۲۰۱۶ء)

مولانا علی محمد صدیقی کے والد گرامی حاجی قادر بخش تھے جو قوم پر ہار، سے تعلق رکھتے تھے۔ پر ہار، بستی راجن پور کے قریب جانب غرب واقع ہے۔ یہاں مولانا علی محمد صاحب پیدا ہوئے۔ راجن پور میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں داخلہ لیا۔ جہاں قاری سیف الرحمن سے قرآن مجید حفظ کیا۔ یہ مدرسہ مفسر قرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی کا قائم کردہ تھا۔ مولانا عبدالعزیز ایک ثقہ عالم تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر پر آپ کو رسوخ حاصل تھا۔ خوب ترنم سے تقریر کرتے تھے اور سماں باندھ دیتے تھے۔ مولانا علی محمد صاحب نے آپ سے ترجمہ و تفسیر بھی پڑھا۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھتے رہے۔ اس دوران آپ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے پاس بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ مولانا علی محمد صاحب نے دورہ حدیث جامعہ مخزن العلوم خانپور سے کیا۔ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواسی، شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم تونسوی (فاضل دیوبند) اور جامع المعقول والمنقول مولانا واحد بخش صاحب (فاضل دیوبند) کوٹ مٹھن والوں سے حدیث شریف پڑھ کر فارغ التحصل ہوئے۔ یاد رہے کہ مولانا محمد ابراہیم، حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے اور مولانا واحد بخش صاحب، مولانا سید محمد نور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ فراغت کے بعد ۱۹۷۰ء کے آس پاس مولانا علی محمد صدیقی اور مولانا عبدالخالق رحمانی نے مرکز العلوم مسافر خانہ راجن پور میں تعلیمی، تدریسی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ قرآن مجید کے حفظ اور درس نظامی کی ابتدائی کتب کی تعلیم کا اجراء کیا گیا۔ دو سال بعد مولانا علی محمد صاحب نے ۱۹۷۲ء میں جامع مسجد کینال کالونی راجن پور میں مدرسہ اشرف المدارس حنفیہ کا اجراء کیا اور پھر زندگی کے آخری سانس تک مدرسہ کا اہتمام اور مسجد کی خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

مولانا علی محمد صدیقی خاندانی طور پر زمیندار تھے۔ خاصی زمین رکھتے تھے۔ اپنی وضع قطع، قد و کاٹھ، علمی وجاہت اور زمیندارہ وقار کے باعث سرکاری افسران کے حلقہ میں مقبول ہونے لگے۔ مربوط گفتگو کے بادشاہ تھے۔ تلخ سے تلخ حقیقت کو رسیلی اور میٹھی گفتگو میں ایسا بیان کرنے کے ماہر تھے کہ مشکل سے مشکل مرحلہ کو بھی چپکلیوں میں حل کرا لیتے تھے۔ آپ کی گفتگو کو ہر آدمی وقعت دیتا تھا۔ اس سے آپ کی ہر دلچیزی اور مقبولیت عامہ میں اضافہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی رائے کو احترام کا مقام حاصل تھا۔ چنانچہ ضلعی انتظامیہ کی طرف سے سفیر امن، ہمدرد قوم و وطن کے اعزازات نے آپ سے عزت حاصل کی۔ ڈسٹرکٹ مصالحتی کمیٹی اور ڈویژنل امن کمیٹی کے آپ چیئرمین تھے۔ حق کا ساتھ دینا ہمیشہ حق و سچ کی بات احسن انداز میں پیش کرنا آپ کا طرہ امتیاز تھا۔

آپ کے استاذ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواسی اور حضرت مولانا مفتی محمود جمعیۃ علماء اسلام کے امیر اور ناظم عمومی تھے۔ اس لئے آپ عمر بھر جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم

سے خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ وصال کے وقت بھی آپ عالمی مجلس راجن پور کے امیر کے عہدہ پر فائز تھے۔ مولانا علی محمد صاحب ہمیشہ غریب دوستوں، اور علاقہ کے عوام کی خدمت اور مدد میں کوشاں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا جنازہ راجن پور کی تاریخ کے بڑے جنازوں میں سے تھا۔ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ نے پڑھایا۔ حق تعالیٰ مغفرت کرے۔ خوب آزاد مرتھے۔

### (۱۳۶۰) علی محمود مصری، جناب السید

تحریک الاخوان المسلمین مصر کے جناب السید علی محمود قطراز ہیں کہ: ”پاکستان کے (مرزائی) وزیر خارجہ چوہدری سرفخر اللہ خان اینگلو امریکن بلاک کو مضبوط بنا کر دنیائے اسلام کو برطانوی اقتدار کے بے رحم ہاتھوں میں سوچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چوہدری سرفخر اللہ قادیانی نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ دنیائے اسلام کی خود مختاری کو ختم کر کے یہاں برطانوی اثر و رسوخ کو زندہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ چوہدری صاحب کی پالیسی نے بعض اہم مواقع پر اسلامی ممالک کے کاز کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ مصر اور برطانیہ کے مذاکرات کے موقع پر آپ نے دونوں کو قصور وار قرار دے کر ظالم و مظلوم کو ایک ہی رسی میں پرونے کی سعی کی ہے اور یہ پالیسی مصر کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوئی ہے۔ اپنی جنگ آزادی کے لئے مصر کو دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملک پاکستان سے جس امداد کی توقع تھی، افسوس کہ وہ محض ظفر اللہ کی برطانیہ نواز پالیسی کے باعث پوری نہ ہو سکی۔“ (اخبار آزاد مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۵۴ء)

### (۱۳۶۱) علی نعمت (ساکن پھلو اور ضلع پٹنہ)، مولانا

(پیدائش: ۱۲۷۲ھ ..... وفات: شوال ۱۳۳۱ھ / ستمبر ۱۹۱۳ء)

مولانا علی نعمت بن عنایت رسول جعفری علی خاندان میں سے تھے۔ ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا نذیر حسین دہلوی سے حدیث کی سند لی۔ آپ شریف النفس اور کریم الاخلاق انسان تھے۔ مرزا قادیانی کے عقائد کی تردید میں ”فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان“ پر تائیدی دستخط کئے اور صورت مسئلہ پر ابوطیب مولانا محمد شمس الحق نے جواب تحریر کیا۔ اس جواب کی تائید میں یہ عبارت درج کی۔ ”الجواب صحیح والرائی نصح“ جواب صحیح ہے اور رائے موجب رستگاری۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۲۱۱)

### (۱۳۶۲) علی نواز، جناب رائے

(ولادت: ۱۹۵۵ء ..... وفات: ۲۴ مئی ۱۹۸۸ء، چیچہ وطنی ضلع ساہیوال)

صوبائی وزیر اشتمالیات رہے۔ قادیانیوں کے متعلق ان کا یہ بیان قابل ملاحظہ ہے۔ ”مسلم لیگ میں کسی قادیانی کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ میں ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی بھرپور کوششیں جاری رکھوں گا۔“ میں اسمبلی کے اندر اور باہر ختم نبوت کے ادنیٰ سپاہی حیثیت سے کام کروں گا۔ ختم نبوت کا منکر (قادیانی) پاکستان کا وفادار نہیں ہو سکتا۔“ (روزنامہ جنگ مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۸۶ء)

## (۱۳۶۳) عماد الدین غوری، مولانا

مولانا عماد الدین غوری ابتدائی عمر میں بڑے طاقتور اور نامی پہلوان اور جوہر قابل تھے۔ پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا اور ایک جید عالم بن گئے۔ دین کی خدمت شروع کر دی۔ ایک دن یہ سلطان محمد تغلق کے دربار میں بیٹھے تھے۔ محمد تغلق نے کہا فیض خدا منقطع نیست چرا باید کہ فیض نبوت منقطع شود اگر حالاً کسے دعویٰ پیغمبری بلند و معجز نماید تصدیق می کند یا نہ؟ (جب فیض خدا منقطع نہیں تو فیض نبوت کیوں منقطع ہو؟ اگر اب کوئی پیغمبری کا دعویٰ کرے اور معجزہ دکھائے تو تصدیق کرو گے یا نہیں؟) یہ سنا تھا کہ غیرت ایمانی جوش میں آئی اور ناموس ختم نبوت پر حرف آنے سے آنکھوں میں خون اتر آیا اور زبان سے نکلا۔ ”بادشاہ گوہ مخور“ (بادشاہ گندگی مت کھاؤ) بادشاہ نے حکم دیا: ”عماد کو ذبح کر دو اور زبان باہر نکال ڈالو۔“ آپ نے نہایت بے پروائی سے اس حکم کو سنا اور کلمہ حق کہنے پر شہید ہو گئے۔

## (۱۳۶۴) عمر خطاب (مردان)، جناب قاری

(وفات: ۹ مئی ۲۰۲۰ء)

عالمی مجلس مردان کے رہنما قاری عمر خطاب جامعہ انوار محمدیہ شہیدان بازار کے مہتمم ایک نامور قابل احترام رہنماء تھے۔ ان کا وجود اللہ رب العزت کی رحمتوں کا مہبط تھا۔

## (۱۳۶۵) عمر دین شاد لدھیانوی، جناب چوہدری

(وفات: مارچ ۲۰۱۹ء)

آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رئیس الاحرار اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر شریعت کے رفیق اور دوست تھے۔ انہی سہ حضرات اکابر کی صحبتوں نے آپ کو تمام دینی تحریکوں میں بھرپور شمولیت کی توفیق دی۔ حق تعالیٰ نے رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کو سراپا قبولیت سے نوازا تھا۔

## (۱۳۶۶) عمر سید خان، جناب

(وفات: ۲۳ اپریل ۲۰۱۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چناب نگر مسجد و مدرسہ ختم نبوت کی مسلم کالونی میں بنیاد رکھی۔ اس دور میں مسلم کالونی کے رہائشی جناب خان عمر سید خان کا گھر مسجد کے قریب مدنی چوک میں تھا۔ آپ کو مسجد و مدرسہ کا محافظ مقرر کیا گیا۔ اس موقع پر فاتح قادیان مولانا محمد حیات یہاں تشریف لائے تو جناب عمر سید خان نے آپ کی خدمت کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ عمر سید خان خوب وفادار انسان تھے۔ اپنے ذمہ مفوضہ امور کو بڑی تندہی سے سرانجام دینے والے تھے۔ مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرنے میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ شیخ منظور احمد چنیوٹی، مولانا خدا بخش شجاع آبادی، جناب عمر سید خان ابتدائی کام کرنے والوں میں شامل تھے۔ اب سارے ہی چل دیئے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

## (۱۳۶۷) عمر کانتے (مغربی افریقہ)، جناب شیخ

جناب شیخ عمر کانتے جمہوریہ مالی مغربی افریقہ کے ایک نامور مذہبی رہنما ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے کوشاں رہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ: ”ہمیں یہی باور کروایا گیا کہ دین محمدی اور دین احمدی (قادیانیت) ایک ہی ہے۔ احمدی (قادیانی) تنظیم کے لوگوں نے یہاں آ کر ہم کو دھوکہ دیا تھا کہ ہم مسلمان ہیں اور احمدی نام تعارف کے لئے ہے۔ ہم سڑکیں بنائیں گے، گھر بنائیں گے، تمام سہولتیں دیں گے۔ اس وجہ سے لوگوں نے قبول کیا کہ ایمان بھی محفوظ اور سہولتیں بھی مل رہی ہیں۔ اب ہمیں واضح ہوا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی اور اہم عقیدہ ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اپنے آپ کو رسالت کے منصب پر فائز کیا۔ ان کے پیروکاران کو نبی اور پیغمبر کی حیثیت سے جانتے اور نبی تسلیم کرتے ہیں۔“

قادیانیت کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور دین احمدی کا نام ایک کھلا دھوکہ ہے..... میں نے قادیانیت سے توبہ کی اور میری غلط فہمی دور ہو گئی۔ میں اپنے چالیس ہزار پیروکاروں کے ہمراہ قادیانیت سے تائب ہوتا ہوں۔ اب اس علاقے میں قادیانیت کی تبلیغ کی اجازت نہیں ہوگی۔ کسی قادیانی کو یہ جرأت نہیں ہوگی کہ وہ لوگوں کو گمراہ کر سکے۔ اب حکومت مالی نے قادیانیوں کی طرف سے دی گئی رجسٹریشن کی درخواست کو نہ صرف مسترد کر دیا ہے۔ بلکہ آئندہ کے لئے ان کی تبلیغی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی ہے اور وہ چار افراد جو اپنے آپ کو ”مرزا طاہر قادیانی“ کا نمائندہ کہتے تھے۔ ان کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ اس طرح عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کوششوں سے وہ چالیس ہزار افراد جو لاعلمی کی بناء پر قادیانیت کی گمراہی میں چلے گئے تھے۔ الحمد للہ! دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں اور انہوں نے دین اسلام کے واضح ہونے کے بعد تمام مفادات کو قربان کر کے دین اسلام کو ترجیح دی۔“

(ہفت روزہ بکیر مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۹۰ء)

## (۱۳۶۸) عمر خان، جناب

آپ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے حزب اختلاف کی قرارداد پر دستخط کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

## (۱۳۶۹) عنایت الرحمن عباسی، جناب سردار

(ولادت: ۱۹۲۱ء ..... وفات: ۱۶ مئی ۲۰۰۱ء)

یہ معروف مسلم لیگی رہنماء تھے۔ تحریک پاکستان میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ یہ ایبٹ آباد سے تعلق رکھتے تھے اور خان عبدالقیوم خان کی لیگ کے رکن تھے۔ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۲ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:



## سردار عنایت الرحمن خان عباسی کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

سردار عنایت الرحمن خان عباسی: ..... آپ کے سامنے پڑھ کر اس ہاؤس میں پیش کرتا۔ لیکن جناب والا! میں وہی معروفات پیش کروں گا جو کہ میں نے اس ہاؤس کی طویل کارروائی سننے کے بعد اپنی رائے قائم کی ہے۔ حالانکہ جناب مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب جو کہ ختم نبوت کے سلسلے میں بڑے پرانے مجاہد ہیں اور انہوں نے اس ضمن میں تحریری اور زبانی طور پر جو خدمات انجام دی ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ان کے ارشادات اس ضمن میں، میں آخری اور کافی سمجھتا ہوں۔ لیکن میں اپنے طور پر یہ محسوس کرتا ہوں کہ جناب والا! اب یہ کوئی جھگڑا ہی نہیں رہا کہ احمدی نبی کریم ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ ان کے ان طویل بیانات میں جو فاضل جرح اٹارنی جنرل صاحب نے ان پر فرمائی ہے۔ ان کے جوابات میں انہوں نے کسی جگہ بھی یہ نہیں کہا کہ مرزا صاحب نبی نہیں ہیں۔ ایک عجیب بات ہے کہ لاہوری جماعت جو ان کا ایک حصری فرقہ ہے۔ جن کے متعلق میرا اپنا ذاتی خیال تھا کہ وہ مرزا صاحب کو آخری نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد مانتے ہیں۔ یا جو کچھ سمجھ لیجئے یا نبی سے کم درجہ والے۔ لیکن جرح کے دوران میں حیران ہوا کہ کیسی صفائی اور کیسے عجیب و غریب انداز سے انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا کہ مرزا صاحب یقیناً (معاذ اللہ) نبی ہیں۔

دراصل ان دونوں کا آپس میں جھگڑا یا مخالفت کہ لاہوری اور ربوہ گروپ یا فرقہ، ان کا آپس میں جھگڑا نہیں ہے کہ مرزا صاحب نبی یا محدث ہیں۔ مولانا محمد علی صاحب (لاہوری) جو کہ مرزا صاحب کے بڑے قریبی دوست اور ساتھی تھے اور وہ صرف اپنے آپ کو ہی صحیح جانشین سمجھتے تھے۔ جب جانشین کا سوال پیدا ہوا تو بشیر الدین صاحب کہ جو اس وقت سولہ، سترہ یا اٹھارہ برس کے تھے۔ انہیں صرف اس بناء پر کہ وہ مرزا صاحب کے لڑکے ہیں۔ جانشین کر دیا تو مولانا محمد علی صاحب (لاہوری) نے اپنے ہم خیال لوگوں کو علیحدہ کر دیا کیونکہ یہ ان کی طبیعت کے خلاف تھا۔

جناب! مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ قرآن کہتا ہے، خدا کہتا ہے اور خود نبی کریم ﷺ کا اپنا ارشاد ہے کہ وہ ہر طریقے سے آخری نبی ہیں۔ جناب والا! کسی کا باپ ہوتا ہے۔ یہ عجوبہ بات ہے کہ باپ کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک دوسرا باپ اور ایک تیسری قسم کا باپ؟ اور اگر نبی کے متعلق یہ تاویل لی جاسکتی ہے کہ نبوت کی کئی قسمیں ہیں اور کئی درجے ہیں (معاذ اللہ) خدا کے بھی کئی روپ ہوں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق، تو پھر ہم کس طرح اس بات کو تسلیم کریں کہ خدا واحد لا شریک ہے۔ اس کی کوئی قسم تو نہیں ہو سکتی۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ وہ کون سی نبوت کی قسمیں ہیں۔ مجازی نبی، حقیقی نبی، شرعی نبی اور غیر شرعی نبی۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ یہ کسی جانور کو کھانا چاہیں تو اس کے لئے ایک تاویل پیدا کر کے اسے حلال کر کے کھا جائیں۔ تو جناب والا! میں اپنے طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اس ضمن میں کوئی جھگڑا نہیں ہے کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا تھا (ان کے عقائد کے مطابق) جو کچھ میں سمجھتا ہوں وہ تو روز روشن کی طرح واضح ہے اور اس بات میں کوئی تضاد ہے ہی نہیں۔ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ خدا جانے فیصلہ کرے گا کہ وہ نبوت صحیح تھی۔ معیار کے مطابق تھی یا نہیں تھی۔ لیکن ہم اپنے طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو کسی بھی صورت اور کسی بھی طریقہ سے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ کہے کہ میں نبی ہوں۔ وحی ان پر نازل ہوتی ہے، عجیب بات ہے۔ کتاب میں وہ ترمیم کرتے ہیں بلکہ ایک قرآن کریم کی آیت جس میں ارشاد ہے..... غالباً حدیث شریف یا قرآن کریم کی آیت تھی جو دوران جرح واضح کی گئی تھی۔ جس میں ”میرے پہلے اور میرے بعد“ کے

الفاظ ہیں۔ مجھے پتہ نہیں ہے کہ یہ الفاظ حدیث شریف کے ہیں یا قرآن مجید کی آیت ہے۔ جس میں یہ کہا گیا ہے ”نہ میرے پہلے اور نہ میرے بعد۔ نبوت کا جو سلسلہ ہے وہ ختم ہے۔“ بعد والی چیز حذف کر دی گئی ہے۔ وہ کتاب میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح جناب والا! ایک اور طریقہ بھی دکھیں۔ ایک مسجد ان لوگوں نے تعمیر کی ہے اور اس پر لکھ دیا ہے لا الہ الا اللہ احمد رسول اللہ ہم خوش تھے کہ ہم نے ان کی کمزوری پکڑ لی۔ جب ان پر جرح کی گئی تو غالباً وہ فرمانے لگے کہ یہ کوئی رسم الخط ہے۔ میں حیران ہوں جب تمام دنیا میں کلمے کا ایک ہی رسم الخط جاری ہے اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو کیوں خصوصیت کے ساتھ انہوں نے ایک کوئی رسم الخط استعمال کیا؟ تو یہ تمام باتیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان نیت میں فتور یقیناً موجود ہے۔ آپ بتائیں اگر وہی مسجد قائم رہے اور جو دین میں آج کل ترقی ہو رہی ہے۔ وہ آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔ لوگ خدا سے مذاق کرتے ہیں۔ لوگ رسول سے مذاق کرتے ہیں۔ لوگ اپنے طریقہ عبادت میں اس دور میں بھی میں سمجھتا ہوں اتنے مکمل اور کامل نہیں ہیں جتنا انہیں ہونا چاہئے۔ پچاس ساٹھ سال کے بعد وہی ایک مسجد ایک عظیم فتنے کی بنیاد بن جائے گی۔

اسی طریقے سے جناب والا! مجھے اس امر کا کامل یقین ہے۔ میں اس خطرے سے بھی اس معزز ہاؤس کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس آئریبل کمیٹی کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ اسرائیلیوں کی طرح احمدیت بھی ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ جس وقت انگریز نے اس فتنہ کی ابتداء کی۔ ہم نہیں کہتے کہ مرزا صاحب یا ناصر صاحب کی علییت کسی طریقے سے کم ہے۔ عالم لوگ ہی پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ جن لوگوں کو کتاب کا علم اور عبور ہوتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہی اس قسم کی ہیرا پھیری کر سکتے ہیں۔ مرزا صاحب نے یہ جو طریقہ کار جس کی ابتداء جس وقت جن ذہنوں کی کاوش کے نتیجے کے طور پر ہوئی۔ ان کا اس میں بنیادی مقصد صرف ایک تھا کہ مسلمانوں میں ایک فتنہ پیدا کیا جائے۔ ایک فتنہ کھڑا کیا جائے۔ انہوں نے جو آج اسرائیل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، یہ یاد رکھیں، یہ غور طلب بات ہے اور سوچنے کا مقام ہے۔ آج آپ اسرائیل کو تاریخ سے نہیں مٹا سکتے۔ تمام عالم اسلام ایک طرف ہے۔ آپ دیکھئے تمام عرب ایک طرف ہے۔ اسرائیل کے خلاف صف آراء ہیں۔ لیکن آج وہ اسرائیل کو نہیں مٹا سکتے۔ جب اسرائیل کا فتنہ کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت بھی یہی نوعیت تھی۔ اس کا بھی یہی مقام تھا۔ ان کے پاس کوئی جگہ نہیں تھی۔ یہی حیثیت آج ربوہ اختیار کر چکا ہے۔ آپ جگہ دیکھیں کہ کسی وقت اسرائیلیوں نے اپنی ریاست کا مطالبہ کیا تھا۔ ان کی ابتدائی شکل، ابتداء کی صورت صرف یہی تھی اور صرف یہی تھی۔

وہ اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے بڑے طویل بیانات اور بڑی طویل جرح کر چکے ہیں۔ میں اس میں اور اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے اتنی گزارش ضرور کروں گا کہ ان کو علیحدہ کرنے کے لئے، ان کو نمایاں کرنے کے لئے، ہمارے پاس صرف ایک طریقہ کار ہے کہ ہم آئین میں ترمیم کریں۔ ترمیم صرف اور صرف ان الفاظ میں کریں کہ احمدی فرقہ کے متعلق جتنے بھی لوگ ہیں یا وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کو نبی کسی بھی رنگ میں مانتے ہیں۔ کسی بھی رنگ میں وہ لوگ مرزا کو نبی کی حیثیت دیتے ہیں۔ وہ غیر مسلم ہیں۔ وہ مسلمان نہیں۔ ان کو مسلمانوں کا مقام دینا نہیں چاہئے۔

جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا، اس میں شک نہیں ہے اس کے مضراثرات بھی ہوں گے۔ ایک اتنا بڑا منظم آرگنائزڈ فرقہ جس کو ہم علیحدہ کر کے ایک ٹولے کا رنگ دیں گے۔ وہ کھلم کھلا ہمارے ملک کے خلاف کام کریں گے۔

یہ ٹھیک بات ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ اس بات پر غور کریں کہ کس تیزی سے یہ مسلمانوں کو مرتد کر رہے ہیں۔ دنیا میں جا کر دیکھیں جتنے بھی اسلام کے نام پر مشن موجود ہیں۔ آپ دنیا کے کسی بھی حصے میں جا کر دیکھیں۔ اسلام کے نام پر جتنے بھی مشن موجود ہیں۔ وہ احمدیوں اور مرزائیوں کے ہیں۔ یہ لوگ وہاں پر کام کر رہے ہیں۔ ملک کے اندر، ملک کے باہر، آپ اگر یہی رفتار ان کی جاری رہی (خداوند عالم اس بات کو جھوٹ کرے) تو مجھے یہ خدشہ ہے کہ بہت ہی قریب مستقبل میں میری قسم کے ضعیف الاعتقاد مسلمان جو اپنے دین سے پوری طرح باخبر اور واقف نہیں، ہو سکتا ہے کہ ان کے دین سے ہٹنے سے ایک وقت ایسا آئے اور آج جتنی بڑی اکثریت ہماری ہے۔ اس سے دو چند، سہ چند اکثریت ان لوگوں کی ہو جائے تو جناب والا! اس فتنے کو ختم کرنے کے لئے آئین میں اس قسم کی ترمیم انتہائی ضروری ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔

(قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ جلد پنجم ص ۲۲۳۳ تا ۲۲۳۶)

## (۱۳۷۰) عنایت اللہ چشتی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۱ء ..... وفات: ۱۲ مارچ ۱۹۹۳ء، جمعہ)

اعوان برادری کے چشم و چراغ مولانا عنایت اللہ چشتی چکڑالہ ضلع میانوالی کے تھے۔ سکول کی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی۔ دینی تعلیم کے لئے بھوتال، کارلہ کلاں ضلع انک، کدھھی فتح جنگ، بھین ضلع چکوال، انہی ضلع گجرات، تناول حویلیاں، بندیال ضلع سرگودھا، واں چھراں، اجیر شریف، ابو ہر مندھی، نظامیہ لاہور میں پڑھتے رہے۔ بڑے بڑے فاضل اساتذہ سے دینی تعلیم کی تکمیل کی۔ آپ لاہور میں خطیب تھے۔ ایک قادیانی ڈاکٹر سے گفتگو ہوئی۔ اس نے قادیان جانے کی دعوت دی۔ آپ قادیان گئے۔ مسلمانوں کی مسجد تلاش کی۔ وہاں گئے تو مسلمان پریشان۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آج ایک عالم دین نے تقریر کے لئے آنا تھا وہ نہیں آئے۔ مولانا عنایت اللہ نے کہا کہ میں تقریر کر دیتا ہوں۔ تقریر لوگوں نے پسند کی۔ یوں مولانا عبد الکریم مہابہ سے تعارف ہوا۔ ان کی سفارش پر آپ کو قادیان میں مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ کا انچارج بنانے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ چوہدری افضل حق مرحوم لکھتے ہیں:

### مرکزی احرار ورکنگ کمیٹی کا فیصلہ

”امر تر میں ورکنگ کمیٹی ہوئی۔ فیصلہ ہوا کہ جو ہوسو ہو۔ احرار کا قادیان میں مستقل دفتر کھولنا چاہئے۔ معلوم کیا کہ ہم میں کون ہے جو علم میں پورا اور عمل میں پختہ ہو؟ جو موت کی مطلق پرواہ نہ کرے اور اللہ کا نام لے کر کفر کے غلبہ کو مٹانے کے عزم سے اس جگہ اقامت اختیار کرے؟ اور مرزائیوں کی ریشہ دانیوں کی نگرانی کرے۔ خدا نے مولانا عنایت اللہ کو توفیق دی وہ شادی شدہ نہ تھے۔ اس لئے جماعت کو یہ غم نہ تھا کہ ان کی شہادت کے بعد کنبہ کا بوجھ اٹھانا ہے اور بچوں کی پرورش کا سامان کرنا ہے۔“

### مولانا عنایت اللہ

غرض خطرات کے ہجوم میں مولانا کو دفاع مرزائیت کا کام سپرد کیا گیا۔ ”دارالکفر“ میں اسلام کا جھنڈا گاڑنا معمولی اولوالعزمی نہ تھی؟ افسوس مسلمانوں نے دنیا کے لئے زندہ رہنا سیکھ لیا ہے اور ان کے سارے تبلیغی ولولے سرد پڑ گئے ہیں۔ اب جب کہ

فتنہ مرزائیت نے سراٹھایا تو انہوں نے کوئی مصیبت اختیار کی باوجودیکہ مرزائی، مسلمانوں کو صریح کافر کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جنازہ پڑھنے کے روادار نہ تھے؟ لیکن لوگ انہیں انگریز سمجھ کر منہ نہ آتے تھے۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں نے توحید کر دی تھی۔ وہ اس خانہ برانداز قوم کا تعاون حاصل کرنے کو حصول ملازمت کا ضروری ذریعہ خیال کرتے تھے۔ بہت ہیں جنہوں نے دنیا حاصل کرنے کے لئے دین کو فروخت کر دیا۔ دین فروشوں کا گروہ ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔ قوموں کے زوال میں اس گروہ کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ مرزائی لوگ انسانی فطرت کی اس کمزوری سے پورا فائدہ اٹھاتے رہے۔ ضلع گورداسپور کے سارے حکام ان کا اس وجہ سے پانی بھرتے تھے کہ مرزائی گمراہوں کی رسائی انگریزی سرکار تک ہے۔ ضلع کے حکام کے ذریعہ عوام کو مرعوب کرنا۔ سرکار کا وفادار فریق بتا کر تعلیم یافتہ لوگوں کو ملازمتوں کے سبز باغ دکھانا؟ ان کا کام تھا۔

انگریزی سلطنت کی مضبوطی دیکھ کر اور سرکار سے مرزائیوں کا گٹھ جوڑ دیکھ کر کسی تبلیغی جماعت کا حوصلہ نہ تھا کہ وہ خم ٹھونک کر کفر کے مقابلہ میں نکلے۔ مرزائی متعدد قتل کر چکے تھے۔ قادیان میں انہیں کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ مولانا عنایت اللہ کو دفتر لے دیا گیا۔ قادیان میں احرار کا جھنڈا لہرانے لگا۔ سرخ جھنڈے کو دیکھ کر مرزائی روسیہ ہو گئے۔ آہ! ان کے سینوں کو توڑتی ہوئی نکل آئی۔ یہ ان کی آرزوؤں کی پامالی کا دن تھا۔ مرزائیوں نے اپنی امیدوں کا جنازہ دیکھا تو سر پٹینے لگے۔ سرکار کی دہلیز پر..... پکارے۔ حضور! قادیان مرزائیوں کی مقدس جگہ ہے۔ احرار کے وجود سے یہ سر زمین پاک کر دی جائے۔

جب مرزائیت نصرانیت کا آسرا ڈھونڈنے نکلے تو ہم، نصرانیوں اور قادیانیوں کے اتحاد سے ڈرے ضرور؟ مگر خدا کو حامی و ناصر سمجھ کر اس کے تذکرے میں لگ گئے۔ ڈرنا اور ہمت ہار دینا عیب ہے۔ ڈرنا اور پہلے سے زیادہ چوکنا ہو کر مقابلہ کرنا بڑی خوبی ہے۔ بساط سیاست پر مہرہ کو بڑھا کر اس کو تہا چھوڑنا غلطی ہوتی ہے۔ ہم نے اول ان احباب کی فہرست تیار کر لی تھی جو مولانا عنایت اللہ کی شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے چوبیس گھنٹوں کے اندر قادیان پہنچ جائیں۔ کیونکہ مرزائیوں نے قادیان کو قانونی دسترس سے پرے ایک دنیا بنا رکھا تھا۔ جہاں مسلمانوں، ہندوؤں اور ہندو اور سکھوں پر بلاخطا مظالم توڑے جاتے تھے۔ قتل ہوتے تھے۔ مگر مقدمات عدالت تک نہ جاسکتے تھے۔ دوسرے ہم نے فوراً قادیان میں مولوی عنایت اللہ کے نام مکان خرید لیا تاکہ قادیانیوں کا یہ عذر بھی جاتا رہے کہ مولوی موصوف اجنبی ہیں اور ان کا قادیان سے کوئی تعلق نہیں۔ تیسرے قادیان کی نقد لیس کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے ہم نے احرار تبلیغ کانفرنس کا اعلان کر دیا۔“

یوں مولانا عنایت اللہ چشتی قادیان گئے۔ آپ نے اپنی کتاب ”مشاہدات قادیان“ میں اپنے قیام قادیان کے حالات لکھے۔ جتہ جتہ وہ یہاں نقل کرتے ہیں۔ ذیل میں مولانا چشتی کے قلم سے نکلے واقعات پڑھئے۔

ابتداء میں میرے ساتھ تعاون نوجوان طبقہ نے کیا اور ہر طرح میری امداد و خدمت گزاری کے لئے تیار تھے۔ ایک شخص امان اللہ نامی زرگر تھا۔ مولوی مہر دین نے اس کا ہمیشہ ساتھ دیا تھا۔ جب میں قادیان گیا تو بوڑھا اور کمزور ہو چکا تھا۔ میرے لئے اس کی امداد یہ تھی کہ وہ بے حجب میرے پاس آتا تھا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے چشم دید حالات سناتا تھا۔ اس کا چھوٹا لڑکا فیض اللہ میرا بازو بن گیا تھا اور اسی طرح مسجد شیخان کے امام میاں عبداللہ نے بھی میرا بڑا ساتھ دیا یہ لوگ گئی رات میرے ساتھ رہتے اور مرزائیوں کے ہتھکنڈوں کا ذکر ہوتا رہتا۔ شیخ برادری میں غازی عبدالحق اور شیخ عبدالعزیز میرے بڑے معاون و مددگار تھے۔

وہاں جا کر یہ عجیب انکشاف ہوا کہ قادیان کے قدیم باشندوں میں سے سوائے دو یا زیادہ سے زیادہ تین گھرانوں کے کسی نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و مہدویت کو قبول نہ کیا تھا۔ ایک گھر شیخ برادری سے اور ایک گھر سید برادری سے جماعت میں داخل ہوا۔ اس سید برادری سے جس نے مرزائی جماعت میں شمولیت اختیار کی تھی میری کئی بار ملاقات ہوئی تو وہ بڑے احترام سے پیش آتا تھا اور جب بھی میں مرزائیت کا تذکرہ شروع کرتا تو وہ سر نیچا کر لیا کرتا تھا۔ مولوی صاحب! اس بات کو نہ چھیڑیے اور زبان حال سے یہ کہا: نہ چھیڑو ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں جدائی کے صدمے اٹھائے ہوئے ہیں اور ایک لفظ تک بھی مرزایا مرزائیت کی تائید میں منہ سے نہ نکالتا تھا اور نہ ہی بحث کا انداز اختیار کیا کرتا تھا۔ ورنہ کسی مرزائی کو کیسے گوارا تھا کہ وہ میرے ساتھ ملاقات کرتا یا میرے ساتھ احترام سے پیش آتا؟ مرزائیوں کی کیفیت تو یہ ہوتی تھی کہ گلے پڑ جاتے اور انٹ سنٹ دلائل سے مناظرہ شروع کر دیتے تھے۔ بات یہ تھی کہ یہ شاہ صاحب، سید شاہ چراغ کے قریبی رشتہ دار تھے اور صاحب جائیداد تھے۔ ان کی اراضی کے چاروں طرف مرزائیوں کی جائیداد تھی اور یہ سفاک ایسی صورت میں کسی غیر مرزائی کو کیسے چین سے زندہ رہنے دیتے تھے؟ جائیداد تو پیر شاہ چراغ کی بھی مرزائیوں کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔ لیکن وہ دل کے مضبوط تھے اور ان کا حلقہ مریدین بھی تھا اور وہ تھے بھی بڑے سمجھدار اور حوصلہ مند۔ پیر سید چراغ شاہ اپنے بزرگوں کا سالانہ عرس کرتے تھے۔ ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ جالندھر سے چوٹی کے قوال منگاتے تھے۔ بنالہ سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ محفل سماع میں شرکت کرتے تھے۔ ہم بھی شامل ہوتے تھے۔ مگر وہ اس بھاری اجتماع میں قادیانیوں کے خلاف تقریر یا تردید کے روادار نہ تھے اور نہ ہی کسی کو تقریر کی اجازت دیتے تھے تاکہ جلسہ کی صورت نہ ہو جائے اور خالص عرس کا انداز قائم رہے۔ مرزائی ان سے اس لئے بھی زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کرتے تھے تاکہ مرزائیوں کی جارحیت قادیان سے باہر عوام میں نہ پھیلے۔

ہاں! تو میں بتا رہا تھا کہ قادیان کے اصل باشندوں نے اس نئے مذہب کو قبول نہیں کیا تھا اور اگر کیا تھا تو بہت کم لوگوں نے، خود مرزا کے اپنے خاندان نے بھی مرزا کی دعوت کو قبول نہ کیا تھا۔ مثلاً مرزا نظام الدین جو مرزا غلام احمد کے چچا زاد بھائی تھے۔ مرزا کے سخت مخالف تھے۔ مرزا غلام احمد نے مرزا نظام الدین کی مخالفت کا تذکرہ بہت دکھ بھرے انداز میں کیا ہے کہ وہ ہمارے منارۃ المسیح کی تعمیر میں رکاوٹیں ڈالتے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ اپنے جس معبد میں مرزا غلام احمد نے یہ مینار تعمیر کیا ہے اس کی جائے وقوع تمام قصبہ سے بلند ہے اور پھر مینار کی بلندی سے تمام قصبہ اس کی زد میں آجاتا ہے اور مینار پر چڑھنے والا تمام عورتوں کو جو گھروں میں بیٹھی ہوں دیکھ سکتا ہے۔ اس لئے مرزا نظام الدین کہتا تھا کہ یہ شخص جس نے مذہبی جامہ اوڑھ رکھا ہے۔ دراصل کبخر ذہنیت کا ہے اور لوگوں کی بے پردگی کرنا چاہتا ہے۔ مرزا غلام احمد اپنی عبادت گاہ کی تعمیر کے ڈانڈے مسجد اقصیٰ سے ملانا چاہتا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جس مینار سے ہوگا اپنے اس مینار کو دمشق کی جامع مسجد والے حدیث میں نامزد مینار کا مثیل بنانا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے معبد کا نام (معاذ اللہ) مسجد اقصیٰ اور اپنے نو تعمیر مینار کا نام ”منارۃ المسیح“ رکھ چھوڑا تھا اور وہ اس اصل کی نقل کر رہا تھا۔

ادھر..... مرزا نظام الدین مرزائی مینار کی تعمیر کی تیاریوں کے دوران ہی مرگے اور کوئی انہیں پوچھنے والا نہ رہا؟ مرزا نظام

الدين ایک معصوم بچہ چھوڑ کر مرے تھے جس کا مرزا محمود کے سوائے کوئی والی و وارث نہ تھا۔ اسی کے رحم و کرم پر تھا۔ جائیداد تھی لیکن سب کچھ مرزا محمود کے تصرف میں تھا۔ اس بچے کا نام مرزا گل محمد تھا۔ راقم الحروف کی ملاقات مرزا گل محمد سے بھی ہوئی۔ اس بچہ کی پرورش اس انداز میں ہوئی اور اسے ایسی سوسائٹی کے حوالہ کیا گیا تھا کہ بیچارہ نہ مرزائی تھا نہ مسلم۔ شراب میں دھت رہنا اس کا معمول تھا۔ ورنہ بہ حیثیت انسان وہ بڑا منکسر المزاج انسان تھا۔ مجھے بڑے احترام سے ملتا تھا اور غالباً اب بھی زندہ ہے۔ لیکن اب وہ کوئی قابل ذکر انسان نہیں ہے۔ جس ڈگر پر اس کی پرورش ہوئی اسی پر چل رہا ہے۔ مرزا گل محمد کے دو بچے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام مرزا امام الدین تھا اور دوسرے کا نام مرزا اکمال الدین تھا۔ یہ دونوں دنیا کے آدمی نہیں تھے بلکہ درویش منش۔ اس دنیا سے الگ ایک دوسری دنیا میں بسیرا کرتے تھے اور اس وقت کا نکات سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک بالمشکوٰۃ جھگیوں کا پیر بن گیا تھا اور اس نے خاصہ کام چلا لیا تھا۔ ملک بھر کے بالمیکی چوہڑے اس کے پاس جمع ہوتے تھے اور دوسرا الگ تھلگ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتا رہا اور اطراف و اکناف سے عورتیں تعویذ گنڈے کے لئے اس کے پاس آتی تھیں۔ کسی نے طعنہ دیا کہ تو ان عورتوں پر گزارہ کرتا اور دل بہلاتا ہے تو اس بد عقل اور بد بخت نے مشتعل اور مخبوط ہو کر آلہ تاسل کاٹ کر دور پھینک دیا تھا۔ اس کے پاس ملکوں کا بڑا بھجوم رہتا تھا اور وہ اپنی جائیداد کی آمدنی انہیں کھلا پلا دیتا تھا۔ وفات سے پہلے ایک ملنگ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور اپنی گدی اس کی سپردگی میں وقف کر دی تھی۔ شہر سے باہر آموں کا ایک باغچہ تھا۔ وہاں کچے مکان بنا کر اس نے اپنی رہائش گاہ بنا رکھی تھی۔ وہ طبعاً تو ایک پاک نفس غازی انسان تھا۔ مگر غلط قسم کی فقیری کی وجہ سے اس کی یہ خلاف سنت حالت ہو گئی تھی۔ جمعہ میرے ہاں آ کر پڑھتا تھا اور انکسار اور تواضع سے ملتا تھا۔ کبھی میں بھی اس کے ڈیرے پر چلا جاتا تھا۔ وہ میری کچھ نہ کچھ مالی امداد بھی کرتا تھا۔ وہ بڑا نیک نام آدمی تھا۔ مرزا نیت کے بچہ سے بچا ہوا تھا۔ مختصر ملاقات میں جو گفتگو اس سے ہوتی تھی اس کی روشنی میں صحیح العقیدہ معلوم ہوتا تھا اور بڑا کم گو اور بے ضرر انسان تھا۔ شادی بیاہ کے جھنجٹ سے آزاد اور گوشہ نشین خلوت پسند آدمی تھا۔ گو وہ نماز جمعہ میرے ساتھ ادا کرتا تھا اور مرزا نیت سے شدید نفرت کرتا تھا۔ لیکن مرزائی اس سے بہت کم تعرض کرتے تھے اور اس نے بھی کبھی ان کی شکایت نہیں کی تھی۔

سال ناؤن کمیٹی قصبہ کا انتظام کرتی تھی اور اس پر مرزائیوں کا قبضہ و تصرف تھا۔ چھ وارڈ تھے مگر صرف تین میں مرزائیوں کی اکثریت تھی اور بقیہ تین وارڈ میں غیر مرزائی۔ یعنی ہندو، سکھ اور مسلم بستے تھے۔ مگر بغیر مرزائیوں کی مرضی کے کوئی ممبر منتخب نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ان مخلوق کے مرزائی گھروں میں سینکڑوں فرضی ووٹ بنا دیتے تھے اور جعلی ووٹ بنانے اور ڈالنے سے انہیں کوئی دریغ نہیں تھا۔ کیونکہ انہیں اقتصادی و سیاسی برتری حاصل تھی۔ جسے وہ ہر موقع پر استعمال میں لاتے تھے۔ وہ کبھی کبھی جس ہندو یا سکھ کو اپنے ڈھب کا خیال کرتے اس کو بھی ممبر بنا دیتے تھے۔

پورے قصبہ (قادبان) کے گرد کسی زمانہ میں مٹی کی بنی ہوئی بڑی موٹی فصیل تھی اور پھر اس کے گرد خندق بھی تھی۔ فصیل کا زیادہ حصہ اب گر چکا تھا اور خندق صرف نشیبی انداز اختیار کر چکی تھی۔ عموماً تین ماہ بارش ہوتی اور وہ تمام نشیبی حصہ جو کبھی خندق تھی؟ پانی سے بھر کر بڑا جو ہڑ بن جاتا تھا اور قصبہ میں داخل ہونے والے تمام راستے مسدود ہو کر رہ جاتے تھے۔ قصبہ میں داخلہ کے لئے کچی پلایاں بنانی پڑتی تھیں۔ اپنے راستوں میں تو مرزائی یہ پلایاں سال ناؤن کمیٹی سے بنوا لیتے تھے اور دوسرے لوگ برسات کے موسم میں بڑی

مشکلات سے دوچار رہتے تھے۔ ایک دفعہ اس جوہڑ سے ایک انسانی کچا بچہ برآمد ہوا۔ پولیس کی تفتیش میں بچہ، مرزائی خلیفہ کی کنواری لڑکی کا ثابت ہوا۔ میری جوانی کا زمانہ تھا اور ان کی حرکات کی وجہ سے طبیعت میں غصہ بھی تھا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں اس کا تذکرہ کر دیا پھر کیا تھا؟ مرزائیت کی دنیا میں ایک غضب کا شور برپا ہو گیا۔ لیکن میرا کیا کر سکتے تھے؟ ان کے جن بڑے سمجھ والے تھے۔ سوچ سمجھ کر ایکشن لیا کرتے تھے۔ میری جماعت احرار نے اعلان کر رکھا تھا کہ: ”اگر ہمارے آدمی کو نقصان پہنچا تو دوسرا آدمی ان کی جگہ لینے کے لئے تیار بیٹھا ہے اور مزید برآں کہ پھر ملک بھر میں مرزائی خلیفہ سمیت کوئی عام مرزائی بھی احرار رضا کاروں اور مجاہدین کے ہاتھوں محفوظ اور مصئون نہ رہ سکے گا۔“ اس لئے وہ مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے نتائج پر غور کر لیتے تھے۔

تازہ اعلانات کے لئے مرزائیوں نے بورڈ نصب کر رکھے تھے اور وہ اپنے جماعتی اعلانات لکھ کر اپنی پوری مرزائی قوم کو باخبر رکھتے تھے۔ ہم نے بھی ایک مقام پر بورڈ نصب کر کے اپنی جماعت کو تازہ واقعات سے باخبر رکھنے کے لئے جماعتی اطلاعات لکھنی شروع کر دیں اور عموماً یہ اعلانات مرزائیوں کے تحفظ اور بچاؤ کے متعلق ہوتے تھے۔ ایک منچلا مرزائی آیا اور اس نے بورڈ پر سے مرزائی کا لفظ مٹا دیا۔ مجھے علم ہوا تو میں نے جا کر دوبارہ لکھ دیا میں وہاں سے ہٹا تو اس نے مرزائی کا لفظ پھر مٹا دیا۔ مجھے علم ہوا تو میں نے پھر لکھ کر منادی کرادی کہ ہم نے بورڈ لکھ دیا ہے۔ اب اگر کسی نے گڑبڑ کی تو پھر اسے کوئی ہمت والا ہی مٹائے گا۔ چونکہ پولیس والوں نے بھی یہ منادی سنی تو اس بورڈ کی حفاظت کے لئے ایک پولیس سپاہی کی ڈیوٹی لگادی اور اس کے بعد کسی کو بورڈ مٹانے کی ہمت نہ پڑی۔

ہماری تبلیغ کا مرکزی مقام مسجد اراپیاں کا دیان تھا۔ ہر جمعہ کو مرزائیوں کے خلاف تقاریر ہوتیں اور گردنواح کے ہزاروں مسلمان شامل ہوتے۔ جمعہ کے دن ہندو سکھ بھی بڑی تعداد میں تقاریر سننے آتے۔ ایک سکھ جو کسی نواجی گوردوارے کا بھائی (خادم) تھا۔ جمعہ کے دن میرے منبر کے ساتھ آکر بیٹھتا اور محفوظ ہوتا۔ انتظام کرنے کے لئے پولیس کی پوری گارڈ مسجد کے دروازہ پر موجود ہوتی۔ مرزائیوں کی گھبراہٹ کے دنوں میں کئی گارڈیں کا دیان میں معین کر دی گئی تھیں تاکہ مرزائیوں کی گھبراہٹ کسی فتنہ پر آمادہ نہ ہو جائے۔ مسٹر ہٹا گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ جمعہ کے دن وہ کا دیان سے امن کی رپورٹ آنے تک بے چین رہتے اور عموماً مجھے بلا کر امن کی تلقین کرتے اور ہر قسم کی جائز قانونی امداد کا یقین دلاتے تھے۔

امرتر کے مسلمانوں کو بھی ہماری تحریک سے ہمدردی تھی۔ بعض اوقات جمعہ کے دن ہم مولانا بہاء الحق قاسمی کو تقریر کے لئے بلا لیتے تھے۔ مفتی محمد حسن صاحب جنہوں نے لاہور آکر جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی ہمارے ساتھ بڑا اظہار ہمدردی فرمایا کرتے تھے۔ ان کا اعلان تھا کہ جو صاحب امرتر سے کا دیان تقریر کے لئے جائے اس کا کرایہ آمدورفت میں ادا کروں گا۔ مولانا عبدالغفار غزنوی جو مولانا داؤد غزنوی کے چھوٹے بھائی تھے اور ایک آتش فشاں مقرر تھے۔ عموماً جمعہ کے دن کا دیان تشریف لاتے تھے اور تقریر کے شام کو بذریعہ ریل امرتر واپس تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا احمد علی آف شیرانوالہ دروازہ لاہور بھی جمعہ کے دن تشریف لائے اور شدید بارش کے باوجود مرزائیوں کے خلاف دھواں دھار تقریر کی اور مجمع بارش میں بھیکتا ہمہ تن پر جوش بن کر بیٹھا رہا۔ اسی سلسلہ میں شیخ حسام الدین بھی کا دیان تشریف لائے اور رات کے وقت ایسے مقام پر تقریر کی جہاں سے خلیفہ محمود کا قصر خلافت قریب پڑتا تھا اور قصر خلافت میں بیٹھ کر شیخ صاحب کی تقریر باآسانی سنی جاسکتی تھی اور غالباً خلیفہ نے سنی ہوگی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مرزائیت کے بجنے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ اگر پولیس کا خاطر خواہ انتظام نہ ہوتا تو مرزائی ضرور فساد پر آمادہ ہو جاتے۔

ایک دن گورداسپور کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جو انگریز تھا مجھے بلا کر کہا: ”مرزائیوں میں آپ کی تحریک سے بڑی تلملاہٹ ہے۔ آخراں کا کیا نتیجہ ہوگا؟“ میں نے کہا: ”صاحب! آپ نے نوخیز پھڑے کو کبھی دیکھا ہے کہ جب اسے ابتدا سواری کے لئے تیار کیا جاتا ہے تو وہ اپنی پیٹھ پر کپڑا بھی نہیں سہارتا۔ کودتا اور دولتیاں مارتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ ایسا عادی ہو جاتا ہے کہ جب اپنے سوار کو دیکھتا ہے تو کان اور گردن جھکا کر سواری کا انتظار کرتا ہے۔ پھر سوار جہاں چاہے باگ کے اشارہ پر نہایت منقاد و فرمانبردار ہو کر چلتا ہے۔ کا دیان میں انہوں نے سواری نہ دیکھی تھی اور ان کے کان پچھیرے کی پیٹھ کی طرح نا آشنا تھے۔ جیسے پچھیرے کی پیٹھ بوجھ سے نا آشنا ہوتی ہے اور وہ تنکا بھی سہارنا بڑا بوجھ خیال کرتا ہے۔ ان کے کان بھی ایسی آواز سے نا آشنا اور نامانوس تھے۔ اب جب کہ نامانوس آواز سنتے ہیں تو پچھیرے کی طرح کودتے ہیں۔ جب انہیں شناسائی اور مانوسیت ہو جائے گی تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے اور یہ لوگ کان تک بھی نہ ہلائیں گے؟“ صاحب بہادر میری بات سن کر کھل کھلا کر ہنس پڑا اور کہا: ”آپ نے خوب مثال دی ہے۔“

### کانفرنس سے بعد کے حالات

الغرض باوجود بہت سی رکاوٹوں کے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مدد کے ساتھ کا دیان میں اکتوبر ۱۹۳۴ء میں احرار کانفرنس ہوئی اور بڑی شان سے ہوئی۔ مرزائی ایوان تقدس و استحکام میں دراڑ پڑ گئی۔ مرزائی سرا سیمہ ہو کر اپنے مرئی انگریز کے دربار میں گئے اور آہ و فغان اور نالہ و شیون کرتے ہوئے التجاء کی کہ ہمارا سہارا آپ کے بغیر کون ہے؟ انگریز بہادر نے دست شفقت پھرتے ہوئے کہا۔ کہتے ہم اس معاملہ میں کیا کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا حضور! ساری دنیا کو تو نہیں مارا جاسکتا۔ البتہ بخاری پر مقدمہ چلا کر جیل بھیج دیا جائے تو ہمارے زخموں کا ایک حد تک مداوی ہو سکتا ہے۔ یہ داستان فریاد چوہدری افضل حق کی زبانی سننے اور حظ اٹھائیے۔ چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”کانفرنس کی کامیابی نے دوست دشمن کو حیران کر دیا۔ مرزائی تو جمل گئے اور جلدی جلدی حکام کے پاس پہنچے کہ لوسر کار! بخاری نے دل کا بخار نکالا۔ بڑے مرزائی تو ہین کی۔ چھوٹے مرزائی کے الگ بچنے ادھیڑے۔ اگر آپ نے مدد نہ کی تو کب کام آؤ گے؟ سرکار نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، بخاری صاحب کو گرفتار کر کے عدالت میں لا کھڑا کیا۔ خدا کی حکمت گنہگاروں کی عقل پر مسکراتی ہے۔ مرزائی تو احرار کو مرعوب کرنے کے لئے عطاء اللہ شاہ بخاری پر مقدمہ چلا رہے تھے۔ لیکن قدرت مرزائیت کے ڈھول کا پول کھولنے کے لئے بے تاب تھی۔ خدا کی مہربانی سے مرزائیت کے خلاف وہ ثبوت بہم پہنچے کہ کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ہم ایسے ثبوت مہیا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں؟ ہم نے اس مقدمہ میں مرزائیت کے مذہب و اعتقاد پر بحث نہیں کی بلکہ مرزائیت کے اعمال کو پیش کیا۔ جس سے ابتدائی عدالت بھی متاثر ہوئی۔ اگرچہ اس نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو چھ ماہ کی سزا دے دی؟ تاہم سننے والی پبلک پر گہرا اثر پڑا۔ سب کو یقین تھا کہ شہادت صفائی ایسی مضبوط ہے کہ یہ سزا بحال نہیں رہ سکتی۔ لیکن مرزائی ہیں کہ شاہ صاحب کی سزایابی پر پھولے نہ سماتے تھے۔ ان کے گھروں میں گھی کے چراغ جلانے گئے۔ لیکن سیشن جج کھوسلہ نے مرزائیوں کی خوشیوں کو اپنے فیصلہ اپیل میں ماتم سے بدل دیا۔“

دراصل ابتدائی عدالت میں ایک گھنٹیا سا مجسٹریٹ تھا جو انگریزی ایماء کے بغیر کوئی فیصلہ دینے کا اہل بھی نہ تھا۔ چوہدری صاحب مزید لکھتے ہیں: ”لیکن کھوسلہ نے وہ تاریخی فیصلہ لکھا جس سے اسے شہرت دوام حاصل ہو گئی۔ اس فیصلہ کا ہر حرف مرزائیت کی



رگ جان کے لئے نشتر ہے۔ اس فیصلہ میں مسٹر کھوسلا نے چند سطروں میں مرزائیت کی ساری اخلاقی تاریخ لکھ دی۔ اس کے فیصلہ کا ہر لفظ دریائے معانی ہے۔ اس کی ہر سطر مرزائیت کی سیہ کاریوں اور ریا کاریوں کی پوری تفسیر ہے۔ مسٹر کھوسلا کے قلم کی سیاہی مرزائیت کے لئے قدرت کا انتقام بن کر کاغذ پر پھیلی اور مرزائیت کے چہرے پر نہ مٹنے والے داغ چھوڑ گئی۔“ (تاریخ احرار ص ۱۸۲، ۱۸۵)

توضیح: اس مقدمہ کی پیروی کے لئے جالندھر کے محمد شریف حسین نامی ایڈووکیٹ احرار نے بلائے تھے۔ (یہ قیام پاکستان کے بعد لاہور ہائیکورٹ کے جج بھی رہے ہیں۔ ساہیوال میں وفات پانچے ہیں) اور مرزائیوں کی طرف سے سر ظفر اللہ خان جو اس وقت کسی بڑے سرکاری عہدہ پر فائز تھے۔ سرکاری وکیل کی امداد کر رہے تھے اور ہم لوگ یہ تمام کام رووائی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن رہے تھے۔ دوران بحث سر ظفر اللہ خان کو بے جا مداخلت کی وجہ سے کئی بار خفت اٹھانی پڑی تھی۔ خصوصاً مرزا محمود جو خصوصیت سے بلائے گئے تھے۔ ان کے خلاف جرح میں چوہدری ظفر اللہ بے جا مداخلت کرتے تھے اور چوہدری شریف حسین کی جھڑکی کی وجہ سے خفت اٹھاتے رہے۔

مرزا محمود کے کا دیان سے گورداسپور شہادت کے لئے آنے انہوں نے محکمہ ریلوے سے کہہ کر سپیشل گاڑی کا انتظام کیا تھا۔ سپیشل گاڑی ہو یا ڈبا۔ سوار یوں کی تعداد معین ہوتی ہے۔ لیکن مرزائیوں نے سپیشل کا لفظ سن کر گاڑی کو دادا کی ملکیت سمجھ لیا تھا۔ بے تحاشا بغیر معین تعداد کے اس میں سوار ہو گئے تھے۔ محکمہ ریلوے نے گورداسپور ریلوے اسٹیشن پر سب کو گرفتار کر لیا اور اس گرفتاری کا نظارہ مرزا محمود اپنی آنکھوں سے کر رہے تھے اور مارے شرم کے گڑے جاتے تھے۔ آخر کرایہ مع جرمانہ ادا کر کے انہوں نے خلاصی حاصل کی تھی۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیلات چوہدری افضل حق کی زبان سے سنئے: ”ہر چند انہوں نے ہائیکورٹ میں سر تیج بہادر سپرو جیسے مقنن کی معرفت چارہ جوئی کی تاکہ مسٹر کھوسلا کے فیصلہ کا داغ دھل جائے؟ مگر انہیں اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ مرزائی آج تک یہی سمجھے تھے کہ قدرت ظلم ناروا کا انتقام لینے سے قاصر ہے۔ مگر اس فیصلہ نے ثابت کر دیا کہ خدا کے حضور میں دیر ہے اندھیر نہیں۔“ (تاریخ احرار ص ۱۸۵)

یاد رہے کہ ہائیکورٹ میں مرزائیوں نے سر تیج بہادر سپرو کو الہ آباد سے بلایا تھا۔ موصوف کی قانونی قابلیت اور انگریزی زبان میں وہ بے پارٹی لیڈر مانے جاتے تھے اور بعض اوقات گاندھی، وانسرائے اختلاف میں سر تیج بہادر سپرو وٹاشی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ کانگریس کو بھی موصوف پر اعتماد تھا اور انگریز بھی ان پر بھروسہ کرتا تھا۔

اس مقدمہ اپیل میں گولڈسٹریٹ نامی ایک انگریز ہائیکورٹ کے جج تھے۔ گولڈسٹریٹ کی عدالت میں سر تیج بہادر سپرو نے کئی گھنٹے تک فصیح انگریزی میں مرزائیوں کی صفائی میں تقریر کی تھی۔ کورٹ کا کمرہ تماشاخیوں سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا اور راقم الحروف بھی احرار دوستوں کی معیت میں ہائیکورٹ کے کمرے کے اندر اخیر تک موجود رہا۔ مگر ڈھاک کے وہی تین پات۔ معمولی رد و بدل سے مرزائیوں کی اٹک شوئی ہوئی اور اصل بنیاد بجا لہا قائم و دائم رہی۔ کیونکہ مسل مرزائی مظالم کی داستانوں سے بھری پڑی تھی۔ اس میں سر تیج بہادر کیا کر سکتا تھا اور جج گولڈسٹریٹ مش کو کیسے چاٹ سکتا تھا؟

چوہدری افضل حق مزید تحریر فرماتے ہیں: ”اس فیصلہ کو تاریخ احرار میں خاص اہمیت حاصل رہے گی۔ دراصل یہ فیصلہ مرزائیت کی موت ثابت ہوا۔ جس غیر جانبدار نے اس کو پڑھا وہ مرزائیت کے نقش و نگار کو دیکھ کر اس سے نفرت کرنے لگا۔ علامہ سر محمد اقبال اور مرزا سر ظفر علی کے بیانات نے بھی تعلیم یافتہ طبقہ کے رجحان و خیال کو بدل دیا۔ پروفیسر محمد الیاس برنی نے ”قادیانی مذہب“

نامی جامع مانع کتاب لکھ کر مرزائیت کے مقابلہ میں اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی۔ لیکن سچ ہے کہ مسٹر کھوسلہ نے جو مرزائیت کے قلعہ پر بم مارا اس نے کفر کے اس قلعہ کی بنیادیں ہلا دیں اور ان قلعہ بندیوں کو مسمار کرنے میں آسانی ہوگئی۔ جہاں چار مرزائی بیٹھے ہوں ان میں کھوسلہ کا فیصلہ پھینک دو۔ یہ ہم پھینکنے کے برابر ہوگا۔ وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ جائیں گے۔“ (تاریخ احرار ۱۸۵)

## قادیان میں مستقل رہائش کے لئے میرا پہلا قدم

میں (مولانا عنایت اللہ چشتی) یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب میں مستقل رہائش کے لئے قادیان پہنچا تو مجھے کن مراحل سے گزرنا پڑا؟ قادیان کے حالات کیا تھے؟ اور وہاں کے لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ وغیرہ وغیرہ! قادیان میں خالص مسلمانوں کی آبادی اڑھائی تین ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ارائیں برادری خاصی تعداد میں تھی۔ مگر وہ غریب اور زراعت پیشہ تھے۔ یہ لوگ قصبہ کے جنوبی حصہ میں آباد تھے اور ان کی اپنی مسجد تھی جو مسجد ارائیاں کے نام سے موسوم تھی۔ دوسرے نمبر پر شیخ برادری تھی۔ یہ لوگ تجارت پیشہ تھے اور کسی حد تک آسودہ تھے۔ چند کنبے کشمیریوں کے بھی وہاں آباد تھے اور یہ لوگ شیخ برادری کے پڑوس میں رہائش پذیر تھے۔ ان کی سکونت قصبہ کے شمال مشرقی حصہ میں تھی اور ان کی بھی اپنی الگ مسجد تھی۔ مولوی مہر دین صاحب مرزائیوں کے شدید مخالف تھے اور ان کا مکان بھی حملہ شیخان میں تھا۔ مولوی مہر دین صاحب آتش بازی کا کام کرتے تھے اور انہوں نے زندگی کے کسی حصہ میں بھی مرزائیوں کو کبھی معاف نہیں کیا تھا۔ ہمارے جانے سے پہلے انہوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولانا صوفی نواب الدین صاحب سیکوہی سے رابطہ قائم کر رکھا تھا۔

## ہمارے لئے ابتدائی مکان

مسلمانوں کی قادیان میں معاشرتی حیثیت اچھی نہ تھی۔ ان کے پاس کوئی ایسا مکان نہ تھا جو وہ ہمیں دفتر کے لئے دیتے۔ میرے جانے سے تمام مسلمان بڑی خوشی مناتے ہوئے میری ملاقات کو آئے۔ ان میں چوہدری امام الدین کشمیری تھے۔ بڑے مخلص اور مرزائیت کے دشمن تھے۔ ہندو اور سکھ بھی مجھے ملنے آئے اور بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ ہمارے دفتر کے لئے ایک سہ منزلہ چوبارہ تجویز ہوا۔ یہ چوبارہ ایک ہندو کی ملکیت تھا۔ عین بازار کے وسط میں واقع تھا۔ اس کی نچلی منزل میں دکان تھی اور اوپر والی دو منزلیں ہمارے دفتر کے لئے تجویز ہوئیں۔ صرف دور و پیر کرایہ تھا۔ ہم اس چوبارے میں قیام پذیر ہوئے اور اس کی چھت پر ہم نے سرخ جھنڈا لہرا دیا۔ وہ چوبارہ اتنا بلند تھا کہ ہمارا جھنڈا مرزائیوں کو گھر بیٹھے ہوئے بھی خواہ خواہ بلا ارادہ نظر آتا تھا۔ جھنڈا کیا تھا مرزائیت کے سینہ پر سانپ لوٹ رہا تھا۔ یہ چوبارہ بھی ایک تاریخی چوبارہ تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی جب اپنی نبوت کی بساط بچھا رہا تھا اور اس کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ مقرر ہو گیا تھا، انگریزی دور میں دفتر ڈپٹی کمشنر کے سپرنٹنڈنٹ کو بڑا سوخ حاصل ہوتا تھا۔ بات یوں ہے کہ قادیان میں دو بزرگ تھے جو اپنے کھاتے پیتے تھے اور آپس میں گہرے دوست تھے۔ ایک دن انہوں نے مشورہ کیا کہ ہمیں بیٹھنے کے لئے پختہ بیٹھکیں بنانی چاہئیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک افتادہ جگہ سے مٹی کھود کر اینٹیں بنائیں اور پھر انہیں بھٹی میں پکا کر پختہ کر لیا اور اپنے اپنے گھروں میں لاکر بیٹھکیں بنانا شروع کیں۔ ان دو میں سے جو ہندو تھا اس کا نام بڈھا تھا اور دوسرا دوست جو مسلمان سید تھا اس کا نام سید صابر علی شاہ تھا۔

جب میں قادیان پہنچا تو سید صابر علی شاہ کا صاحبزادہ سید پیر چراغ شاہ اور بڈھا کا لڑکا بابو داسیو موجود تھے۔ انہوں نے

ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ جب مرزا غلام قادر چھٹی پر آیا اور دو بیٹھکیں تیار ہوتی دیکھیں تو اس کی سرمایہ دارانہ ذہنیت جل بھن کر کونکہ ہو گئی اور اس نے پوچھا کہ انہوں نے اینٹوں کی مٹی کہاں سے لی ہے؟ بتایا گیا کہ فلاں افتادہ ویران جگہ سے۔ مرزا غلام قادر نے کہا وہ تو ہماری ملکیت ہے۔ انہوں نے کس سے پوچھا اور کس سے اجازت لی؟ بتایا گیا کہ غیر آباد افتادہ جگہ ہے اور قصبہ کے لوگ عموماً وہاں کی مٹی کو استعمال کرتے ہیں۔ حکم نامہ بھیجا کہ معافی مانگو اور معاوضہ ادا کرو۔ ورنہ قانونی چارہ جوئی ہوگی۔ یہ دونوں حکم نامہ سن کر سشدر رہ گئے کہ ساری دنیا اس افتادہ جگہ سے مٹی لاتی ہے۔ ہم لے آئے تو کیا ہوا۔ تم مرزا ہو تو اپنے گھر ہو۔ آدمیت سے بات کرو تو معاوضہ ادا کریں گے۔ ورنہ گورداسپور کی عدالت کا راستہ کھلا ہے جو چاہو کر گزرو۔ چنانچہ مرزا غلام قادر نے دونوں کے خلاف فوج داری مقدمہ دائر کر دیا۔ مرزا غلام قادر کا کچھریوں میں بڑا رسوخ تھا۔ لیکن معاملہ بالکل بے ضرر سا تھا۔ سارا گاؤں وہاں کی مٹی استعمال کرتا تھا۔ لیکن مرزا غلام قادر نے اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیا۔ ڈی سی کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ تو تھے ہی؟ مجسٹریٹ ملزموں کو اس بناء پر بری کرنا چاہتا تھا کہ گویہ ملکیت مرزائیوں کی ہے مگر وہاں کی مٹی رفاہ عامہ کے لئے پہلے بھی استعمال ہو رہی ہے۔ مرزا غلام قادر بڑے گڑگڑائے اور مجسٹریٹ کی منت سماجت کی کہ میرے وقار کا سوال ہے اور میری سرکار کے دربار میں بڑی خدمات ہیں۔ انہیں ضرور سزا ہونی چاہئے۔ آخر مجسٹریٹ نے دونوں کو ایک ہفتہ قید محض کی سزا دی جو اپیل پر سیشن کورٹ نے معاف کر دی۔

راقم الحروف نے اس مقدمہ کے کاغذات دیکھے ہیں۔ ان میں موٹا سا لکھائی کاغذ استعمال کیا گیا تھا وہ رنجش آج تک ان کی اولاد کے لئے ذہنوں میں بدستور موجود تھی۔ بابو واسد پو کا مکان ہمارے دفتر کے بالکل قریب تھا۔ وہ ہماری بڑی عزت کرتا تھا اور ہماری ہر ضرورت کے وقت ہمارا ساتھ دیتا تھا۔

## مرزا قادیانی کے مقدمات اراضی کی اصل کہانی

انتقام: یہ معاملہ تو اتنا سنگین نہ تھا مگر بڑھانے اس کا مرزا غلام قادر سے شدید انتقام لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ گاؤں انہی مغلوں کی ملکیت تھا اور یہ لوگ پشتوں سے یہاں آباد چلے آتے تھے۔ ابتداء میں سکھوں کی متعدد نسلیں اور پارٹیاں تھیں جو حصول اقتدار کے لئے آپس میں لڑتی بھرتی رہتی تھیں اور یہ قادیان کے مغل بھی ان میں سے کسی نہ کسی کا ساتھ دیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ جس پارٹی کی قادیانی مغل حمایت کر رہے تھے اسے شکست ہو گئی اور فاتح گروہ نے قادیان پر بھی حملہ کر کے اسے پر قبضہ کر لیا اور مغلوں کو قادیان سے خانہ بدر کر دیا۔ وہ خانہ بدر ہو کر ریاست مالیر کونٹلہ کے موضع بیگو وال میں چلے گئے اور انگریز کی عمل داری تک وہاں جلا وطنی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ انگریز کی آمد پر مرزا غلام مرتضیٰ جو اچھا منہ گلتا آدمی تھا سکھ حکمران مہاراجا رنجیت سنگھ کی منت سماجت کر کے واپس قادیان آ گیا۔

یہاں قادیان میں مغلوں کی قصبہ قادیان کے علاوہ بھی جائیداد تھی۔ مگر انگریزوں نے انہیں موضع قادیان ہی حسب ملکیت سابقہ مغلوں کو واپس کیا۔ مرزا غلام مرتضیٰ کا حصہ روپے میں صرف دو آنے تھا اور قانوناً وہ اپنے اسی حصہ کا مالک تھا۔ مرزا غلام مرتضیٰ کے تین بھائی اور بھی تھے۔ مثلاً مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین وغیرہ اور یہ اپنے اپنے حصہ پر قابض ہو گئے۔ لیکن سب سے بڑا حصہ ایک لڑکے کا تھا جس کا نام غوث بیگ یا غوث محمد تھا۔ اس کا باپ بیگو وال کی جلا وطنی میں فوت ہو چکا تھا اور یہ ایک چھوٹا سا لڑکا بے یار و مددگار رہ گیا تھا اور مزید قدرت کی حکمت تھی کہ وہ کانوں سے بہرا اور زبان سے گونگا تھا۔ سب بھائیوں میں مرزا غلام مرتضیٰ

چالاک اور منہ لگتا تھا۔ سرکار کے دربار میں بھی اس کی رسائی تھی۔ اس نے غلام غوث یا غوث بیگ کی جائیداد پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ لڑکا غلام مرتضیٰ کے گھر کام کرتا تھا اور روٹی کھاتا تھا۔ کہیں سے (ہندو سیٹھ) بڈھا کے ہتھے چڑھ گیا اور وہ اسے اپنے گھر لے آیا۔ اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ مثلاً کپڑا کھانا وغیرہ غرض کہ وہ لڑکا مرزا غلام مرتضیٰ کو چھوڑ کر بڈھا کے ہاں چلا آیا۔ یہاں اس کی بڑی خدمت ہوتی تھی اور اس سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ اس لئے وہ یہاں آ کر خوش ہو گیا۔ مرزا غلام مرتضیٰ کو بھی بظاہر یہ بات بھاگی کہ ایک آدمی کا بار سر سے اتر گیا۔ یہ لڑکا اگرچہ گونگا بہرا تھا لیکن ذہنی تو ای اس کے صحیح اور درست تھے۔ اشارات سے بات سمجھانے پر سمجھ جاتا تھا۔ سیٹھ بڈھا نے اسے لکھنا سکھا یا حتیٰ کہ وہ نہایت عمدہ دست خط کرنے کے قابل ہو گیا اور اشاروں اشاروں میں اسے سمجھایا گیا کہ تمہاری جائیداد پر غلام مرتضیٰ غاصبانہ قابض ہے۔ اس سے زمین کا قبضہ لینا تو تمہارے لئے مشکل ہے۔ لیکن تم اس کو بیچ دو تو تمہیں بہت سارے پیسے مل جائے گا۔ چنانچہ جب وہ لڑکا بالغ ہوا تو اس کی زمین کی فروخت کے تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے اور غوث بیگ کو طریق بیع سکھلائے گئے تاکہ وہ تحصیلدار یا رجسٹرار کو واضح طور پر محسوس کرا سکے کہ یہ اپنی زمین بیع کر رہا ہے۔

جب غوث بیگ تیار ہو گیا تو سیٹھ بڈھا کو خریدار کی تلاش ہوئی اس زمانہ میں موضع پٹی (ضلع امرتسر) کا ایک مغل اکرم بیگ نامی گوجرانوالہ میں اسٹرا اسٹنٹ تھا۔ یہ پٹی کے مغل قادیانی مغلوں کے رشتہ دار تھے۔ سیٹھ بڈھا گوجرانوالہ پہنچا اور مرزا اکرم بیگ کو زمین کی خریداری کے لئے آمادہ کیا۔ پہلے تو اس نے معذرت کی کہ اتنی بڑی جائیداد کی خریداری کے لئے میرے پاس روپیہ کہاں؟ بڈھانے کہا رقم میں ادا کروں گا اور بنتے بناتے جب چاہو ادا کر دینا۔ پھر اس نے سوال اٹھایا کہ گورداسپور میں کون آدمی جا کر قبضہ اراضی حاصل کرے گا تو بڈھانے کہا کہ: ”اس کا بھی میں ذمہ دار ہوں۔ تم بیع کے روپیہ کی ادائیگی اس وقت شروع کرنا جب تمہیں قبضہ مل جائے گا؟“ چنانچہ مرزا اکرم بیگ خریداری پر آمادہ ہو گیا اور سیٹھ نے محکمہ مال سے ملکیتی کاغذات حاصل کر کے غوث بیگ کو ساتھ لیا اور حاکم مجاز کے پاس جا کر بیع نامہ کی تکمیل کر لی۔ غوث بیگ پڑھایا ہوا تھا۔ اس نے آسانی سے حاکم مجاز کے ذہن نشین کر دیا کہ میں اپنی مملوکہ اراضی مرزا اکرم بیگ کو بیع کر رہا ہوں۔ چنانچہ بیع تکمیل پذیر ہو گئی۔

مرزا غلام مرتضیٰ بے خبر تھا۔ اسے اس وقت خبر ہوئی جب انتقام کا خنجر اس کے کلیجے میں گھس گیا تھا۔ اب کیا بنتا تھا؟ اسی فکر میں تھوڑا عرصہ جیا اور پھر ملک عدم کا راہی ہو گیا۔ مختار نامہ اکرم بیگ سے لے کر سیٹھ بڈھا اراضی کے قبضہ کا متنی ہوا تو عدالت میں دخل یابی کا دعویٰ دائر کر دیا۔ مرزا غلام احمد اور مرزا غلام قادر مدعی علیہ تھے۔ انہوں نے عدالت میں جواب دعویٰ دیا کہ غلام غوث یا غوث بیگ صرف کاغذات میں مالک ہے۔ یہ جب بے دخل و جلاوطن ہوا تو اس کی ملکیت عملاً ختم ہو چکی تھی اور صرف کاغذات کی زینت تھی۔ ہمارے باپ غلام مرتضیٰ نے اپنی ذاتی کوششوں سے اسے حاصل کیا تھا اور درحقیقت اراضی کا مالک وہ تھا اب اس کا انتقال ہو چکا ہے اور ہم اس کی جائیداد کے جائز وارث ہیں۔ لہذا غوث بیگ کاغذات کو چاٹنا پھرے اس کا زمین پر کوئی حق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مغلوں کے قادیان سے جلاوطن ہونے کے بعد دوسری اقوام مثلاً اراکین، قریشی اور جولہا بے بدستور آ باد رہے اور اراضی سے مفاد اٹھاتے رہے تھے۔ اب جب کہ مغل واپس آئے تو انگریزی حکومت نے ان اقوام کی بھی اٹک شوٹی کی اور نمبر دار انہی اقوام سے مقرر کئے تھے۔ وہ مالکوں سے مالیت وصول کرتے تھے اور وصول کر کے ہیڈ نمبر دار غلام مرتضیٰ کو دیتے تھے اور وہ خزانہ میں داخل

کرانا تھا۔ ہیڈ نمبردار کو تمام مالہ خزانہ میں جمع کرانا پڑتا تھا اور اگر وصولی سے کچھ رہ گیا ہوتا تو ہیڈ نمبردار کو اپنے پلے سے داخل خزانہ کرانا پڑتا تھا۔ مالیت کا پنجو ترہ ماتحت نمبردار وصول کر لیتے تھے اور ہیڈ نمبردار کو عموماً اپنے پلے سے کچھ روپیہ داخل خزانہ کرانا پڑتا تھا۔ جو ایک خسارہ کا معاملہ تھا۔ مرزا غلام مرتضیٰ ہیڈ نمبردار نے عدالت میں درخواست دی تھی کہ زمین کی پیداوار مالک وصول کر لیتے ہیں اور پنجو ترہ ماتحت نمبردار لے لیتے ہیں اور ہر سال خسارہ مجھے پلے سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے مجھے بھی کچھ دلایا جائے۔ گویا غلام مرتضیٰ نے تمام مالکوں کا قبضہ اراضی اور پیداوار کی وصولی اس درخواست میں تسلیم کر لی تھی۔ مدعی سیٹھ بڈھانے وہ درخواست یا اس کی مصدقہ نقل عدالت میں پیش کر کے مالکوں کے قبضہ کا ثبوت مہیا کر دیا۔ اس لئے عدالت نے قبضہ کی ڈگری بڈھا کے حق میں کر دی۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا غلام قادر پسران مرزا غلام مرتضیٰ نے اس فیصلہ کے خلاف چیف کورٹ لاہور میں اپیل کی اور مؤقف یہ اختیار کیا کہ ہم شریعت کے پابند نہیں ہیں۔ بلکہ رواج کے پابند ہیں اور ہم مغلوں کا رواج یہ ہے کہ مخصوص ضروریات کے سوا اراضی فروخت کرنے کے مجاز نہیں ہوتے اور ان ضروریات میں سے اہم ضروریات یہ ہیں۔ لڑکے کی شادی، تعلیم، ادائیگی، قرضہ وغیرہ وغیرہ! غوث بیگ کو ان ضروریات میں سے کوئی بھی ضرورت درپیش نہ تھی۔ لہذا یہ بیع اصولاً ناجائز اور خلاف قانون ہے۔ چیف کورٹ لاہور نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ یہ مؤقف کی تبدیلی بعد از وقت ہے اس کی میعاد گزر چکی ہے۔ لہذا بیع درست ہے اور مدعی قبضہ کا حقدار ہے۔ عدالت نے مزید لکھا کہ: ”دونوں عدالتوں کا خرچہ بھی بہ ذمہ مدعی علیہ ہے۔“

اس آخری فیصلہ کی اطلاع جب قادیان پہنچی اور مرزا غلام احمد کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر نے یہ فیصلہ سنا تو وہ تاب نہ لا کر زمین پر گرا اور اس کا ہارٹ فیل ہو گیا اور وہ مر گیا۔ اس کی اولاد بھی نہیں تھی۔ اس لئے یہ حصہ ہمیشہ کے لئے نسیا منیا ہو کر رہ گیا۔ باقی رہا دوسرا حصہ دار یعنی مرزا غلام احمد تو اسے بھی بے حد صدمہ ہوا اور وہ اس صدمہ کو سہا رہ گیا۔ اس کے پاس پھوٹی کوڑی نہ تھی۔ ڈگری شدہ اخراجات کہاں سے ادا کرتا؟ اس لئے وہ اندر کہیں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا اور اس وقت تک سامنے نہ آیا جب تک اداء اخراجات کا معاملہ رفع دفع نہ ہو گیا۔

مرزا اکرم بیگ پٹی مغلاں متصل لاہور کا رہنے والا تھا اور پٹی کے مغلوں کے قادیانی مغلوں سے قریب کے رشتے تھے۔ غالباً کسی نے بیچ میں پڑ کر خرچہ کا معاملہ رفع دفع کر دیا۔ ورنہ مرزا غلام احمد اداء اخراجات کا متحمل نہ تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ فائدہ ہوا کہ وہ گوشہ نشینی اور تخیلہ کے ایام میں اپنی مسیحیت و نبوت کے منصوبے بنا تا رہا اور کچھ مسودات بھی تیار کر لئے تھے۔ جب تخیلہ سے باہر آیا تو وہ بھی اپنے ساتھ لایا۔ یہی ایام تھے جب کہ براہین احمدیہ کی تیاری ہو چکی تھی اور بطور آزمائش یہ دانہ بھی پھینک دیا تھا کہ کتاب الہام الہی کے ماتحت لکھی گئی ہے۔ دراصل وہ اس سے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ایسے اعلان کو عوام کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ یہ وہ دور تھا جب کہ انگریزی استبداد نے مسلمانوں کے احساسات مضحل کر رکھے تھے اور مسلمانوں کے چیدہ چیدہ علماء پھانسی پر لٹکائے جا چکے تھے یا انہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا گیا تھا اور اسلامی تعلیمی نظام درہم برہم ہو چکا تھا اور پادری کھپ کر کھپ کر ملک کے طول و عرض میں اسلامی معتقدات کو نشانہ بنا کر جارحانہ حملے کر رہے تھے اور مرزا غلام احمد قادیانی سے انگریزی حکومت کا گلہ جوڑ ہو چکا تھا اور اسے اسلامی عقائد کے خلاف دھڑلے سے دعویٰ بازی کی کھلی چھٹی مل چکی تھی۔

قادیان کی یہ جائیداد جس کے اب وہ واحد مالک ہیں مرزا محمود نے ہمارے سامنے مرزا اکرم بیگ اکسٹرا اسٹنٹ کے پوتے سے کوڑیوں کے بھاء خریدی۔ اکرم بیگ کا پوتا ایک شرابی کبابی اور نا اہل آدمی تھا۔ مرزا محمود نے صرف پچاس ہزار روپیہ میں مرزا غوث بیگ کا حصہ خریدا اور وہ قادیان کا واحد مالک بن گیا۔ کچھ اسے اتفاقی طور پر یہ امداد بھی ہوئی کہ اس کی برادری کے بزرگ لاولد فوت ہو گئے۔ مرزا نظام الدین کا بیٹا مرزا گل محمد تھا۔ لیکن یہ بھی عملاً لاولد تھا۔ مرزا گل یتیم رہ گیا تھا جس کی پرورش ان عیاروں نے اس انداز سے کی کہ وہ کسی کام کا نہ رہا۔ میری ملاقات قادیان میں مرزا گل سے ہوئی تھی۔ اس کا کوئی مذہب نہ تھا اور وہ مرزائیوں کے ہاتھوں بے بس اور مجبور تھا جب میں قادیان پہنچا تو مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا لڑکا سلطان احمد زندہ تھا۔ مگر وہ مفلوج اور صاحب فراش تھا۔ میں خود تو قادیانی گھروں میں نہ جاسکتا تھا۔ لیکن میرے دوسرے دوست آیا جایا کرتے تھے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس نے آخر دم تک اپنے باپ کی نبوت کا انکار کیا۔ ہمارے چوہدری امام الدین کشمیری اور مولوی مہر دین کا بیان ہے کہ: ”ہم نے مرزا سلطان احمد سے مرزائیت کے متعلق دریافت کیا تو وہ آنسو بھرا لایا اور کہا کہ میں اب مردہ بدست زندہ ہوں۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں؟“ مگر اس نے باپ کی جھوٹی نبوت کا آخر تک اقرار نہیں کیا۔

مرزا غلام قادیانی کی دو شادیاں تھیں۔ پہلی شادی اپنے رشتہ داروں میں سے ایک مغل گھرانے میں ہوئی تھی۔ اس سے مرزا سلطان احمد پیدا ہوا۔ بڑا ذہین تھا۔ تحصیلدار بھرتی ہو کر ڈپٹی کمشنر بنا کر ڈھوا۔ ادبی ذہن بھی رکھتا تھا اور شعر و شاعری سے بھی اس کو دلچسپی تھی۔ میں نے خود اس کی وہ خط و کتابت پڑھی ہے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم سے ہوتی رہی تھی۔ ادبی مسائل یا قومی مسائل زیر بحث رہتے تھے۔ کئی کتابوں کا مؤلف بھی تھا اس کے دواڑ کے تھے اپنی کھیتی باڑی کی نگرانی کرتا تھا اور دوسرا سرکار انگریزی میں مجسٹریٹ تھا۔ لیکن جس ماحول میں انہوں نے آنکھ کھولی تھی ”ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد“ کا مصداق تھا۔ مرزا سلطان اکیلہ رہ گئے تھے۔ مشہور یہی تھا کہ وہ مرزائی ہو گئے ہیں۔ مرزا سلطان احمد کا ایک پوتا آئی.سی. ایس کے امتحان کی تیاری کے لئے انگلستان گیا تھا۔ مگر اس کا وہیں انگلستان میں انتقال ہو گیا اور اس کی لاش انگلستان سے میرے سامنے قادیان لائی گئی تھی۔

## لالہ ملا وائل

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں لالہ ملا وائل کا تذکرہ کیا ہے اور اسے اپنی صداقت کا گواہ ٹھہرایا ہے۔ جب میں قادیان پہنچا تو وہ زندہ تھا۔ میں نے اس کی ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ اس کا لڑکا جو اپنی انجمن آریہ سماج کا آفس سیکرٹری تھا۔ اس نے بھی میرے پاس آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ اس نے بتایا کہ لالہ صاحب بہت بوڑھے ہیں۔ زیادہ چل پھر نہیں سکتے۔ البتہ گھر سے نکل کر آہستہ آہستہ دکان پر جاتے ہیں اور عموماً فلاں وقت دکان پر رہتے ہیں۔ دوسرے دن اس دکان پر چلا گیا۔ لالہ صاحب بیٹھے تھے۔ بڑے احترام سے پیش آئے۔ مل کر بیٹھ گئے۔ پہلے تو میں مرزا قادیانی کے ابتدائی دور کے متعلق پوچھتا رہا اور وہ بتاتے رہے۔ نہایت آہستگی سے بات کرتے تھے۔ آخر میں نے مقررہ ان واقعات کے متعلق دریافت کیا جن میں مرزا قادیانی نے ملا وائل کو گواہ بنایا تھا تو اس نے سر ہلایا اور ہاتھ کے اشارہ سے انگلی ہلا کر انکار کیا اور کہا: ”غلط ہے۔ جھوٹ ہے میں نے کوئی معجزہ، کرامت نہیں دیکھی۔ اگر میں کچھ دیکھتا تو اس کے ہاتھ پر مرزائی نہ ہو جاتا؟ لالہ ملا وائل رام بڑا معقول اور مرتجاں مرچ عمر رسیدہ ہندو تھا۔“

## اکالی لیڈر سردار کھڑک سنگھ کی قادیان میں آمد

ان دنوں سکھوں میں سردار کھڑک سنگھ کا بڑا شہرہ ہو رہا تھا۔ قادیان کے نواح میں سکھوں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ گاؤں کے گاؤں سکھوں کے تھے۔ وہ لوگ مرزائیوں کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے مرزائیوں کے خلاف تھے۔ انہوں نے قادیان میں ایک روزہ سکھ کانفرنس کرنے کا اعلان کیا اور اس کی صدارت کے لئے سردار کھڑک سنگھ کا نام تجویز کیا۔ سردار صاحب بڑی شان سے قادیان آئے۔ ان کے ساتھ گیانی شیر سنگھ بھی تھے۔ قادیان میں سکھوں نے کھڑک سنگھ کا جلوس ہاتھی پر نکالا اور یہ جلوس قادیان کی گلیوں میں پھرایا گیا۔ جب جلوس مسلمانوں کے محلہ سے گزر رہا تھا تو ہم نے پھولوں کی پیتیاں نچھاور کیں اور کھڑک سنگھ زندہ باد کے نعرے لگائے۔ قادیان سے جانب مشرق فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر عظیم الشان پنڈال بنایا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں تقریباً پچاس ہزار سکھوں کی حاضری تھی۔ راقم الحروف کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی تھی۔ میں شامل ہوا۔ دن کے گیارہ بجے مجھے تقریر کرنے کو کہا گیا۔ میں نے سٹیج پر جا کر ایک مختصر تقریر کی جس کا مفہوم یہ تھا کہ پنجاب میں مسلمان، سکھ کا چولی دامن والا معاملہ ہے۔ اگر سکھ یہ خیال کریں کہ وہ مسلمانوں کو ختم کر دیں گے؟ تو یہ ان کی خام خیالی ہوگی اور اسی طرح اگر مسلمان یہ سوچیں کہ ہم سکھوں کو مٹا دیں گے؟ تو یہ بھی غلط خیال ہوگا؟ یہاں مسلمانوں نے بھی رہنا ہے اور سکھوں نے بھی رہنا ہے۔ یہ ایک الگ معاملہ ہے کہ کس انداز میں رہیں۔ اگر ہم ایک دوسرے کے ساتھ احترام، محبت اور پیار سے رہیں گے تو ہمارا وقت عمدہ بسر ہوگا اور اگر ضد و عناد ظاہر کر کے ایک دوسرے سے الجھے رہیں گے تو ہمارا وقت تلخ و بے مزہ بسر ہوگا۔ البتہ یہ مرزائی جو نہ ہمارے ہیں اور نہ تمہارے؟ اور قادیان میں ان کا ”سلوک بد“ ہم دونوں کے ساتھ ایک جیسا ہے۔ اس کے بعد میں نے مرزائیوں کی چیرہ دستیوں کے چند واقعات بیان کر کے مشورہ دیا کہ: ”ہمیں مشترک پلیٹ فارم بنا کر ان کے مظالم سے عہدہ برآ ہونا چاہئے۔“ میری اس تقریر سے سکھ بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے احرار زندہ باد کے پر جوش نعرے لگائے۔ میرے بعد سردار کھڑک سنگھ سٹیج پر آئے اور سارے کا سارا وقت مرزائیوں کی مخالفت میں صرف کر دیا اور اپنے قومی سکھی مسائل پر ایک لفظ تک نہ کہا اور آخر میں اعلان کیا کہ: ”میں مرزائیوں کو وارننگ دیتا ہوں کہ اگر اس کے بعد مجھے کوئی شکایت پہنچی؟ تو میں ان کے ہشتی مقبرہ کو بنیاد سے اکھیڑ کر دریائے بیاس میں بہا دوں گا۔“

مرزائی پہلے تو مصلحتاً چپ رہے۔ ان کے جلسہ یا جلوس کے خلاف کوئی احتجاج یا واویلا نہ کیا۔ لیکن جلسہ خوب کر کے جب ہم اپنے گھروں کو واپس آئے تو شام سے پہلے ایک اشتہار تقسیم ہوا جو غالباً کھڑک سنگھ کی آمد کے بعد لکھا گیا تھا۔ پریس تو ان کا اپنا ہی تھا۔ اسی وقت چھپ کر تقسیم ہوا۔ جس میں واویلا تھا کہ احراری مقرر نے سکھوں کو بھڑکا دیا ہے اور کھڑک سنگھ نے یہ کہا وہ کہا اور پھر کئی دن تک مرزائیوں کے اخبار الفضل میں واویلا ہوتا رہا۔“

## ماسٹر تاج الدین انصاری

موصوف لدھیانہ کے رہنے والے پارچہ باف شیخ انصاری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ جماعت میں بڑے جوڑ توڑ کے آدمی تھے۔ بقول چوہدری افضل حق سوکھی مٹی سے محل تعمیر کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ بہت عمدہ لکھتے تھے اور بر محل بولنے کے بڑے مشاق تھے۔ جماعت سے اخلاص ان کی مٹی کا خمیر تھا۔ چوہدری افضل حق مرحوم فرماتے ہیں: ”میں نے ماسٹر تاج الدین کو کام

کے لحاظ سے محنتی چھوٹی اور تندرکے لحاظ سے دشمن کوتاروں میں الجھا کر مارنے والی مکڑی پایا۔“

کام کی اہمیت کے پیش نظر جماعت نے میری امداد کے لئے انہیں قادیان بھیج دیا اور وہ کوئی دو برس تک قادیان میں رہ کر میری معاونت کرتے رہے۔ انہوں نے قادیان آ کر میری بھرپور امداد کی۔ مگر کبھی لیڈر یا معتبر بننے کی کوشش نہ کی۔ ہر کام میں وہ میرے اصرار کے باوجود آگے نہ آتے تھے۔ بلکہ ہر کام میں مجھے آگے کرتے تھے۔

## مرزائی خاتون مس فیض کا واقعہ

یہ وہ زمانہ تھا جب ہم نے ایک بڑی حویلی جو ایک ہندو کی مملوکہ تھی حاصل کر رکھی تھی جس میں دفتر بھی تھا۔ ایک پرائمری سکول جامعہ محمدیہ کے نام سے ہم نے جاری کر رکھا تھا۔ قادیان میں رہنے والے مسلمانوں کے بچے اس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ زانسانخانہ الگ تھا اور مردانہ بیٹھک الگ تھی۔ مکان اتنا وسیع تھا کہ (مشہور مرزائی ماہر تعلیم و تبلیغ) شیخ عبدالرحمن مصری کے ہمارے پاس آ جانے کے زمانہ میں ہم نے شیخ مصری کے لڑکے مبارک احمد کے نام پر اس میں ایک چھوٹی سی ڈیوٹنگ فیلٹری بھی جاری کی ہوئی تھی۔

ایک دن میں مردانہ بیٹھک میں دوپہر کے وقت لیٹا ہوا تھا۔ یہ بیٹھک دوسری منزل پر تھی اور اس تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں ایک دن میں مردانہ بیٹھک میں دوپہر کے وقت لیٹا ہوا تھا۔ یہ بیٹھک دوسری منزل پر تھی اور اس تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں زانسانخانہ سے الگ تھیں اور باہر سے آنے والا ان سیڑھیوں کے ذریعہ یعنی زانسانخانہ سے درے ہم تک پہنچ سکتا تھا۔ ہوا یہ کہ سیڑھیوں سے چڑھتے آدی کے پاؤں کی کھسکھاہٹ میرے کانوں تک پہنچی تو میں نے سوچا کہ یہ کون ہے جو اس وقت میری جانب آ رہا ہے۔ کیونکہ یہ دفتر کا وقت نہ تھا۔ میں اسی تصور میں تھا کہ ایک خاتون سیاہ برقع کندھوں پر ڈالے نمودار ہوئی۔ اس عورت کی اٹھتی جوانی تو نہ تھی بلکہ وہ تکمیل مرحلہ سے ذرہ متجاوز ہو رہی تھی۔ مگر نقش و نگار کی شوخی میں کسی کمی کے ابھی کوئی آثار نہ تھے۔ قدرت نے اسے اپنی صناعت کے عمدہ سانچے میں ڈھال رکھا تھا۔ میانہ قد، گلابی خدو خال، جاذوبیت کی بے پناہ قوت اپنے اندر سموئی ہوئی تھی۔ میں حیران ہوا یہ کیا ماجرا ہے؟

کوئی آزمائش ہے؟ یا فریب قادیانیت؟ میں چارپائی پر لیٹا تھا اور پاس ہی کرسی پڑی تھی۔ گو میں حیرت زدہ تھا۔ لیکن ہوش و حواس قائم تھے۔ میں نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گئی اور چپ تھی۔ میں نے کہا: ”بی بی تم کون ہو؟ اور بے وقت یہاں کیسے آئی ہو؟“ وہ ذرا تھم تھم کر گویا ہوئی۔ چہرہ پر گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ انداز پتہ دے رہے تھے کہ وہ کسی اہم کام کے سلسلہ میں یہاں آئی ہے۔ اس نے بھڑائی ہوئی آواز میں کہا: ”میں ایک احمدی مصیبت زدہ عورت ہوں اور امداد کے لئے بڑی توقعات لے

کر آئی ہوں۔ میرا نام مس فیض ہے۔ قادیان کا بچہ بچہ مجھے جانتا ہے۔ میں نے کہا میں تو احمدیوں کا دشمن ہوں۔ ایک احمدی کو مجھ سے کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اس نے جواباً کہا۔ مجھے علم ہے آپ احمدیوں کے دشمن ہیں۔ مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ باوجود احمدیوں کے دشمن ہونے کے رحم دل بھی ہیں۔ آپ کے دل میں خدا کا خوف بھی ہے۔ آپ کے یہ اوصاف مجھے یہاں لے آئے ہیں اور متوقع ہوں کہ مجھ سے ضرور آپ ہمدردی فرمائیں گے۔“ میں نے کہا اچھا بی بی! بتاؤ کیا تکلیف ہے؟ جہاں تک میرا بس چلا تو ضرور تمہاری ہمدردی ہوگی۔ اس نے کہا میرا چھوٹا بھائی جو ناز و نعم کا پلا ہوا ہے اور ابھی پندرہ سولہ سال کے پیٹے میں ہے خلیفہ صاحب کے حکم سے کسی بناوٹی فوجداری کیس میں جیل بھیج دیا گیا ہے اور کل سے بیٹالہ میں جیل کی کال کوٹھڑی میں بند ہے۔ میں حیران پریشان ہوں کہ اس پر کیا گزر رہی ہوگی؟ اس امداد کی غرض سے آئی ہوں۔ میں نے کہا اب تم چلی جاؤ۔ کل بیٹالہ کچھری میں ہمارے آدی موجود ہوں گے۔ جو ضمانت



دے کر اسے جیل سے باہر نکال لائیں گے۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنے آدمیوں کو بلایا اور مس فیض کا اتا پتالیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ قادیان کی خوبصورت ترین عورت خیال کی جاتی ہے اور زندگی بھر خلیفہ محمود کی منظور نظر رہی ہے۔ شاید اس کی خلیفہ سے کسی معاملہ میں ان بن ہو گئی ہے اور خلیفہ نے اس کے بھائی کو کسی جھوٹے الزام میں جیل بھجوا دیا ہے اور اس وقت واقعی بڑی دکھتا ہے۔ آپ مناسب خیال کریں اور اس کی امداد میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ میں نے دو آدمی ضمانت کے لئے تیار کر کے ہٹالہ کچھری میں مولوی غلام حیدر وکیل کے پاس بھیج دیئے اور وہ لڑکے کو جیل سے ضمانت پر رہا کروا کر لے آئے۔

### میرا اپنا مقدمہ

لائل پور میں ایک بزرگ حکیم نور الدین تھے۔ ان کے صاحبزادہ میر عبدالقیوم ایڈووکیٹ پیروی مقدمہ کے لئے تمام تاریخوں پر کچھری میں حاضر رہے۔ میر عبدالقیوم بڑے پایہ کے قانون دان تھے۔ قومی کاموں میں بڑا حصہ لیتے اور نادار لوگوں کے مقدمات کی مفت پیروی کر دیتے تھے۔ ہمارے ساتھ ان کا بڑا رابطہ تھا۔ اب دونوں باپ بیٹا رہی ملک عدم ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ میرا مقدمہ چھ ماہ تک رہا۔ تین سال قید با مشقت کی سزا ہوئی۔ مجسٹریٹ نے بی کلاس کی سفارش کی۔ مگر مرزائیوں کی کوشش سے بی کلاس منسوخ ہو گئی اور باقی قیدی کلاس میں پوری کی گئی۔ میاں قمر الدین مرحوم رئیس اچھرہ نے ایک ہندو وکیل سہنی کے ذریعہ اپیل کی۔ بقیہ قید تو معاف ہو گئی مگر ڈیڑھ سال مجھے جیل میں رہنا پڑا۔ میری عدم موجودگی میں میری بیوی قادیان میں نہایت ہمت و استقلال کے ساتھ قیام پذیر رہی۔ لوگ اچھے تھے اسے ضروریات زندگی مہیا کرتے تھے اور وہ صبر و شکر سے اللہ کا نام لے کر قادیان میں ٹھہری رہی۔ ایک دفعہ جیل میں مجھے اپنڈینٹس ہو گیا تھا تو میری بیوی قادیان سے اپنے بچے سمیت مجھے دیکھنے آئی۔ تھوڑی دیر بچہ میری گود میں کھیلتا رہا اور پھر وہ قادیان واپس چلی گئی۔ وہ حکیم نور الدین مرحوم کے ہاں ٹھہری تھی۔ اپیل پر رہائی کے بعد میں پھر قادیان آ گیا۔ ہٹالہ کے احباب نے بڑا استقبالی جلوس نکالا تھا۔ جب قادیان پہنچا تو ریلوے اسٹیشن پر پیشوائی کے لئے ساری جماعت موجود تھی۔ ڈیڑھ سال کے بعد واپس قادیان آیا اور اللہ کا نام لے کر دوبارہ کام شروع کر دیا۔

میں نے قادیان کے قیام کے دوران شادی کی تھی۔ تین بچے پیدا ہوئے۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی۔ ان سب کی پیدائش قادیان میں ہوئی۔ بڑے لڑکے کا نام کرامت اللہ ہے۔ یہ نام سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تجویز کیا تھا۔ دوسرا لڑکا ڈاکٹر علامہ اقبال کی وفات کے دن پیدا ہوا تھا۔ اس نسبت سے میں نے اس کا نام فرخ اقبال رکھا۔ اس نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ ایڈ کیا ہے اور ہائی سکول چکڑالہ میں سینئر انٹرش ٹیچر ہے۔ اس سے بڑا لڑکا کرامت اللہ سکندر آباد فیکٹری میں الیکٹریشن ہے۔ لڑکی شادی شدہ تین بچوں کی ماں ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک!

(۱۳۷۱) عنایت اللہ سوہدروی، جناب حکیم

(پیدائش: ستمبر ۱۹۱۱ء ..... وفات: ۹ دسمبر ۱۹۹۴ء)

گوراسرخی ماہل رنگ، بھر بھر اچھا اور گٹھا ہوا موزوں جسم، آنکھوں پر نظر کی عینک چڑھی ہوئی، ناک نقشہ توازن کے دلکش

دائرے کے اندر، پورا قند، خوشی سفید داڑھی میں سیاہ بالوں کی آمیزش، سر پر قرآنی ٹوپی، سفید لٹھے کی شلوار اور شیروانی زیب تن، بڑے وجہہ اور خوب رویہ تھے۔ جناب حکیم عنایت اللہ سوہدروی ابتدائی تعلیم مولانا غلام نبی سے حاصل کی۔ میٹرک جو ملی ہائی سکول وزیر آباد سے کیا۔ وزیر آباد سے سوہدرہ پانچ میل کے فاصلے پر ہے اور حکیم صاحب آمدورفت کا دس میل کا یہ فاصلہ روزانہ پیدا ملے کرتے تھے۔ مولانا ظفر علی خاں کا گاؤں ”کرم آباد“ سوہدرہ کے قریب ہے۔ آہستہ آہستہ حکیم صاحب کے مولانا ظفر علی خاں سے بھی تعلقات پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس کر چکے تو مولانا ظفر علی خاں نے ان کو علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طبیبہ کالج میں داخل ہو گئے اور وہاں تعلیم طب کا پانچ سالہ نصاب مکمل کیا۔ علی گڑھ کے ماحول اور انداز تعلیم سے اثر پذیر ہو کر انہوں نے سیاسیات میں بھی دلچسپی لینا شروع کر دی اور تقریر و خطابت کے جوہر بھی بے دار ہونے لگے۔ چنانچہ ان دنوں دہلی میں آل انڈیا طبیبہ کالج کا ایک مباحثہ ہوا، جس میں حکیم صاحب نے بھی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طالب علم کی حیثیت سے شرکت کی اور اول نمبر پر آئے، جس کے نتیجے میں گولڈ میڈل کے مستحق قرار پائے۔

حکیم صاحب کا مذہبی جذبہ بڑا تیز تھا اور اسلام سے سچی محبت ان کے رگ و پے میں رچی ہوئی تھی جن لوگوں سے وہ اظہار بے زاری کرتے تھے۔ ان میں قادیانی بھی شامل تھے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ اس زمانے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی طبیبہ کالج کا پرنسپل قادیانی تھا جس کا نام عطاء اللہ بٹ تھا۔ حکیم نور الدین کے بیٹے عبدالسلام عمر بھی ان دنوں یونیورسٹی میں مقیم تھے۔ چودھری ظفر اللہ اس وقت وائسرائے کونسل کے ممبر تھے اور اپنے عہدے کی بناء پر بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔ تقسیم اسناد کے جلسے کا موقع آیا تو مہمان خصوصی کے طور پر چودھری ظفر اللہ کو بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس پر حکیم عنایت اللہ نے اور ان کے ہم خیال لوگ پھر گئے اور ایک ہنگامہ پیا کر دیا۔ حکیم صاحب پنجاب آئے، مولانا ثناء اللہ امرتسری سے ملاقات کی۔ مولانا ظفر علی خاں کو صورت حال سے آگاہ کیا اور علامہ اقبال سے ملے اور معاملے کی نزاکت ان کے گوش گزار کی۔ پھر دہلی آئے اور جمعیتہ علمائے ہند کے اکابر علماء سے رابطہ پیدا کیا اور اخبار ”الجمعیۃ“ میں چودھری ظفر اللہ کے خلاف ادارہ لکھوایا۔ لاہور میں اخبار ”زمیندار“ نے بھی یونیورسٹی کے ارباب انتظام کے فیصلے کی شدید مخالفت کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یونیورسٹی کے اصحاب اختیار کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا اور چودھری ظفر اللہ کو جو دعوت دی گئی تھی، وہ واپس لینا پڑی۔ پھر یہ ہوا کہ چند روز کے بعد یونیورسٹی کے طلباء اور بعض اساتذہ سے مل کر قادیانیوں کے خلاف ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا، جس میں مولانا ظفر علی خاں اور سید عطاء اللہ بخاری کو دعوت دی گئی اور ان سے تقریریں کرائی گئیں۔ یہ جلسہ پر نہایت کامیاب رہا اور اس کے بعد قادیانیوں کو یونیورسٹی میں زور آزمائی کی جرأت نہ ہوئی۔ (مولانا محمد اسحاق بھٹی)

## (۱۳۷۲) عنایت اللہ (لاہور)، مولانا

دارالعلوم امچھرہ لاہور کے مولانا عنایت اللہ صاحب نے یہ رسالہ ”کیا مرزائے قادیانی عورت تھی“ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو

مرتب کیا جو اب احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۳۷۳) عنایت الہی سہارنپوری، مولانا

(وفات: ۳ دسمبر ۱۹۲۸ء)

مولانا عنایت الہی سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ ابتداء تا دورہ حدیث مظاہر العلوم سے ہی استفادہ کیا۔ فراغت کے بعد ۱۲۸۹ھ میں معین مدرس مقرر ہوئے اور اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ بہت جلد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ ۱۲۹۸ھ میں استاذ حدیث مقرر ہوئے اور ۱۳۲۳ھ سے تادم حیات مدرسہ کا اہتمام آپ کے سپرد رہا۔ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ کو واصل بحق ہو کر حاجی شاہ قبرستان سہارنپور میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے متعلق ایک فتویٰ پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۰۸)

## (۱۳۷۴) عنایت علی دنیا پوری، مولانا صوفی

(وفات: دسمبر ۲۰۰۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیا پور ضلع لودھراں کے امیر اور معروف سماجی شخصیت محترم صوفی عنایت علی صاحب ہوشیار پوری راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد دنیا پور چک نمبر ۶ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ موصوف نے ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی، پھر فیصل آباد چلے گئے۔ وہاں ہی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر دنیا پور شہر آ کر کاروبار شروع کیا۔ بہت ہی مجاہد، انتھک، محنتی اور مخلص رہنا تھے۔ مقامی طور پر مساجد و مدارس کا انتظام و انصرام خدمت گزاری، سماجی طور پر غریب عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کوشش ان کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ اس معاشرہ میں مظلوم کی زندگی اجیرن بنا دی گئی ہے۔ محترم صوفی صاحب نے ہر مظلوم کی اعانت کو اپنا فرض سمجھ کر اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ اس سے آپ کو حق تعالیٰ نے ہر دلچیز شخصیت بنا دیا تھا۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی مساعی آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کے وجود سے قادیانیت تھرتی تھی۔ آپ کا نام سن کر قادیانیوں کو سانپ سونگھ جایا کرتا تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانیوں کے خلاف مثالی خدمات انجام دیں۔ دن رات ایک کر کے عوام کی ذہن سازی کی۔ قادیانیوں کے خلاف جلوس نکالے۔ قادیانی ان دنوں شوخ و گستاخ گھوڑے کی طرح پشت پر ہاتھ نہیں پڑنے دیتے تھے۔ دنیا پور تھانہ میں تھانیدار تلنگا مزاج تھا۔ جس پر کریرا اور نیم چڑھا کی مثال صادق آتی تھی۔ قادیانی جماعت اور تھانیدار نے مل کر سازش تیار کی کہ پر امن جلوس پر تشدد کیا جائے۔ یا ان کو اتنا ہراساں کیا جائے کہ قادیانیوں کے خلاف جلوس نکلنے بند ہو جائیں۔ دیہاتی ماحول، جلوس کے شرکاء کی گرفتاری عمل میں آئی ساتھ کے قریب شرکاء گرفتار ہوئے۔ تھانہ کی حوالات کا کمرہ اتنا تنگ تھا کہ ساٹھ آدمی کھڑے بھی نہ ہو سکتے تھے۔ ان سب کو کمرہ میں پریس کر کے کھڑا کر دیا گیا۔ بڑی مشکل سے دروازہ بند ہوا۔ اتنے چھوٹے کمرہ میں اتنے زیادہ آدمیوں کے باعث تمام شرکاء کو رات کھڑے ہو کر گزارنی پڑی۔ صبح قادیانی زمیندار کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ تھانیدار بھی ان کے ساتھ اکڑنوں کرتا آ بیٹھا۔ ایک ایک آدمی کو نکالتے تھانیدار ”پولسیا زبان“ اور ڈرا دھکا کر تھانہ سے بھگا دیتا۔ صوفی صاحب کی باری آئی تو باہر نکلتے ہی تھانیدار کے سر ہو گئے۔ ہم عاشق رسول ہیں، تم قادیانیوں کے ایجنٹ ہو، شرم نہیں آتی، قادیانیوں کو تم نے کرسی پر بٹھا رکھا ہے۔ بغیر ایف۔ آئی۔ آر کے ساری رات غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا۔ ہمارا جلوس قانون کے دائرہ میں تھا۔ تم نے غیر قانونی حرکت کی۔ آپ کی لکار پر قادیانی تو نودو گیا رہ ہو گئے۔ تھانیدار کی ہوائیاں اڑنے لگیں۔

انتاع قادیانیت آرڈیننس کی رو سے قادیانی اسلامی اصطلاحات و شعائر کا استعمال نہیں کر سکتے، لیکن قادیانیوں نے اس آرڈیننس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے مکانوں، دکانوں پر آیات قرآنی اور کلمات طیبہ لکھنا شروع کیا۔ چوہدری عنایت علی نے کئی مرتبہ انتظامیہ کو درخواستیں دیں، لیکن پولیس کے کانوں پر جوں تک نہ رہتی، دنیا پور پولیس آج کل پر ثرخانی رہی۔ چوہدری عنایت علی بہاول پور تشریف لائے اور وہاں کے مبلغ مولانا محمد اسماعیل صاحب کو دنیا پور پولیس کی عدم توجہی کی شکایت کی۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر آپ ہمت کریں تو کلمات طیبہ اور آیات قرآنی محفوظ ہو سکتے ہیں۔ چوہدری صاحب نے کہا ان شاء اللہ العزیز ہمت کروں گا۔ وہ ایم آر ڈی کا دور تھا۔ جناب نواز ابدہ نصر اللہ خان، مولانا فضل الرحمن، جناب اصغر خان مرکزی راہنماؤں میں سے تھے۔ مولانا نے اشتہار چھپوا کر بھجوانے کا کہا کہ اشتہار بعد میں لگیں گے اور کلمات طیبہ پہلے محفوظ ہو جائیں گے۔ چوہدری صاحب آمادہ ہو گئے، مولانا نے اشتہار چھپوا دیا: ”دنیا پور انتظامیہ کی نااہلی، سستی، کاہلی اور قادیانیت نوازی کے خلاف ”احتجاجی جلسہ“ مقررین: نواز ابدہ نصر اللہ خان، مولانا فضل الرحمن، جناب اصغر خان، مولانا اللہ وسایا مدظلہ، منجانب: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول پور زون (دنیا پور)“ مولانا محمد اسماعیل نے اشتہار بھجوائے۔ صوفی عنایت علی نے رات کو لگوادئے۔ صبح کی نماز کے بعد ایس ایچ او پولیس نے چوہدری صاحب کا دروازہ کھٹکھٹایا چوہدری صاحب باہر آئے تو تھانیدار نے کہا کہ چوہدری تو نے ہائر اتھارٹی کے سامنے میری ناک کٹوا دی۔ چوہدری صاحب نے جواب میں کہا کہ: یہ پروگرام میرا نہیں بلکہ میری ہائر اتھارٹی نے رکھا ہے، جو ملتوی نہیں کیا جاسکتا اور مدعوین بھی اتنی بڑی شخصیات ہیں جنہیں روکا نہیں جاسکتا۔ تھانے دار نے بہت منت سماجت کی اور جہاں جہاں کلمات طیبہ اور آیات قرآنی لکھے ہوئے تھے محفوظ کرادیئے۔

غرض قانونی طور پر قادیانیوں کا تعاقب، مقدمات کی پیروی آپ نے جاری رکھی۔ قادیانی مریل گھوڑے کی طرح دم خم سے عاری ہو گئے۔ صوفی صاحب مرحوم بہت ہی خوبیوں کے انسان تھے۔ انسان دوست تھے۔ شرافت و سادگی کا پیکر تھے۔ حق تعالیٰ مغفرت کرے۔ بہت بڑا جنازہ ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جاندھری مدظلہ جنازہ و تدفین میں شریک ہوئے۔

## (۱۳۷۵) عیسیٰ انگویا (وزیر داخلہ افریقہ)، جناب

مالی افریقہ کے وزیر داخلہ جناب عیسیٰ انگویا عقیدہ ختم نبوت سے متعلق رقمطراز ہیں کہ: ”الحمد للہ! ہم مسلمان ہیں اور ہمارا ملک بھی اسلامی ہے۔ ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے پہلی صدی ہجری میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جانثار اور مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے دست حق پر اسلام قبول کیا اور اس وقت سے جو نور اسلام اس علاقے میں پھیلا ہے۔ الحمد للہ! اب تک قائم ہے۔ الحمد للہ! ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا ملک غریب ضرور ہے۔ لیکن ہم دین اسلام پر جان دے سکتے ہیں۔ لیکن کسی لالچ یا مفادات کی وجہ سے اپنے دین کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین کو قبول نہیں کر سکتے۔ ہم نے عیسائیت کی بڑی بڑی پیشکشوں اور لالچ کو قبول نہیں کیا تو قادیانیوں کو، جو عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ کس طرح قبول کریں گے؟“

(ہفت روزہ بکیر مورخہ ۸ مارچ ۱۹۹۰ء)

## (۱۳۷۶) عین القضاة (لکھنؤ فرنگی محلی)، مولانا

(وفات: ۱۹۲۵ء)

مولانا عین القضاة، مولانا محمد وزیر بن محمد جعفر حسینی نقشبندی حیدرآبادی کے صاحبزادہ تھے۔ اپنے والد گرامی اور مولانا عبدالحی لکھنوی بن عبدالحلیم لکھنوی سے تعلیم حاصل کی۔ آپ نامور عالم دین تھے۔ آپ نے شرح ہدایت الحکمت پر طویل حاشیہ لکھا۔ آپ نے سورت کے مولانا موسیٰ جی ترکیسری سے نقشبندیہ میں بیعت کی۔ پھر لکھنؤ تشریف لائے۔ حرین شریفین میں دو سال قیام کیا۔ واپسی پر مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کی بنیاد رکھی۔

مولانا عین القضاة نے ملعون قادیان کو بھی اپنے دور میں آڑے ہاتھوں لیا۔ مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔ مرزا کو ایسی پٹخیاں دیں جس سے وہ نیم جان ہو گیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے دعوت قوم کتاب مشمولہ انجام آتھم کے ص ۷۰، نمبر ۲۷ پر مولانا عین القضاة کو اپنے مخالفین، علماء و مشائخ میں شمار کر کے مبالغہ کے لئے چیلنج دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملعون قادیان کے پاؤں کے نیچے جن حضرات نے آگ جلائی تھی ان میں آپ بھی شامل تھے۔

(ع)

## (۱۳۷۷) غازی احمد (اٹک)، جناب پروفیسر

پروفیسر غازی احمد (سابق کرشن لعل) جنہیں حضور نبی کریم ﷺ نے عالم خواب میں خود اپنے دست مبارک پر مسلمان کیا اور نہایت شفقت فرماتے ہوئے اپنے سینہ مبارک سے لگایا۔ ان کی زبانی ایمان پرورد واقعہ سینے: ”آج سے دس بارہ سال قبل پنجاب یونیورسٹی لاہور نے بی۔ اے کے امتحانات کے سلسلے میں مجھے تعلیم الاسلام کالج ربوہ (چناب نگر) میں ناظم امتحان مقرر کیا۔ بیس پچیس دن ربوہ (چناب نگر) کالج میں میرا قیام رہا۔ ایک اتوار کوچھٹی کے دن میں نے مرزا ناصر احمد سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ دفتر میں گیا اور ملاقاتیوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرایا۔ میرا تیسواں نمبر تھا۔ میں نے ناظم ملاقات سے کہا: ”اگر ممکن ہو تو جلد ملاقات کرادیں مجھے تو امتحان کے سلسلے میں کام کرنا ہے۔“ انہوں نے میرے متعلق مرزا ناصر کو فون پر بتایا۔ ناصر صاحب نے کہا کہ: ”ان کا نام دوسرے نمبر پر درج کر دیں۔“ پہلے نمبر پر ڈاکٹر عبدالسلام تھے۔ ملاقات شروع ہوئی تو ڈاکٹر عبدالسلام تقریباً نصف گھنٹہ تک جو گفتگو رہے۔ ان کے بعد میری باری آئی۔ مرزا ناصر دوسری منزل پر تھا۔ میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا۔ مرزا ناصر نے دروازے میں آ کر میرا استقبال کیا۔ علیک سلیک کے بعد گفتگو کا آغاز ہوا۔ مرزا ناصر نے کہا: ”پتا چلا ہے کہ آپ نے ہندو دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔“ میں نے کہا: ”جی ہاں! آپ درست فرماتے ہیں۔ میں واقعی ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا تھا اور رب العزت نے مجھے اسلام کی نعمت سے نوازا۔“

مرزانا صرنے کہا: ”مجھے یہ بھی پتا چلا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عالم روایا میں آپ کو اسلام سے مشرف فرمایا۔“

”جی ہاں! آپ کی معلومات بالکل درست ہیں۔ میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا ہے۔“

مرزانا صرنے مسرت کا اظہار فرمایا اور کہا: ”واقعی آپ بڑے خوش قسمت انسان ہیں۔ بلکہ میں کہوں گا کہ آپ تو اسلام کی صداقت کی دلیل ہیں۔“

مرزانا صر میرے قبول اسلام کی تفصیلات دریافت کرتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ تقریباً نصف گھنٹہ اسی گفتگو میں گزر گیا تو میں نے کہا: ”جناب! کافی وقت گزر چکا ہے، نیچے بہت سے ملاقاتی آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ میں رخصت چاہتا ہوں۔ البتہ اگر مناسب خیال کریں اور گستاخی نہ سمجھیں تو ایک طالب علم کی حیثیت سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔“ مرزانا صرنے خوش دلی سے اجازت دے دی۔

جیسا کہ جناب کو بھی معلوم ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے مجھے مشرف باسلام فرمایا اور بمصداق حدیث: ”هَسْبُ رَانِي فِي الْاٰمَنَامِ فَقَدْ رَانِي“ (یعنی جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اس نے میری ذات ہی کو دیکھا) میرا ایمان ہے کہ میں نے رسول مکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی سے دین اخذ کیا ہے اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ جو عقیدہ اور مسلک میں نے اپنایا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی رضائے عالیہ کے مطابق ہے۔

آپ حضرات کا سلسلہ نبوت کا سلسلہ ہے۔ اگر آپ کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں درست ہوتا تو نبی اکرم ﷺ مجھے اسلام سے مشرف فرمانے کے بعد ہدایت فرمادیتے کہ: ”اب تم مسلمان تو ہو چکے ہو، تکمیل دین کے لئے قادیان چلے جاؤ۔“ بحیثیت نبی آپ ﷺ کے لئے ضروری تھا کہ مرزا قادیانی کی نبوت کو نظر انداز نہ فرماتے۔ مگر حضور ﷺ نے مرزا صاحب کی نبوت کو قطعاً نظر انداز فرمادیا۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا سلسلہ نبوت عند اللہ وعند الرسول درست نہیں۔ بلکہ یہ نبوت، نبوت کا ذبہ کے زمرے میں آتی ہے۔

مرزانا صرنے سوال سن کر فرمایا: ”یہ سوال میری زندگی میں پہلی بار پیش کیا گیا ہے۔ آپ کے سوال کی معقولیت میں شک نہیں۔ مگر ملاقاتی کافی بیٹھے ہیں۔ پھر کسی ملاقات میں اس کا جواب دوں گا۔“

میں نے عرض کیا: ”مجھے ایک بات اور دریافت کرنا ہے۔ میں نے مرزا قادیانی کی تحریر پڑھی ہے کہ میں اور میری جماعت کے افراد فقہی مسلک میں امام ابوحنیفہ کے پیروکار ہیں۔ ناصر صاحب میں بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔“

مرزانا صرنے اظہار مسرت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ: ”مرزا قادیانی تو آپ کے خیال کے مطابق منصب نبوت پر سرفراز تھے۔ کیا یہ امر منصب نبوت کے شایان شان ہے کہ ایک نبی ایک امتی کے فقہی مسلک کا پیروکار اور مقلد ہو؟ کیا یہ مقام نبوت کی توہین نہیں؟“

مرزانا صرنے فرمایا: ”اس سوال کا جواب بھی کسی دوسری مجلس میں تفصیل کے ساتھ دوں گا۔“

میں نے مرزانا صر سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے رخصت کیا۔ جب میں سیڑھیاں اتر رہا تھا تو ختم نبوت پر میرے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا کہ واقعی حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کا لایا ہوا دین کامل، مکمل اور

اکمل ہے۔ کسی نئے تکمیل کنندہ کی قطعاً نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کی نبوت کا ذبہ ہوگی۔  
(من الظلمات الی النور، مصنفہ: پروفیسر غازی احمد)

## (۱۳۷۸) غازی منجم (راولپنڈی)، جناب

موصوف خود کو پاکستان نجوم سوسائٹی کا صدر اور غازی نجوم کالج کا پرنسپل قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۸۵ء میں ”قادیانی نبی اور غازی منجم“ کے نام پر کتاب لکھی جس میں سیاروں کی روشنی میں مرزا قادیانی کی نبوت کو باطل قرار دیا۔ علم نجوم خود ناقابل اعتبار بلکہ مردود ہے۔ یہی حال ملعون قادیان کا ہے۔

## (۱۳۷۹) غریب شاہ، جناب سید

ایک گننام خط قادیان کے مسلمانوں کی مدد کے لئے مجلس احرار کے دفتر لاہور آیا۔ یہاں سے دو گننام کارکن غریب شاہ اور حبیب الرحمن وہاں کے حالات کی رپورٹ لینے کے لئے قادیان گئے۔ یہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء کی بات ہے۔ ان جنینیوں کو قادیانیوں نے بے دریغ مارا۔ خاص کر غریب شاہ کی حالت غیر ہو گئی۔ جیسے کیسے وہ لاہور آئے۔ علاج ہوا۔ صحت بحال ہوئی۔ رپورٹ انہوں نے مرتب کی جو احرار رہنماؤں نے کئی ماہ کے غور و خوض کے بعد قادیان میں کام کرنے کا فیصلہ کیا۔  
(کاروان احرار ج ۱ ص ۳۷۷)

”اس کے بعد ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء کو مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی پہلی بار قادیان تشریف لے گئے۔ خطاب کیا۔ احرار کا یونٹ قادیان میں قائم کیا۔ بٹالہ گورداسپور پٹھان کوٹ کے رفقاء بھی پہنچے۔“  
(کاروان احرار ج ۱ ص ۳۷۵)

## (۱۳۸۰) غضنفر علی شاہ (کرمانوالہ شریف)، صاحبزادہ پیر سید

آپ خانقاہ کرمانوالہ ضلع اوکاڑہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے نیکانہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”قادیانیت کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دینے اور کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے یہودی اور انگریزوں نے اس فتنہ خبیثہ ورذیلہ کو پروان چڑھایا۔ قادیانیت کو عہدے سے سنبھالا دیا ہے اور ایک منظم و شاطر چال کے ذریعے مسلمانوں کے باہمی اتحاد و جذبہ جہاد سے اس ناپاک سازش کو ناکام بنانا ہوگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا امت مسلمہ پر یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے تحریک ختم نبوت کی بنیاد رکھتے ہوئے پوری امت کو ناموس ختم نبوت و ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے جینا اور مرنا سکھا دیا۔ ان کا عزم تھا کہ ناموس مصطفوی ﷺ کے خلاف اٹھنے والے کسی بھی فتنہ کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ ان شاء اللہ! قادیانیت کو تاریخی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

(ہفت روزہ لولاک مؤرخہ ۱۲/۱۲/۱۹۹۰ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص ۷۲)

## (۱۳۸۱) غفور احمد (کراچی)، جناب پروفیسر

(ولادت: ۲۶/جون/۱۹۲۶ء ..... وفات: ۲۶/دسمبر/۲۰۱۲ء)

جناب پروفیسر غفور احمد صاحب انڈیا بریلی میں پیدا ہوئے۔ آگرہ، لکھنؤ کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔ اسلامیہ کالج

لکھنؤ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی میں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس انسٹی ٹیوٹ اور اردو کالج میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ پارلیمنٹ میں جماعت اسلامی کے پارلیمانی لیڈر تھے۔ تب ۱۹۷۳ء میں قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ جناب پروفیسر غفور احمد صاحب آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی طرف سے حکومت پاکستان کے ساتھ مذاکراتی ٹیم کے ممبر تھے۔ پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی قادیانی مسئلہ کے حل کے لئے جو تمام ممبران پر مشتمل تھی۔ اس کے اجلاسوں کی صدارت جناب صاحبزادہ فاروق علی خان سپیکر قومی اسمبلی، مس اشرف خاتون عباسی ڈپٹی سپیکر اور پروفیسر غفور احمد صاحب کرتے تھے۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں قومی اتحاد کے صدر مفکر اسلام مولانا مفتی محمود تھے اور سیکرٹری جمعیۃ علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل جناب محمد رفیق باجوہ تھے۔ تب رفیق باجوہ کی بھٹو صاحب سے ایک خفیہ ملاقات کا سیکنڈل سامنے آیا تو قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتوں نے باجوہ صاحب کو چلتا کیا۔ ان کی جگہ پروفیسر غفور احمد صاحب قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ قومی اتحاد سے جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے مذاکرات کا ڈول ڈالا تو مولانا مفتی محمود کے دائیں جناب نوابزادہ نصر اللہ خان اور بائیں جناب پروفیسر غفور احمد صاحب ہوتے تھے۔ یہ تین رکنی مذاکراتی ٹیم اپوزیشن کی جانب سے تھی اور گورنمنٹ کی جانب سے جناب ذوالفقار علی بھٹو، جناب عبدالحفیظ پیرزادہ اور جناب کوثر نیازی ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں پروفیسر غفور احمد صاحب کی ثبات قدمی، محنت، تدبر اور پیما کی جو ہر قوم کے سامنے آئے۔ اس ٹیم نے آخر وقت تک جس طرح مذاکرات میں جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو جکڑے رکھا وہ ایک شاندار قومی تاریخی ریکارڈ ہے۔ اسی اثناء میں ایک طالع آزمائے شب خوب مار کر مارشلاء نافذ کر دیا۔ تب اس طالع آزمائے جماعت اسلامی کے سربراہ میاں محمد طفیل کا برادری ازم غالب آیا۔ جناب ایئر مارشل اصغر خان اکیلے اڑان بھرنے کے درپے ہوئے۔ جماعت اسلامی قومی اتحاد کو چھوڑ کر ضیاء الحق سے سمجھوتہ کرنے کے لئے پرتولنے لگی۔ قومی اتحاد کو پچانے کے لئے مولانا مفتی محمود، نوابزادہ نصر اللہ خان ایسے با اصول سیاست دانوں کو بھی حکومت کا حصہ بننے پر راضی ہونا پڑا۔ تب جناب پروفیسر غفور احمد صاحب، جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی کاہنہ میں شامل ہوئے۔ لیکن سمندر عبور کرنے کے باوجود جن حضرات کے خشک اجلے لباس کو ایک قطرہ پانی کی بھی نمی نہ پہنچی ان میں جناب پروفیسر غفور احمد صاحب بھی شامل تھے۔

پروفیسر غفور احمد مرجان مرخ انسان تھے۔ دھان پان قسم کے با اصول سیاست دانوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ بہت نفیس طبیعت پائی تھی۔ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، جناب نوابزادہ نصر اللہ خان، جناب پروفیسر صاحب کی معاملہ نمئی، زیری اور تدبر کے قائل تھے۔ کل کی بات ہے جناب طاہر القادری پروفیسر سے ڈاکٹر اور ڈاکٹر سے شیخ الاسلام بن گئے۔ لیکن پروفیسر غفور احمد صاحب نے ۱۹۵۰ء سے ۲۰۱۲ء تک ایک ہی جماعت اور ایک ہی منصب کو اپنائے رکھا۔ زہے استقلال و اصول پرستی جو اب عنقاء ہو رہا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قومی اسمبلی کی کاروائی کا خلاصہ ”قومی تاریخی دستاویز“ کے نام سے شائع کیا تھا۔ مولانا مفتی محمد جمیل خان نے پروفیسر غفور احمد صاحب کو عنایت کیا تو دیکھتے ہی چشم پر نم سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے سراپا دعابن گئے۔ ہم فقیروں کا ان سے برابر نیا زمندی کا رابطہ رہا۔ وہ بھی شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری کے قافلہ سے برابر رابطہ میں رہے۔ اب اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ کہاں وہ قبرتیں، کہاں یہ دوریاں۔ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک



ذوالجلال والاکرام! کراچی میں جنازہ ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل رہے۔ جنازہ پر شیعہ سنی سب قائدین ایک ہی صف میں متحد نظر آئے۔ رحمت پروردگار رحمتوں کی بارش ان کی تربت پر نازل فرمائے۔ آمین!

پروفیسر غفور احمد نے قومی اسمبلی میں ۳ ستمبر ۱۹۷۷ء کو فتنہ قادیانیت سے متعلق تقریر کی جو یہ ہے:

### جناب پروفیسر غفور احمد کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

پروفیسر غفور احمد: جناب چیئرمین! اس اسمبلی کی تقریباً ۳۰ ماہ کی مدت میں یہ دوسرا زبردست چیلنج ہے جو آج ہمیں درپیش ہے۔ اس معزز ایوان کے سامنے پہلا چیلنج ملک کے لئے ایک مستقل دستور کی تدوین تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک چوتھائی صدی گزرنے کے باوجود ہمارا ملک دستور سے محروم تھا۔ یہ کام اس اسمبلی کے سپرد ہوا کہ اس ملک کے لئے مستقل دستور بنایا جائے۔ آپ کو جناب چیئرمین! یاد ہوگا کہ اس زمانے میں حکمران جماعت اور اپوزیشن جماعتوں کے درمیان بعض بنیادی اصولوں پر شدید اختلافات تھے۔ لیکن ان اختلافات کے باوجود ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اپنے فضل سے اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ ہم اپنے اختلافات کو ختم کر کے ملک کے لئے ایک مستقل دستور مدون کرنے اور مکمل اتحاد کے ساتھ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طریقے سے ہم نے اس چیلنج کو قبول کیا اور اس کے بعد اس کام پر پورے اترے۔ مجھے توقع ہے کہ ان شاء اللہ! یہ دستور جو ہم نے پاس کیا ہے۔ عملاً اپنی سپرٹ کے لحاظ سے ایک دن ضرور اس ملک میں نافذ ہوگا۔

جناب والا! دوسرا چیلنج آج ہمارے لئے ختم نبوت کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ کوئی نیا کام نہیں ہے۔ دراصل یہ دستور سازی کے کام ہی کی ایک اہم کڑی ہے جس کی تکمیل باقی ہے۔ دستور کے کام میں اور اس کام میں ایک خوش آئند فرق یہ ہے کہ آج ایوان کی پوری کمیٹی یک جان اور پوری یکجہتی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ آج یہاں جماعتیں نہیں، آج یہاں اپوزیشن اور حکمران جماعتیں نہیں بیٹھی ہیں۔ بلکہ ایک کمیٹی کے تمام ممبران مکمل اتحاد اور اتفاق کے ساتھ اس کام کو کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بات میں کہوں تو شاید لوگوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کروں گا کہ جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کسی ممبر کو اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ حکمران پارٹی کے لوگ کسی طرح بھی کسی دوسرے ممبر سے کم سرگرم عمل نہیں ہیں۔

اس تین مہینے کی کچھلی مدت میں اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر، خواہ وہ مذہبی ہوں، اقتصادی ہوں، معاشی ہوں، ان پر بھرپور روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ ہم نے گواہان کے بھی بیانات سنے ہیں۔ ہم نے ان کے جوابات کو بھی دیکھا ہے۔ اس کے بعد جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ کمیٹی کو چار سوالات کے حل تلاش کرنا ہیں۔ اولاً! یہ کہ کیا ربوہ اور لاہوری جماعت میں عقیدے کے لحاظ سے کوئی فرق ہے۔ اگر ہے تو وہ کیا ہے۔ ثانیاً! یہ کہ دستور میں ایسی کیا ترمیم کی جائیں۔ جس سے یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے بہتر طریقے پر حل ہو جائے۔ ثالثاً! یہ کہ دستور میں ترمیم کی روشنی میں کیا کوئی قانون سازی ضروری ہے۔ اگر ہے تو وہ کیا ہے۔ رابعاً! یہ کہ معاملات کو درست نچ پر ڈالنے کے لئے ایسے کون سے انتظامی اقدامات ہیں جو ہمیں فوراً یا تدریج کے ساتھ کرنے چاہئیں۔

لاہوری، قادیانی کوئی فرق نہیں

جہاں تک پہلے معاملے کا تعلق ہے۔ یعنی ربوہ اور لاہوری جماعت کا فرق۔ ان دونوں فریقوں کے فراہم کئے ہوئے لٹریچر

سے، ان کے جوابات سے یہ بات بالکل ثابت ہو گئی ہے۔ بغیر کسی شک و شبہ کے کہ عقیدے کے معاملے میں ان دونوں میں کوئی فرق مطلقاً موجود نہیں ہے۔ دونوں مرزا کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ دونوں مرزا کو نبی مانتے ہیں۔ خواہ کسی معنی میں مانتے ہوں۔ دونوں یہ بات کہتے ہیں کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں۔ خواہ کسی درجے کے کافر ہوں۔ دونوں اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایسے کافر حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اس لئے میں یہ سمجھنے میں بالکل حق بجانب ہوں گا کہ معاملہ عقیدے کے اختلاف کا نہیں بلکہ معاملہ گدی کے حصول کا ہے۔ دنیاوی مفادات کو حاصل کرنا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات نظر نہیں آتی۔ لاہوری جماعت کو تعداد میں بہت تھوڑی ہے۔ لیکن جناب چیمبر مین! میں سمجھتا ہوں کہ جس طریقے سے وہ زیادہ دھوکہ دیتے ہیں جس طریقے سے وہ مسلمان کے ساتھ زیادہ گھول میل رکھتے ہیں، وہ ربوہ کی جماعت کے مقابلے میں مسلمانوں کے لئے خطرناک تر ہیں۔ ظاہر میں وہ اپنے عقیدے کو چھپا کر، شکر میں لپیٹ کر قوم کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ کمیٹی بھی مجھ سے اتفاق کرے گی کہ عقیدے کا معاملہ دونوں کا بالکل یکساں ہے۔ **Promised Masiah** (مسیح موعود) کا تصور دونوں جماعتیں پیش کرتی ہیں۔ اسلامی لٹریچر میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ملتی۔ یہ تصور بھی انہوں نے نصرانیت سے مستعار لیا ہے اور نصرانیت نے، جس نے اس پودے کو لگایا تھا۔ تناور درخت تک اس کی آبیاری کی ہے۔

### قادیا نیوں کی تعداد کا مسئلہ

دوسرا معاملہ جناب! پھر ترمیم کا آتا ہے۔ تقریباً تین ماہ اس کام کو کرنے کے بعد، ختم نبوت کی مضحکہ خیز تاویلات سننے کے بعد، اب اس ملک کا کوئی آدمی اس بات سے مطمئن نہیں ہو سکتا کہ دستور میں ختم نبوت کے عقیدے کو مزید توضیح کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔ میرے خیال میں یہ بات ہرگز ہرگز کافی نہیں ہو سکتی۔ تین مہینے کی اس تمام انتھک جدوجہد کے بعد قوم کا یہ خیال ہے کہ یہ بات بالکل ناگزیر ہے کہ دستور میں ایک ترمیم کے ذریعہ صراحت کے ساتھ یہ درج کیا جائے کہ مرزا کو ماننے والے خواہ وہ اسے کسی صورت میں مانتے ہوں۔ یعنی چاہے اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہوں، مسیح موعود مانتے ہوں، مجدد مانتے ہوں، محدث مانتے ہوں یا کچھ بھی مانتے ہوں۔ ایسے لوگ غیر مسلم ہیں اور وہ مسلمان نہیں۔ اس لئے کہ مرزا پر ایمان نہ لانے کے باعث وہ ہمیں خود کافر کہتے ہیں۔ اس بناء پر میرا خیال یہ ہے کہ نام لئے بغیر اگر محض تعریف کرنے کی کوشش کی گئی کہ ایسے ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں تو شاید معاملہ مزید پیچیدہ اور سنگین بن جائے گا اور نہ اس سے قوم مطمئن ہوگی۔ تیسرے یہ کہ ملک کے دستور میں ترمیم کے بعد ضروری قانون سازی کی جائے اور دیکھا جائے کہ کس کس قانون میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ کیونکہ اسمبلی کی رہبر کمیٹی بھی اس معاملہ میں رہنمائی کرے گی۔ لیکن میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اس کے بعد متعدد قوانین میں ترمیم کی ضرورت پیش آئے گی اور دستور میں ترمیم کے بعد اس بات کا فوری بندوبست کرنا لازمی ہے کہ ان کی مردم شماری کی جائے اور بلاتا خیر کی جائے۔ کیونکہ لاہوری جماعت اور ربوہ والے دونوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ انہیں اپنے پیروکاروں کی تعداد کا صحیح علم نہیں۔ گو یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی منظم جماعت کو معلوم نہیں ہے کہ ان کے پیروکار کتنے ہیں۔ گوان کا کہنا ہے کہ ان کے اندازے کے مطابق ان کی تعداد پاکستان میں پینتیس یا چالیس لاکھ ہے اور پوری دنیا میں ایک کروڑ کے لگ بھگ۔ جناب والا! گر وہ یہ بات کہتے ہیں کہ ہم پاکستان میں تیس چالیس لاکھ ہیں اور دنیا میں ایک کروڑ ہیں تو دنیا

تو ہمیں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ بات ضرور جاننا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ان کی صحیح تعداد کیا ہے؟ اس مقصد کے لئے ان کی مردم شماری کی جائے اور یہ بغیر کسی تاخیر کے کی جائے۔ یہ بنیادی چیز ہے جو بغیر کسی پس و پیش کے ہونی چاہئے۔

جناب والا! چوتھا مرحلہ انتظامی معاملات کا ہے جو حکومت کو حل کرنا ہوگا۔ میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم مرزا کے ماننے والوں کے جائز حقوق چھیننا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ وہ آج پوری دنیا میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ بلین آف ڈالرز کی وہ جائیدادیں جو پاکستان میں انہوں نے کمائی ہیں۔ وہ پاکستان کے مسلمان ان سے چھین لینا چاہتے ہیں۔ ان کو غصب کرنا چاہتے ہیں۔ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کا کوئی مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ وہ ان کی املاک بغیر کسی حق کے چھینے۔ پاکستان کے دستور کا مطالعہ دنیا کا ہر انسان کر سکتا ہے اور میں یہ بات بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ دستور پاکستان نے اقلیتوں کی حفاظت کے لئے ان کو قانون کے سامنے یکساں قرار دیا ہے۔ ان کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لئے ہم نے جو آئین اور جو پروویژن دستور میں رکھے ہیں اس میں دنیا کی متمدن ترین ملک کا دستور بھی ہمارے دستور کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور پھر جناب والا! میں دوسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دستور میں کسی چیز کے لکھنے ہی کا معاملہ نہیں ہے۔ جہاں تک عمل کا تعلق ہے تمام غیر مسلم اقلیتیں اس بات کی شہادت دینے پر مجبور ہوں گی کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ صرف منصفانہ ہی نہیں بلکہ فیاضانہ سلوک کیا جا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا۔ اس لئے کہ ہمارا دین ہمیں یہی بات سکھاتا ہے کہ ہم اقلیتوں کی حفاظت کریں اور ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کریں۔

اصل میں ہم جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ مرزا کے ماننے والوں نے ماضی میں اپنے حقوق سے بڑھ کر جو چیزیں حاصل کی ہیں اور جس طریقے سے انہوں نے مستحقین کے حقوق کو پامال کیا ہے اس کی پورے طریقے سے چھان بین کی جائے اور جو چیزیں ان کے پاس بغیر کسی حق کے موجود ہیں مکمل تحقیقات کرنے کے بعد حکومت ان سے ایسی چیزوں کو واپس لے لے۔ اس لئے کہ ان کا ان پر کوئی حق نہیں بنتا۔ اصل میں یہ گروہ یہ چاہتا تھا کہ وہ بادشاہ گربن جائے اور ان کی خواہش یہ تھی کہ ان کے اوپر قانون لاگو نہ ہو۔

جناب والا! ہمیں یہ بات بتائی گئی ہے کہ زرعی اصلاحات کا قانون پاس ہونے کے بعد چونکہ انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا تھا۔ لہذا پاکستان پیپلز پارٹی سے انہوں نے مطالبہ کیا کہ زرعی اصلاحات کا قانون ان کی زمینوں کے اوپر جاری نہ کیا جائے اور اسی طرح کا ایک اور مطالبہ کیا کہ تعلیمی اداروں کو جس طریقے سے تو میا گیا ہے اور ان میں اصلاحات کی گئی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ان کے مدارس کو سکولوں کو، کالجوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ربوہ کے اندران کی ریاست در ریاست موجود رہے۔ بلکہ پاکستان میں جس جگہ بھی مرزا کے ماننے والے موجود ہوں ان کو اچھی پوزیشن حاصل ہو اور ملک کے جو عام قوانین ہیں ان کے اوپر جاری نہ ہوں۔ جناب والا! اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ جو ان کو استحقاقی پوزیشن حاصل ہے یہ غلط طریقے سے حاصل ہے۔ اس کو ختم کیا جائے۔ اس پوزیشن کو ختم کرنے کے لئے ہم یہ بات کہتے ہیں کہ ان کو کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔ ملازمتوں میں ان کو اتنا حصہ دیا جائے جتنی ان کی آبادی کا تناسب تقاضا کرتا ہے۔

آخر میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بصیرت دے اور اس بات کی ہمت دے کہ اس معاملے کو اس طریقے سے پورا کر سکیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی سرخرو ہو سکیں اور قوم بھی مطمئن ہو جائے۔ شکر ہے!

## (۱۳۸۲) غلام احمد انکسار امرتسری، مولانا

(پیدائش: ۱۸۶۸ء، امرتسر ..... وفات: ۱۵/اگست ۱۹۲۷ء، امرتسر)

”مرزا قادیانی نے اپنے ایک درزی مرید سے ایک عبارت بنوا کر رسالہ الہدیٰ میں درج کی۔ محلہ خانیاں میں یوز آسف کی قبر ہے جو مسیح علیہ السلام کی قبر ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے امرتسر سے اہالیان سری نگر کشمیر کے سرکردہ حضرات کو خط لکھا۔ انہوں نے تحریر کیا کہ مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کے مرید کی تحریر میں جن علماء نے تعلیٰ کی تھی، مرزا قادیانی نے دجل سے ان کے اپنے رسالہ میں سے نام نکال دیئے۔ جن کے نام لکھے وہ نانبائی قچہ یا جوتا فروش ہیں۔ مرزا قادیانی خود یا اس کا نمائندہ آ کر اپنے رسالہ میں درج شدہ فقط کوئی دو گواہ پیش کرے جو یہ کہیں کہ یہ قبر مسیح کی قبر ہے۔ لیکن مرزا نیت پر ایسی اوس پڑی کہ گویا سانپ سوگھ گیا۔“ اس رسالہ ”مرزا قادیانی کی قلعی کھل گئی، یعنی سری نگر کشمیر اور مسیح قادیانی“ میں تفصیل ہے اور یہ مولانا غلام احمد انکسار امرتسری کا مرتب کردہ ہے جسے خواجہ محمد عبدالعزیز دیر انجمن نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر نے شائع کر کے تقسیم کیا اور اب احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

امرتسر میں اہل فقہ کتب و پریس قائم تھا۔ وہاں سے اخبار اہل فقہ بھی جاری تھا۔ اخبار اہل فقہ کے ایڈیٹر مولانا غلام احمد انکسار امرتسری تھے۔ قاضی فضل کریم لنڈا بازار لاہور کا ایک قادیانی تھا۔ اس نے ایک مضمون ”وفات مسیح علیہ السلام“ پر لکھ کر اپنے دل کی کالک کاغذ پر بکھیری۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا غلام احمد انکسار امرتسری کو توفیق دی۔ انہوں نے اس اشتہار کا جواب ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر، مرزائیوں کی دھوکے بازیاں اور ان کا جواب“ میں دیا۔ یہ دسمبر ۱۹۱۲ء کی بات ہے۔ آج ۲۰۱۳ء ہے۔ ایک صدی سے زائد کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں اس کی اشاعت انعام و فضل الہی ہے۔ مولانا غلام احمد انکسار امرتسری کشمیری بٹ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ عالم، فاضل، خطیب و مناظر تھے۔ مولانا پیر جماعت علی شاہ ثانی سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔

فقہ ارتداد کے زمانہ میں اس کی روک تھام کے لئے اپنے شیخ امیر ملت کے حکم پر آگرہ میں امیر وفد کے طور پر نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو شعر گوئی سے بھی تعلق تھا۔ انکسار تخلص استعمال کرتے تھے۔ رد مرزا نیت پر آپ کے تین رسائل تھے:

..... ۱ ”مرزا قادیانی کی قلعی کھل گئی، یعنی سری نگر کشمیر اور مسیح قادیانی“

..... ۲ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر مرزائیوں کی دھوکے بازیاں“

..... ۳ ”مرزا نیت کا جنازہ“ پہلی دو کتابیں تو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳، ۵۴ میں شامل اشاعت ہیں۔ تیسری نڈل سکی۔ اب اس کتاب کی ترتیب کے وقت ان کے مزید دو رسائل ”تقلیح ہفوات الاربعین لانتہام الحجۃ علی اعداء الدین“، ”مسئلہ قادیانی کا مکر شیطانی یا نکاح آسمانی کے راز ہائے نہانی“ بھی میسر آچکے ہیں۔ جن کو محاسبہ قادیانیت میں شامل کرنے کا ارادہ ہے۔

## (۱۳۸۳) غلام احمد آہیر، مولانا حکیم

(وفات: ۱۷/جنوری ۱۹۷۰ء)

آپ کی جالندھر میں پیدائش ہوئی۔ پاکستان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے۔

## (۱۳۸۴) غلام احمد پرویز

(ولادت: ۹ جولائی ۱۹۰۳ء ..... وفات: ۲۴ مارچ ۱۹۸۵ء)

”ختم نبوت اور تحریک احمدیت“ جناب غلام احمد پرویز بنا لے ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی پرویز صاحب ہیں جو خود کو اہل قرآن کہتے ہیں اور علماء کرام ان کو منکر حدیث قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے ”ختم نبوت اور تحریک احمدیت“ کتاب قادیانیوں کے خلاف تحریکی۔ دوسرا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ ۱۹۷۴ء کے اواخر میں شائع کیا۔ پرویز صاحب نے قادیانیت کا تجزیہ اپنے طور پر خوب سے خوب تر کیا ہے۔ قادیانیت و پرویزیت اس کتاب میں ایک دوسرے کے مد مقابل ہے۔ ایک غلام احمد نے دوسرے غلام احمد کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اسے چت گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو کر سینے پر مونگ دلنے کا جو انداز اختیار کیا ہے اسی نے اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۲ میں شائع کرنے پر ہمیں آمادہ کیا ہے۔

## (۱۳۸۵) غلام احمد تھائی، مولانا قاضی

(وفات: ۵ دسمبر ۱۹۶۰ء)

مولانا غلام احمد، حکیم چراغ دین کے فرزند تھے۔ ڈسکہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ دینی تعلیم مدرسہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ سے اور دورہ حدیث ڈھاتیل میں علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی سے پڑھا۔ ۱۳۵۱ھ میں سیالکوٹ کے علاقہ سرمانہ سندھواں میں عربی مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ مدرسہ کی تعلیم جامع مسجد میں ہی بیٹھ کر دی۔ سینکڑوں طلبہ آپ کے فیضان سے فیض یاب ہوئے۔ علم فقہ میں آپ کو ایک مقام حاصل تھا۔ فتویٰ نویسی میں آپ لاٹھانی تھے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔

## (۱۳۸۶) غلام احمد خان بنگلش، مولانا

(پیدائش: ۱۸۷۲ء ..... وصال: ۱۹۴۹ء)

سردار محمد باز گل خان رئیس اعظم ہنگو کے صاحبزادے مولانا غلام احمد خان بنگلش رئیس اعظم ہنگو، لاہور، بمبئی میں پڑھتے رہے۔ ایک بڑے عالم فاضل، مجاہد، حق گو، نڈر رہنما تھے۔ بددین طبقات کے خلاف ہمیشہ برسر پیکار رہے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے رفقاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے کئی کتابیں بھی لکھیں۔ اس زمانہ کے رسائل، اہل حدیث امرتسر، الفقہیہ امرتسر، نمش الاسلام بمبیرہ میں آپ کے تسلسل کے ساتھ مضامین بھی شائع ہوئے۔ رفض، چکڑ الویت، قادیانیت کے خلاف کام کرنے میں آپ اپنے دور اور اپنے علاقہ میں صف اول میں شمار ہوتے تھے۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو اہل اسلام اور قادیانیوں کے درمیان کوہاٹ میں ایک مناظرہ طے ہوا۔ اسلامیہ ہائی سکول کوہاٹ کے استاذ صوفی، مولانا غلام قادر اہل اسلام کے مناظر تھے۔ مناظرہ کے دن مولانا غلام احمد خان رئیس ہنگو کوہاٹ قادیانی مرکز میں تشریف لائے کہ قادیانی میرے ساتھ مناظرہ کریں۔ قادیانیوں نے مہلت مانگی۔ آپ واپس

تشریف لے گئے۔ ۷ نومبر ۱۹۳۰ء کو پھر ہنگو سے کوہاٹ تشریف لائے۔ جامع مسجد میں جمعہ پڑھ کر کراہل اسلام سمیت قادیانی مرکز میں جا دھمکے کہ آپ نے مہلت طلب کی تھی۔ وہ مدت پوری ہوگئی۔ آج مناظرہ کریں۔ قادیانی جماعت کو پوسو پڑ گئے۔ قادیانی مرتے کیا نہ کرتے۔ ان کا مربی فخر الدین سے قادیانی کے کذاب ہونے پر مباحثہ شروع ہوا۔ قادیانی مربی کے جواب میں آپ نے پہلی تقریر کی تو قادیانیت سر چھپانے کے لئے جگہ کی تلاش پر سرگردان ہوگئی۔ آپ نے دلائل و براہین سے قادیانیت پر وہ دھواں دھار گفتگو کی کہ قادیانی مناظرہ و صدر سمیت سب مبہوت سر بگربیاں ہو گئے۔ قادیانیوں نے پھر تیاری کی مہلت مانگی۔ چنانچہ مہلت گزرنے پر آپ ۲۳ نومبر ۱۹۳۰ء کو سہ بارہ ہنگو سے کوہاٹ تشریف لائے کی ماسٹر محمد فاضل نیچر اسلامیہ کوہاٹ کے ذریعہ قادیانیوں کو اطلاع کرائی کہ اس دن پرائمری سکول میں اتوار کو دن دس بجے سے ساڑھے بارہ بجے اور اڑھائی سے شام پانچ بجے قادیانیوں کے ساتھ کذب مرزا پر مباحثہ ہوگا۔ پہلے مباحثہ میں وہ اپنی درگت بنوا چکے تھے۔ ان کے ایسے اوسان خطا ہوئے کہ کوہاٹ سے قادیان تک کوئی چارہ گرنہ ملا۔ آپ ۲۳ نومبر کو تشریف لائے۔ قادیانیوں نے ہاتھ کھڑے کر کے دنیا کو اپنے جھوٹے ہونے کا نظارہ کرا دیا۔ مولانا غلام احمد نے قادیانیت کے خلاف تقریر کرنے کا اعلان کر دیا۔ پورا دن کوہاٹ کے درو یوار آپ کی حق گوئی سے گونجتے رہے۔ قادیانیت آپ کی لکار حق سے ایسی دیک کر کونے میں چھپی کہ پھر کبھی کسی مسلمان کے سامنے مناظرے کا نام لینے سے بھی گئے۔

مسلمانوں کے ایسے حوصلے بلند ہوئے کہ ہر مسلمان قادیانیوں کو لکارنے لگا۔ قادیانیت کی ذلت آمیز شکست اور اہل اسلام کی فاتحانہ کامیابیوں اور کامرائیوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ حق تعالیٰ مولانا غلام احمد بنگلہ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی چھا جوں برسات برساتے کہ وہ اپنے دور میں ہنگو و کوہاٹ کے علاقہ میں عقیدہ ختم نبوت کے متاد مناظرہ و داعی تھے۔ انہیں ایسے حضرات اہل حق کی کاوشوں کا صدقہ ہے کہ وہاں قادیانیت ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ ان حضرات نے اپنی جہد مسلسل اور سعی مشکور سے کفر کے ایسے مقابل ہوئے وہ دم دبا کر بھاگ نکلا۔ ان حضرات علماء و مناظرین کی کامرائی کا پھریرا آج بھی چار دانگ لہرا رہا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک!

(۱۳۸۷) غلام احمد (مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور)، مولانا

(پیدائش: ۱۲۷۳ھ ..... وفات: ۱۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

مولانا غلام احمد نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ: ”میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو معجزات و کرامات اور کمالات انبیاء علیہم السلام کا منکر پایا۔ وہ قرآن و حدیث کی تحریف کرتا (یعنی اس کے معنی بگاڑتا) ہے۔ میرے نزدیک یہ شخص ملحد و مرتد ہے جو اس کا مصدق و مؤید ہے وہ بھی گمراہ ہے۔ خدا مسلمانوں کو اس فتنے سے بچائے۔“

(۱۳۸۸) غلام اکبر ثاقب (ڈیرہ غازی خان)، مولانا

(ولادت: ۱۹۶۲ء ..... وفات: ۱۲ مئی ۲۰۲۰ء)

مولانا غلام اکبر ثاقب تحصیل تونسہ کے قصبہ چونی کی روحانی شخصیت مولانا حافظ اللہ دہ جکانی بلوچ کے ہاں پیدا ہوئے۔ اپنے گھر میں دینی ماحول پایا۔ ساتھ ہی مقامی سکول میں مڈل کی تعلیم حاصل کی۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے والد مرحوم کی مسجد میں

مولانا رب نواز چھتری کے پاس فارسی پڑھی۔ نویں کلاس کی تعلیم کے لئے سکول تو نہ شریف کا رخ کیا۔ بچپن ہی سے اہل حق بزرگوں کی طرف ان کا رجحان غالب تھا۔ علامہ عبدالستار تونسوی کے مدرسہ عثمانیہ عرف لگی مسجد میں رہائش رکھی ہوئی تھی۔ یہاں کا اعلیٰ دینی ماحول ملا۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کا اور ذوق پیدا ہوا۔ سکول کی تعلیم کو چھوڑ کر ڈیرہ غازی خان جامعہ اسلامیہ گدائی میں مولانا ظفر علی خان (مرحوم)، سید امین گیلانی کے انقلابی اشعار، نظمیں، پروگراموں پر پڑھنی شروع کر دیں۔ اسٹیج پر ہر عالم دین، بزرگان دین کی آمد پر استقبالی نعرے لگانا ان کا ذوق تھا۔ ان کے کمالات کو دیکھ کر بزرگوں نے بھی اپنا منظور نظر بنالیا۔ لاہور شیراں والا باغ کی خانقاہ عالیہ میں مولانا عبید اللہ انور کے پاس دورہ تفسیر القرآن جا کر پڑھا۔ دفتر تنظیم اہل سنت ملتان میں علامہ تونسوی، سید نور الحسن شاہ بخاری، مولانا محمد نافع جھنگوی، مولانا منظور احمد چنیوٹی، ڈاکٹر خالد محمود (پی ایچ ڈی لندن) سے فن مناظرہ کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۸۳ء میں ہی گوجرانوالہ جامعہ نصرت العلوم میں داخلہ لیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز صفدر، شیخ الحدیث صوفی عبدالحمید سواتی، مفتی محمد عیسیٰ گورمانی، مولانا عبدالقیوم ہزاروی کی خدمت میں رہ کر دورہ حدیث پڑھا۔ دستار فضیلت حاصل کر کے واپس ڈیرہ غازی خان آ گئے۔ پھر تو ڈیرہ غازی خان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ انقلابی اور تحریکی آدمی تھے۔ چند سال ڈیرہ غازی خان کی گول بازار کی مسجد میں امامت کی اسی دوران میٹرک کا امتحان بھی دیا۔ غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان کی مسجد میں سرکاری امامت مل گئی۔ یونیورسٹی کی لائبریری کی ذمہ داری بھی مل گئی۔ مولانا نے اسی مسجد کے ایک حجرہ میں جا کر ڈیرہ جمالیہ۔ ڈیرہ غازی خان شہر کے علماء کرام بزرگان دین مساجد کے امام صاحبان سے تعلقات بڑھانے شروع کر دیئے۔ مجاہد ختم نبوت مولانا صوفی اللہ وسایا کی ان کو رفاقت مل گئی۔ پھر تو ان کے اور حوصلے بڑھ گئے۔ ضلع بھر کے ختم نبوت کے جتنے پروگرام ملے ہوتے تھے ان کے انچارج مولانا ثاقب ہی ہوتے۔

تنظیم اہل سنت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگرام، جمعیت علماء اسلام کے پروگرام، مشائخ عظام کے اجتماعات کے پروگراموں کی مولانا ثاقب رونق ہوتے تھے۔ پروگرام کی تمہید اس انداز سے بیان کرتے کہ آنے والا مقرر کو خود بخود مضمون مل جاتا۔ مردم شناس آدمی تھے۔ ہر مقرر کو اپنے مزاج کے مطابق تقریر کی دعوت دیتے۔ ڈیرہ غازی خان شہر کے نامی گرامی مدارس میں پڑھاتے رہے۔ مشائخ عظام سے قرب حاصل تھا۔ حضرت مولانا عبدالقادر ڈیروی، درخواسی خاندان، خانقاہ عالیہ علی المرتضیٰ گدائی شریف، خانقاہ شاہ جمالی، خانقاہ عالیہ مسکین پور شریف، علامہ تونسوی کا خاندان، پیارے والی مسجد کے چشتی خاندان، مولانا صوفی اللہ وسایا کے خاندان کے قدردان تھے، بلکہ عقیدت مند تھے۔ ان کا برکابھی ان پر اعتماد تھا۔ دن ہو یا رات، سردی ہو یا گرمی، مولانا ایک سائیکل پر ہمیشہ سفر کرتے۔ سادہ لباس، سادہ غذا، ہاتھ میں کپڑے کا تھیلا شاپر کا تھیلا ہوتا تھا۔ جس میں تازہ اخبارات، دینی رسائل ایک رجسٹریا کوئی دینی کتاب بھی مولانا کا زندگی کا اثاثہ تھا۔ علماء کرام، بزرگان دین کے پروگرام بناتے۔ پھر ان کی تقاریر کے اہم نکات نوٹ کرتے۔ پھر اخبارات کے لئے خبر تیار کرتے۔ خود جا کر اخبارات کے دفاتر میں خبر دیتے۔ صبح سویرے تازہ اخبار لینا خبر کی کنگک کر کے رجسٹر میں چسپاں کرنا ایک ساتھی نے بتایا کہ ان کے پاس تیس سالہ ریکارڈ بارہ رجسٹروں میں محفوظ تھا۔ تحریک ختم نبوت کے ساتھ وابستگی ان کے خون پسینے میں شامل تھی۔

۱۹۸۶ء میں تحریک شیر گڑھ میں ان کے کارنامے تاریخ کا حصہ ہیں۔ چناب مگر ختم نبوت کانفرنس پر پابندی سے جانا بلکہ

قالے کو ساتھ لے کر جانا صوفی اللہ وسایا کے وصال کے بعد ڈیرہ غازی خان کی جماعت کی طرف سے نمائندگی کرتے اور جماعت کی سالانہ کارگزاری جا کر کانفرنس میں بیان کرتے۔ ڈیرہ غازی خان میں قادیانیوں کے خلاف مقدمات کی پیروی کرتے۔ شہر میں ختم نبوت کی مولانا پہچان تھے۔

(مولانا عبدالعزیز لاشاری تونسہ شریف)

## (۱۳۸۹) غلام الدین اشرفی، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۰ء، چکڑی ضلع گجرات ..... وفات: ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء، لاہور)

آپ بریلوی مکتب کے رہنما تھے۔ لوکو شیڈ لاہور کی مسجد صدیقہ کے خطیب و بانی، تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت کے نامور کارکن تھے۔

## (۱۳۹۰) غلام العلی قصوری، مولانا

(پیدائش: ۱۸۲۶ء ..... وفات: ۱۷ اپریل ۱۸۸۹ء)

مولانا غلام العلی قصوری کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ قصور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حافظ محمد داؤد تھا۔ کئی پشتوں سے خاندان میں پیری مریدی کا سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ مگر آپ کو پیری مریدی میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ابتدائی تعلیم قصور اور قرآن وحدیث اور دیگر علوم کی تحصیل لاہور سے کی۔ مرزا قادیانی نے براہین کی پہلی جلد شائع کی تو اس کا ایک نسخہ مولانا عبدالعلی قصوری کے پاس بغرض تقریظ بھیجا۔ مولانا نے اول تا آخر کتاب کو پڑھنے کے بعد خطبہ جمعہ میں اعلان فرمایا: ”عنقریب یہ شخص دعوائے مسیحیت کرے گا اور مخلوق الہی کے لئے فتنہ عظیم سے کم نہ ہوگا۔ پس اے لوگو! اس سے بچنا اور اس کے دامن ترور میں نہ پھنسنا۔“

## (۱۳۹۱) غلام اللہ خان (راولپنڈی)، شیخ القرآن مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۵ء ..... وفات: ۲۷ مئی ۱۹۸۰ء)

مولانا غلام اللہ خان شاہی اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے جن کے جد اعلیٰ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مولانا ”دریا“ چھچھ انک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی گاؤں کے زمیندار اور نبردار تھے۔ اپنے گاؤں کے حافظ محمد جی سے قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ اپنے گاؤں، سکندر پور، واں پچھراں میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مولانا سید محمد نور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ فراغت کے بعد عید گاہ گجرات، دارالعلوم عزیز یوہ بکویہ بھیرہ بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کی شادی پر حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا حسین علی واں پچھراں والا تشریف لائے۔ شادی کے بعد راولپنڈی کے ایک سکول میں تدریس اور پرانا قلعہ میں خطابت جمعہ کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ یہاں پر فارغ وقت میں آپ نے طلباء کو درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھانی شروع کیں۔ راولپنڈی ایسے شہر میں قادیانیوں نے شورش کی۔ آپ نے خطاب میں انہیں لاکار۔ قادیانیوں اور انتظامیہ کو پوسو پڑ گئے۔ آپ نے قادیانیت کے مکرو فریب اور کفر کو ایسا الم نشرح کیا کہ سکول کی ملازمت سے فارغ کر دیئے گئے۔ مگر دفاع ختم نبوت میں آپ کا قدم



پچھے نہیں ہٹا۔ آپ برابر برق رفتاری سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آگے بڑھتے رہے۔

راجہ بازار میں شوالہ جوگیاں کے نام پر ہندوؤں کی عبادت گاہ تھی۔ ۱۹۴۷ء میں ہندو جاتے ہوئے یہ جگہ آپ کے نام وقف کر گئے۔ آپ نے یہاں جامعہ تعلیم القرآن اور جامع مسجد کی تعمیر کی۔ آپ کی تدریس و خطابت نے آپ کو راولپنڈی کا بے تاج بادشاہ بنا دیا۔ بڑے بڑے مہتمم کے جیدا کا بر علماء کی ایک کھیپ تدریس کے لئے یہاں جمع ہوئی تو آپ کا مدرسہ تعلیم القرآن شہرت کے آسمان پر چلا گیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے وہ خدمات سرانجام دیں جنہیں ایک دیانتدار مصنف نظر انداز نہیں کر سکتا۔ آپ نے گرفتاری دی۔ مدتوں بڑی بہادری سے جیل کاٹی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی آپ کی مسجد ختم نبوت کی تحریک کا مرکز رہی۔ ۱۹۵۶ء میں مولانا احمد علی لاہوری، مولانا غلام غوث ہزاروی نے جمعیت علماء اسلام کل پاکستان کا ملتان میں احیاء کیا تو اس اجلاس میں آپ شریک تھے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب واں پھراں والوں کے آپ شاگرد بھی تھے اور خلیفہ مجاز بھی۔ استاذ مرحوم کا جنازہ بھی آپ نے پڑھایا۔ آپ نے ان کے طرز پر ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کیا تو پورے ملک میں دھوم مچ گئی۔ آپ نامور خطیب تھے اور اپنی طرز خطابت کے خود موجد تھے۔ عقیدہ توحید کے علمبردار تھے۔ علماء دیوبند پر دل و جان سے فداء تھے۔ آپ نے عقیدہ حیات النبی ﷺ پر حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی کی تحریر دستخط کر کے اتحاد کو مضبوط کیا۔ مولانا عنایت اللہ شاہ نے دستخط نہ کئے اور یوں اختلاف کو انہوں نے وسیع کر کے ایک خطرناک راستہ اختیار کیا جس کے نتائج و ثمرات بد آج بھی ماحول کو پرانگندہ کئے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن مرحوم عقیدہ ختم نبوت کے متاد تھے۔ حضرت امیر شریعت، آغا شورش کاشمیری، مولانا تاج محمود سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ تحریک ختم نبوت کے ہر مرحلہ پر پیش پیش رہے۔ جو آپ کے عشق رسالت مآب ﷺ کی لازوال دلیل ہے۔

## (۱۳۹۲) غلام اللہ قصوری امرتسری، مولانا

(ولادت: ۱۸۵۰ء ..... وفات: ۱۹۲۲ء)

مولانا غلام اللہ قصوری ثم امرتسری نے زیادہ تر تعلیم اپنے چچا مولانا غلام العلی سے حاصل کی۔ مولانا غلام اللہ اپنے چچا اور استاذ مولانا غلام العلی کے حکم پر والدہ کے پاس امرتسر سے قصور آ گئے۔ یہاں ایک سکول میں ٹیچر لگ گئے۔ کچھ عرصہ بعد سکول کی ملازمت ترک کر کے لاہور آ کر دوبارہ دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ مولانا خلیفہ حمید الدین لاہوری، مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور دیگر اساتذہ سے کسب علم کیا۔

۱۸۸۳ء میں خلیفہ حمید الدین نے انجمن حمایت اسلام لاہور کی بنیاد ڈالی تو دیگر حضرات کے ساتھ مولانا غلام اللہ قصوری امرتسری بھی شریک عمل تھے۔ انجمن اسلامیہ امرتسر نے اسلامیہ ہائی سکول قائم کیا تو آپ کو لاہور سے امرتسر بلا کر سکول کی صدر مدرس سپرد کردی گئی۔ فیروز پور بھی پڑھاتے رہے۔ چیفس کالج لاہور میں بھی پڑھایا۔ ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ قصور میں وفات پائی۔ قادیانیت کے کفریہ عقائد پر ”فتویٰ علمائے پنجاب و ہندوستان“ میں آپ نے یہ عبارت لکھ کر دستخط کئے کہ:

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۱۷۲)

”معتقدات مرزا قادیانی خلاف طریقہ اہل اسلام ہیں۔“

## (۱۳۹۳) غلام جان قادری لاہوری، مفتی محمد

(پیدائش: ۱۸۹۸ء ..... وفات: یکم اگست ۱۹۵۹ء)

آپ اوگرہ تحصیل مانسہرہ کے مقام میں احمد جی بن محمد عالم کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ انک اور گجرات سے فقہ و منطق کی کچھ کتابیں پڑھنے کے بعد حصول علم کے لئے طویل سفر کئے۔ دہلی، آگرہ اور سہارنپور میں زیر تعلیم رہنے کے بعد مدرسہ عالیہ رامپور سے ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۷-۱۹۱۶ء میں تکمیل کی سند حاصل کی۔ مولانا احمد رضا خان بریلی نے دستار بندی کی اور احمد رضا خان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بریلی کی جامع مسجد بی بی جی محلہ جوسول میں خطبہ جمعہ دیتے رہے۔ بعد ازاں خواجہ محمود تونسوی کی دعوت پر مدرسہ سلیمانہ تونسہ تدریس کے لئے آئے۔ بعد میں مدرسہ نعمانیہ لاہور کے منظم صدر مدرس اور مفتی بنے۔ لاہور وفات پائی۔ جنازہ ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری نے پڑھائی۔ میانی قبرستان میں غازی علم دین شہید کے پہلو میں دفنائے گئے۔ انہوں نے ردقادیانیت پر ایک رسالہ ”سیف رحمانی علی رأس القادیانی“ لکھا جو غیر مطبوعہ ہے۔

## (۱۳۹۴) غلام جلال الدین جلال گیلانی گوڑوی، پیر سید

(پیدائش: ۲۹ اگست ۱۹۵۵ء ..... وفات: ۱۷ مارچ ۲۰۱۷ء)

سلسلہ نسب پیر سید جلال الدین جلال گیلانی بن پیر سید معین الدین گیلانی عرف لالہ جی بن پیر سید غلام محی الدین گیلانی المعروف بابو جی بن اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گوڑوی ہے۔ یوں یہ حضرت پیر مہر علی شاہ گوڑوی کے پڑپوتا لگتے ہیں۔ آپ عالم و فاضل اور درویش منس تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے اباؤ اجداد کی روایات کے علمبردار تھے۔ عمر بھر قادیانیت کے خلاف سینہ سپر رہے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو بقعہ نور فرمائیں۔

## (۱۳۹۵) غلام جہانیاں (ڈیرہ غازی خان)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۸ء ..... وفات: ۱۴ جنوری ۱۹۷۷ء)

مولانا غلام جہانیاں اصلاً جھنگی والا مظفر گڑھ کے تھے۔ پھر ڈیرہ غازی خان تشریف لائے تو جامعہ معینیہ کی بنیاد رکھی اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ عالم دین اور مدرس تھے۔ مولانا غلام حسین مظفر گڑھی اور مولانا سلطان محمود کوئلہ رحم علی شاہ کے شاگرد تھے۔ مدرسہ سبحانیہ ملتان سے سند حدیث حاصل کی۔ متعدد مدارس میں پڑھانے کے بعد ڈیرہ غازی خان میں آئے۔ آپ خواجہ محمد معین الدین کو بیچ کے مرید باصفا تھے۔ اس حوالہ سے حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والوں کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ قادیانیوں نے مقدمہ بہاولپور میں مؤقف اختیار کیا کہ حضرت خواجہ غلام فرید، مرزا قادیانی کو ”عبد صالح“ فرماتے تھے۔ اس پر کوٹ مٹھن کے سجادہ نشین کے حکم و ارشاد پر قادیانی دجل کو پارہ پارہ کرنے کے لئے حضرت مولانا غلام جہانیاں نے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ اس کا نام ہے: ”ارشاد فرید الزمان، متعلق مرزا قادیان“ جسے ہم نے احساب قادیانیت کی جلد ۳۵ میں شامل کیا ہے۔

## (۱۳۹۶) غلام جیلانی برق، جناب ڈاکٹر

(ولادت: ۲۶/اکتوبر ۱۹۰۱ء ..... وفات: ۱۲/مارچ ۱۹۸۵ء)

جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے جولائی ۱۹۵۳ء میں ”حرفِ محرمانہ“ تحریر فرمائی۔ دنیا جانتی ہے کہ جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق پر ایک زمانہ میں ”انکارِ حدیث“ کا رجحان غالب تھا۔ آپ کی یہ تصنیف بھی اسی زمانہ کی ہے۔ جگہ جگہ حدیث شریف کے انکار پر ان کا قلم زور آور و طوفان کی طرح موجیں مارتا نظر آتا ہے۔ علماء کرام کی مخالفت میں جی بھر کر منہک نظر آتے ہیں۔ ان تمام تر تفصیلات کے باوجود قادیانیت کے لٹریچر پر ان کی بھرپور گرفت ہے۔ مرزا قادیانی پر جس سمت سے حملہ آور ہوتے ہیں اس کے بال و پر نوچ لیتے ہیں۔ دلائل گرم، الفاظ نرم کا یہ مصداق کتاب ہے۔ اے کاش! کوئی متلاشی حق قادیانی اس کتاب کو پڑھ لے۔ چاہے اسے ایمان نصیب نہ ہو۔ لیکن اتمامِ حجت تو یقینی امر ہے۔ اس لئے ہی احتساب قادیانیت جلد ۳۲ میں اس کو شامل کیا ہے۔

احمد یوں سے مناظرہ

دسویں جماعت میں عربی کے صرف پانچ طلباء تھے۔ ان میں سے ایک احمدی تھا۔ میں ان دنوں احمدیت کے متعلق ایک دو پمفلٹ پڑھ چکا تھا۔ اس لئے اس احمدی لڑکے کو تنگ کیا کرتا تھا۔ ایک دن اچانک جماعت احمدیہ راہوں (ضلع جالندھر) کے سیکرٹری کی طرف سے مجھے ایک خط ملا۔ مضمون یہ تھا:

جناب مولوی غلام جیلانی صاحب

السلام علی من اتبع الهدی

ہمیں یہ شکایات مسلسل موصول ہو رہی ہیں کہ آپ احمدی لڑکوں کو چھیڑتے اور تنگ کرتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں کہ آپ آج سے چھ دن بعد اتوار کو نمبر دار محمد اکرم کی بیٹھک کے صحن میں مناظرہ عام کے لئے آئیں۔ ہماری طرف سے مولانا غلام رسول راجیکے، مولانا عبدالعزیز شملوی اور مولانا ابراہیم بٹاپوری شامل ہوں گے۔ اگر آپ نہ آئے تو ہم آپ کے خلاف سارے شہر میں اشتہار لگائیں گے۔

یہ اشتہار پڑھ کر مجھ پر خوف طاری ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اگر میں نہ گیا تو احمدی ڈھول بجا کر اپنی فتح کا اعلان کریں گے۔ اگر گیا اور شکست ہوگی تو سارا شہر احمدی ہو جائے گا۔ میں ان مسائل پر احباب سے بات چیت کر رہا تھا اور دلائل ڈھونڈ رہا تھا کہ غیب سے ایک دلیل دماغ میں آئی اور مناظرہ گاہ کی طرف ڈاکٹر بسمل اور دیگر احباب کے ہمراہ چل پڑا۔ سارا میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ صدر مناظرہ ایک سکھ تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ ہر مقرر کو پندرہ پندرہ منٹ ملیں گے اور آج مرزا صاحب کی نبوت پر قرآن کی روشنی میں بحث ہوگی۔ پہلی تقریر سنی مولوی کی ہوگی۔ مناظرہ تین دن رہے گا۔ اب سنی مولوی سے التماس ہے کہ تقریر شروع کریں۔ میں نے حمد و صلوة کے بعد یہ آیت پڑھی: ”ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ.....“

یہ کتاب تمام شکوک سے بالاتر ہے اور ان متقین کے لئے باعث ہدایت ہے جو غیب پہ ایمان لاتے، نماز قائم کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس وحی پہ ایمان لاتے ہیں جو اے رسول ہم نے تم پر نازل کی ہے اور اس وحی

پر بھی جو تم سے پہلے آچکی ہے اور (تمہاری وحی کے بعد) قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ ہدایت پر ہیں اور یہ نجات پائیں گے۔  
حضرات دیکھا آپ نے کہ اللہ نے قرآن کے بعد آخرت پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ قرآن اور قیامت کے درمیان کسی رسالت یا وحی پر ایمان لانے کا کوئی اشارہ تک قرآن میں نہیں ملتا تو پھر یہ احمدی دوست مرزا قادیانی کو ملت پر کیوں تھوپ رہے ہیں۔  
یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا اور غلام رسول راجیکے پندرہ منٹ تک مرزا قادیانی کی نبوت زلزلوں، سیلابوں، سورج اور چاند کے گرہنوں سے ثابت کرتے رہے ہیں۔ اٹھا اور اتنا کہہ کر بیٹھ گیا کہ جب قرآن کے بعد صرف قیامت پر ایمان لانے کا حکم ہے تو آپ مرزا قادیانی کو ہمارے دائرہ ایمان میں کیوں گھسیٹ رہے ہیں۔

احمدی مبلغ نے پھر ادھر ادھر کی ہانکنی شروع کر دی اور میرے سوال کے جواب سے دامن بچانے لگے۔ میں نے ان کی بات ٹوک کر بلند آواز سے کہا کہ بے ربط باتیں نہ کیجئے اور میرے سوال کا جواب دیجئے۔ اب ان پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ ہوائیاں اڑنے لگیں اور لگے ادھر ادھر کی ہانکنے۔ اس پر احمدیوں کا سیکرٹری اٹھ کر کہنے لگا کہ سنی مولوی کی بات تو ہماری سمجھ میں آگئی ہے۔ لیکن احمدی مولوی کی کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اب سنی مولوی کا سوال میں پیش کرتا ہوں کہ جب قرآن اور قیامت کے درمیان کسی وحی پر ایمان لانے کا حکم نہیں ہے تو پھر ہم مرزا قادیانی پر کیوں ایمان لائیں؟

جب احمدی مبلغ نے پھر ادھر ادھر کی ہانکنی شروع کی تو سیکرٹری اٹھ کر کہنے لگا: آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے ساتھ احمدیت سے تائب ہوتا ہوں اور ۳۹ احمدی تائب ہو گئے۔ اس پر اللہ اکبر! کے نعرے بلند ہوئے۔ چند نوجوان مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کر شہر کی گلیوں میں ’اسلام زندہ باد‘ اور ’احمدیت مردہ باد‘ کے نعرے لگانے لگے۔ یہ ہنگامہ شام تک جاری رہا۔ جلوس نے بڑی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی اور پھر مجھے نبرداری بیٹھک پر چھوڑ کر منتشر ہو گیا۔

اس مناظرہ سے پہلے میں احمدی مبلغین کے بے ربط دلائل شور و شغب اور بے مقصد گفتگو سے گھبراتا تھا۔ لیکن اس فتح کے بعد میں دلیر ہو گیا اور جہاں بھی جاتا احمدیوں سے مناظرے میں جٹ جاتا۔ میں جب یہ سلسلہ ملازمت چکوال ضلع جہلم میں پوسٹ ہوا تو وہاں بھی احمدیوں سے ایک پبلک مناظرہ کیا۔ احمدی مناظر کا نام اللہ دتہ جالندھری تھا۔ بہت طرار بے ربط دلائل لانے میں ماہر اور اپنی تردید کرنے میں یگانہ یہ مناظرہ شوخو غوغا اور تو توتوں میں ختم ہو گیا۔

انہی دنوں چکوال کے ایک احمدی مناظر نے چودہ صفحات کا ایک طویل خط مجھے لکھا۔ میں نے اس کی تردید میں بیس صفحے لکھے۔ یہ سلسلہ مراسلت کوئی آٹھ ماہ تک چلتا رہا۔ پھر جب دونوں کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہ رہا تو خود بخود بند ہو گیا۔

(میری داستان حیات ص ۵۶۳ تا ۵۶۴)

## (۱۳۹۷) غلام جیلانی، جناب چوہدری

(پیدائش: ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۱ء، گوجرانوالہ ..... وفات: ۱۸ جنوری ۱۹۹۰ء، لاہور)

آپ نامور قومی رہنما، معتدل مزاج قائد اور مرجاں مرغ شخصیت تھے۔ صورت و سیرت کے اعتبار سے اعلیٰ حیثیت کے حامل تھے۔ نرم گفتار تھے اور خوبیوں کے آئینہ دار تھے۔ کم گو تھے لیکن پتہ کی بات کہنے کے خوگر۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں مرکزی مجلس

عمل تحفظ ختم نبوت میں جماعت اسلامی کی نمائندگی آپ کرتے تھے۔ قادیانی فتنہ کے خلاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چلتی پھرتی تلوار تھے۔ حق تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا۔ ایسے اجلی سیرت کے لوگ اب کتابوں میں یا قبروں میں حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

## (۱۳۹۸) غلام جیلانی، مولانا ابوالدرجات

آپ کا تعلق تحصیل کھاریاں کے علمی گھرانے سے تھا۔ آپ کے والد گرامی مولانا محمد عالم رئیس کھوڑی جید عالم دین اور قادر الکلام شاعر و تاریخ گو تھے۔ یہی تمام خوبیاں آپ میں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ سراج الاخبار جہلم میں اکثر آپ کا اردو و فارسی کلام شائع ہوتا رہا ہے۔ آپ ریاست راجپوتانہ کے وزیر مالیات کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کے برادر گرامی مولانا عبدالملک ریاست بہاول پور میں وزیر مالیات تھے۔ آپ کی سن ولادت و وصال معلوم نہیں ہو سکی۔ آپ نے سراج الاخبار میں رد قادیانیت پر بھی لکھا۔

## (۱۳۹۹) غلام حبیب نقشبندی (چکوال)، مولانا پیر

(ولادت: ۱۹۰۴ء ..... وفات: ۲۱ ستمبر ۱۹۸۹ء)

مولانا پیر حافظ غلام حبیب نقشبندی عالمی شہرت یافتہ پیر طریقت چکوال جامعہ دارالعلوم حنفیہ کے بانی ہزاروں علماء مشائخ کے مرشد عالم۔ آپ علاقہ سون سیکسر کے باسی تھے۔ ۱۹۵۱ء میں چکوال تشریف لائے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔ قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے۔ ہر قومی تحریک میں پیش پیش رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۲ء اور ۱۹۸۴ء میں نمایاں خدمات کے حامل تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں نہ صرف تشریف لاتے بلکہ خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بھرپور وجاہت شخصی و دینی نصیب فرمائی تھی۔

## (۱۴۰۰) غلام حسن ڈھانڈلہ، جناب

(وفات: ۲ اگست ۱۹۸۴ء)

بھکر سے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پاکستان قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۲ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

## جناب غلام حسن خان ڈھانڈلہ کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب غلام حسن خان ڈھانڈلہ: جناب چیئرمین! اس ایوان میں بہت تقریریں کی جا چکی ہیں۔ کتابوں کے حوالے بھی بہت دیئے جا چکے ہیں۔ حدیثوں کے حوالے بھی بہت پیش کئے جا چکے ہیں۔ قرآن کی آیتیں بھی بہت پیش کی جا چکی ہیں۔ ہم اپنی طرف سے تحریری بیان بھی داخل کر چکے ہیں جس پر میرے دستخط موجود ہیں۔ اس بیان کے بعد تقریر کی کوئی خاص ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ ہم نے اپنی رائے تحریری بیان میں درج کر دی ہے۔ بہر حال میں اپنے تحریری بیان کی تائید میں عرض کروں گا کہ مرزائیوں کے دونوں گروہوں، لاہوری اور ربوہ والوں کے بیانات سے ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم مسلمانوں کے نزدیک وہ کافر ہے۔ جناب والا! اس لحاظ سے میری رائے ہے کہ مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور آئین میں اس کی ترمیم کی جائے۔ آئین میں اس کی وضاحت ہونی چاہئے کہ مرزائی دونوں قسم کے جو ہیں وہ غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جائیں۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ مرزائیوں کو کلیدی اسمیوں سے ہٹایا جائے۔ یہ میری رائے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں تقریریں نہیں کرنی چاہئیں۔ تقریریں بہت سن بھی چکے ہیں اور کربھی چکے ہیں۔ یہ میری اپنی رائے ہے کہ مرزائی کافر ہیں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

## (۱۴۰۱) غلام حسن سنی حنفی (منڈی بہاؤ الدین)، مولانا

(وصال: ۱۷ دسمبر ۲۰۱۸ء)

آپ نے حضرت تھانوی کے خلیفہ مجاز مولانا سیف الرحمن سے تعلیم حاصل کی اور ان کے حکم کی تعمیل و تکمیل پر ۱۹۶۳ء کو مرکزی جامع مسجد مدرسہ انوار العلوم منڈی بہاؤ الدین میں تدریسی خدمات کا آغاز کیا اور تاحیات اسی جگہ ہی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کرنے والوں کی ہمیشہ سرپرستی فرماتے تھے۔

## (۱۴۰۲) غلام حسین (جھنگ)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ / ۱۰ جون ۱۹۸۴ء)

آپ نامور عالم دین اور مفتی تھے۔ پست قد لیکن علم کی بلندی پہاڑوں کی چوٹیوں کو شرماتی تھیں۔ خوب قادر الکلام خطیب تھے۔ ہر دینی تحریک میں پیش پیش رہے۔ تحفظ ختم نبوت و تحفظ ناموس اہل بیت ﷺ و صحابہ کرام ﷺ کے حدی خواں تھے۔ وہ ان حضرات میں سے تھے جن پر خود علم ناز کرتا ہے۔

## (۱۴۰۳) غلام حسین شاہ تھانوی، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباحثہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت غلام حسین شاہ کو بھی انجام آتھم ص ۷۲، نمبر ۹۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۴۰۴) غلام حسین (لیہ)، مولانا

(وفات: ۲۲ جون ۱۹۸۸ء)

مدرسہ قاسم العلوم لیہ کے بانی، دارالعلوم دیوبند کے فاضل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دل و جان سے عزیز سمجھنے والے مولانا غلام حسین بہت ہی متواضع و منکسر المزاج عالم دین تھے۔ سادگی میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

## غلام حسین، جناب ڈاکٹر (۱۴۰۵)

ڈاکٹر غلام حسین ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے رکن تھے۔ ۳ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آپ نے قادیانی مسئلہ پر تقریر فرمائی جو ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

### جناب ڈاکٹر غلام حسین کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

ڈاکٹر غلام حسین: جناب چیئرمین صاحبہ! قادیانی مسئلہ کے متعلق بہت کچھ کہا جا چکا ہے اور ہمارے سامنے بے شمار حقائق اور مواد ہے جس کی روشنی میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ حقیقت حال کیا ہے۔ جناب والا! ہم مسلمانوں کو جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کا ورثہ اور اسلام کی دولت ملی ہے وہ رسول پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ ملی ہے اور قرآن پاک نے خود فرمایا ہے کہ وہ نبی آخر الزمان ﷺ ہیں۔ ان پر دین مکمل ہو چکا ہے۔ اس کے بعد نبی کا لفظ تا ویوں میں بات کو الجھا کر ایک سیاسی جماعت نے، ایک تحریکی جماعت نے، انگریزوں کی ایک ایجنٹ جماعت نے اس کو کئی کئی معنی پہنائے ہیں۔ نبی کا مطلب جو پاکستان میں ہم سمجھتے ہیں اور ہماری نسلیں سمجھتی آئی ہیں وہ پیغمبر اور رسول خدا کے معنی ہیں۔ جس طرح ہم نماز کو عربی کے لفظ صلوة کے معنوں میں لیتے ہیں۔ ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم مسجد میں صلوة کے لئے جا رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں۔ نماز کا لفظی مطلب پرستش ہے۔ پرستش آگ کی بھی ہوتی ہے۔ ہم آگ کی پرستش کرنے نہیں جاتے۔ جو رائج الوقت اصطلاح ہے اس کے معنی عام لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد ایک جگہ نہیں ہزاروں جگہ لکھتے ہیں۔ ان کے معتقدین جو یہاں تشریف لائے تھے انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ وہ اپنے آپ کو نبی کہتے تھے۔ یہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ ایک Parallel (متوازی) نبوت یا Parallel Prophethood (متوازی نبوت) جو نبی اس کا تسلیم کر لینا ہے ہمارے لئے کافی ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ وہ ذات جس نے پاکستان بنایا وہ قائد اعظم کی ذات گرامی تھی۔ قائد اعظم کو بھی مسلمان نہ سمجھنا اور باقی اکثریت کو بھی مسلمان نہ سمجھنا اور انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا، ڈھٹائی سے اپنے غلام احمد کو نبی بنانا اور قائد اعظم کے جنازہ میں نہ شرکت کرنا، یہاں تک کہ غائبانہ نماز جنازہ تک بھی نہ پڑھنا اور جہاد کو حرام قرار دینا، اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ وہ نہ پاکستان کے حامی ہیں اور نہ اسلام کے حامی ہیں۔

اس کے علاوہ، آپ جانتی ہیں کہ ڈاکٹر اقبال نے ہمیں پاکستان کا تصور دیا تھا۔ انہوں نے شروع شروع میں تو ان کی باتوں میں آکر ان کی کچھ تعریف کی۔ لیکن جب حقیقت حال ان کو پتہ چلی تو انہوں نے واضح طور پر ان کی مخالفت کی اور Declare (اعلان) کیا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں بلکہ یہی مطالبہ کیا جو آج یہاں دہرایا جا رہا ہے۔ اس اسمبلی کے باہر ساری قوم یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ ان کو اقلیت قرار دیا جائے۔ ایک تو ان کی جھوٹی نبوت اور دوسرے ہماری اس قوم کے باپ کے خلاف ان کی باتیں اور اس شخص کے بارے میں یہ باتیں جس نے پاکستان کا تصور دیا، ایک گائیڈ لائن دی، یہ قابل افسوس اور سخت مذمت کے قابل ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر و مرتد ہے اور اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔

اس کے علاوہ مکہ مکرمہ کو لیجے! وہ چودہ سو سال سے ہمارا مرکز اور سنٹر ہے۔ وہاں کے بادشاہ شاہ فیصل نے سعودی عرب شریف میں ان کی *Entry* (داخلہ) بالکل *Ban* (بند) کر دی ہے۔ عالم اسلام نے اپنے *Forum* (فورم) سے ان کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ جب انہوں نے *Declare* (اعلان) کر دیا ہے تو پھر ہم کیوں نہیں سمجھتے کہ مرزا غلام احمد کارول وہی ہے ”جو لارنس آف عربیہ“ کارول تھا۔ اس نے وہاں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر انگریزوں کی انتہائی کٹی تھی اور اب وہی رول یہ ادا کر رہے ہیں۔ باقی جہاں تک ان کے منظم ہونے کا سوال ہے تو یہ سیاسی اور کاروباری لوگ بڑے منظم ہوا کرتے ہیں۔ اسرائیل کو بھی ایک منظم قوم سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور جتنی غیر مسلم اقوام ہیں ان میں سے بیشتر منظم ہیں۔ حالانکہ ان کی اپروچ مذہب کے متعلق غلط ہے۔ جیسا کہ ملک جعفر صاحب نے فرمایا ہے کہ تنظیم کی کمی اور علماء کرام میں اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے سائنٹفک اپروچ اور *Objective Conditions* (معروضی حالات) کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اور آپس کے جھگڑوں اور لڑائیوں کی وجہ سے عالم اسلام کا اتحاد کمزور پڑ گیا ہے۔ اس سے ہمیں بہت نقصان ہوا ہے۔

### قادیانی سربراہ کا جھوٹ

جناب والا! یہاں مرزا ناصر احمد تشریف لائے۔ میں دینی معاملات کا ماہر نہیں، میں سیدھا سادہ مسلمان ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک شخص ہمارے سامنے، ان ممبر صاحبان کے سامنے جو ساری قوم سے اہلیکٹ ہو کر یہاں آئے ہیں، ان کا حافظہ اتنا کمزور نہیں کہ تین چار سال پہلے کی بات بھول جائیں۔ ان سے جب سوال ہوا تھا کہ کیا آپ سیاست میں حصہ لیتے ہیں، کیا آپ سیاسی جماعت ہیں، تو انہوں نے بڑے *Confidence* (اعتماد) سے فرمایا تھا کہ نہ ہم نے کبھی پہلے سیاست میں حصہ لیا نہ اب لے رہے ہیں اور کبھی نہیں لیں گے۔ میں خود کہہ سکتا ہوں اور میرے بھائی اس بات کو تسلیم کریں گے کہ انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کو پوری طرح سپورٹ کیا ہے۔ ان کے افراد نے ہر طریقہ سے ان کی پوری مدد کی۔ ان کے ہیڈ کوارٹر اور ان کے خلیفہ کی طرف سے ہدایات تھیں کہ ان کی بھرپور حمایت کی جائے۔ واضح طور پر انہوں نے ہمارا ساتھ دیا تھا۔

-----

[At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali).]

(اس موقع پر ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی نے کرسی صدارت کو چھوڑا جو جناب چیئرمین (صاحبزادہ فاروق علی) نے سنبھال لی)

-----

ڈاکٹر غلام حسین: ان کا سیاسی علقہ نظر کچھ بھی سہی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے الیکشن میں حصہ لیا۔ انہوں نے یہاں ممبر صاحبان کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم نے الیکشن میں حصہ نہیں لیا۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔

تعداد کے بارہ میں مرزا ناصر کا جھوٹ

ان کی تعداد کے بارے میں بار بار سوال کیا گیا کہ آپ کی پاکستان میں کتنی تعداد ہے تو انہوں نے آئیں بائیں شائیں میں



جواب دینے کی کوشش کی۔ کبھی کہتے ہیں کہ ۳۰ لاکھ، کبھی کہتے ہیں کہ ۳۵ لاکھ، کبھی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ریکارڈ نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ان کے پاس ایک ایک فرد کا ریکارڈ موجود ہے۔ جو کوئی نیا شخص ان کے فرقے میں داخل ہوتا ہے وہ ابتدائی فارم کے ذریعہ اپنا شجرہ نسب اور تمام تفصیلات دیتا ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ایک منظم جماعت ہے۔ ان کا ہر شخص اپنی آمدنی کا دس فیصد بیت المال ان کا جو So- Called (نام نہاد) بیت المال ہے، جو انہوں نے بزنس کا ذریعہ بنا رکھا ہے، جیسے مالیہ وصول کرتے ہیں اسی طرح یہ مالیہ وصول کرتے ہیں۔ ان کے پاس ریکارڈ کیسے نہ ہو۔ پھر یہ کیوں جھوٹ بولتے ہیں۔ تعداد بتانے میں حرج ہی کیا ہے؟

تیسری بات انہوں نے جو کہی ہے وہ میں ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے بتاؤں گا کہ بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسکتی ہے اور کسی شخص کو کوئی بیماری لگ سکتی ہے۔ اس میں بے عزتی کیا ہے؟ لیکن یہ کہنا کہ مرزا صاحب کو ہیضہ نہیں ہوا تھا اور یہ کہ ان کو Gastro- enteritis ہوئی تھی۔ Acute Gastro- enteritis ہیضے کا انگریزی ترجمہ ہے۔ ہیضے کا انگریزی ترجمہ کر کے جھوٹ بولنے کی کوئی تک نہیں ہے۔ جب ایک شخص ایک جھوٹ بول سکتا ہے تو اس کے ساتھ ہزاروں جھوٹ بھی بولے جاسکتے ہیں۔ چاولوں کی دیگ سے چند دانے ٹٹولے جاتے ہیں نہ کہ تمام دیگ۔ لہذا یہ لوگ نہایت خوبصورتی سے جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔

*Mr. Chairman: Thank you very much.*

(ڈاکٹر غلام حسین: صرف ایک منٹ جناب والا!)

*Mr. Chairman: Sir, we have been sitting for ten days and most of the...*

ڈاکٹر غلام حسین: جناب والا! صرف ایک منٹ کے بعد ختم کر دوں گا۔

جناب چیئرمین: میری بات تو سن لیں۔

*I am not stopping you. We have been sitting for open debate for the last ten days and most of the honourable members present today were absent; and I have been requesting them that today we have got full opportunity, a member can speak for two hours or three hours. And 5th was fixed for Attorney- General. The time schedule has been announced also, and if today everybody wants to consume the maximum time, it cannot be allowed. I am sorry. You may speak and try to wind up.*

(میں آپ کو روک نہیں رہا۔ ہم گزشتہ دس دنوں سے کھلی بحث کے لئے بیٹھتے رہے ہیں اور بہت سے معزز اراکین جو آج موجود ہیں گزشتہ دنوں میں غیر حاضر رہے ہیں اور میں ان سے گزارش کرتا رہا ہوں کہ آج ہمارے پاس پورا موقع ہے۔ آپ دو گھنٹے یا تین گھنٹے بھی بات کر سکتے ہیں اور پانچ تاریخ انارنی جنرل کے لئے متعین تھی۔ ٹائم شیڈول کا پہلے سے اعلان کیا جا چکا ہے اور اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ آج ہر شخص زیادہ ٹائم لینا چاہے۔ میں معذرت خواہ ہوں آپ بات کیجئے اور اسے جلد مکمل کرنے کی کوشش کیجئے)

ڈاکٹر غلام حسین: میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کے لئے وقت دیا۔ میری آخری گزارش یہ ہے کہ یہ دینی

مسئلہ ہے۔ اگر اس کو صحیح معنوں میں حل کرنا ہے اور *Once for all* (ہمیشہ کے لئے) حل کرنا ہے تو جیسے ہماری تجویزیں آئی ہیں، ریزولیوشنز آئے ہیں، پہلے جس طرح سٹ کانفرنس بلائی گئی تھی اسی طریقے سے ہمیں ساری دنیا کے علماء کرام کی ایک سٹ کانفرنس بلائی جانے اور ان میں سے *Fundamental Truths* (بنیادی سچائیاں) نکال کر ایک واحد پلیٹ فارم بنا کر پھر آگے چلنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے آپس کے اختلافات ختم کرنے چاہئیں اور یہ ہمارے اسلام کی اور اسلامی برادری کے اتحاد کی علامت اور ضمانت ہوگی۔

آخر میں میرا مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو نہ صرف غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ بلکہ بیرونی ملکوں میں ان کے پروپیگنڈے کو *Counter* (رد) کرنے کے لئے حکومتی سطح پر مشن قائم کئے جائیں جو 'احمدیت' کی بجائے صحیح اسلام کو متعارف کرائیں۔ شکر یہ! (قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ جلد پنجم ص ۴۲۶ تا ۴۲۷)

(۱۴۰۶) غلام حیدر بھروانہ، جناب مہر

(ولادت: ۱۹۲۵ء ..... وفات: ۲۰۰۰ء/اپریل ۱۹۸۲ء)

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے بھوانہ ضلع جھنگ سے ممبر منتخب ہوئے۔ ۶ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر بحث کے دوران قومی اسمبلی میں مختصر خطاب فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں:

جناب مہر غلام حیدر بھروانہ کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

مہر غلام حیدر بھروانہ: جناب والا! اس مسئلے پر بہت کافی دنوں سے بحث ہو رہی ہے اور شہادتیں بھی ہوئی ہیں۔ حالانکہ اس پر اتنی ضرورت نہیں تھی۔ ہر وہ مسئلہ جو قرآن شریف اور حدیث شریف میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے۔ اس پر مزید سوچنے کے لئے ایک مسلمان کو ضرورت نہیں ہے۔ قرآن شریف اور حدیث شریف میں واضح طور پر حضور نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یہاں ان کی کتابوں سے صاف واضح ہے۔ مرزا غلام احمد کی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ ہر وہ آدمی خواہ غلام احمد ہو یا کوئی اور جو ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے وہ کافر اور مرتد ہے۔ اس کے متعلق مزید سوچنے کی بھی ضرورت نہیں ہے؟ اس کے پیروکار اور ماننے والے بھی کافر ہیں، مرتد ہیں۔ لہذا اس پر مزید سوچنے کے علاوہ ہم ۳۷ آدمیوں نے قرارداد پیش کی ہیں۔ میں اس ایوان سے پرزور التماس کرتا ہوں کہ وہ اسے متفقہ طور پر منظور کر لیں۔

(۱۴۰۷) غلام حیدر چٹھہ، جناب ڈاکٹر

(وفات: ۲۳ مئی ۱۹۸۶ء)

آپ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ کی معروف سماجی شخصیت تھے۔ معروف مذہبی انجمن خدام الصوفیہ کے بانی کارکن تھے۔ تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا۔

## (۱۴۰۸) غلام حیدر وائیل، جناب

(شہادت: ۲۹ ستمبر ۱۹۹۳ء، میاں چنوں)

آپ مسلم لیگ کے نامور رہنما تھے۔ قومی اسمبلی کے خانبوال میاں چنوں سے ممبر بھی رہے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ رہے۔ درویش منس اور بھلے آدمی تھے۔ قادیانیوں کے متعلق ان کا بیان ملاحظہ ہو: ”مسلم لیگ کے دستور کے مطابق قادیانی غیر مسلم ہونے کی وجہ سے مسلم لیگ کے باقاعدہ رکن نہیں بن سکتے۔ البتہ پاکستان کی دیگر اقلیتوں کے درکر اس جماعت کے شریک رکن اسی صورت میں بن سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد اور نظریاتی اساس سے متفق ہوں۔“ (روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۸ نومبر ۱۹۸۶ء)

## (۱۴۰۹) غلام حیدر ایڈووکیٹ (بتالہ)، مولوی

مولوی غلام حیدر بتالہ کا رہنے والا اور صاحب جائیداد تھا۔ بتالہ کی کچھری میں پریکٹس کرتا تھا۔ احرار سے بڑی محبت کرتا تھا اور ہمارے مقدمات بلا اجرت یا بالکل معمولی فیس پر پیروی کرتا تھا۔ بڑا نیک دل بزرگ تھا۔ مس فیض کا بھائی جیل سے رہا ہو کر پہنچ گیا۔ مس فیض صاحبہ دوسرے دن اپنے صغیر بھائی کو ساتھ لے کر شکر یہ کے لئے میرے دفتر آئی۔ ممنون احسان تھی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ خلیفہ کی بڑی رازدار ہے۔ میں نے اشارہ سے پوچھا تو اس نے ہاں میں جواب دیا اور کہا کہ: ”اگر تم دلچسپی رکھتے ہو تو میں سنائے دیتی ہوں اور اپنے بتائے ہوئے واقعات پر قائم رہ کر ان کا ثبوت بھی مہیا کر سکتی ہوں۔“ یاد رہے کہ پہلے دن تو میں نے اسے دیکھا تھا بلکہ اس کے خدو خال کا مطالعہ بھی کیا تھا اور خیال تھا کہ اب اس کا میرے پاس آنا جانا تھا۔ کیونکہ اس کے بھائی کی ضمانت دے کر ہم نے اسے چھڑا لیا تھا۔ لیکن مقدمہ تو ابھی باقی تھا اور اگر ہماری امداد نہ ہوتی تو وہ قید ہو جاتا۔ چونکہ مس فیض قادیان کی نامور عورت تھی اور پہلے دن سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مقدمہ کے سلسلہ میں اس کا میرے ہاں آنا جانا ہوگا اور یہ مظنہ اتہام ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے شرطیہ قسم کھالی تھی کہ آج کے بعد اس کا چہرہ تک نہیں دیکھوں گا۔ چنانچہ اس کا میرے پاس بارہا آنا جانا رہا۔ مگر آج تک میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اول یوم کے بعد میں نے اس کا چہرہ دوبارہ نہیں دیکھا۔ اپنی جگہ تو شاید لوگ میرے خلاف کیا کہتے ہوں گے؟ مگر میرے سامنے مولوی محمد حیات نے جو ہمارے دفتر کے ممبر تھے ایک دن جب کہ مس فیض مجھے مل کر واپس چلی گئی تو انہوں نے کہا کہ تم میں اور مرزا محمود میں کیا فرق ہے؟ اس کے متعلق بھی تو یہی شہرت ہو رہی ہے کہ غیر محرم عورتیں اس کے تخیل میں آ جاتی ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ عورت بھی وقت بے وقت تمہارے پاس آتی جاتی ہے؟ میں نے جواباً کہا: ”مہاتما جی! بڑا فرق ہے وہ یہ کہ اس عورت کا ایک ضرورت کے تحت میرے ہاں ضرور آنا جانا ہے۔ مگر میں قسم اور طلاق سے کہہ سکتا ہوں کہ پہلے دن کے سوا میں نے اس کا چہرہ تک نہیں دیکھا؟“

بہر حال لڑکے کا مقدمہ ہوا۔ ہم نے پیروی کی اور وہ بری ہو گیا۔ اس کے بعد وہ عورت دفتر احرار میں نہیں دیکھی گئی شاید مرزا محمود کے ساتھ اس کی صلح ہو گئی۔ واللہ اعلم!

ہاں تو دوران مقدمہ میں نے اس سے مرزا محمود کے متعلق حالات دریافت کئے تو اس نے مرزا محمود کے گھناؤنے کردار کے بڑے بڑے واقعات سنائے۔ میں اسے اپنے قانونی مشیر مولوی غلام حیدر کے پاس لے گیا اور ان سے خواہش کی کہ آپ وقت نکال کر

اس کے واقعات سن لیں۔ شاید کوئی معاملہ عدالت کے قابل ہو تو ہم مرزا محمود کو عدالت کے کٹہرے میں لاکھڑا کریں گے۔

میرے لئے مشکل یہ تھی کہ میں نے اس کا چہرہ نہ دیکھنے کی قسم کھا رکھی تھی اور وہ ہمارے ساتھ گھل کر بیٹھنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے مولوی غلام حیدر کے حوالہ کیا اور خود کہیں الگ جا کر بیٹھ گیا۔ وہ بڑا وقت مولوی غلام حیدر کو مرزا محمود کا دیانی کی رام کہانی سناتی رہی اور میں سن رہا تھا کہ وہ کسی معاملہ میں زور سے ہنس دیتے تھے۔ جب رام کہانی ختم ہوئی تو میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ کچھ عدالتی مواد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ”مواد تو بڑا ہے مگر صرف مس فیض کی زبانی ثبوت نہیں بن سکتا۔ ان حالات میں انہیں چھیڑنا غلاظت میں لکڑی مارنا ہے۔ عدالتی کارروائی سے حاصل وصول تو کچھ نہ ہوگا اور مفت میں پریشان ہونا پڑے گا۔“ چنانچہ غور کرنے کے بعد ہم نے وہ خیال ترک کر دیا اور پریس میں بھی اس کا لانا جب کہ عدالتی ثبوت نہ ہو اس زمانہ میں ناممکنات سے تھا۔“ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

## (۱۴۱۰) غلام حیدر، جناب حاجی شیخ

(وفات: ۲۸ مئی ۲۰۱۶ء)

حاجی شیخ غلام حیدر مرحوم اپنے والد بزرگوار حاجی شیخ محمد عمر کی وفات کے بعد ۱۹۸۶ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈوب کے امیر مقرر ہوئے۔ انتہائی مخلص اور تمام ساتھیوں کو ساتھ لے کر اور ان کے مشورے سے کام کرنے والے انسان تھے۔ جب تک صحت مند رہے اپنی گاڑی میں ڈوب ختم نبوت جماعت کے ساتھیوں کو لے کر قافلہ کی صورت میں چناب نگر کانفرنس میں شریک ہوتے تھے۔ جب ان کی صحت سفر کی تحمل نہیں رہی تو چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں غیر حاضری کا ملال رہتا تھا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے مبلغ مولانا محمد یونس کا جب دورہ ڈوب ہوتا تو حاجی شیخ غلام حیدر چناب نگر ختم نبوت کانفرنس کے متعلق رپورٹ طلب کرتے اور جب ان کو چناب نگر کانفرنس کی کارگزاری سنائی جاتی تو بہت خوش ہوتے تھے۔ صوبہ بلوچستان کے علاقہ ڈوب میں مجلس کا ملکیتی دفتر اور مدرسہ ہے۔ اس کی خریداری میں حاجی شیخ غلام حیدر اور ان کے مخلص رفقاء کرام حاجی محمد اکبر، عبدالعزیز اور حافظ شمس العارفین نے اہم کردار ادا کیا۔ حاجی شیخ غلام حیدر تادم زیت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈوب کے امیر رہے۔ (مولانا محمد یونس، کوئٹہ)

## (۱۴۱۱) غلام حیدر، جناب ماسٹر

شیخ ماسٹر غلام حیدر سرگودھا جہلم میں انگریز حکومت کے دور میں مختلف سکولوں میں ماسٹر وہیڈ ماسٹر رہے۔ ان کے رد قادیانیت پر چار رسائل ہمیں میسر آئے۔

..... ”عشرہ کاملہ“ اس رسالہ کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف پہلے قادیانی عقائد رکھتے تھے۔ اس رسالے میں انہوں نے مرزا قادیانی کی تکفیر سے پہلو تہی اختیار کی۔ مگر بعد کے ان کے رسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو کافر نہیں بلکہ کافر گردانے لگ گئے۔ اس رسالہ میں دس اصول مقرر کر کے انہوں نے مرزا قادیانی کی بولتی بند کر دی ہے۔

..... ۲ ”کشف الاسرار“ یہ رسالہ بھی شیخ ماسٹر غلام حیدر صاحب کا ہے۔ اس کا پورا نام ہے: ”کشف الاسرار یعنی ریویو متعلق انگریزی قرآن، مولوی محمد علی ایم، اے، ایل، ایل، بی امیر احمدی جماعت لاہور“ اس میں لاہوری مرزائی محمد علی کے انگریزی ترجمہ

قرآن پر جا بجا گرفت کی ہے۔ اس رسالہ کی وجہ تصنیف پانچ صفحات پر انہوں نے خود لکھی ہے۔ اس لئے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اس میں دیکھ لیا جائے۔

۳..... ”کشف الحقائق“ یہ رسالہ بھی شیخ ماسٹر غلام حیدر کا ہے۔ اس میں لاہوری جماعت کے محمد علی لاہوری کے بخاری شریف کے ترجمہ پر انہوں نے نقد کیا۔ جس میں مولانا اصغر علی رومی جیسے فاضل ویگانہ روزگار شخصیت سے بھی وہ راہنمائی لیتے رہے۔ ابتداء میں یہ مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۲۶ء کی فائلوں میں چھپتا رہا۔ بعد میں انہوں نے اسے مستقل رسالہ کی شکل میں اس نام سے شائع کر دیا۔

۴..... ”قادیانی ترجمہ قرآن مجید کی تاویلات باطلہ کا مجموعہ حصہ اول“ یہ کتاب نومبر ۱۹۱۶ء میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کے مولف ماسٹر غلام حیدر صاحب ہیں۔

افسوس کہ شیخ ماسٹر غلام حیدر کے تفصیلی حالات اس سے زیادہ ہمیں نہ مل سکے۔ جس کا قلق ہے۔ آپ کے پہلے تینوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں جب کہ چوتھا رسالہ بحسابہ قادیانیت جلد ۱۲ میں شائع ہو گئے ہیں۔

## (۱۴۱۲) غلام حیدر، حضرت مولانا مفتی

(وفات: ۳ جنوری ۱۹۹۵ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ خوب ادیب، شاعر اور مدرس تھے۔ مخزن العلوم عید گاہ خانپور میں مدرس بھی رہے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور دوسرے حضرات اکابرین مجلس ختم نبوت سے محبت بھرا تعلق رکھتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے مبلغ تھے۔

## (۱۴۱۳) غلام دستگیر الہاشمی القصوری، مولانا

(وفات: ۱۸۹۷ء، قصور)

مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی، قریشی صدیقی لاہور کے محلہ چلہ پیہیاں اندرون موچی دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا حسن بخش صدیقی تھا۔ آپ نے اپنے خاندان کا تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے۔ ”میرا خاندان بزرگوار قصور میں بہت مشہور ہے۔ جن سے اطراف ہندو پنجاب و ڈیرہ جات تک کے خاص و عام فیضیاب و تاشیر مرام ہیں۔“ (تحفہ دستگیر یس ۱۵۵)

مولانا غلام دستگیر کی والدہ شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ مجاز مولانا غلام محی الدین قصوری دایم الحضور کی ہشیرہ تھی۔ مولانا غلام دستگیر کو مولانا غلام محی الدین کے بھانجے، داماد، مرید اور خلیفہ ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور آج انہیں کے مزار مبارک کے قبرستان میں مولانا غلام دستگیر استراحت فرما ہیں۔

آپ کو قرآن پاک سے عشق تھا۔ آپ نہایت خوش الحانی سے قرآن پاک پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ بھی پایا ہے قرآن خوانی سے پایا ہے۔ آپ کی شہرت و عزت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنے بچوں کے نام آپ کے نام پر رکھا کرتے تھے۔ مولانا غلام دستگیر نامی کا نام بھی آپ کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اس کا اعتراف مولانا غلام دستگیر نامی نے ”تاریخ جلیلہ“ میں خود کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کی اشاعت کے لئے اشتہار شائع کئے۔ پھر براہین احمدیہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۳ء میں چار حصے شائع کئے۔ صفر ۱۳۰۲ھ (دسمبر ۱۸۸۳ء) میں قصور کے عالم دین حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے براہین احمدیہ سے حصص اور اشتہار پڑھ کر اردو میں ایک رسالہ ”تحقیقات دستگیر بی بی ردہ نوات براہین“ تحریر کیا اور اس کی نقل مرزا قادیانی کو بھیج کر اس سے توبہ کر تقاضہ کیا۔ مرزا قادیانی نے چپ سادھ لی تو مولانا قصوری نے مولانا احمد بخش امرتسری، مولانا نواب الدین امرتسری، مولانا غلام محمد (امام شاہی مسجد لاہور)، حافظ نور احمد (امام مسجد انارکلی لاہور)، مولانا نور احمد (ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم)، مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹوٹکی سے اس رسالہ پر تقریظات تحریر کرائیں۔ جس میں مرزا قادیانی کا مدعی نبوت، مدعی الہام، ایسے دعاوی کو مبرہن کیا گیا اور اس کے عقائد کو اسلام اور اہل اسلام کے منافی قرار دیا گیا۔ علمائے کرام کے فتویٰ جات اور شرعی آراء آ جانے کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوری نے مرزا قادیانی کو پھر دعوت اسلام دی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے بھی نظر انداز کر دیا تو مولانا نے شوال ۱۳۰۳ھ، مطابق جولائی ۱۸۸۶ء میں تحقیقات دستگیر بیہ کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام ”رحم الشیاطین براغلو طات البراہین“ تجویز کیا۔ علمائے کرام کے فتوے، مرزا قادیانی کی کتاب براہین کے متعلقہ حصے، اشتہار پر مشتمل دستاویزات تیار کر کے حرمین شریفین کے آئمہ و مفتیان سے فتوے طلب کئے۔ ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۸ء) میں فتویٰ جات حرمین شریفین سے موصول ہو گئے۔ وہ فتاویٰ جات لے کر آپ امرتسر گئے۔ بعض رؤسا اور اسلامی دردر رکھنے والے مؤثر حضرات کے ذریعہ مرزا قادیانی سے رابطہ کیا کہ اب بھی وقت ہے کہ آپ توبہ کر کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں۔ بعض رؤسا نے پھر مرزا قادیانی کو مباحثہ و مناظرہ کے لئے بلایا۔ لیکن وہ انکاری رہا۔ ایک بار موسم گرما کی تعطیلات میں مرزا قادیانی نے لاہور آنے کا وعدہ کیا۔ مولانا دستگیر وعدہ کے مطابق لاہور دس دن قیام پذیر رہے۔ لیکن مرزا قادیانی نہ آیا۔ ابتداء میں جب مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کے متعلق مثبت رائے رکھتے تھے۔ ان سے مباحثہ کے لئے مولانا غلام دستگیر نے طرح ڈالی۔ مولانا محمد حسین نے بند کمرہ میں گفتگو کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن مولانا غلام دستگیر نے کہا کہ علماء کی موجودگی میں مرزا قادیانی کے الہامات پر گفتگو ہوگی۔ مولانا بٹالوی اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ ایک بار مولانا غلام دستگیر نے مرزا قادیانی کو امرتسر کے ایک رئیس کے ذریعہ مباحثہ کے لئے طلب کیا تو مرزا قادیانی نے کہا کہ میری باتیں تصوف کی ہیں۔ صوفیاء کرام شریک مجلس ہوں۔ مولانا نے قبول کر لیا کہ صوفیاء کرام کے خاندانی تین علماء کو بلا لیں۔ لیکن مرزا قادیانی پھر طرح دے گیا۔ اس کا ردوائی کے درمیان صفر ۱۳۰۴ھ سے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ (دسمبر ۱۸۸۳ء تا اپریل ۱۸۹۱ء) تک مرزا قادیانی کی متعدد کتب و رسائل بھی سامنے آ گئے۔ مرزا قادیانی کے متعلق نرم گوشہ رکھنے والے اس کے سخت مخالف ہو گئے۔ خود حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کی موافقت ترک کر کے اس کے سخت مخالف ہو گئے۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کی تین کتابیں توضیح المرام، فتح اسلام، ازالہ ادہام شائع ہونے پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے تلافی مافات کی اور فتویٰ حاصل کیا۔

سب سے پہلا فتویٰ تکفیر

الحمد للہ! فتنہ قادیانیت کا استیصال اتنی بڑی سعادت ہے کہ اب ہر مکتب فکر کے رفقاء اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی

”اولین“ کی سعادت حاصل کرنے، اعزاز پانے کے لئے کوشاں ہیں۔ چنانچہ فیصل آباد کے مولانا حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی نے ”سب سے پہلا فتویٰ تکفیر“ کے نام سے کتاب شائع کی اور مؤقف اختیار کیا کہ علماء لدھیانہ سب سے پہلے مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر جاری کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ اہل حدیث مکتب فکر کے ڈاکٹر بہاء الدین نے ”تحریک ختم نبوت“ حصہ اول شائع کیا تو انہوں نے یہ سعادت علماء اہل حدیث کے کھاتہ میں ڈال دی۔ میرے ایسے مسکین کے لئے اس تناؤ میں کچھ عرض کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن دیانت داری سے ترتیب وار چند واقعات نقل کر دینے میں حرج بھی کوئی نہیں۔

۱..... مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ سے بہت قبل حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری نے حکیم نور الدین کو کہہ دیا تھا کہ مرزا قادیانی سے بچنا۔ وہ ارتداد و الحاد اختیار کرے گا۔ آپ اس کے ساتھی بن جائیں گے۔

۲..... حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی نے حضرت پیر مہر علی شاہ گڑوی کو بھی مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے قبل متوجہ فرمایا۔

۳..... مرزا غلام احمد قادیانی کی براہین احمدیہ (۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۴ء تک) شائع ہوئی۔ اس زمانہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کے وکیل صفائی تھے اور مرزا قادیانی کی تائید یا صفائی میں مولانا بٹالوی سے بعض ایسی باتیں بھی ہوئیں جو قطعاً غیر شرعی تھیں۔ اس زمانہ (۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء) میں مرزا قادیانی لدھیانہ آیا تو مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبداللہ لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی نے مرزا قادیانی کے لئے اور مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس سلسلہ میں فکر مند ہوئے۔ کوشش و کاوش کی۔ فتویٰ کے حصول کے لئے کوشش کی۔ اس کی تفصیل فتاویٰ قادریہ میں موجود ہے۔ یہ فتویٰ جون ۱۹۰۱ء (ربیع الاول ۱۳۱۹ھ) میں شائع ہوا۔

۴..... مولانا غلام دستگیر قصوری نے صفر ۱۳۰۲ھ (مطابق دسمبر ۱۸۸۳ء) میں مرزا قادیانی کے خلاف ”تحقیقات دستگیر یہ فی ردہ نفوات البراہیمیہ“ اردو اور اس کا عربی ایڈیشن ”رجم الشیاطین براغلو طات البراہین“ مرتب کر کے عرب و عجم کے علماء سے دستخط لئے۔ ۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۷ء تک مولانا غلام دستگیر قصوری نے یہ کام مکمل کر لیا۔ اس میں مولانا قصوری نے مولانا بٹالوی کی مرزا قادیانی کی تائید پر سخت تنقید بھی کی۔ کتاب مرتب ہونے، فتویٰ آ جانے کے بعد مولانا قصوری مرزا قادیانی کو توبہ کے لئے مباحثہ، مناظرہ، مباحلہ کے لئے بلا تے اور دعوت اسلام دیتے رہے۔ مایوس ہونے پر ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۶ء میں کتاب شائع کر دی۔

۵..... مولانا محمد حسین بٹالوی نے جس طرح ابتداء میں مرزا قادیانی کی تائید کی۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کی کتابیں توضیح المرام، فتح اسلام، ازالہ اوہام کے آ جانے کے بعد کروڑ گنا زیادہ شدت کے ساتھ مرزا قادیانی کی مخالفت کی۔ دن رات ایک کر کے مرزا قادیانی کا ایسا تعاقب کیا کہ مرزا قادیانی کو دن کو تارے نظر آنے لگے۔ اسی زمانہ میں ہی مولانا نے فتویٰ مرتب کیا اور اسے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں قسط وار شائع کرنا شروع کر دیا۔ بعد میں ایک ساتھ بھی شائع ہوا۔

## توفیق و تطبیق

اگر واقعات کی ترتیب کو مد نظر رکھا جائے تو بڑی آسانی سے ترتیب و توفیق و تطبیق قائم ہو سکتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا مخالف و تعارض نہیں رہے گا۔ نیز یہ کہ تمام مکاتب فکر اس سعادت کے حصول میں کسی سے پیچھے نہ رہیں گے۔

۱..... مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنے سے قبل از وقت نور ایمانی سے اکابر دیوبند کو اللہ رب العزت نے اس فتنے کے خلاف متوجہ فرمادیا۔  
 ۲..... علمائے لدھیانہ نے سب سے پہلے مرزا قادیانی کے خلاف ۱۸۸۳ء میں آواز حق بلند کی۔ اس کی پوری تفصیل فتاویٰ قادریہ میں مرتب شدہ موجود ہے۔ لیکن یہ فتویٰ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔

۳..... مولانا غلام دستگیر قصوری نے مرزا قادیانی کی کتاب براہین کے ابتدائی حصے دیکھتے ہی ”تحقیقات دستگیر یہ، رجم الشیاطین“ مرتب کی۔ دسمبر ۱۸۸۳ء میں ہی یہ کتاب مرتب ہو کر امرتسر، لاہور، پٹنہ کے علماء کے دستخط ہو گئے۔ ۱۸۸۷ء میں حرمین شریفین کے علماء سے فتویٰ حاصل کیا۔ گویا یہ سب سے پہلی تحریری جدوجہد یا نقش اول اسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ تحریر صرف ۱۳۱۲ھ، اگست ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی۔  
 ۴..... اس دوران میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے علماء سے فتویٰ لے کر ۱۸۹۱ء میں اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں شائع کرنا شروع کر دیا تھا۔ غرض اس طرح قدرت نے ان تمام حضرات کو فتنہ قادیانیت کے خلاف کمر بستہ کر دیا تھا۔ سب سے پہلے فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش علماء لدھیانہ کی ہے۔ سب سے پہلے فتویٰ حاصل کرنے میں کامیاب مولانا غلام دستگیر قصوری ہوئے۔ سب سے پہلے فتویٰ شائع مولانا محمد حسین بٹالوی کا ہوا۔ اپنی طرف سے تمام حضرات کی محبت و بغض سے خالی ہو کر فقیر کی اس وقت تک یہ رائے قائم ہوئی ہے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب جس کے عربی حصہ کا نام ”رجم الشیاطین براغلو طات البراہین“ اور اردو حصہ کا نام ”تحقیقات دستگیر یہ نبی ردہ نفوات براہیہ“ ہے۔ یہ متن اور ترجمہ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے سعادت نصیب فرمائی ہے۔ مولانا کی رد قادیانیت پر دوسری کتاب: ”فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی“ ہے۔ یہ کتاب قادیانیوں کے ایک اشتہار کے جواب میں معمول کی ایک تصنیف ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کذاب کی ایک معرکتہ الآراء کذب بیانی نے ہمارے اور قادیانیوں کے لئے اس کتاب کو ایک تاریخی اور معرکتہ الآراء کتاب بنا دیا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے لکھا کہ: ”مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمانی میں اپنے طور پر میرے ساتھ مباہلہ کیا اور یہ دعا کی کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے۔“

(لیکچر لاہور ص ۴۸، خزائن ج ۲۰ ص ۱۹۳)

”ان نادان ظالموں سے مولوی دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں یہی دعا کی کہ یا الہی! اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد میں اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی۔“

چونکہ مولانا غلام دستگیر قصوری مرزا قادیانی کے زمانہ میں انتقال فرما گئے تھے۔ مرزا قادیانی نے محض جھوٹ اور افتراء کے طور پر ان کے انتقال کو اپنی سچائی ظاہر کرنے کے لئے پیٹ بھر کر جھوٹ بولا۔ مرزا قادیانی کے دوبارہ الفاظ ملاحظہ ہوں: ”یہی دعا کی کہ یا الہی! اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔“ مرزا قادیانی نے جس کتاب ”فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی“ کے حوالہ سے کہا احتساب قادیانیت کی جلد ۱۰ میں ہم نے شائع کر دی ہے۔ منقولہ الفاظ مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت البغایا اس کتاب سے قیامت کی صبح تک نہیں دیکھا سکتی تو پھر اعتراف کریں کہ کذاب اعظم مرزا غلام احمد قادیانی ملعون نے جھوٹ بولا تھا۔ ہے کوئی قادیانی جو غیرت کی پڑیا کھا



کر مرد میدان بنے اور مرزا قادیانی کو سچا ثابت کرنے کے لئے میدان میں قدم رکھے؟ کتاب ہم نے پیش کر دی۔ اس کتاب کا وجود ہی مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب صریح کی تین دلیل ہے۔

”فتح الرحمانی بدفع کید قادیانی“ کی ابتداء میں مولانا غلام دستگیر قصوری اپنے قلم سے لکھتے ہیں:

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله وصحبه الذين راعوا عهده. اما بعد!

عبدہ الحقیق محمد ابو عبد الرحمن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ، برادران دین اسلام کی خدمت میں اعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداء ۱۳۰۲ھ مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے۔ چنانچہ محض ابتغاء لمرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے حضرات علماء حرمین محترمین زادہما اللہ تعالیٰ حرمتہ و شرفا سے اس کی کتاب براہین احمدیہ اور رسالہ اشاعت السنہ ذیقعدہ وذی الحجۃ ۱۳۰۲ھ و محرم ۱۳۰۲ھ / اکتوبر ۱۸۸۲ء جس میں اس کی تاویلیں تھیں، بھیج کر استفاء کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مرادف وحی انبیاء یعنی قطعی و یقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر حضرت مولانا مولوی محمد نے (جو منجانب حضرت سلطان روم سنیو حضرت شیخ الاسلام کے ملقب بختاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ رجم الشیاطین بر ذغالوطات البراہین کی نقول کو مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارہ میں قادیانی شیطانی اور مسیلمہ کذاب ثانی وغیرہما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی جو ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء میں واپس آیا۔ جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ / اگست ۱۸۹۴ء کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبکدوشی حاصل کر لی تھی۔ پھر آخر رجب ۱۳۱۴ھ / دسمبر ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر بشمولیت بہت سے علماء دین متین کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کرنے والوں کو ملعون بنایا۔ فقیر نے بنظر صیانت عقائد عوام اہل اسلام مرزا قادیانی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵ شعبان ۱۳۱۴ھ، مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۹۷ء) تاریخ مقرر کر کے مع اپنے دونوں فرزندوں کے ۲ شعبان کو وارد لاہور ہوا۔ جس پر مرزا قادیانی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کر کے مسجد ملا مجید میں فقیر پر معترض ہوا کہ حضرت اقدس مرزا قادیانی نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے۔ آپ تنہا کیوں کر مباہلہ کر سکتے ہیں؟ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو رو بردو دکھلا دیا جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی۔ پھر ظہور اثر مباہلہ کے لئے جو مرزا قادیانی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی اس کو فقیر نے دلیل قرآن و حدیث سے اٹھانا چاہا اس پر حکیم مذکور اور مرزا قادیانی نے ہٹ کیا۔ جس پر فقیر نے ۱۶ شعبان کو اشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵ شعبان ایزاد کی اور آخر شعبان تک منتظر رہا۔ بلکہ پانچ روزا مترس میں جا کر مرزا قادیانی کو بلایا۔ وہ مباہلہ کے لئے نہ آئے اور اشتہار موزرہ ۲۰ شعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ: ”تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں۔“

(عنوان اشتہار مولوی غلام دستگیر کے اشتہار کا جواب، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷-۲۹۸)

اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علمائے اہل سنت لاہور و قسور و امرتسر سے بدلیل قرآن و حدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی میعاد سال وغیرہ نہیں ہے۔ مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جو اس کا جبلی و تیرہ ہے قید ایک سال لگائی ہے اور فقیر نے رمضان المبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعویٰ نبوت کے اور نیز توہین انبیاء کرام علیہم السلام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا، ثابت کر دیئے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام ”تصدیق المرام بتکذیب قادیانی و لکھنؤ ام“ میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر و باہر ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی باوصف ان دعویٰ نبوت و توہین انبیاء کے ہرگز ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں۔ ”نعوذ باللہ من الہور بعد الکور“ جب فقیر اخیر شعبان میں قسور میں آیا تو ابتدائے رمضان المبارک میں حضرت صاحبزادہ حافظ حاجی مولوی سید محمد شاہ صاحب قسوری نے ایک سال کی میعاد ظہور اثر مباہلہ کے واسطے قبول کر کے مرزا قادیانی کو بہ مثبت و دستخط قریب ایک سو مسلمانوں کے لکھ بھیجا کہ ایک عذاب متعین قسم عذاب مباہلہ سرور عالم ﷺ سے مقرر کر دیں کہ ایک سال میں یہ معین عذاب ہوگا تو ہم سب لوگ آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے واسطے مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر لاہور میں آجائیں گے تاکہ قطعی فیصلہ ہو جائے اور روزمرہ کی اشتہار بازی ختم ہو۔ اس پر بھی مرزا قادیانی نے کچھ جواب نہ دیا اور حکیم فضل الدین مرزائی نے سخت زبانی اور دریدہ ذہنی سے سب کو منافق وغیرہ لکھ کر آخر میں درج کیا کہ بدون شائع کرنے اشتہار کے مسیح موعود کوئی جواب نہ دیں گے۔ جس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اشتہاری ہیں اور مباہلہ سے بالکل فراری اور ہر تحریر میں دام تزویر پھیلاتے ہیں اور خدا تعالیٰ پر افتراء کر کے سادہ لوحوں کو پھنساتے ہیں۔ ”فانسی اللہ المہشکے“ طرفہ تریہ ہے کہ اسی مرزا قادیانی نے اپنی الہامی کتاب ازالہ میں ”مباہلہ کے عدم جواز کو بڑی شد و مد سے ثابت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما پر بسبب درخواست مباہلہ کے سخت زبان درازی کی ہے اور ثمرہ مباہلہ کا مسلمانوں کا گھٹانا اور کافروں کا بڑھانا بیان کر کے مباہلہ کی درخواست کرنے والے مولویوں پر بے حیائی اور فتنہ انگیزی کا فتویٰ دیا ہے۔“

اب برخلاف اس کے مباہلہ کے لئے الہامی اشتہار جاری ہو رہے ہیں۔ اب غور کرو کہ وہ پہلا الہام غلط تھا یا یہ دوسرا الہام غلط ہے؟ اور باوصف اس کے مباہلہ کے میدان میں آنا اور راست بازی کا نمونہ دکھانا کہاں اور مرزا قادیانی کہاں؟ سچ ہے بے حیاباش ہرچہ خواہی کن۔ الغرض رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کے اخیر بحالت اعکاف فقیر ایک چار ورقہ اشتہار مطبوعہ زرنگاری پریس لدھیانہ منجانب مرزا حکیم رحمت اللہ (یہ رحمت اللہ نہ کوئی حکیم ہے اور نہ ملا ہے۔ بلکہ ایک معمولی حیثیت کا بازاری جاہل بے علم محض اردو خواندہ ہے۔ غالباً یہ اشتہار خود مرزا قادیانی کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو اس کے نام سے شائع کیا گیا ہے) و جماعت مرزائیان لدھیانہ معرفت مرزا فضل بیگ مختار قسور کے فقیر کو پہنچا۔ جس میں بڑے زور و شور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود و مہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر (اشتہار صداقت آثار) لکھا ہے اور فی الواقع تقلید ازالہ اوہام قادیانی کے ازسرتا پامحض کذب و افتراء سے کارروائی کی ہے۔ چونکہ اس اشتہار میں اولاً و اصالتاً علماء امرتسر ولدھیانہ مخاطب ہیں اور اس کے جواب کی ان سے درخواست کی ہے۔ اس لئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس کے بعضے بہتانات پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی۔ اب ۱۲ شوال ۱۳۱۴ھ میں فقیر ایک دینی کام کے انجام کو لدھیانہ میں وارد ہوا، تو سنا گیا کہ حضرات علماء لدھیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔

اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جعل سازوں اور افتراء پردازوں کا بقدر ضرورت ضروری جواب شائع کرنا بلکہ مرزا قادیانی کے تین سو تیرہ حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ (انجام آتمہ ص ۲۳۲ تا ۲۳۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۵ تا ۳۲۸) کو پہنچانا لازم ہے تاکہ ان کی بواقعی تکلیف اور عجز ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کا ذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللہ هو الہادی!

یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ عرباً و عجماً مرزا قادیانی کی بواقعی تردید شائع ہو رہی ہے اور مرزائی یہ کہتے جاتے ہیں کہ کسی نے ان کے دلائل توڑ کر نہیں دکھائے۔ لیجئے! اب آپ کے دلائل اشتہار جو تمام دلائل کا خلاصہ ہیں اور جس کے جواب کے مرزائی کمال اصرار سے طلبگار ہیں۔ بطور مثال اقوال کے توڑ کر دکھلاتا ہوں اور دانشمندیوں کے لئے تبصرہ بناتا ہوں۔ اگر ہادی حقیقی نے چاہا تو کوئی مرزائی بھی راہ راست پر آجائے گا۔ واللہ هو الموفق!

جب مرزا قادیانی مباحثہ، مناظرہ اور مفاہمہ کے لئے تیار نہ ہوا تو مولانا نے ان الفاظ میں دعا کی: ”اے مالک الملک! جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع الانوار کی دعا وسعی سے اس مہدی کا ذب اور جعلی مسیح کا بیڑہ غرق کیا تھا۔ ویسا ہی دعا والہا اس قصوری کان اللہ سے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید حتی الوسع ساعی ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق عطا فرما۔ اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت قرآنی کے بنا: فقطع دابر القوم الذین ظلموا (الانعام: ۴۵)“

مولانا کی وفات کے بعد مرزا قادیانی کو فوراً اس کے الہامی نے ”الہام“ کیا کہ مولوی غلام دستگیر قصوری اس کے ساتھ مباہلہ کے نتیجے سے مرے ہیں۔ حقیقت الوحی کی عبارت ملاحظہ ہو: ”مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنے طور پر مجھ سے مباہلہ کیا۔ اپنی کتاب میں دعا کی جو کا ذب ہے۔ خدا سے ہلاک کرے۔“

لطف کی بات تو یہ کہ اس الہام کو اصول صداقت بنانے والا مرزا قادیانی خود موت کے دروازے پر پہنچ کر اس اصول کو توڑ دیتا ہے۔ مرزا قادیانی ۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بدیں مضمون نکالا: ”اے خدا! مجھ میں اور ثناء اللہ (امر تری) میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں جو جھوٹا کذاب ہے۔ اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔“ (تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۱۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۹) اس اشتہار کی اشاعت کے ایک سال تین ماہ بعد مرزا قادیانی تو دنیا سے اٹھ گیا اور مولوی ثناء اللہ نشان صداقت بن کر کئی سال زندہ رہے۔ اب ساری مرزائی امت مولوی ثناء اللہ امر تری کی صداقت کا اعلان اس لئے نہیں کرتی کہ الہامات میں ترمیم کرنے والی نبوت خود زینت لحد ہو چکی تھی۔ اس جماعت کے بعض محققین اس مباہلہ اشتہاری کو مباہلہ کی صف میں نہیں لاتے۔ وہ اس مباہلہ کا ذکر ضرور کرتے ہیں جو مولوی غلام دستگیر قصوری سے یک طرفہ ہوا تھا۔ مگر کہتے ہیں کہ مولانا ہماری دعا سے فوت ہوئے۔ حالانکہ مولوی غلام دستگیر قصوری کی دعا میں یہ کہیں نہیں کہ جو جھوٹا ہوگا اسے مار بلکہ ”فقطع دابر القوم الذین ظلموا (الانعام: ۴۵)“ میں قادیانیوں کی جڑ (مرکز قادیان) کو ختم کرنے کی التجاء کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مرکز کٹ گیا ہے۔

آپ کی وفات کے بعد قادیانیوں نے اپنے روایتی کذب و افتراء کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشہور کر دیا کہ مولانا غلام دستگیر قصوری مرزا قادیانی کے ساتھ مباہلہ کے نتیجے میں ہلاک ہو گئے ہیں اور آپ کی نسل بھی آگے نہیں چل سکی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمن بڑے متقی و پارسا تھے۔ انہی کی وجہ سے آپ اپنی کنیت ابو عبدالرحمن لکھا کرتے تھے۔ مولانا

عبدالرحمن کے صاحبزادے مولانا غلام ابوبکر تھے اور ان کے صاحبزادے مولانا محمد اشرف ہوئے ہیں۔ نیز آپ کی صاحبزادی ہاجرہ بیگم مرحومہ سید مراد علی شاہ رئیس اعظم لاہور کے والد وزیر علی شاہ کی بیوی تھیں۔ جن کے لطن سے چار بچے سید علی اکبر، سید اصغر علی، سید صفدر علی اور سیدہ منور بیگم آج بھی بفضل خدا اپنی اولاد در اولاد کے ساتھ خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔

فقیر راقم ۲۰۱۴ء میں مولانا محی الدین قصوری اور مولانا غلام دستگیر قصوری کے مزارات پر ایصالِ ثواب کے لئے قصور حاضر ہوا ہے۔

## (۱۴۱۴) غلام دین لاہوری، مولانا

(وفات: ۱۲/ اکتوبر ۱۹۷۲ء)

آپ چکوزی ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ کجاہ میں سکول کی تعلیم ساتویں جماعت تک حاصل کی۔ یہاں ہی فارسی بھی پڑھی۔ مولانا مہر الدین، مولانا ابوالبرکات، مولانا سید دیدار علی اوری سے مروجہ علوم پڑھے اور حزب الاحناف سے فراغت حاصل کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھر پور حصہ لیا اور سنت یوسفی ادا کی۔

## (۱۴۱۵) غلام ربانی (جوہر آباد)، جناب مولانا

(وفات: جولائی ۲۰۰۰ء)

”مرزائیوں کے کافرانہ عقائد“ حضرت مولانا غلام ربانی جوہر آباد میں خطیب اور جمعیت علماء اسلام کے سرپرست تھے۔ بہت ہی بہادر اور نڈر عالم دین تھے۔ آپ نے ۱۴ اپریل ۱۹۸۴ء کو کتابچہ لکھا۔ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔ مولانا غلام ربانی مولانا مفتی محمود کے شاگرد تھے اور ان کے نظریات کے امین آپ نے ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب کے شانہ بشانہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۴۱۶) غلام ربانی چشتی حنفی (انک)، جناب قاضی

(پیدائش: ۱۸۷۱ء ..... وفات: ۱۲/ دسمبر ۱۹۴۶ء، شمس آباد، انک)

..... ”رد قادیانی“ مولانا قاضی غلام ربانی چشتی حنفی شمس آباد ضلع انک کا یہ رسالہ ہے۔ سیدنا مہدی وسیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور و نزول کے کتب تفاسیر سے حوالہ جات نقل کئے ہیں۔ رسالہ آسان فارسی زبان میں ہے اور خوب ہے۔ شمس آباد میں انتقال ہوا۔ وہاں ہی مزار مبارک ہے۔

..... ۲ ”مرزا کی غلطیاں“ ملعون قادیان مرزا غلام احمد قادیانی نے اعجاز المسیح، اعجاز احمدی کے نام پر قصیدہ شائع کر کے مقابلہ کے لئے دعوت دی۔ مولانا قاضی غلام ربانی نے مرزا قادیانی کی کتاب اعجاز المسیح سے مرزا قادیانی کی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے چیلنج کے غبارہ کو ناکارہ کر دیا۔ مولانا غلام ربانی شمس آبادی ضلع انک کا رسالہ ہے۔ یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

مولانا قاضی غلام ربانی، مولانا قاضی نادر دین کے صاحبزادہ اور قاضی غلام گیلانی کے برادر اصغر تھے۔ آپ نے دینی تعلیم اپنے انہیں دو بزرگوں سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم رام پور مدرسہ عالیہ میں حاصل کی۔ آپ عرصہ تک ڈھاکہ میں بھی بطور عربی پروفیسر کے اسلامک کالج میں پڑھاتے رہے۔ آپ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مرید خاص تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے خوب ردقادیانیت کا کام لیا۔

(۱۴۱۷) غلام ربانی (رحیم یار خان)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۶ء ..... وفات: ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

مولانا غلام ربانی بہبودی چھ ضلع انک کے رہنے والے تھے۔ آپ رحیم یار خان تشریف لائے۔ مکی مسجد اور اس کے ساتھ مدرسہ قائم کیا۔ آپ نامور عالم دین اور مجاہد و نڈر رہنما تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر تک کے عہدوں پر فائز رہے۔ آپ نے رحیم یار خان میں بڑی جرأت کے ساتھ علماء کے وقار کو قائم رکھا۔ آپ مولانا محمد عبداللہ درخواسی مرکزی امیر جمعیت علماء اسلام کے دست و بازو شمار ہوتے تھے۔ آپ جب تک زندہ رہے اس علاقہ میں قادیانیت کو نکلنے نہیں دیا۔ آپ کے وجود سے قادیانیت اس طرح کانپتی تھی جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا۔ بہت ہی عظمتوں کے مالک تھے۔

(۱۴۱۸) غلام ربانی (مانسہرہ)، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۴ء ..... وفات: ۲۶ فروری ۲۰۱۴ء)

آپ کوٹلی بالا مانسہرہ میں مولانا عبدالغنی صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور داخلہ لیا۔ ۱۳۶۵ھ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ مدرسہ مہد القرآن مانسہرہ، مدرسہ انوار العلوم راولپنڈی، مدرسہ ربانیہ ریلوے اسٹیشن ہری پور، مدرسہ تدریس القرآن شیرانوالہ گیٹ ہری پور میں تدریس فرمائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حکیم قاری محمد یونس مرحوم ۱۹۷۴ء میں آپ کو جامع مسجد زکریا سرائے صالح لے آئے تھے۔ یہاں مدرسہ تحفظ ختم نبوت قائم کیا گیا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی سرپرستی اور دعاؤں سے اس مدرسہ کا آغاز ہوا۔ آپ آخر تک اس مدرسہ کے شیخ الحدیث رہے۔ ساتھ ہی جامع مسجد زکریا کی خطابت بھی جاری رہی۔ پیر طریقت مجاہد فی سبیل اللہ مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی، مولانا قاری فیاض الرحمن علوی (پشاور)، مولانا شیخ حبیب اللہ، مولانا قاری شیر افضل (کراچی)، مولانا سید جماعت علی شاہ، مولانا قاری سید نعمت شاہ (راولپنڈی) آپ کے نامور شاگرد ہیں۔

جامع مسجد زکریا ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز رہی اور ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے اہم اجلاس وہیں منعقد ہوتے تھے اور اب بھی ہوتے ہیں۔ علاقائی ختم نبوت کانفرنس اور ردقادیانیت کورسز کے حوالہ سے بھی جامع مسجد زکریا کی اپنی انفرادیت ہے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد بارہا ہاں تشریف لے گئے۔ نمونہ اسلاف حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ نے بھی ایک دفعہ وہاں بیان فرمایا۔ مولانا عبدالرؤف الازہری مرحوم، مولانا احسان احمد دانش، مولانا محمد علی صدیقی مرحوم، مفتی محمود الحسن وغیرہ کے وہاں بیانات ہوتے رہے۔

## (۱۴۱۹) غلام رسول امرتسری عرف ”رسل بابا“، مولانا

(وفات: ۸/دسمبر ۱۹۰۲ء)

امرتسرمسجد میاں جان محمد کے خطیب و امام حضرت مولانا غلام رسول نے مولانا محمد حسین بٹالوی کی مرتب کردہ صورت مسؤلہ پر مرزا قادیانی کے خلاف ایک جملہ کا فتویٰ دیا جو خیر الکلام مائل و دل کا مصداق ہے۔ ”عقائد مرزا باطلہ و اقوالہ عاطلہ“ (مرزا قادیانی کے عقائد باطل اور اقوال بے کار ہیں) علاوہ ازیں جب تک زندہ رہے ملعون قادیان کی تھوٹی میں بتا ابلتا تارکول ڈالتے رہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۱۷۲)

## (۱۴۲۰) غلام رسول بغوی (مدرس دیوبند)، مولانا

(ولادت: ۱۸۵۴ء ..... وفات: ۱۹۱۹ء)

مولانا غلام رسول، قاضی عبدالرزاق کے ہاں پیدا ہوئے جو کہ اوگی ہزارہ کے قاضی تھے۔ مولانا غلام رسول نے اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا اور حضرت شیخ الہند سے سند فراغت حاصل کی۔ فضلاء دیوبند ہزارہ میں چھٹے نمبر پر آپ کا نام آتا ہے۔ فراغت کے بعد دارالعلوم میں ہی مدرس عربی آپ کا تقرر ہوا۔ آپ تادم زیت دارالعلوم دیوبند کے ہی مدرس رہے اور وہیں وصال پایا اور اپنے اکابرین کے پہلو میں ہی محو استراحت ہیں۔ زہے نصیب!

تصوف میں بھی حضرت شیخ الہند سے خاص تربیت حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ الہند کی وفات پر آپ نے ۲۹ اشعار پر مشتمل ایک مرثیہ لکھا۔ مرزا قادیانی کی تکفیر پر آپ نے ”فتویٰ تکفیر قادیان“ میں مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی کے جواب پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۶۵)

## (۱۴۲۱) غلام رسول تارڑ، جناب چوہدری

(ولادت: ۱۹۱۲ء ..... وفات: ۱۳/اکتوبر ۱۹۸۹ء)

جناب چوہدری غلام رسول تارڑ جو کالیاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ سابق ایم. این. اے چوہدری ظفر اللہ تارڑ کے پوتے ہیں۔ چوہدری غلام رسول تارڑ گجرات کے معروف مسلم لیگی رہنما ہیں۔ ۱۹۴۶ء تا ۱۹۵۱ء پنجاب اسمبلی کے رکن رہے۔ ۱۹۵۶ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ بعد ازاں ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں مسلسل رکن قومی اسمبلی منتخب ہوتے رہے۔ مجھے ہوئے سیاستدان تھے جو کالیاں میں ہی تدفین ہوئی جو کہ موجودہ ضلع منڈی بہاؤ الدین میں واقع ہے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں قادیانی مسئلہ اسمبلی فلور پر زیر بحث آیا تو آپ نے ۶ ستمبر کو جو ریمارکس دیئے ملاحظہ فرمائیں۔

جناب چوہدری غلام رسول تارڑ کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

چوہدری غلام رسول تارڑ: جناب چیئرمین! اٹارنی جنرل صاحب نے بلکہ ساری خصوصی کمیٹی نے اسی نوے سالہ مسئلہ کو

صاف کر کے کمیٹی کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ساتھ ہی میں مرزا ناصر کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ وہ آپ کی اس کمیٹی کے سامنے اپنا موقف بیان کریں۔ جب ساری باتیں ہوئی تھیں وہ کہتے تھے کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور مرزا صاحب کو پیغمبر نہیں سمجھتے اور ہماری ایسی جماعت ہے جیسے دیوبندی، بریلوی وغیرہ۔ اتنا ہمارے دل میں خیال نہیں تھا جو ان کے موقف سے یہاں ظاہر ہوا ہے۔ بلکہ انہوں نے ہمارے بھائی بننے کا جو بتایا ہے آپ کی توجہ اس طرف دلاتا ہوں۔ مرزا صاحب کی اپنی تحریروں میں یہ لکھا ہے کہ سب مسلمان ہو جائیں گے جو نہیں ہوں گے وہ ولد الحرام، کنجریوں کی اولاد ہوں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا اشارہ، اپنے آپ کو کہنا نہیں چاہتے، سب مسلمانوں میں تو میں بھی ہوں۔ یہ تو ہمارے ساتھ بھائی بندی کا تعلق رکھنا چاہتے تھے؟ لیکن انہوں نے صاف یہ کہہ دیا کہ ہم آپ کو یہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ بھائی بندی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ مرزا غلام احمد کو انہوں نے پیغمبر تسلیم کیا اور کہا کہ مرزا غلام احمد نبی تھے۔ میں اس لئے حیران ہوں کہ ان کا نبی ہونا یا نبی ماننا اور لوگ اس کو کس طرح نبی مان رہے ہیں۔ جب کہ وہ اپنے آپ کو یہ کہتے ہیں کہ میں انگریز کا وفادار ہوں، میرا خاندان انگریز کا وفادار ہے اور ہر قیمت پر اس کی مرضی کے مطابق چلیں گے۔ اس کے بعد آج تک کوئی بتائے، میرے علمائے کرام یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، وہ بھی یہ بتا سکتے ہیں کہ کسی بھی تاریخ میں یہ موجود نہیں ہے کہ پیغمبر تو پیغمبر، کوئی ولی یا محدث کسی بادشاہ کے پاس چل کر گیا ہو یا وقت کے حکمران کے پاس گیا ہو یا کسی سے مدد کے لئے استدعا کی ہو، بلکہ مثالیں موجود ہیں کہ کافر بادشاہ مسلمان دیوبندیوں کے پاس اپنی آرزوئیں لے کر ان کے قدموں میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ مسلمان تو مسلمان، کافر بھی اپنی آرزوئیں لے کر وہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ یہ شخص جو اپنے آپ کو پیغمبر کہلاتا ہے، کس سے مانگتا ہے؟ ایک غیر مسلم حکومت سے مدد مانگتا ہے جو مسلمان بھی نہیں ہے۔

### مرزا غلام احمد انگریز کا ایجنٹ تھا

ان کے موقف سے مجھے یہی ثابت ہوا ہے کہ مرزا غلام احمد انگریز کا ایجنٹ تھا اور جو مثالیں مرزا غلام احمد نے یہاں دی ہیں کہ انہوں نے پادریوں کے ساتھ مباحثے کئے اور رسول اکرم ﷺ کی شان کے خلاف جو لکھا گیا، انہوں نے اس کا جواب دیا، وہ ان کا جواب نہ تھا۔ وہ صرف اس لئے تھا کہ انگریز کے ساتھ اس نے بات کی تھی کہ میں مسلمانوں کی ہمدردی اس طرح ہی حاصل کر سکتا ہوں کہ میں مباحثوں میں حصہ لوں۔ جیسا کہ جاسوس لوگ آتے ہیں۔ سکھ ہوتے ہیں تو مسجد میں بیٹھ کر وہ لوگوں پر یہ ثابت کرنے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن اصل میں وہ اس حکومت کے جاسوس ہوتے ہیں۔ اس طرح مرزا غلام احمد اس حکومت کا جاسوس اور ایجنٹ تھا۔

-----

[At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by Dr. Mrs.

Ashraf Khatoon Abbasi.]

(اس مرحلے پر جناب چیئر مین نے کرسی صدارت کو چھوڑا جسے ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی نے سنبھالا)

-----

چوہدری غلام رسول تارڑ: چونکہ عیسائیوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ انہیں مسلمان سے خطرہ تھا۔ ہمارا مذہب یہ کہتا ہے کہ ہم مجاہد بنتے ہیں۔ تب بھی جہاد سے، اور شہید بنتے ہیں تب بھی جہاد سے۔ ہمارے اس جہاد کے ایمان کو زائل کرنے کے لئے مرزا غلام احمد کو مقرر کیا گیا اور اس کی مالی امداد اس طرح کی گئی کہ جتنا روپیہ وہ باہر مشوں پر خرچ کرنا چاہے، اتنا خرچ کرے تاکہ مسلمان اپنے ایمان کو اس طرح سمجھیں کہ جہاد کرنا جائز نہیں۔

اس کے بعد انہوں نے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ ہم مسلمان ہیں اور قرآن پر ہمارا ایمان ہے۔ قرآن اور حدیث کے مطابق رسول اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی، ظلی، شرعی یا غیر شرعی، آ ہی نہیں سکتا۔ جب کہ اس نے اپنے آپ کو نبی کہا تھا۔ آج ہمارے سامنے انہوں نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ ان کی کتب سے یہ تسلیم ہوا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبی کہا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو نبی کہلائے، وہ اور اس کو نبی ماننے والے، سب مرتد ہیں۔

جناب چیئر مین صاحبہ! میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، جب کہ کل ایک نئی بات نکلی ہے کہ حضور ﷺ نے خداوند تعالیٰ کی جناب میں یہ استدعا کی تھی کہ میری امت جو ہے، وہ بھیڑوں کو بھیڑیے کھا رہے ہیں، تو مرزا غلام احمد کو ہاں بھیجا جائے کہ انہیں بچائے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جب رسول اکرم ﷺ نے ذات باری تعالیٰ کی خدمت میں یہ استدعا کی تھی کہ مرزا غلام احمد کو بھیجا جائے تاکہ میری امت کو بچائے، تو بجائے اس شخص سے بچایا جائے تو وہ ویسے بھی خداوند کریم کو طاقت ہے ہر چیز بچانے کی، وہ بچا سکتا ہے۔ یہ مرزا غلام احمد ہی ہمارے بچانے کے لئے یہاں آیا تھا! ان حالات میں یہ اقلیت تو نہیں۔

## علماء کرام کی خدمات

دائرہ اسلام کے ساتھ ایک دوسرا لفظ انہوں نے استعمال کیا، میں نے تو آج تک وہ سنا نہیں تھا، جو دائرہ اسلام سے خارج ہو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی مسلمان نہیں۔ دوسرا لفظ بھی ساتھ ملاتا ہوں، ملت اسلامیہ سے بھی انہیں خارج کرنا چاہئے۔ تاکہ مسلمان قوم اور عظیم اسلامی دنیا کو بچایا جائے جس کو تباہ کرنے کے وہ درپے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ شاید یہ سخت کلمہ ہوگا۔ میں بھی ان میں سے ایک داڑھی والا ہی ہوں۔ لیکن آج تک تو یہ کہا جاتا رہا ہے کہ پیپلز پارٹی کیا کرے گی؟ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ صرف انگریز کی پیدائش نہیں، سابقہ حکومتوں کی چشم پوشی کی وجہ سے بھی انہوں نے اتنی ترقی کی ہے۔ ورنہ اگر سر ظفر اللہ نہ ہوتا تو میرے خیال میں باہر کی دنیا میں ایک احمدی بھی نہ ہوتا۔ یہ سارے مشن ان کی چشم پوشی کا نتیجہ تھے۔ مولویوں نے بے شک کوشش کی ہے۔ مولوی ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ لیکن مولویوں کے پاس کیا تھا؟ حکومت ان کے ساتھ تھی۔ جس کے ساتھ حکومت ہو ان کے مقابلے میں کون کچھ کر سکتا ہے؟ اس لئے میں تو اتفاق نہیں کرتا کہ مولویوں نے کچھ نہیں کیا۔ مولویوں نے بڑا کچھ کیا ہے۔ مولویوں نے یہاں تک کیا ہے کہ اس مسئلے کو کھڑا کئے رکھا ہے۔ اگر مولوی یہ محنت نہ کرتے تو آج تک یہ مسئلہ ختم ہو چکا ہوتا۔ مولویوں کا کام یہ تھا کہ وہ مسجدوں میں بیٹھ کر اپنی روٹی کے لئے کوشش کرتے ہیں، وہ کیا کر سکتے ہیں؟ وہ باہر مشن کا مقابلہ کیا کر سکتے تھے؟ ان کے تو مشن ہیں، جیسے عیسائیوں کے مشن آ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، ان کو گمراہ کرنے کے لئے پیسے دیئے جاتے تھے، حکومت کی مدد دی جاتی تھی، ان کو عہدے دیئے جاتے تھے۔ بلکہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ فلاں مولوی اور فلاں عالم اس مذہب میں آ گیا ہے۔ محمد علی آ گیا ہے۔ کمال



الدرین آ گیا ہے۔ فلاں آ گیا ہے اور یہ ہو گیا ہے اور وہ ہو گیا ہے، وہ سب لوگ عہدوں کے لالچ میں اس مذہب میں آئے، ورنہ یہ کوئی مذہب نہیں ہے اور نہ ہی دنیا میں اس مذہب کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔

اس کے بعد میں یہ گزارش کروں گا کہ میرے معزز دوست ملک جعفر صاحب نے کل فرمایا تھا، اس سے مجھے تھوڑا سا اتفاق نہیں، انہوں نے کہا تھا کہ مولویوں نے کچھ نہیں کیا۔ وہ تو میں نے بتایا ہے کہ مولویوں نے جو کچھ کرنا تھا، وہ کرتے رہے۔ اب میں عرض کروں جیسے اللہ کے فضل سے پیپلز پارٹی کو ان کافروں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے اور مرتد قرار دینے کا شرف حاصل ہوگا، اس کے ساتھ اس ریویژن کے متعلق میں بھی آپ کی اجازت سے ایک اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ جب ان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جائے تو اس کے بعد سونے کا مقام نہیں ہے، کیونکہ دنیا میں جوئی ریاستیں آزاد ہوئی تھیں، ان میں سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے مشعوں نے یہ کہہ کر کہ ہم خاتم النبیین پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ہمارا ایمان ہے، اس کے بعد ان کو پتہ نہ تھا، ان کو غلط فہمی میں ڈال کر انہوں نے مرزا غلام احمد کو مجدد یا جو کچھ بنانے کے لئے کہا ہے، اور انہیں گمراہ کیا ہے۔ میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ پیپلز پارٹی بلکہ جو بھی اسلامی حکومت ہو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اسلام میں ایسے مرتد اور ناسور جو لوگ ہیں انہوں نے باہر مشعوں میں جو کام کیا ہے، ان لوگوں کی اصلاح کے لئے مشن بھیجے جائیں۔ گورنمنٹ اگرچہ کادور باہر وفدوں کا انتظام کر سکتی ہے، اور لوگوں کو باہر بھیج سکتی ہے تو علماء دین کے وفدوں کو ان ریاستوں میں بھیجیں اور وہ ان لوگوں کو صحیح راستے پر لائیں۔ ان کا کوئی قصور نہیں، وہ صحیح مسلمان ہیں۔ وہ سادہ لوح تھے۔ انہیں پوری واقفیت نہ تھی۔ چونکہ ان لوگوں کو موقع ملا اور انہوں نے جا کر اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ان کو گمراہ کیا۔ ان کے لئے گورنمنٹ وفد بنا کر باہر بھیجے تاکہ یہ ناسور ختم ہو جائے اور اسلام اسی طرح ہو جیسے رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے وقت اسلام نے ترقی کی۔ مٹھی بھر مسلمانوں کو کوئی ختم نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ عیسائیوں کی پانچ پانچ لاکھ فوجوں نے چالیس ہزار مسلمانوں کا مقابلہ کیا ہے.....

محترمہ قائم مقام چیئرمین: ذرا ختم کرنے کی کوشش کریں۔ دس پندرہ منٹ ہیں۔

چوہدری غلام رسول تارڑ: بالکل ٹھیک ہے۔ ایسے مشن کو بھی بھیجا جائے۔ ان کے لئے پیپلز گورنمنٹ جیسا کہ ان کو ڈیکلیر کرنے کی امید ہے کہ اللہ کے فضل سے کر دے گی، اس کے بعد ان کے جو بیت المال وغیرہ ہیں، ان کی جو جائیدادیں ہیں، جو ہم سے دس فیصد لے کر بنائی گئی ہیں، ہمارے بھائیوں سے، وہ میرے ہی بھائی ہیں، جن کی دس روپے کی آمدنی ہو، وہ روپیہ ضرور دیں گے، چاہے خود بھوکے رہیں۔ وہ سب ضبط کر کے انہی مشعوں پر خرچ کرنی چاہئے۔ اوقاف کی رقم بھی انہیں مشعوں پر خرچ کرنی چاہئے۔ یہ اسلام کی خدمت ہے اور ایسا کرنا ہمارا فرض ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(۱۳۲۲) غلام رسول چیمہ، جناب چوہدری

چوہدری غلام رسول چیمہ صاحب وہ خود قادیانی تھے لیکن مرزا محمود قادیانی کے جنسی کروت، آمرانہ ڈیکلیریشن کے خلاف تھے۔ انہوں نے قادیانیوں پر مشتمل ”حقیقت پسند پارٹی“ بنائی تھی اور مرزا محمود کے خلاف کتاب تحریر کی جس کا نام ہے: ”خليفة قاديان (ربوہ) کے ناپاک سیاسی منصوبے“ یہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل ہے۔

## (۱۴۲۳) غلام رسول (خانپور ضلع شکارپور)، جناب صوفی

(وفات: ۱۰ جولائی ۲۰۱۵ء)

صوفی غلام رسول کی پیدائش انتہائی غریب گھرانے میں ہوئی۔ آپ نے ناظرہ قرآن پاک اور ابتدائی فارسی کی تعلیم حضرت سائیں خلیفہ احمد دین سے حاصل کی۔ بعد ازاں اپنے نامساعدہ حالات اور غربت کے باعث تعلیم کی تکمیل نہ کر سکے مگر حضرت خلیفہ احمد دین کی صحبت اور ان کی نظر شفقت نے آپ کو شریعت محمدیہ کا پابند بنا دیا۔ حضرت خلیفہ کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین سائیں محمد عالم بہوڑ کے دست بیعت ہوئے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر علماء ربانین کی قیادت میں بھرپور مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ صوفی غلام رسول نے اپنی اولاد کو بھی علوم نبویہ کا وارث بنایا۔ سات بیٹوں میں سے چار بیٹے حافظ و عالم بن چکے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ سائیں محمد عبداللہ بہوڑ نے پڑھائی۔  
(مولوی عبید اللہ مینگل)

## (۱۴۲۴) غلام رسول ڈیروی، شیخ الحدیث حضرت مولانا

(وفات: یکم مارچ ۲۰۲۱ء)

جامعہ فاروقیہ گدائی شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کے شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول نے زندگی بھر تعلیم و تعلم سے رشتہ رکھا۔ اس وقت آپ علاقہ بھر میں عالم ربانی اور مرجع خلائق تھے۔ آپ کے پانچوں صاحبزادے عالم دین، مفتی و مدرس ہیں۔ زہے نصیب کہ حق تعالیٰ نے ان کی پوری نسل کو علم دین کا پیکر و مظہر بنا دیا۔ اپنے علاقہ میں تحریک ختم نبوت کی سرپرستی کرتے رہے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر شریف ۸۸ سال تھی۔

## (۱۴۲۵) غلام رسول (ساہیوال)، علامہ مولانا

(وفات: ۳ مارچ ۱۹۸۸ء)

جمعیت علماء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے استاذ الحدیث، جامعہ علوم الشرعیہ کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ غلام رسول جید عالم دین، نامور مدرس تھے۔ عرصہ تک مجلس تحفظ ختم نبوت ساہیوال کے امیر بھی رہے۔ خوب مرعجاں مرنج انسان تھے۔

## (۱۴۲۶) غلام رسول سعیدی، علامہ مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۷ء، دہلی ..... وفات: ۴ فروری ۲۰۱۶ء، کراچی)

آپ مولانا عطاء محمد بندیا لوی کے شاگرد تھے۔ جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھاتے رہے۔ آپ نے بخاری و مسلم کی اردو میں شرح بھی لکھی ہے۔ جہاں کہیں ختم نبوت پر احادیث آئی ہیں۔ آپ نے بھرپور استدلال سے اس کی توضیح و تشریح فرمائی ہے۔

## (۱۳۲۷) غلام رسول (سمندری والے)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۸ء ..... وفات: ۳۱ جولائی ۱۹۹۷ء)

تقسیم کے بعد دہلی سے ان کا خاندان دھکوٹ فیصل آباد آ گیا۔ جامعہ رضویہ فیصل آباد میں تعلیم حاصل کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے۔ سکھر کی جیل میں رہے۔ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ سے بیعت کا تعلق تھا۔ سمندری میں مدرسہ رضویہ قائم کیا۔ پھر فیصل آباد غلام محمد آباد آ گئے۔ یہاں پروصال ہوا۔

## (۱۳۲۸) غلام رسول سیالوی (محمدی شریف)، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۵ء ..... وفات: ۱۳ اگست ۲۰۰۰ء)

محمدی شریف ضلع جھنگ میں قاضی غلام محمد سیالوی کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک محمدی شریف، ڈگری کالج چنیوٹ سے ۱۹۶۶ء میں بی۔ اے اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔ اے اسلامیات کیا۔ بعد ازاں آپ شعبہ تعلیم سے منسلک ہوئے۔ آپ نے چنیوٹ میں دارالعلوم غوثیہ قمر الاسلام کے نام سے ایک دینی ادارہ بھی قائم کیا۔ اسی ادارہ میں تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کے لئے ختم نبوت اکیڈمی کا شعبہ بھی قائم کیا۔ آپ نے چنیوٹ شہر میں ”عظمت تاجدار ختم نبوت“ کے عنوان پر کئی ایک کانفرنسوں کا انعقاد بھی کیا۔ جامعہ محمدی شریف کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

## (۱۳۲۹) غلام رسول شوق، مولانا

(وفات: ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۶ء)

جامع مسجد خلفائے راشدین کے خطیب مدرسہ عربیہ سراجیہ کوئٹہ ارب علی خاں ضلع گجرات کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا غلام رسول شوق نے ابتدائی تعلیم کا آغاز خانقاہ سراجیہ میں حضرت مولانا محمد عبداللہ ثانی کے دور میں کیا۔ آپ نے خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد کے دور میں وہاں درس نظامی کے ابتدائی درجات مکمل کئے۔ آپ دارالعلوم کبیر والا اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں بھی پڑھتے رہے۔ آپ نے دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ سراجیہ کوئٹہ ارب علی خان کی بنیاد رکھی۔ اس وقت وہاں بچیوں کی تعلیم دورہ حدیث شریف تک ہوتی ہے۔ اس ادارہ میں زیادہ تر اسباق آپ خود پڑھاتے تھے۔ مولانا غلام رسول شوق انتہائی باہمت اور بھرپور محنتی عالم دین تھے۔ آپ نے علاقہ میں تبلیغ اسلام اور دینی تعلیم کی ترویج کے لئے بھرپور محنت کی۔ آپ کا بیت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے تھا۔ آپ ان کے مخلص محبت تھے۔ اپنے شیخ کے حکم کی تکمیل و تمیل سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد کا بھی تقریباً ہر سال کوئٹہ ارب علی خان جانا ہوتا تھا۔ جب کہ مولانا غلام رسول بھی سال میں ایک دو بار باجماعت خانقاہ شریف میں حاضری ضرور بھرتے تھے۔ مولانا غلام رسول اپنے علاقہ میں جمعیۃ علماء اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، تبلیغی جماعت اور خدام اہل سنت کے پروگراموں میں پیش پیش ہوتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے

آپ کا وجود پاسمان کا حکم رکھتا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو دینی و دنیوی اعتبار سے خوشحالی نصیب فرمائی تھی۔ دوستوں کے دوست اور مرئوسوں کے مرئوسوں کے بے ضرر انسان تھے۔ بہت سارے خیر کے امور ان سے وابستہ تھے۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

## (۱۴۳۰) غلام رسول شہید (چیچہ وطنی)، جناب

(شہادت: فروری ۱۹۷۳ء)

چیچہ وطنی کے مٹھائی فروش جناب غلام رسول کو قادیانی جماعت چیچہ وطنی کے صدر نذیر باجوہ نے قتل کر دیا۔

(لولاک ۳/مارچ ۱۹۷۱ء ص ۳)

## (۱۴۳۱) غلام رسول فیروزی، مولانا

کسی قادیانی نے ایک مسلمان کو سات سوال لکھ کر دیئے کہ علماء اسلام سے ان کا جواب لے کر دو۔ وہ سات سوال حضرت مولانا غلام رسول صاحب فیروزی کے پاس لائے گئے۔ آپ نے ان کا جامع اور مختصر جواب ”الجواب الصحیح فی حیات المسیح علیہ السلام“ تحریر فرمایا۔ احتساب قادیانیت جلد ۲۰ میں اس رسالہ کو بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

## (۱۴۳۲) غلام رسول قادری رضوی، علامہ مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۲ء، امرتسر ..... وفات: ۱۴/نومبر ۲۰۰۱ء، فیصل آباد)

آپ ممتاز عالم دین تھے۔ مولانا سردار احمد فیصل آبادی کے شاگرد و خلیفہ اور داماد تھے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مدرس رہے۔ جامعہ سراجیہ رضویہ فیصل آباد کے بانی تھے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے۔ تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت میں سرگرم عمل رہے۔

## (۱۴۳۳) غلام رسول مہر، مولانا

(ولادت: ۱۵/اپریل ۱۸۹۵ء ..... وفات: ۱۶/نومبر ۱۹۷۱ء)

مولانا غلام رسول مہر پھول پور جالندھر میں پیدا ہوئے۔ مشن ہائی سکول جالندھر سے میٹرک کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور سے بی. اے کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ حیدرآباد دکن میں ملازمت کی اور پھر ۱۹۲۱ء میں قلم نگاری کا آغاز کیا تو مشہور صحافی، مؤرخ اور مصنف بن کر ابھرے۔ ابتداءً چھ سال ”زمیندار“ سے منسلک رہے۔ پھر ۱۹۲۷ء میں عبدالحجید سالک کے ساتھ مل کر اپنا اخبار ”انقلاب“ نکالا۔ تحریک پاکستان کے سرگرم رکن رہے۔ مسلم لیگ کی صف اول کی شخصیات میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۹۴۹ء میں اخبار ”انقلاب“ بند ہو جانے کے بعد آپ نے گوشہ نشین ہو کر تصنیف و تالیف کے سلسلہ کو جاری رکھا۔ درجنوں کتب کی تصنیف و تالیف اور تراجم غیر معمولی وابستگی کا پرتو ہیں۔ آپ کے مختلف انٹرویوز، خطوط اور مضامین سے خودنوشت جھلکیاں لے کر جناب محمد حمزہ فاروقی نے ”مہربتی“ کے نام سے آپ کی خودنوشت سوانح عمری مرتب کی۔ اس میں دینی عقائد کے حوالہ سے ص ۵۶ پر اقتباس نقل کیا جس کی جھلک ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا غلام رسول مہر صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

ہوایہ کہ افغانستان میں دو قادیانیوں نے اپنے فرقے کی تبلیغ شروع کر دی۔ وہاں کے علماء نے ان پر مرتد ہونے کا حکم لگایا۔ یعنی یہ کہ وہ دین سے پھر گئے تھے اور ان کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ امان اللہ خاں شاہ افغانستان نے علماء کا وہ حکم نافذ کر دیا۔ اس پر یہاں کے قادیانیوں میں شور مچ گیا۔ ہمارے سامنے صورتحال یوں آئی کہ قادیانیوں نے امان اللہ خاں کی حکومت کے خلاف زور و شور سے پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ انگریزوں کے نقطہ نگاہ سے یہ پروپیگنڈا مفید تھا۔ کیونکہ اس سے امان اللہ خاں کی پوزیشن کمزور ہوتی تھی۔ ہم نے اصولاً یہ پہلو پیش کر کے اس پر مقالے لکھے اور قادیانیوں سے درخواست کی کہ وہ اجتماعی مصلحتیں پیش نظر رکھ کر خاموش ہو جائیں۔ اس اثناء میں مولانا محمد علی (لاہوری مرزائی پارٹی کے صدر) نے دو تین مضمون ”ہمدرد“ میں شائع کئے جن کا مقصد یہ تھا کہ کوئی شخص دین سے پھر جائے تو اسے سزا نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ قرآن میں لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔ اس سے امان اللہ خاں کی پوزیشن پر ایک اور ضرب لگی۔ یعنی اوّل اس نے دو آدمیوں کو سنگسار کرایا جو موجودہ دور میں سزا کا مہذب طریقہ نہیں سمجھا جاتا۔ دوم اس نے ایک ایسا حکم نافذ کیا جو شرعاً جائز ہی نہیں تھا۔ اس پر میں نے اپنی دسترس کے مطابق معلومات جمع کیں اور قتل مرتد پر ایک طویل مقالہ لکھا جو مولانا ظفر علی خاں نے اپنے نام سے شائع کرایا اور وہ ”زمیندار“ کے سترہ شماروں میں شائع ہوا۔ یہی مضمون تھا جس کے متعلق مولانا محمد علی (لاہوری مرزائی) مولانا ظفر علی خاں کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ ”تم نے مجھ پر محمود غزنوی کی طرح سترہ حملے مہر کے قلم سے کرائے۔“

## (۱۴۳۴) غلام رسول نقشبندی امرتسری، مولانا

(وفات: دسمبر ۱۹۰۲ء)

حضرت مولانا علامہ غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری کی عربی زبان میں تصنیف ہے۔ آپ نے ایک کتاب ۱۸۹۳ء میں تصنیف کی جس کا نام: ”الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح“ ہے۔ آپ نے عقلی نقلی اعتبار سے حیات مسیح ﷺ کے مسئلہ پر اس کتاب میں دلائل کے ایسے انبار جمع کئے کہ مرزا قادیانی سمیت کسی قادیانی کو مقابلہ میں لب ہلانے یا قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد مرزا قادیانی پندرہ سال زندہ رہا۔ لیکن مولانا غلام رسول کے دلائل کے سامنے اسے دم مارنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ مولانا غلام رسول کا وصال ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ آج ۲۰۱۲ء میں گویا کہ ۱۱۹ سال بعد اس کتاب کی اشاعت ثانی در احتساب قادیانیت جلد ۴۲ ہمارے لئے ڈھیروں خوشیوں کا موجب ہے۔ الحمد للہ!

مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسری نے کشمیر اور امرتسر میں دینی تعلیم حاصل کی۔ خود فقہ، اصول فقہ اور منطق کے اپنے زمانہ میں ماہر استاد مانے جاتے۔ علوم و فنون پڑھانے میں زندگی صرف کی۔ ”الہام الصحیح“ کسی زمانہ میں یہ کتاب مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔ اس کتاب لکھنے کے باعث ملعون قادیان زندگی بھر مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسری کو گالیاں بکتا رہا۔ لیکن کتاب کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسری کے والد گرامی کا نام امیر الدین قاسمی تھا۔ مولانا غلام رسول نقشبندی کی کتاب ”الہام الصحیح“ عربی کار دو میں ترجمہ ”آفتاب صداقت“ کے نام پر آپ کے شاگرد اور بھتیجے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب نے کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں شائع ہو گیا ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما اور امیر اول مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے استاذ تھے۔

## (۱۴۳۵) غلام رسول نیازی، جناب حاجی

(وفات: ۱۱ نومبر ۲۰۱۶ء)

حاجی غلام رسول نیازی معروف احرار اہنما حاجی عبدالرحیم نیازی کے فرزند ارجمند تھے۔ والد محترم کی طرح احرار اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں سے بہت قریبی تعلق رہا۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چینیوٹ بعد از آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لے جاتے رہے۔ حاجی صاحب تادم زیست ختم نبوت کی تحریک کے حدی خوانوں میں رہے اور کبھی بھی اس مشن سے غافل نہیں رہے۔

## (۱۴۳۶) غلام رسول، قاری محمد

(پیدائش: ۱۹۳۵ء ..... وفات: ۹ مارچ ۲۰۱۴ء)

آپ دنیائے قرأت کے معروف قاری تھے۔ پچاس سال آپ نے قرأت قرآن مجید کا دنیا میں جادو جگایا۔ قرأت کے لاہور و اسلام آباد، کینیڈا میں ادارے قائم کئے۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ تلاوت کی سعادت آپ کے حصہ میں آئی تھی۔ زبے مقدر!

## (۱۴۳۷) غلام سبحانی (مانسہرہ)، مولانا

مولانا غلام سبحانی صاحب خطیب جامع مسجد موڑ بھنگلا تحصیل ضلع مانسہرہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام: ”جیہ قطعہ علیہ رد مرزائیہ (مرزا کی کہانی، مرزا کی زبانی)“ اسے ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شامل اشاعت کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۸۴ء کے لگ بھگ کی تحریر کردہ ہے۔ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر کی کتاب ”ترک مرزائیت“ سے زیادہ تر اس کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہے۔ آخر میں تو بہت سارا حصہ مکمل مذکور کتاب سے لے کر اس کتاب کا جزو بنا دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مصنف کے ذوق کے احترام میں فقیر نے مکمل اس کو احتساب قادیانیت جلد ۴۰ کا حصہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ اسی میں خیر ہوگی۔

## (۱۴۳۸) غلام سرور چیمہ، جناب

وفاقی وزیر دفاع رہے۔ جٹ برادری سے تعلق تھا۔ بڑے دھڑلے کے انسان تھے۔ ”میں تمام قادیانیوں اور ان کے پیشواؤں (ہفت روزہ چٹان جلد ۴۳ شمارہ ۱۱، مؤرخہ ۳۰ مارچ ۶۲ اپریل ۱۹۹۰ء) مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر سمجھتا ہوں۔“

## (۱۴۳۹) غلام سرور (سکھر)، جناب حاجی

(وفات: ۱۳ جنوری ۱۹۷۱ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے مخلص معاون و مددگار، عاشق ختم نبوت تھے۔ حق تعالیٰ نے دین سے وابستگی و شیفتگی نصیب فرمائی تھی۔

## (۱۴۴۰) غلام سرور شاہ نقوی بخاری (بدلی، رحیم یار خان)، جناب سید

(وفات: ۶ اکتوبر ۱۹۸۰ء)

آپ بدلی ضلع رحیم یار خان کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سید جلال بخاری اویچ شریف اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملتا تھا۔ عقیدہ ختم نبوت، ناموس رسالت پر دیوانہ وار بیان کرنا آپ کا زندگی کا معمول رہا۔ فرماتے تھے تحفظ ناموس رسالت پر جان دے دینا اس دور میں معراج انسانیت کی دلیل ہے۔ تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر سے پچھتر سال کی عمر تک بدلی میں خطیب رہے۔ خواب میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حسین کریمین رضی اللہ عنہما کی زیارت کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب بھی سینتیسویں پشت میں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

## (۱۴۴۱) غلام سرور قادری، جناب مفتی

(ولادت: ۱۹۳۹ء ..... وفات: یکم ستمبر ۲۰۱۰ء)

مفتی غلام سرور قادری کے والد گرامی کا نام: محمد خدا بخش، دادا کا نام: محمد موسیٰ اور پردادا کا نام: محمد جوہر تھا۔ اویچ شریف میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ انوار العلوم میں حضرت مولانا سعید احمد کاظمی سے دورہ حدیث و تفسیر اور علم مناظرہ پڑھا۔ ۱۹۶۵ء میں یونیورسٹی بہاول پور سے ایم۔ اے اسلامک لاء کی ڈگری حاصل کی۔ مدرسہ انوار العلوم ملتان، مدرسہ منظر اسلام بہاول نگر، جامعہ نظامیہ لوہاری گیٹ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۸۶ء میں کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ میں قادیانیوں سے مناظرہ کیا۔ جس میں مرزائی مبلغ سلطان ابراہیم کو شکست ہوئی۔ بعد ازاں مرزائی مبلغ نے قادیانیت پر دو حرف بھیج کر اسلام قبول کیا۔ اسی طرح مفتی غلام سرور قادری نے مرزا طاہر کو دعوت مناظرہ دیا۔ پاکستان میں بھی قادیانیوں سے کئی مناظرے ہوئے۔ اندرون و بیرون ممالک آپ کے ہزاروں شاگرد اور مریدین آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

## (۱۴۴۲) غلام سرور نقوی ایڈووکیٹ (ڈیرہ غازی خان)، جناب سید

(ولادت: ۱۹۲۵ء ..... وفات: ۲۰۰۰ء)

سید غلام سرور نقوی ایڈووکیٹ (شیعہ مسلک کے رہنما تھے) ڈیرہ غازی خان میں سید اللہ وسایا نقوی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں مجلس عمل میں شامل تھے۔ مولانا صوفی اللہ وسایا ڈیرہ غازی خان کی کاوش اور مجلس کی کارکردگی سے متاثر ہو کر مستقل ختم نبوت کے کاؤ سے منسلک ہو گئے۔ ۱۹۸۶ء میں جب قادیانی سردار کی مسجد سے قبر کشائی کی تحریک چلی تو دن رات بوڑھا پے کے باوجود تحریک میں شامل رہے۔ تونسہ شریف میں علامہ عبدالستار تونسوی کی مسجد عثمانیہ المعروف گبی مسجد میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ اس سے خطاب کیا۔ ڈیرہ غازی خان میں احتجاجی جلوس پر جب لائچی چارج ہوا اس عمل کے خلاف دفتر ختم نبوت کے اجلاس پر پولیس نے دھاوا کر دیا۔ مولانا اللہ وسایا مرحوم کے صاحبزادے زبیر احمد جو اس وقت بچہ ہی تھے پر تشدد کیا۔ وہاں سے مولانا غلام محمد چشتی، سید

غلام سرور نقوی، مولانا محمد خان لغاری اور دیگر علماء کرام کو گرفتار کر لیا۔ شہریوں کے احتجاج پر مولانا غلام محمد چشتی اور سید غلام سرور نقوی کو رہا کر دیا گیا۔ ان کی محنت اور خلوص کا نتیجہ ہے۔ ان کے بیٹے سید شمیم حیدر نقوی اور سید ندیم حیدر نقوی ایڈووکیٹس اور ان کا پورا خاندان ختم نبوت کے کا ز سے منسلک ہے۔ قانونی تحریکی طور پر ختم نبوت کے مشن کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی رہنماؤں میں ان کا شمار ہے۔ (عبدالعزیز لاشاری)

## (۱۴۴۳) غلام سرور (کراچی)، جناب ڈاکٹر

(وفات: جون ۱۹۷۵ء)

کراچی میں احرار رہنما حضرت امیر شریعت کے شیدائی جناب ڈاکٹر غلام حیدر کے صاحبزادہ جناب ڈاکٹر غلام سرور ایران میں وصال فرما گئے۔ آپ نے عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا علم بلند سے بلند تر کئے رکھا۔

## (۱۴۴۴) غلام سلیمان تونسوی، جناب خواجہ

(پیدائش: ۲۸ جنوری ۱۹۳۱ء ..... وفات: یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء)

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کے دوسرے پڑپوتے اور خواجہ موسیٰ صاحب کے پوتے اور خواجہ حافظ غلام زکریا کے صاحبزادے خواجہ غلام سلیمان تونسوی ۱۹۷۴ء میں اس علاقہ کی طرف سے ایم. این. اے تھے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ایم. این. اے بنے۔ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کے خلاف اسمبلی میں قرارداد پیش ہوئی تو پاکستان پیپلز پارٹی اور بھٹو کی اجازت کے بغیر سب سے پہلے مولانا مفتی محمود، مولانا احمد شاہ نورانی کی ملاقات پر تحریک کے لئے دستخط کر دیئے۔ پاکستان پیپلز پارٹی والوں نے کہا آپ نے جلدی کی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: ”یہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔“

## (۱۴۴۵) غلام صادق (راولپنڈی)، جناب منشی

(وفات: مارچ ۱۹۷۷ء)

آپ نے اپنی عملی سیاسی زندگی کا آغاز مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے کیا۔ آخر عمر میں اپنے آپ کو تبلیغ اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کر لیا۔ اس سلسلہ میں وہ مقام فناء کو پہنچے ہوئے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام راولپنڈی میں بھی متحرک قائد کے طور پر کام کیا۔

## (۱۴۴۶) غلام صادق لدھیانوی، جناب حاجی

(وفات: مئی ۱۹۷۳ء)

فیصل آباد کی معروف مذہبی سماجی شخصیت حاجی غلام صادق لدھیانوی تھے۔ آپ تحریک ختم نبوت کے صف اول کے



رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے پہلے قافلہ میں شریک تھے جس کی قیادت مولانا مفتی محمد یونس مراد آبادی نے فرمائی تھی۔ حاجی غلام صادق کا تبلیغی جماعت سے گہرا تعلق تھا۔ وہ بہت نظریاتی کارکن تھے۔

## (۱۴۴۷) غلام صدیقی (انک)، جناب حاجی

(وفات: جنوری ۱۹۸۹ء)

انک ختم نبوت یوتھ فورس ضلع انک کی شوروی کے رکن ناصر محمود کے والد حاجی غلام صدیقی کی وفات پر دینی و سماجی حلقوں نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ حاجی غلام صدیقی ڈپٹی سیکرٹری لوکل گورنمنٹ ہاؤسنگ جھنگ میں تعینات تھے۔ انہوں نے چناب نگر (ربوہ) میں مسلم کالونی کے نام سے ۱۵۰ ایکڑ زمین مسلمانوں کے لئے الاٹ کی تھی۔ جس میں ۹ کنال کا رقبہ برائے مسجد و مدرسہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام الاٹ کروایا تھا۔ مرحوم کا روحانی تعلق امیر مرکزیہ خواجہ خان محمد سے بھی تھا۔ مرحوم کا نماز جنازہ ختم نبوت کے ضلعی امیر مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی نے پڑھایا۔ اسلام آباد کے مبلغ مولانا عبدالرؤف، ضلعی امیر قاضی محمد زاہد الحسنی، نائب امیر سید منظور شاہ نے مرحوم کے بیٹے ناصر محمود اور ان کے بھائی ٹھیکیدار یعقوب صاحب سے دلی تعزیت کی اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

## (۱۴۴۸) غلام عائشہ بی بی، محترمہ

(وفات: ۹ رزی الحجہ ۱۳۶۱ھ / ۱۷ دسمبر ۱۹۴۲ء)

مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور مدرسہ کے صدر مدرس مولانا الہی بخش مرحوم کی ایک صاحبزادی کا نام غلام عائشہ تھا۔ یہ ابھی چھوٹی سی بچی تھیں کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والد گرامی مولانا الہی بخش نے اس بچی کی تربیت کی۔ بچی جب کچھ بڑی ہوئیں تو ان کا نکاح ایک عزیز عبدالرزاق سے کر دیا جو بد نصیبی سے آگے چل کر قادیانی ہو گیا۔ مولانا الہی بخش کو پتہ چلا تو انہوں نے بیٹی غلام عائشہ کو مدعیہ بنا کر اس قادیانی ملعون کے خلاف کیس دائر کر دیا۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۵ء تک (دس سال) چلتا رہا۔ اس کیس میں مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا ابوالوفاء شاہ جہانپوری، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا محمد حسین کولوتا رڈوی، مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ، مولانا محمد صادق بہاول پوری، مولانا محمد فاروق بہاول پوری ایسے حضرات نے اصالتہ دلچسپی لی۔ ان میں سے بعض حضرات کے بیانات ہوئے۔ جس کی بنیاد پر مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو عدالت نے کافر قرار دے کر ان سے نکاح نہ صرف ناجائز قرار دیا۔ بلکہ نکاح کیا۔ اس فیصلہ کے بعد مرحومہ غلام عائشہ بی بی کا نکاح مولانا سلطان محمود جلال پوری سے ہوا۔ مولانا سلطان محمود مدرسہ انوریہ گمانی ضلع بہاول پور پڑھتے رہے۔ مولانا الہی بخش سے بھی پڑھا۔ یوں مولانا سلطان محمود اس دیرینہ شناسائی اور تعلق کے باعث مولانا الہی بخش کی دختر (بلکہ دختر اسلام غلام عائشہ) کے خاوند بنے۔ یہ ستمبر ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ سات سال مرحومہ کی اپنے میاں مولانا سلطان محمود سے رفاقت رہی۔ پھر انہی کے گھر وصال فرمایا۔ مولانا سلطان محمود جامعہ محمدیہ اہل حدیث جلال پور کے شیخ الحدیث تھے اور اہل حدیث حضرات کے حلقہ کے بڑے نامور محدث اور جلیل القدر عالم دین تھے۔ انہوں نے خود تحریر فرمایا کہ میرے اہلیہ غلام عائشہ مرحومہ

سے دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک کا نام محمد یحییٰ رکھا۔ دوسرے کا نام عبدالماجد، مرحومہ بیمار تھیں تو بچوں کی پھوپھی اور مولانا سلطان محمود کی بہن نے بڑے سچے محمد یحییٰ کو اپنی بھابھی غلام عائشہ مرحومہ کے پیش کیا کہ ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر دیں تو بیماری میں مرحومہ نے ہاتھ جھٹک کر کہا کہ محمد یحییٰ اپنے والد کا ہے ان کے پاس رہے گا۔ البتہ عبدالماجد میرا ہے میرے پاس رہے گا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ مرحومہ کا وصال ہو گیا۔ مرحومہ کی بات کو اللہ تعالیٰ نے یوں پورا کیا کہ چھوٹا بچہ عبدالماجد تین ماہ بعد فوت ہو کر مرحومہ والدہ کے پاس چلا گیا اور محمد یحییٰ کو اللہ تعالیٰ نے لمبی زندگی دی۔ والد مرحوم کے زیر سایہ شادی ہوئی۔ صاحب اولاد ہوئے۔ مرحومہ ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ گھر پر قرآن مجید پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا اور پورے شہر جلال پور کی اکثر اس زمانہ کی بچیوں کو دینی تعلیم سے بہرہ ور کر دیا۔ مرحومہ کے صاحبزادے محمد یحییٰ ایم۔ اے ہوئے۔ پروفیسر بنے۔ فقیر کی ان سے ملاقات بھی یاد پڑتی ہے۔ انہیں محمد یحییٰ نے اپنی مرحومہ والدہ پر ایک مضمون ”میری اماں جی“ کے عنوان پر روئید مقدمہ مرزا سیہ بہاول پور کے لئے لکھا تھا۔ اس وقت مرحومہ کے ذکر خیر کے موقعہ پر راقم (اللہ وسایا) کو اپنی سگی والدہ مرحومہ کی طرح محبوب ہستی کے طور پر مرحومہ غلام عائشہ سامنے آ رہی ہیں۔ حالانکہ ان سے میرا نہ رشتہ نہ تعلق، لیکن دینی تعلق ایک ایسی چیز ہے کہ فقیر مرحومہ کو اپنی والدہ کی طرح جانتا ہے۔ حق تعالیٰ مولانا محمد یحییٰ کی والدہ مرحومہ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ مضمون پڑھیں۔ (فقیر نے فروری ۲۰۲۰ء میں جلال پور قبرستان میں محترمہ غلام عائشہ بی بی کی قبر مبارک پر حاضری بھی دی ہے۔ اللہ وسایا) مولانا محمد یحییٰ نے اپنی والدہ غلام عائشہ کے متعلق لکھا:

### میری اماں جی

میں اپنے گھر کے چھوٹے سے صحن میں کھیل رہا ہوں کہ والد گرامی اور پھوپھی مجھے بلاتے ہیں اندر چلو، اپنی ماں جی سے کہو وہ دوائی پی لیں۔ دوائی پیئیں گی تو ٹھیک ہوں گی۔ اندر کمرے کے ایک کونے میں بستر کے پاس کچھ عورتیں بھی ہیں۔ میں جا کر آواز دیتا ہوں اماں جی اماں جی آپ دوائی پی لیں تاکہ آپ ٹھیک ہو جائیں۔ میں یہ بات شاید کئی دفعہ دہراتا ہوں۔ وہاں بیٹھی ہوئی خواتین میں سے ایک کہتی ہیں اٹھئے! محمد یحییٰ آپ سے کہہ رہا ہے آپ دوائی پی لیں۔

اور شاید وہ دوائی پی لیتی ہیں۔ میری عمر بمشکل اڑھائی سال تھی۔ میری ذات کوئی اہمیت رکھتی ہے، میری بات کا ایک وزن ہے۔ میرے شعور میں یہ احساس اماں جی کے حوالے سے بیدار ہوا۔ یہ منظر شاید ایک سے زیادہ دفعہ دہرایا گیا۔ اس سے اماں جی (غلام عائشہ) کی تکلیف اور بیماری کا احساس بھی جاگا۔ ان کے بارے میں ایک عجیب سی کیفیت دل میں پیدا ہوئی۔ جس میں اپنائیت، محبت، شفقت اور ایک بے نام ساحزن موجود تھا۔ مجھے یاد ہے سالوں بعد تک میرے بچپن میں جب ان کا ذکر آتا تھا تو ایسی ہی کیفیت دل میں جاگتی تھی اور ان کا ذکر بہت آتا تھا۔ گھر میں میری پھوپھی رہا کرتی تھیں۔ وہی میری پرورش میں اباجی کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اگرچہ میرے کام زیادہ تر اباجی اپنے ہاتھ سے خود ہی کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ میری وابستگی اتنی شدید تھی کہ نہانے، کپڑے بدلنے جیسے کام بھی انہیں خود ہی کرنے پڑتے تھے۔ میں کسی اور کے ہاتھوں ان کاموں کے لئے راضی نہیں ہوتا تھا۔ کھانا بھی صرف انہی کے ساتھ کھاتا تھا۔ وہ سفر میں جاتے تو مجھے ساتھ لے جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں رات کو نیند سے جاگا، شاید پیاس لگی تھی اور دیکھا تو اباجی اپنے بستر پر موجود نہیں تھے۔ میں نے رونا شروع کر دیا۔ سارے گھر کو سر پٹھا لیا۔ پھوپھی نے بہت بہلایا۔ ہزار کوشش کی لیکن میری ایک ہی رٹ

تھی۔ اباجی کہاں ہیں؟ مجھے اباجی کے پاس لے چلو۔ وہ اس وقت تقریباً ڈیڑھ میل دور ایک قریبی گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ ہمارے ہمسائے میاں اللہ بخش نے جنہیں میں چچا کہا کرتا تھا مجھے اٹھایا اور رات کے اندھیرے میں لے کر اس گاؤں کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو والد گرامی واپس ہو رہے تھے۔ ساتھ روشنی کے لئے پیڑ و میکس لیمپ تھے جنہیں میرے بچپن میں مقامی طور پر گیس کہا جاتا تھا۔ میں بھی ساتھ واپس ہوا۔ چچا اللہ بخش نے واپسی کے راستے میں مجھے تھوڑا سا چڑایا بھی۔ کوئی بچا ایسی ضد نہیں کرتا۔ صرف تم اتنے ضدی ہو۔ رزاق بخش (ان کا اکلوتا بیٹا) آرام سے اپنے گھر میں ہے۔ اس نے میرے ساتھ آنے کی کوئی ضد نہیں کی۔

ان کی بات درست تھی۔ لیکن مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب سوچتا ہوں تو سمجھ میں آتا ہے کہ والد گرامی سے یہ شدید وابستگی اور ہر وقت ان کے ساتھ رہنے کی ضد اس لئے تھی کہ میں اڑھائی سال کی عمر میں اپنی عزیز ترین ہستی کو گم کر چکا تھا۔ اس وقت شاید میں سو رہا تھا۔ نہیں غالباً میں اپنے کھیل میں گم تھا۔ میرے پاس میری پھوپھی آئیں۔ مجھ سے کہا۔ بچی! اٹھو! چچا اللہ بخش کے ساتھ باہر جاؤ وہ تمہیں کیلے لے کر دیں گے۔ شاید میں چلا گیا۔ پھر اتنا یاد ہے کہ میں اپنی اماں جی کو ڈھونڈتا تھا اور مجھے یہ جواب ملتا تھا کہ وہ حج پر گئی ہوئی ہیں۔ کچھ عرصے میں واپس آ جائیں گی۔ وہ کبھی واپس نہ آئیں۔ ان کا حج مستقل ہو گیا۔ لیکن اب میں اپنی عزیز ترین ہستیوں کے بارے میں کوئی دھوکا کھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت عزیز ترین ہستی صرف ایک تھی۔ اباجی! ہر وقت اباجی، اباجی۔ مجھے پھوپھی اور دوسرے اکثر چڑاتے تھے۔ میں کبھی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ یہ لفظ اس طرح میری زبان پر جاری رہتا۔

میں نے اس نوعمری میں اپنی پھوپھی کو اکثر اس دیکھا تھا۔ انہیں اس طرح کے اور بھی صدے دیکھنے پڑے تھے۔ وہ چھوٹی سی تھیں کہ میرے دادا، دادی فوت ہو گئے تھے۔ میرے چچا فوت ہو گئے تھے۔ لیکن یہ آبائی وطن بیت احمد نزدگمانی تحصیل احمد پور شرقیہ کی بات تھی۔ جہاں پھوپھی پہلے رہا کرتی تھیں۔ دادا، دادی کی وفات کے بعد اباجی جلال پور آ گئے تھے۔ پھوپھی بھی ان کے ساتھ تھیں۔ یہاں ان کی سہیلیاں ان کے پچھلے صدموں سے زیادہ واقف نہ تھیں۔ واقف تو ہوں گی لیکن ان میں شریک نہ تھیں۔ اماں جی کی وفات کے صدے میں وہ خود بھی شریک تھیں۔ یہ سب ان کی شاگرد تھیں۔ ان کے بچپن کا سہانا زمانہ اماں جی کے ساتھ گزرا تھا۔ ان کا اکثر وقت وہ ہمارے گھر پر ہوتیں۔ بڑی رونق ہوتی تھی۔

تذکرہ اکثر اماں جی کا ہوتا تھا۔ گا ہے بگا ہے بڑی عمر کی خواتین بھی آتیں۔ آتے ہی مجھے بلا کر گلے لگاتیں۔ میں ان سے جھینپتا بھی بہت تھا۔ کیونکہ ان سب سے زیادہ مانوس نہ تھا۔ وہ میرا نام بھی پورا لیتیں۔ محمد بچی اور اکثر نام لینے کے بعد خاموش ہو جاتیں۔ گھر والے صرف بچی کہتے۔ یہ پورا نام مجھے عجیب سا لگتا اور یہ ساری خواتین ٹھنڈی آہیں بھر بھر کر اماں جی کا تذکرہ شروع کر دیتیں۔ ان خواتین کی اکثریت بھی اماں جی کی شاگرد تھی۔ میری پیدائش سے پہلے ان سے پڑھتی تھیں۔ یہ راز اب تک نہ کھلا کہ وہ میرا پورا نام کیوں لیتی ہیں۔ وہ اس لئے کہ وہ اپنی مرحوم استانی کے احترام میں ایسا کرتی تھیں یا اس لئے کہ انہوں نے اماں جی نے ہمیشہ میرا پورا نام ہی سنا تھا۔ اماں جی کے بعد گھر میں میری پھوپھی تھیں۔ وہ صرف بچی کہا کرتی تھیں۔ البتہ میری خالہ جو اماں جی کی وفات سے پہلے لمبا عرصہ ہمارے ہاں رہی تھیں اور بعد میں زیادہ آنا جانا نہ تھا۔ کیونکہ ان کا گھر دور تھا۔ ہمیشہ اہتمام سے پورا نام محمد بچی لیتیں۔ خالہ سے کبھی کبھار ملنا ہوتا تھا۔ بڑی پھوپھی بھی جو اپنے آبائی گھر میں ہی مقیم تھیں۔ کبھی کبھی آتیں۔ لیکن جب بھی ملاقات

ہوتی باتوں کا سب سے اہم موضوع اتناں جی ہوتیں۔ ان کا پیار، ان کی شفقت، ان کی مہمان نوازی ان کے مزاج کی سادگی، ان کی نیکی غرض کتنے پہلو تھے جن کی یاد تازہ کی جاتی۔

یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا۔ فسادات ہوئے ساری آبادی الٹ پلٹ گئی اور گفتگو کے لئے ایک کے بعد دوسرا اہم موضوع سامنے آتا گیا۔ پہلے موضوع کی پہلی والی اہمیت باقی نہ رہی۔ پھوپھی کی شادی ہوگئی اور وہ اپنے آبائی وطن چلی گئیں۔ میں سکول جانے لگا۔ گھر کے ماحول میں بہت تبدیلیاں آگئیں۔ لیکن ایسا اب بھی ہوتا کہ کوئی خاتون گھر آتی۔ مجھے بلایا جاتا۔ میرا پورا نام لے کر بلاتیں۔ محبت اور پیار کا اظہار کرتیں۔ یہ بھی کہا جاتا۔ بی بی ہوتیں تو تمہیں دیکھ کر کتنی خوش ہوتیں اور اس کے بعد انگلیوں سے آنکھیں پونچھتی ہوئی واپس ہو جاتیں۔ یہ سلسلہ میرے کالج کے زمانے تک چلتا رہا۔

دماغ پر زور دینے کے باوجود بھی پیاری سی صورت ذہن میں پوری طرح نمایاں نہ ہوتی۔ لیکن ان کا وجود یقینی تھا۔ زندگی میں ان کی تربیت نے بہت سی شخصیتوں کو نکھارا، سنوارا تھا۔ موت کے بعد بھی میرے تشخص میں ان کا کردار موجود رہا۔ دل کا گداز، خوبصورت اور سچے جذبے اور دوسروں کے کام آنے کا جذبہ یہ سب ان نمونوں کے مطابق پروان چڑھتے رہے۔ جن کا تذکرہ اتناں جی کے حوالے سے ہمارے گھر میں ہر وقت ہوتا رہتا تھا اور مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ خود صبر کرنا، اپنی نکالیف کو معمولی سمجھنا اور دوسروں کے کام آنا ان کی بنیادی خصوصیات تھیں۔ انہی کی وجہ سے وہ ان سب لوگوں کو محبوب تھیں جن سے ان کا واسطہ تھا۔

اب خالہ سے مل کر اتناں جی (غلام عانتش) کی باتیں کریدیں تو انہوں نے بتایا کہ اڈی (بہن) کو اپنے والد کا بہت خیال رہتا تھا۔ ان پر جان دیتی تھیں۔ اکثر کہا کرتیں میرے لئے ابا نے بہت مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اتنا ہر باپ نہیں کر سکتا۔ خالہ کے بقول وہ مصیبتیں تھیں بھی بہت، ملتان میں جب مقدمے کا یکطرفہ فیصلہ ہمارے خلاف ہو گیا تو فرنگی سرکاری کارندوں نے برآمدگی کے لئے چھاپے مارے۔ ہم سب لوگ کبھی ایک گھر میں چھپتے تھے۔ کبھی دوسرے میں پھر بہاول پور میں پہلے دو فیصلے ہمارے خلاف گئے تھے۔ اس دوران میں بھی یہی حال تھا۔ بستی مہند میں کسی گھر میں کوئی ایسا کمرہ نہیں تھا۔ جس میں مختلف اوقات میں ہم لوگ نہ چھپے ہوں۔ اڈی تو خوف سے کانپ رہی ہوتیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ اس حالت میں اللہ میاں سے دعائیں کرتی جاتیں۔ ہمارے ابا (مولانا الہی بخش) تاریخیں بھگتتے کے لئے اکثر پیدل میلوں سفر کرتے ہر طرح کی لالچ دی گئی۔ لاکھوں روپے انہیں مرزائی جماعت نے پیش کئے۔ اڈی (بہن) کو ڈرانے دھکانے کی بھی بہت کوشش کی۔ لیکن باپ بیٹی پر کبھی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور اطمینان کا دور آیا تو اڈی (بہن) بے حد خوش تھی اور اپنے ابا پر فدا تھی۔ شادی ہوگئی۔ جلال پور سے جب بھی آتی خاص طور پر ابا کے لئے سفید کرتے اور نیلی تہمد پر مشتمل جوڑے ساتھ لے کر آتیں۔ ابا کو یہی لباس پسند تھا۔ وہ بڑے اہتمام سے سفید کرتوں پر کڑھائی بھی کرا کے لایا کرتیں۔

خالہ نے اپنی بعض خانگی مشکلات کے دوران ایک لمبا عرصہ ہمارے ہاں جلال پور میں قیام بھی کیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میری امی (غلام عانتش) اور ابا جی (مولانا بیگی) کے والد کا نام مولانا سلطان محمود تھا جو شیخ الحدیث تھے۔ جلال پور پیر والا کے میں تعلق کیسا تھا تو وہ کہنے لگیں تمہارے ابا جی جس وقت اسباق سے فارغ ہو کر گھر آتے تھے تو پھر اڈی (بہن) ہمیں بھول جایا کرتی تھیں۔ میں نے پوچھا مجھ سے کتنا پیار تھا؟ کہنے لگیں تم شادی سے تقریباً پانچ سال بعد پیدا ہوئے۔ میرا بیٹا عبدالستار تم سے تقریباً دو

سال بڑا تھا۔ اڈی جس طرح تم پر جان چھڑکتی تھیں میں بھی اس پر حیران ہوتی تھی۔ بچے کسی نہ کسی وجہ سے روتے ہیں۔ لیکن تم جب بھی روتے تھے اڈی بس یہی سمجھتی تھیں کہ تمہیں کہیں نہ کہیں درد ہو رہا ہے۔ تمہارا رونام ہوتا تھا۔ لیکن اڈی کا دل بری طرح تڑپتا جاتا تھا۔ انہوں نے مجھے ماں بن کر پالا تھا۔ لیکن جب تمہارے پالنے کا وقت آیا تو وہ کوئی اور چیز بن گئی تھیں۔

میرا چھوٹا بھائی عبدالماجد جب پیدا ہوا تو اتناں جی کی حیات مستعار میں صرف ڈیڑھ ماہ باقی تھا۔ اسی دوران ہی وہ بیمار ہو گئیں۔ عبدالماجد کو تو ٹھیک طرح ماں کا دودھ بھی نصیب نہ ہو سکا۔ ماں کی مامتا میں اس کا حصہ بہت زیادہ تھا۔ مجھے انہوں نے میرے ابا جی کے سپرد کر دیا اور اسے اپنے ساتھ لے گئیں۔

انہوں نے سب کے حقوق ادا کئے۔ چھوٹی بہن کو ماں بن کر پالا اور ساری عمر اس پر شفقتیں نچھاور کیں۔ چھوٹی نند کو پالا پوسا اور ماں کی طرح اس کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ خاوند سے محبت کی اور ان کی خدمت اور دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ محلے کے تمام گھرانوں کی خدمت کی۔ مصیبت میں ان کے کام آتیں اور ان کی نوجوان بچیوں کو پڑھایا اور ان کی تربیت کی۔ اپنے بیٹے کو اپنی محبت و شفقت کے بحرِ خار میں غرق کر دیا اور چھوٹے بیٹے پر اپنی جان نچھاور کر دی۔ یہ سب حقوق انہوں نے اچھی طرح ادا کئے اور کسی سے کوئی بدلہ نہ چاہا۔ بیٹا جوان ہوتا تو شاید ان کی خدمت کرتا۔ انہوں نے خدمت کو کجا یہ بھی گوارا نہ کیا کہ ذرا ہوشیار ہو کر ان کا دل ہی بہلا دے۔ خاوند کی گواہی یہ ہے کہ سات سالہ رفاقت میں کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا۔ کبھی شکایت کا موقع نہ دیا اور وہ سارے حقوق بھی معاف کر دیئے جو شادی کے وقت فریقین کی رضا سے طے ہوئے تھے۔ بہن کو اپنے گھر کا مالک کیا اور خود شادی کے بعد دور چلی آئیں۔ اس سے رفاقت کا حق بھی نہ لیا۔ البتہ اپنی محبتیں نچھاور کرتی رہیں۔ نند کو پالا پوسا۔ ماں کا پیار دیا۔ خدمت لینے کا وقت آیا تو اپنے رب کے حضور چلی گئیں۔ ان کی زندگی ان کے رب کی تھی۔ اس پر سب سے زیادہ حق بھی اسی کا اور اس کے رسول کا تھا۔ تنہائی میں دعائیں اور مناجاتیں ان کا اور ان کے اللہ کا معاملہ ہے۔ انہوں نے زندگی کے وہ سارے اوقات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تعلیم کے لئے وقف کر دیئے تھے جو انتہائی بنیادی ضرورتوں سے بچتے تھے۔ خالہ کہتی ہیں میں سلائی اور کڑھائی کی ماہر تھی۔ اڈی کو یہ کام کبھی کرنا نہ آیا۔ میں ان پر ہنستی تھی۔ ان کا مذاق بتاتی تھی۔ وہ صرف مسکرا دیتی تھیں۔ ان کا دل کتابوں میں لگتا تھا یا تلاوت میں۔ انہیں پوری طرح پتہ تھا کہ یہ زندگی ان کی اپنی نہیں اللہ کی امانت ہے۔ وہ اس امانت میں خیانت برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ جس زندگی کو اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اتباع میں بسر ہونا تھا وہ جھوٹے نبی کی جھوٹی امت کی نذر نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس دور میں زندگی کی لذتوں کے عوض بہت سوں نے اپنے ایمان کا سودا کیا۔ مرزائیوں کے پیسے اور انگریزوں کی مراعات نے بہت لوگوں کو خرید کر لیا۔ لیکن سخت سے سخت آزمائش کے دوران انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی کمزوری نہ دکھائی۔ ساہا سال فقر و تنگ دستی میں زندگی گزار لی۔ لیکن لاکھوں روپے، زیورات اور زمینوں کی پیشکش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ مسلسل خوف و ہراس کے عالم میں ہر طرح کی تکلیف سہ لی۔ لیکن زندگی بھر کلمہ شکایت زبان پر نہ آیا۔ عین اس وقت جب وہ وقت کے قانون کے ٹکٹے میں کسی ہوئی تھیں اور فیصلے کے بعد فیصلے ان کے خلاف ہو رہے تھے فرنگی سرکار کے کارندے مرزائیوں کی حرام کی دولت کی لالچ میں کتوں کی طرح ان کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ وہ پوری ثابت قدمی سے رسول اللہ ﷺ کی محبت اور جھوٹے نبی سے نفرت کے عظیم سرمایہ کی حفاظت کرتی رہیں۔ آزمائش کا یہ عرصہ تھوڑا

بھی نہ تھا۔ بلکہ سفر طویل دس سالوں پر محیط تھا۔ اگر ان کے پائے استقلال میں لغزش آ جاتی یا مال و متاع کی کشش ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تو مرزائی دنیا بھر میں اپنی ظفر مندی کا ڈنکا بجاتے پھرتے اور امت مسلمہ کا سرگم ہو جاتا۔ علماء نے اپنا زور لگایا۔ ناموس رسالت کے پروانے مرزائیوں کے خلاف ڈٹے رہے۔ لیکن یہ فیصلہ کن عدالتی اور قانونی جنگ تھی۔ ایک غریب باپ اور ایک صابروشا کر بیٹی نے پوری قوت سے لڑی اور پوری امت محمدیہ کا سرخسر سے بلند کر دیا۔ وہ اس شاندار فتح کو امت کے سپرد کر کے خاموشی سے اپنے روزمرہ کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے اور بعد میں زندگی کے آخری لمحے تک اس سلسلے میں ایک حرف افتخار بھی زبان پر نہ لائے۔ نہ کسی صلے کی تمنا کی نہ ہی کسی سے اعتراف و احسان مندی کا تقاضا کیا۔

میں نے اباجی (مولانا سلطان محمود) سے پوچھا کیا کبھی اس مقدمے اور اس میں شاندار کامیابی کا تذکرہ گھر میں ہوا۔ انہوں نے فرمایا زندگی کے آخری لمحے تک تمہاری اماں نے کبھی کوئی اشارہ بھی اس طرف نہیں کیا۔ انہیں اطمینان قلب کی دولت نصیب تھی۔ وہ اپنی زندگی سے پوری طرح مطمئن تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے جو چاہا تھا انہیں مل گیا۔ یہ اطمینان ان کے ہر عمل سے ظاہر تھا۔ ان کی زندگی کے اسلوب سے جھلکتا تھا۔ لیکن زبان پر کوئی کلمہ فخر و مہابا ت کبھی نہ آیا تھا اور آج بھی وہ روز اول کی طرح صلے اور ستائش سے بے پروا ہر جلال پور پیر والہ کی خاک میں ایک کچی قبر میں آسودہ ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک چھوٹی سی قبر اور بھی ہے ان کے بیٹے عبدالماجد کی۔ گواہی دے رہی ہے کہ اپنے دونوں بچوں کے بارے میں ان کی زبان سے جو نکل گیا تھا اللہ نے اسے پورا کر دیا۔

”اللهم اغفر لها وارحمها وعافها واعف عنها اللهم نور مرقدها اللهم اكرم نزلها وجزاها عني وعن جميع المسلمين خبير جزاء“  
(از: محمد یحییٰ ایم۔ اے)

(۱۴۴۹) غلام عباس (سنانواں)، جناب حاجی

(ولادت: ۱۹۷۲ء ..... وفات: ۲۷ فروری ۲۰۲۱ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلص کارکن سانواں شہر کے رہائشی حاجی غلام عباس چاہ شاہ والا سانواں تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نیک سیرت انسان تھے۔ علماء کرام، مساجد و مدارس اور دیندار لوگوں سے عقیدت رکھتے تھے، مشن ختم نبوت سے خاص لگاؤ تھا۔ قادیانیت کی نفرت رگ رگ میں تھی جس کا اظہار اس طرح کیا کہ آپ کا سانواں شہر صدیق اکبر چوک، المعروف کبھی چوک پر ”سپر چسکا ہوٹل“ تھا جس کے کاؤنٹر پر فلکس آویزاں کیا، جس پر یہ عبارت تحریر کروائی: ”قادیانی پہلے اسلام میں داخل ہوں پھر دکان میں۔“ مفتی محمد سجاد کی اقتداء میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

(۱۴۵۰) غلام علی اوکاڑوی، مولانا

(وفات: ۱۶ مئی ۲۰۰۰ء)

ایک نامور خطیب، بیک وقت معلم، مدرس منتظم اور سیاستدان تھے۔ آپ علم دوست اور علم پرور تھے۔ کتاب نبی کے رسیا تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بہادرانہ وار حصہ لیا۔ فقیر راقم کو خوب یاد ہے کہ تحریک کے سلسلہ میں ابتدائی اجلاس شیرانوالہ باغ

خدام الدین لاہور کی مسجد میں ہو رہا تھا۔ مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے کسی بات کی مناسبت سے یہ فرمایا کہ رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کا صدقہ ہے کہ غلام اللہ اور یہ بوڑھا غلام علی ایک سٹیج پر ہیں۔ مولانا غلام اللہ دیوبندی حلقہ میں جو مقام رکھتے تھے بریلوی حلقہ میں یہ اعزاز مولانا غلام علی اوکاڑوی مرحوم کو حاصل تھا۔

## (۱۳۵۱) غلام علی، جناب جسٹس ملک مولانا

جنرل ضیاء الحق نے ۲۶/۱/۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ قادیانیوں نے اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جسے چارجسٹس صاحبان کے بیچ نے سماعت کیا اور ۲۸/۱۰/۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کی اپیل کو رد کر دیا۔ ان فیصلہ دینے والوں میں ایک جسٹس ملک مولانا غلام علی بھی تھے۔

## (۱۳۵۲) غلام غوث آربانوی (کوئٹہ)، مولانا

(وفات: ۲۳/ستمبر ۲۰۱۳ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے سیکرٹری اطلاعات و دارالافتاء جامعہ مطلع العلوم کے رئیس مولانا غلام غوث آربانوی علمی و تصنیفی مشاغل کے باوجود مجلس کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ بلوچستان کے مختلف علاقوں میں خطابت شروع کی اور اپنی خطابت میں ساری ختم نبوت کا علمی اور عام فہم انداز میں تعاقب کیا۔ سن ۲۰۰۰ء میں جامعہ مطلع العلوم میں تشریف لائے۔ جامعہ مطلع العلوم کے ناظم تعلیمات اور جامعہ کی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ کوئٹہ میں آتے ہی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر لیا اور اپنی علمی و تصنیفی مشاغل کے ساتھ مجلس کوئٹہ کے ہر اجلاس، ہر کانفرنس اور دیگر امور میں اہم کردار ادا کرتے۔ ۲۰۰۵ء کے بعد مجلس کوئٹہ کے سیکرٹری اطلاعات کی ذمہ داری سونپی گئی تو خوب نبھایا اور تادم زیت اس عہدہ پر قائم رہے۔ (مولانا محمد یونس، کوئٹہ)

## (۱۳۵۳) غلام غوث ہزاروی، مولانا

(پیدائش: جون ۱۸۹۶ء ..... وفات: ۴ فروری ۱۹۸۱ء)

سچی کوٹ قلندر آباد (ضلع مانسہرہ) سے ڈیڑھ میل مغرب میں واقع ہے۔ یہاں مولانا سید گل رہتے تھے جو مڈل سکول میں استاذ تھے اور بہت مجذوب طبیعت کے بزرگ تھے۔ ان کے گھر مولانا غلام غوث پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ مڈل کا امتحان پاس کیا اور ضلع بھر میں اوّل آئے۔ ضلعی تعلیم آفیسر نے آپ کا پندرہ روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا جب کہ اسی زمانہ میں سات روپے سپاہی کی تنخواہ ہوتی تھی۔ لیکن بائیں وظیفہ و رعایت آپ کے والد نے آپ کو دینی تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا۔ اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں بھ ضلع مانسہرہ کے مولانا غلام رسول مدرس تھے۔ ان کے ہمراہ آپ دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ سات ماہ کافیہ، نورالایضاح اور شرح تہذیب وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ چھٹیوں میں گھر آئے۔ اگلے سال بھ میں مولانا نعمان سے شرح جامی وغیرہ تک کتب پڑھیں۔ اپنے خسر محترم مولانا احمد گل صاحب سے شرح وقایہ آخرین پڑھی۔ اگلے سال مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ

لیا۔ مولانا حافظ عبداللطیف سے مختصر معانی اور حسامی پڑھی۔ آپ کے ساتھیوں میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا اسعد اللہ بھی تھے۔ رمضان المبارک کی ترویج مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی اقتداء میں ادا کیں۔ مولانا غلام رسول صاحب بھہ والے پھر دارالعلوم دیوبند لے گئے۔ آپ نے مولانا عبدالسیح سے سلم العلوم مولانا اعزاز علی صاحب سے مقامات اور دیگر فنون کی کتب پڑھیں۔ اگلے سال مکھوۃ شریف مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے پاس رکھی۔ ان کے صاحبزادہ قاری محمد طیب مکھوۃ شریف کی کلاس میں مولانا غلام غوث کے ہمدرس تھے۔ اگلے سال دورہ شریف کیا۔ بخاری و ترمذی سیدانور شاہ صاحب کشمیری، مسلم و نسائی علامہ عثمانی صاحب اور ابوداؤد مولانا سید اصغر حسین صاحب نے پڑھائیں۔

مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا رسول خان صاحب، مولانا غلام رسول، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری سے بھی کتابیں پڑھیں۔ اگلے سال پھر دارالعلوم میں تکمیل کی۔ یہاں جمعیتہ الطالباء قائم کی۔ سرپرست مولانا شبیر احمد عثمانی بنے۔ جمعیتہ طالباء کا وفد الہ آباد دکنو کے تفضیلی دورہ پر گیا تو مولانا عبدالباری فرنگی محل کے مدرسہ کے طلباء نے دارالعلوم دیوبند کے طلباء کے لئے عربی میں استقبالیہ پڑھا۔ مولانا غلام غوث نے فی البدیہہ عربی میں جواب دیا۔ فرنگی محل اور دیوبند کے اساتذہ نے اس پر ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ تکمیل کے سال مولانا غلام غوث دارالعلوم دیوبند میں معین مدرس بھی رہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب کراچی والے بھی آپ کے ہمدرس اور پھر معین مدرس بنے۔

پھر مولانا غلام غوث اور مولانا محمد یوسف جو پوری کو دارالعلوم کی جانب سے حیدرآباد دکن بھجوا یا گیا۔ گدوال، پورن وغیرہ بھی خدمات سرانجام دیں۔ پھر بھہ اپنے گھر آ گئے۔ ۱۹۳۰ء میں بھہ مانسہرہ میں کانگریس میں رنقاء سمیت شامل رہے۔ انگریز حکومت کے حکم سے گرفتار ہوئے۔ ایٹ آباد جیل میں رہے۔ پھر بنوں سے دو ماہ بعد رہا ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں جمعیتہ علماء ہند کی شریعت کانفرنس پشاور میں شریک ہوئے جس میں مفتی کفایت اللہ بھی تشریف لائے۔ اس زمانہ میں اپنے علاقہ میں قادیانیوں کے خلاف خوب کام کیا۔ پھر مجلس احرار اسلام میں شریک ہوئے۔ شریک کیا ہوئے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے دست راست قرار پائے۔ پاکستان بننے کے بعد تک مجلس احرار اسلام کے ہر اوّل دستے میں شامل رہے۔ ۱۹۵۶ء میں جمعیتہ علماء اسلام کالمتان میں کنونشن ہوا۔ اس میں حضرت لاہوری (صدر) اور مولانا غلام غوث (جنرل سیکرٹری) منتخب ہوئے۔ آپ نے اپنی شبانہ روز محنت سے ملک بھر میں جمعیتہ علماء اسلام کو ایک متحرک و فعال جماعت بنا دیا۔ متعدد بار مرکزی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ملک عزیز کے صف اوّل کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

## مولانا غلام غوث اور رد قادیانیت

مولانا ہزاروی ایسے وقت میں آ کر بھہ میں اقامت پذیر ہوئے کہ ضلع مانسہرہ کے بڑے بڑے خوانین اور جاگیردار مرزا نیت کے دام تزیور میں پھنس چکے تھے۔ وہ صرف اپنی محفلوں اور حجروں میں نہیں بلکہ بازاروں اور عوامی مجموعوں میں بھی مرزا خبیث کو ”حضرت صاحب“ کہہ کر پکارا کرتے تھے اور سرکاری افسر جو مرزائی ہوتے اپنے اس خبیث مذہب اور عقیدہ کی کھل کر تبلیغ کرتے۔ ان حالات کا مشاہدہ کرنے سے آپ کو بڑا دکھ ہوا اور بڑے تدبیر کے ساتھ حالات کا تجزیہ کیا اور اس بات کو نوٹ کر لیا کہ ضلع مانسہرہ میں قادیانی خوانین کی سیاست سے عقیدہ بھی متاثر ہو رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم خیال مسلمان خوانین کو ساتھ ملا کر مرزائی گروہ کا اثر زائل کیا جائے۔ آپ نے دوسرے کئی وجوہ کے ساتھ اس عظیم مقصد کو پیش نظر رکھ کر کانگریس میں شرکت اختیار کر لی۔ خدائی خدمت گار پارٹی،



کانگریس کی ذیلی پارٹی تھی اور اس کے منشور کے مطابق ملک میں سیاسی جدوجہد کر رہی تھی۔ یہاں کے آزادی پسند اور انگریز دشمن خوانین اسی پارٹی میں شامل تھے۔ مولانا نے اس پارٹی میں شامل ہو کر انہیں یہ حقیقت سمجھائی کہ انگریز اور مرزائی دو قالب یک جان ہیں۔ یہ مرزائی خوانین اور جاگیردار ہی انگریزوں کی تقویت اور استحکام کا باعث ہیں۔ وہ ایسے ہی نمک خواروں اور زرخیز بندوں کے بل بوتے پر یہاں حکومت کر رہے ہیں۔ اگر یہ نمک حلال نہ ہوں تو انگریزوں کی کیا مجال کہ وہ ہم پر حکومت کر سکیں۔ اس طرح انہوں نے ان مسلمان اور دیندار خوانین کو جمعیت العلماء ہند میں شامل کر لیا۔ یا کم از کم انہیں دینی معاملات میں اپنا ہم نوا بنا لیا۔ پھر اسی سبب سے اتحاد سے فائدہ اٹھا کر آپ نے انگریزوں کے ساتھ مرزائیت کو بھی بھاگ دہل لکارا اور اس کو ناکوں چنے چوئے۔ مذہبی اور سیاسی میدان میں ایسی شکست فاش دی کہ ان کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ اس سلسلہ میں چند واقعات کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

### مناظرہ پھگلہ اور مرزائی مبلغ کی شکست فاش

۱۳۵۲ھ، مطابق ۱۹۳۲ء میں مرزا بشیر الدین قادیانی نے ہزارہ کو فتح کرنے اور اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے اور مزید پختہ کرنے کے لئے ان خوانین کی دعوت یا سازش پر اپنے تیز و طرار اور شاطر قسم کے مناظر اللہ کو ہزارہ بھیجا۔ ہزارہ میں بڑے بڑے جید علماء کرام موجود تھے۔ مگر یہ مدرس اور مفتی قسم کے لوگ تھے۔ مناظرہ کے فن میں انہیں مہارت نہ تھی اور نہ ہی مرزائیت کے مغالطوں اور چالاکیوں سے کما حقہ آگاہ تھے۔ چنانچہ مرزائی مناظر مختلف جگہوں پر تقریر کرتا ہوا علمائے کرام کو چیلنج دیتا اور اپنی فضا بناتے ہوئے پھگلہ آ پھنچا۔ پھگلہ، مانسہرہ اور بالا کوٹ کے درمیان ایک پر فضا مقام ہے۔ یہاں کے بااثر سادات اور بالا کوٹ کا ایک بااثر خان قلیچ خان مرزائیت سے وابستہ ہو کر سب کچھ اس پر نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے۔ ان سب کی ملی بھگت اور سازش سے اللہ دتہ پھگلہ پہنچا تھا۔ ان لوگوں نے مختلف دیہاتوں میں دعوت نامے بھیج کر لوگوں کو بلایا اور بہت بڑے جلسے کا انتظام کیا۔ دوسرے دن اللہ دتہ پروگرام کے مطابق پولیس کی نفری اور اپنے مسلح محافظوں کے جھرمٹ میں سٹیج پر آیا اور مرزا قادیانی کے قصیدے پڑھنے لگا۔ جب اس پروگرام کا علم علماء کرام کو ہوا تو سخت پریشان ہوئے اور عوام کے ایمان کو خطرہ میں محسوس کیا۔ پھر مرزائی مناظر کا جواب دینا ان کے بس میں نہ تھا اور اتنے جاگیرداروں، خوانین اور حکام کو مخالف کرنا اور ان کے روبرو بات کرنا ان کی طاقت سے باہر تھا۔ یہ کسی بیٹھک یا مسجد کی بات نہ تھی بلکہ میدان مبارزت میں جو ہر دکھانے کا مرحلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ قاضی محمد یونس صاحب بالا کوٹی کو جزائے خیر دے کہ ان حالات کو سن کر مولانا مرحوم کے پاس بفقہ حاضر ہوئے اور صورتحال سے آگاہ کیا۔

### اکلوتا فرزند زین العابدین موت و حیات کی کشمکش میں

مگر مولانا کے گھر حالت یہ تھی کہ ان کا نہایت ہی ذہین و فطین اور جی دار اکلوتا بیٹا موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ ابھی فوت ہوا۔ ابھی دم نکلا، سب اہل خانہ اس کے فراق میں درد مند اور آرزو تھے اور آنسوؤں کا سیلاب آنکھوں سے جاری تھا۔ مولانا نے چند منٹ سوچا اور قاضی صاحب سے فرمایا۔ ذرا ٹھہریں! میں کتابیں لے کر آتا ہوں۔ آپ اندر آئے، چند کتابیں لیں اور اپنے نخت جگر کو خدا کے حوالے کر کے گھر سے جانے لگے۔ آپ کی والدہ مرحومہ نے فرمایا زین العابدین مر رہا ہے اور آپ کتابیں لے کر گھر سے جا رہے ہیں۔ آپ نے بے تکلف فرمایا، اماں جان! یہاں ایک زین العابدین کی موت کی بات ہے اور ادھر نبی کریم ﷺ کی امت کے ایمان کی بات

ہے۔ اگر ایک آدمی بھی مرتد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟ مجھے زین العابدین کے مقابلہ میں امت کا ایمان زیادہ عزیز ہے۔ یہ کہہ کر آپ گھر سے رخصت ہو گئے۔ بھہ اڈہ پر اطلاع پہنچی کہ بچہ فوت ہو گیا ہے۔ نماز جنازہ پڑھ کر جائیں۔ آپ نے فرمایا نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور مسلمانوں کے ایمان کو بچانا فرض عین ہے۔ اگر میرے بچے سے پہلے اللہ دتہ واپس چلا گیا تو بہت سے مسلمانوں کا ایمان خراب کر جائے گا۔ بچے کو دفن کرنے کے لئے عزیز خان اور اہل محلہ کافی ہیں۔ مگر اللہ دتہ کے زہر کا تریاق میرے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ قاضی محمد پونس کے ہمراہ بھگلہ روانہ ہو گئے اور ایسے وقت وہاں پہنچے جب اللہ دتہ بڑے جوش و خروش سے سٹیج پر براجمان پولیس کی نفری اور مسلح گارڈ کے گھیرے میں تقریر کر رہا تھا۔ لوگوں کو ہم خیال بنانے کے لئے علماء پر چوٹیں کرتا ہوا انہیں چیلنج دے رہا تھا۔

### مولانا ہزاروی کا اسٹیج پر قبضہ

سارے گھیراؤ کو توڑ کر مولانا سٹیج پر چڑھ گئے اور صاعقہ الہی بن کر اس پر ٹوٹ پڑے اور کڑک کر اللہ دتہ سے فرمایا: اواللہ دتہ! لوگوں کے ایمان کو خراب نہ کرو۔ تم مرزا کی نبوت کی بات کرتے ہو، نبوت اور ولایت تو بڑی چیز ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ مرزا آنجہانی کو ایک شریف انسان بھی ثابت کرنے کے لئے مجھ سے مناظرہ کر لو۔ خدا کی قسم کہ مرزا نہایت ہی کمینہ اور بداخلاق انسان تھا۔ تم اس خمیشت کی بات کرتے ہو؟ اللہ دتہ کو جان کے لالے پڑ گئے کہ یہ مولانا ہزاروی کہاں سے آدھمکا۔ اس کی قوت گویائی جواب دے گئی اور مولانا نے سٹیج سے دھکے دے کر اس کو نیچے گرا دیا۔ اس نے اپنے حواریوں کے ساتھ بھاگنے ہی میں خیر سمجھی اور قادیان پہنچ کر دم لیا۔ مولانا نے اسی سٹیج پر کھڑے ہو کر ختم نبوت کے موضوع پر زبردست تقریر کی۔ ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگوائے۔ لوگوں کے ایمانی دلوں کو گرماتے ہوئے فرمایا کہ ان مرزائیوں سے سوشل بائیکاٹ کرو۔ ان کی شادی، غمی اور نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو۔ چنانچہ مرزائیوں کا ناٹھ بند کر دیا۔ الحمد للہ! آج تک یہ لوگ خانہ بدر ہیں اور کبھی کبھار چوری چھپے آ کر اپنی جانیداد پر نگاہ حسرت ڈال کر چلے جاتے ہیں۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ حضرت مولانا کی شخصیت کے جو ہر کھمکھر کر نظروں کے سامنے آتے ہیں۔ ان کی غیرت ایمانی، ان کی جرأت و جانبازی، ان کی حاضر جوابی، ان کا توکل، ان کی ہیبت و شوکت، غرض ایک مجاہد جرنیل اور مدبر جانباز کی قربانی کی تصویر بالکل سامنے نظر آتی ہے۔

### زیدہ کی مرزائیت کا استیصال اور آپ کی کرامات

زیدہ تحصیل صوابی ضلع مردان کا ایک قبضہ ہے۔ یہاں کے خوانین مرزائی ہو گئے تھے اور ان کا علاقہ بھر میں اس قدر اثر تھا کہ لوگ مرزا قادیانی کو ”حضرت صاحب“ کہتے تھے۔ ان حالات کا علم آپ کو ہوا تو ایک چھوٹی سی مسجد میں جلسہ کا انتظام کرایا۔ اس کی تفصیل کے سلسلہ میں مولانا عبدالحمن مرحوم جہانگیروی فاضل دیوبند رقمطراز ہیں۔

”محترم حضرت مولانا ہزاروی کی تمام زندگی گونا گوں واقعات اور مجاہدانہ کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ ان کی کون کون سی ادا اور جرأت، للہیت کا واقعہ ذکر کیا جائے۔ غالباً ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ صوبہ سرحد میں خاص کر تحصیل صوابی میں انگریزوں کے خودکاشٹہ پودے کے منحوس اثرات بہت پھیلنے لگے تھے۔ خاص کر خوانین طبقہ اور سرکار انگریزی کے ملازمین میں یہ زہر

روز بروز بڑھ رہا تھا۔ موضع زیدہ میں خوائین تمام علاقے میں سب سے زیادہ حکومت کے گھر یا وقعت اور بارسوخ، اونچے پائے کے سمجھے جاتے تھے اور کافی زور کے مالک تھے۔ ان میں چند افراد مرزا "لعنة الله عليه" کے پیرو بن گئے اور علاقہ میں موضع ٹوٹی، رزوبی اور اسماعیلیہ کے دیہات بھی میں یہ مرض پھیل گیا۔ زیدہ میں تو یہاں تک ان کا رعب قائم تھا کہ کسی کو مرزا قادیانی کا نام بھی بے ادبی سے لینے کی جرأت نہ تھی اور عوام کو احساس اور خبر تک نہ تھی کہ یہ بھی کوئی خلاف اسلام و مذہب کوئی فرقہ ہے۔ انہی دنوں میں انہیں خوائین کے ایک قریبی رشتہ دار اور خدا ترس مسلمان مرد مسمی شیر محمد خان آف زیدہ جہانگیرہ آیا اور اس بات کی استدعا کی کہ زیدہ میں مرزائیت بہت زیادہ قوی ہو رہی ہے اور یہ اثرات روز بروز علاقہ میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ اگر ان کا انسداد نہ کیا گیا تو خطرہ ہے کہ یہ ارتداد تمام علاقہ میں پھیل جائے گا۔ چنانچہ حضرت مولانا ہزاروی جو بعض اور ہم خیال علماء مثلاً مولانا عبدالقیوم پوپلوی اور مولانا لطف اللہ جہانگیرہ اور حکیم فضل حق آف نوشہرہ وغیرہ کے ساتھ پہلے سے اس فرقہ کے خلاف پشاور، مردان وغیرہ میں برسریکا کرتے۔ انہوں نے مشورہ کیا اور سب اکٹھے ہو کر شیر محمد خان کی معیت میں زیدہ پہنچے۔

پہلے پہل تو لوگوں نے اپنی اپنی مساجد وغیرہ میں مرزائیوں کے خلاف جلسہ کرنے کی اجازت سے پہلو تہی کی۔ مگر بعد سمجھانے اور شیر محمد خان کی کوشش سے آئندہ جمعہ کو مسجد محلہ چنگڑ میں جلسہ مقرر ہوا۔ تمام علاقہ میں تشہیر کی گئی۔ جمعہ کو لوگ کافی تعداد میں جمع ہوئے۔ کئی لوگ تو تماشہ کے خیال سے آئے تھے کہ خانوں کے خلاف ان کے قصبہ میں جلسہ کیسے ہوگا۔ بہر حال جلسہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے تقریر مولانا لطف اللہ صاحب نے شروع کی۔ مخالفین بھی مجمع کے باہر قطار باندھ کر کھڑے تھے۔ ان مخالفین میں خوائین کی ایک سرکردہ شخصیت مسمی عجب خان جوان دنوں میں ضلع ہزارہ اوگی میں پولیٹیکل تحصیلدار تھا اور تھا بھی کٹر مرزائی۔ جس نے ہزارہ میں بھی کافی تخم بویا تھا۔ وہ بھی جلسہ گاہ کے باہر ایک چبوترے پر چار پائی ڈال کر اس پر بیٹھا تھا۔ نیز اس کا ایک لڑکا یوسف خان بھی قطار میں کھڑا تھا۔ مولانا لطف اللہ صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر کیا اور اس کے دعوؤں کے بارے میں کہنا شروع کیا تو پہلے تو مرزائیوں نے گڑبڑ شروع کی۔ مگر بعد میں جب مولانا لطف اللہ نے کافر کا لفظ کہا تو عجب خان اچانک کھڑا ہوا اور شور و شغب شروع کر دیا اور اس کے بیٹے یوسف خان نے پستول نکال کر دھمکی دی کہ اگر مرزا قادیانی کے متعلق اور ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو گولی مار دوں گا۔

جب یہ کیفیت دیکھی تو مولانا ہزاروی یکدم کھڑے ہو گئے اور مولانا لطف اللہ کو ٹھادیا اور خود اپنا گریبان کھول کر اور سینہ جنگا کر کہنے لگے کہ تم میں غیرت ہے تو مارو۔ میرے سینے میں گولی، مگر تمہارے اس موعود پیغمبر میں تو اتنی غیرت نہیں تھی۔ تم میں اتنی غیرت کہاں سے آگئی۔ چنانچہ مولانا اپنی عادت کے مطابق اور جوش ایمانی سے ایسے گرجے اور ایسے برسے کہ تمام حاضرین اس قدر متاثر ہوئے کہ نوجوانوں نے عجب خان کے لئے جو چار پائی رکھی تھی وہ فوراً اٹھا کر باہر پھینک دی اور ہر طرف سے نعرہ بکیر کی صدا گونجنے لگی۔ ادھر پولیس تھانیدار جو اس وقت کوئی سکھ تھانیدار تھا وہ موجود تھا۔ حضرت مولانا مرحوم نے اس تھانیدار کو لاکار اور کہا اگر پولیس والے اس مجمع کو کنٹرول نہیں کر سکتے تو ہٹ جائیں۔ ہم مسلمان خود کنٹرول کر لیں گے۔ چنانچہ تھانیدار نے بھی مجبوراً یوسف خان کے ہاتھ سے پستول چھین لیا اور باقی شریروں کو جو چند ایک آدمی تھے بھگا دیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی اور مرزائیت کے تار و پود کو بکھیر دیا۔ مسلمانوں سے کہا کہ ان کو اپنے قبرستان میں دفن ہونے سے منع کرو وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس جلسہ کے بعد قصبہ زیدہ بلکہ علاقہ میں کایا پلٹ گئی

اور مرزائی تو پرندہ جیسے دن کو باہر نکلنے سے رہے۔ قدرت خداوندی سے ایک مرزائی مسمی گلاب کا چھوٹا بچہ فوت ہو گیا۔ مسلمانوں نے مسمی شیر محمد کی سرکردگی میں قبرستان پر پینٹنگ لگا دی۔ اس کے بعد گلاب مرزائی نے ارادہ کیا کہ اپنی ملکیت کی زمین بھی جو بھائیوں کے ساتھ مشترک تھی اس میں قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو اس کے بھتیجوں نے جو کہ مسلمان تھے۔ کہا کہ ہمارا دوسرا چچا مسمی عبدالمنان جو کہ پشاور میں ملازم ہے۔ اس کو منگواؤ اور زمین تقسیم کرو۔ بعد ازاں اپنے حصہ میں دفن کرو۔ چنانچہ اسی کھنکاش میں تین دن تک مردہ پڑا رہا۔ بعد ازاں ایک اور مرزائی، شاید اس کا نام گل محمد تھا، نے اپنی زمین میں دفن کرنے کو کہا۔ مگر کوئی قبر کھودنے والا زیدہ میں نہ ملا اور ٹوپی وغیرہ سے اپنے رشتہ دار مرزائیوں کو بلایا اور قبر کھودی اور دفن ہوا۔ کچھ مدت کے بعد اس عجب خان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے جنازہ اور قبر کا بھی یہی حشر ہوا۔ زیدہ میں ایک بچہ مسلمان بھی اس کے (عجب خان) نزدیک نہیں ہوا۔ دو چار مرزائیوں نے (ل کر) سپرد خاک کر دیا۔

شاید ان دنوں خان عبدالغفور خان صاحب آف زیدہ جو کہ زیدہ کے خوانین کے چیف اور صوبہ سرحد کے لیجسلیٹیو اسمبلی (Legislative Assembly) کے سپیکر تھے۔ ان کو عجب خان کے موت کی اطلاع ہوئی۔ چونکہ رشتہ دار تھے شام کو کار میں سوار ہو کر پہنچے۔ اڈہ کے پاس لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ جنازہ ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ دفن کر دیا گیا۔ پھر عبدالغفور خان پوچھتا ہے کہ جنازہ ہو گیا؟ لوگوں نے کہا دفن کر دیا گیا ہے۔ وہ غصہ سے کہنے لگا کہ میں جنازے کے متعلق پوچھتا ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ گاؤں کے لوگ نزدیک بھی نہیں ہوئے۔ شاید کچھ مرزائیوں نے کچھ کیا ہو، تو خان موصوف کہنے لگے کہ اگر یہ بات ہے تو پھر میں کیوں جاؤں؟ تمام لوگوں سے مخالفت مول لوں۔ چنانچہ وہ اسی کار میں واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد اسی خان عبدالغفور صاحب کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ بہت بڑا خان تھا اور سیشن جج بھی رہ چکا تھا اور اسمبلی کا سپیکر بھی۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں آئے۔ حسب روایت شیر محمد خان کہ میں نے عبدالرحیم خان کو جو خان عبدالغفور خان کا لڑکا تھا اور اس وقت سیشن جج تھا خط لکھا کہ چونکہ تمہارا بھائی عبدالحمید خان مرزائی ہے۔ اگر وہ اپنے والد کے جنازہ میں شریک ہوگا تو ہم مسلمان شریک نہ ہوں گے۔ اگر وہ شریک نہ ہو نیز اور مرزائی (بھی) تو پھر جنازہ پڑھیں گے۔ چنانچہ عبدالرحیم خان نے لکھا کہ عبدالحمید وغیرہ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ جب جنازہ رکھا گیا تو شیر محمد خان اور خان موصوف مرحوم کا چھوٹا لڑکا عبدالرؤف خان صفوں میں پھرے اور لوگوں سے کہا اگر کوئی مرزائی ہو تو اس کو نکال دو۔ چنانچہ چند ایک مرزائی ایک طرف نکل کر بیٹھ گئے اور مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کیا۔ اسی جنازہ میں نواب ہوتی نواب محمد اکبر خان بھی موجود تھے۔ اس نے خان مرحوم کے بیٹے عبدالحمید مرزائی کو بہت برا بھلا کہا۔ تیسرے روز عبدالحمید خان نے اپنے حجرے میں جب کہ لوگ تیسرے روز فاتحہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ مرزائیت سے بیزاری کا اعلان کیا۔

مگر وہ اعلان بھی مصنوعی اور دھوکا تھا مگر بہر حال یہ تمام معرکہ سر کرنے اور لوگوں میں مرزائیت کی حقیقت آشکارا کرنے اور مسلمانوں کے ایمانوں کو محفوظ کرنے کا سہرا بھی انہی مجاہد کبیر مولانا غلام غوث مرحوم کے سر ہے۔ تھوڑا عرصہ پہلے عبدالسلام مرزائی جو کہ عبدالحمید خان کا بیٹا ہے جو کہ ہزارہ ڈی بی سی رہ چکا ہے اور جس نے مولانا غلام غوث مرحوم پر ہزارہ میں کسی مقدمات بنا رکھے تھے۔ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اور جو اس شیر محمد خان کی چچا زاد بہن تھی، کے جنازے کا بھی یہی حشر ہوا۔ (کوئی مسلمان نزدیک نہیں گیا) زیدہ کے واقعات کے بعد مولانا مرحوم نے ٹوپی نیز اسماعیلیہ میں بڑے زوردار جلسے کئے اور مرزائیوں کی اچھی طرح خبر لی جس کی وجہ

سے عوام کے بچے بچے کے دل میں مرزائیت سے نفرت پیدا ہوگئی۔“ (بحوالہ خط مولانا عبدالرحمان صاحب جہانگیرہ فاضل دیوبند) یہ اصل خط احقر (سید منظور احمد آسی) کے پاس محفوظ ہے۔

## ایک اور واقعہ

ضلع مانسہرہ کا ایک بڑا معتبر خان مرزائی ہو گیا تھا اور معزز خوانین کے ہاں اس کی شادی ہوئی تھی۔ مولانا کو کسی معتبر ذریعہ سے پتہ چلا کہ اس خان کی بیوی ابھی تک مسلمان ہے۔ اس نے عقیدہ نہیں بدلا۔ مولانا کچھ علماء کو لے کر اس عورت کے بھائی سے ملے جو کہ مسلمان تھا اور اسے متوجہ کیا کہ اپنی بہن کو کسی طرح اپنے پاس بلا لو۔ ورنہ اس بدکاری میں تم بھی شریک ہو گے۔ مگر اس نے کوئی توجہ نہ دی اور باتوں میں ٹال دیا۔ مولانا نے مانسہرہ میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا اور مرزائیت کی دجھیاں بکھیرتے ہوئے اس خان کا نام لے کر فرمایا کہ مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ فلاں خان کی بیوی ابھی تک مسلمان ہے۔ وہ مرزائی ہو کر مرتد نہیں ہوئی۔ میں اس خاتون سے کہتا ہوں کہ خدارا اس جہنم کی زندگی سے کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو نکال لے۔ اس کا مرزائی کے گھر رہنا بالکل حرام ہے اور اگر وہ نہیں نکلتی تو مولانا نے بڑے زوردار لہجے میں فرمایا کہ ہے کوئی مسلمان جو اس کو اٹھا کر لے جائے میں اس کا نکاح اس مسلمان کے ساتھ خود پڑھاؤں گا۔ مولانا ایسے برسے کہ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوئی اور زندگی بھر ان خوانین سے ختم نبوت کی بنیاد پر لڑتے رہے اور انہیں سیاسی میدان میں بھی مسلمانوں کی نمائندگی کا موقعہ نہیں دیا۔ وہ ہمیشہ ناکام رہے اور مولانا کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت مولانا کے ساتھ تھی یہ کچھ نہ کر سکے۔

## ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا کا کردار

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اس تحریک کے ابتدائی معاملات طے کرنے، علماء کرام، اولیاء عظام اور سیاسی زعماء کو دعوت دے کر انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے، ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر سوچنے اور ملکی صورتحال کو پیش نظر رکھ کر پالیسی طے کرنے کی ذمہ داری مولانا ہزاروی کے سپرد تھی۔ انہوں نے ہی دعوت نامے بھیج کر ان حضرات کو بلایا۔

رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب کے ص ۸۰ پر ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان کی تقریر کراچی نے واقعات کی رفتار کو تیز کر دیا اور احرار یوں نے اس موقع سے جس کا وہ مدت سے انتظار کر رہے تھے انتہائی فائدہ اٹھایا۔ ۳ جولائی ۱۹۵۲ء کے زمیندار میں ایک اشتہار شائع ہوا کہ ۱۳ جولائی (۱۹۵۲ء) کو برکت علی ہال سرکلر روڈ لاہور میں تمام جماعتوں کی ایک کنونشن منعقد ہوگی جس میں علماء، خطیب، پیر، سجادہ نشین اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے لیڈر اور کارکن شامل ہوں تاکہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ابتدائی لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ اس جلسے کا دعوت نامہ فرد شہادت ڈی. اے. ۳۸، غلام غوث ہزاروی نے جاری کیا۔

پھر مجلس عمل بنی۔ مطالبات طے ہوئے اور ان کے تسلیم نہ ہونے کی صورت میں سول نافرمانی کر کے جیل جانے کا فیصلہ ہوا۔ مجلس عمل نے اپنے مطالبات پیش کئے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے وغیرہ! مگر حکومت نے مطالبات کو تسلیم کرنے کی بجائے مرکزی قائدین کو کراچی میں گرفتار کر لیا۔ جس کے رد عمل میں تحریک چل پڑی۔ تحریک سے پہلے احرار رہنماؤں نے اس مسئلہ کے لئے اتنا کام کیا تھا اور اس قدر احساس دلایا تھا کہ بس اشارہ کی دیتھی۔ ملک

کے کونے کونے سے علماء کرام، صوفیاء عظام، ارباب خانقاہ، طلباء و عوام میدان عمل میں آ گئے۔ مگر تحریک کا اصل میدان پنجاب خصوصاً لاہور تھا۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے لاہور والوں کی قربانیاں تاریخ کا ایک سنہرا اور ناقابل فراموش باب ہے۔ مولانا ہزاروی کے سپرد صوبہ سرحد خصوصاً ضلع ہزارہ تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان مرحوم سے بات کر کے تحریک کا ہموا بنالیا تھا اور اس نے حامی بھری تھی کہ وہ کسی قسم کی رکاوٹ نہیں کھڑی کرے گا۔ مگر جب تحریک زور سے چل پڑی اور ہزاروں علماء، صلحاء، طلباء اور دیندار مسلمان میدان عمل میں آ گئے تو مرکزی حکومت کے کہنے پر عبدالقیوم خان نے اپنے قول و قرار کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رکاوٹ پیدا کر کے تحریک کو صوبہ سرحد میں کمزور کر دیا۔ اس دوران مولانا ہزاروی کو کسی باوثوق ذریعہ سے مولانا محمد علی جالندھری کا پیغام ملا کہ لاہور کے حالات سخت ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ بہت جلد وہاں پہنچ کر تحریک کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لیں تاکہ تحریک ناکامی کا شکار نہ ہونے پائے۔ آپ گرفتاری نہ دیں۔ ورنہ پیچھے رہ کر کوئی کام کرنے والا نہ ہوگا۔ آپ ہی نے پیچھے رہ کر کام کرنا ہے۔ یہ پیغام سن کر آپ لاہور پہنچ گئے اور تحریک کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ گرفتاری کے لئے پروگرام کے ساتھ دستے بھیجتے رہے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی آپ کے مستقل معاون رہے۔ حکومت نے جب دیکھا کہ حالات کنٹرول سے باہر ہو رہے ہیں تو لاہور میں مارشل لاء نافذ کر کے اسے فوج کے حوالے کر دیا۔ جنرل اعظم مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوا۔ مگر اس کے باوجود تحریک پروگرام کے ساتھ جاری رہی اور منظم طریقہ سے چلتی رہی۔ ارباب مارشل لاء نے معلوم کیا کہ یہ تحریک ایسے منظم اور مخفی طریقہ سے کون چلا رہا ہے انہیں معلوم ہوا کہ یہ سارا نظام مولانا ہزاروی کے ہاتھ میں ہے اور وہ کسی غیر معروف جگہ میں روپوش ہیں کہ پتہ تک نہیں چلتا۔ فوجی حکام نے اعلان کر دیا کہ جو مولانا ہزاروی کو گرفتار کرنے میں مدد دے گا تو اسے انعام دیا جائے گا۔ اس پر بھی کامیابی نہ ہوئی تو فیصلہ ہوا کہ جہاں ملیں انہیں گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ مولانا ایسے حالات میں جب باہر گولیاں برس رہی تھیں، فوجی جس کو چاہتے برسٹ مار کر ختم کر دیتے اور جس کو چاہتے جیل بھیج دیتے۔ اپنے تذہب اور عزم و حوصلہ سے تحریک کے کام کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپ کا لباس بہت سادہ تھا۔ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ یہ بھی کوئی لیڈر ہے۔ اس وقت لاہور میں آپ کا ایک داماد محمد یوسف خان اپنی بیوی کے ہمراہ رہتا تھا۔ وہ اس وقت بالکل غیر معروف آدمی تھا اور کسی جگہ ملازم تھا۔ مولانا اکثر ان کے گھر میں رہتے اور ہدایات لکھ کر یوسف خان کے ذریعے ذمہ دار لوگوں تک پہنچاتے۔

ختم نبوت کا یہ مجاہد مولانا کی ہدایات اور خطوط لے کر ایک پرانے سے تھیلے میں ڈال لیتا اور سائیکل پر سوار ہو کر فوجیوں کی گاڑیوں کے سامنے سے گزر کر متعلقہ لوگوں تک پہنچاتا اور کسی کوشک تک نہ گزرتا۔ مارشل لاء دور میں یہ ڈیوٹی جان پر کھیل کر یوسف خان ہی ادا کرتا رہا۔ مولانا کبھی بیڈن روڈ پر حضرت یسینی صاحب کے ہاں تشریف لے جاتے کبھی شیرانوالہ پہنچ جاتے۔ اس طرح رات دن جگہ بدلتے رہتے۔ جب مارشل لاء کی سختی عروج پر پہنچ گئی اور آپ کی گرفتاری کے لئے جگہ جگہ چھاپے پڑنے لگے تو آپ نے گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ خیال آیا اگر اس طرح گولی سے مارا گیا تو بزدلی تصور ہوگی۔ آپ گرفتاری کے ارادہ سے آ رہے تھے کہ مولانا حمید اللہ حضرت لاہوری کے خلف الرشید راستہ میں ملے اور گرفتاری کی مخالفت کی اور آپ کو کار میں بٹھا کر لاہور سے کئی میل باہر لے گئے اور وہاں چھوڑ آئے۔ چند دنوں کے بعد آپ پھر لاہور آ گئے اور پھر گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا۔ مگر اس بار بھی حمید اللہ کو پتہ چلا اور وہ آ کر راستہ

سے آپ کو کار میں بٹھا کر لاہور سے تقریباً بارہ میل دور چھوڑ آئے اور فرمایا گرفتاری نہیں دینی۔ (اس میں کیا حکمت تھی، کبھی پھر عرض کروں گا۔ ان شاء اللہ!) کچھ دنوں کے بعد پھر لاہور آئے اور مولانا داؤد غزنوی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اب کسی اشتعال کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں پر مارشل لاء کا اثر پڑا ہوا ہے۔ آپ لاہور سے باہر چلے جائیں اور گرفتاری نہ دیں۔ آپ نے لاہور سے باہر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر مارشل لاء کے دوران لاہور سے باہر جانا بے حد مشکل تھا۔ سب راستوں پر فوجی چوکیاں تھیں۔ آنے جانے والوں کو وہ پوری طرح چیک کرتے۔ پھر پاس بنا کر دیتے۔ لاہور جانے کی وجہ دریافت کرتے۔ واپسی کا وقت پوچھتے اور اسے ایک کارڈ حوالے کرتے۔ واپسی پر وہ کارڈ چیک پوسٹ والوں کے حوالے کر کے جانا پڑتا۔ اس کارروائی کا مقصد یہ تھا کہ لوگ تحریک میں قربانی دینے کے لئے نہ آسکیں اور مطلوبہ لوگوں کو پکڑا جاسکے۔ مولانا کے لئے یہ مرحلہ بڑا مشکل تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا بندوبست بھی فرمایا۔ مولانا خداداد مرحوم جو مولانا کے ہم زلف تھے اور شیخوپورہ چک نمبر ۱۶ میں زمین خرید کر آباد ہو گئے تھے اور یوسف خان کے والد ماجد تھے۔ انہوں نے بڑی زبردست قربانی اور بے مثال جرأت کا مظاہرہ کیا۔ وہ مولانا کی بیٹی اور اپنی بہو کو لے کر شیخوپورہ چک نمبر ۱۶ لے گئے۔ پندرہ، بیس دن آپ وہاں ٹھہرے رہے۔ مگر یہاں سب سہولتوں کے باوجود یہ پریشانی تھی کہ ملک کی صورتحال صحیح طور سے نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ آپ نے مولانا خداداد مرحوم سے فرمایا کہ مجھے اس طرح بحفاظت میرے شیخ و مرشد کے پاس خانقاہ سراجیہ کندیاں پہنچا دیں۔ انہوں نے پھر جان پر کھیل کر یہ ڈیوٹی سرانجام دی اور بحفاظت مولانا کو برقع پہنا کر خانقاہ سراجیہ پہنچا دیا۔ یہاں سے آپ کو حضرت نے اپنے خاص مرید کے پاس بھلاوا بھیج دیا۔ جہاں ان کے پاس بستی سے باہر وسیع زمین تھی اور اس میں ان کی آبادی تھی۔ اس طرح آپ سات ماہ تک ان کے پاس بڑی آزادی سے رہے۔ آپ کے پاس پابندی سے اخبارات پہنچائے جاتے اور آپ ان کی روشنی میں مرکزی قائدین تک اپنے خیالات کو پہنچاتے رہتے۔ ۱۹۵۳ء تحریک ختم نبوت کتاب میں وہ جرح درج ہے جو آپ نے سر ظفر اللہ خان پر جرح کرنے کے لئے لکھ کر بھیجی تھی۔ آپ کی سلامتی اور حفاظت کے بارہ میں دو واقعات بیان کرنے مناسب ہوں گے۔ ایک بار خود میرے (سید امین گیلانی) استفسار پر مولانا نے فرمایا کہ:

..... میں لاہور میں جہاں مقیم تھا وہاں پولیس کی چوکی قریب ہی تھی اور پولیس والے آتے جاتے تھے۔ مارشل لاء حکام کا تشدد زوروں پر تھا۔ ایک دن مجھے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی اسی حالت میں میری نیم سی آنکھ لگ گئی اور میں بین النوم والیتظہ دیکھتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور میری پیشانی پر اپنا دست مبارک رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں: غلام غوث فکر نہ کرو۔ تم نے جو کچھ کیا ہے محض ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ تیری ضرور حفاظت فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور حضور انور ﷺ کی زیارت سے دل مسرت سے بھر گیا۔ پھر مجھے کسی حال میں بھی پریشانی نہیں لاحق ہوئی۔

..... ۲ دوسرا واقعہ آپ کے مرشد قطب وقت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب خانقاہ سراجیہ کا ہے کہ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا، آنکھیں بند کیں اور قلب پر نظر جما کر (یعنی مراقبہ کر کے) ارشاد فرمایا کہ میں مولانا غلام غوث کو اپنی تحویل میں لیتا ہوں۔ ان شاء اللہ! دشمن ان کا بال بھی بیکانہ کر سکے گا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا نے نہایت ہمت، تدبیر، جانفشانی سے اس کی قیادت کی۔ جب کہ دیگر راہنما پہلے ہی

گرفتار ہو چکے تھے۔ اس وقت کی حکومت نے مولانا کی گرفتاری کے لئے دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران ہی مولانا کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مولانا جہاں ملیں گولی مار دی جائے۔ اس مجلس میں مشہور مسلم لیگی راہنما جناب سردار بہادر خان صاحب (صدر پاکستان محمد ایوب خان کے بھائی) بھی شریک تھے۔ سردار بہادر خان صاحب نے مولانا قاضی شمس الدین کو بلا کر کہا: ”مولانا کی حفاظت کریں۔ انہیں کہیں روپوش کر دیں یا ملک سے باہر بھیج دیں۔ ان کی جان کو خطرہ ہے۔“ چنانچہ مولانا خفیہ طور پر تحریک کی قیادت کرتے رہے اور خداوند قدوس نے مولانا کی حفاظت کی۔ لیکن گولی مروانے والوں کو خدا نے قاہرہ کے قریب ہوائی حادثے میں جلا کر بھسم کر دیا اور وہ اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

تحریک ختم نبوت ہوئی تو اب مولانا کے ظاہر ہونے کا مرحلہ تھا۔ ادھر ان کو گرفتار کر کے گولی مار دینے پر انعام مقرر تھا۔ چنانچہ خانقاہ سرا جیہ آئے۔ حضرت ثانی سے مشورے میں طے پایا کہ جمعہ کے دن علی الاعلان اجتماع عام میں جا کر تقریر کریں تاکہ عام و خاص کو پتا چل جائے کہ مولانا ابھی زندہ سلامت ہیں۔ اس حالت میں گرفتاری ہوئی تو پولیس کو گولی مارنے کی جرأت نہ ہوگی۔ ادھر پولیس والوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پرابیٹ آباد ہزارہ کے لوگ آپ کے لئے غائبانہ دعائیں، ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی و خیراتیں کر چکے تھے۔ چنانچہ آپ کو رفقہاء کی معیت میں ایبٹ آباد بھیجا گیا۔ جمعہ کے وقت الیاسی مسجد ایبٹ آباد میں مولانا محمد اسحاق ایبٹ آبادی خطبہ دے رہے تھے تو یک دم ان کی مولانا پر نظر پڑی۔ برجستہ کہا: ”لوگو! تم نے یہ تو سن رکھا ہوگا کہ جنت ایک مخلوق ہے، مگر آج تک کسی جن کو دیکھا نہیں ہوگا۔ لو آج تمہیں سامنے ایک جن دکھاتا ہوں جو مولانا غلام غوث ہزاروی کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ اس لئے کہ ہماری اطلاع کے مطابق تو مولانا کا انتقال ہو گیا ہے۔“ اس پر لوگوں نے پیچھے پلٹ کر مولانا کو دیکھا۔ ہزاروں کے اجتماع نے پر جوش استقبال کیا۔ آپ نے خطاب فرمایا۔ جمعہ کا خطبہ دیا۔ پولیس و حکومت کی سازش ناکام ہوگئی۔ مولانا کی جان لینے کے درپے دشمن نامراد ہو گئے اور مولانا غلام غوث ہزاروی نے قادیانیت، قادیانیت نواز لوگوں کا احتساب پھر سے نئے دلوں کے ساتھ شروع کر دیا۔

مولانا ہزاروی ایک دفعہ جنرل محمد ایوب خان سے ملنے گئے۔ مشہور احرار راہنما شیخ حسام الدین مرحوم بھی مولانا کے ساتھ تھے۔ بات چیت کے دوران ایوب خان نے کہا: ”مولانا! جہاں تک میں اسلام کو سمجھا ہوں، وہ تو اس طرح ہے۔“ مولانا ہزاروی نے فرمایا: ”ہاں خان صاحب! کرسٹائن کیلر کے ساتھ ننگا غسل کرنے والے جو اسلام کو سمجھے۔ بھلا ہم کب اس طرح سمجھ سکتے ہیں؟“ ایوب خان نہایت شرمندہ ہوئے۔

گھر سے آخری سفر

آپ کو انتقال سے چند دن قبل چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے درخواست کی گئی۔ تشریف لائے، جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر پر ہزاروں کے اجتماع سے خطاب کیا۔ رات کو چینیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں تقریر کرنا تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ دسمبر کے آخری دنوں یہ کانفرنس ہوتی تھی۔ کمزوری کے باعث اپنی قیام گاہ پر رہے۔ تشریف نہ لاسکے۔ مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا تاج محمود مرحوم دونوں حضرات کانفرنس کے منتظمین تھے۔ ملنے کے لئے قیام گاہ پر گئے۔ ان حضرات کو دیکھ کر اٹھ



بیٹھے۔ فرمایا: آپ کے حکم پر چناب نگر جمعہ پر تقریر کے لئے اس لئے حاضر ہوا کہ:

.....۱ آخری عوامی تقریر ختم نبوت پر ہو۔

.....۲ آپ کے کام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ آگے چل کر (عالم برزخ کی طرف اشارہ) بزرگوں کو آنکھوں دیکھی رپورٹ دوں گا۔

.....۳ دوستوں سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہا سنا معاف کر لوں گا۔

میرے اللہ کی شان بے نیازی کہ مولانا کا گھر سے یہ آخری سفر تھا۔ واپس پہنچے تو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

## مقبولیت عند اللہ کی دلیل

انتقال کے وقت چالیس روپے کے مروض تھے۔ جس مکان میں انتقال ہوا، بارش کے وقت اس کی چھت ٹپک رہی تھی۔ بجلی بارش کے باعث چلی گئی۔ گھپ اندھیرے میں آپ کا چہرہ مرکزی بلب کی طرح روشن تھا۔ یہ ان کی مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔ جن لوگوں نے آپ کی زندگی میں اس فقیر بے نوا پر زبان طعن بلند کی۔ ان کو خداوند کریم سے اپنے خاتمہ بالخیر کی دعا کرنی چاہئے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قومی اسمبلی میں وکیل ختم نبوت کے فرائض سر انجام دیئے۔ لاہوری و قادیانی مرزائیوں کے محض نامے کا جواب لکھ کر قومی اسمبلی میں پڑھا۔

.....۱ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چینیوٹ کانفرنس رکھی۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی سمیت اپنے تمام ہم عصر احباب کو بلا تکلف کہہ دیا کہ کانفرنس میں بسترہ ہمراہ لائیں۔ کانفرنس پنجاب میں تھی اور مولانا غلام غوث نے سندھ سے تشریف لانا تھا۔ ان کا سندھ میں دس پندرہ روزہ تبلیغی دورہ تھا۔ پورے دورہ میں ایک کانفرنس کے لئے بسترہ ہمراہ رکھنا مشکل تھا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی بغیر بسترہ کے تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھری کے ہمراہ کھانا کھایا۔ رات کو تقریر کی۔ صبح کی ٹرین سے واپس جانا تھا۔ مولانا محمد علی جالندھری مطمئن کہ میرے کہنے کے مطابق مولانا ہزاروی بسترہ ضرور ہمراہ لائے ہوں گے۔ اس لئے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ حضرت ہزاروی نے دل میں خیال کیا کہ مولانا جالندھری کا حکم تھا کہ بسترہ ساتھ لائیں۔ اب اگر بسترہ ہمراہ نہیں لایا تو قصور میرا ہے۔ اس لئے مولانا جالندھری کو تکلیف کیوں دوں؟ کانفرنس سے فارغ ہوئے۔ پنڈال کے قریب کسی مسجد میں جا کر ایک لوٹی میں سردی کی رات گزار دی۔ صبح راز منکشف ہوا تو مولانا جالندھری نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ بسترہ ہمراہ نہیں لاسکا۔ حضرت ہزاروی نے کہا کہ حضرت آپ میرے بھائی بھی ہیں اور مخدوم بھی۔ اگر میں اس کام میں آپ کا ہاتھ نہیں بنا سکتا تو تکلیف کا سبب بھی نہیں بننا چاہتا۔ رات گزارنی تھی سو گزر گئی۔ (ہائے اعلیٰ سیرت کے انسان کہاں سے لائیں؟)

.....۲ مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے جناب غلام نبی یا مجلس چینیوٹ کے چوہدری ظہور احمد میں سے کسی ایک نے بتایا کہ ہم لاہور دفتر گئے۔ مولانا ہزاروی دفتر میں اکیلے تھے۔ سردی کی رات تھی۔ ہم نے آرام کرنا تھا۔ حضرت نے ہمیں بسترہ عنایت کیا۔ ہم سو گئے۔ صبح اٹھے تو معلوم ہوا کہ ایک بسترہ تھا۔ جو حضرت نے ہمیں دے دیا۔ آپ نے ساری رات دسمبر کی سردی ایک لوٹی میں گزارا

کیا۔ واقعہ سناتے وقت ان کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ اگر اکابر اپنے رضا کاروں پر اس طرح شفقت و محبت فرماتے تھے۔ تو رضا کار بھی ان کے چشم و ابرو کے اشارے پر جان دینے کو فخر محسوس کرتے تھے۔

۳..... ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت میں تمام رضا کار راہنما گرفتار کر لئے گئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے جماعت کے رہنماؤں و رضا کاروں کو جن کے گھر کے حالات معاشی طور پر نادرست تھے اور گھر کے افراد کی کفالت ان پر تھی ان کے نام و وظیفہ قوت لایموت جاری کر دیا۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے گھر کا پتہ دفتری احباب کو معلوم نہ تھا۔ اس لئے حضرت مولانا ہزاروی کے گھر ایک پیسہ نہ جاسکا۔ تحریک کے ختم ہو جانے پر حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے مولانا ہزاروی کو کچھ وظیفہ دینا چاہا۔ مولانا ہزاروی نے مسکرا کر اپنے روایتی انداز میں کہا کہ حضرت اگر ہر ماہ بماء رقم پہنچتی رہتی تو بھی گزارہ ہوتا رہتا۔ اگر نہیں پہنچتی تو بھی گزارہ ہو گیا ہوگا۔ یہ رقم میری طرف سے جماعت کے خزانہ میں جمع کرادی جائے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری زندگی بھر اس واقعہ کا ذکر کر کے حضرت مولانا ہزاروی کی بہت تعریف کیا کرتے تھے کہ ان جیسے درویش منش انسان اس قحط الرجال کے دور میں خال خال نظر آتے ہیں۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے بھی ساری زندگی جماعت سے تنخواہ نہیں لی۔

۴..... حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی خطیب پاکستان، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے تو واپسی پر حالات سناتے ہوئے آبدیدہ ہو کر بتایا کہ حضرت مولانا مرحوم کو بدھ کے روز تہجد کے وقت دل کا دورہ پڑا۔ ذکر الہی کرتے رہے۔ جب تکلیف بڑھنے لگی تو گھر والی کو بلا کر فرمایا کہ آپ نے میرے ساتھ زندگی بسر کی۔ میری عمر و سیر کی آپ سہمی ہیں۔ میری زندگی فقروفاقتہ اور جیل میں گزری۔ میں آپ کے حقوق کما حقہ ادا نہ کر سکا۔ میرا آخری وقت ہے۔ زندگی کا کہنا سنا معاف کر دیں۔ اپنی بچیوں کو بلا کر فرمایا کہ میری وصیت یاد رکھیں۔ دین کو اپنا اوڑھنا بچھو نا بنائیں۔ وصیت و نصیحت کی۔ بچیوں نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ڈاکٹروں کو بلا لیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے بڑے حکیم ہیں۔ میں اپنے آپ کو اس ذات باری کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ بھی مجھے اس کے سپرد کر دیں۔ چھوٹے بھائی کو بلا کر فرمایا کہ میں فلاں آدمی کا چالیس روپے کا مقروض ہوں۔ میری طرف سے ادا کر دیں۔ یہ کہہ کر پہلو بدلا۔ ذکر الہی اور کلمہ کا ورد شروع کیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

۵..... حضرت مولانا پیر سیف اللہ خالد خطیب اسلام آباد و متہم منظور الاسلامیہ لاہور بڑی کوشش کے باوجود جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔ جب پہنچے تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ بتی و روشنی کا انتظام نہ تھا۔ ایک ”ڈھارے“ کے نیچے مولانا کا جنازہ رکھا تھا۔ حضرت مولانا سیف اللہ نے منت ساجت کی مجھے چہرہ ضرور دکھایا جائے۔ احباب نے کہا کہ سارا دن لوگ زیارت کرتے رہے ہیں۔ اب جنازہ ہو گیا ہے۔ اندھیرا ہے۔ معاف کریں۔ مگر مولانا کے مسلسل اصرار و محبت پر وہ مان گئے۔ حضرت مولانا مرحوم کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا گیا۔ مولانا کہتے ہیں کہ واللہ العظیم! اندھیرے میں حضرت مولانا مرحوم کا چہرہ روشن ستارے کی مانند چمک رہا تھا۔ مجھے روشنی کرانے کی ضرورت نہ رہی۔ میرے دل میں آیا کہ اللہ رب العزت قبر میں جانے سے پہلے حضرت مولانا مرحوم کی ولایت کو ہم پر ظاہر فرما رہے ہیں۔ جسے حضرت مولانا مرحوم زندگی بھر چھپائے رکھے تھے۔

۶..... حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ خطیب جھنگ حضرت مولانا مرحوم کی تعزیت کے لئے گئے۔ قبر پر دیر تک زار و قطار روتے رہے۔ احباب جمع ہوئے اور اپنے اپنے انداز میں حضرت مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ میرے نزدیک حضرت مرحوم کلیم ابو ذریؑ کے اس دور میں صحیح وارث تھے۔ رحمت عالم دوﷺ نے بھی حضرت ابو ذریؑ کو فرمایا کہ آپ اس دنیا سے اکیلے جائیں گے۔ حضرت مرحوم کے جنازہ پر بھی بارش نے برس برس کر لوگوں کو بہت روکا کہ حضرت ابو ذریؑ کا غلام جنازہ میں بھی اپنے آقا کے فرمان کے بمطابق صحیح وارث کا حق ادا کر جائے۔ اس کے باوجود بھی ہزاروں افراد شریک ہوئے۔

۷..... حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اس دور میں اکابر کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان کے صحیح نمائندہ اور جانشین تھے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۰ء کو ربوہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے جلسہ پر تشریف لائے مجلس کے کام پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ دوران تقریر تحسین فرمائی۔ حضرت مولانا تاج محمود اور راقم (اللہ وسایا) کا نام لے کر مسند افتخار سے سرفراز فرمایا۔ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کے وجود مسعود کو مجلس کے لئے نعمت خداوندی قرار دیا۔ بھر پور مسرت خوشی و انبساط کا مظاہرہ کیا۔ مولانا محمد شریف جالندھری ناظم تبلیغ مجلس تحفظ ختم نبوت نے فرمایا کہ حضرت آپ نے بڑی تکلیف فرمائی۔ بیماری کے باوجود ہماری سرپرستی فرمائی۔ پوری جماعت آپ کی شکر گزار ہے۔ جو اب حضرت مرحوم نے فرمایا نہیں مولانا! میرا فرض تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ ربوہ جاؤں گا اس شہر میں بیان ہو جائے گا۔ احباب سے، علماء سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہا سنا معاف کر لوں گا۔ اب اگلا سفر (سفر آخرت) ہونے والا ہے تو حضرات مرحومین اکابر کو جا کر آپ کے کام کی رپورٹ بھی پیش کروں گا کہ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کو جہاں چھوڑ آئے تھے۔ ان کا ہر قدم اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہے ہیں اور قابل فخر کرنا مے سرانجام دے رہے ہیں جو ان شاء اللہ قیامت کے دن رحمت ﷺ کی خوشنودی کا سبب بنیں گے۔ ان تحسین کے کلمات کو سن کر حضرت مولانا محمد شریف جالندھری آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت مرحوم نے فرمایا مولانا آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ختم نبوت کا کام بہت اونچا کام ہے۔ اتنا اونچا کام ہے جس کا اس دنیا والے نہ اندازہ لگا سکتے ہیں اور نہ تصور کر سکتے ہیں۔

۸..... ربوہ ختم نبوت کانفرنس مسجد محمدیہ سے فارغ ہو کر آپ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے دوسرے بڑے مرکز مسلم کالونی تشریف لائے۔ زیر تعمیر مسجد و مدرسہ کو دیکھا۔ مسرت کا اظہار فرما کر مولانا حافظ محمد حنیف ندیم پوری سے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد حیات مرحوم کہاں بیٹھے تھے۔ وہ جگہ دکھائی گئی۔ دیر تک دیکھتے رہے۔ پھر ٹھنڈا سانس لے کر فرمایا کہ اچھا اب ان سے بھی عنقریب ملاقات ہونے والی ہے۔ (اشارہ تھا کہ اب میری بھی دارفانی کو تیار ہے)

۹..... وفات سے قبل کا جمعہ راولپنڈی میں پڑھایا۔ فرمایا کہ خیال تھا کہ مولانا ریاض احمد اشرفی میری تعزیت کو تشریف لائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ میں ان کی تعزیت کے لئے حاضر ہوا ہوں (ان کا بھی حال ہی میں انتقال ہوا وہ بھی بھوسہ منڈی راولپنڈی میں مولانا ہزاروی کی مسجد کے خطیب تھے) یہ میری زندگی کا آخری جمعہ ہے۔ کہا سنا معاف کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس جمعہ کے بعد پھر دوسرا جمعہ نہ آیا اور مولانا ہزاروی ہم سب کو یتیم چھوڑ کر چل دیئے۔ رہے نام اللہ!

۱۰..... جناب حافظ محمد حنیف ہی کی روایت کے مطابق گزشتہ سال جب مولانا ہزاروی، مولانا سید صادق حسین شاہ جھنگ کے مدرسے کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تو انہوں نے حافظ صاحب سے مولانا تاج محمود کی خیریت دریافت کی اور کہا کہ جب فیصل آباد جاؤ تو مولانا کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ ہم نے ایک نیک مقصد کے لئے اکٹھا سفر کیا ہے۔ مجھے یاد تو نہیں کہ میں نے کچھ زیادتی کی ہو۔ تاہم مولانا کو کہنا کہ میرے ساتھ جس نے بھی کسی قسم کی زیادتی کی میں نے اسے معاف کر دیا۔ مولانا سے کہیں وہ بھی کہا سنا معاف کر دیں۔ یہی نہیں مولانا آخری دنوں میں عام جلسوں میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری کسی سے دوستی یا دشمنی اللہ کے لئے تھی۔

## رد قادیانیت پر آپ کی تصانیف

۱۹۷۴ء کی مقدس تحریک ختم نبوت میں بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی قومی اسمبلی پاکستان کے معزز رکن تھے۔ قادیانیوں نے قومی اسمبلی میں اپنا محضر نامہ پیش کیا۔ اس کے مقابلے میں آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان نے ”موقف ملت اسلامیہ“ پیش کیا مجلس عمل کی طرف سے امت مسلمہ کے موقف کو پیش کرنے اور اسمبلی میں پڑھنے کی سعادت حق تعالیٰ نے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود کو نصیب فرمائی۔ جب کہ قادیانی جماعت کے محضر نامہ کے جواب تیار کرنے، کتاب مرتب کرنے اور اسمبلی میں پڑھنے کی سعادت حق تعالیٰ نے بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے مقدر میں لکھی تھی۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، علامہ الدھر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں پڑھانے کا اعزاز بھی آپ نے حاصل کیا۔ تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام ہند کے ممتاز رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد ”کل پاکستان جمعیت علماء اسلام“ کی بنیاد رکھنے اور خون جگر سے اس کی آبیاری کرنے والے سرفروش گروہ میں آپ پیش پیش ہیں۔ ایک زمانے میں پاکستان میں آپ علماء حق کے قافلہ کے سرخیل تھے۔ قادیانیت کے خلاف آپ کے گرانقدر کارنامے تاریخ ختم نبوت کا روشن باب ہیں۔ جواب محضر نامہ پر آپ کے علاوہ آپ کے دو گرامی قدر رفقاء مولانا عبدالحکیم ہزاروی، ایم۔ این۔ اے اور مولانا عبدالحق بلوچستانی ایم۔ این۔ اے کے بھی دستخط تھے۔ جواب محضر نامہ حضرت ہزاروی کی باقیات الصالحات میں سے ہے۔

جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو احتساب قادیانیت جلد ۱۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولانا غلام غوث نے قادیانی مسئلہ پر ۳ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

## جناب مولانا غلام غوث ہزاروی کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولانا غلام غوث ہزاروی: جناب صدر صاحب! مرزائیوں کے سلسلہ میں بہت سی تقاریر ہو گئی ہیں، کافی ہو گئی ہیں اور کوئی معزز ممبر ایسا معلوم نہیں ہوتا جس کی رائے مرزائیوں کے حق میں ہو۔ بہر شکل ہم نے ایک بل پیش کیا ہے۔ جس بل میں ہم نے تحریک کی ہے کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور ان کو کلیدی آسامیوں سے دور کیا جائے۔ اس بل کی اہمیت میں ہم نے ایک کتاب پیش کی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے مرزائیت کا کچا چھٹہ سب کو معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں یہ ہے کہ: میرے نزدیک دنیا میں اتنا برا کوئی شخص بھی نہیں ہو سکتا جتنا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ جو ملکہ قیصرائے ہند کو خط لکھتا ہے اور اس نے التجاء کی کہ آپ مجھے ایک لفظ شاہانہ لکھ دیں۔ دعویٰ نبوت، دعویٰ مسیح موعود، دعویٰ مجدد اور سارے دعوے، میں کہتا ہوں کہ

ایسا کوئی شخص نہیں جس کے آنے کی خبر کسی کتاب میں ہو اور مرزا غلام احمد قادیانی نے وہ شخص بننے کی کوشش نہ کی ہو۔ مہدی کے بارے میں روایات ہیں اور صحیح روایات متواترات ہیں۔ ہمارے عقائد کتابوں میں لکھے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں، میں نے قرآن کی نو آیات پیش کی ہیں۔ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی ہے۔ حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی وہی تعبیر فرمائی ہے۔ بارہ سو سال کے مجددین نے ان کے وہی معنی فرمائے۔ وہ ان کا جواب دیں۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں۔ کرشن کی خبر تھی۔ حارث پیدا ہوگا۔ اس نے کہا کہ میں ہوں۔ برہمن وہ بھی میں ہوں۔ جس شخص کا کسی کتاب میں ذکر تھا۔ اس نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ لوگوں کی جہالت سے اس نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ بہر شکل اس نے انگریز کی خوشامد کی۔ ملکہ قیصرہ ہند کو جو خط لکھا اس کو کوئی خوددار شریف انسان نہیں لکھ سکتا۔ چہ جائیکہ ایک مسلمان ہو۔

ایک بادشاہ کا ذکر آتا ہے کہ ایک بہروپے نے ایک بادشاہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس نے دو تین میل کے فاصلے پر فقیری شروع کر دی۔ اس کو مرید بھی مل گئے۔ لاہور میں ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔ وہ رب لاہور بن گیا تھا۔ اس کی بیوی رہتی بن گئی تھی۔ لوگوں نے اسے مان لیا تھا۔ اس ملک میں کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے اس کو کچھ نہ کچھ آدمی مان ہی لیتے ہیں۔ یہ صرف جہالت کا نتیجہ ہے۔ یہ صرف نادانی کا نتیجہ ہے۔ بہر شکل وہ شخص فقیر بن گیا۔ ہوتے ہوتے اسے شہرت مل گئی، بادشاہ کو خبر ہوئی۔ یہ بادشاہ لوگ دعاؤں کے بڑے پیاسے ہوتے ہیں کہ اقتدار قائم رہے۔ بادشاہ اس کے پاس گیا۔ اس نے اشرفیوں کی تھیلی پیش کی۔ فقیر نے انکار کر دیا۔ بادشاہ واپس آ گیا۔ وہ اپنا جامہ بدل کر بادشاہ کے پاس آ گیا اور اسے کہا کہ دیکھ لو میں نے تمہیں دھوکہ دے دیا ہے۔ چنانچہ اس نے انعام مانگا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں خود اشرفیوں کی تھیلی لے کر تمہارے پاس پہنچا تھا لیکن تم نے نہ لی۔ اب انعام کیادوں گا۔ اس نے کہا کہ میں جس جامہ میں تھا اس بھیس میں یہ تھیلی جتنی نہیں تھی۔

اب یہ جھوٹا دعویٰ اس نے کیا ہے۔ اس کے سارے دعوے جھوٹے تھے۔ لیکن اس جھوٹے لباس کو بھی اس نے نہیں نبھایا۔ اس کے بعد جہاد کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور یہ سب تاویلیں جو ناصر احمد اور دوسروں نے کی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ اس نے کہا کہ موسیٰ کے زمانے میں جہاد سخت تھا۔ حضور ﷺ کے زمانے میں جہاد میں سختی نہ رہی اور کچھ نرمی ہو گئی اور مسیح موعود کے زمانہ میں بالکل موقوف ہو گیا۔ دراصل وہ اپنے تک پہنچ کر اس کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ یہ جو بہت خوشامدی تھا اس نے ملکہ قیصرہ ہند کو لکھا۔ اس سے بڑھ کر میں نے آج تک کوئی ٹوڈیا نہ خط نہ دیکھا، نہ پڑھا۔ میں ایک پیغمبرانہ خط آپ کو پڑھ کر سنا تا ہوں۔ حضرت سلیمان نے بلقیس کو ایک خط لکھا۔ اس میں لکھا۔ قرآن میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔ ”الّا تعلو علیّ و اتونی مسلمین“

یہ پیغمبرانہ خط ہے۔ ”میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور طالع ہو کر آ جاؤ۔“

پہلے صرف یہ کہ: ”انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم“

اس کے بعد صرف اتنا لکھا کہ: ”الّا تعلو علیّ و اتونی مسلمین“

یہ (مرزا صاحب) ۲۶ صفحوں کا خط لکھتے ہیں۔ لیفٹیننٹ جنرل، صاحب بہادر، دام اقبالہ، اسی ”دام اقبالہ“ نے اس کی نبوت کی لٹیا ڈبودی۔ کوئی بیس تیس دفعہ اس نے یہ لکھا ہے یہاں تک لکھا کہ: ”آپ ایک دفعہ ایک شاہانہ لفظ میرے لئے لکھ دیں۔“

استدعا کی ہے۔ یہ ایک صیہونی فرقہ ہے۔ مسلمانوں کے لئے زہریلا ہے۔ یہودیوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ تو مار آستین ہے۔ یہودی تو صاف کافر ہیں۔ ہمارے دشمن ہیں۔ لیکن یہ چھپے ہوئے ہیں۔ سانپ ہیں۔ انگریزوں کے زمانے میں انہوں نے عراق، بغداد جانے کے بعد چرغاں کیا۔ مسلمان ملکوں کے خلاف اظہار خیال کیا اور جب پاکستان بنا تو اس وقت بھی انہوں نے نقصان پہنچایا۔ کمیشن میں مرزا ناصر احمد نے کہا کہ مسلم لیگ کی درخواست پر میں شریک ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے وقت میں سے تم (نے ان قادیانیوں) کو وقت کیوں دیا۔ اس میں خود ظفر اللہ تھا۔ منیر کمیشن میں اس نے کہا کہ جب لیاقت علی دورہ پہ جاتا تھا تو وزارت عظمیٰ میرے پاس ہوتی تھی۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ تو بہر حال یہ تو مدعی ہے اور چھوٹے چھوٹے کاموں تک پہنچتا تھا۔ مجھے علم ہے کہ ایک آدمی قتل ہوا مانسہرہ میں، میں اور ماسٹر تاج الدین صاحب گورنر سرحد شہاب الدین کے پاس پشاور گئے جو نظام الدین کا بھائی تھا۔ ہم نے اس قاتل کے بارے میں کچھ نرمی اختیار کرنے کی بات کی۔ مقتول اصل میں مرزائی تھے۔ اس نے ظفر اللہ خان کی تعریفیں شروع کر دیں۔ ہمارے سامنے گورنر سرحد اور تعریفیں ظفر اللہ خان کی۔ ظفر اللہ خان چھایا ہوا تھا۔ اس کے خلاف کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ ظفر اللہ خان کی مہربانی ہے کہ باؤنڈری کمیشن میں یہ گئے تو جو کچھ کردار انہوں نے ادا کیا اس سے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ میرے بعد میری امت میں یہ جو امتی نبی کہتے ہیں وہ یہی حضور ﷺ نے پہلے فرما دیا میری امت میں سے ہو کر نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ یہ امتی نبی کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ کذاب دجال ہوں گے۔ تو یہ وہاں گئے۔ انہوں نے جو بیان دیا وہ اس کی تصدیق ہے کہ حضور ﷺ نے کتنا سچ فرمایا اور کتنے صحیح صادق و مصدوق پیغمبر تھے۔ کذاب تو اس لئے ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ یہ مسلمان کافر ہیں۔ ہم اور یہ بالکل، علیحدہ ہیں۔ یہ دعویٰ دیا گرد اسپور ضلع میں کہ عام مسلمان ہم سے علیحدہ ہیں۔ ہم اور یہ ایک قوم نہیں، اس پر زور دیا اور دجل و فریب کیا۔ دجال ہونے کا مظاہرہ کیسے کیا اور آخر میں لکھ دیا۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے ساتھ الحاق ہو۔ یہ آخر میں دجل کیلئے لکھا، فریب کے لئے لکھا۔ کمیشن کو یہ دے دیا کہ ہم علیحدہ ہیں اور مسلمانوں کی تعداد اس ضلع میں کم ہے۔ یہ پاکستان بننے کے بعد انہوں نے ڈنگ دیا۔ پاکستان بناتے وقت انہوں نے یہ ڈنگ دیا اور یہ نتیجہ ہے کشمیر کی تمام جنگوں کا، بھارت سے مستقل مقابلہ کا یہی سبب تھا۔ حقیقتاً یہ ایجنٹ ہیں۔

میں ایک بات عرض کروں گا، شاید وہ بعضوں کو معلوم نہ ہو۔ ۳۱۳ درویش کے نام سے قادیان میں مرزائی جاتے ہیں۔ مرزے کی قبر کی حفاظت کے لئے، اور اس کے مقابلہ میں ۳۱۳ سکھ آتے ہیں گوردوارے کی حفاظت کے لئے جو نکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ میں ہے۔ ۳۱۳ مرزائی رہتے ہیں مرزے کی قبر کی حفاظت کے لئے۔ نہ مسلمان رہتے ہیں وہاں، نہ اجیر کے لئے جاتے ہیں، نہ کسی اور مقدس مقام کے لئے جاتے ہیں تو مرزے کی قبر اور ہڈیوں کی حفاظت کے لئے جاتے ہیں۔ یہ کیا چیز ہے۔ ہمارے یہاں کہتے ہیں زیارت لگتی ہے۔ بعض اولیاء کے مزاروں پر لوگ جاتے ہیں اور ان کی حاجت پوری ہوتی رہتی ہے تو اس کو کہتے ہیں ان کی زیارت لگتی ہے تو ان مرزائیوں کی زیارت لگتی ہے۔ مرزائی ہڈیوں کی حفاظت کے لئے۔ ۳۱۳ سکھ یہاں آئیں اور ان کا تبادلہ ہوا کرتا ہے باقاعدہ۔ یہ بات اگر نہیں معلوم تو میں کہنا چاہتا ہوں اور اگر اب تک ہے تو اس کو ختم کرنا چاہئے۔ یہ تو ایجنٹ ہیں اور جو لوگ ۳۱۳ آئیں جائیں، آئیں جائیں تو آپ کے ملک کی کون سی بات خفیہ رہ سکتی ہے؟ یہ تو جاسوس ہیں سارے کے سارے۔ وہاں جانے والے روز تبدیل ہوتے ہیں۔ یہ جاسوس ہیں۔ وہاں

کے آنے والے جاسوس ہیں۔ یہاں کے جانے والے جاسوس ہیں۔ تو انہوں نے کسی وقت بھی مسلمانوں کی بھلائی نہیں کی۔ یہ مسلمان کے نام سے مسلمانوں کے اندر ایک خطرناک فرقہ ہے۔ اس پر کوئی مسلمان بھروسہ کرے گا؟ اس پر کوئی قوم بھروسہ کرے گی؟ اس پر کوئی فرد بھروسہ کرے گا؟ حکومت بھروسہ کرے گی تو منہ کی کھائے گی۔ یہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور سب کے سامنے کہنے کو تیار ہوں۔

اس وقت ہم ایک ایسے مرحلے پر پہنچے ہیں کہ دنیا کی نگاہیں ہماری طرف، مسلم ممالک کی نگاہیں ہماری طرف، تمام مسلمان حکومتیں، عرب حکومتیں ہم کو دیکھ رہی ہیں اور ہمارے فیصلے کی انتظار میں ہیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ہماری قوم سمجھدار ہے۔ وہ اس طریقے سے کوئی بات نہیں کرے گی کہ جس سے ملک کو نقصان پہنچے۔ لیکن باوجود اس کے ساری کی ساری قوم یہ چاہتی ہے کہ اس آستین کے سانپ کا سر پکچلا جائے اور کیسے نہ پکچلا جائے۔ ہم یہ بات حکومت کے حوالے کرتے ہیں۔ لیکن یہ ساتھ کہتا ہوں کہ جب وہ ہم کو کافر کہتے ہیں اور ہم ان کو کافر کہتے ہیں اور یہ بات مرزا غلام احمد نے لکھی ہے کہ: ”دنیا کی مسلمان بادشاہتوں میں سے، حکومتوں میں سے کوئی حکومت نہیں ہے جو ہم کو کافر نہ کہے۔“

یہ مرزا نے لکھا اور یہ ۱۹۰۸ء سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ مرزا نے یہ کہا ہے کہ: ”تمام مسلمان حکومتیں ہمارے خون کی پیاسی ہیں۔ ہم کسی جگہ تبلیغ نہیں کر سکتے۔ اپنا عقیدہ پیش نہیں کر سکتے۔ وہ ہم کو کافر سمجھتے ہیں۔“

یہ مرزا نے خود لکھا اور جو ناصر احمد نے اپنے خلاف باتیں پیش کیں کہ مسلمانوں نے ہم پر کیا کیا فتوے لگائے کفر کے۔ اس موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کا ایک ڈھونگ آپ کو بتا دوں۔ انہوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہا اور پھر چھپایا اس طرح کہ انہوں نے پہلے کافر کہا تو جو مسلمان کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ عجیب ڈھونگ اپنا بنایا۔ آپ خدائی کا دعویٰ کریں۔ آپ کو ہر شخص کافر کہے گا۔ جب آپ کو کافر کہیں تو آپ کہیں جی ہم نے تو ان کو کافر نہیں کہا، ہم کو کافر کہنے سے خود ہی کافر ہو گئے۔ یہ آپ نے عجیب ڈھونگ اور ڈھنگ نکالا ہے مسلمانوں کو کافر بنانے کا۔ آپ کافر اس لئے بنائیں کہ وہ آپ کی رسالت کو نہیں مانتے۔ آپ کی پیغمبری کو نہیں مانتے۔ آپ کو مسیح موعود نہیں مانتے۔ آپ کو کذاب و دجال سمجھتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ چونکہ مجھے کافر کہا اس لئے وہ خود کافر ہو گیا۔ تم خدائی کا دعویٰ کرو، پیغمبری کا دعویٰ کرو، ساری دنیا سے بہتر بنو، تم مسلمانوں کو دھوکہ دو، پھر لوگ تمہیں کافر نہ کہیں؟ اگر کوئی کہے تو کہو کہ انہوں نے مجھے کافر کہا ہے۔ اس لئے کافر ہو گیا۔ تو تمہیں کوئی کافر نہ کہے گا؟

میرا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے جو باتیں یہاں پیش کی ہیں، جھوٹ بولنے کے حیلے پیش کئے، بات کو چھپایا۔ اب ساری دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے زمانے والوں کو قطعی کافر کہا تو جب کافر کہا اور یہ لکھا کہ میرا نہ ماننا قرآن وحدیث کا نہ ماننا ہے۔ میرا انکار قرآن وحدیث کا انکار ہے۔ میرا انکار خدا اور رسول ﷺ کا انکار ہے، تو اب میں ناصر احمد سے پوچھتا ہوں کہ جو خدا کا انکار کرے وہ کس کھاتے میں ہے؟ آپ کے اس چھوٹے کفر میں ہے یا بڑے کفر میں ہے؟ اب ناصر احمد نے تاویل کی ہے کہ ہم مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن چھوٹا کافر کہتے ہیں۔ بڑا کافر نہیں کہتے اور دجل و فریب یہ کیا ہے۔ آج تک جو معنی سمجھتے تھے کہ فلاں شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کے معنی یہ تھے کہ اسلام ایک دائرہ ہے۔ اس کی حدود ہیں۔ جو ان حدود کو پھلانگے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ بات صاف تھی۔ اس نے کہہ دیا کہ ایک چھوٹا حلقہ ہے۔ اس سے خارج ہو گیا۔ یہ اس نے تاویل کی اور نیا معنی

گھڑا۔ نیا معنی گھڑنے میں ان کو کمال حاصل تھا۔ اس نے جو ”اتمام حجت“ کا معنی کیا ہے بالکل غلط کیا ہے۔ مرزا ناصر احمد نے اتمام حجت کا جو معنی کیا ہے وہ یہ ہے کہ دلائل سے اپنی بات پیش کرو۔ دعوت دو۔ توحید رسالت کی یا حق کی دعوت دو اور دلائل دو۔ اس کا دل مان لے کہ تم حق پر ہو۔ تم کو سچا سمجھ کر پھر انکار کرے تو یہ ملت سے خارج ہے۔ یہ اتمام حجت تھا۔ حالانکہ قرآن مجید نے اتمام حجت کا یہ معنی نہیں کیا۔ قرآن مجید نے کہا ہم نے پیغمبر اس لئے بھیجے کہ یہ کوئی نہ کہہ سکے۔ ”ما جاءنا من نذير“

کہ ہمارے پاس ڈرانے والا نہیں آیا۔ ڈرانے والا کافی ہے اتمام حجت کے لئے۔ پیغمبر کا آنا اور دعوت دے دینا کافی ہے اتمام حجت کے لئے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ ”لغلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل“ کہ ہم نے پیغمبر بھیجے۔ پیغمبروں کے نام پہلی آیت میں آئے ہیں۔ ڈرانے والا، ڈرسانے والا، خوشخبری دینے والا، تاکہ اتمام حجت ہو جائے لوگوں پر۔ لوگوں پر خدا کی حجت قائم ہو جائے۔ اس لئے بھیجا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ پیغمبر کو سچا سمجھ کر انکار کرے۔ ہاں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو سچا بھی سمجھیں پھر بھی نہ مانیں، تعصب سے نہ مانیں، ہٹ دھرمی سے نہ مانیں، ضد سے نہ مانیں۔ ایسے لوگ ہو سکتے ہیں۔ لیکن اتمام حجت کے معنی میں یہ چیز داخل نہیں ہے۔ یہ ناصر احمد نے قوم کو دھوکہ دیا ہے۔

تو بہر شکل میں اسے ماننا ہوں کہ تم عربی پڑھے ہوئے ہو۔ اس کو ماننا ہوں کہ تم انگریزی پڑھے ہوئے ہو۔ لیکن تم دین کو چھپاتے ہو اور تم اپنے دادا کی بات کو نبھاتے ہو۔ اتنے کروڑوں روپے کمائے۔ ربوہ (چناب نگر) کی زمین انجمن احمدیہ کے نام وقف ہے۔ وہ تم ذاتی طور پر استعمال کر رہے ہو اور اس کی رجسٹریاں نہیں کرتے اور لوگوں سے روپیہ لے کر وہ زمینیں ہی بیچتے ہو؟ بہشتی مقبرے بھی بنا لئے، پیغمبرانہ کاروبار شروع کر دیا اور تم کروڑ پتی بن گئے۔ میں کہتا ہوں کہ سودا تمہارے نفع کا نہیں ہے۔ تم نے اپنی ساری نسل کو قیامت تک تباہ و برباد کر دیا ہے۔ چند کوڑیوں کے عوض تو بہر شکل میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ میں اس کو ماننا ہوں کہ تم پڑھے لکھے ہو۔

یہ جو بیچارے لاہوری آئے، یہ تو بالکل کورے تھے۔ علم سے اس وقت انہوں نے اپنے اس بیان میں لکھا بھی ”شفا“ اور پڑھا بھی ”شفا“ زبر کے ساتھ۔ حالانکہ یہ لفظ ہے عربی میں شفا، جیسے قتل ہوتا ہے جیسے کبال ہوتا ہے، جیسے موجبات الرجاء ہوتا ہے۔ جیسے مقابلہ اور ارتجال ہوتا ہے۔ اسی شفا اور مشافحہ کا لفظ ہے۔ انہوں نے شفا لکھا بھی اور شفا پڑھا بھی۔ اس ہاؤس کے سامنے میں نے ان کی توجہ دلائی کہ فلاں سطر میں آپ نے جو لکھا ہے یا فلاں صفحے میں جو آپ نے لکھا ہے تیرھویں میں، اس کو پھر پڑھیں۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔ جگہ کا نام میں نے نہیں لیا اور نہ لفظ میں نے بتایا۔ اسی سطر کو انہوں نے نکالا، پھر پڑھا اور کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں نے کہا کہ اچھی طرح پڑھیں تیرھویں صفحے میں فلاں سطر ہے۔ آیا یہ ٹھیک لکھی ہوئی ہے یا کوئی غلطی ہے۔ اس میں قطعاً غلطی تھی۔ (عربی)

کہ نبوت کا چالیسواں حصہ یعنی صرف نیک خواب ہیں۔ باقی نبوت کیا چیز ہے؟ نبوت بہت اونچا مقام ہے۔ خالق و مخلوق کا تعلق وہاں عیاں ہوتا ہے۔ تقدیر کا مسئلہ کھلتا ہے۔ وہاں معرفت تامہ حاصل ہوتی ہے۔ عرفان کے مدارج طے ہوتے ہیں۔ وہ نبوت عوام کو خدا کی طرف بلانے والی چیز ہوتی ہے۔ وہ مکالمہ کیا چیز ہے؟ وہ خدا سے باتیں کسی طرح ہوتی ہیں؟ وہ نبوت بہت اعلیٰ مقام ہے جو ہماری فہم و ادراک سے بہت اونچا ہے تو اس کا چھٹا لیسواں حصہ رویائے صالحہ، خواب صالحہ ہوتے ہیں۔ اب جب حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ بشرات کے کیا معنی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک اچھا خواب جو مسلمان دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے یہ



حضور ﷺ کا ترجمہ ہے جو ترجمہ ابوالعطاء نے کیا مبشرات کا مبشرین جو جنت کی خوشخبری سنائی تھی۔ یعنی ترجمہ وہ کیا جو رسول اللہ ﷺ کے ترجمے کے خلاف ہے۔ یہ ابوالعطاء جو یہاں آیا کرتا تھا وفد کے ساتھ اور اس کی ایک کتاب انہوں نے ختم نبوت کے جواب میں ضمیمے کے طور پر پیش کی۔ اس میں بھی بہت سی باتیں غلط ہیں وہ سلطان الاغلاط ہے۔

بہر شکل میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ انہوں نے یہاں پر بار بار پڑھا۔ واللہ العظیم! یہ لاہوری پارٹی نے پڑھا۔ حالانکہ یہ لفظ واللہ العظیم! ہے۔ ذُحرف جار ہے، ہر قسم کے لئے آتا ہے یہ مفعول کو مجہول کر دیتا ہے۔ جیسے واللہ، باللہ، تاللہ، زیر پڑھی جاتی ہے۔ اس نے واللہ العظیم پڑھا۔ آخر میں نے اٹھ کر جناب صدر سے عرض کیا کہ ہمارے سر میں درد ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ یہ غلط پڑھتے ہیں۔ ان کو آپ صحیح پڑھنے کی ہدایت کریں۔

ظفر اللہ کے زمانے میں ظفر اللہ ہی کی حکومت تھی۔ اسی طرح بیرونی طاقتوں نے ان سے بات کی۔ اس وقت ہماری خارجہ سیاست یہ نہ تھی جو اس وقت ہے۔ ناظم الدین کے یہ الفاظ ہیں کہ اگر ظفر اللہ کو نکال دوں تو امریکہ پاکستانیوں کو گے ہوں دینا بند کر دے گا۔ گویا گے ہوں ظفر اللہ کو ملتے تھے اور پاکستان کو نہیں۔ لہذا میں ظفر اللہ کو کیسے درخواست کر دوں۔ لاہور اور چنیوٹ کے درمیان جو جٹکشن ہے اس وقت مجھے اس کا نام یاد نہیں آ رہا۔ وہاں چار مسلمان قتل ہوئے۔ ظفر اللہ نے آخر مرزائیوں کو رہا کر لیا۔ مسلمانوں کے قاتلوں کو رہائی دی۔ یہ اتنا بڑا اہلیس ہے لیکن ان کا قصور نہیں تھا، ان کا علم ہی اتنا تھا اور یہ بنے ہوئے تھے مبلغ۔ یہ تبلیغ کرتے ہیں یورپ میں، اسلام کی، اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ ہم تبلیغ کرتے ہیں، ختم نبوت کا ذکر کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضور ﷺ کی تعلیم کا دراصل معنی یہ ہے کہ کوئی نیا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ ان کی جگہ آنے والا مرزا غلام احمد۔ یہ ہے ساری تبلیغ۔ یہ ساٹھ سال تک تبلیغ کرتے رہے، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

جناب چیئر مین: مولانا! آپ ختم کرنے کی کوشش کریں، اس واسطے کہ ہم نے ۲۶۰ صفحے کی کتاب بھی پہلے سن لی ہے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی: میں مختصر کر دوں گا۔

جناب چیئر مین: جو کتابوں والے ہیں ان کو تھوڑا نام دیا گیا ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: نہیں میری ایک کتاب باقی ہے جو لاہوری پارٹی کے جواب میں ہے۔ وہ پریس میں دی ہوئی ہے۔ آج شاید چھپ جائے۔ اس کے بارے میں میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی، ورنہ اس کتاب.....

جناب چیئر مین: وہ اگلی اسمبلی کے لئے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: بہر حال میں مختصر کر دیتا ہوں۔ جیسے آپ فرمائیں تو میرا مطلب یہ ہے.....

جناب چیئر مین: وہ کتاب چھ سو صفحے کی ہے؟

مولانا غلام غوث ہزاروی: نہیں، وہ مختصر ہے۔ (تنبیہ) وہ میں پڑھ سکتا ہوں۔ وہ میرے خیال میں چھ، سات صفحے کی ہوگی۔ تھوڑی ہے۔ وہ اتنی ہے جتنی ان کی کم ہے۔ بہر حال میں اس میں بھی ذکر کروں گا۔

لاہوری مرزائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم مرزے کو نبی نہیں مانتے۔ مرزے نے اپنے کو نبی نہیں کہا۔ یہ میں مختصراً عرض کر دیتا ہوں۔ یہ سب کے لئے ضروری چیز ہے کہ مرزے نے کہا کہ میں نبی ہوں۔ مرزے نے کہا میں رسول ہوں۔ مرزے نے کہا خدا نے قادیان میں پیغمبر بھیجا۔ خدا نے میرا یہ نام رکھا نبی۔ مرزے نے کہا مجھے خدا نے لقب دیا۔ مرزے نے کہا مجھے یہ منصب عطاء ہوا۔ مرزے نے کہا خدا نبی اور رسول کہہ کر مجھے ۲۳ سال تک پکارتا رہا۔ مرزے نے کہا میرے پاس جبرائیل آیا۔

”جاءنی آئیل“ یہ حقیقت الوحی کی عبارت ہے۔ میرے پاس جبرائیل آیا۔ اس نے اشارہ کیا، اس نے بات کی۔ پھر مجھے منصب نبوت دیا گیا۔ مجھے لقب نبوت دیا گیا۔ مجھ خطاب نبوت دیا گیا۔ میرا یہ نام نبی خدا نے رکھا۔ میں نبی ہوں۔ میں رسول ہوں۔ آپ فرمائیے کہ کسی بڑے پیغمبر کو ہم نبی اور رسول کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ رسالت و نبوت کا دعویٰ کن الفاظ میں کرے گا؟ جو الفاظ مرزے نے ذکر کئے ہیں۔ سوائے ان کے اور کوئی لفظ نہیں ہے جن سے کوئی پیغمبر دعویٰ نبوت کا کرے، حقیقتاً نبوت کا دعویٰ کرے اور میں اس میں راز بتا دیتا ہوں۔ یہ دونوں ایک ہیں۔ یہ دونوں مرزے کو مسخ موعود مانتے ہیں۔ عیسیٰ مرگئے۔ میں عیسیٰ، میں فرض کرتا ہوں ایک سیکنڈ کے لئے۔ پہلی ہم نے جو کتاب پیش کی ہے اس کو پڑھ لیجئے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ مرزائیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس میں ۹ آیتیں پیش کی ہیں اور تیرہ، چودہ حدیثیں پیش کی ہیں کہ حضور ﷺ نے کیا معنی کئے۔ قرآن کی آیتوں کی کیا تفسیر کی۔ صحابہ کرام نے کیا معنی کئے۔ بارہ صدیوں کے مجددین نے کیا معنی کئے۔ آج کل آپ عدالت کے فیصلے کو دلیل میں نہیں پیش کرتے۔ لیکن ہائیکورٹ کا فیصلہ باقاعدہ قانون بن جاتا ہے۔ لیکن تیرہ صدیوں کے مجددین، تیرہویں صدی، چودھویں صدی کا مجدد بنا ہے مرزا، تیرہ صدیوں کے مجدد جو ان کے مانے ہوئے مجدد ہیں جن کی فہرست انہوں نے اپنی کتاب میں لکھ کر دی۔ ہم نے کتاب میں سب کچھ لکھ دیا ہے۔ ان مجددین کا حوالہ دیا ہے۔ ہم نے کہا کہ انہوں نے کیا معنی کئے ان آیتوں کے تو ہائیکورٹ معنوں کے بعد قانون کی تشریح ختم ہو جاتی ہے۔ قانون کی کوئی اور تشریح نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں ایک منٹ کے لئے مانتا ہوں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام مرگئے، نبوت فرض کیجئے کہ جاری ہے۔ ہر ایرا غیرا، تھو خیرا، گا، گھسیٹا، اٹھ کر کہے کہ میں پھر نبی ہوں۔ میں مسخ ہوں۔ بھلا آپ خیال تو کریں۔ جو ہم نے لکھا ہے مرزاجی کی صرف ٹوڈیانہ حرکات کو دیکھ لیجئے۔ ایک خط میں نے پڑھا حضرت سلیمان علیہ السلام کا۔ ایک خط میں آپ کو حضور اکرم ﷺ کا پڑھ کر سنا دوں جو بخاری میں ہے کیا ستم ہے۔ ہر قل شاہ روم کو آپ ﷺ نے لکھا (عربی) یہ عنوان ہے۔ آگے خط میں لکھا ہے: ”اسلم، تسلیم“

مسلمان ہو جاؤ، بیچ جاؤ گے۔ ورنہ تم پر تمہارا بھی وبال ہوگا اور تمہارے پیچھے چلنے والوں کا بھی یہ ہے جلالی خط۔ یہ ہے پیغمبرانہ خط۔ شیطان کی آنت کے برابر دام اقبال، دام اقبال، دام اقبال، دام اقبال، دام اقبال، خط لکھا۔ میرے ابا جان نے ۵۰ گھوڑی دی ہے۔ میرے بھائی جان نے قتبہ، مفسدہ سکھ کے زمانے میں بڑی امدادی ہے۔ میں فقیر تھا۔ میں غریب تھا۔ مجھ سے اور کوئی خدمت نہ ہو سکی۔ میں نے ۵۰ الماریاں کتابوں کی لکھی اور تمام اسلامی ممالک میں بھیج دیں۔ انگریزوں سے لڑنا حرام ہے، جہاد حرام ہے۔ میں یہی خدمت کر سکا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مجھ سے بڑھ کر اور میرے خاندان سے بڑھ کر خیر خواہ اس گورنمنٹ کا نہیں۔ یہ ایک ہی سچی بات مرزے نے لکھی ہے کہ اس سے بڑھ کر انگریز کا وفادار کوئی نہیں ہو سکتا۔

تو میرا مطلب یہ ہے۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام مانتے ہیں، مسیح موعود مانتے ہیں۔ لاہوری بھی اور قادیانی بھی اور پھر یہ جسمانی معراج کے منکر ہیں۔ لاہوری بھی جس طرح قادیانی منکر ہیں۔ جس طرح مرزا منکر ہے۔ مرزے نے لکھا ہے مسجد اقصیٰ یہ میری مسجد ہے قادیان کی۔ جو قرآن میں ہے۔ ”سبحان الذی اسرىٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ“

مرزے نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسجد اقصیٰ میری ہے۔ یہ تبلیغ رسالت جلد نہم میں درج ہے۔ مرزے کا یہ قول اور اس میں اس نے لکھا ہے کہ یہ مسجد اقصیٰ یہی میری مسجد ہے اور وہ جو منارہ ہے جس کے پاس عیسیٰ علیہ السلام، وہ یہی منارہ ہے۔ منارۃ المسیح ہے جو میں نے بنایا ہے۔

یہاں آپ مجھے ذرا اسی اجازت دیجئے۔ ایک افسی تھا وہ استنجا کرنے جاتا تھا۔ بیت الخلاء میں تو وہ پانی کا لوٹا لے جاتا تھا۔ افسی کو اکثر قبض رہتا ہے۔ لوٹے میں سوراخ تھا تو جب تک وہ فارغ ہوتا لوٹے سے پانی ٹپک ٹپک کر ختم ہو جاتا۔ افسی کو بڑا غصہ آتا تو اس نے ایک دن لوٹا پانی کا بھرا، اندر گیا۔ پہلے استنجا کر کے اس کے بعد گھنے لگا۔ کہا کہ سسر اکہیں کا اب ٹپک تو دیکھوں گا میں (تہتہ) تو پہلے استنجا کر گیا اور بیت الخلاء میں بعد میں انتظام کرنے لگا۔ یہ مرزا پہلے نازل ہوا چراغ نبی سے یا قادیان میں.....

جناب چیئر مین: میرے خیال میں کافی ہو گیا ہے، آپ بیت الخلاء تک تو پہنچ گئے ہیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: تو منارہ بعد میں بنایا۔ منارے کے لفظ کا کوئی معنی نہیں۔ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ منارے سے مراد منارۃ المسیح ہے۔ باب لد سے مراد لدھیانہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام سے مراد غلام احمد ہے مریم سے مراد.....

جناب چیئر مین: اس میں لکھا ہوا ہے، اس کے اندر ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: ہاں! اس کے اندر لکھا ہوا ہے۔ میں اس بات کی تائید کرتا ہوں اور ختم کرتا ہوں اور تحریک پیش کرتا ہوں۔ اپنے بل کے حق میں کہ لاہوری مرزائیوں اور قادیانیوں دونوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کوئی کمزور نتیجہ نہ آئے۔ میں آپ کو سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ تمام عالم اسلام آپ کے اس فیصلے کا منتظر ہے۔ تمام رعایا آپ کے اس فیصلے کا انتظار کرتی ہے۔ تمام ممالک پر اس کا اثر پڑے گا۔ میں عرض کر دوں، میں نے ایک بڑی شخصیت سے عرض کیا ہے کہ ان کا پروپیگنڈہ باہر اسلام کے نام سے ہے۔ آج اگر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تو ان کا پروپیگنڈہ دو فیصد بھی نہیں رہے گا۔ یہ سارا ختم ہو جائے گا۔ ان کا پروپیگنڈہ اسلام کے نام سے ہے۔ پھر مسلمان ممالک سمجھتے ہیں۔ بلکہ مسلمان ہی نہیں کہ آپ کے خلاف کیا پروپیگنڈہ ہوگا۔ روس اور امریکہ کی جو پالیسی ہوگی وہ ان کی پرانی پالیسی ہوگی۔ چین کی جو پالیسی ہوگی وہ ان کی پرانی پالیسی ہوگی۔ یہ آج اپنے آدمیوں کو تاریں دلواتے ہیں۔ ان کا دجل ہے۔ یہ تو آپ کو متاثر کرتے ہیں۔ آپ کو قوت کے ساتھ، بہادری کے ساتھ، نڈر ہو کر اسمبلی نے آپ کو یہی حکم دیا ہے کہ آپ خدا کے امین ہیں، آپ قوم کے امین ہیں۔ آپ کو باقاعدہ طور پر حکومت نے، بلکہ پرائم منسٹر نے یہ بات آپ کے حوالے کی کہ اسمبلی کیا فیصلہ کرتی ہے۔ آپ اسلام کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ آپ کی قوم چاہتی ہے۔ جس قوم کے آپ نمائندے ہیں۔ یہ قوم چاہتی ہے، عالم اسلام چاہتا ہے، تمام دنیا دیکھتی ہے۔ آپ اس بارے میں کوئی نرمی نہ کریں۔ یہ نرمی آپ کو مہنگی پڑے گی۔ میں آخر میں اس بل کی حمایت و تائید کرتا ہوں۔ (عربی)

## غلام فاروق خان، جناب (۱۳۵۴)

آپ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی حزب اختلاف کی قرارداد پر دستخط کرنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

## غلام فرید اعوان نقشبندی پسروری، جناب قاری (۱۳۵۵)

(ولادت: ۲ جنوری ۱۹۳۵ء ..... وصال: ۸ جولائی ۲۰۱۷ء)

آپ ملک عبدالوارث اعوان کے ہاں ڈھوک بلندی (حافظ آباد) ماڈرن تحصیل پنڈی گھوپ (جنٹل) ضلع کیمیل پور (انگل) میں پیدا ہوئے۔ اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی تھے۔ سیاسی وابستگی میں ۲۵ رسالہ جمعیت علماء اسلام پاکستان کے ضلعی امیر، دس سال صوبائی عمومی پنجاب کے ممبر، ملی بیجٹی کونسل، متحدہ مجلس عمل اور ضلعی سطح پر تیس سال سٹیئر ممبر رہے۔ علاوہ ازیں پندرہ سال ڈویژن گورنوالہ کی امن کمیٹی میں بھی باوقار طریقہ سے نمایاں کردار ادا کیا۔

سلوک واحسان میں روحانی نسبت حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی سے براہ راست قائم ہوئی اور حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ آپ کی اولاد بھی اسی سلسلہ سے وابستہ ہے۔ اولاد میں چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں میں تین حافظ و عالم اور ایک حافظ وقاری ہے۔ بیٹیوں میں چاروں حافظ قرآن اور عالمات ہیں۔ اہلیہ حیات ہیں۔ ساری اولاد دین کے شعبوں سے وابستہ ہے۔

قاری غلام فرید اعوان نے ۱۹۵۲ء میں گورنمنٹ پرائمری سکول ماڈرن سے تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۹۵۸ء میں حاجی سراج الدین مرحوم سے ناظرہ قرآن پاک آبائی علاقہ میں مکمل کیا۔ ۱۹۶۰ء میں آبائی علاقہ کے حافظ محمد حسین سے دو پارے حفظ، ورکشاپ محلہ راولپنڈی میں حافظ محمد امین سے آٹھ پارے حفظ پھر استاذی المکرم قاضی مبارک سے بقایا قرآن مجید حفظ مکمل کیا۔ پھر ۱۹۶۷ء میں تجوید و قرآن گورنوالہ کی مشہور علمی درسگاہ مدرسہ اشرف العلوم باغبانپور میں قاری عبدالصمد سے مکمل فرمائی۔

درس نظامی کی ابتدائی چند کتب مفتی خلیل احمد، سید بدیع الزمان شاہ اور قاضی حمید اللہ خاں سے پڑھیں۔ گورنوالہ میں مولانا عبدالقیوم ہزاروی اور مولانا عزیز الرحمن (سموں والے) کے حکم اور پروردار صرار پر حضرت پسروری کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ حنفیہ شاہی جامع مسجد میں حفظ کے مدرس کے طور پر تشریف لائے۔ پسرورداد کے بعد حضرت پسروری تین یوم کے بعد سفر سے واپس تشریف لائے تو جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے والد گرامی (قاری غلام فرید) کا حضرت پسروری نے تعارف کروایا اور امامت کے لئے حکم دیا۔ تو حضرت والد نے جمعہ کی نماز کی امامت کروائی۔

حضرت پسروری کی معیت میں ۱۹۶۷ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک شعبہ حفظ کی کلاس کو بہتر انداز سے چلایا۔ حضرت پسروری کی وفات کے بعد ۱۹۷۵ء میں حضرت والد کی تعلیمی خدمات کو سراہتے ہوئے ایک ماہ کی زائد تنخواہ دے کر مدرسہ کے فرائض سے سبکدوش کر دیا گیا۔ حضرت پسروری کی وفات کے وقت مفتی رشید احمد قادری حج پر تھے۔ بعد میں حضرت کی تجزیہ و تدفین کا انتظام والد گرامی قدر نے کیا اور غسل بھی والد گرامی قدر نے دیا۔ احباب کو اطلاع بھی دی۔ تمام امور بخوبی سرانجام دیئے۔

۱۹۷۵ء میں سکدوشی کے بعد اہلیانِ پسرورا اور بالخصوص حضرت سائیں محمد حیات پسروری (نامور شاعر ختم نبوت) کے اصرار پر قریب محلہ میں واقع گمنام بے آباد مسجد (جو قادیانیوں سے واگزار کرائی گئی تھی) میں اپنے فرائض سرانجام دینے شروع کئے اور اس قول کا عملی نمونہ بن کر دکھایا۔ الاستقاہتہ فوق التکراہتہ اسی گمنام بے آباد مسجد میں ڈیرہ لگایا کہ جنازہ بھی اسی مسجد سے اٹھا۔ اللہ اکبر! مسجد کا نام مسجد ختم نبوت تجویز کیا گیا اور مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ ایک طالب علم (محمد حنیف نامی) سے مدرسہ کا باقاعدہ آغاز فرمایا۔ مدرسہ کا نام حضرت سائیں محمد حیات کی زندگی میں ہی مدرسہ عربیہ حیات القرآن تجویز فرمایا۔ حضرت سائیں نے مدرسہ کے نام پر ایک نظم لکھی جو حضرت سائیں کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی ہے۔ ریکارڈ میں موجود ہے۔ شعبہ حفظ میں تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ اہتمام بھی خود فرمایا۔ گویا کہ مدرسہ کے بانی اور مہتمم خود ہی تھے۔ مدرسہ کی دو شاخیں مزید بنائیں: (۱) جامعۃ الفرید للذات الاسلام، (۲) مدرسہ عربیہ حیات القرآن فاروق اعظم کالونی نارووال روڈ پسرور۔

تمام تحریک یعنی تحریک نظامِ مصطفیٰ، تحریک ختم نبوت، تحریک دفاعِ پاکستان، تحریک تحفظِ ناموس رسالت کی صفِ اول میں بھرپور مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ عمر کا بیشتر حصہ قید و بند کی صعوبتوں میں گزرا۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان سے ساری زندگی وابستگی رہی۔ اسلام زندہ باد کانفرنسز، عالمی صد سالہ اجتماع میں مالی جانی بھرپور کردار ادا کیا۔ اسلام زندہ باد کانفرنس لاہور میں بھی سو (۱۰۰) گاڑیوں پر مشتمل قافلہ کی قیادت فرما کر بنفیس نفیس شریک ہوئے۔ ساری زندگی سفید لباس (کرتہ) پہننا اور دامن بھی الحمد للہ صاف رہا جس پر اہل شہر گواہ ہے۔

## (۱۳۵۶) غلام فرید جدون ہزاروی (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء ..... وفات: ۱۸ اگست ۲۰۰۵ء)

مولانا مفتی غلام فرید جدون صوابی میں مولانا عبدالجلیل جدون کے ہاں پیدا ہوئے۔ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کے فاضل، ممتاز عالم ربانی شیخ الحدیث والفقیر تھے۔ کئی کتب بھی تصنیف کیں۔ مدرسہ فاروقیہ گوجرانوالہ کے صدر مدرس تھے۔ سیاسی وابستگی جمعیۃ علماء پاکستان نورانی گروپ سے تھی۔ ۲۰۰۲ء میں رکن پنجاب اسمبلی بھی رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں خوب متحرک رہے۔ آپ کی وفات کے بعد مدرسہ فاروقیہ گوجرانوالہ کے قریبی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔

## (۱۳۵۷) غلام فرید چشتی (کوٹ مٹھن)، حضرت خواجہ

(پیدائش: ۱۸۴۱ء ..... وفات: ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء)

کوٹ مٹھن کے معروف چشتی بزرگ، عالم، شاعر، صوفی اور باخدا انسان تھے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے اپنا اور اپنے محبوب ﷺ کے عشق کا وافر حصہ دیا تھا۔ آپ سیدنا فاروق اعظم ﷺ کی اولاد سے تھے۔ آپ کا خاندان حجاز مقدس سے سندھ ٹھٹھہ، ملتان اور پھر کوٹ مٹھن آکر آباد ہوئے۔ آپ سرائیکی زبان کے سب سے بڑے صوفی شاعر تھے۔ چشتی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت ابن عربی کے فلسفہ تصوف کے داعی تھے۔ آپ کی مجالس کے ملفوظات قلمبند کرنے کے لئے آپ کے مرید رکن الدین نے کام شروع کیا۔

اوج شریف کا ایک ملعون قادیانی غلام احمد اختر کے رکن الدین سے تعلقات تھے۔ مرزا قادیانی کی شہ پاکر غلام احمد اختر قادیانی نے رکن الدین کے ہاں آنا جانا شروع کیا۔ کبھی کبھار حضرت خواجہ غلام فرید سے مل کر مرزا قادیانی کی نسبت باتیں بھی سنانی شروع کیں۔ اسی قادیانی مردود نے ایک خط مرزا قادیانی کے نام تیار کر کے حضرت خواجہ صاحب کے دستخط کرائے۔ خط کے جواب میں یکے بعد دیگرے مرزا قادیانی نے خطوط لکھے۔ خواجہ صاحب کا خط اور مرزا قادیانی کے خطوط خواجہ صاحب کے ملفوظات میں شائع ہو گئے۔ یہ حضرت خواجہ صاحب کے وصال کے بعد شائع ہوئے۔ اب خواجہ صاحب کے گدی نشین خواجہ محمد بخش نازک نے یہ پڑھے تو انہیں نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ صاحب اور ہم مرزا قادیانی کو کافر سمجھتے ہیں۔

خواجہ ہوت محمد (شیدائی شریف)، حاجی جنودہ سیت پوری اور مولوی حامد شیدانوی جو حضرت خواجہ صاحب کے خلفاء تھے اور نیاز مند، سب نے کہا کہ مرزا قادیانی کے جب عقائد سامنے آئے تو خواجہ صاحب بر ملا فرماتے تھے کہ مرزا قادیانی کافر ہے۔ حضرت مولانا لال حسین اختر کا رسالہ ”حضرت خواجہ غلام فرید“ اور مرزا قادیانی میں یہ تفصیلات درج ہیں جو احساب قادیانیت جلد اول میں شائع شدہ ہیں۔ خود مرزا قادیانی نے بھی انجام آتھم میں پیر صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دیا کہ حضرت خواجہ صاحب مجھے کافر دجال کذاب سمجھتے ہیں۔ ماہنامہ ضیاء حرم لاہور کا تحریک ختم نبوت ۱۹۷۲ء نمبر میں قاضی محمد نوٹ منصور کے قلم سے مزید تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

## (۱۳۵۸) غلام فرید قیصرانی، حضرت مولانا

(وصال: ۲ جولائی ۲۰۱۹ء)

جامعہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد رشید مولانا غلام حسن صاحب ساکن چاہ مولوی والا نزد ٹبی قیصرانی تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کے ہاں قریباً ایک صدی قبل ایک نومولود بیٹے کا نام غلام فرید رکھا گیا۔ آگے چل کر یہ صاحبزادہ، مولانا غلام فرید قیصرانی ایک تبحر عالم دین، معروف مذہبی رہنما، حمیت و حریت اسلامی کا پیکر، اخلاص و للہیت کا مجسمہ، معقول و منقول کے نامور مدرس اور درویش منش، فرشتہ خصلت، مرد مجاہد کے حوالہ سے جانے پہچانے گئے۔ ٹبی قیصرانی کے قریب بستی لاشاری میں ملک عزیز کے نامور عالمی خطیب مولانا سید عبدالحمید ندیم کے والد گرامی حافظ سید غلام سرور شاہ صاحب پڑھاتے تھے۔ سید سرور شاہ صاحب کا گھر تو بستی کالو میں تھا لیکن وہ پڑھاتے بستی لاشاری میں تھے۔ ان کے ہاں مولانا غلام فرید صاحب نے قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا غلام فرید صاحب کے والد گرامی مولانا غلام حسن قیصرانی بستی واڑہ سہیڑ ضلع لیہ کے ایک دینی مدرسہ میں مدرس تھے۔ اس مدرسہ میں ایک اور مدرس تھے جن کا نام مولانا شیخ عبدالرحیم تھا۔ مولانا شیخ عبدالرحیم کے والد کا نام مولانا غلام رسول تھا اور یہ نو مسلم تھے۔ یہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد رشید تھے۔ ان کے صاحبزادہ مولانا شیخ عبدالرحیم صاحب بھی دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔

اپنے والد گرمی، مولانا غلام حسن قیصرانی اور مولانا شیخ عبدالرحیم صاحب کے ہاں بستی واڑہ سہیڑ میں حفظ کے بعد درجہ کتب میں مولانا غلام فرید نے داخلہ لیا۔ ان ہر دو اساتذہ سے کتب کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ عبیدیہ قدیر آباد ملتان میں داخلہ لیا۔ قاسم العلوم ملتان میں بھی آپ نے پڑھا اور ثقہ روایت کے مطابق مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے ابتدائی شاگردوں میں

آپ شامل تھے۔ ملتان قیام کے دوران حضرت امیر شریعت کی زیارت و خدمت سے بھی آپ مشرف ہوئے۔ البتہ تکمیل اپنے والد گرامی اور مولانا شیخ عبدالرحیم صاحب کے ہاں فرمائی۔ مولانا غلام فرید قیصرانی نے دورہ تفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے ہاں مخزن العلوم خان پور میں کیا۔ ان سے بیعت کا بھی شرف حاصل کیا۔

اس کے بعد اپنے مادر علمی واڑہ سیبہ میں کچھ عرصہ پڑھاتے رہے۔ بستی کو ہرزد و ہوا میں کھیتراں قبیلہ کی مسجد میں امامت و خطابت پر بھی کچھ عرصہ فائز رہے۔ اس کے بعد قیصرانی اور میانہ برادری کے اصرار پر آپ ٹبی قیصرانی میں تشریف لائے اور یہاں ایک مسجد میں مدرسہ معراج العلوم قائم کیا۔ یہ بیسویں صدی کے نصف ثانی کے اوائل کی بات ہے۔ مدرسہ معراج العلوم کا اہتمام اور مسجد کی خطابت نے آپ کے خلوص کے باعث ایسی صورت اختیار کی کہ حفظ و ناظرہ اور درجہ کتب کی تعلیم کا دیکھتے دیکھتے آغاز ہو گیا اور اس ادارہ نے پورے علاقہ میں مرکزیت حاصل کر لی۔ اس علاقہ کے سینکڑوں علماء، فضلاء اور خطباء نے ابتدائی تعلیم اور مولانا غلام فرید صاحب کی شاگردی کا اعزاز اسی ادارہ میں حاصل کیا۔

مولانا غلام فرید صاحب نے جمعیۃ علماء اسلام کے لئے اس علاقہ میں مثالی خدمات سر انجام دیں۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب قومی اسمبلی اور مولانا غلام فرید صوبائی اسمبلی کے امیدوار تھے۔ مولانا مفتی محمود قومی اسمبلی کے اس حلقہ سے بھی ممبر منتخب ہو گئے لیکن بھٹو حکومت پر دھاندلی کا الزام اس تو اتر سے لگا کہ قومی اتحاد نے صوبائی الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا۔ ورنہ مولانا غلام فرید کے صوبائی ممبر منتخب ہونے کی واضح توقع تھی۔ مولانا مفتی محمود، مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا سید نور الحسن بخاری، مولانا دوست محمد قریشی، مولانا علاؤ الدین، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر ایسے مشاہیر اس دور میں ٹبی قیصرانی آپ کی دعوت پر تشریف لائے۔

علاقہ میں بلکہ خود آپ کی برادری کے تمن سرداروں میں قادیانیت کے اثرات تھے۔ ان کے خلاف آپ اس علاقہ میں سدسکندری بن کر کھڑے ہوئے۔ آپ کی بہادری و جرأت مندی کا یہ عالم تھا کہ قبائل کے سردار ہونے کے باوجود قادیانی، مولانا غلام فرید قیصرانی کے سامنے آنے سے ہچکچانے لگے۔ ان پر ایسا ”دھن“ طاری ہوا کہ ان کی تمام رعونت زمین بوس ہو گئی اور قادیانیت و تمن داری ناک رگڑنے اور منہ کے بل زمین پر ریگنے لگی۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر صاحب اور مولانا صوفی اللہ وسایا کا آپ اپنی تحصیل میں ہفتوں ہفتوں کا تبلیغی دورہ رکھتے۔ مولانا غلام فرید کی جوانی کا عالم تھا۔ سر پر پگڑی، کندھے پر بندوق، دل میں ایمان کا نور، اس عالم میں آپ عالمانہ وقار سے اس تبلیغی قافلہ کو لے کر قریہ قریہ، شہر شہر گھومتے تو جہاں آسمانوں پر فرشتے رشک کرنے لگتے، وہاں زمین پر ابلیس خاک بسر ہو جاتا۔ واقعہ یہ ہے کہ قادیانی کفر و ارجح کے خلاف آپ نے اپنی جرأت عالمانہ سے وہ جہد مسلسل کا ریکارڈ قائم کیا کہ شاید آئندہ بھی اسے کوئی نہ توڑ سکے گا۔ قادیانی تمن دار الیکشن میں کھڑے ہوتے۔ کاغذات نامزدگی سے لے کر الیکشن مہم، بلکہ نتیجہ آنے تک آپ ساریہ کی طرح قادیانیت کا ایسا تعاقب کرتے کہ جموئے ٹو اس کی ماں کے گھر تک پہنچا کرتے۔

شیر گڑھ کی ایک مسجد میں قادیانی تمن دار کو دفن کر دیا گیا۔ علاقہ کی پوری دینی قیادت کے ہمراہ کئی ماہ تک آپ نے ایسا معرکہ حق قائم کیا کہ ”کفر ہار گیا اور اسلام جیت گیا“ آپ بہادر تھے۔ حق گو اور جرأت مند تھے۔ غیرت و اخلاص کی چلتی پھرتی تصویر

تھے۔ انتہائی سادہ اور درویش منش۔ مگر کفر کے مقابلہ میں آیتہ من آیات اللہ اور سیف من سیوف اللہ تھے۔ آپ حق کے لئے ایسے ڈٹ جاتے کہ کوہ سلیمان کو بھی آپ کے استقلال کے سامنے پسینہ آجاتا۔ آخری عمر میں فرقہ واریت اور نام نہاد عسکریت پسندی کے عفریت نے ایسا پھن پھیلا یا کہ آپ کے قریبی حلقہ کے لوگ بھی اس طغیانی میں جادہ مستقیم سے ہٹ کر حکومتی آفتوں اور بلاؤں کا شکار ہو گئے۔ ان یکے بعد دیگرے صدمات نے آپ کو زمین سے لگا دیا۔ زہے نصیب! کہ سو سال کے قریب زندگی پائی۔ اپنے ادارہ کو ایسے سینہ سے لگائے رکھا کہ آج اسی کے صحن میں پیوند خاک ہوئے۔

جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کا عاشقانہ تعلق تھا۔ جو روز بروز ترقی و وسعت کے مدارج طے کرتا گیا۔ چنیوٹ و چناب نگر و ملتان کے اہم ختم نبوت اجتماعات میں آپ صحت کے زمانہ میں شرکت سے سرفراز فرماتے۔ غائبانہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے۔ دسمبر ۲۰۱۸ء مظفر گڑھ میں جمعیۃ علماء اسلام کی میزبانی میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ ملین مارچ کی تیاری کے لئے اس علاقہ کا سفر ہوا۔ آپ کی زیارت کے لئے حاضری ہوئی۔ آپ تلاوت فرما رہے تھے۔ مرور زمانہ کے باعث نقاہت نمایاں تھی۔ آپ کا چہرہ اور وجود بقعہ نور بنے ہوئے تھے اور یہی کیفیت وصال کے بعد تھی۔ جس نے آپ کے چہرہ کی نورانیت کو دیکھا، عیش عیش کراٹھا۔

## (۱۳۵۹) غلام قادر اشرفی، مولانا

(پیدائش: ۱۰/۱۰/۱۹۰۶ء ..... وفات: ۲۶/۱۰/۱۹۷۹ء)

لالہ موسیٰ کے مولانا غلام قادر اشرفی تھے۔ زرد گیر و والا لباس پہنتے جو سکھوں کا رنگ شمار ہوتا ہے۔ یہ سکھ گاؤں کے رہنے والے تھے۔ وہی لباس، وہی طرز بود و باش جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مولوی کی بجائے گیانی بن کر قرآن و سنت کی تبلیغ گورکھی زبان میں کرتے تھے۔ بڑی ریلیں آواز تھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بڑی بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔ آپ سید محمد محدث کچھوچھی سے بیعت تھے۔

## (۱۳۶۰) غلام قادر بھیروی، مولانا

(پیدائش: ۱۸۳۵ء، بھیرہ ..... وفات: ۱۰/۱۰/۱۹۰۹ء، لاہور)

مولانا غلام قادر بھیروی کے والد کا نام غلام حیدر تھا۔ مولانا غلام قادر بھیروی نے مولانا غلام محی الدین گوی اور مولانا محمد الدین سے بھیرہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی میں مفتی صدر الدین آرزوہ (وفات: ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء) سے تکمیل کی۔ ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں لاہور اونچی مسجد بھائی گیٹ اور بیگم شاہی مسجد میں خدمات سرانجام دیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے بیعت تھے۔ ردمرزاہیت میں پنجاب میں آپ نے یہ فتویٰ جاری فرمایا کہ: ”قادیانیوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔“ بعد میں علمائے دین و مفتیان شرع متین نے اس فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت، تزویج و ناجائز اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔ مرزا قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور حکیم نور الدین نے اس کی تائید کی تو آپ نے حکیم نور الدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی بھیرہ میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کالاہور میں وصال ہوا۔ بیگم شاہی مسجد میں مدفون ہوئے۔



## (۱۴۶۱) غلام قادر چشتی امرتسری (ملتان)، جناب حکیم

(پیدائش: ۱۹۰۸ء ..... وفات: ۲۸ جولائی ۱۹۷۵ء)

حکیم غلام قادر امرتسر کے حکیم فقیر محمد چشتی کے صاحبزادہ تھے۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری کے شاگرد رشید اور خواجہ میاں علی محمد چشتی سے بیعت تھے۔ آپ امرتسر سے ”دژہ اسلام“ نامی ماہنامہ آریوں اور قادیانیوں کے خلاف شائع کرتے تھے۔ علامہ آسی سے مل کر الفقیہ امرتسر سے شائع کرتے تھے۔ جس میں رد قادیانیت پر بھی کافی مواد ہوتا تھا۔

## (۱۴۶۲) غلام قادر (خیر پور ٹامیوالی)، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۹۲۰ء ..... وفات: ۴ جولائی ۲۰۰۷ء)

حضرت مولانا مفتی قادر جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاول پور کے بانی، شیخ الحدیث، مفتی، تبحر عالم دین، نامور مذہبی شخصیت اور وفاق المدارس پاکستان کے ممتاز رہنما تھے۔

خیر پور ٹامیوالی میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ مفتی صاحب وفات کے وقت ستاسی سال کے تھے۔ آپ جامعہ خیر المدارس ملتان کے ابتدائی فضلاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے آپ ممتاز شاگرد تھے اور اپنے استاذ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کو اہتمام کا مجدد کہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا غلام قادر بھی اہتمام و انتظام کے ماہر تھے۔ مولانا خیر محمد جالندھری تبحر عالم دین اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ مولانا غلام قادر بھی ایسے ہی تھے۔ مولانا خیر محمد نے جامعہ خیر المدارس کی بنیاد رکھی اور اسے بام عروج ملا۔ مولانا مفتی غلام قادر نے جامعہ خیر العلوم کی بنیاد رکھی اور عروج کی بلندیوں پر لے گئے اور تو چھوڑیے مولانا غلام قادر، قد کاٹھ، وضع قطع، چال ڈھال میں بھی اپنے استاذ محترم کی ٹوکا پی تھے۔

مفتی غلام قادر نے جس زمانہ میں دورہ حدیث شریف کیا اس زمانہ میں ریاست بہاول پور (جس میں بہاول پور، بہاول نگر، رحیم یار خان کے اضلاع شامل تھے) میں جامعہ عباسیہ کے نام پر یونیورسٹی قائم تھی۔ اس یونیورسٹی کے تحت میں ان تینوں اضلاع میں مدارس تھے۔ جنہیں رفیق العلماء، فاضل کہا جاتا تھا۔ رفیق العلماء کو آپ ہائی سکول اور فاضل کو آپ انٹر کالج سمجھ سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں جامعہ عباسیہ اور اس کے ماتحت مدارس عربیہ کے نصاب میں دینی و دنیاوی علوم شامل تھے۔ علماء اور ٹیچر، مدرسین کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ مفتی غلام قادر نے خیر العلوم کے نام پر مدرسہ قائم کیا۔ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ترقی کی شاہراہوں پر تیز رفتاری کی دھوم مچادی۔ خیر العلوم کو ہائی سکول تک لے گئے اور اسے جامعہ عباسیہ کے ساتھ ملحق کر لیا۔ نصاب جامعہ عباسیہ کا پڑھایا جاتا۔ پنجاب یونیورسٹی میں مولوی عالم اور مولوی فاضل کی ڈگری ملتی تھی تو جامعہ عباسیہ کی ڈگری کو ثالث عالم اور ثالث فاضل کی ڈگری کہا جاتا تھا۔ ثالث فاضل پاس کرنے کے بعد طالب علم جامعہ عباسیہ میں داخل ہوتا اور دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم حاصل کرتا تو آخری علامہ کی ڈگری ملتی تھی۔ جو ایم۔ اے کے برابر ہوتی تھی۔ آپ دن بھر جامعہ عباسیہ کا نصاب پڑھاتے۔ لیکن غریب طلباء کے لئے آپ نے خیر العلوم کے تحت ہوسٹل کا فری انتظام کیا۔ ان طلباء کو سکول کے امتحان کے دنوں کے علاوہ رات کو بقیہ درس نظامی کی کتب جو جامعہ عباسیہ کے نصاب میں شامل نہ تھیں پڑھائی جاتیں۔ غرض دینی و دنیاوی

تعلیم، نصاب عباسی و درس نظامی کا آپ نے حسین امتزاج قائم کر دیا اور اسے بڑی خوبی کے ساتھ چلایا۔

مدرسہ عثمانیہ پہلی راجن میں مولانا سید محمد علی شاہ، سعید پورنہڑ والی میں مولانا سید سعید الحسن کے والد صاحب مولانا سید عبدالکریم شاہ جنہیں ”حضرت صاحب“ کہا جاتا تھا، نے بھی اور دیگر حضرات نے بھی ایسا سلسلہ نصاب قائم کیا اور غریب طلباء کے لئے فری ہوٹل کا انتظام بھی کیا ہوا تھا اور پوری ریاست میں ایسے مدارس کا جال بچھا ہوا تھا۔ لیکن دیانتداری کی بات ہے کہ سب سے زیادہ عروج و شہرت جس ادارہ کو نصیب ہوئی اور جو آج تک بھی قائم ہے وہ مولانا مفتی غلام قادر کا قائم کردہ ادارہ خیر العلوم ہے۔ تب اس زمانہ میں جامعہ عباسیہ کے تحت چلنے والے مدارس عربیہ میں دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور جامعہ عباسیہ کے فضلاء (علامہ) زیادہ تر مدرس ہوتے تھے۔

ویسے ریاست بہاول پور میں ان مدارس میں مدرس کے لئے دارالعلوم دیوبند، جامعہ امینیہ دہلی، علی گڑھ کالج، مظاہر العلوم سہارنپور، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فضلاء کو سرکاری ملازمت ملتی تھی اور ان جامعات کے فارغ التحصیل حضرات کے لئے ”فضلاء خمسہ“ کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ یعنی متذکرہ پانچ مدارس و جامعات میں سے کسی کا فارغ التحصیل ہو تو سرکاری ملازمت کا ریاست بہاول پور میں اسے اہل سمجھا جاتا تھا۔

ون یونٹ کے اختتام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ون یونٹ کے بعد جامعہ عباسیہ اور اس کے ماتحت مدارس عربیہ میں یہ نصاب رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ دینی تعلیم کی جگہ دنیاوی تعلیم کا غلبہ ہونے لگا۔ بھٹو صاحب کے عہد اقتدار میں جامعہ عباسیہ کو ختم کر کے جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کا نام دیا گیا تو ان تمام مدارس کو ڈبل اور ہائی سکول قرار دیا گیا۔ اب دینی تعلیم کی جگہ مکمل تعلیم سکولوں اور کالجوں کی ہے۔ نام اسلامیہ یونیورسٹی ہے۔ لیکن نصاب باقی یونیورسٹیوں جیسا ہے۔ بہاول پور ریاست کے نیک دل حکمرانوں کی دینی تعلیم سے متعلق تمام جدوجہد کو خاک میں ملا دیا گیا اور انگریزی تعلیم کے اونٹ نے ان مدارس کے خیموں میں مکمل جگہ پر قبضہ کر کے دینی تعلیم کو خیمہ بدر کر دیا۔

مولانا مفتی غلام قادر خیر العلوم ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ سکول مکمل طور پر قومی تحویل میں لیا گیا۔ مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائرڈ ہوئے تو خیر العلوم مدرسہ میں خالص درس نظامی کی تعلیم پر بھر پور توجہ دی۔ اب مدرسہ عربیہ خیر العلوم خیر پور ٹائمیووالی جامعہ خیر العلوم ہے۔ اس میں دورہ حدیث شریف کی تعلیم ہوتی ہے۔ مولانا مفتی غلام قادر اس کے بانی سے شیخ الحدیث کے درجہ تک فائز رہے۔ آپ کے تمام رفقاء کو تو فقیر نہیں جانتا۔ لیکن مولانا غلام سرور مرحوم، مولانا علامہ نذر محمد شاہ مرحوم ایسے حضرات سکول و مدرسہ میں آپ کے دست و بازو تھے اور غالباً یہ سب حضرات یا تو آپ کے ساتھی تھے یا شاگرد۔ غرض اپنی ٹیم بنائی اور بڑی کامیابی کے ساتھ اسے تعلیم کے میدان میں اتارا اور بڑی کامیابی سے فتوحات پر فتوحات حاصل کیں۔

مولانا مفتی غلام قادر مرحوم کی دیانتداری دیکھئے کہ خیر پور کی معروف دینی برادری جو علماء، فضلاء پر مشتمل تھی یعنی سادات ہمدانیہ ان کو نہ صرف اپنے ساتھ رکھا۔ بلکہ ہمیشہ ان کو اہتمام پر سرفراز رکھا۔ یوں ان کے تعاون و سرپرستی سے آگے بڑھتے چلے گئے اور کارواں کو منزل بمنزل کامیابی سے آگے بڑھاتے گئے۔ مولانا غلام قادر پختہ رائے رکھتے تھے۔ منتظم مزاج تھے۔ دینی و دنیاوی علوم کو جانتے پہچانتے تھے۔ بڑے سے بڑا سیاستدان اس علاقہ میں سیاسی کامیابی کے لئے مفتی صاحب کے دروازہ کا پانی بھرنے کو اپنے اوپر فرض سمجھتا۔ جسے مناسب سمجھا اس کے ساتھ تعاون کا وعدہ کر لیا۔ جس کے ساتھ ہو گئے وہ کامیاب ہو گیا۔ اس کی کامیابی مفتی صاحب کے تعاون کی مرہون منت ہوتی تو مفتی صاحب دینی و دنیاوی معاملات میں غریب رفقاء کے لئے ان کو کلمہ خیر کہتے رہتے۔ جس کی

سفارش جس سے کردی کبھی راہزیاں نہ جاتی۔ یوں مفتی صاحب کی ذات گرامی اس علاقہ کے غریب عوام کے لئے سایہ رحمت تھی۔ مجھے ذاتی طور پر خود مفتی صاحب کی شخصیت کے احترام کی بلند یوں پر جھانکنے کا موقع ملا۔

نواز شریف کے دور اقتدار میں علاقہ کے زمیندار نے میری دو گائے چوری کرائیں۔ ان دنوں بہاول پور کے معروف سیاستدان تسنیم نواز گردیزی وفاقی وزیر تھے۔ ان کا ایک عزیز رسہ گیر زمیندار کا حمایتی تھا۔ میری کوئی پیش نہ جانے دیتا۔ زمیندار نے اسے شیشہ میں اتارا ہوا تھا۔ میں جس آفیسر کو مل کر آتا اگلے دن وہ ملتا۔ تسنیم نواز کا نام استعمال کرتا اور پیش رفت کو بریک لگ جاتی۔ مجھے بھک پڑی کہ مولانا مفتی غلام قادر کے تسنیم نواز سے مراسم ہیں۔ خیر پور گیا۔ مفتی صاحب نے تسنیم نواز کو فون کیا۔ وہ بہاول پور گھر آئے ہوئے تھے۔ اگلے دن ملاقات کا وقت طے ہوا۔

مفتی صاحب بہاول پور تشریف لائے۔ مجھے ساتھ لیا اور تسنیم نواز گردیزی کے گھر گئے۔ اس کا میٹنگ ہال علاقہ بھر کے زمینداروں سے اٹا ہوا تھا۔ تسنیم نواز نے مفتی صاحب کے تشریف لانے کا سنا، باہر آ کر استقبال کیا۔ کمرہ خاص میں لے گیا۔ علیک سلیک، خیر خیریت کے تبادلہ کے بعد تشریف آوری کی وجہ دریافت کی۔ مفتی صاحب نے فقیر کا تعارف کرایا اور چوری کی تفصیلات بیان کرنے کا مجھے ارشاد فرمایا۔ میں نے تفصیل سے صورتحال عرض کی۔ اس دوران جتنا وقت بھی گزرا تسنیم نواز کے چہرے پر شکن تو درکنار انہوں نے کروٹ تک مفتی صاحب کے احترام میں نہیں بدلی۔ ان کے جس عزیز پر چور کی طرفداری کرنے کا الزام لگایا اسے بلایا اور دوحرنی تاکید کی اور کہا کہ یہ مولوی صاحب ہمارے مفتی صاحب کے تعلق دار ہیں۔ آئندہ شکایت نہ آئے۔ چور کی امداد کی بجائے چوری برآمد ہونی چاہئے اور پھر ایس۔ پی کو فون کیا کہ چوری برآمد کرائیں۔ آئندہ یہ مولوی صاحب یہ شکایت لے کر میرے پاس نہ آئیں۔

فون رکھا اور مفتی صاحب سے عرض کیا کہ اتنے کام کے لئے خود تکلیف نہ کیا کریں۔ مجھے فون کر دیا کریں یا وزنگ کارڈ دے دیا کریں۔ ان شاء اللہ! تعمیل ارشاد ہوگی اور پھر دروازہ تک چھوڑنے کے لئے آئے۔ اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سیاسی، اقتدار کے حلقوں میں آپ کا کتنا احترام تھا۔ مفتی صاحب کے مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں حضرت امیر شریعت، حضرت قاضی صاحب، حضرت جانندھری، حضرت بہاول پوری، حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت عبدالرحمن میانوی سے احترام و محبت کے تعلقات تھے۔ اپنے جامعہ کے سالانہ جلسہ پر ان حضرات کو اور ان حضرات کے پسماندگان کو ہمیشہ بلانے کی روایت پر بڑی استقامت و مداومت کے عمل کو جاری رکھا۔

۱۹۸۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شہداء مسجد لاہور کے ایک اجلاس میں وفد سمیت تشریف لائے۔ علماء کی ملکی سطح پر جب کوئی اہم میٹنگ ہوتی اس میں ان کی تشریف آوری کو ضروری سمجھا جاتا۔ جب بھی نمائندگی کی ضرورت ہوتی بہاول پور ڈویژن کے علماء کی نمائندگی ان کی شرکت کے بغیر ادھوری سمجھی جاتی۔ تنظیم اہل سنت کی مرکزی شوری کے رکن تھے۔ وفاق المدارس، خیر المدارس اور دیگر مدارس کی شوری کے رکن تھے۔ آپ کے بلا مبالغہ سینکڑوں علماء شاگرد ہوں گے۔

مائل بہ پستی متوسط قد، مائل بہ سفیدی گندی رنگ، ورنی چمڑک داڑھی، ہلکا بدن، چہرہ پر علم کی منانت، میانہ روی پر کلہ والی دستار آپ کی پہچان تھی۔ بہت ہی بخت و انسان تھے۔ مٹی کو ہاتھ ڈالتے قدرت سونا بنا دیتی۔ جہاں رہے ہمیشہ ممتاز رہے۔ ہنس کھ، معاملہ فہم طبیعت تھی۔ بات ستھری کہنے کے عادی تھے۔ دل کے صاف اور منکسر المزاج تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کو اس کے مقام کے

مطابق احترام دیتے۔ اس لئے ہر حلقہ میں ان کا احترام کیا جاتا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ بانی رہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے بڑے صاحبزادہ مولانا حافظ حبیب الرحمن جالندھری جو حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے فرزند نسبتی بھی تھے، انہوں نے بھی خیر العلوم میں آپ کے ہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔ بیعت کا تعلق غالباً حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ آپ حضرت قبلہ سید نفیس الحسنی کو اس تعلق خاطر کی بنیاد پر ہمیشہ جامعہ خیر العلوم کے سالانہ اجلاس پر دعوت دیتے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے احترام میں پیش پیش رہتے۔ جب حضرت ان کے جامعہ میں تشریف لاتے تو ان کی عید ہو جاتی۔ خوشی سے ان کے قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ ملک کے نامور مفتیان میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ فقہی جزئیات پر مکمل دسترس تھی۔ آپ کے فتاویٰ جات کو علمی اور سرکاری حلقوں میں وقیع جانا جاتا تھا۔

وہ اس دنیا سے کیا گئے عمل و فضل کا ایک روشن و درخشندہ ستارہ روپوش ہو گیا۔ اکابر کی روایات کی چلتی پھرتی تصویر آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور جامعہ باب العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار لدھیانوی نے جنازہ پڑھایا۔ تاریخ کا ایک باب سمٹ گیا۔ ان کی صالح عالم دین اولاد، سینکڑوں شاگرد، حلقہ احباب، جامعہ مسجد اور جامعہ خیر العلوم ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بہاروں کو قیامت کی صبح تک تازہ دم اور مہکتا رکھیں۔ وہاں انک علی اللہ بعزیز!

(۱۴۶۳) غلام قادر صابری کشمیری، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۰ء، کشمیر ..... وفات: ۲۴ جنوری ۲۰۰۱ء، کراچی)

ممتاز عالم دین، سابق مفتی آزاد کشمیر، تحریک آزادی کشمیر کے جیلے، تحریک ختم نبوت کے اگوان، دارالعلوم محمدیہ ماڈل کالونی ملیر کراچی کے بانی، خوبیوں والے، مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔

(۱۴۶۴) غلام قادر (مگھیانہ ضلع جھنگ)، مولانا

جھنگ مگھیانہ کے ایک درویش صفت عالم دین، بہادری و حق گوئی میں اپنی مثال آپ۔ ہمیشہ طرہ والی پگڑی اور عمدہ لباس میں نظر آتے تھے۔ مجلس احرار اسلام کے ساتھ عمر بھر وابستہ رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر سے گہرے دلی خوشگوار تعلقات تھے۔ جب تک زندہ رہے کبھی ختم نبوت کانفرنس چینیٹ میں شرکت سے ناغہ نہیں کیا۔ بہت ہی نظریاتی انسان تھے۔ بڑے حضرات کے ساتھ رہے۔ انہیں کی روایات کے امین ہو گئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

(۱۴۶۵) غلام قادر ملتانی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۶ء ..... وفات: ۲ جون ۱۹۹۵ء)

کھوکھر والا محمود کوٹ، کوٹ ادو کے مولانا غلام قادر اپنے علاقہ میں پڑھتے رہے۔ دورہ حدیث شریف ملتان سے کیا۔ پوگراں والی مسجد کچھری روڈ ملتان میں خطیب مقرر ہوئے۔ پھر ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بہادرانہ وار حصہ لیا۔ گرفتار ہوئے۔ ایک سال سزائی۔ چار ماہ قید کاٹ کر اپیل پر رہا ہوئے۔ تنظیم اہل سنت کے نامور رہنما تھے۔ حضرت لاہوری کے خلیفہ اجل تھے۔

## (۱۴۶۶) غلام قاسم خان کھیتراں (تونسہ شریف)، جناب الحاج

(وصال: ۲۰/ مئی ۲۰۱۹ء)

حضرت مکرم الحاج غلام قاسم خان کھیتراں بلوچ قبیلہ کی کھیتراں شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ لٹرا تحصیل تونسہ کے رہائشی تھے۔ پھر ڈیرہ غازی خان میں آکر آباد ہوئے۔ کاروباری شخصیت تھے۔ تیل کا کاروبار کیا۔ آپ کی دیانتداری کے باعث حق تعالیٰ نے اس میں بہت برکت دی۔ پہلے ایک آئل میکنگ خرید کیا۔ ملتان شہر شاہ وکراچی سے میکنگ کے ذریعہ آئل لاتے اور پیٹرول پمپوں کو سپلائی کرتے۔ آپ کے ایک قریبی عزیز جناب عبدالرشید خان آپ کے ساتھ شریک کاروبار تھے۔ اس زمانہ میں آپ کا کاروباری سلسلہ میں اکثر ملتان آنا جانا رہتا تھا۔ اپنی دین داری کے باعث مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر اور جامعہ قاسم العلوم پکھری روڈ ملتان میں آنا جانا شروع ہوا۔

اس زمانہ میں آپ کی بھرپور جوانی تھی۔ قد کاٹھ، صحت، خوبصورتی، وضع قطع شرعی، خاندانی وجاہت، چہرہ و بشرہ کی رونقوں سے قدرت نے وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ بہت دلکش شخصیت تھے۔ پھر جن حضرات سے رابطہ ہوا وہ بھی اپنے اپنے دائرہ عمل کے امام اور زرخاں تھے۔ ان کا اثر آپ نے ایسے طور پر قبول کیا کہ ان حضرات سے اس نیاز مندی نے محبت و خلوص قلبی کا درجہ حاصل کر لیا۔ یہی محبت آپ کو حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخوستی کے ہاں لے کر گئی۔ ان حضرات سے تعلق کے باعث اپنے صاحبزادوں کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ مولانا محمد نعیم، مولانا محمد سلیم دونوں جامعہ خیر المدارس سے فارغ التحصیل ہیں۔ جناب محمد کلیم صاحب قاری قرآن ہیں۔ آپ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام سے عملاً گہرا تعلق تھا۔ اپنی صحت کے زمانہ میں ان جماعتوں کے اعلیٰ عہدوں پر فائز بھی رہے۔ دین کا درد رکھنے والے تھے۔ ہر دینی تحریک میں نمایاں کردار کے حامل رہے۔ تمام بے دین ولادین قوتوں کے سامنے سد سکندری کا کردار ادا کیا۔ آپ کا تبلیغی جماعت سے بھی تعلق رہا۔ اس کے نظم میں شریک ہو کر اپنے قلب و جگر کو بالیدگی بخشے رہے۔ آپ کے کاروبار نے وسعت اختیار کی تو عمدہ رہائش گاہ، پلاسٹ، اپنے صاحبزادوں کی رہائش گاہوں کی تعمیر اور پھر تیل کے کاروبار کو وسعت دی۔ خود بھی پیٹرول پمپ لگوا یا۔

یوں زندگی بھر رزق حلال سے اپنی اولاد کے لئے وسعتوں کے سامان کرتے، دینی اداروں و دینی مدارس کی بھی بھرپور خدمت کرتے رہے۔ بیٹے عالم بنے تو ان کو بھٹے کا لونی میں مدرسہ قائم کر دیا۔ غرض آپ کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی اور آپ کی یہ تمام جدوجہد شرعی حدود کی پابند اور شرعی احکامات کی بجا آوری سے عبارت تھی۔ آپ آخر وقت تک متحرک رہے۔ آپ کی جوانی کے زمانہ سے فقیر کا ان سے نیاز مندی کا تعلق تھا۔ وہ ہمارے بزرگوں کے ساتھی تھے اور ہمارے لئے یادگار شخصیت کے مالک تھے۔ چار سال قبل فقیر کا ایک جمعہ حضرت پیر طریقت مولانا رشید احمد شاہ جمالی کے مدرسہ میں تھا۔ اس موقع پر آپ تشریف لائے۔ بیان سنا۔ دعائیں دیں۔ مجلس کے کام کا حال پوچھا تو انگ، انگ، بال بال شگفتہ ہو گیا۔ بہت ہی دعاؤں سے نوازا اور فقیر کی آنکھوں کے سامنے گزشتہ نصف صدی کے ان سے وابستہ واقعات گھومنے لگے۔ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ بمطابق مئی ۲۰۱۹ء میں آپ کا وصال

ہوا۔ ملتان کے ممتاز عالم دین جامعہ عمر بن خطاب کے مہتمم تبلیغی جماعت کے معروف رہنما حضرت مولانا کریم بخش نے ریلوے پٹی عثمانیہ جنازہ گاہ میں آپ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور پھر قریبی قبرستان میں سپرد خاک کیا۔ گرمی، روزہ اور شوگر کے باعث کمزوری کی وجہ سے حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری کو سفر کی ہمت نہ ہوئی۔ فقیر راقم گھر پر تھا۔ اب عید کے چار ہفتہ بعد ان کے وصال کی خبر سنی تو دل موسوس کر رہ گیا۔ پرانے بادہ خوار اٹھتے جا رہے ہیں۔ وہ جن روایات کے امین تھے وہ بھی عنقاء ہو رہی ہیں۔ آخر قیامت نے آنا ہے۔ ان کا وصال بھی ہم مسکینوں کے لئے قیامت سے کم نہیں۔

## (۱۳۶۷) غلام گیلانی (شمس آباد)، مولانا قاضی

(وفات: ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۵ء)

مولانا قاضی غلام گیلانی شمس آباد ضلع ایک کے صوفی نادر دین کے صاحبزادے تھے۔ یہ خاندان حضرت خواجہ گیسو دراز سے منسوب ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ جنگ باز، حضرت سید احمد شہید کے ساتھ سرحد میں آئے۔ جو بالاکوٹ کے معرکہ کے بعد تربیلا ضلع ہزارہ موضع نثارچی میں رہ گئے۔ پھر وہاں سے مردان چلے گئے۔ پھر شمس آباد آ کر قیام پذیر ہوئے۔ قاضی غلام گیلانی کی ولادت جنگ باز کے صاحبزادہ نادر دین کے ہاں ۱۲۸۵ھ بمطابق ۱۸۶۸ء کو ہوئی۔

آپ نے دینی تعلیم چچھ کے معروف عالم مولانا سید رسول کے پاس حاصل کی۔ تکمیل کے لئے آپ رامپور گئے۔ مولانا منور علی رامپوری سے آپ نے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی اور پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں پڑھانا شروع کیا۔ حضرت مولانا سید احمد شہید کے خلیفہ مولانا کرامت علی رامپوری کی ترغیب پر بنگال چلے گئے۔ رابع صدی سے زائد عرصہ آپ نے بنگال میں خدمات دینیہ سرانجام دیں۔ پھر واپس اپنے علاقہ شمس آباد ضلع ایک آ گئے۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان میں سے تین رد قادیانیت پر بھی ہیں۔

۱..... ”تیغ غلام گیلانی برگردن مرزا قادیانی“

۲..... ”جواب حقانی در رد بنگالی قادیانی“

۳..... ”جواب معقول در رد قادیانی مجہول بطریق المنطق والمعقول“

یہ کتابیں بنگال قیام کے دوران لکھی گئیں۔ وہاں آپ نے قادیانیت کے خلاف معرکہ حق و باطل قائم رکھا۔ اسی طرح علاقہ چچھ میں ۱۹۲۴ء میں ایک بد بخت قادیانی ہو گیا تھا۔ حضرت قاضی غلام گیلانی صاحب نے چچھ کے علماء کے ساتھ مل کر اس پر اتر داکا حکم لگایا۔ وطن سے بدر کیا۔ چنانچہ ایران میں اس کی موت ہوئی۔

حضرت مولانا قاضی غلام گیلانی صاحب، حضرت خواجہ محمد سراج الدین موسیٰ زئی شریف والوں سے مجاز تھے۔ مولانا حسین علی واں پچھراں والوں کے پیر بھائی تھے۔ مولانا حسین علی جب چچھ کے دورہ پر آتے تو شمس آباد میں قاضی غلام گیلانی کے ہاں قیام کرتے۔ یوں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان (م: ۱۹۴۱ء) کے آپ ہم عصر اور پیر بھائی بھی ہوئے۔ مولانا اپنی تصانیف میں جگہ جگہ مولانا احمد رضا خان کا بہت احترام سے نام لکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں دیوبندی، بریلی تنازعہ نے موجودہ صورت اختیار نہ کی تھی۔ علمی اختلاف تھا اور بس!

آپ کے رد قادیانیت پر رسائل کی تعداد تین ہے۔ ان میں سے دو رسائل احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل اشاعت ہیں: ..... ”تبغ غلام گیلانی برگردن قادیانی“ سب سے پہلا ایڈیشن مطبع اہل سنت بریلی انڈیا سے شائع ہوا۔ بڑے سائز کے ایک سو بیالیس صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کا ہمیں فوٹو حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی نے ارسال فرمایا تھا۔ اندازہ ہے کہ اس کتاب کو چھپے سو سال کا عرصہ بیت گیا۔ اب قریباً ایک صدی بعد اسے دوبارہ شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔ الحمد للہ!

۲..... ”جوابِ حقانی در ردِ بنگالی قادیانی“ یہ بھی قاضی غلام گیلانی کی تالیف لطیف ہے۔ پہلے ایڈیشن کے ۱۱۸ صفحات تھے۔ اس کا فوٹو حضرت قاضی زاہد الحسینی نے اپنی حیات میں دفتر ملتان کی لائبریری کے لئے ارسال فرمایا تھا۔ فوٹو سے فوٹو لے کر کام چلایا اور توفیق ایزدی سے معرکہ سر کر لیا۔ الحمد للہ تعالیٰ!

آپ کا تیسرا رسالہ ”بیان مقبول در رد قادیانی مجہول“ یہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۷ میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

### غلام مجتبیٰ، جناب (۱۴۶۸)

ماہنامہ ”البلاغ“ کراچی اپریل ۱۹۷۳ء میں جناب غلام مجتبیٰ صاحب کا مضمون چھپا تھا۔ عنوان: ”مرزا قادیانی کی یہودیوں کے لئے ایک عظیم خدمت“ تھا۔ بہت ہی مدلل اور سنجیدہ مضمون تھا۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے صدیقی ٹرسٹ کراچی نے علیحدہ پمفلٹ میں شائع کیا۔

### غلام مجدد سرہندی، مولانا (۱۴۶۹)

(پیدائش: ۱۸۸۳ء، سرہند ..... وفات: ۷ جنوری ۱۹۵۸ء)

آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے ملتا ہے۔ تحریک پاکستان میں نمایاں حصہ لیا۔ نامور عالم دین تھے۔ مولانا محمد علی جوہر پر کراچی میں جو مقدمہ بغاوت چلا اس میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ قادیانی فتنہ کی فتنہ سامانیوں سے براہ امت کو باخبر رکھا۔ آپ کا مزار شیاری حیدر آباد سندھ میں ہے۔

### غلام محمد احرار (حافظ آباد)، جناب حکیم (۱۴۷۰)

(وفات: ۱۳ جنوری ۱۹۷۰ء)

حافظ آباد میں احرار کے دیرینہ کارکن، مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدیدار، دارالمطالعہ ختم نبوت کے نگران، آزادی وطن اور اشاعت دین کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔

### غلام محمد (احمد پور شرقیہ)، جناب سید (۱۴۷۱)

”مجموعہ کفریات مرزا غلام احمد قادیانی و احکام مرتبہ قرآن رحمانی و ربانی“ اس کے مؤلف سید محمد غلام خلیفہ شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ یہ صاحب احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور کے مقیم تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی سے مراد حضرت بغدادی نہیں بلکہ اوج شریف کے ان کے

ہنام کوئی بزرگ مراد ہیں۔ صادق الانوار بہاول پور مطبع سے اولاً یہ شائع ہوا۔ اب یہ احتساب قادیانیت ج ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۳۷۲) غلام محمد (انگہ)، جناب کپتان

(وفات: جون ۱۹۷۷ء)

مجلس احرار اسلام کے دو کپتان حضرات کا نام غلام محمد تھا۔ دونوں بہادر، دونوں زیرک تھے۔ دونوں جفاکش اور مخلص تھے۔ ایک کپتان غلام محمد چکڑالہ کے تھے جو نعت خواں بھی تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے حضرت امیر شریعت کی آخری دنوں ہسپتال میں خدمت کی سعادت بھی حاصل کی۔

دوسرے کپتان انگہ کے غلام محمد تھے۔ آپ بھی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے قائم کردہ مسجد مدرسہ جاہدہ کے قائم کرنے میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے خدمات سرانجام دیں۔ خوب مجاہد و رکرتھے۔ حق تعالیٰ ان کی خدمات تحفظ ختم نبوت و آزادی وطن کو قبول فرمائیں۔

## (۱۳۷۳) غلام محمد بگوی (خطیب شاہی مسجد لاہور)، مولانا

مولانا غلام محمد بگوی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”جس شخص کے ایسے عقیدے ہوں وہ گمراہ ہے۔ اس قسم کے عقیدے پہلے کبھی سننے میں نہ آئے تھے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے عقائد و اقوال سے بچیں اور شریعت حقہ کی پیروی کا التزام کریں۔“

## (۱۳۷۴) غلام محمد جالندھری مہاجر مدنی، مولانا حافظ

(ولادت: ۱۹۲۰ء ..... وفات: اپریل ۱۹۹۷ء)

آپ ضلع جالندھری میں نور محمد آرائیں مرحوم کے ہاں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنی سے کتب حدیث پڑھ کر کسب فیض کیا۔ حضرت لاہوری سے دورہ تفسیر پڑھا اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت کا تعلق قائم کیا۔ قیام پاکستان کے بعد کوہسار مری میں تعلیم قرآن پاک کی خدمت میں مصروف ہوئے اور علاقہ بھر کے لوگوں کے دلوں کو قرآن پاک سے منور فرمایا۔ نڈر، بے باک، حق گو شخصیت کے مالک تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک ختم نبوت میں خوب متحرک رہے۔ بالخصوص تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے تمیں سے زائد ج کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ منورہ ہجرت کر کے زندگی کا لہجہ مسجد نبوی کی صف اول کی نمازوں سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ رمضان المبارک میں علیل ہوئے اور ذی الحجہ میں حج کے دوران مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ مسجد نبوی میں حجاج کرام کے جم غفیر نے نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں تدفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ زہے نصیب!

## (۱۳۷۵) غلام محمد (چوٹی زرین)، مولانا

(وفات: جون ۱۹۸۸ء)

جمعیۃ علماء اسلام ڈیرہ غازی خان کے امیر، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے مایہ ناز شاگرد، انتہائی وجیہ و خوبصورت بہادر عالم دین، عقیدہ ختم نبوت اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ہر وقت دل و جان سے مستعد تھے۔



## (۱۳۷۶) غلام محمد دین پوری، حضرت مولانا خلیفہ

(پیدائش: ۱۸۳۵ء ..... وفات: ۲۴/ مارچ ۱۹۳۶ء)

امام العارفین حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوری بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا خاندان اصلاً جھنگ سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر ریاست بہاول پور (دین پور) میں تشریف لائے۔ حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوری، سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچوٹڈی شریف کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت میاں غلام محمد صاحب کے تعارف کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ میاں عبدالہادی دین پوری کے والد گرامی اور حضرت شیخ انیسیر مولانا احمد علی لاہوری کے مرشد گرامی تھے۔ حضرت میاں غلام محمد صاحب دین پوری نے آزادی وطن کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور قید و بند کی صعوبتوں کو بھی برداشت کیا۔ میاں غلام محمد صاحب دین پوری کی سوانح حیات ”ید بیضاء“ کے نام سے دین پور خانقاہ عالیہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کی اشاعت ۲۰۱۳ء کے ص ۲۰۸، ۲۰۹ پر قادیانیت کے خلاف مقدمہ بہاول پور کے سلسلہ میں یہ اقتباس ایمان افروز ہے۔

”ابتداء میں مرزائیت نے مشرقی پنجاب میں جنم لیا اور وہیں نشوونما پائی۔ پنجاب کے علماء نے اس فتنہ کی سرکوبی کرنی چاہی تو سرکار انگریز نے اس کو اپنی امان میں لے لیا۔ یوں یہ انگریزی حکومت کا خود کا شتہ پودا اس کی نگرانی میں پھلتا پھولتا رہا۔ ادھر علماء اور صوفیاء اس کا تعاقب کرتے رہے۔ حضرت دین پوری نے بھی پنجاب کی جماعت کو اس مفسدہ سے خبردار کر دیا تھا اور دشمنان ختم رسالت ﷺ کے خلاف اپنی توجہات مبذول فرمائی تھیں۔ پنجاب کے آخری سفر میں مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، حضرت سے ملے تو آپ نے ان کو اس طرف خاص توجہ دلائی۔ جب مولانا مرحوم آپ کی مجلس سے اٹھ کر گئے تو اپنے ساتھی سے فرمایا کہ حضرت بہت ضعیف ہو گئے ہیں اور سفر کے قابل نہیں ہیں۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ میں آپ کو قادیان لے جاؤں اور ان لوگوں سے کہوں کہ ہمارے آخری نبی ﷺ کے ایک امتی غلام کو دیکھو اور اپنے نبی کو بھی دیکھو۔ کیا عجب وہ لوگ حضرت کا چہرہ انور ہی دیکھ کر مسلمان ہو جاتے۔

حضرت کی عمر آخری زمانہ تھا کہ ۱۹۳۲ء میں مرزائیت کے خلاف بہاول پور میں ایک مقدمہ مسلم عوام کی توجہ کار مرکز بن گیا۔ یہ ایک تینخ نکاح کا پرانا مقدمہ تھا جو ابتداء میں بہاول پور کی مختلف چھوٹی عدالتوں میں چلتا رہا تھا اور اب بڑی عدالت میں زہر سماعت تھا۔ مدعیہ مسلمان تھی اور مدعا علیہ مرتد مرزائی تھا۔ مقدمہ نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ فریقین کو اپنے اپنے مذہب کی حقانیت عدالت میں ثابت کرنے کو کہا گیا تھا۔ اس جگہ یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگرچہ یہ مقدمہ عرصہ ۷ سال سے چل رہا تھا اور مدعا علیہ فخر و مباہات کے طور پر علانیہ کہا کرتا تھا کہ قادیان کا خزانہ اور منظم جماعت اس کی پشت پر ہے۔ مگر مسلمانوں نے ہمیشہ اس کو شخصی مقدمہ سمجھے رکھا اور مدعیہ کی مالی امداد میں کبھی کوئی حصہ نہ لیا۔ عدالت کے اس حکم کے بعد مسلمانان بہاول پور میں قدرتا یہ احساس پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدعیہ کا افلاس اور اس کی ناداری اس کی شہادت شرعی پیش کرنے سے قاصر رکھے۔ (رپورٹ مقدمہ بہاول پور)

حضرت کو جب مقدمہ کی نوعیت و اصلیت کا پتہ چلا تو آپ سخت بے چین ہوئے۔ جماعت کو دامے درمے قدمے سنے اس مقدمہ میں دلچسپی لینے کی تاکید فرمائی۔ علماء ہند خصوصاً حضرت انور شاہ کشمیری کو توجہ دلائی کہ آپ بہاول پور شہادت کے لئے ضرور تشریف لائیں۔ اسی طرح خود بھی بہاول پور تشریف لے گئے اور تافیصلہ مقدمہ وہاں میر سراج الدین مرحوم کی کوٹھی پر قیام فرما رہے۔ حضرت اپنی

زندگی میں پہلے کبھی کسی عدالت میں نہیں گئے تھے۔ (نہ مدعی بن کر نہ مدعا علیہ بن کر) مگر اس مقدمہ میں باوجود ضعف کبرسنی اور جسمانی عوارض کے روزانہ پیشی پر عدالت میں تشریف لے جاتے تھے اور تا برخواست عدالت کمرہ عدالت میں موجود رہتے تھے۔ آپ کے تصرف باطنی سے جج محمد اکبر خان مرحوم اکثر حضرت کے چہرہ انور کو تکتا رہتا اور روتا رہتا۔ اس پر مرزائیوں کے وکلاء نے کئی بار اعتراض کیا اور مرزائی پریس نے خوب واویلا کیا کہ جج صاحب حضرت دین پوری کا عقیدت مند ہے اور آپ کمرہ عدالت میں اس پر باطنی تصرف فرما ہوتے ہیں۔ لہذا ان کو عدالت میں نہ بیٹھنے دیا جائے۔ اس کے علاوہ سرکار ہند انگریز سے بھی مداخلت کی اپیلیں کی گئیں۔

چنانچہ مقدمہ میں مسلمانوں کو شاندار فتح ہوئی۔ دشمنان ختم رسالت کو منہ کی کھانی پڑی۔ یہ پہلا باقاعدہ عدالتی فیصلہ تھا جس میں ایک عدالت عالیہ نے منکرین ختم نبوت ﷺ کو مرتد اور خارج از اسلام لکھا تھا۔ یہ عدالتی فیصلہ تاریخ ختم نبوت میں ایک زریں اور یادگار فیصلہ ہے اور یقیناً ملت اسلامیہ کی اس شاندار فتح کے درپردہ حضرت کی توجہات باطنی اور عملی سرگرمیوں کا بڑا حصہ تھا۔“

### (۱۴۷۷) غلام محمد (ڈیرہ غازی خان)، مولانا

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مدرسہ قاسم العلوم، مسجد پیارے والی، کمپنی باغ ڈیرہ غازی خان کے بانی و مہتمم حضرت مولانا غلام محمد عالم باعمل سراپا اخلاص، سراپا علم و فضل شخصیت تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ غازی خان کے لئے راس المال کا درجہ رکھتے تھے۔ عالمی مجلس کے ہر مرکزی پروگرام میں شمولیت سے سرفراز فرماتے تھے۔ نظریاتی اور بہت پکے نظریاتی انسان تھے۔

### (۱۴۷۸) غلام محمد ریحان (کھر وڑپکا)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۴۳ء ..... وفات: ۲۷ جنوری ۲۰۱۸ء)

حضرت مولانا غلام محمد ریحان کھر وڑپکا والے جب سن شعور کو پہنچے تو حضرت مولانا قاری امیر الدین پانی پتی کے پاس مدرسہ حفظ القرآن کھر وڑپکا میں تعلیم کا آغاز کیا۔ قرآن مجید اور درس نظامی کی تمام کتب آپ نے یہاں پڑھیں۔ ۱۹۶۶ء میں دورہ حدیث شریف جامعہ قاسم العلوم ملتان سے کیا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود کے آپ خصوصی اور منظور نظر شاگردوں میں شامل تھے۔ چک رمدا صلح سرگودھا کے حضرت مولانا فضل الہی بھی آپ کے دورہ حدیث کے ساتھیوں میں سے تھے۔ مولانا غلام محمد نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے استاذ محترم حضرت مولانا قاری امیر الدین کے ساتھ قرآن مجید اور درجہ کتب میں پڑھانا شروع کیا۔ حضرت قاری امیر الدین کے وصال کے بعد شاہانی مسجد میں مدرسہ اشاعت القرآن قائم کرنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ پھر زندگی بھر یہاں سے آپ نے پڑھانے کا تعلق قائم رکھا۔ حضرت مولانا غلام محمد نے دورہ تفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخوasti خانپور اور شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان راوہلپنڈی سے پڑھا۔

۱۹۶۷ء سے چوک بخاری مسجد تالاب میں آپ نے امامت و خطابت، درس و تدریس کے سلسلہ کا آغاز کیا۔ نصف صدی

تک بڑی استقامت اور مستقل مزاجی سے فی سبیل اللہ یہاں خدمات سرانجام دیں۔

آپ کی زندگی کے اہم واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ نے زمانہ طالب علمی میں ایک سانپ کو مار دیا تھا۔ تو جنات آپ کو اٹھا کر لے گئے۔ چار روز آپ کے استاذ قاری امیر الدین پانی پتی اور گھر والے پریشان رہے۔ سرے سے کسی کو معلوم ہی نہ تھا کہ کیا ہوا۔ جب چار روز کے بعد آپ گرد آلود حالت میں گھر لوٹے تو اعزہ کی جان میں جان آئی۔ پوچھنے پر بتایا کہ ایک سانپ مارا تھا۔ چند آدمی آئے اور مجھے اٹھا کر لے گئے۔ وہ انسانی شکل میں جنات تھے۔ مجھے لے جا کر اس گروہ کے رئیس کے پاس پیش کر دیا اور دعویٰ دائر کیا کہ اس نے ہمارے فلاں صاحب کو قتل کر دیا ہے۔ جنات کا وہ رئیس صاحب علم تھا۔ انہوں نے آپ کی شکل و شبہات سے اندازہ کر لیا یہ دین کا طالب علم ہے۔ تفصیلات سن کر اسے معلوم ہوا کہ یہ قاری امیر الدین پانی پتی کا شاگرد ہے۔ تو اس جنات کے رئیس نے قرآن مجید مختلف مقامات سے سنا۔ بالخصوص سورۃ الجن بھی سنی۔ اس کے بعد کبھی پر گفتگو شروع ہوئی کہ آپ نے فلاں جن کو مارا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سانپ کو مارا ہے۔ اس نے شکل تبدیل کی ہوئی تھی تو مجھے کیا معلوم کہ یہ جن ہے؟ میں نے ایک موذی جانور سمجھ کر مارا ہے۔ رئیس نے جنات سے پوچھا کہ کیا مرنے والے نے اس وقت سانپ کی شکل اختیار کر رکھی تھی؟ مدعیان نے تسلیم کیا کہ ایسے ہی تھا۔ رئیس نے فیصلہ دیا کہ یہ بے قصور ہیں۔ یوں آپ کو جنات سے رہائی ملی اور دو جنات انسانی شکل میں بحفاظت آپ کو نہر کے کنارے چھوڑ گئے۔

مولانا غلام محمد صاحب عزیمت لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے فراغت کے بعد قریباً نصف صدی سے بھی زیادہ استقامت و استقلال، دل جمعی و جگر کاوی سے ترویج اشاعت اسلام کے لئے بے لوث خدمات سر انجام دیں۔ آپ کا تعلق جمعیت علماء اسلام سے تادم زیت رہا۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں حضرت مولانا صوفی یار محمد اور جناب غلام محمد عباسی صاحب کے لئے بھرپور اور جانکامل محنت کی۔ آپ کافی عرصہ سے مجلس تحفظ ختم نبوت کھروڑپکا کے امیر تھے۔ آپ کی ہر دعویٰ شخصیت سے اہل علاقہ فیض یاب ہوئے۔ آپ نے تمام دینی تحریکوں میں بڑی جرأت و بہادری سے قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کی ذات گرامی سے علماء کا وقار قائم تھا۔ وصال مبارک کے بعد جیب سے جو پرس برآمد ہوا، اس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ممبر سازی اور تاحیات رکنیت کی دو رسیدیں برآمد ہوئیں۔ حجر کعبہ اور غلاف کعبہ کے چھوٹے چھوٹے نفیس ٹکڑے بھی ساتھ تھے۔ ان کے ساتھ ایک تحریر موجود تھی کہ ”میرے مرنے کے بعد ختم نبوت کی یہ دو رسیدیں میرے کفن کے اندر سینہ پر رکھیں مہربانی ہوگی: غلام محمد ربیعان“

علماء کرام سے مسئلہ پوچھنے کے بعد ان کی وصیت کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ ہائی سکول کے وسیع گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پورا گراؤنڈ، گرد و نواح کی سڑکیں حتیٰ کہ محلہ میں بھی صفیں ہی صفیں تھیں۔ کثرت کے ساتھ خلق خدا کا جنازہ میں اڑدھام آپ کی عند اللہ مقبولیت و محبوبیت کی علامت سمجھا گیا۔ شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم مولانا منیر احمد منور نے جنازہ پڑھایا۔ دور دور سے اہل علم آپ کے جنازہ میں والہانہ شریک ہوئے۔

آپ کا بیعت کا تعلق خانقاہ دین پور شریف کے حضرت ثانی، قطب الارشاد میاں عبدالہادی سے تھا۔ غرض ظاہری و باطنی علوم کے آپ شناور تھے۔ بڑی صاحب نسبت شخصیات کی نسبتوں کے آپ امین تھے۔ اس پر ایک دنیا شاہد عدل ہے۔ کہ جو کچھ اپنے بزرگوں سے پڑھا اسے آگے پہنچا دیا۔ آپ کی وفات سے ایک مجاہد عالم دین سے دنیا محروم ہوگی۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات کو جنت میں بلند سے بلند تر فرمائیں۔ آمین!

## (۱۳۷۹) غلام محمد شوخ بٹالوی، جناب میاں

جناب ایم غلام محمد شوخ بٹالوی ساکن مررڑ روڈی والا چک نمبر ۴۱ ڈاکخانہ خاص تحصیل ضلع شیخوپورہ (حال ضلع سانگلہ ہل) تھے۔ انہوں نے دو رسالے:

۱..... ”میاں ناصر احمد خلیفہ ثالث مرزائے قادیانی پر چند سوال (حصہ اول)“

۲..... ”میاں ناصر احمد خلیفہ ثالث مرزائے قادیانی پر چند سوال (حصہ دوم)“

ان کے مرتب کردہ ہیں۔ پہلا حصہ اکتوبر ۱۹۶۷ء میں اور دوسرا حصہ ستمبر ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئے۔ مرزا قادیانی کی کتب کے مطالعہ سے جو اشکالات وارد ہوتے تھے وہ مرزا ناصر کو لکھ کر بھیجے۔ مگر مرزا ناصر کی بولتی بند ہو گئی۔ متضاد حوالہ جات کی وہ کیا توجیہ کرتا۔ مثلاً مرزا قادیانی نے کہا کہ ”حضور ﷺ کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔“ کچھ عرصہ بعد خود کہا کہ: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔“ اب دونوں عبارتیں مرزا قادیانی کی ہیں۔ مرزا ناصر کیا جواب دیتا؟

۳..... ”ختم نبوت بجواب خاتم النبیین نمبر مرزا سیہ“ ۱۹۵۲ء میں قادیانیوں نے الفضل کا نمبر ”خاتم النبیین“ کے نام سے شائع کیا جو دجل و دھوکہ دہی کا مرتق تھا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر، یادگار اسلام حضرت مولانا محمد نافع جامعہ محمدی شریف نے اس کے جوابات تحریر فرمائے۔ ایم غلام محمد شوخ بٹالوی نے بھی قادیانی نمبر کا جواب تحریر فرمایا۔ جس کا نام تھا: ”ختم نبوت بجواب خاتم النبیین نمبر مرزا سیہ“

۴..... قادیانیوں نے ”احمدیت کا پیغام“ رسالہ شائع کیا۔ جناب ایم غلام محمد شوخ بٹالوی نے ”مصفیٰ کلام“ کے نام سے اس کا جواب تحریر کیا۔ یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۹ میں شائع ہو گئے ہیں۔

غلام محمد شوخ بٹالوی کے صرف چار رسائل میسر آئے۔ ورنہ آخری رسالہ پر سلسلہ اشاعت نمبر: ۱۱ درج ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے اور بھی یقینی طور پر رسائل تھے۔ جن تک ہماری رسائی نہیں ہوئی۔ چلو جتنے ہو گئے الحمد للہ! باقی کی اللہ تعالیٰ کسی اور کو توفیق بخشیں گے کہ وہ جمع کر دیں۔ و ما ذالک علیہ اللہ بعزیز!

## (۱۳۸۰) غلام محمد عباس بہاول پوری، علامہ مولانا

(وفات: مارچ ۱۹۸۹ء)

بہاول پور کے بزرگ عالم دین مولانا محمد صادق بہاول پور کے فرزند ارجمند تھے۔ جامعہ عباسیہ بہاول پور کے علامہ تھے۔ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد انہیں وراثت میں ملی تھی۔ خوبیوں اور اعلیٰ روایات کے امین تھے۔

## (۱۳۸۱) غلام محمد فیصل آبادی، مولانا

مولانا غلام محمد ۱۹۲۳ء کو جناب محمد دین کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں ٹڈل کا امتحان پاس کیا۔ ضلع جالندھر میں چوہڑ والوں کے مولانا قمر الدین تھے جو حضرت شیخ الہند محمود حسن کے شاگرد تھے۔ ان کے پاس ابتدائی درس نظامی کی کتب پڑھیں۔ پھر خیر المدارس جالندھر میں پانچ سال تک پڑھتے رہے۔

دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ مولانا قمر الدین فیروز پوری، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد عبداللہ رائے پوری، مولانا مشتاق احمد ہوشیار پوری، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا اعجاز علی، مولانا سید فخر الحسن، مولانا عبدالخالق (صدر کبیر والا)، مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)، مولانا عبدالشکور دیوبندی، مولانا نافع گل پشاوری آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد خیر المدارس میں حضرت مولانا خیر محمد کے حکم پر تدریس شروع کی۔ پھر مولانا فضل احمد رائے پوری کے حکم پر مدرسہ اشرف المدارس گردونانک پورہ فیصل آباد میں پڑھانا شروع کیا اور تادم والہی بیہیں پر رہے۔

مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ پھر حضرت مولانا عبدالعزیز گیارہ چک والوں سے تعلق تصوف قائم فرمایا۔ آپ مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے طلباء کے امتحان کے لئے تشریف لاتے تھے۔ بہت ہی عالم باعمل تھے۔ عقیدہ ختم نبوت پر دل و جان سے عاشقانہ تعلق رکھتے تھے۔

## (۱۲۸۲) غلام محمد گھوٹوی (شیخ الجامعہ بہاول پور)، مولانا

(پیدائش: جنوری ۱۸۸۶ء ..... وفات: ۸ مارچ ۱۹۴۸ء)

مولانا غلام محمد گھوٹوی گجرات میں پیدا ہوئے۔ فارسی، ابتدائی صرف نحو مولانا محمد چراغ چکوڑی ضلع گجرات سے پڑھی۔ پھر مولانا جمال الدین ساکن گھوٹ ملتان، مولانا غلام حسین تلمیری مظفر گڑھ، مولانا نور الزمان ساکن پچی انک اور جامعہ نعمانیہ لاہور میں پڑھتے رہے۔ مولانا فضل حق رامپوری، مولانا احمد حسن رامپوری سے پڑھتے رہے۔ دورہ حدیث شریف مولانا نوازیر حسن رامپوری سے کیا۔ برصغیر کے نامور پیر طریقت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے بیعت ہوئے۔ آپ جامعہ عباسیہ بہاول پور کے شیخ الجامعہ رہے۔ اس زمانہ میں بہاول پور میں قادیانیوں کے خلاف کیس چلا، جس میں مولانا ابوالقاسم کولوتارڑوی، مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا نجم الحسن، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا عبدالشکور لکھنوی تشریف لائے۔ یہ سب اہتمام مولانا غلام محمد اور مولانا محمد صادق بہاول پور نے کیا تھا جو مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد اور دیوبند کے فاضل تھے۔ ۱۹۲۴ء میں ہریا گجرات میں مناظرہ ہوا۔ قادیانیوں کے مقابلہ میں اہل اسلام کے صدر مولانا غلام محمد گھوٹوی تھے۔ بہت ہی قد کاٹھ کے فاضل، بسطۃ فی العلم و الجسم کے مصداق عالم تھے۔

## (۱۲۸۳) غلام محمود (اسلام آباد)، مولانا

(وفات: ۸ مارچ ۲۰۰۰ء)

آپ مٹھوانہ ضلع خوشاب کے رہائشی تھے۔ نامور مخلص عالم دین تھے۔ جی۔ ۷ اسلام آباد جامع مسجد معاویہ کے خطیب تھے۔ کالعدم سپاہ صحابہ اسلام آباد کے سرپرست تھے۔ لیکن بہت صالح طبیعت پائی تھی۔ ختم نبوت کے کام سے ایمانی محبت فرماتے تھے اور پیش پیش رہتے تھے۔ سپاہی ہونے کے باوجود شریف النفس، امن پسند، صلح جو طبیعت پائی تھی شرافت کا بیکر تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

## (۱۴۸۴) غلام محی الدین (کراچی)، جناب مفتی

(ولادت: ۱۹۲۲ء ..... وفات: ۱۹۸۷ء)

مفتی غلام محی الدین نعیمی، مولانا غلام احمد فریدی کے گھر قصبہ شوق مراد آباد انڈیا میں پیدا ہوئے۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی تشریف لائے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے پوسٹر شائع کئے اور گرفتار بھی ہوئے۔ شاہ فیصل کالونی میں قادیانیوں نے اپنی تبلیغ شروع کی تو آپ نے ان کو دعوت مناظرہ دی۔ مگر وہ مقابلے میں نہ آئے۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی سے بیعت کی۔ شارح فیصل کالونی میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

## (۱۴۸۵) غلام محی الدین گولڑوی، پیرسید

(پیدائش: دسمبر ۱۸۹۱ء ..... وفات: ۲۲ جون ۱۹۷۴ء)

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے اکلوتے صاحبزادہ حضرت پیر غلام محی الدین گولڑوی المعروف بابو جی تھے۔ قاری عبدالرحمن جوہوری سے قرآن مجید قرأت سے پڑھا۔ اپنے والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ غوثیہ گولڑہ شریف میں مولانا محمد غازی سے مروجہ علوم پڑھے۔ اپنے والد گرامی سے بیعت ہوئے اور تصوف کی تکمیل پر خلافت سے سرفراز ہوئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے اجلاس لاہور برکت علی ہال میں تشریف لائے۔ حضرت امیر شریعت نے استقبال کیا اور والہانہ فرمایا۔ آپ کا آنا گویا رحمت خداوندی کا آنا ہے۔ گھنٹوں کو ہاتھ لگایا اور سٹیج پر لے گئے۔ آغا شورش کاشمیری عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمیشہ خم ٹھونک کر میدان میں رہے تو حضرت پیر غلام محی الدین نے ہمیشہ آپ کی سرپرستی کی۔ آپ کا وجود اپنے والد گرامی کی روایات کا امین تھا۔ مدرسہ کی ترقی، خانقاہی نظام، عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ غرض اپنے والد گرامی کے تمام خیر کے کاموں کو حضرت مرحوم کے منہج پر جاری رکھا۔

خدا رحمت کندائیں عاشقان پاک طینت را

## (۱۴۸۶) غلام محی الدین (ہروئی والا حسن ابدال)، پیرسید

(ولادت: ۱۹۱۹ء ..... وفات: ۲۷ جون ۱۹۹۹ء)

آپ کے والد گرامی کا نام مولانا سید ضیاء الدین تھا۔ آپ نے والد اور تایا سے تعلیم حاصل کی۔ مکہ شریف سے تکمیل کی۔ جامعہ نعمانیہ لاہور میں دورہ حدیث شریف کیا۔ گولڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے بیعت کا اعزاز حاصل کیا۔ جامعہ نعمانیہ لاہور، جامعہ عزیز یہ بگویہ بھیرہ، مظہر الاسلام راولپنڈی بھی پڑھاتے رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بڑی جرأت سے حصہ لیا۔ ہروئی والا نزد سلطان پور حسن ابدال اپنے گاؤں میں سپرد خاک ہوئے۔

## (۱۴۸۷) غلام محی الدین، صوفی حضرت شیخ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں شیخ غلام محی الدین کو بھی

انجام آختم کے ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۳۸۸) غلام مرتضیٰ (بیربل)، مولانا

(وفات: ستمبر ۱۹۰۶ء)

حکیم نور الدین جو مرزا قادیانی کا نام نہاد خلیفہ اول بنا۔ بھیرہ ضلع سرگودھا کا رہنے والا تھا۔ اس نے مولانا غلام مرتضیٰ بیر بلوی کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ آپ نے چیلنج قبول کیا اور حکیم نور الدین کو چاروں شانوں چت کیا۔ حکیم نور الدین وہاں سے بھاگا کیونکہ اس نے بھاگنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ جب مناظرے میں شکست سے دوچار ہوا تو بھیرہ میں عوام کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہا۔ جس کی وجہ سے قادیان چلا گیا اور پھر وہاں سے مرزا قادیانی کی بیعت و پیروی کے لئے خطوط، اشتہار بھیجے شروع کر دیئے۔ حضرت قدس سرہ کو جب بذریعہ خط اشتہار ملا تو آپ نے اس کی سخت درگت بنائی اور جوابی خط ان الفاظ میں تحریر فرمایا:

مردود بارگاہ یزدانی، مقبول درگاہ شیطانی مرزا غلام احمد قادیانی خذکم اللہ بحرمتہ النبی الحقانی۔ از جمع اہل الاسلام بعد از ادائے ما واجب آنکہ اشتہار ایشاں کہ سراسر مخالف آیات بیانات بودہ رسیدہ و محبت ایشاں با دیاں باطلہ معلوم گردیدہ۔ ”کلا انما یترشح بمافیہ اللہم ارنا الحق حقا و ازقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابہ

اللہم انصر من نصر دین محمد ﷺ و اخذل من اعرض عن دین محمد ﷺ  
ان مت علی هذه العقيدة الفاسدة مت علی غیر دین الاسلام وجعلت  
قبورکم ایہا الطائفة الخبیثة فی قبور الیہود والنصارى لا فی قبور اهل الاسلام“  
درخانہ اگر کسی است یک حرف بس است  
(بحوالہ مجموعہ مکتوبات از پروفیسر نصر اللہ معینی)

ترجمہ: مردود بارگاہ یزدانی، مقبول درگاہ شیطانی مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تمہیں اپنے نبی برحق کے صدقے ذلیل و رسوا کرے۔ تمام اہل اسلام کی طرف سے جس چیز کے تم حقدار ہو تمہیں پہنچے (یعنی لعنت) بات یہ کہ تمہارا اشتہار جو آیات بیانات کے سراسر خلاف ہے اس سے باطل مذاہب کے ساتھ تمہاری محبت کا پتہ بھی چلتا ہے۔ برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو برتن کے اندر ہوتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل سمجھنے اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! جو دین مصطفیٰ ﷺ کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما اور جو دین مصطفیٰ ﷺ سے روگردانی کرے تو اسے ذلیل و رسوا کر دے۔

اگر تو اسی عقیدہ فاسدہ پر مر گیا تو جس پر مرے گا وہ دین اسلام نہیں ہوگا کچھ اور ہی ہوگا اور اے خبیث ٹولے تمہاری قبریں یہود و نصاریٰ کے قبرستان میں بنائی جائیں گی نہ کہ اہل اسلام کے قبرستان میں۔ اگر کسی کے خانہ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک ہی لفظ کافی ہے۔

وفات: مرزائیت کو یوں لکارنے والا یہ مجاہد اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مرد مجاہد کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ آمین! آپ کی قبر بیربل کی خانقاہ میں واقع ہے۔

## (۱۳۸۹) غلام مرتضیٰ میانوی، مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۸۶۰ء ..... وفات: ۱۹۲۸ء)

مولانا مفتی غلام مرتضیٰ، مولانا محمد رفیق ساکن برتھ غربی نزد جھادریاں ضلع سرگودھا کے ہاں غلام مرتضیٰ نامی بچہ پیدا ہوا جو بعد میں مناظر اسلام مولانا غلام مرتضیٰ میانوی کے نام سے مسلمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بنے۔ مولانا نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور جامعہ نعمانیہ میں صدر مدرس کے عہدہ تک پہنچے۔ قادیانیوں کے خلاف آپ کا ایک مناظرہ ہریا اسٹیشن ضلع گجرات میں ہوا۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ”الظفر الرحمانی فی کسف القادیانی“ ہے۔ اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۲۸ میں شائع کرتے ہوئے اس کے تعارف پر لکھا تھا کہ:

..... ”الظفر الرحمانی فی کسف القادیانی“ مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانوی بہت بڑے عالم دین اور جامع معقول و منقول تھے۔ ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰



ہوئے۔ ان کے اجداد ”دکھوٹ“ ضلع بنوں سے مرجان آ کر آباد ہوئے تھے۔ مولانا قاضی غلام مصطفیٰ نے ناظرہ قرآن مجید اور دینی کتب کی ابتدائی تعلیم مولانا عبدالرحمن فاضل دیوبند (جانگلہ ضلع انک) اور مولانا غلام نبی (کرسال ضلع چکوال) سے حاصل کی۔ جامعہ نعیمیہ لاہور میں مولانا احمد دین سے منطق کا درس لیا۔ ۱۹۲۹ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مولوی فاضل اور ۱۹۳۲ء میں منشی فاضل کیا۔

۱۹۳۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی اور پھر اپنے وطن مرجان آ کر دینی تعلیم دینے لگے۔ جلد ہی آپ کی علمی اور تدریسی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ دینی علوم میں مہارت کی بدولت آپ شیخ الادب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ نے جامعہ عربیہ گوجرانوالہ، جامعہ اسلامیہ میانوالی، مدرسہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ، دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی اور مدرسہ تعلیم الاسلام دینہ ضلع جہلم میں بھی تدریسی فرائض انجام دیئے۔

مولانا محمد گل شیر شہید کی دعوت پر ۱۹۴۲ء میں مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے اور قائدین احرار کی قیادت میں تحصیل تلہ گنگ میں تحفظ ختم نبوت، آزادی وطن اور اصلاح معاشرہ کے لئے اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا۔ مولانا غلام مصطفیٰ نے حضرت مولانا حسین علی (واں پھراں ضلع میانوالی) کے ہاتھ پر بیعت کی اور عمر بھر شرک و بدعت کے خلاف سینہ سپر رہے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے ساتھ آپ کے انتہائی قریبی تعلقات قائم رہے۔ آپ نے دو کتابیں تحریر کیں: (۱) اصلاح الاخوان۔ (۲) وصایا فی المرایا المعروف وصیت نامہ (مطبوعہ ۱۹۸۷ء)

## غلام مصطفیٰ جتوئی، جناب (۱۳۹۲)

(پیدائش: ۱۳/ اگست ۱۹۳۱ء ..... وفات: ۲۰/ نومبر ۲۰۰۹ء)

آپ جتوئی نوشیرو فیروز کے زمیندار تھے۔ عمر بھر مسلم لیگ، پھر پیپلز پارٹی سے وابستہ رہے۔ آخر میں پیپلز پارٹی سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے اسمبلی میں بڑی جرأت سے ساتھ دیا۔ حالانکہ اس وقت وفاقی وزیر تھے۔ صوبہ سندھ وزیر اعلیٰ بھی رہے۔ خوب نامور پاکستان کے سیاستدان تھے۔ پنجاب میں مصطفیٰ کھر سے خوب یاری تھی۔

## غلام مصطفیٰ شاہ کاظمی، جناب پیر سید (۱۳۹۳)

(ولادت: ۱۹۲۹ء ..... وفات: ۸/ اپریل ۱۹۹۹ء)

مولانا پیر سید غلام مصطفیٰ طور شریف ضلع ایبٹ آباد میں پیر سید عبدالوہاب شاہ کاظمی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ معروف عالم اور طور شریف کے پیر صاحب کے نام سے معروف تھے۔ میرا مندر و چھواں شہر ایبٹ آباد میں ایک مدرسہ اور مسجد بھی تعمیر کرائی۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے انتہائی سرگرم کارکن رہے۔ میرا مندر و چھواں شہر میں مدفون ہیں۔

## (۱۳۹۴) غلام مصطفیٰ شاہ ہمدانی، مولانا سید

(وفات: یکم جون ۲۰۱۹ء)

دندہ شاہ بلاول ضلع میانوالی، راولپنڈی مین روڈ پر ایک قدیم قصبہ ہے۔ وہاں نقشبندی بزرگ کی معروف خانقاہ اور ان کے گدی نشین رہتے ہیں۔ سادات ہمدانیہ کے اس خاندان کے ایک بزرگ حافظ جلال شاہ، خانقاہ سلیمانہ تونہ شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نظام الدین سے بیعت تھے۔ سید جلال شاہ کا گھر بڑنگا نزدوتے والا ضلع بھکر تھا۔ حافظ سید جلال شاہ کی شادی حضرت خواجہ نظام الدین نے تونہ شریف میں کرائی تو یہ دتے والا سے تونہ شریف آباد ہو گئے۔ حافظ سید جلال شاہ اور ان کی اہلیہ دونوں ظاہری پینائی سے محروم تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے دیئے۔ ان میں سے ایک سید غلام مصطفیٰ شاہ ہمدانی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم خانقاہ سلیمانہ کے ساتھ قائم جامعہ محمودیہ میں حاصل کی۔ اس زمانہ میں مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی کے برادر خورد مولانا احسان الحق تونسوی بھی یہاں پڑھتے تھے۔ مولانا احسان الحق اور مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھی تھے۔

مولانا احسان الحق تو دارالعلوم کبیر والا چلے گئے۔ پھر مدت العمر وہاں پڑھتے اور پھر پڑھاتے بھی رہے۔ البتہ مولانا غلام مصطفیٰ شاہ نے قاسم العلوم ملتان سے دورہ حدیث شریف کیا۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے آپ نامی گرامی شاگرد تھے۔ اس زمانہ میں انہیں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خدمت کی بھی اللہ تعالیٰ نے سعادت عنایت فرمائی۔ سید غلام مصطفیٰ شاہ بہت ہی اجلا لباس پہنتے تھے۔ پان کے رسیا تھے۔ وضع داری نبھانا نہیں آتی تھی۔ ان پر عروسیر کے دور آئے ہوں گے۔ لیکن آپ نے کبھی اپنی وضع داری کو ترک نہیں کیا۔ اسے نبھایا اور خوب نبھایا۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری فرماتے تھے کہ سید غلام مصطفیٰ شاہ نے حضرت امیر شریعت کی خوب خدمت کی۔ ان کا عنایت کردہ دست غیب کا کوئی وظیفہ سید غلام مصطفیٰ کے پاس تھا کہ زندگی بھر خوب چھکتے چھکتے رہے اور قدرت نے کسی کا محتاج نہیں کیا۔

اس زمانہ میں تنظیم اہل سنت کے حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری، حضرت مولانا دوست محمد قریشی، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی بیرون بوہڑ گیٹ مسجد آم والی میں ان متذکرہ حضرات کا قیام ہوتا تھا۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا سید منظور احمد شاہ سے مولانا غلام مصطفیٰ شاہ کی شناسائی ہوئی جو پھر دوستی میں بدل گئی۔ اس مرکز میں آپ نے مناظرہ اور مقابلہ ادیان کا کورس کیا۔ پھر آپ کراچی چلے گئے۔ کچھ عرصہ کراچی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ کے طور پر گر انقدر درخشندہ یادوں کو قائم کیا۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد، حضرت مولانا تاج محمود، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری سے بھی مہمانہ و مخلصانہ تعلق تھا۔ جھنگ کے معروف احرار رہنما جناب بلال زبیری صاحب سے تعلقات ہوئے تو لال مسجد جھنگ شہر کی معروف اور مرکزی مین بازار کی مسجد میں امامت و خطابت سنبھال لی۔ یوں آپ کا جھنگ مستقل قیام ہو گیا۔ اب جنازہ بھی یہیں سے اٹھا ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے خوب کام لیا۔ اس زمانہ میں حضرت مفتی غلام حسین جھنگ کے بلا شرکت غیرے مذہبی رہنما تھے۔ وہ جھنگ صدر میں اور مولانا غلام مصطفیٰ شاہ جھنگ شہر میں خوب ان حضرات کی جوڑی بنی۔ یہ بہت پرانی بات ہے۔ مولانا حق نواز کی تعلیم سے بھی پہلے کے یہ واقعات ہیں۔ ان دونوں حضرات نے اسلامیان جھنگ کی خدمت کی اور خوب کی۔ حق تعالیٰ نے ان حضرات کو خوب عزت و شہرت بھی دی۔

نہیں یاد کہ فقیر کا کب حضرت مولانا غلام مصطفیٰ شاہ سے تعارف ہوا۔ لیکن یہ خوب یاد ہے کہ مارشل لاء دور میں جب باب حضرت عمرؓ پر سانحہ رونما ہوا اور گولی چلی، تب یحییٰ خان کے مارشل لاء کا دور تھا۔ ان شہداء کا جنازہ پڑھنے کے لئے مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری تشریف لے گئے۔ تب شہر میں کرفیو کا سا منظر تھا۔ آپ نے طویل سفر دیہات اور ریلوے پٹری کے ساتھ پیدل طے کیا۔ فقیر کو بھی آپ کی ہمراہی کی سعادت سے اللہ تعالیٰ نے سرفراز کیا اور شہداء کے جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب فرمائی۔ یاد رہے کہ اس جنازہ کے منتظمین میں سب سے نمایاں سید غلام مصطفیٰ شاہ تھے۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی سے آپ کی برادرانہ یاد اللہ تھی۔ اس زمانہ میں آپ نے جمعیتہ علماء اسلام میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جھنگ میں شیخ محمد اقبال جو جمعیتہ علماء اسلام کے امیدوار تھے۔ ان کے حق میں آپ نے وہ الیکشن مہم چلائی کہ خدا کی پناہ۔ حضرت مولانا خواجہ قمر الدین سیالوی کے مرید جناب غلام حیدر بھروانہ اور حضرت مولانا محمد ذاکر جامعہ محمدی شریف اور شیخ محمد اقبال یہ سب حضرات اس الیکشن میں دینی جماعتوں کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے۔ ان حضرات کی اس کامیابی میں نمایاں کردار جن حضرات نے ادا کیا ان میں مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ ہمدانی بھی شریک عمل تھے۔ آگے چل کر حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی جمعیتہ علماء اسلام سے علیحدہ ہو کر ہزاروی گروپ میں چلے گئے۔ جمعیتہ سے علیحدگی کے بعد پہلا جلسہ حضرت قاسمی کا جھنگ شہر میں مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ کے ہاں تھا۔ اس طرح شاہ صاحب بھی ہزاروی گروپ میں چلے گئے۔ یوں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی سے ان کی مودت قائم ہوئی۔ آپ اس زمانہ میں ایسے ہزاروی گروپ میں منہمک ہوئے کہ جھنگ صدر کی دینی قیادت مولانا مفتی عبدالحلیم، مولانا یونس، مولانا فاروق ان سے نالاں ہو گئے۔ آگے شیخ محمد اقبال صاحب بھی جمعیتہ علماء اسلام سے غفرلہ ہو گئے۔ یوں کسی زمانہ میں جھنگ جو جمعیتہ علماء اسلام کا گڑھ شمار ہوتا تھا اس میں انحطاط در کر آیا۔

یحییٰ خان صاحب کے مارشل لاء کے زمانہ میں مولانا سید غلام مصطفیٰ جج کے لئے تشریف لے گئے تو ان کے ہاں لال مسجد میں جمعہ پڑھانے کی مجلس نے فقیر کے ذمہ ڈپوٹی لگائی۔ مسجد کی انتظامیہ چاہتی تھی کہ سید غلام مصطفیٰ شاہ کی عدم موجودگی میں ان کو خطابت سے فارغ کر دیں۔ یہ بہانہ تلاش کرنے کے چکر میں تھے۔ طے کیا کہ ان کی جگہ جو خطیب صاحب (فقیر راقم) جمعہ پر آتے ہیں انہیں کراہیہ نہ دیا جائے تو یہ جمعہ چھوڑ دیں گے۔ ہماری مراد بر آئے گی۔ فقیر نے ان کو یہ موقع نہ دیا۔ کراہیہ کا فقیر کے ہاں کوئی مسئلہ نہ تھا۔ جمعہ پر بیان ہوتا رہا۔ حاضری بھی نہ ٹوٹی۔ مسجد کی انتظامیہ بھی متبادل راستہ پر چل نہ سکی۔ اس دور میں جج کے سفر میں چونکہ تین ساڑھے تین ماہ لگ جاتے تھے۔ شاہ صاحب جج پر تھے کہ اس سال محرم پر گزشتہ سال کی تلخی برقرار تھی۔ ابھی ۱۹۷۰ء کے الیکشن کو بھی دیر تھی۔ تب حکومت نے دس محرم کے جلوس سے قبل سنی قیادت کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ فقیر جمعہ کے بعد جھنگ شہر سے ملتان جانے کے لئے جھنگ صدر تانگہ پر آ رہا تھا تو مین روڈ پر سٹیڈیم کے قریب گرفتار کر لیا گیا۔ یوں جیل پہنچ گئے۔ تب جھنگ صدر و جھنگ شہر کی تمام دینی قیادت پہلے سے جیل میں پہنچی ہوئی تھی۔ فقیر راقم بھی ان میں جا شامل ہوا۔ ایک ماہ بعد ضمانت ہوئی۔

جیل کے زمانہ میں جناب حاجی اللہ دتہ، جناب اللہ وسایا مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے صدر و ناظم کے عہدیداران تھے۔ ان حضرات نے خوب خدمت کی۔ میرے استاذ حضرت مولانا حافظ اللہ بخش جھنگ جیل ملاقات کے لئے انہیں حضرات کی رہنمائی میں

تشریف لائے۔ مولانا سید غلام مصطفیٰ حج پر۔ ان کا نائب فقیر راقم جیل میں۔ لیکن علماء کی گرفتاریوں نے ایسا ماحول گرما دیا کہ پوشیدہ دلی خواہش کے باوجود مسجد کی انتظامیہ مسجد کی خطابت سے مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ کو ہٹانے لگی۔ شاہ صاحب حج سے واپس آئے۔ ادھر فقیر راقم بھی رہا ہو گیا۔ جب شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ میری نیابت کے لئے فقیر راقم نے کرایہ کی پروا نہ کرتے ہوئے قربانی دی ہے تو اس بات سے اتنے متاثر ہوئے کہ فقیر راقم سے ان کی دوستی نے دو بھائیوں کی سی محبت کا روپ اختیار کر لیا۔ عرصہ تک ایسے رہا کہ وہ جمعہ جھنگ پڑھا کر فیصل آباد آتے اور اگلے جمعہ تک فقیر کا ساتھ رہتا۔ اس زمانہ میں حضرت قاسمی صاحب سے بھی ان کی دوستی کا رنگ سوا یا تھا۔ وہ ان کے خواجہ تاش تھے اور فقیر ہر دو حضرات کے چہرہ آور پر نظر رکھنے کا کردار نبھاتا۔ گزری اور خوب گزری۔ پھر ساتھ حسو بلیل کا پیش آیا۔ گڑھ مہاراجہ میں تنظیم اہل سنت کی کانفرنس ہوئی۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی اس کانفرنس کے مدارالمہام تھے۔ مولانا تاح نواز کا کردار بھی نمایاں تھا۔ اس جدوجہد میں مولانا سید غلام مصطفیٰ بھی کسی سے کم نہ تھے۔ لیکن جمعیت سے علیحدگی کے باعث وہ تنظیم اہل سنت کے سٹیج پر نمایاں ہونے کے باوجود کھوئے کھوئے رہنے لگے۔ آپ نے پھر جھنگ شہر لال مسجد کی خطابت کو خیر آباد کہا۔ فیصل آباد جناح کالونی مسجد غفوری میں کچھ عرصہ امام و خطیب رہے۔ جناب طاہر القادری صاحب جھنگ کے ہیں۔ جناب میاں محمد نواز شریف پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ جناب سید غلام مصطفیٰ شاہ کی خواہش پر طاہر القادری صاحب نے انہیں جامع مسجد دھوبی گھاٹ فیصل آباد میں اوقاف کا امام و خطیب لگوادیا۔ فقیر کا فیصل آباد سے چناب نگر تبادلہ ہو گیا۔ پہلے شاہ صاحب فیصل آباد میں فقیر کے ہاں مہمان رہتے۔ اب انہوں نے مسجد میں ڈیرہ لگایا اور پھر کسی نہ کسی بہانہ سے ریٹائرمنٹ کے باوجود اس مسجد میں ان کا آنا جانا رہا۔

ریٹائرمنٹ کے بعد برطانیہ گئے۔ ایڈنبرا میں مدرسہ تعلیم القرآن میں امامت و خطابت سنبھالی مگر نبھا نہ ہوا تو واپس آنے میں بھی دیر نہ لگائی۔ آپ خوب مطالعہ کے دہنی تھے۔ ”یادوں کی برأت“ فقیر نے ان سے لے کر ایک رات میں پڑھی۔ ان کے مطالعہ کا ذوق خوب تھا۔ اشعار انہیں از بر تھے۔ کبھی ذوق میں اشعار ترنم سے پڑھتے تو منظر بن جاتا۔ بات سے بات نکالنا ان پر ختم تھا۔ اس وقت کی دینی قیادت سے ان کے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ حق تعالیٰ نے ان تمام بزرگوں کی خوبیوں کا ان کو نمونہ بنا دیا تھا۔ مقدر کے خوب تیز آدمی تھے۔ جہاں رہے خوبصورت یادوں کا مرکز رہے۔ وہ بہت دور رس نظر رکھتے تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی تمام دینی قیادت سے ان کے مراسم تھے۔ چینیوٹ، پھر چناب نگر کانفرنسوں و تعمیرات میں برابر باخبر رہتے تھے۔ چناب نگر کام میں مدد کے لئے ضلع جھنگ میں ان کا وجود بہت غنیمت تھا۔ آخری عمر میں آنکھوں کی رونق پھیکا پڑ گئی۔ اس کے باوجود انہوں نے یادوں کو خوب نبھایا۔ خوب طویل عمر پائی۔ ان کی یادوں کا ایک باب اور ان کی زندگی کا ایک دور اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ فقیر کے وہ بھائی تھے۔ آخر تک یہ دوستی قائم رہی بلکہ مزید گہری ہوتی گئی۔ ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت تھی وہ سب جاتے رہے۔ مگر انہوں نے اس اداسی کو اپنے اوپر مسلط نہیں ہونے دیا بلکہ ان کی سنہری یادوں کو مزید جلا بخشنے رہے۔

فقیر راقم کی یادداشت میں ایک مولانا عبدالرؤف جتوئی والوں کی وفات کا عید کے بعد دفتر آ کر ہفتہ بعد پتہ چلا۔ اس زمانہ میں فون وغیرہ کی دیہات میں سہولت حاصل نہ تھی۔ دوسرے محترم جناب سردار میر عالم خان لغاری ان کی وفات کا بھی ہفتہ عشرہ بعد کسی اخبار سے معلوم ہوا۔ تیسرے مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب کی وفات کا بھی بروقت علم نہ ہوا۔ فقیر کی عادت ہے کہ رمضان شریف کے آخری

عشرہ میں فون بند رکھتا ہے۔ اس دوران ان کا انتقال ہوا۔ فقیر کو معلوم نہ ہو سکا۔ عید کے بعد دوستوں سے ملنا ہوا تو کسی نے ذکر نہ کیا۔ آج ۲۵ جون ۲۰۱۹ء کو مولانا فقیر اللہ اختر نے فون کیا۔ شاہ صاحب پر مضمون کا پوچھا تو فقیر نے وفات سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تین ہفتے ان کے وصال کے بعد فقیر کو خبر ہوئی تو اس چوٹ سے دل اتنا گھائل ہوا کہ بس کچھ نہ پوچھئے۔ تاہم خوشی ہے کہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں وفات، ۲۶ رمضان دن کو جنازہ۔ تدفین ۲۷ رمضان شریف کی رات۔ زہے نصیب! کہ اس لال مسجد جھنگ شہر کی گلی میں واقع رہائش سے ان کا جنازہ اٹھا۔ وہ کیا گئے کہ یادوں کو ہی سمیٹ کے ساتھ لے گئے۔ خوب آزاد منش آدمی تھے۔ حضرت شاہ صاحب نیک سرشت، نرم خو، ہنس لکھ، دوست دار، غنی دل، سیر چشم، مرنجاں مرنج انسان تھے۔ دکھ، سکھ میں ہمیشہ تقدیر الہی پر راضی رہے۔ آپ اپنے معمولات کے نہایت سختی کے ساتھ پابند تھے۔ درود و وظائف، تلاوت، کثرت درود شریف کے علاوہ اور اذیتہ حزب التحریر پڑھنے کا معمول بلاناغہ جاری تھا۔ مرحوم کا نماز جنازہ مولانا عبدالعلیم حقانی خطیب لال مسجد نے پڑھایا اور جھنگ سٹی کے بڑے قبرستان میں ابدی نیند سو گئے۔

## (۱۳۹۵) غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری، مولانا

(وفات: یکم محرم ۱۳۵۲ھ / ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء)

مولانا غلام رسول حنفی نقشبندی امرتسری کی تصنیف ”الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح“ عربی زبان میں تھی۔ جس کا آپ کے بھتیجے اور شاگرد حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نقشبندی امرتسری نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کا نام ”آفتاب صداقت“ تجویز فرمایا۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ اس وقت پاکستان کے نامور اہل قلم جناب عطاء الحق قاسمی کے جد محترم تھے۔ ”الالہام الصحیح“ کا پہلا ایڈیشن جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا یہ ترجمہ عربی متن کے نیچے صفحہ بھفہ شائع ہوا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں متن سے ترجمہ کو علیحدہ ایک کتاب شمار کر کے شائع کیا گیا ہے۔

## (۱۳۹۶) غلام مصطفیٰ مانک (سکھر)، جناب حاجی

ضلع سکھر سندھ کے حاجی غلام مصطفیٰ مانک صاحب تھے۔ وہ چیئرمین کانفرنس کے ایک اجلاس کی صدارت بھی کر چکے ہیں۔

حاجی صاحب کے ہاں ایک قادیانی عبدالحق نامی آیا۔ اس نے آقائے نامدار رحمۃ اللہ علیہ کی گستاخی کا ارتکاب کیا۔ آپ کو طیش آ گیا۔ جھڑپی لی، وار کیا، اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کی زبان نکالی ٹکڑے بھی کرتے جاتے تھے اور کہتے بھی جاتے تھے کہ: ”بد بخت! اس زبان سے تو نے میرے آقا و مولیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی توہین کا ارتکاب کیا تھا۔“ جس دن ان کو گرفتار کر کے گھر سے تھانہ کروٹھی لے جا رہے تھے، اس سے پہلی رات آقائے نامدار رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سید زادی کو خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”بیٹی! کل تمہارے شہر کی جیل میں میرا مہمان آ رہا ہے، اس کا خیال رکھنا۔“ چنانچہ معلوم کر کے اس بی بی نے کھانا دو دیگر ضروریات کا اہتمام کیا۔

جب کیس چلا، کیس کی پیروی چونکہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کر رہی تھی۔ صفائی کے لئے حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے حضرت سید محمد یوسف بنوری، حضرت افغانی اور حضرت درخواستی کو بلا رکھا تھا۔ سید غوث علی شاہ جو بعد میں صوبہ سندھ کے وزیر اعلیٰ بنے، یہ اس کیس میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے وکیل تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا جالندھری کو علیحدہ لے جا کر کہا کہ: ”جان بچانا فرض

ہے۔ اگر حاجی مانک انکار کر دے، موقع کا گواہ کوئی نہیں، تو اس کی جان بچ جائے گی۔“

حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے فرمایا: ”آپ کا موقف ہے جان بچائی جائے، مگر میرا موقف ہے کہ حاجی صاحب عدالت میں اقرار کریں کہ واقعتاً میں نے اس قادیانی کو قتل کیا ہے تاکہ عدالت کے ریکارڈ میں یہ بات آئے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اپنے نبی ﷺ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ کا پیغام میں اسے دیتا ہوں۔“

مولانا نے حاجی صاحب کو بلا کر وکیل کی بات کہی تو حاجی صاحب کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس نے کہا: ”مولانا! میں چھوٹا سا تھا، مجھے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ: فلاں آیت کریمہ کا وظیفہ کرو۔ میں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ پھر بھی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ میری درود شریف پڑھتے، وظیفے کرتے عمر بیت گئی۔ خیرات، سات حج، نوافل، ذکر و فکر کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ جس دن سے اس گستاخ رسول کو ٹھکانے لگایا آپ ﷺ کی زیارت سے مستفید ہوتا ہوں۔“

## (۱۴۹۷) غلام معین الدین تونسوی، جناب خواجہ

(پیدائش: یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء ..... وفات: ۲۶/اپریل ۱۹۹۲ء)

خواجہ غلام نظام تونسوی کے صاحبزادے حضرت خواجہ غلام معین الدین کے بارہ میں تذکرہ خواجگان تونسہ شریف کے مؤلف محمد رمضان معینی تونسوی تحریر کرتے ہیں کہ: ”مرزا قادیانی سے دلی نفرت آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں پائی۔ آپ نے مختلف ادوار میں تحریک ختم نبوت میں بھرپور شرکت کی۔ اس کے علاوہ تونسہ شریف میں جو جلوس مرزائیت کے خلاف نکلتے وہ مسجد محمودیہ سے شروع ہوتے۔ یہ جلوس آپ کی زیر قیادت نکلتے۔ ربوہ اسٹیشن پر مسلمان طلباء کے ساتھ ناروا سلوک کے خلاف تونسہ شریف میں ہڑتال رہی۔ جامعہ مسجد محمودیہ میں مرزائیوں کے خلاف تقاریر کی گئیں اور حکومت کی مرزائی نواز پالیسی کی پرزور تردید کی گئی۔ جب مرزائیوں کے خلاف معاشی بائیکاٹ کی تحریک چلائی گئی تو آپ نے حسب ذیل پیغام تحریر کروایا۔“

”حب الوطنی اور ایمانداری کا تقاضہ یہی ہے کہ جب تک قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا جاتا۔ اس وقت تک سوشل بائیکاٹ کی تحریک جاری رکھی جائے۔ حضرت پیر پٹھان کے آستانہ مقدس سے وابستہ ہر پیر بھائی پر لازم ہے کہ اپنے مشائخ کی طرح غیرت مندی کا ثبوت دے کر تاریخ ساز کردار ادا کرے۔“

۵ فروری ۱۹۹۰ء کو یوم کشمیر کے مسئلہ پر کچھری چوک تونسہ شریف پر ایک عظیم الشان جلسہ آپ کی زیر صدارت ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء شامل تھے۔ جلسہ کے آخر میں آپ نے زبان درفشان سے فرمایا کہ مرزا قادیانی کا فراغ عظم تھا۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو خواجہ نظام الدین تونسوی کے صاحبزادے خواجہ معین الدین تونسوی کی طرف سے ماہنامہ رسالہ ”نظام الدین“ ملتان میں اکتوبر ۱۹۷۴ء کو ایک پیغام تہنیت شائع کرایا کہ: ”انجہائی خوش نصیبی کی بات ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے ختم نبوت کے عیار ڈاکوؤں کو انجام تک پہنچتے دیکھ لیا۔ الحمد للہ الف مرۃ آستانہ عالیہ تونسہ شریف کے متوسلین کو بڑھ چڑھ کر خوشی و مسرت حاصل ہوگی۔ کیونکہ پردادا سائیں حضرت خواجہ کریم تونسوی (خواجہ اللہ بخش تونسوی) کی جدو جہد رنگ لائی۔ دادا سائیں حضرت خواجہ رحیم تونسوی

(خواجہ محمود تونسوی) کا تبلیغی گہراؤ کامیاب ہوا۔ حضرت بابا سائیں حضور نعیم (خواجہ غلام نظام الدین تونسوی) کی سول نافرمانی اور انتھک قربانی کو کامرانی نصیب ہوئی۔ عین مسرت کے عالم میں مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارا بزدل دشمن انتہائی شاطر و عیار ہے۔ اس کی رذیلانہ ریشہ دوانیوں سے مسلمان بھائیوں کو محفوظ رکھنے کے لئے غیرت مندی مندوجری مسلمان اپنے آپ کو چوکنا و ہوشیار رکھیں۔“

۲۱/ اگست ۱۹۶۱ء میں جب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا انتقال ہوا تو خود خواجہ صاحب بیمار تھے۔ لیکن اپنے دونوں صاحبزادوں خواجہ غلام معین الدین اور خواجہ فخر الدین تونسوی کو امیر شریعت کے جنازے کے لئے تونسہ شریف سے ملتان روانہ کیا۔

(عبدالعزیز لاشاری)

(۱۳۹۸) غلام معین الدین شاہ گیلانی (گولڑہ شریف)، جناب پیر سید

(پیدائش: ۱۹۲۰ء ..... وفات: ۱۲/ مارچ ۱۹۹۷ء)

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے پوتے اور حضرت پیر غلام محی الدین گیلانی بابو جی کے صاحبزادے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی خون میں شامل تھی۔ عمر بھر اس کے مقتضیات پر عمل پیرا ہے۔ خوب بھرپور شخصیت ہے۔

(۱۳۹۹) غلام نبی امرتسری (گوجرانوالہ)، جناب چوہدری

(وفات: ۱۵/ دسمبر ۱۹۹۹ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے بزرگ رہنما، روح رواں، جناب چوہدری غلام نبی امرتسری امرتسر کے رہنے والے تھے۔ تقسیم سے قبل امرتسر ”احرار“ کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ آپ نے امرتسر کے ماحول میں آنکھ کھولی۔ اکابر کی نظر کرم نے ان کو دین اسلام کی خدمت اور آزادی وطن کا مجاہد سپاہی بنا دیا۔ مجلس احرار اسلام کے مجاہد، بہادر، مخلص کارکنوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ کڑیل جوان تھے۔ قدرت نے حسن و سجت کی تمام خوبیوں سے نوازا تھا۔ جب احرار رضا کاروں کی وردی میں ملبوس جیوش احرار کے ساتھ چلتے تھے تو کشمیر کے شہزادے معلوم ہوتے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ آکر آباد ہوئے تو مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت امیر شریعت پر دل و جان سے فدا تھے۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادی، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا محمد علی جالندھری، شیخ حسام الدین، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالقیوم ہزاروی، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا تاج محمود، آغا شورش کاشمیری، مولانا مظہر علی اظہر، سید مظفر علی شمش اور دیگر مذہبی و سیاسی رہنماؤں سے محبت و اخلاص کے مثالی تعلقات تھے۔ حضرت امیر شریعت اور آپ کے گرامی قدر رفقائے نے جب مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو چوہدری صاحب نے بھی اپنے آپ کو اس پلیٹ فارم کے لئے وقف کر دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کے مجاہدانہ کارناموں کی لائل پور، جھنگ، خانپور، سکھر، کراچی تک داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ آپ نے اس تحریک میں سنہرے و قابل فخر کارنامے سرانجام دیئے۔ کراچی میں گرفتار ہوئے۔ حیدرآباد جیل میں اکابرین تحریک کے ساتھ بہادرانہ طور پر جیل کاٹی۔ آپ پر بے پناہ

تشدد بھی ہوا۔ مگر یہ وہ نشہ نہیں جسے تڑپی اتار دے۔ ۴-۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑی بے جگری سے حصہ لیا۔ چوہدری غلام نبی مرحوم کی گہری نظر اور معاملات کی باریک بینی اور اصابت رائے کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ جس قیادت کے یہ کارکن ہیں اس قیادت کی بالغ نظری کا کیا عالم ہوگا؟ آپ نے کسی سکول و دینی مدرسہ میں زانوئے تلمذتہ نہیں کیا۔ مگر ذہانت اور روشن دماغی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل چار سو صفحات کی کتاب مرتب کرادی۔ جس کا نام ”تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک“ تھا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ لگائیں کہ تین سال میں اس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ چوہدری غلام نبی امرتسری بلاشبہ ایک انجمن تھے۔ چلتی پھرتی تاریخ تھے۔ ایک وفا شعار مجاہد بنی سبیل اللہ تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے پاسبان تھے۔ اکابرین امت کی روایات کے امین تھے۔ ان کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو مدتوں پر نہ ہوگا۔ ان کی حسین یادوں کی کک عرصہ تک دل کی دنیا کو مضرب کئے رکھے گی۔

بجہمہ تعالیٰ آخر تک صحت ٹھیک رہی۔ گزشتہ چند سالوں سے گھٹنوں کے درد اور جگر کی خرابی کی شکایت ہوئی۔ مگر زندگی کی گاڑی چلتی رہی اور خوب چلتی رہی۔ چند ماہ قبل زیادہ پر اہلم پیدا ہوا۔ لاہور لے جایا گیا مگر پھر بھی بہادروں کی طرح انہوں نے بیماری کو جھیلا۔ کبھی زبان پر کوئی حرف شکایت نہ آیا۔ چلنا پھرنا آخر تک جاری رہا۔ صرف آخری چند دنوں میں صاحب فرماش ہوئے۔ مگر پھر بھی قدرت نے ان کو کسی کا محتاج نہ کیا۔

رات گیارہ بجے آپ کو بڑے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے دیرینہ ساتھی اور جگری دوست حضرت مولانا حکیم عبدالرحمن آزاد نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ گوجرانوالہ کی پوری دینی و سیاسی قیادت اور عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔ جناب حافظ محمد یوسف عثمانی، مولانا ضیاء الدین آزاد، مولانا فقیر اللہ اختر اور چوہدری صاحب کے صاحبزادوں نے آپ کی تکفین کے مراحل طے کئے۔ قدم قدم پر رحمت حق کے سہارے چلے اور ڈھیروں من مٹی کے نیچے رحمت حق کے سپرد کر دیئے گئے۔ حق تعالیٰ ان کے ساتھ اپنی شایان شان مغفرت کا معاملہ فرمائیں۔

(۱۵۰۰) غلام نبی جانباز (لاہور)، جناب مرزا

(پیدائش: ۴ ستمبر ۱۹۱۱ء ..... وفات: ۱۹ نومبر ۱۹۹۲ء)

مرزا غلام نبی جانباز، المعروف جانباز مرزا۔ مجلس احرار اسلام کے نامور رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ بڑے انقلابی شاعر حریت تھے۔ برصغیر کی آزادی کے لئے آپ نے گرانقدر قربانیاں دیں۔ آپ لاہور سے ماہنامہ تبصرہ بھی شائع کرتے رہے۔ سکول کی معمولی تعلیم تھی۔ لیکن اکابرین احرار کی معیت و تربیت نے آپ کو ایسا محقق بنا دیا تھا۔ جس پر ان کا دور ناز کرتا ہے۔ آپ نے تحریری وہ کام کیا جو ایک انجمن بھی شاید نہ کر سکتی۔ آپ نے تن تنہا آٹھ جلدوں میں برصغیر کی آزادی کی تاریخ کو ”تاریخ احرار“ کے نام پر مرتب کیا ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ اے کاش! کوئی اللہ کا بندہ ان کو دوبارہ ایک سیٹ کی شکل میں شائع کر دے تو بہتوں کا بھلا ہو جائے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ آپ کے رد قادیانیت پر چار رسائل ہمیں میسر آئے جو احتساب قادیانیت جلد ۳ میں شائع کرنے کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔



- .....۱ ”مرزا غلام احمد کی تصویر کے دورخ“  
 .....۲ ”جانناز پاکٹ بک“  
 .....۳ ”سر نظر اللہ اور دیگر مرزائیوں کے خطوط“  
 .....۴ ”وزیر خارجہ“

## (۱۵۰۱) غلام نبی (سرائے نورنگ)، جناب حاجی ڈاکٹر

(وفات: ۱۱/فروری ۲۰۱۶ء)

ڈاکٹر غلام نبی صاحب دینی تحریک کے ایک سرگرم رکن اور سربراہ تھے۔ آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندی کے ساتھ تھا۔ ان کی وفات کے بعد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے بیعت ہوئے۔ آپ کو حضرت مولانا جمعہ خان فاضل دیوبند اور شیخ الحدیث مولانا محمد نور فاضل دیوبند سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ ڈاکٹر صاحب تمام دینی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اسی بناء پر کئی بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مگر اپنی خدمات زور و شور سے جاری رکھیں۔ تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مرتے دم تک اپنی اولاد کو تحفظ ختم نبوت کے مبارک مشن سے وفا کا درس دیتے رہے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر سے ایک روز قبل دل کا دورہ پڑا۔ ان حالات میں اپنے بیٹے (راقم الحروف) کو حکم فرمایا کہ اپنے معمولات جاری رکھو اور تمام احباب سمیت کانفرنس چناب نگر میں شرکت کے لئے جاؤ۔

## (۱۵۰۲) غلام نبی شاہ (مانسہرہ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۴ء ..... وفات: ۳/جولائی ۲۰۲۱ء)

مولانا سید غلام نبی شاہ مانسہرہ محل کے گاؤں کہن میں سید پیر علی شاہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ پرائمری کے بعد اپنے گھر سے چل کر پیدل تین دنوں میں راجہ بازار راولپنڈی مدرسہ تعلیم القرآن میں مولانا غلام اللہ خان شیخ القرآن کے ہاں داخلہ لیا۔ علم صرف چھ ضلع انگ کے گاؤں کامرہ میں بابا کامرودی سے پڑھا۔ علم نحو مولانا غلام ربانی کے پاس گوجران میں پڑھا۔ گوجرانوالہ، راولپنڈی، قلعہ دیدار سنگھ کے بڑے مدارس سے بھی اکتساب علم کیا۔ دورہ حدیث شریف ۱۹۶۳ء میں دارالعلوم صدیقیہ گوجرانوالہ سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا رسول خاں ہزاروی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، قاضی شمس الدین، مولانا سرفراز خان صفدر، قاضی اسلم ہری پوری، مولانا عبدالرحمان تاجک، مولانا قاضی عصمت اللہ، مولانا دوست محمد تیراہ، مولانا قاضی محمد نواز ایبٹ آباد، مولانا عزیز الرحمن ہزاروی المعروف کوہاٹی استاذ اور مولانا غلام اللہ خان شامل ہیں۔ فراغت کے بعد ۱۹۶۴ء جامعہ عربیہ سراج العلوم جبوڑی، دوسرا مدرسہ جامعہ سید احمد شہید ٹھا کرہ مانسہرہ، تیسرا جامعہ عربیہ سراج العلوم چنار روڈ مانسہرہ کے آپ بانی تھے۔ عمر بھر جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے برسر میدان رہے، زلزلہ کے باعث جبوڑی کا مدرسہ منہدم ہو گیا تو پھر مانسہرہ کے مدرسہ میں قیام اختیار کیا۔

ختم نبوت کے حوالے سے آپ کا کردار ضلع مانسہرہ میں مثالی تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور ڈاڈر کے مقام پر قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ مانسہرہ شہر میں قادیانیت کے خلاف تاریخی جلوس کی قیادت فرمائی۔ جناب نبی کریم ﷺ سے محبت و عقیدت کی طرح مرزا قادیانی سے نفرت و بیزاری بھی قابل رشک تھی۔ آپ ہر ایک کو عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے نصیحت فرماتے تھے۔

آپ کا نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا سید عبدالقادر نے پڑھایا۔ آپ کا جنازہ ہزارہ کی تاریخ کا بڑا جنازہ تھا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی مغفرت اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائیں اور ان کے اداروں اور دینی تنظیمات کو نعم البدل عطاء فرمائیں۔ آمین!

## (۱۵۰۳) غلام نبی (کوئٹہ)، مولانا قاری

(وفات: ۲۱ جولائی ۱۹۸۱ء)

آپ قاری عبدالملک علی گڑھی استاذ القراء کے شاگرد تھے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے حکم پر تعلیم کے بعد کوئٹہ آ گئے۔ آپ کے یہاں تشریف لانے سے کوئٹہ بلکہ بلوچستان میں قرأت کا ایک خاص ذوق اور ماحول بن گیا۔ آپ صرف قاری نہیں، بلکہ علوم عقلیہ و نقلیہ کے تبحر عالم دین تھے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے ابتدائی فضلاء میں سے تھے۔ مولانا رسول خان، مولانا محمد ادریس کاندھلوی ایسے اساتذہ سے حدیث شریف پڑھی تھی۔ اس وقت بلوچستان کے تمام علماء قرأت میں آپ کے شاگرد تھے۔ جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے نفاذ اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا۔

## (۱۵۰۴) غلام نبی میرناسک (راولپنڈی)، جناب

آپ کے رد قادیانیت پر ہمیں چار رسائل دستیاب ہوئے۔

..... ۱ ”خنصری روحانی مشن اور مسئلہ ختم نبوت“ اپریل ۱۹۶۷ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

..... ۲ ”مرزائیت کے ناپاک ارادے، حکومت پاکستان اور مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ“

..... ۳ ”بھیڑ نما بھیڑیے“

..... ۴ ”منک حراموں کے کارنامے اور اسلامیان پاکستان کا متفقہ مطالبہ“

یہ ابتدائی تین رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں شامل ہیں اور آخری رسالہ محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں شائع ہوا۔

## (۱۵۰۵) غلام نبی، جناب چوہدری

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جناب چوہدری غلام نبی قومی اسمبلی پاکستان کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۲ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں آپ نے ذیل کا خطاب فرمایا۔

جناب چوہدری غلام نبی قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب غلام نبی چوہدری: جناب چیئرمین! آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ختم نبوت کے مسئلہ کے متعلق جو تجاویز اس خصوصی کمیٹی میں پیش ہوئی ہیں۔ ان پر مجھے اپنے افکار اور اپنے حلقہ انتخاب کے لوگوں کے افکار کو پیش کرنے کا موقع بہم پہنچایا ہے۔ جناب والا! میں ایک سیدھا سادہ سا مسلمان ہوں۔ کوئی مذہبی رہنما نہیں ہوں۔ لہذا میں اس مسئلے کے عام پہلوؤں تک اپنی بات محدود کرنے کی کوشش کروں گا۔

جناب والا! قادیانی تحریک نہایت منظم تحریک تھی اور اس کو آگے بڑھانے والے لوگ بہت با اثر رہے ہیں۔ اس وقت انگریز حکومت نے اس کی بہت پذیرائی کی اور اس پودے کو اس ملک کی سر زمین میں، بالخصوص پنجاب میں بڑھنے اور پھولنے کے مواقع انگریز حکومت نے بہم پہنچائے۔

جناب والا! قادیان کے مقام سے میرا آبائی گاؤں بہت نزدیک فاصلہ پر ہے۔ لہذا مجھے اس تحریک کو ۱۹۵۵ء سے پھلنے پھولنے اور بڑھنے کا جس انداز سے دیکھنے کا اور مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس تحریک سے جہاں عالم اسلام کو بیشتر نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ وہاں پنجاب کی سر زمین کو اور پنجاب کے عوام کو جنہیں آزادی کے متوالے ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ان کو اس تحریک سے سب سے زیادہ نقصانات پہنچے ہیں۔ اس تحریک سے پنجاب کے گھر گھر میں دشمنیاں، رشتہ داروں میں بغاوت، عزیزوں میں دشمنیاں، فسادات اور ایک صدی سے بیشتر مرتبہ معصوم جانیں فسادات کی نذر ہوتی رہی ہیں اور ایک صدی سے پنجاب اس تباہ کن تحریک کی آگ میں جل رہا ہے۔ جناب والا! گورداس پور ضلع کی تقسیم کا مسئلہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ ان لوگوں نے جیسے اس ایوان میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے اپنی اقلیت ہونے کے متعلق برٹش گورنمنٹ کو لکھا ہے جس انداز میں ہم ایک پارسی کے مقابلے میں دو احمدی پیش کر سکتے ہیں۔ اس وجہ سے گورداس پور کا وہ ضلع جس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ ان (قادیانیوں) کے نکل جانے کی وجہ سے وہ اقلیت میں تبدیل ہو گئے اور ضلع گورداس پور کی تقسیم ہوئی۔ جس کے نتیجے میں برصغیر کو مسئلہ کشمیر ملا اور اس مسئلے کے نتیجے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تقسیم ہوئی اور ہندوستان کے ساتھ برابر جنگیں ہوئیں۔ جس سے اتنے خون اور اتنے نقصانات معاشی طور پر دونوں ملکوں کو برداشت کرنے پڑے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کی ڈائریکٹ ذمہ داری جو ہے، وہ اس تحریک (قادیانیوں) پر عائد ہوتی ہے۔ جس نے ضلع گورداس پور کی تقسیم کے مواقع بہم پہنچائے اور ۵۲ فیصد مسلمانوں کو ۲۹ یا ۲۸ فیصد میں تبدیل کر دیا۔ جس سے ریڈ کلف کمیشن کو گورداس پور کے ضلع کو تقسیم کرنے اور ہندوستان کے لئے گیٹ وے مہیا کرنے کا موقع ملا۔ تو یہ خدمات ہیں اس تحریک (قادیانی) کی برصغیر کے لئے اور بالخصوص اس ملک کے لئے، پاکستان کے لئے کہ کس انداز میں اس تحریک نے اگر ایک جانب جہاں اس کی روح کو ختم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کیا تو دوسری جانب اس ملک کے لئے بار بار جنگ کی آگ کو آگے بھڑکانے کی ذمہ داری یہ تحریک ہے۔ جناب والا! پھر دنیائے اسلام کو اس تحریک سے جو نقصانات ہوئے، جب کبھی بیت المقدس کا Fall (سقوط) ہوا۔ قسطنطنیہ میں مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ بغداد میں کوئی Fall (سقوط) ہوا تو اس تحریک کے دعوے داروں نے چراغاں کیا۔ خوشیاں کیں کہ عالم اسلام جو ہے وہ کمزور ہو رہا ہے اور عالم اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے اور مسلمانان عالم کو شکست ہو رہی ہے۔ یہ اس انداز میں اس تحریک کے حامل لوگوں کا جو کردار ہے۔ ان کی جو اسلام دشمنی ہے، وہ کھل کر سامنے آ چکی ہے اور اس امر کا پورے طور پر اندازہ ہو چکا ہے کہ ان لوگوں کو اسلام سے کتنی محبت ہے یا کس حد تک وہ پورے عالم اسلام اور ملت اسلامیہ سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔

جناب والا! پاکستان میں انہوں نے جس انداز میں کلیدی اسامیوں پر قبضہ کیا۔ معیشت کو نقصان پہنچایا۔ State within a state (ریاست کے اندر ریاست) کے تصور کو جس انداز میں ہوادی اور ربوہ کے شہر کو جس انداز میں پاکستان کے دوسرے لوگوں پر بند کر کے پاکستان میں ایک اسٹیٹ قائم کی، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اور یہ باتیں اس ایوان میں کھل کر تسلیم کی جا چکی ہیں۔ پھر

خونیش پروری اور کنبہ پروری کی بدترین مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ اس سے آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ پاکستان کی ایڈمنسٹریشن کو اس تحریک سے کس حد تک نقصانات اٹھانے پڑے ہیں۔ سابقہ حکومتیں اس طاقت کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں اور یہ شرف اور یہ سعادت عوامی حکومت اور اس قومی اسمبلی کو میسر آئی کہ انہوں نے اتنا جرأت مندانہ اقدام اٹھا کر جب یہ آئین کی تیاری کر رہے تھے تو مسئلہ ختم نبوت کی جانب صدر اور وزیر اعظم کے لئے جو عہد تھا۔ اس میں اس بات کی ضمانت مہیا کر دی کہ جو لوگ ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ نہ اس ملک کے صدر بن سکتے ہیں اور نہ اس ملک کے وزیر اعظم بن سکتے ہیں اور جب تک یہ دنیا قائم رہے گی اس اسمبلی کے ممبروں کو اور بالخصوص عوامی حکومت کو اس بات کا شرف اور اس بات کی سعادت جو ہے، وہ ان کے لئے برقرار رہے گی کہ انہوں نے پہلی مرتبہ اس ملک کی تاریخ میں جرأت مندانہ اقدام کیا کہ جو لوگ ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے، ان لوگوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی۔

جناب والا! میری دانست کے مطابق اور میرے حلقہ انتخاب کے لوگوں کی نصائح کے مطابق جو انہوں نے مجھے بلا کر ذہن نشین کرائیں، میں سمجھتا ہوں کہ اگر پاکستان کو بچانا ہے، اگر اس ملک کی فوج کو نئی سازشوں سے بچانا ہے، اگر اس ملک میں ایک غیر جانبدار ایڈمنسٹریشن قائم کرنی ہے، کنبہ پروری سے بچانا ہے اور اس ملک کے دفاتر میں اور اس ملک کی فیکٹریوں میں پرسکون ماحول قائم کرنا ہے۔ اس ملک کی معیشت کو مضبوط کرنا ہے اور جائیدادوں کو، مکانوں کو، دکانوں کو، محلوں کو، بازاروں کو اگر آگ کے شعلوں سے بچانا ہے اور پنجاب کے سادہ لوح مسلمانوں کو اگر خون کی ہولی سے بچانا ہے۔ جزل اعظم کے زمانے کی ۱۹۵۳ء کی تاریخ کو دہرانے سے اجتناب کرنا ہے تو ہمیں اس مسئلے کا صحیح اور مستقل حل تلاش کرنا ہوگا۔ اس میں عالم اسلام کی بہتری ہے۔ اس میں پاکستان کی بہتری ہے۔

-----

[At this stage Prof. Ghafoor Ahmad vacated the Chair which was occupied by

Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali).]

(اس مرحلہ پر پروفیسر غفور احمد کی جگہ جناب چیئرمین (صاحبزادہ فاروق علی) نے اجلاس کی صدارت سنبھالی)

-----

جناب غلام نبی چوہدری: اس میں پاکستان کی بہتری ہے اور بالخصوص اس مسئلے کے مستقل حل میں پنجاب جو ہے، اس کی بہتری ہے۔ اس کو امن کا مسئلہ درپیش ہے۔

جناب والا! یہ سعادت خدائے عزوجل کی جانب سے اس خصوصی کمیٹی کو اور اس ملک کی قومی اسمبلی کے ممبروں کو میسر آئی ہے کہ وہ جرأت کے ساتھ، سچائی کے ساتھ اور ایک مومن کی فراست کے ساتھ اس مسئلے کا ایک بارگی حل تلاش کریں۔ اس ملک میں جو نقصا اس وقت اس نازک مسئلے کے متعلق پائی جاتی ہے، وہ نہ حکومت سے ڈھکی چھپی ہے اور نہ اس ایوان کے ممبروں سے وہ مسئلہ اور وہ بات ڈھکی چھپی ہے۔ اس ملک کے عوام یہ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کو ایک بارگی حل کر دیا جائے۔ جس مسئلے کی وجہ سے بار بار اس ملک میں فسادات، جنگیں، آگ، گولیاں، چھرے اور سب کچھ چلتا ہے۔ اس مسئلے کو یہ اسمبلی، یہ خصوصی کمیٹی جو ہے وہ ایک بارگی حل کرے۔

آپ کے توسط سے اس کمیٹی کے معزز ممبران سے میری استدعا ہے کہ جس بات کو سو سال اور پوری صدی سے برصغیر کے مسلمان اور علماء اپنی تمام آٹھ، آٹھ، بارہ بارہ گھنٹوں کی تقریروں کے بعد حل نہ کر سکے۔ اس کو حل کرنے کی سعادت آپ کے حصے میں آئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس انداز میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ کس انداز میں اس ملک کے عوام اور عالم اسلام پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم اس بات کے اہل ہیں کہ اس نازک مسئلے کو جو کہ عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کو گھن کی طرح لگا ہوا ہے۔ اس مسئلے کو کس بہتر انداز میں حل کرتے ہیں جس سے صرف اس ملک کے لوگوں کو ہی Pacify (نرم) نہ کیا جاسکے۔ بلکہ گلوب پر بسنے والے دوسرے ممالک جو ہیں، وہ بھی یہ محسوس نہ کریں کہ اس ملک میں کوئی تنگ نظری ہے اور اس ملک میں کوئی ایسے لوگ ہیں جو مسائل کو بہت تنگ نظری کے ساتھ حل کرتے ہیں۔

جناب والا! میری یہ استدعا ہے کہ ہمیں اس بات کا فیصلہ، ایک مسلمان کی Definition (تعریف) کا فیصلہ جو ہمارے ذمہ ہوا ہے۔ اس کو ہم انشاء اللہ نہایت بہتر اور اس انداز میں اس کمیٹی سے اس ایوان سے کر کے اٹھیں گے جس انداز میں ہم نے اس ملک کے کروڑوں عوام کو مشترکہ طور پر، متحدہ طور پر ایک کانٹنیٹیویشن دیا ہے۔ اسی سپرٹ کے ساتھ اس ختم نبوت کے مسئلے کو بھی حل کرنے میں انشاء اللہ ہم کامیاب ہوں گے۔ میری یہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ جل شانہ ہمیں طاقت بخشے اور ہماری روحوں کو مضبوط کرے۔ ہمارے دلوں کو مضبوط کرے۔ ہماری فراست جو ہے، ہمیں وہ فراست دے جس سے ہم آئندہ آنے والے ۲، ۳ روز میں اس مسئلے کو بہتر انداز میں حل کر سکیں۔

## (۱۵۰۶) غلام نظام الدین تونسوی، جناب خواجہ

(پیدائش: یکم دسمبر ۱۸۹۴ء ..... وفات: ۸ جون ۱۹۶۵ء)

خواجہ محمود کو اللہ پاک نے پانچ بیٹے عطا فرمائے۔ ان میں سے حضرت خواجہ غلام نظام الدین بڑے بہادر، نڈر اور جلالی بزرگ تھے۔ سخاوت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اپنے مدرسہ محمودیہ میں تعلیم کے لئے علماء دیوبند کو مقرر فرماتے تھے۔ مولانا خان محمد فاضل دیوبند، مولانا عبدالستار تونسوی جیسے عالم دین اس مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔ بلکہ مولانا عبدالستار تونسوی یہاں پڑھتے بھی رہے ہیں۔ خواجہ نظام الدین تونسوی کے دل میں عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ موجود تھا۔ دینی مدارس کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں مدرسہ صالحہ میں کمرے ہوا کر دیئے۔ علماء دین کے اتنے قدردان تھے کہ جب حضرت سید حسین احمد مدنی کا انتقال ہوا حضرت مولانا خان محمد فاضل دیوبند کے پاس تشریف لے گئے۔ جا کر خبر بھی دی اور حضرت مدنی کی تعزیت بھی فرمائی۔ فرمایا! کاش میرے پاس ہوائی جہاز ہوتا تو میں حضرت مدنی کے جنازہ میں شریک ہوتا۔

تقسیم سے پہلے ایک شخص خان محمد قیصرانی قادیانی ہو گیا۔ اس کی زوجہ نے خاوند کے اصرار کے باوجود مرزا نیت قبول نہ کی بلکہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں اپنا مسئلہ پیش کر دیا۔ خواجہ صاحب اور مولانا قاضی عبداللہ ڈیرہ غازی خان والے اور دیگر علماء کرام کے مشورہ سے طے پایا کہ مسلمان خاتون کی طرف سے سرکار انگریزی کی عدالت میں دعویٰ تینخ نکاح دائر کر کے خاتون مسلم کو غیر مسلم سے نجات دلوائی جاوے۔ خواجہ صاحب نے اس مقدمہ کے اخراجات کے لئے ایک مرلیح زمین فروخت کر دیا۔ چنانچہ خواجہ صاحب اور سردار

احمد خان پتانی کے ایماء پر مولانا عمر دراز عرف جندوڈا اسکند کلیری اور حکیم اللہ بخش قیصرانی اسکندہ و ہوا کو زاد سفر دے کر دیوبند مناظر اسلام مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا ابوالوفاشا بھہا پوری، مولانا محمد چراغ، مفتی محمد شفیع کراچی والے ڈیرہ غازی خان تشریف لائے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۸ء کو چودھری تیرتھ داس سینئر جج ڈیرہ غازی خان کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ اس پوری جماعت کو امیر محمد خان بزدار بلاک نمبر ۴ ڈیرہ غازی خان کے خانہ پڑھرایا گیا۔ یہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کے مرید تھے۔ پہلی پیشی پر علی الترتیب فریقین کے گواہ اس طرح پیش ہوتے رہے ہر ایک کی شہادت پر ایک ایک ہفتہ صرف ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے گواہ مولانا قاضی عبید اللہ جمعیت علماء ہند، شیخ الحدیث مفتی محمد عبدالغنی خیر المدارس والے، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند، مولانا محمد چراغ شارح ترمذی، مختیار خاص مسلمانوں کی طرف سے مولانا ابوالوفاشا جہا پوری، مولانا محمد ایوب صدر انجمن حمایت اسلام، مولانا غلیل احمد سہارنپوری، ایڈووکیٹ لالہ سیبہ بھوشن۔ قادیانیوں کی طرف سے گواہ چودھری اسد اللہ بیرسٹر برادر اصغر سرفظیر اللہ قادیانی، سلیم مر بی ناظم مرکز کلکتہ، ملا عبدالرحمان خادم۔ قادیانیوں کی طرف سے مختیار خاص اللہ دتہ جالندھری۔ مشہور قادیانی مناظر ایڈووکیٹ عزیز محمد بمبئی اور اس مقدمہ کی تائید میں مزید قلم بند شہادتیں سوالات کے ذریعے عدالت میں پہنچ گئیں۔ حضرت مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی ان کا یہ بیان فتاویٰ کفایت المفتی میں شائع ہو چکا ہے۔ شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی، جامعہ عباسیہ بہاول پور مجتہد شیعہ مسلک کے سید علی الحائری۔ اس کا روایٰ میں علماء کرام نے ایسی جرح کی ان حضرات کے بیانات اتنے پر لطف ہوتے کہ قادیانیوں کا ناطقہ بند ہو جاتا۔

۱۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو خان محمد قادیانی قیصرانی نے ایک درخواست گزاری۔ سر میں قادیانیت سے تائب ہوتا ہوں۔ بارہ سال میں کافر ہا ہوں۔ بے شک جج صاحب مدعیہ کے حق میں فیصلہ صادر فرما سکتے ہیں۔ ۱۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو ہندو جج تیرتھ داس نے فیصلہ لکھ دیا۔ ڈیرہ غازی خان کا مقدمہ بہاول پور کے مقدمے سے اہم ہے۔ چونکہ بہاول پور کالج مسلمان ہے اور ڈیرہ کالج ایک ہندو جج ہے۔ راقم الحروف (لاشاری) کو مرزا غلام نبی جانبا ز نے لاہور میں واقعہ بیان فرمایا کہ مجلس احرار اسلام کا جو بن تھا۔ حضرت امیر شریعت ملک بھر کے گدی نشینوں، پیرزادوں کو قادیانیوں کے خلاف تیار کر رہے تھے۔ اس سلسلہ میں خواجگان تونسہ شریف کی خدمات بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مگر کوئی اتفاق پیدا نہیں ہو رہا تھا۔ تحصیل تونسہ کی سب تحصیل دہوا میں بخاری صاحب کا کھیتراں برادری جامع مسجد خونزدادہ میں ہر سال جلسہ کراتی تھی۔ ایک دفعہ بخاری صاحب اسی جلسہ کے سلسلہ میں تونسہ شریف تشریف لائے۔ بخاری صاحب کو آنے میں دیر ہو گئی۔ تونسہ سے دہوا جانے والی بس ایک ہی تھی جو پہلے جا چکی تھی۔ سردار کھیتراں برادری نے اپنے پیر اور تعلق دار خواجہ غلام مرتضیٰ کے ہاں بخاری صاحب کی رات کو رہائش رکھی۔ صبح نماز پڑھ کر بخاری صاحب خواجگان تونسہ کی مزارات پر ایصال ثواب کے لئے تشریف لے گئے۔ پہلے حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کی خانقاہ پر حاضری دی۔ پھر خانقاہ محمودیہ پر تشریف لے گئے۔ خانقاہ محمودیہ کے گیٹ سے جو نہی داخل ہوئے سامنے مسند پر بیٹھے ایک بزرگ نظر آئے۔ وہ بزرگ بھی بخاری صاحب کو دیکھ کر اپنی مسند سے کھڑے ہو کر گیٹ کے قریب آ کر ملاقات کی۔ بخاری صاحب کی وضع قطع دیکھ کر پوچھا۔ جناب کا تعارف: بخاری صاحب نے فرمایا مجھے عطاء اللہ شاہ کہتے ہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا: ”مجھے غلام نظام الدین کہتے ہیں۔“ پھر دونوں شیر آپس میں بغلگیر ہو گئے۔ بخاری صاحب نے فرمایا: ”خواجہ صاحب! میں مسئلہ ختم نبوت کے حوالہ سے آپ کو ملنا ہی چاہتا تھا۔ اللہ پاک نے گوہر مقصود یہیں ملا دیا۔ آپ ہماری

سرپرستی فرمائیں۔“ خواجہ صاحب نے وعدہ فرمایا۔ میں آپ حضرات میں شامل ہوں۔ خواجہ صاحب نے ناشتہ کی دعوت دی۔ مگر بخاری صاحب نے فرمایا میں اصول کا آدمی ہوں۔ رات میں حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ کا مہمان رہا ان کی اجازت کے بغیر ناشتہ نہیں کروں گا۔ آج وہو جانا ہے۔ وہاں رات کو جلسہ ہوگا۔ کل واپسی پر جناب سے ملوں گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا چشم مارو شن تشریف لائیں۔

دوسرے دن بخاری صاحب وہو کے جلسہ سے فارغ ہو کر خواجہ نظام الدین کے مہمان ہوئے۔ خواجہ صاحب نے اپنے مہمان خانہ خصوصی شیش محل میں بخاری صاحب کو ٹھہرایا۔ رات کو مستورات کو خطاب فرمایا۔ اس کے بعد جب بھی بخاری صاحب اس علاقہ میں تشریف لاتے خواجہ صاحب سے ملاقات ضرور ہوتی۔ حضرت خواجہ صاحب ختم نبوت کے پروگراموں میں نہ صرف شریک ہوتے بلکہ اپنے مریدوں اور خلفاء کو پروگرام کرنے کا حکم فرماتے۔

بہتی مند رانی نزد تونہ شریف میں خواجہ نظام الدین تونہ شریف کے خلیفہ سید ابراہیم شاہ جو کہ سید حسوشاہ کے پوتے تھے سید ابراہیم شاہ کی دعوت پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بہتی مند رانہ جا کر مسئلہ ختم نبوت بیان فرمایا۔ اس دور میں اس بہتی میں بھی قادیانیوں کا اثر تھا۔ بلکہ منہ زور قادیانی رہتے تھے۔

مجلس احرار کے مشہور واعظ خوش الحان اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد شریف بہاول پوری نے جو کہ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد اور جامعہ امینیہ کے فاضل تھے کوٹ قیصرانی میں رد قادیانیت پر بیان کیا۔ کوٹ قیصرانی کا سردار امیر مند قادیانی تھا۔ مولانا کی تقریر پر اس کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے اپنے غنڈوں کو سمجھایا کہ اس مولانا کی پٹائی کرنی چاہئے۔ مولانا نے صبح کوٹ قیصرانی سے تونہ آنا تھا۔ بس اڈا پر اس سردار کے غنڈوں نے حملہ کر دیا۔ مولانا جلدی جلدی بس پر سوار ہو گئے۔ مگر وہ غنڈے مولانا کی پگڑی اتار کر لے گئے۔ مولانا ننگے سر تونہ شریف حضرت خواجہ نظام الدین کے پاس گئے جا کر سارا واقعہ سنایا۔ خواجہ نظام الدین نے فرمایا کہ میں معذرت کرتا ہوں۔ یہ میری طرف سے پگڑی ہے۔ میں اس سردار سے آپ کا یہ بدلہ لے کر رہوں گا۔ میرے علاقہ میں آپ کی یہ توہین ہوئی۔ جا کر بخاری صاحب کو یہ واقعہ نہ بتانا۔ خواجہ صاحب نے اسی وقت ایک پیغام کے ذریعے اس قادیانی سردار کے رشتہ دار سردار فیض محمد خان تنگوانی جو کہ خواجہ حامد تونہ شریف کا مرید بھی تھا۔ فرمایا جب سردار تونہ شریف آیا میں اس سردار کی پگڑی اتاروں گا۔ اس پیغام کو سن کر قادیانی سردار دس سال تونہ شہر نہ آیا۔ ادھر خواجہ صاحب نے ایک ہوٹل والے کی ڈیوٹی لگائی کہ جب بھی یہ سردار تونہ شہر میں آئے مجھے اطلاع کرنا۔ دس سال بعد سردار نے یہ سمجھا کہ اب خواجہ صاحب کو وہ واقعہ بھول گیا ہوگا۔ یہ تونہ شہر بڑی کروفر سے آیا۔ بڑا پگڑ، طرہ لگا کر آیا۔ جوں ہی یہ سردار ہوٹل میں چائے چلیبی کھانے بیٹھا تو ہوٹل والے نے خواجہ صاحب کو اطلاع کر دی۔ خواجہ صاحب نے اسی وقت اپنے خادم قاضی غلام معین الدین اور ممدوٹ کوٹانا کو بھیجا کہ سردار کا پگڑا اتار لو۔ ممدوٹ کوٹانا نے جاتے ہی ہوٹل کی لکڑی اٹھائی اس سے سردار کا پگڑا اتار لیا۔ سردار سمجھ گیا آج خواجہ صاحب نے مبلغ ختم نبوت کا بدلہ لے لیا۔ وہ خاموشی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کوٹ قیصرانی دوڑ گیا۔

ایک دور میں یہ سردار حضرت خواجہ صاحب کے ہاں آ کر مسلمان ہو گیا۔ ایکشن کا زمانہ آیا تو یہ ایکشن پر کھڑا ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے اس نو مسلم کی حمایت بھی کی۔ مگر یہ شکست کھا گیا۔ بعد میں یہ پھر مرتد ہو گیا۔ قادیانی بن گیا۔ جب خواجہ صاحب کو اس کی اس

حرکت کا معلوم ہوا تو فرمایا: ”اس نے ہم کو دھوکہ دیا اس کو قبر جگہ نہ دے گی۔“ یہ ۱۹۸۶ء کو آنجہانی ہوا تو قادیانیوں نے اس کو مسلمانوں کی مسجد میں دفن کر دیا۔ اس عمل کے خلاف ایک زوردار تحریک چلی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں نے مسلسل دو ماہ تحریک چلائی۔ آخر کار حکومت نے اس کی لاش کو مسجد سے نکال کر اس کو اپنے گھر میں دوبارہ دفن کر دیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں خواجہ غلام الدین تونسوی نے نہ صرف سرپرستی فرمائی بلکہ اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ اس تحریک میں بھر پور حصہ لو۔ کراچی میں خواجہ خان محمد تونسوی جا کر گرفتار ہو گئے۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی کے پڑپوتے خواجہ موسیٰ کے پوتے اور خواجہ حامد کے بیٹے تھے۔ قادیانی نواز اخبار ”ڈان“ نے اس تحریک کے خلاف لکھا تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک بیان روزنامہ آزاد ۲۰ جولائی ۱۹۵۳ء میں دیا کہ ملک بھر کے اکابر اس تحریک میں شامل ہیں۔ مشائخ گولڑہ شریف، مشائخ سیال شریف، مشائخ تونسہ شریف ہمارے ساتھ ہیں۔ اس سے پہلے ۳ مارچ بروز منگل ۱۹۵۳ء کو مسجد محمودیہ تونسہ شریف سے تحریک ختم نبوت کے ایک جلوس کا پروگرام تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس دن سفر پر جانا تھا مگر سفر پر جانے سے پہلے اپنے صاحبزادگان کو فرمایا کہ تم نے جا کر اس جلوس کی قیادت کرنی ہے۔ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو ڈیرہ غازی خان سے جمعۃ المبارک کے دن ایک بڑا جلوس تھا۔ اس میں باضابطہ تحریک شروع کرتی تھی۔ اس دن خواجہ غلام مرتضیٰ تونسوی کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ضلع ڈیرہ غازی خان کا صدر مقرر کیا گیا۔

۱۲ اپریل ۱۹۵۳ء کو لاہور میں اکابر ختم نبوت کو فون کیا کہ صبح میں لاہور آ رہا ہوں۔ فیروز خان نون وزیر سے اس تحریک کے بارہ میں ملاقات کروں گا۔ مولانا امیر محمد کنڈیاں شریف والے نے بیان کیا کہ خواجہ صاحب نے ۵ اپریل بروز اتوار کو خواجہ قمر الدین سیالوی کو ساتھ لے کر ان کی کوٹھی پر ملاقات کی مگر فیروز خان نون نے تحریک ختم نبوت میں تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ خواجہ صاحب اس پر سخت ناراض ہوئے۔ حالانکہ اس کے گھر والے ان بزرگوں کے مرید تھے۔

مولانا امیر محمد ہاشمی قریشی بن مولانا نور محمد فاضل دیوبند سکندریاں شریف حضرت خواجہ غلام الدین کے مرید اور خلیفہ تھے۔ جناب محمد رمضان معینی تونسوی نے مولانا قاضی عطاء محمد سکندری بستی بھلانی تونسہ شریف استاد زادہ مولانا عبدالستار شہلانی سے پوچھا کہ آپ خواجہ غلام الدین تونسوی کے مرید نہیں ہوئے۔ بلکہ خواجہ صاحب کے صاحبزادے خواجہ غلام معین الدین تونسوی کے مرید بن گئے۔ مولانا عطاء محمد نے فرمایا۔ دراصل خواجہ غلام الدین ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دنوں میں کسی کو بھی مرید نہیں کرتے تھے۔ حضرت نے طے کر رکھا تھا کہ جب تک ظفر اللہ قادیانی وزیر خارجہ ہے میں کسی کو مرید نہیں کروں گا۔ حضرت خواجہ صاحب کا وصال ۸ جون ۱۹۶۵ء کو ہوا۔

مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اپنے آقا و مولا محمد ﷺ کی شان میں اہانت کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ جب ۱۹۵۳ء میں منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک شروع ہوئی اور پکڑ دھکڑ کا آغاز ہوا تو آبروئے مشائخ حضرت پیر صاحب تونسہ شریف حضرت خواجہ غلام نظام الدین تونسوی محمودی سلیمانی قدس سرہ نے پاکستان کی چوٹی کے مشائخ کرام سے بذات خود رابطہ قائم کیا اور انہیں احساس دلایا کہ ناموس رسالت کے ڈاکو اپنے مکروہ کرتوتوں میں مصروف ہیں۔ تمہاری خاموشی اور خواب غفلت اسلامیان پاکستان کو کس قدر عظیم نقصان سے دوچار کرے گی۔ دربار پیر پیران ملتان کے سجادہ نشین مخدوم شوکت حسین صاحب سے ملاقات کی۔ ملتان اسٹیشن پر پیر صاحب گولڑہ شریف سے طویل مذاکرات کئے۔ سیال شریف کے سجادہ نشین کو جھنجھوڑا۔ اس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد



کے پیر حضرت حیرت صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ چنیوٹ کے علاقہ میں دریائے چناب کے کنارہ پر حیرت صاحب کا ڈیرہ تھا۔ چنیوٹ سے وہاں تانگے پر گئے۔ بڑا تکلیف دہ اور دشوار راستہ تھا۔ جب وہاں پہنچے تو ان کے خلیفہ نے کہا: ”مقام حیرت ہے کہ اس وقت حیرت صاحب نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔“ پھر گڑکی چائے سے مہمان نوازی کی۔ آپ نے خوشی کے ساتھ گڑ کا قبوہ نوش کرتے ہوئے فرمایا مجھے سب کچھ برداشت ہے مگر میں یہ نہیں دیکھنا چاہتا کہ فرنگی کے پروردہ سیدھے سادے مسلمانوں کو درغلانے کے لئے گرگٹ کا پارٹ ادا کریں۔ جب چنیوٹ سے واپس آئے تو افسران بالا کی کثرت کی وجہ سے شہر کے کسی ہوٹل میں بھی رہائش کی جگہ میسر نہ آئی۔ خود دار مرشد نے غلاموں کو بے وقت زحمت دینا مناسب نہ سمجھا۔ ایک معمولی ہوٹل کی چھت پر آپ نے بمعہ رفقاء بھوکے پیٹ رات گزاری۔ حضرت آبروئے مشائخ مرشد نظام نے انتہائی صبر و تحمل اور متانت و سنجیدگی سے مولانا خان محمد سے فرمایا: مولانا! مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ لوگ نہیں آئے ان کی رائے اور مرضی۔ ہمیں کب کس نے روکا ہے۔ پھر مرد قلندر نے شخصی طور پر رسول نافرمانی کی ٹھان لی اور حکومت کا مالیہ جو تقریباً چھ ہزار روپیہ تھا دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا جو حاکم اپنے آقا و مولیٰ کی فرمانبرداری نہیں کر سکتے۔ ہمیں ان کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ حکومت نے وارنٹ جاری کر دیئے۔ آپ نے فرمایا جو کرتے ہو کرتے رہو۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ دشمنان اسلام کے ساتھ گزارا کر سکوں۔

## (۱۵۰۷) غلام نقشبند پسروری، جناب الحاج صوفی

(وفات: ۲۱/مارچ ۱۹۸۶ء)

معروف احرار رہنما صوفی عنایت محمد پسروری کے صاحبزادہ غلام نقشبند پسروری تھے۔ آپ عمر بھر اوراپلینڈی، انک، جہلم مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے قادیانیوں کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں مردانہ وار حصہ لیا۔ حضرت مولانا حافظ سید عطاء المصمم شاہ بخاری نے جنازہ پڑھایا۔

## (۱۵۰۸) غنیمت حسین شاہ اشرفی (مونگیرہ)، مولانا سید

مولانا سید غنیمت حسین نامور عالم اور عربی زبان کے قادر الکلام خطیب و شاعر تھے۔ حضرت مولانا شاہ حکیم غنیمت حسین اشرفی ساکن مخدوم مونگیرہ کی ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء میں حضرت مولانا سید محمد علی مونگیرہ کے قائم کردہ رحمانیہ پریس مونگیرہ سے ”ابطال اعجاز مرزا (حصہ اول)“ کے نام سے کتاب شائع ہوئی۔ اس میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے ایک ایک شعر سے کئی کئی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے اعجاز کو باطل کر دیا گیا ہے۔

”ابطال اعجاز مرزا (حصہ دوم)“ یہ کتاب بھی حضرت مولانا شاہ غنیمت حسین اشرفی ساکن چک مخدوم مونگیرہ کی ہے جو ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۳ء میں لکھی گئی اور ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں مطبع انتظامی کانپور سے شائع ہوئی۔ مصنف نے ناسٹل پر خود اس کا یہ تعارف تحریر فرمایا ہے۔ ”اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کے مقابلہ میں حسب وعدہ ایک عربی میں فصیح و بلیغ قصیدہ جوابیہ پیش کیا گیا ہے جسے حضرات اہل علم ملاحظہ فرما کر خوش ہوں گے اور مرزا قادیانی کے جھوٹے اعجاز کی داد دیں گے اور تمہید میں مرزا قادیانی

کے موٹے موٹے اور سیاہ جھوٹ دکھائے گئے ہیں جسے دیکھ کر ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ ایک مدعی نبوت کے شان کے یہ کس قدر بعید اور خلاف ہے۔ پھر اس کے بعد دکھایا گیا ہے کہ کن وجوہ سے یہ قصیدہ مرزا قادیانی کے قصیدہ پر فائق ہے۔“

مولانا حکیم شاہ غنیمت حسین کے تفصیلی حالات نزل سکے جس کا افسوس ہے۔ یہ دونوں کتابیں احتساب قادیانیت جلد ۵۹ میں شائع ہو گئی ہیں۔ الحمد للہ!

## (۱۵۰۹) غوث بخش بزنجو، جناب سردار

(پیدائش: ۱۹۱۷ء ..... وفات: ۱۱ اگست ۱۹۸۹ء)

آپ جھالاواں بلوچستان قبیلہ کے سردار تھے۔ پاکستان نیشنل عوامی پارٹی کے مرکزی رہنماء تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام، پیپلز پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی سے فریقی اتحاد کے نتیجے میں بلوچستان کے گورنر مقرر ہوئے۔ سردار تھے۔ سرداروں والی تمام خوبیوں کے امین تھے۔ نظریاتی مسلمان تھے۔ قادیانیوں کو ملک و ملت کے خلاف انگریز کی لابی سمجھتے تھے۔

## (ف)

## (۱۵۱۰) فاروق احمد بہاول پوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی

(ولادت: ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء ..... وفات: ۲۷ رمضان ۱۳۹۵ھ/۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء)

شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق انیسوی ضلع سہارنپور کا سلسلہ نسب سیدنا ابویوب انصاری سے ملتا ہے۔ آپ دارالعلوم کی ممتاز شخصیات میں شمار ہوتے تھے۔ ہندوستان کے خانوادہ علم و فضل میں آپ کا نمایاں مقام تھا۔ آپ کے صاحبزادہ کا نام مولانا فاروق احمد تھا۔ مولانا فاروق احمد نے تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ مولانا احمد حسن امر وہی سے بھی کسب فیض کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف حضرت شیخ الہند سے کیا۔ پاکستان کے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مصنف فتح الملہم آپ کے ہم جماعت تھے۔ حکیم محمد اجمل خان کے بڑے صاحبزادے حکیم حافظ عبدالحمید خان سے آپ نے طب پڑھی اور کچھ عرصہ طبابت کا شغل بھی اختیار کئے رکھا۔ والد گرامی مولانا محمد صدیق نے فرمایا: فاروق احمد! میں نے دین و دنیا تمہارے ہاتھ میں دے دیئے۔ اب انتخاب آپ نے کرنا ہے۔ مولانا فاروق احمد کی سعادت ملاحظہ ہو کہ آپ نے خدمت دین کے شعبہ کو منتخب کیا۔ دارالعلوم میرٹھ میں صدر مدرس کے طور پر اپنے عملی دور کا آغاز کیا۔ ۱۰ فروری ۱۹۱۵ء کو بہاول پور تشریف لائے۔ ریاست کے انسپکٹر مدارس بھی رہے۔ ۱۹۲۵ء میں جامعہ عباسیہ قائم ہوا تو مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ اور آپ شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۳ء تک اس منصب پر فائز رہے۔ اس دوران میں قادیانیوں کے خلاف بہاول پور مقدمہ چلا۔ فیصلہ ہوا۔ پورے ہندوستان کے چوٹی کے علماء بہاول پور تشریف لائے۔ تب مولانا غلام محمد گھوٹوی اس کیس کے مختار تھے تو اس کے شیر اور روح رواں حضرت مولانا فاروق احمد شیخ الحدیث تھے۔ بہاول پور کے بعد

دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کے صدر نشین مقرر ہوئے۔ ایک سال تک دارالعلوم دیوبند کے مسند افتاء پر رونق افروز رہے۔ ایک سال میں آپ کے قلم سے ۸۴۲۷ فتاویٰ جاری ہوئے۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، از محبوب رضوی ج ۲ ص ۲۵۷)

جامعہ عباسیہ کی منظمہ کی درخواست پر بہاول پور تشریف لائے۔ عرصہ تک خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ قاسم العلوم فقیر والی بہاول نگر، مدرسہ اشرف العلوم رحیم یار خان میں بھی بطور شیخ الحدیث کے خدمات سرانجام دیں۔ اہلیہ کے وصال کے بعد پھر بہاول پور کے ہو کر رہ گئے۔ گھر پر جو طالب آجاتے آپ انہیں سیراب کرتے رہے اور یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ ترمذی شریف اور بخاری شریف کی شرح پر آپ کی تصنیفات ہیں جو غالباً غیر مطبوعہ ہیں۔ مولانا محمد احمد بہاول پوری تبلیغی جماعت کے صف اول کے قائد، مولانا فاروق احمد شیخ الحدیث کے صاحبزادہ تھے۔ مولانا فاروق احمد نے مرزا قادیانی اور اس کے کفریہ عقائد پر عربی میں ایک مختصر مگر جامع فتویٰ تحریر کیا۔ ذیل میں وہ فتویٰ نقل کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من نظر بامعان فی کتاب القادیانی علم بلا ریب و شک ان اکثر عقائده مخالفه لعقائد الاسلام موجبة تکفره منها عقیده وفاة عیسیٰ علیہ السلام و اصحاب من افتی بکفره

فاروق احمد

سابق شیخ الحدیث جامعہ عباسیہ بہاول پور، سابق مفتی دارالعلوم دیوبند  
(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۶۹)

(۱۵۱۱) فاروق علی خان، جناب صاحبزادہ

(پیدائش: ستمبر ۱۹۳۱ء، لکھنؤ منڈی ..... وفات: ۲۹ نومبر ۲۰۲۰ء، ملتان)

آپ نامور قانون دان تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر اپنے آبائی حلقہ ملتان شہر سے بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ آپ قومی اسمبلی کے سپیکر بنائے گئے۔ آپ کے عہد سپیکری میں ۱۹۷۳ء کا متفقہ آئین پاکستان منظور ہوا۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آپ کی صدارت میں قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا، مرزانا صر پر گیارہ دن، لاہوری گروپ پر دو دن جرح ہوئی۔ قومی اسمبلی کے جملہ اراکین پر مشتمل کمیٹی جس نے قادیانی مسئلہ پر اڑھائی ماہ بحث کی، اس کے آپ چیئرمین تھے۔ قومی اسمبلی کی کارروائی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی ایشو پر آپ نے بڑی بیدار مغزی سے ایوان کی کارروائی کو چلایا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں سرخرو ہوئے۔

”ناموس رسالت ﷺ کا مسئلہ نازل اور حساس ہے۔ مسلمان جان بھی قربان کر دینا ایک انتہائی معمولی بات سمجھتا ہے۔ حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ امت کو جو الہانہ عشق ہے اس کو زبان و قلم سے بیان کرنا ناممکن ہے۔ چنانچہ گمر کی قادیانی جماعت کے عقائدنی الواقع خطرناک ہیں۔ اس فرقے کا ہر گروہ عقائد کا خطرناک گورکھ دھندلے پھرتا ہے۔ اگر قادیانی جماعت مذہبی

طور پر خطرناک ہے تو لاہوری جماعت اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ دونوں فرقوں میں عقائد کا فرق مذہبی کی بجائے سیاسی ہے۔ مذہبی طور پر دونوں ایک ہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ۱۹۷۳ء کا آئین متفقہ طور پر بنا۔ پھر قادیانیوں کے بارے میں یہ فیصلہ بالاتفاق ہوا۔ اس کے سوا متفقہ فیصلے کی کوئی مثال میرے علم میں نہیں۔ ولی خان کی نیپ نے اس بارے میں مفتی محمود کو اپنا قائد تسلیم کیا تھا کہ ان کی رائے ہماری رائے ہے جس روز فیصلہ ہوا ولی خان سوات میں تھے۔ میں نے ان کو سوات سے بلایا۔ وہ آئے اور انہوں نے بھی فیصلے پر دستخط کر دیئے۔“ (قاطع قادیانیت از مصباح الدین ص ۱۲۵، روز نامہ جنگ جمعہ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۲ء، انٹرویو از اختر کاشمیری)

”قومی اسمبلی کے ارکان نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اپنا قرض ادا کیا اور اسلامی جذبہ اور ملی غیرت کا ثبوت دیا ہے۔“ (روز نامہ نوائے وقت مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۷۷ء)

## (۱۵۱۲) فاروق ناصر شاہ (فیصل آباد)، حضرت مولانا سید

(ولادت: ۱۹۵۲ء ..... وصال: ۳ اپریل ۲۰۱۸ء)

حضرت مولانا پیر سید رحمت علی شاہ ہوشیار پور کے گاؤں ہالٹا کے رہنے والے تھے۔ جو مفتی ہند حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ پیر رحمت علی شاہ کے پاس لائسنس تھا۔ مسلمان گائے کی قربانی ان کی حویلی میں کرتے تھے۔ ہندو حضرات اس وجہ سے چڑھاتے تھے۔ آپ تقسیم کے وقت مسجد میں بحالت سجدہ شہید کر دیئے گئے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ ہومیوپیتھی کے ڈاکٹر سید محمد صدیق شاہ، سید ظہور الحق شاہ، سید عتیق شاہ۔ یہ تینوں تقسیم کے وقت محسن خان ضلع بہاول نگر میں آ کر رہائش پذیر ہوئے۔ ڈاکٹر سید محمد صدیق کچھ عرصہ بعد فیصل آباد آ گئے۔ ان کے ہاں سید فاروق ناصر شاہ کی پیدائش ہوئی۔ سید فاروق ناصر شاہ دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد کے ابتدائی طلباء میں سے تھے۔ اولاً جب یہ مدرسہ ایک جج صاحب کی کوٹھی پر قائم ہوا۔ تب قاری نذیر احمد سے آپ نے حفظ کیا۔ گردان حضرت قاری رحیم بخش سے خیر المدارس ملتان میں کی۔ دارالعلوم پیپلز کالونی پہاڑی گراؤنڈ میں منتقل ہوا۔ اس میں درجہ کتب میں آپ نے داخلہ لیا۔ دارالعلوم دیوبند کے سابق مدرس مولانا سید فیض علی شاہ، مولانا عبدالقدیر کمال پوری، مولانا مفتی جمال ایسے اساتذہ سے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ مولانا سید فاروق ناصر شاہ نے پہلی بیعت حضرت مولانا سید علاء الدین بانی خانقاہ دارالسلام سے کی۔ خلافت حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ سے حاصل ہوئی۔ فراغت کے بعد فیصل آباد بوہڑ والا چوک لال مسجد میں جمعہ پڑھاتے رہے۔ پھر مسجد عائشہ بانا والی ستیانہ روڈ میں چالیس سال خطبہ ارشاد فرمایا۔ صدیقہ مسجد میں تیس سال تسلسل سے قرآن مجید تراویح میں سنایا۔

آپ نے طب دیپال پور ضلع اوکاڑہ میں پڑھی تھی۔ آپ نے اپنی رہائش گاہ فیصل آباد پر دو خانہ سادات کے نام سے طب کے ذریعہ خدمت خلق کا اہتمام کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ آپ اپنے قریب جامعہ اسلامیہ امدادیہ کے تمام اساتذہ و طلباء کافر میں علاج کرتے تھے۔ نسا سید تھے اور سادات والی خوبی سخاوت کے خوگر تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد طیب مہتمم جامعہ امدادیہ نے فرمایا کہ شاہ صاحب بہت ہی سخی اور دریا دل انسان تھے۔ آپ نے ۱۹۹۶ء کے رمضان المبارک میں ۱۷ رمضان جمعہ کے روز عصر سے مغرب تک مجلس درود شریف کا آغاز کیا جو بغیر کسی ناغہ کے اس وقت تک جاری ہے۔ اس بائیس سالہ دور میں کتنے کروڑ

درد و شریف کا ہدیہ ایصال کیا گیا۔ حق تعالیٰ ہی بہتر جاننے والے ہیں۔ اسی طرح ہر جگہ اپنے متعلقین کو درد و شریف کی مجالس کے انعقاد کے لئے متوجہ فرماتے تھے۔ خود مدینہ طیبہ میں اس طرح کی مجلس کا آغاز کرایا۔ خصوصیت سے ان مجالس میں شرکت کرنے والوں کو درد و شریف پڑھنے کا ایسا خوگر بنا دیا جاتا ہے۔ وہ ان مجالس کے علاوہ بھی ہر وقت اپنے زبانوں کو درد و شریف کی تلاوت سے تر رکھنے کی سعادت سے بہرہ ور رہتے ہیں۔ زہے نصیب!

عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے گرانقدر خدمات سر انجام دیں۔ حق تعالیٰ نے ان خدمات کو ایسے قبول فرمایا کہ ترقی ہو گئی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرہ امتیاز عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف ہو گئے۔ فیصل آباد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست اور نائب امیر تاحیات رہے۔ الفتح گراؤنڈ میں ۱۹۰۸ء سے سالانہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا آغاز فرمایا۔ یہ کانفرنس اتحاد امت کا شاندار مظہر ہوتی ہے۔ لاہور، چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں اور سالانہ کورس میں تشریف لاتے۔ دعا و بیان فرماتے تھے۔ ۲۰۱۷ء کی کانفرنس چناب نگر میں بیماری کے باوجود بڑے اصرار سے صاحبزادوں کو کہہ کر سفر کیا۔ وہیل چیئر کے ذریعہ سٹیج پر تشریف لائے اور دیر تک تشریف فرما رہے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بھٹے نور فرمائیں کہ وہ بہت ہی قابل رشک عالم دین تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو خوبیوں کا حسین گلدستہ بنا دیا تھا۔ وہ دھرتی پر خیر کے کاموں کے اگوان تھے۔ اپنی اہلیہ کے ہمراہ دوح کئے۔ خود بہت سارے عمرے کئے۔ ساری اولاد کو عمرے کرائے۔ ایک صاحبزادی کو عمرہ نہیں کراپائے تو عمرہ کا خرچہ ان کے ہاں جمع کرا دیا۔ پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی۔ سب شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے گر گئے۔ چوٹ لگی۔ شوگر بھی تھی۔ یہ چوٹ بہانہ بنی اور پھر بیماریوں نے گھیر لیا۔ لیکن عزم کے اتنے پکے تھے کہ وصال سے چند ماہ قبل عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ سفر میں گردوں کے واش کرانے کا عمل بھی جاری رہا اور عمرہ بھی کر کے آ گئے۔ مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ سے آپ کا تعلق عاشقانہ اور والہانہ تھا۔ حق تعالیٰ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائیں۔ وصال سے کچھ عرصہ قبل اپنے درمیان کے صاحبزادہ مولانا سید خیب احمد شاہ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور حیا و مینا اپنا جانشین مقرر فرما دیا۔ آپ کے جانشین سید خیب احمد شاہ کی امامت میں جامعہ امدادیہ میں جنازہ ادا ہوا۔ جنازہ سے قبل حضرت مولانا قاری محمد سلیمان مدظلہ، حضرت مولانا مفتی محمد طیب نے مولانا خیب احمد شاہ کی دستار بندی کرائی۔ یوں یہ خاندان میں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنے والد گرامی کی روایات کے امین قرار پائے۔ دارالعلوم فیصل آباد کے قریبی قبرستان میں شیخ الحدیث مولانا ذریعہ احمد کے قدمین کی جانب مولانا شمس الرحمن افغانی شہید کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

## (۱۵۱۳) فتح علی شاہ (شاہ پور)، جناب سید

جناب فتح علی شاہ پوری ہمارے ان مخدوم میں سے ہیں جنہوں نے ملعون قادیان کی زندگی میں ان کے خلاف اپنے قلمی جہاد کی داغ بیل ڈالی۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

”خلاف بیانی جماعت قادیانی“ حضرت سید فتح علی شاہ صاحب شاہ پور کی مرتب کردہ ہے۔ ۱۰/ اگست ۱۸۹۹ء کو الحکم قادیان میں قادیانی جماعت کے دوسرے نفس اتارہ حکیم نور دین بھیروی کا ایک طویل مکتوب سید فتح علی شاہ کی بابت شائع ہوا جو سراپا ”کذب محض“ تھا۔ تلبیس ابلیس اور سراپا جھوٹ و کفر پر مبنی خط کا جواب سید فتح علی شاہ خان بہادر ڈپٹی کلکٹر نے تحریر کیا۔ یہ ایک سو بیس سال

پہلے کا مرتب کردہ رسالہ ہے جو قارئین کی معلومات میں ہزاروں اضافوں کا باعث ہوگا۔ لاکھوں، کروڑوں بار حمد و تقدیس حق تعالیٰ کی ہم پر واجب ہے جس نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کی پاسداری کے صدقہ میں اتنی قدیم قیمتی اور وسیع دستاویز محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ کے ذریعہ امت تک دوبارہ پہنچانے کی توفیق سے سرفراز فرمایا۔ پہلے یہ مطبع صدیقی لاہور سے جناب سردار سید امیر علی شاہ صاحب رسالہ درمیرجہ آرڈر آف میرٹ درباری لاٹ صاحب بہادر ہند کی فرمائش پر شائع ہوئی تھی۔ پہلا سن طبع ۱۸۹۹ء تھا۔

## (۱۵۱۴) فتح محمد پانی پتی (مدینہ منورہ)، جناب قاری

(وفات: ۱۶ اپریل ۱۹۸۷ء، مدینہ منورہ)

استاذ القراء، قرأت کے شیخ الکل، پانی پتی لہجہ تجوید کو بام عروج پر پہنچانے والے تھے۔ ولی کامل تھے۔ قرآن مجید کے عاشق زار تھے۔ چنیوٹ میں آکر آباد ہوئے۔ پھر حجاز مقدس چلے گئے۔ مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مدنی نسبت کے امین تھے۔ جب چناب نگر کو کھلا شہر قرار دیا گیا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز مسلم کالونی تشریف لائے۔ جمعہ کے بعد ریلوے اسٹیشن مسجد محمدیہ میں ایسی تلاوت فرمائی کہ چناب نگر کے درو دیوار پر اتمام حجت کر دیا۔ زہے نصیب! کیا بزرگوں کی نسبتوں و محبتوں کو ہم نے سمیٹا ہے۔

## (۱۵۱۵) فتح محمد (راولپنڈی)، مولانا

مولانا فتح محمد راولپنڈی کے مقیم تھے۔ جماعت اسلامی کے بانی حضرات میں ان کا شمار ہے۔ پہلے جماعت اسلامی راولپنڈی کے امیر اور بعد ازاں جماعت اسلامی صوبہ پنجاب کے امیر بھی رہے۔ فتنہ قادیانیت سے متعلق آپ نے لکھا: ”مرزائیت اس ملک کا بہت بڑا فتنہ ہے۔ اسے ختم کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ختم نبوت پر تمام مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہئے۔“

(روزنامہ جنگ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص ۱۷۸)

## (۱۵۱۶) فتح محمد (وزیرو رکاں)، جناب

جناب فتح محمد صاحب سکند وزیرو رکاں ضلع شیخوپورہ کے رہائشی تھے۔ آپ نے ”ندائے حق“ کے نام سے قادیانیوں کے خلاف عام فہم پمفلٹ لکھا جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۵۱۷) فتویٰ استنکاف المسلمین عن فی مخالطۃ المرزائین

..... ۱ اوائل ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں یہ فتویٰ شائع ہوا۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے اس کا حوالہ بھی بہاول پور کے مقدمہ میں دیا تھا۔ انجمن حفظ المسلمین امرتسر نے اسے شائع کیا تھا۔ فتویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع شدہ ہے۔

..... ۲ اسی طرح مانسہرہ کے علماء کرام کی درخواست پر عرب و عجم کے علماء، پاکستان کے دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، علماء کرام کا فتویٰ اگست ۱۹۶۳ء۔

..... ۳ دوکنگ انگلینڈ کی مسجد کے بارہ میں ستمبر ۱۹۷۳ء میں مفتیان کرام کا فتویٰ۔

.....۴ القادیانیہ فی نظر علماء الامتہ الاسلامیہ، وفتاویٰ علماء الحرمین وغیرہم کے نام پر فتویٰ شائع ہوا۔ یہ سب فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع ہو گئے ہیں۔

## (۱۵۱۸) فتویٰ تکفیر قادیان

اس پر بھی بلا مبالغہ پورے ہندوستان کی اہم دینی قیادت کے دستخط ہیں۔ پہلے کتب خانہ اعزازیہ دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا۔ پھر فتح نواح مرزائیوں کے نام سے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے شائع کیا۔ یہی فتویٰ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی شائع کر کے قومی اسمبلی کے تمام ممبران میں تقسیم کیا گیا۔ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم میں شائع شدہ ہے۔

## (۱۵۱۹) فخر الدین احمد (مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد)، مولانا سید

(ولادت: ۱۸۸۹ء ..... وفات: ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء)

مولانا فخر الدین کی ولادت اجیر شریف میں ہوئی۔ آپ کا آبائی وطن ہاڑ پوڑ تھا۔ عہد شاہ جہاں میں آپ کے اجداد میں سے سید قطب اور سید عالم دہلی میں آئے۔ سید عالم کا نسب ۲۶ واسطوں سے حضرت امام حسین ؑ پر منتهی ہوتا ہے۔ مولانا سید فخر الدین نے قرآن شریف والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ کچھ عرصہ اپنے علاقہ میں ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد مدرسہ منج العلوم گلاوٹھی میں پھر دہلی کے مدارس میں معقولات پڑھنے کے بعد دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے۔ حضرت شیخ الہند نے داخلہ کے لئے امتحان لیا تو امتیازی نمبروں سے سرفراز ہوئے۔ حضرت شیخ الہند کے حکم پر دورہ حدیث کی ایک سال کے بجائے دو سال میں تکمیل کی۔ فراغت کے بعد ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم میں ہی مدرس مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد دارالعلوم کے اکابرین نے آپ کو مدرسہ شاہی مراد آباد میں بھجوادیا جہاں ۲۸ برس تک قیام کیا اور تقریباً نصف صدی طلباء عزیز کو چشمہ حدیث سے سیراب کیا۔

مراد آباد میں کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد انتقال فرمایا۔ آپ کے جنازہ میں جم غفیر نے شرکت کی۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر میں مولانا سہول خان کے فتویٰ پر جواب بھی تحریر فرمایا جو کہ درج ذیل ہے: ”مرزا غلام احمد قادیانی کا کلام سراسر کفر اور الحاد سے بھرا ہوا ہے۔ جا بجا دعویٰ نبوت اور انبیائے سابقین کی تحقیر اور ختم نبوت کا انکار نصوص قطعیہ کی تحریف و تبدیل وغیر ذالک من الکفریات سے مملو ہے۔ جس سے اس کا کفر و ارتداد کا اکتساب فی رابعۃ النہار ظاہر ہے۔ وہ اور اس کے تمام ہم خیال کافر اور مرتد ملعون ہیں۔ ان سے ترک معاملات لازم اور واجب ہے۔ ان کو مسلمان سمجھنا اپنے کفر کا اقرار کرنا ہے۔ فقط!“

فخر الدین احمد مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۵۷)

## (۱۵۲۰) فخر عالم زبیری، جناب

(وصال: ۲۱ جون ۱۹۹۶ء)

جناب فخر عالم زبیری ”۳۲ سال گورنر جنرل ہاؤس سے آرمی ہاؤس تک یادداشتیں“ نامی کتاب لکھی۔ اس کے صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں:

”قائد اعظم کے دن سے پہلے کینٹ کا اہم اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا جانا تھا کہ اب قائد اعظم کے بعد گورنر جنرل کس کو بنایا جائے۔ اس اجلاس میں مسلم لیگ کے صدر چوہدری غلیق الزمان اور سندھ کے چیف منسٹر کو مدعو کیا گیا۔ منسٹر ظفر اللہ خان قادیانی نے تجویز پیش کی کہ لیاقت علی خان گورنر جنرل بن جائیں۔ لیکن قادیانی کینٹنگی کو ملاحظہ کیا جائے کہ پھر اسی ظفر اللہ خان قادیانی نے اپنے ملازم سے لیاقت باغ میں لیاقت علی خان کو گولی مرادوی۔“

## اسکندر مرزا اور قادیانی

فخر عالم زبیری نے اس کتاب کے صفحہ ۶۶ پر لکھا ہے کہ: ”اسکندر مرزا نے اسٹنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر عبدالوہید کا تقرر کیا۔ یہ صاحب قادیانی تھے۔ اسکندر مرزا نے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت پر جو ظلم ڈھائے اس کے پس پردہ یہ ملعون عبدالوہید قادیانی تھا۔“

فخر عالم زبیری نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ پر لکھا ہے: ”ایس ایم یوسف کے فارن سیکرٹری بن جانے کے بعد ان کی جگہ این اے فاروقی ایوب خان کے پرسنل سیکرٹری بن کر آ گئے تھے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ ایوب خان جب انہیں ٹیلیفون کرتے تھے تو وہ سب سے پہلے ٹوپی سر پر رکھ لیتے تھے اور سیٹ سے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ان کے سر پر چند بال تھے جنہیں کام کرتے وقت وہ آگے پیچھے کرتے رہا کرتے تھے۔ ان کے متعلق کسی نے ایک مرتبہ ایوب خان کو ایک خط لکھ دیا کہ وہ قادیانی ہیں اور ایوب خان نے ایک قادیانی کو اپنا سیکرٹری بنایا ہوا ہے۔ ایوب خان نے وہ خط پڑھنے کے بعد ان سے پوچھا کہ حقیقت کیا ہے۔ انہوں نے جواب میں کہا تھا کہ: ”آئی ایم ناٹ قادیانی۔ دراصل وہ لاہوری پارٹی کے تھے۔“

ایوب خان کے زمانے میں ہندوستان کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس کے بہت سے عوامل تھے۔ اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ قدرت اللہ شہاب نے شہاب نامہ میں اس جنگ کے متعلق ایک عجیب بات لکھی: ”ایک بار میں نے نواب آف کالا باغ سے اس جنگ کے متعلق دریافت کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے فرمایا: بھائی شہاب! یہ جنگ پاکستان کی جنگ ہرگز نہ تھی۔ دراصل یہ جنگ اختر ملک، ایم ایم احمد، بھٹو، عزیز احمد اور نذیر احمد نے شروع کروائی تھی۔ جب میں نے پوچھا کہ جنگ شروع کروانے سے ان حضرات کا کیا مقصد تھا؟ تو نواب صاحب نے جواب دیا۔ یہ لوگ ایوب خان کو ٹھکنے میں کس کراپنی طاقت بڑھانا چاہتے تھے۔ اس عمل میں اگر پاکستان کا ستیاناس ہوتا ہے تو ان کی بلا سے۔“

یہ بات آغا شورش کاشمیری نے بھی لکھی ہے۔ یاد رہے اختر ملک ایم ایم احمد وغیرہ سب قادیانی تھے۔ بھٹو اور دوسرے حضرات کو شیشہ میں اتارا اور ایوب خان سے جنگ چھڑوا دی۔ نتیجہ میں مہمب اور لاہور سیکٹر پر جنگ چھڑ گئی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، ورنہ قادیانیوں نے ایک بار تو پاکستان کے مقدر کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ اے کاش! اسلامیان وطن قادیانیوں کی پاکستان دشمنی پر اپنی آنکھیں کھول لیں۔

## (۱۵۲۱) فخر عالم، جناب جسٹس

جنرل ضیاء الحق نے ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ قادیانیوں نے اسے وفاقی شرعی عدالت



میں چیخ کیا جسے چار جسٹس صاحبان کے بیچ نے سماعت کیا اور ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں قادیانی اپیل کو رد کر دیا۔ ان فیصلہ دینے والوں میں ایک جسٹس فخر عالم صاحب بھی تھے۔

### (۱۵۲۲) فدا حسین شاہ (پشاور)، جناب ڈاکٹر سید

پشاور کے ڈاکٹر سید فدا حسین شاہ صاحب نے قادیانی رسالہ اظہار حقیقت کا جواب تحریر کیا۔ جس کا نام ہے: ”فرقہ احمدیہ کے چار سوالوں کے جوابات حق و باطل“، ”اظہار حقیقت“ نامی رسالہ میں قادیانیوں نے چار سوال قائم کئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس رسالہ میں ان چار سوالوں کا جواب دیا۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل ہے۔

### (۱۵۲۳) فدا محمد خان، جناب جسٹس

جناب جنرل ضیاء الحق نے توہین رسالت کی سزائے موت یا عمر قید کا قانون بنایا۔ جناب محمد اسماعیل قریشی نے اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا کہ اہانت رسول کی سزا صرف اور صرف سزائے موت ہے عمر قید نہیں۔ پانچ رکنی وفاقی شرعی عدالت نے اس کی سماعت کی اور قرار دیا کہ توہین رسالت کی سزا صرف سزائے موت ہے۔ یہ فیصلہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو ہوا۔ یہ فیصلہ جن بیچ صاحبان نے دیا، ان میں ایک جسٹس فدا محمد خان بھی تھے۔

### (۱۵۲۴) فداء الرحمن درخو استی، مولانا

(وفات: دسمبر ۲۰۱۹ء)

آپ شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخو استی کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ شریعت کونسل کے بانی امیر تھے۔ کراچی میں اپنا ادارہ قائم کیا۔ افریقہ، برطانیہ کے تبلیغ پر جاتے رہے۔ خوب بزرگ شخصیت تھے۔ حق تعالیٰ نے مسلکی خدمات کے لئے ان کو بہت توفیق بخشی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے تعاقب کے لئے اپنے والد گرامی کی روایات کو آگے بڑھایا اور مثالی طور پر بڑھایا۔

### (۱۵۲۵) فرزند توحید (کراچی)، جناب

جناب فرزند توحید خوب آدمی تھے۔ زندگی بھر اپنے اور دوسرے حضرات کے قادیانیت کے خلاف رسائل برابر شائع کرتے رہے۔ ایسی دھن ان پر سوار تھی جس سے قادیانیت اور حکومت چلا اٹھی۔ جیسا کہ ”حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اور ان کا جواب“ کے مطالعہ سے واضح ہے۔

جناب فرزند توحید صاحب کے رد قادیانیت پر سات رسائل تھے:

- |        |   |        |                                    |
|--------|---|--------|------------------------------------|
| .....۱ | ”بنا پستی نبی اور اس کے صحابہ کا چال چلن“         | .....۲ | ”عبرت ناک موت“                     |
| .....۳ | ”ربوے کار اسپوٹین یا مذہبی آمر“                   | .....۴ | ”مسخروں کی محفل یا قادیانی انبیاء“ |
| .....۵ | ”حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اور ان کا جواب“ |        |                                    |

..... ۶ ”علامہ اقبال کا پیغام، ملت اسلامیہ کے نام“ ..... ۷ ”مرزا غلام احمد قادیانی زندیق اور حکومت برطانیہ“  
یہ تمام احساب قادیانیت کی جلد ۳۴ میں شائع ہو گئے ہیں۔

## (۱۵۲۶) فرمان علی خان، جنرل راؤ

(پیدائش: ۱۹۲۱ء، اوکاڑہ ..... وفات: ۲۰ جنوری ۲۰۰۴ء، راولپنڈی)

فوج میں جنرل رہے۔ مصنف و دانشور تھے۔ وفاقی وزیر پیٹرولیم رہے۔ مشرقی پاکستان کے گورنر اور فوجی فاؤنڈیشن کے چیئرمین بھی رہے۔ قادیانیوں کے متعلق ان کا ایک تجزیہ یہ بھی تھا: ”مشرق پاکستان کی علیحدگی کی بڑی وجہ ”عظیم قادیانی ریاست کے قیام کا نظریہ“ تھا۔ بنگالیوں کی علیحدگی کے کئی عوامل تھے جن میں غربت، محرومی، عدم مساوات، ناخواندگی، پسماندگی، ذرائع مواصلات کا فقدان شامل تھے۔ یہ تمام عوامل قادیانی امت کے فرزند ایم. ایم. احمد قادیانی (بیچی خان کا مشیر) کے کمالات کا نتیجہ تھے۔“  
(قادیانی امت اور پاکستان از رائے محمد کمال)

## (۱۵۲۷) فرید احمد (ڈھا کہ)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۲ء، چٹاگانگ ..... شہادت: ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء، ڈھا کہ)

آپ بنگال کے نامور سیاستدان تھے۔ ڈھا کہ اسمبلی کے رکن رہے۔ قومی اسمبلی کے ممبر رہے۔ تحریک پاکستان میں قائد اعظم کے دل و جان سے معاون تھے۔ ذیل میں بیان ملاحظہ ہو: ”موتمر عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل جناب عنایت اللہ نے مجھے کراچی میں بتایا تھا کہ یہودی، ایم. ایم. احمد کی معرفت اپنی مذموم کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ انہیں تل ابیب سے ہدایات ملتی ہیں۔ قادیانیوں اور یہودیوں کی ساز باز اتنی عیاں ہے کہ نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔“  
(The Sun Behind Clouds از مولانا فرید احمد ڈھا کہ)

## (۱۵۲۸) فرید الحسن حنفی، جناب شیخ

جن حضرات نے قادیانی فتنہ کو اوائل میں ہی اپنے قلم کی زد پر رکھا ان میں ایک جناب فرید الحسن حنفی مونگیری تھے۔ ذیل میں مختصر مگر جامع معلوماتی رسالہ:

”صاعقہ ربانی بر نشان قادیانی“ جو شیخ فرید الحسن حنفی کا مرتب کردہ ہے۔ آپ نے مہول ضلع مونگیری سے اسے ۱۹ جولائی ۱۹۱۲ء میں اسے شائع کیا۔ اب ۲۰۲۰ء میں اس کی ایک سو آٹھ سال بعد محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں اشاعت باعث انعام الہی ہے۔

## (۱۵۲۹) فرید الحق (کراچی)، جناب پروفیسر شاہ

(پیدائش: ۱۸۹۳ء، اعظم گڑھ ..... وفات: ۲۶ دسمبر ۲۰۱۱ء، کراچی)

پروفیسر شاہ فرید الحق کا مرتب کردہ رسالہ ”قادیانیت پر آخری ضرب“ ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے جتہ جتہ حالات کو

اپنے مکتب فکر کے حوالہ سے تحریر کیا ہے۔ ”سادن کے آنکھوں کے مریض کو ہر طرف ہریالی“ ہی پر اسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۲۹ میں شائع ہے۔ سندھ اسمبلی کے صوبائی ممبر بھی رہے۔ کراچی میں جمعیت علماء پاکستان کے رہنماؤں میں سے تھے۔

## (۱۵۳۰) فرید الدین (بھوئی گاڑ ضلع انک)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۶ء ..... وفات: ۱۴ نومبر ۱۹۷۲ء)

بھوئی گاڑ ضلع انک کے عالم دین تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرانقدر محنت اور نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۵۳۱) فصیح احمد بہاری، جناب

”پنجابی مسیح موعود“ یہ رسالہ جناب فصیح احمد بہاری کا مرتب کردہ ہے۔ فصیح احمد بہاری رائل پاکستان ایئر فورس ناشر مکتبہ تحفظ ختم نبوت پشاور اس کے ٹائٹل پر لکھا ہے۔ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے دجل و فریب طشت از بام کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں آ گیا ہے۔

## (۱۵۳۲) فضل احمد رائے پوری، مولانا حافظ

(وفات: ۱۱ نومبر ۱۹۶۴ء)

مولانا فضل احمد مدرسہ عبدالرب دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ تقسیم پاکستان سے قبل خوب تدریسی فرائض سرانجام دیئے اور سینکڑوں جید علماء کرام تیار کئے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے ساتھی اور قدیم رفقاء میں سے تھے۔ مولانا فضل احمد کا اولاً بیعت کا تعلق حضرت گنگوہی سے تھا۔ چھ ماہ کا عرصہ بمشکل گزرا کہ حضرت گنگوہی وصال فرما گئے تو آپ نے حضرت رائے پوری کی طرف رجوع کر لیا اور اکثر ان کی خدمت میں رہتے۔ تقسیم پاکستان کے بعد رائے پوری کو چھوڑ کر پاکستان آ گئے۔ پہلے لاہور، لائل پور اور پھر چک نمبر ۱۱ متصل چیچہ وطنی میں مقیم ہوئے اور یہیں پر آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ نے رد قادیانیت پر فتویٰ ”قہر یزدانی برجان دجال قادیانی“ میں جواب کی توثیق کرتے ہوئے ”اصاب من اجاب“ لکھ کر دستخط کئے۔ (قادیانی ختم نبوت ج ۲ ص ۳۱۵)

## (۱۵۳۳) فضل احمد قریشی (میانوالی)، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۱۸ء ..... وفات: ۱۹۹۸ء)

حضرت پیر میرید احمد قریشی نقشبندی کے فرزند ارجمند حضرت مولانا مفتی فضل احمد قریشی مرحوم جن کی پیدائش کلور کوٹ شہر میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی حضرت پیر جی سے حاصل کرنے کے بعد (چھپر شریف) میں مزید تعلیم کے لئے چلے گئے۔ موقوف علیہ تک کتب پڑھنے کے بعد دارالعلوم انڈیا (دیوبند) تشریف لے گئے۔ یہ وہ دور تھا جب دارالعلوم میں مولانا اعزاز علی، مولانا حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری کے درس کا طوطی بولتا تھا۔ آپ نے ان علم دوست اور مشفق اساتذہ کرام کے سامنے زانو تلمذ تہہ کیا۔ ان

حضرات کی محبت اور غلوص کی وجہ سے آپ کے اندر مسئلہ خلافت کے لئے کچھ کر گزرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ تعلیم سے فراغ کے بعد جب واپس تشریف لائے تو سب پہلے اپنے والد بزرگوار کی مسجد میں بیرونی کی حیات میں امامت، خطابت کے فرائض شروع کر دیئے اور ساتھ ہی عملی میدان میں قدم رکھ کر ۱۹۵۳ء تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس وقت ضلع میانوالی تھا۔ جب کہ آپ نے مولانا عبدالستار خان، مولانا کوثر نیازی و دیگر علماء کے ساتھ مل کر گردنواح علاقہ جات میں تقاریر کے ذریعے عوام الناس کو اس مہم پر آگاہی دی۔ اس سلسلہ میں مولانا عبدالستار سے بہت دفعہ ملاقات ہوتی رہی اور ان کی مشاورت سے اس سلسلہ کو اپنے علاقہ کلور کوٹ (جو کہ اب تحصیل ہے) میں پورے زور و شور سے ختم نبوت کے مسئلہ پر لوگوں کو بیدار کیا۔ نتیجتاً دوسرے بڑے علماء کرام کی طرح انہیں بھی جیل کی ہوا کھانا پڑی۔ دو ماہ جیل رہنے کے بعد ہائی ٹی تو واپس آ کر پہلے سے زیادہ جذبے کے ساتھ آپ نے کام کو شروع کیا۔ اس مرتبہ جامع مسجد صدیقیہ (ہنگرائیں) میں خطاب پرایم۔ پی۔ او۔ ۱۶ کے تحت مقدمات کا سامنا ہوا۔ پھر ۱۹۷۴ء کے دوران تحریک ختم نبوت نے (مرزا قادیانی) کے جھوٹے دعوے کو طشت از بام کرنے کا بیڑا اٹھایا تو ملک کے گلی کوچوں میں اس تحریک کی آواز پہنچانے کے لئے مولانا فضل احمد قریشی پھر میدان عمل میں آئے۔ اس مرتبہ مولانا محمد عبداللہ بھکروالے کی قیادت میں پورے ضلع بھکر میں بہتی بہتی جا کر لوگوں کو بیدار کیا۔ پھر محمد عبداللہ کی معیت میں جیل جانا ہوا۔ تحریک کے ایک بڑے روح رواں حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے بھی ملاقاتیں اور مشاورت رہی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل ہوئی۔ تمام ملک کے علماء کرام اور عوام الناس کو رب العزت نے سرخرو فرمایا۔ (حق آ گیا اور باطل مٹ گیا) کے مصداق قادیانی لعنتیوں کو قانوناً بھی مرتد اور کافر قرار دیا گیا اور مملکت خداداد کے مسلمانوں کا ایمان ضائع ہونے کا بہت حد تک خطرہ ختم ہو گیا۔

## (۱۵۳۴) فضل احمد گورداسپوری، جناب قاضی

جناب قاضی فضل احمد گورداسپور کے باسی تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہمعصر تھے۔ لدھیانہ کے محکمہ پولیس میں کورٹ انسپکٹر تھے۔ مرزا قادیانی کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد کے ساتھ ملازم ہوئے۔ غلام احمد قادیانی بھی گورداسپور کے تھے۔ اس لئے مرزا قادیانی کے ہمعصر، ہم ضلع اور مرزا کے بیٹے سے تعلقات کے حوالہ سے گویا ”گھر کے بھیدی“ تھے۔ آپ نے کتاب ”کلمہ فضل رحمانی“ کے نام سے ۱۳۱۴ھ، مطابق ۱۸۹۷ء میں لکھی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد مرزا قادیانی دس سال سے زیادہ عرصہ زندہ رہا لیکن کتاب کے مندرجات کی تردید کا حوصلہ نہ کر سکا۔ یہ کتاب اپنی بعض خصوصیات کے باعث رد قادیانیت کی دیگر ہزاروں کتب میں انفرادیت رکھتی ہے۔ مثلاً:

..... ۱ اس کتاب کے نام سے دو دفعہ سن اشاعت نکلتا ہے۔ کلمہ فضل رحمانی (۱۳۱۴ھ) بجواب ادہام قادیانی (۱۳۱۴ھ)

..... ۲ مرزا قادیانی نے اپنے نام غلام احمد قادیانی کی مناسبت سے (۱۳۰۰ھ) کا عدد نکال کر اسے اپنے دعویٰ میں پیش کیا۔

(ازالہ ادہام ص ۱۸۵، جزائن ج ۳ ص ۱۸۹)

قاضی فضل احمد نے سات (۷) نام مرزا کے موافقین و مخالفین کے لکھ کر ان کے عدد (۱۳۰۰) پورے کر کے لکھا کہ اگر یہ دعویٰ

کے صداقت کی دلیل ہے تو ان ساتوں کو بھی مہدی، مسیح، مجدد و نبی مان لیا جائے۔ اس سے مرزا قادیانی کی لگھی بند ہو گئی۔

۳..... مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص ۱۸۸، خزائن ج ۳ ص ۱۹۰) میں کہا کہ: ”میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔“ مؤلف کتاب ہذا نے لدھیانہ میں قادیان نامی دوسرا گاؤں اور اس میں غلام احمد نامی شخص کا حوالہ دے کر مرزا قادیانی کو چت گرا کر اس پر دوسرے غلام احمد قادیانی کو بٹھا دیا۔

۴..... اس کتاب میں مرزا قادیانی کی کتب و رسائل:

..... انجام آختم۔ ..... خدائی کا فیصلہ۔

..... دعوت قوم۔ ..... مکتوب مرزا عربی بنام علماء و مشائخ ہند۔

کا جواب لکھا اور ان تینوں کتابوں کے خلاصہ درج کر کے ان کے جوابات کے لئے مرزا قادیانی کی کتب اور مرزا قادیانی کی تحریرات سے کام لیا۔ مرزا قادیانی کا منہ اور اس کی چیخ، مرزا قادیانی کی رسی اور مرزا قادیانی کا گلہ، مرزا قادیانی کا جوتا، مرزا قادیانی کی پشت، کی تصویر یہ کتاب ہے۔

۵..... مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے حصول کے لئے مرزا احمد بیگ، مرزا علی شیر اور اس کی اہلیہ کو جو مرزا احمد بیگ کی ہمیشہ تھی، خطوط لکھے۔ ذلت آمیز، خوشامدی اور چالاک و مکار، عیار، دھوکہ باز، بازیگری طرح لالچ و خوف دلایا۔ مرزا قادیانی کے یہ خطوط آپ نے مرزا علی شیر بیگ جو مرزا قادیانی کا سدھی تھا سے حاصل کر کے اپنی اس کتاب میں پہلی بار ان کو مرزا قادیانی کی زندگی میں شائع کر کے مرزا قادیانی کا بیچ چوراہے بھانڈا پھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ عدالتوں تک یہ کتاب اور اس میں درج خطوط مرزا قادیانی کے مقابل پیش ہوتے رہے اور مرزا قادیانی کو کھسیانی ملی کھعبہ نوپے کے بمصداق سوائے سر تسلیم خم کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ ۱۶ مئی ۱۹۰۱ء کو گوردا سپور کی عدالت میں مرزا امام الدین کے مقدمہ ”بند کرنے راستہ شارع عام“ کے سلسلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان ہوا۔ اس میں مرزا قادیانی نے تسلیم کیا کہ کلمہ فضل رحمانی (کتاب ہذا) میں جو خطوط شائع ہوئے وہ میرے ہیں۔ (الحکم قادیان ج ۵ ص ۲۹، مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء) کتاب بنام (ملفوظات احمدیہ منظور الہی ص ۲۳۱ تا ۲۳۵) میں تمام تفصیل موجود ہے۔

یہ کتاب ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۷ء) میں اول بار شائع ہوئی۔ چھپانے برس بعد ۱۴۰۸ھ میں مجلس تحفظ ختم نبوت صدر دفتر ملتان نے دوسری بار عکس لے کر اسے شائع کیا اور اب بار سوم ۱۴۲۸ھ میں ٹھیک ایک سو چودہ برس بعد احتساب قادیانیت جلد ۲۰ میں شائع کیا۔ یہ کمپیوٹر ایڈیشن ہے۔ قارئین دیکھیں گے کہ پولیس انسپکٹر کورٹ نے مرزا قادیانی کو جرح میں کیسے طشت ازبام کیا ہے۔

الحمد لله اولاً و آخراً!

مصنف کی رد قادیانیت پر دوسری کتاب ”جمیعت خاطر“ ہے۔ اس کے مصنف بھی قاضی فضل احمد گوردا سپوری ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں پہلی بار شائع ہوئی تو ناشر نے اس کے سرورق پر خود یہ تعارف لکھا: ”اس میں وہ خط و کتابت ہے جو درمیان قاضی فضل احمد صاحب انسپکٹر پولیس لدھیانہ حنفی، سنی، نقشبندی اور غلام رسول، مرزائی، قادیانی انسپکٹر پولیس فیروز پور کے ہوئی، درج ہے۔ جس کا جواب قادیانی موصوف باوجود سخت در سخت وعدوں کے نہیں دے سکے۔ بانظرا مدت مدید شائع کی گئی۔ مرزا قادیانی مدعی رسالت و نبوت

خدائی کے دعاوی پر نہایت تہذیب کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ منصف مزاج کے لئے نہایت عمدہ سبق ہے۔ ہر سہ نام اس خط و کتابت کے تاریخی، جبری و عیسوی ہیں۔“

اس ایک کتاب کے تین نام ہیں:

..... ۱ ”جمعیت خاطر (۱۳۳۳ھ)“ ..... ۲ ”دوانسپکٹروں کا دو دلا مکاتبہ (۱۳۳۳ھ)“

..... ۳ ”خوان ار مغان (۱۹۱۵ء)“ یہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۲۰ میں شائع ہو چکی ہے۔ الحمد للہ!

مصنف ”کلمہ فضل رحمانی“، جناب مکرم قاضی فضل احمد تحریر فرماتے ہیں کہ: ”جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ / اکتوبر ۱۸۹۷ء میں جب میں اپنی کتاب کی تکمیل سے فارغ ہوا تو رات کو خواب دیکھا کہ ایک مجلس میں علماء تشریف فرما ہیں اور عوام بھی۔ ان کے ایک طرف مرزا قادیانی پاؤں دراز کئے پڑا ہوا ہے۔ مرزا قادیانی کا سرنگا ہے اور درمیان سے لے کر پیشانی تک سراسرے سے منڈا ہوا ہے۔ دونوں طرف سے سر کے بال باقی ہیں۔ داڑھی چینی سے کٹی ہوئی ہے۔ اس کی اس بیٹ کو دیکھ کر حیران ہوا کہ سر کے بال ہندوؤں کی طرح اور داڑھی فینسی طرز کی۔ دونوں کام خلاف شرع، تو دل کو اطمینان ہوا کہ میری کتاب کی تکمیل سے اس خواب کے ذریعے مجھے بشارت دی گئی ہے کہ مرزا قادیانی کی شریعت سے روگردانی کو واضح کرنے میں یہ کتاب مرکزی کردار ادا کرے گی۔ صبح کے ساڑھے چار بجے یہ خواب دیکھا۔“

”کلمہ فضل رحمانی“، مصنف نے تحریر کی تو اس زمانے کے اخبار ”وقادار“ کے ایڈیٹر نے ایک رات دو بجے نماز تہجد کے وقت اللہ رب العزت کے حضور دعا کی کہ ”کلمہ فضل رحمانی“ کے مصنف کا موقف صحیح ہے یا مرزا قادیانی کا؟ اس پر بہت گڑگڑاتے ہوئے بڑی لمبی چوڑی دعا کی۔ رورور طبیعت نڈھال ہو گئی۔ اتنے میں سو گئے۔ خواب میں دیوان حافظ کا ایک شعر ان کو دکھایا گیا۔ خواب میں انہوں نے وضاحت چاہی تو ان کو کتاب تہمدی گئی۔ دیکھا تو وہ ”کلمہ فضل رحمانی“ تھی۔ فرماتے ہیں کہ دل کو تسلی ہو گئی کہ مرزا قادیانی کذاب و دجال کے بارے میں ”کلمہ فضل رحمانی“ کے مؤلف کا موقف صحیح ہے اور مرزا قادیانی واقعاً مردود و ملعون ہے۔

مولانا قاضی فضل احمد کی کتاب ”کلمہ فضل رحمانی“ پر مولانا مشتاق احمد انبٹھوی، مولانا شاہ دین لدھیانوی، مولانا محمد لدھیانوی، مولانا محمد اسماعیل لدھیانوی، مولانا ابوالاحسان محمد عبدالحق سہارنپوری، مولانا نظام الدین مدرس مدرسہ حقانی لدھیانہ، مولانا محمد عبد اللہ فاضل ٹوکی (لاہور) اور دیگر حضرات کی تقریظات ہیں۔

(۱۵۳۵) فضل احمد (مہتمم مدرسہ مظہر الاسلام کھڈہ)، مولانا

(وفات: جنوری ۱۹۶۲ء)

آپ نامور عالم دین تھے۔ عمر بھر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ پاکستان میں ہر دینی تحریک میں پیش پیش ہوتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی سے پیچھے نہ تھے۔

(۱۵۳۶) فضل احمد (میانوالی)، جناب میاں

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں میانوالی سے قافلہ گرفتاری کے لئے لاہور جاتے تھے۔ ایک قافلے میں میاں فضل احمد موچی

بھی جا کر گرفتار ہو گیا۔ ان کی گرفتاری مارشل لاء کے تحت عمل میں آئی۔ مارشل لاء عدالت نے ان کے بڑھاپے کو دیکھ کر دیگر ساتھیوں کی نسبت کم سزا دی۔ اس پر وہ بگڑ گئے۔ عدالت سے احتجاج کیا کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اس سے عدالت نے سمجھا کہ شاید یہ سزا کم کرانا چاہتا ہے۔ عدالت نے جب پوچھا تو کہا کہ: ”مجھ سے کم عمر کے لوگوں کو دس سال کی سزا دی ہے تو اس نسبت سے مجھے بیس سال سزا ملنی چاہئے۔ آپ نے مجھے کم سزا دی۔ میرے ساتھ انصاف کیا جائے اور میری سزا میں اضافہ کیا جائے۔ یہ سن کر مارشل لاء عدالت کانپ اٹھی۔ اس بوڑھے جرنیل کی ایمانی غیرت پر جج انگشت بدنداں اٹھ کر عدالت سے ملحق کمرے میں چلا گیا۔ انہوں نے عدالت میں کپڑا بچھا کر اپنی گرفتاری و سزا اور آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے اپنی قربانی کی بارگاہ خداوندی میں قبولیت کے لئے نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔“

انوکھی وضع ہے زمانے میں، زمانے سے نرالے ہیں  
یہ عاشق یا رب! کسی بستی کے رہنے والے ہیں

### (۱۵۳۷) فضل الرحمن بن محمد (لاہور)، مولانا

موصوف اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والے بزرگ تھے۔ جامع مسجد مبارک اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے خطیب تھے۔ آپ نے چالیس صفحات پر مشتمل رسالہ ترتیب دیا جس کا نام: ”قادیانی، لاہوری مرزائی دائرہ اسلام سے خارج کیوں ہیں؟ علمی جائزہ“ نام کی طرح رسالہ بھی خوب ہے۔ ۱۹۸۴ء کے بعد کا مرتب کردہ رسالہ ہے۔

### (۱۵۳۸) فضل الرحمن پشاوری، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۱ء ..... وفات: نومبر ۱۹۸۰ء)

مولانا فضل الرحمن پشاوری متھرا ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام بیگی خان تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ تکمیل علم کے لئے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا۔ جہاں آپ نے ۱۳۴۵ھ میں علامہ نور شاہ کشمیری سے دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ قیام پاکستان تک آپ جامعہ ملیہ دہلی میں شیخ التفسیر کے منصب سے تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی میں اسلامیات کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ آپ نے سورۃ البقرہ اور آل عمران کا ترجمہ اور تفسیر بھی لکھا۔ پشتوزبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ آپ پشاور میں لیکچرار تھے تب آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔  
(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۸۵)

### (۱۵۳۹) فضل الرحمن شاہ احرار (سلانوالی ضلع سرگودھا)، مولانا

سرزمین لدھیانہ کے انقلابی رہنما، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے تربیت یافتہ، حضرت مدنی کے عاشق زار، مولانا ابوالکلام آزاد کے فداکار اور مجلس احرار اسلام کے رہنما، مولانا سید فضل الرحمن احرار سرپاٹھ کی لاکار تھے۔ قد درمیانہ سے بھی کچھ کم۔ وجود ہلکا، البتہ جسم گھٹا ہوا۔ جادو بیان خطیب تھے۔ بیان نہیں کرتے بلکہ الفاظ کی شعلہ باری کرتے تھے۔ ہاتھ میں کلہاڑی، آستینیں چڑھی ہوئیں، بھوئیں تنی ہوئیں، بیان شروع کرتے تو دیکھتے ہی دیکھتے پورے مجمع پر جادو کر دیتے۔ آخروقت تک احرار خطابت کی طرز

ادا کو نبھاتے رہے۔ ساہیوال، ماموں کائن، شورکوٹ، ٹوبہ، گوجرہ، سرگودھا کے اکثر مدارس کے سالانہ جلسوں کو رونق بخشنے۔ چنیوٹ و چناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں کی رونق ہوتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ۱۹۷۴ء کو اپنی شعلہ بارخطابت سے سراپا تحریک بنا دیا۔ جہاں جاتے خوبصورت ماحول اور جذبات سے معمور حلقہ قائم ہو جاتا۔

خوب ذوق تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی طرح چائے کے رسیا تھے۔ چائے، چائے دانی، اسٹوپ ساتھ رکھتے۔ چائے خود بنا کر پیتے اور قدردانوں کو شریک کر لیتے۔ ۱۹۸۵ء میں پہلی سالانہ ختم نبوت کانفرنس لندن ویلے ہال میں منعقد ہوئی تو احراری کلبھاڑی، احراری سرخ قمیص اور احراری خطابت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔ کیا خوب انسان تھے۔ آج سرزمین سلانوالی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مجاہد ختم نبوت اس میں ابدی نیند سو رہے ہیں اور آخرت کو ہمیں سے بیدار ہوں گے۔ زہے نصیب!

## (۱۵۴۰) فضل الرحمن مدنی، مولانا

(وفات: ۳۰ دسمبر ۲۰۰۳ء، مدینہ منورہ)

حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی کے جانشین تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے خسر تھے۔ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے کے عاتبانہ دعا گو تھے۔ جنگ البقیع میں محوا ستراحت ہیں۔

## (۱۵۴۱) فضل اللہ رحمانی، حضرت مولانا

(وفات: جون ۱۹۷۹ء)

حضرت مولانا محمد علی موگیبری کے پوتے، حضرت مولانا احمد علی رحمانی کے صاحبزادے، مولانا فضل اللہ رحمانی، نامور محقق عالم دین تھے۔ ادب المفرد امام بخاری کی دو جلدوں میں عربی زبان میں شائع کی۔ ملعون قادیان کی کفر کی شکست و ریخت کے لئے سرگرم عمل رہنا اپنے باپ دادا سے وراثت میں پایا تھا۔

## (۱۵۴۲) فضل امین (فیصل آباد)، شیخ الحدیث مولانا

(ولادت: ۱۹۴۲ء ..... وفات: ۲۷ نومبر ۲۰۱۷ء)

شیخ الحدیث مولانا فضل امین گوندل ضلع انک کے کبچ نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حاجی فضل کریم تھا۔ آپ کنگنی ضلع گوجرانوالہ اور واہ کینٹ ضلع راولپنڈی میں مولانا سید لال شاہ کے ہاں پڑھتے رہے۔ دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا رسول خان ایسے اساتذہ سے حدیث شریف پڑھی۔ ۱۹۶۳ء میں فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ قصور میں دو سال پڑھاتے رہے۔ ۱۹۶۵ء سے ۲۰۰۸ء تک جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد فیصل آباد میں پڑھاتے رہے۔ ۲۰۰۸ء سے اپنا ادارہ دارالارشاد قائم کیا۔ کارخانہ بازار گول بازار کی مسجد میں خطابت کے فرائض بھی ادا کئے۔ غرض بڑی بھرپور زندگی گزاری۔



## (۱۵۴۳) فضل حسین (قصور)، جناب چوہدری

(وفات: ۳ اگست ۲۰۱۸ء)

جناب چوہدری فضل حسین نے نصف صدی سے زائد قصور میں اہل حق کی میزبانی اور دین حق کی نشر و اشاعت کی۔ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ قصور میں جنہوں نے قادیانیوں کو ناکوں پنے چبوائے ان میں آپ کا شمار بھی نمایاں ہے۔ ایک عرصہ تک مجلس کے امیر رہے۔

چوہدری فضل حسین حضرت مولانا سید محمد طیب ہمدانی فاضل دارالعلوم دیوبند، خاندان ہمدانی سادات کے چشم و چراغ کے دست و بازو رہے اور مولانا سید محمد طیب ہمدانی حاجی محمد شفیع مغل کے ساتھ مل کر ۱۹۷۲ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت میں اہل قصور کی طرف سے قیادت کا فریضہ سرانجام دیا۔ نیز چوہدری فضل حسین نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق حافظ محمد آصف شیخ خطیب جامع مسجد ریلوے اسٹیشن قصور نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

## (۱۵۴۴) فضل حق (پشاور)، مولانا

جمعیۃ علماء اسلام کی حکومت سرحد میں وزارت مذہبی امور نے پشاور میں دوروزہ علماء کنونشن کا اہتمام کیا۔ ۶ جون ۱۹۸۱ء کو کنونشن میں حضرت مولانا فضل حق صاحب نے ایک مقالہ پیش فرمایا جسے بعد میں پمفلٹ کی شکل میں مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور نے شائع کیا۔ اس مقالہ کا نام ’اسلام میں عقیدہ ختم نبوت‘ تھا۔ جسے بعد میں احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا۔

## (۱۵۴۵) فضل حق (مانسہرہ)، مولانا قاضی

(ولادت: ۱۸۹۷ء ..... وفات: ۲۳ ستمبر ۱۹۶۹ء)

مولانا قاضی فضل حق کی ولادت اچھڑیاں ضلع مانسہرہ میں مولانا قاضی محمد اسماعیل کے ہاں ہوئی۔ قاضی فضل حق فاضل دیوبند تھے۔ علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا رسول خان ہزاروی اور مولانا اعزاز علی ایسے حضرات سے استفادہ کیا۔ ساؤتھ افریقہ میں تبلیغی و تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں اور بھرپور کردار ادا کیا۔ سچے عاشق رسول اور مجاہد ختم نبوت تھے۔ اچھڑیاں ضلع مانسہرہ میں ہی مدفون ہیں۔

## (۱۵۴۶) فضل حق، جناب جنرل

(پیدائش: ۱۹۲۸ء، مردان ..... وفات: ۳ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

پاک فون کے جنرل رہے۔ سیاستدان بھی تھے۔ خیبر پختونخواہ کے گورنر بھی رہے اور وزیر اعلیٰ بھی۔ ڈیفنس پشاور میں مدفون ہیں۔ جب ضیاء الحق صاحب نے قادیانیوں کے متعلق آرڈیننس جاری کیا تو جنرل فضل حق نے یہ بیان دیا: ’’صدر پاکستان نے قادیانیوں کے خلاف آرڈیننس جاری کر کے ایک جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے اور اس طرح انہوں نے مسلم امہ کی ایک دیرینہ خواہش

کی تکمیل کی ہے۔ اگرچہ قادیانیوں کو گزشتہ دور حکومت میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ لیکن دیگر قانونی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے یہ ابھی تک نامکمل تھا۔ قادیانیوں کو اگرچہ دس سال قبل غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ لیکن وہ ابھی تک اسلامی روایات اور اداروں کو غلط طور پر استعمال کر رہے تھے اور خود کو مسلمانوں کے روپ میں ظاہر کرتے تھے۔ لیکن اب یہ چور دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔“

## (۱۵۴۷) فضل حق، جناب میاں

(وفات: ۱۹۹۴ء)

جناب میاں فضل حق خوشاب کے رہنے والے سون سیکسرسے کوئٹہ کا کاروبار کرتے تھے۔ لاہور ملتان روڈ پر کٹھی بنوائی۔ آپ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے بانی رہنماؤں میں سے فیصل آباد جامعہ سلفیہ کے بانی تھے۔ تحریک ۱۹۷۴ء میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل کے خازن تھے۔ تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ بہت مرجاں مرخ انسان تھے۔ ختم نبوت کانفرنس ہائے چنیوٹ و چناب نگر کے مستقل مندوب تھے۔ بہت ہی جامع مختصر اور نفیس گفتگو کے خوگر تھے۔ مولانا خواجہ خان محمد، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا تاج محمود سے محبت بھرا دلی خاص تعلق تھا۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال بخشش فرمائیں۔ آمین!

## (۱۵۴۸) فضل خالق مرحوم، مولانا

(پیدائش: ۱۹۴۴ء ..... وفات: ۱۹۹۰ء)

آپ کی پیدائش حضرت مولانا عبدالحق (فاضل دارالعلوم دیوبند) کے گھر گلی دیوی ہزارہ میں ہوئی۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ ملتان قیام کے موقع پر ہی دفتر مرکزی یہ ملتان بھی حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی خصوصی شفقتیں حاصل کیں۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المنعم بخاری سے بھی دوستانہ مراسم تھے۔ فراغت کے بعد ثبہ سلطان میں خطابت کا جادو جگایا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ حضرت مولانا تاج محمود اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھری سے نیاز مندانہ اور حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر سے برادرانہ تعلق تھا۔ ۱۹۸۱ء میں ہری پور سے متصل ”کوٹ نجیب اللہ“ تشریف لے گئے۔

ہری پور ہزارہ کے خدام ختم نبوت کی سرپرستی فرمائی۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک میں پیش پیش رہے۔ ہری پور، ایٹ آباد، مانسہرہ، ٹیکسلا، حسن ابدال، واہ کینٹ اور راولپنڈی، اسلام آباد تک کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ بہت ہی نڈر، بے باک اور دلیر شخصیت تھے۔ (اورنگزیب اعوان)

## (۱۵۴۹) فضل دین چشتی (موضع فضل والا، گورداسپور)، حضرت قاری

(ولادت: ۱۸۸۷ء ..... وفات: ۱۹۳۱ء)

آپ موضع فضل والا نزد قادیان ضلع گورداسپور انڈیا میں پیر فقیر محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے حفظ قرآن، تجوید کی تعلیم پانی

پت سے حاصل کی۔ کلانور سے ڈل پاس کیا۔ مزید دینی تعلیم کے لئے آپ کے مرشد خواجہ محمد سراج الحق چشتی نے آپ کو مدینہ طیبہ بھیج دیا۔ قادیانیت کے مرکز قادیان کے قریب ہونے کی وجہ سے قدرتا اس فتنہ کے توڑ کے لئے آپ نے اپنے آپ کو وقف کئے رکھا۔ حضرت خواجہ محمد سراج الحق چشتی نے قادیان کے ہائی سکول کی زہرنا کیوں کے توڑ کے لئے گورداسپور میں ایک ہائی سکول قائم کیا۔ جناب قاری فضل دین چشتی کو اس سکول کا نگران اعلیٰ مقرر کیا۔

## فضل رازق، مولانا (۱۵۵۰)

(پیدائش: ۱۹۲۸ء ..... وفات: ۱۶ جولائی ۱۹۸۳ء)

آپ حضرت مولانا عبدالحق فاضل دیوبند کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بعد ازاں مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان سے استفادہ کیا۔ دورہ تفسیر بھی ان ہی سے پڑھا۔ دورہ حدیث دارالعلوم حقانیہ کوڑہ خٹک سے کیا۔ فراغت کے بعد گوجرانوالہ کے قریب ایک گاؤں میں امامت و خطابت کرتے رہے۔ غالباً ۱۹۷۵ء میں جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ ہری پور میں خطابت کا آغاز فرمایا۔ آپ کی خطابت جرأت و بہادری سے لبریز ہوتی تھی۔ برسر اقتدار طبقہ آپ سے ہراساں رہتا تھا۔ آپ ہری پور کی پچان اور فخر بنے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے قریبی عزیز ہری پور میں رہتے ہیں۔ ضیاء صاحب کا ان کے ہاں جانا ہوا۔ ان کا گھر مسجد کے قریب ہی تھا۔ ضیاء صاحب نے مولانا کا خطاب سنا۔ ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ کی دلیری اور بہادری کے واقعات سنے تو انہیں اپنی صوبائی مجلس شوریٰ میں لے لیا۔ شوریٰ کے اجلاسوں میں بھی آپ نے اپنے وصف خاص جرأت و بہادری کو نہ چھوڑا۔ ہری پور میں آپ کی مسجد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز تھی۔ (اورنگزیب اعوان)

## فضل ربی (کراچی)، مولانا (۱۵۵۱)

(ولادت: ۱۹۴۳ء ..... وفات: ۲۳ دسمبر ۲۰۲۰ء)

مولانا فضل ربی ندوی دہلی میں پیدا ہوئے۔ ”دارالعلوم ندوۃ العلماء“ کے فاضل تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے خاص نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے۔ اسی نیاز مندی کا ثمرہ تھا کہ آپ پاکستان میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے میزبان بھی تھے اور ان کے علوم کے ناشر بھی۔ مولانا علی میاں جب جولائی ۱۹۷۸ء میں رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے منعقد ہونے والی کانفرنس میں پاکستان تشریف لائے اور کراچی میں آپ کا قیام ہوا تو مولانا فضل ربی کے گھر کو بھی رونق بخشی۔ اسی طرح جب ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لائے اور کراچی میں چار روزہ قیام کیا تو اس وقت بھی ایک دن مولانا فضل ربی کے گھر تشریف لائے۔ مولانا فضل ربی ندوی کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پاکستان میں علی میاں کے علوم کی خوب نشر و اشاعت کی اور آپ کی کتب کو اعلیٰ بیانی پر شائع کر کے ملک کے گوشے گوشے میں پہنچایا۔

مولانا فضل ربی اگرچہ ندوۃ العلماء سے سند فراغت حاصل کر چکے تھے مگر پاکستان آنے کے بعد آپ نے محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری کے سامنے بھی زانوئے تلمذتہہ کئے اور جامعہ علوم اسلامیہ میں دورہ حدیث کی سماعت کی۔ مولانا فضل ربی ندوی مجلس

نشریات اسلام کے نام سے کراچی میں مستقل ادارہ اور مکتبہ قائم کیا تھا۔ مولانا فضل ربی ندوی کا بیعت کا تعلق بھی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے تھا۔ بعد ازاں حضرت سید نفیس شاہ الحسینی سے رجوع کیا جو حضرت رائے پوری کے اجلہ خلفاء میں تھے، حضرت شاہ صاحب کے بعد مولانا سعید احمد جلال پوری شہید کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ حالانکہ مولانا سعید احمد جلال پوری آپ سے عمر میں بہت چھوٹے تھے، مگر آپ نے اس میں کوئی عار محسوس نہیں کی اور اپنے سے چھوٹے سے اصلاح کے لئے رشتہ جوڑا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے جب فیصل آباد میں پورے ماہ کا اعتکاف کیا تو مولانا فضل ربی ندوی نے بھی اس اعتکاف میں شرکت کی اور حضرت شیخ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ متعدد بار حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین حاضری دی۔

ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے جب وسطی ریاستوں میں جوئی نئی روس کے تسلط سے آزاد ہونی تھیں، وہاں پانچ لاکھ قرآن کریم کی طباعت کا ارادہ کیا تو مفتی جمیل مولانا فضل ربی بھی ہمراہ تشریف لے گئے اور اس سلسلے میں خوب خوب رہنمائی فرمائی۔ مولانا فضل ربی خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر مگر خاموشی سے حصہ لیتے تھے۔ علماء، مشائخ اور بزرگوں کی صحبت اور گھر کے دینی ماحول کا اثر تھا کہ آپ نے اپنی اولاد کی دینی نچ پر تربیت کی۔ آپ کی ایک ہی صاحبزادی ہیں، وہ بھی عالمہ ہیں اور ماشاء اللہ! چاروں بیٹے قرآن کریم کے حافظ ہیں جن میں تین صاحبزادے عالم بھی ہیں۔

## (۱۵۵۲) فضل ربی (مانسہرہ)، مولانا قاری

مولانا قاری فضل ربی جامعہ اشرفیہ کے فاضل اور مانسہرہ میں تجوید و قرأت کے مشہور مدرسہ مہجد القرآن الکریم کے مہتمم تھے۔ آپ مانسہرہ میں ۱۹۶۸ء کے لگ بھگ تشریف لائے اور پھر اپنی وفات تک مانسہرہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ اس دور میں مانسہرہ کے اندر باضابطہ مدرسہ آپ ہی کا تھا جس میں سینکڑوں مقامی اور بیرونی طلباء ہوتے تھے۔ ۱۹۷۱ء اور ۱۹۷۲ء میں جس سال راقم الحروف نے یہاں تعلیم پائی تھی بلوچستان کے طلباء ہمارے ساتھ زیر تعلیم تھے۔ ۱۹۷۴ء میں بھی آپ نے مرزا بیت کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کے طلباء جلوس کے مقدمہ الجیش ہوتے۔ اسی طرح ۱۹۸۴ء میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آج کل ان کے صاحبزادے قاری سعید عبداللہ ان کے جانشین ہیں۔

## (۱۵۵۳) فضل علی قریشی (مسکین پور)، پیر طریقت حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۸۵۳ء ..... وصال: ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء)

حضرت مولانا فضل علی قریشی داؤد خیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ مولانا قمر الدین سے کتب دینیہ پڑھیں۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے دورہ حدیث پڑھا۔ بھائیوں کے ساتھ مظفر گڑھ میں زمین حاصل کی اور مسکین پور کے نام پر بستی قائم کی۔ سید لعل شاہ سنندہ شاہ بلاول (ضلع میانوالی) سے ابتداء میں بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد موسیٰ زئی شریف کے حضرت خواجہ سراج الدین سے بیعت ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ امینیہ دہلی بھی تشریف لے گئے۔ ایک بار سید عطاء اللہ شاہ

بخاری آپ کو قادیان لے گئے اور آپ نے ایک اجلاس کی صدارت بھی فرمائی۔ جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ملعون قادیان کے بچنے اڈھڑے۔

(تذکرہ علمائے پنجاب ج ۲ ص ۵۴۶)

## (۱۵۵۴) فضل کریم (فیصل آباد)، جناب صاحبزادہ

(پیدائش: ۱۹۵۴ء ..... وفات: ۱۵/۱۱/۲۰۱۳ء)

آپ فیصل آباد کے مولانا سردار احمد کے چھوٹے صاحبزادہ تھے۔ مسلم لیگ کے کلکٹ پر قومی اسمبلی کے ممبر بھی بنے۔ علماء بورڈ پنجاب کے چیئرمین رہے۔ پھر مسلم لیگ سے بغاوت کی۔ لیکن ٹک نہ سکے۔ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں مشترکہ میٹنگوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔

## (۱۵۵۵) فضل کریم نیازی (غازی پور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مبالغہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولانا فضل کریم کو بھی انجام آتھم کے ص ۱، نمبر ۵۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۵۵۶) فضل محمد (فقیر والی)، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۳/۱۱/۱۹۰۴ء ..... وفات: ۲۴/۱۱/۱۹۸۴ء)

مولانا فضل محمد موضع مہنت پور جاندھر میں میاں کریم بخش کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر تھانہ بھون حاضر ہوئے۔ کاندھلہ میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے والد گرامی مولانا محمد اسماعیل نے مدرسہ قائم کیا تھا۔ حضرت حکیم الامت نے مولانا فضل محمد کو وہاں تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ وہاں تعلیم حاصل کی۔ رائے پور گجراں میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ کے ہاں سے پڑھتے رہے۔ مظاہر العلوم سہارنپور بھی زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۳۴ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اس وقت شیخ الحدیث تھے۔ آپ ساہیوال کے قریب انی ٹی میں پڑھاتے رہے۔ پرائمری سکول میں بھی تدریس کی۔ اس کے بعد فقیر والی کے قریب ۱۹۳۷ء میں چک نمبر ۱۱/۶-آر میں خطیب مقرر ہوئے۔

اسی گاؤں میں آپ نے جلسہ کرایا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، شیخ النیسر مولانا احمد علی لاہوری ایسے اکابر تشریف لائے۔ فروری ۱۹۳۸ء میں آپ نے مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کا آغاز کیا۔ جامعہ قاسم العلوم فقیر والی اس وقت پاکستان کے بڑے جامعات میں شمار ہوتا ہے۔ ۱۹۳۸ء سے اس وقت تک تمام دینی قیادت اس کے سالانہ جلسہ میں شریک ہوتی تھی۔ آپ کے زمانہ میں یہاں دورہ حدیث شریف کا آغاز ہوا۔ مولانا فضل محمد بیدار مغز عالم دین تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے تاسیس کے اجلاس ملتان میں آپ شریک تھے۔ زندگی بھر اپنے مدرسہ میں جمعیت علماء اسلام، مجلس احرار، مجلس

تحفظ ختم نبوت، تنظیم اہل سنت کے رہنماؤں کو بلاتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ نے علاقہ بھر میں گہری نظر و فکر سے کام کیا۔ آپ کا اپنے زمانہ میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے صف اول کے رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔

## (۱۵۵۷) فضل مولانا مدنی (چار سداہ)، شیخ الحدیث حضرت مولانا

(ولادت: ۱۴/ مارچ ۱۹۷۱ء ..... وفات: ۲۹/ دسمبر ۲۰۲۰ء)

آپ کی پیدائش ان کے آبائی گاؤں نستہ ضلع چارسداہ میں دیدار گھرانہ میں ہوئی۔ ۱۹۸۰ء میں آپ کا خاندان پشاور منتقل ہوا، جہاں آپ نے بی۔ اے تک عصری تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد پشاور کی معروف دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ سرحدیہ (دارالعلوم سرحد) سے شہادۃ العالمیہ حاصل کی، اس کے بعد شعبہ طب کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی اشاعت کے لئے درس و تدریس کا میدان منتخب کیا۔ ۱۹۹۴ء کو جامعہ فیض القرآن والسہ کے نام سے محلہ نشی آباد بیرون یکہ توت میں کراہیہ کے مکان میں ادارہ قائم کیا۔ ۲۰۰۰ء میں بالمقابل سپیریئر سائنس کالج ۲۰/ مرملہ رقبہ پر مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی اور اسی سے جامعہ کا فیض ہر سو پھیل گیا جس کی اب تقریباً صوبہ بھر میں ۵۰ تک شاخیں موجود ہیں۔

حضرت مولانا فضل مولانا کی عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ عشق و محبت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ناؤن ون کے لئے ایک دفتر اور ایک رہائشی کمرہ غازی علم الدین شہید کے شہادت کی مناسبت سے بتاریخ ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلوی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خیر پختون خواہ کے ہاتھوں افتتاح کر کے حوالے کر دیا۔ اپنے شیوخ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین سے انہیں خصوصی لگن اور محبت تھی، حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلوی سے بھی خصوصی لگاؤ اور محبت تھی جس کا وہ مجالس میں برملا اظہار کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ میری مسجد، مدرسہ اور میرے برخورداران کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمت کے لئے آپ جیسے بھی استعمال کرنا چاہیں یہ آپ ہی کے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تحفظ ختم نبوت و تحفظ ناموس رسالت کی خدمت یہاں سے تاقیامت جاری رہے اور میرے بچے آپ کے دست و بازو بنے رہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تمام خدام و متعلقین سے بے پناہ محبت کرتے اور ان کی خدمت اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

۲۰۰۸ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یوسی ۲۱ کے ناظم منتخب ہوئے بعد ازاں مرکزی مجلس عمومی کے رکن منتخب ہوئے اور اس کے علاوہ جمعیت علماء اسلام کے صوبائی مجلس عمومی کے رکن بھی تھے۔ پشاور کے جدید علماء کرام میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ دینی خدمات کے ساتھ ساتھ غریب، نادار اور یتیموں کی خدمت کے لئے فلاح دارین فاؤنڈیشن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس سے اہلیان علاقہ کی طبی سہولیات پوری ہوتی ہیں، مولانا مرحوم علماء، طلباء، مجتہدین اور دین دار لوگوں کا وسیع حلقہ رکھتے تھے مولانا کی وفات سے یقیناً اہل پشاور یتیم ہو گئے۔ اپنی حیات مستعار کے آخری دن بھی بخاری شریف کا درس دیا، نماز ظہر کی امامت بھی خود کی اور نماز عصر کے لئے تیاری کرتے ہوئے وضو بنایا اور نماز سے قبل خالق حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم کے لواحقین میں والدین، تین بھائی، اہلیہ، سات بیٹے اور تین بیٹیاں بقیہ حیات ہیں۔ بڑے مولانا حافظ ابو بکر مدنی اس سال دورہ حدیث کی تکمیل کر رہے ہیں۔

## (۱۵۵۸) فقیر اللہ رائے پوری، مولانا مفتی

(وفات: ۱۱/فروری ۱۹۶۳ء)

آپ باہمیال رائے پور ضلع جھنگ کے تھے۔ حضرت شیخ مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد تھے۔ مدرسہ رشیدیہ رائے پور ضلع جالندھر کے صدر مدرس اور مفتی تھے۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے اباڑ و صادق آباد میں قیام کیا پھر ساہیوال تشریف لائے۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی تھے۔ مولانا محمد عبداللہ رائے پوری، مولانا قاری لطف اللہ شہید، مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی تینوں آپ کے صاحبزادے تھے اور تینوں دیوبند کے فاضل تھے۔ تینوں عقیدہ ختم نبوت کے نامور متاد اور مبلغ تھے۔ آپ کے ادارہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کو تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں سیل کیا گیا اور جامعہ رشیدیہ کے ہائی سکول رشیدیہ کو بخت سرکار ضبط کر لیا گیا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا محمد انوری ایسے اکابر آپ کے شاگرد تھے۔ اس دھرتی پر ان کا وجود عطیہ الہی تھا۔ زہد و تقویٰ کے آسمان تھے۔

## (۱۵۵۹) فقیر اللہ شاہ پوری، مولانا

مولانا فقیر اللہ شاہ پوری نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ: ”مرزا غلام احمد ضال و مضل ہے۔ کذاب اور دین میں فساد ڈالنے والا ہے۔ اس کے کفر و ارتداد میں کوئی شبہ نہیں۔“

## (۱۵۶۰) فقیر اللہ نیازی، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۲ء، قلعہ سو بھانگہ سیالکوٹ ..... وفات: ۱۴/اگست ۱۹۶۲ء)

ممتاز عالم دین، پیر طریقت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے خلیفہ مجاز، تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے ہراڈل دستہ کی موسم بہار تھے۔

## (۱۵۶۱) فقیر اللہ (جتوئی)، مولانا

جتوئی ضلع مظفر گڑھ کے قریب کے مولانا فقیر اللہ تھے جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے۔ مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت سے عمر بھر وابستہ رہے۔ بہت ہی صوفی منش صائب الرائے عالم ربانی تھے۔

## (۱۵۶۲) فقیر اللہ (مدرسہ نصرت الاسلام بنگلور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباحلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا فقیر اللہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۰، نمبر ۴۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو عالم نشر کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

## (۱۵۶۳) فقیر محمد جہلمی، مجاہد اسلام مولانا

حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی نے ۳/۳/۱۳۰۳ھ بمطابق ۳/ستمبر/۱۸۸۶ء میں جہلم سے ایک ہفتہ وار پرچہ ”سراج الاخبار“ کے نام سے جاری کیا۔ اس اخبار نے اپنے دور کے فتوں، خاص طور پر فتنہ مرزاہیت کی تردید میں بڑا کام کیا۔ مرزا قادیانی اور اس کے حواری ”سراج الاخبار“ کے کارناموں سے شپٹا اٹھے۔ چنانچہ انہوں نے ہر امکانی کوشش سے ”سراج الاخبار“ کو بند کرانے کے حربے استعمال کئے۔ آپ اور آپ کے رفیق کار حضرت مولانا محمد کرم دین صاحب دبیر پر مقدمات کا دور شروع ہوا۔ مگر یہ عالی قدر ہستیاں ان مصائب و آلام سے کب گھبرانے والی تھیں۔ ابتلاء و آزمائش کی آندھیاں ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ کر سکیں۔ گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ چلا جو قادیانی اور اس کے حواریوں کی شکست پر منتج ہوا۔ مرزا قادیانی کی خوب گت بنی اور اللہ تعالیٰ نے مجاہد اسلام مولانا فقیر محمد جہلمی اور مولانا کرم دین کو باعزت بری فرمایا۔ آپ نے بڑی اہم کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن میں ”حدائق حنفیہ“ کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔

## (۱۵۶۴) فقیر محمد فیصل آبادی، مولوی

(وفات: ۱۷/مارچ/۲۰۱۷ء)

مولانا فقیر محمد نے ابتداء میں گورنمنٹ ملازمت کی اور چنگیات کے شعبہ سے وابستہ رہے۔ بعد میں سرکاری ملازمت سے استعفا دے دیا۔ آپ نے ناؤنر پلاننگ ویلفیئر سوسائٹی قائم کی اور اس کے پلیٹ فارم سے فیصل آباد شہر کے گرد و نواح میں جوئی کالونیاں قائم ہوئیں۔ ان میں مساجد کے پلاٹ، سڑکوں کی تعمیر میں صحیح مٹرل کا استعمال، پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں بے ضابطگیوں کا ازالہ، ان جیسے مسائل میں عوام کی بے پناہ فری خدمات سرانجام دیں۔

آپ اہالیان فیصل آباد کے غرباء کے لئے انعام خداوندی تھے۔ جو ستم رسیدہ غریب آپ کے دروازہ پر آتا آپ اس کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو جاتے۔ جوانی کے زمانہ میں فیصل آباد کے تمام محکموں کے افسران کے لئے مولانا فقیر محمد کا نام حق و صدات کی علامت تھا۔ کوئی بھی محکمہ کسی سے بھی زیادتی کرتا مولانا فقیر محمد اس مظلوم کی مدد کے لئے لائٹھی سونت کر میدان میں ایسے اترتے کہ جب تک اس زیادتی کا ازالہ نہ ہوتا۔ آپ برابر میدان میں رہتے۔ کامیابی کے بعد میدان خالی کرتے تھے۔

آپ نے وقت کے بڑے بڑے فرعونوں کو لکارا اور ان کی رعونت کو خاک میں ملایا۔ آپ کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جو تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ آپ اکیلے انجمن تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوش نصیبی سے وافر حصہ دیا تھا۔ جس کام کو ہاتھ ڈالتے وہ خود بخود ٹھیک ہوتا چلا جاتا۔ ویسے بھی آپ کی خوبی تھی کہ جس کام کو شروع کرتے اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر دم نہ لیتے تھے۔

آپ نے فیصل آباد شہر کی مذہبی حیثیت کو برقرار رکھنے میں بھی مثالی کردار ادا کیا۔ جواء، میلوں کے موقع پر تھیٹر کے نام سے فاشی و عریانی، ثقافتی طائفوں کے نام پر بے حیائی، میراتھن ریس، فلموں میں کینگی وغیرہ کے حوالہ سے جو بھی غلط حکومتی حرکت دیکھتے، میدان میں اتر آتے اور اسے ختم کرائے بغیر چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ اس کے لئے انہیں بسا اوقات قید و بند کی صعوبتوں، غلط مقدمات



کے ذریعہ بلیک میل بھی کیا جاتا۔ مگر وہ کسی بھی دھونس و دھاندلی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ بہت ہی بہادری اور دھڑلے سے کام کرنے کے خوگر تھے۔ ایک زمانہ میں مولانا ضیاء القاسمی، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا افتخار الحسن، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، مولانا تاج محمود کے پاس کوئی غریب آتا۔ وہ خود انتظامیہ کو فون کر کے غریب پروری کرتے اور اگر معاملہ پیچیدہ ہوتا تو وہ کام مولانا فقیر محمد کے سپرد ہو جاتا۔ پھر وہ متعلقہ محکمہ میں صبح و شام پیروی کر کے اس غریب کی حق رسی کرتے۔

ایک بار فیصل آباد میں غالباً جاوید قریشی صاحب کمشنر تھے۔ روسی ثقافتی طائفہ فیصل آباد آ رہا تھا۔ وہ طائفہ پروگراموں میں ناچ، گانا اور نہ معلوم ثقافت کے نام پر کیا کیا قباحتیں ساتھ لارہا تھا۔ مولانا فقیر محمد کو پروگرام کی تفصیلات کا علم ہوا۔ آپ نے اخبارات کو گرم گرم بیان جاری کر دیا۔ نتیجہ میں کمشنر صاحب غضب آلود ہو گئے۔ حالانکہ وہ خود مرنجان مرخ انسان تھے۔ لیکن اقتدار کا گھوڑا بدست ہونے میں دیر نہیں لگاتا۔ ایک درویش کی لکار پر ان کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ نتیجہ میں مولانا فقیر محمد پر غنڈہ ایکٹ کے تحت کیس درج ہو کر گرفتاری ہو گئی۔ گرفتاری کی خبر ملتے ہی پورے شہر کی دینی قیادت متحرک ہو گئی۔ طائفہ کی آمد پر متنازعہ پروگرام بھی بند ہوئے۔ مولانا بھی رہا کر دیئے گئے۔ یوں ایک درویش نے اقتدار کو چاروں شانے چت کر دیا۔ اس طرح کی بے شمار قربانیوں سے مولانا فقیر محمد کی زندگی عبارت تھی۔

مولانا فقیر محمد ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں وابستہ ہوئے۔ حضرت مولانا تاج محمود کے آپ دست و بازو تھے۔ مولانا تاج محمود آپ پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ مولانا فقیر محمد بھی خود کو مولانا تاج محمود کا رضا کار سمجھتے تھے۔ اس باہمی احترام و اعتماد سے قادیانی فتنہ کے خلاف دونوں حضرات نے بھرپور ٹیم ورک کیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ۲۹ مئی کے سانحہ ربوہ (چناب نگر) سے ۷ ستمبر کے پارلیمنٹ کے فیصلہ تک مولانا فقیر محمد تحریک کے رہنماؤں کے ساتھ ہر اوّل دستہ میں نظر آتے ہیں۔

آپ کو کام کرنے کا سلیقہ آتا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ سرکاری دفاتر سے کس طرح کام نکلوانا ہے۔ آپ پہلے شواہد و معلومات کا ریکارڈ جمع کرتے۔ پھر اس کیس کی غیر قانونی پوزیشن کو زیر بحث لاکر سرکاری دفاتر کے افسران کے ناک میں دم کر دیتے۔ اگر کسی سرکاری افسر نے جائز کام میں بھی لیت و لعل کیا تو اس محکمہ کے درجہ بدرجہ افسران بالا کے نوٹس میں لاکر اس معاملہ کو درست کرائے بغیر چین نہ لیتے تھے۔

ایک بار قادیانیوں نے شرارتاً مسلمانوں کے قبرستان میں اپنا مردہ دفن کر دیا۔ وہ مردہ نکلوایا گیا۔ قادیانیوں کے لئے جائے تدفین علیحدہ متعین والاٹ ہوئی۔ اس کی فرد لینا تھی۔ پٹواری نے قادیانی قبرستان کا لفظ لکھنا چاہا۔ مولانا فقیر محمد نے کہا کہ غیر مسلموں کی جائے تدفین کے لئے قبرستان کی بجائے مرگھٹ کا لفظ ہوتا ہے۔ اس نے شکر یہ بھی ادا کیا اور فرد میں قادیانی مرگھٹ کا لفظ لکھا۔ آپ نے اگلے دن اخبارات کو خبر جاری کر دی۔

مولانا فقیر محمد زندگی بھر جمعہ کی نماز جامع مسجد ریلوے میں مولانا تاج محمود کے پیچھے ادا کرتے رہے۔ پھر صاحبزادہ طارق محمود اور اس کے بعد صحت کے ساتھ دینے تک صاحبزادہ مبشر محمود کے ہاں جمعہ ادا کرتے۔ غرض وہ اچھی روایات کو نبھانے کے عادی تھے۔

اخبارات کے لئے خبر بنانے کے آپ ماسٹر تھے۔ سچے تھے الفاظ میں خبر بنانا آپ پر بس تھا۔ نامہ نگار، یا نیوز ایڈیٹر کے لئے مولانا کی تیار کردہ خبر سے ایک لفظ کی بھی ترمیم و اضافہ کی گنجائش نہ ہوتی تھی۔

آپ نے پوری زندگی سلیقہ سے گزاری۔ قلم اچھا استعمال کیا۔ کتنے نمبر کی نب ہے۔ یہ نب کتنے سال استعمال کی۔ اس کا بھی ان کے پاس ریکارڈ ہوتا تھا۔ ہر کام کی علیحدہ ان کے پاس فائل ہوتی تھی۔

قادیانی فتنہ کی سنگینی و تعدی سے حکومتی حلقہ کو باخبر رکھنے کے لئے سب سے زیادہ کام اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی سے لیا۔ ان کے بعد جناب شورش کاشمیری۔ پھر مولانا محمد شریف جالندھری اور پھر مولانا تاج محمود کا نام آتا ہے۔

سرکاری دفاتر کے ساتھ خط و کتابت اور اس کی پیروی یہ کام اللہ تعالیٰ نے مولانا فقیر محمد سے لیا اور خوب لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا مرحوم قادیانی فتنہ کے شب و روز کی سازشوں سے باخبر ہوتے تھے اور پھر قانونی راستہ سے ان کا ناطقہ بند کرتے۔

مولانا فقیر محمد کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کی تلافی بہت مشکل سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ علاج و معالجہ جاری رہا۔ آپ کی اولاد نے خدمت کا حق ادا کیا۔ وقت موعود آن پہنچا اور آپ مسکراتے چہرے سے اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہو گئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ عجب آزاد مرد تھا۔

## (۱۵۶۵) فقیر محمد نیازی، مولانا

(پیدائش: ۱۸۹۲ء ..... وفات: ۱۴/ اگست ۱۹۶۲ء)

آپ قلعہ سو بھا ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں، مدرسہ نعمانیہ لاہور، مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں پڑھتے رہے۔ آخر الذکر مدرسہ سے دستار فراغت حاصل کی۔ آپ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے ارادت مند تھے۔ تحریک خلافت اور تحریک شہید گنج میں اپنے مرشد کے زیر سایہ بھرپور حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد سیالکوٹ میں رہے۔ علمی و دینی معرکے سر کئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے معرکہ میں بھرپور کردار ادا کیا۔ سیالکوٹ، راولپنڈی کی جیلوں میں اسیر ختم نبوت رہے۔ قبرستان شہیداں سیالکوٹ میں مدفون ہیں۔

## (۱۵۶۶) فقیر محمد، سردار مولانا قاری

(وفات: ۱۳/ فروری ۲۰۰۴ء)

ممتاز عالم دین، حافظ و قاری مدرسہ جامعہ فرمانیہ مدنیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی، تحریک ختم نبوت کے دل و جان سے مبلغ و داعی پھیڑالہ بٹ گرام ضلع مانسہرہ میں مجو آرام ہیں۔

## (۱۵۶۷) فہیم احمد قریشی، جناب قاضی

(پیدائش: ۱۶ جون ۱۹۶۶ء ..... وفات: ۲۹/ نومبر ۲۰۱۳ء)

آپ ہری پور ہزارہ کے قریبی گاؤں سرائے صالح میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول خالصتاً علمی اور دینی تھا۔ ان کے والد قاضی

محبوب الرحمن قریشی اور دیگر خاندان والوں کی وابستگی ایک طرف جہاں تبلیغی جماعت کے ساتھ تھی تو دوسری طرف تحریک آزادی کے نامور رہنما، جامعہ ملیہ دہلی کے اولین فاضل مولانا غلام ربانی لودھی مرحوم سے قریبی رشتہ داری نے بھی تحریک آزادی کے رہنماؤں، اکابر علماء کرام اور انقلابی لیڈروں سے عقیدت و احترام نے گھر کے ماحول کو منور کر رکھا تھا۔ اس ماحول میں فہیم احمد قریشی کی پرورش ہوئی۔ جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ دیرینہ تعلق تھا۔ ختم نبوت کے ہر پروگرام میں احباب سمیت شریک ہوتے۔ (اورنگزیب اعوان)

## (۱۵۶۸) فیاض الحسن قادری (سلطان باہو)، حضرت صاحبزادہ سلطان

آستانہ حضرت سلطان باہو جھنگ کے حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری ۱۹۸۸ء میں ختم نبوت کانفرنس مرکزی جامع مسجد غوثیہ سراجیہ انڈا تالاب نکانہ میں تشریف لائے۔ مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر بنا۔ اگر اسلام کو نقصان پہنچے تو پاکستان کو نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔ ہمیں اس مسئلہ کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے۔ مسلمانوں کے فرعی اختلافات نے ہی فتنہ قادیا نیت کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے ہمیں باہمی نفرت کی دیواریں گرا دینی چاہئیں اور متحد ہو کر اس فتنہ کا مقابلہ کرنا چاہئے۔“ (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مورخہ ۱۰ جون ۱۹۸۸ء)

## (۱۵۶۹) فیاض حسن سجاد (کوسٹہ)، جناب

(وفات: ۶ جون ۲۰۱۲ء)

جناب فیاض حسن سجاد کو اللہ رب العزت نے بڑی فیاضی سے خوبیوں کا حصہ وافر نصیب فرمایا تھا۔ وہ اس دھرتی پر ان لوگوں میں سے تھے جو محض خلق اللہ کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے۔ جناب فیاض حسن صاحب ساری زندگی فیاضی سے ہر طبقہ حیات سے تعلق رکھنے والے عوام و خواص کی خدمت کر کے دلی راحت و فرحت محسوس کرتے تھے۔ گویا یہ ان کا وظیفہ حیات تھا جس کی ادائیگی پر ان کے جسم کا رواداں رواداں شگفتہ دلی کا منظر پیش کرتا تھا۔

فیاض حسن سجاد دست کوہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ جہاں کے مولانا نواب الدین سٹکوی ہی تھے۔ جو قادیا نیت فتنہ کے خلاف بہت بڑے مناظر تھے۔ ان کی اولاد ملتان سے باہر واہڑی روڈ پر آباد ہے۔ فیاض صاحب کو علاقائی مناسبت سے ردقادیا نیت گویا گٹھی میں ملی تھی۔

میرے مدد و مددگار جناب فیاض صاحب عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے حدی خواں رہے۔ موصوف کا خاندان فورٹ سنڈیمین (ٹوب) میں آباد ہوا۔ وہاں پر قادیا نیوں نے پر پرزے نکالے تو آپ نے ملتان دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں خط لکھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے وقت عنایت فرمایا۔ آپ کو کوسٹہ سے ٹوب لیجانے والے ہم سفر جناب فیاض حسن تھے۔ اسی ایک سفری ملاقات میں آپ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف ہو گئے۔

جناب فیاض حسن سجاد نے ڈوب سے کوئٹہ رہائش منتقل کر لی اور روزنامہ جنگ سے تعلق جوڑا تو اس دور سے لے کر دم واپس تک آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بھرپور آبیاری کرتے رہے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو بنیاد کی اینٹ کی طرح ساری عمارت کا وزن اٹھائے ہوئے ہوتی ہے۔ لیکن نظر نہیں آتی۔

جناب فیاض حسن سجاد اخبار سے وابستہ تھے۔ ان کا سول سوسائٹی اور گورنمنٹ کے حلقہ سے ملنا رہتا تھا۔ کوئٹہ بلوچستان میں جہاں قادیانی سر اٹھاتے تو سانپ کے سر کو وہیں پر کچلنے کا کام اللہ تعالیٰ نے جناب فیاض حسن سجاد سے لیا۔ قادیانیت کو آپ نے ناکوں چنے چبوائے۔ مولانا ٹمس الدین شہید ڈوب سے تعلق رکھتے تھے۔ ہم وطن ہونے کے ناتے فیاض حسن سجاد کے ان سے گہرے مراسم تھے۔ دونوں حضرات نے قادیانیت کے خواب و خور حرام کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی قادیانی جو بلوچستان کے صوبہ کو احمدی سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ پورے صوبہ میں ان کی ایک عبادت گاہ تھی وہ بھی سیل ہے۔ پورے ملک میں واحد صوبہ بلوچستان ہے جس کے ایک ڈسٹرکٹ ڈوب میں قانوناً قادیانی افسر نہیں لگ سکتے۔ آج قادیانیت بلوچستان میں منہ چھپاتے پھر رہی ہے۔ اس کا تمام ترک ریڈٹ جن نفوس قدسیہ کو جاتا ہے ان میں جناب فیاض حسن سجاد بھی نہ صرف شامل بلکہ ہر اول دستہ کے سپہ سالار تھے۔

اخباری دنیا، کچھری، عدالت، سرکاری دفاتر، پرائیویٹ سیکٹر میں جہاں قادیانی گئے ان کے مذموم مقاصد و کافرانہ عزائم کو جناب فیاض حسن صاحب نے ناکام بنایا۔

جناب فیاض حسن سجاد اپنی ذات میں انجمن تھے۔ تمام مکاتب فکر کی قیادت سے آپ کے ذاتی خوشگوار تعلقات تھے۔ شیعہ سنی تنازعہ میں ہمیشہ انہوں نے اسلامیان بلوچستان کو ابتلائے عام سے بچانے میں گرانمایا خدمات سرانجام دیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت ان کا دل و جان سے احترام کرتی ہے۔ آپ بھی ہر مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ صف اول میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ غرض دینی مدارس، مساجد، معابد، دینی جماعتیں شہریوں کی تجارتی یونینز تمام کے بنیادی مسائل کے حل کرانے میں آپ پیش پیش نظر آتے ہیں۔

جناب فیاض حسن صاحب ہمیشہ ختم نبوت کا نفرنس چننا نگر میں شریک ہوتے تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا محمد شریف بہاول پوری، مولانا عبدالرحمن میانوی، صاحبزادہ طارق محمود، حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بخاری، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا محمد لقمان علی پوری، مولانا غلام مصطفیٰ بہاول پوری، مولانا قاضی عبداللطیف شجاع آبادی، مولانا مفتی محمد جمیل خان، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی سے آپ کے درجہ بدرجہ نیاز مندانہ و برادرانہ تعلقات تھے۔

آپ نے ”تحریک ختم نبوت میں بلوچستان کا حصہ“ پانچ صد صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کی۔ جو تاریخی دستاویزی ثبوتوں سے مزین ہے۔ اس میں اتنی ثقہ معلومات ہیں جو بس آپ ہی کی محنت شاقہ سے منظر عام پر آئیں۔

آپ بہت ہی دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ آخری عمر میں دل کا عارضہ ہوا۔ اس سے آپ کی صحت مضحل ہونا شروع ہوئی۔ اس کے باوجود آپ آخری وقت تک کسی کے محتاج نہ ہوئے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو معذوری سے بچائے رکھا۔

جناب فیاض حسن سجاد خدمت خلق، درد مند دل، فیاض طبیعت، سخی انسان، بہت ہی خیر خواہ دوست، نامور صحافی، دیانتدار، بھرپور محنت کے خوگر، جہاں جاتے اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرماتے۔ ہر مجلس میں ہر شریک مجلس کی آنکھوں کا تارا ہوتے تھے۔ اگر کہا جائے کہ زندگی بھر انہوں نے کسی شخص سے زیادتی نہیں کی تو بے جا نہ ہوگا۔ ایسا بے ضرر انسان خوبیوں کا مجموعہ، حسنت کا حسین گلدستہ، ہنستی مسکراتی باغ و بہار شخصیت، ہر دل عزیز، باوقار۔ غرضیکہ بہت ہی قابل رشک صفات کے حامل انسان تھے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو خوب انسان بنایا تھا۔ وہ دوسروں کی خدمت کر کے تسکین پایا کرتے تھے۔ ان کی دل موہنے والی گرافتوں و خدمات کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ وہ تاریخ کا ایک روشن باب تھے۔

آپ نے آخری عمر میں اپنی لائبریری کا متعدد حصہ ملتان دفتر کی لائبریری کے لئے بھجو دیا۔ باقی حصہ کے متعلق فرماتے تھے کہ آپ آئیں جو جو چیز ضرورت کی ہو لیجائیں۔ نہ مجھے فرصت ملی۔ نہ ان کی صحت نے اجازت دی۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ وہ کیا دنیا سے تشریف لے گئے کہ تاریخ کا ایک باب ہی بند ہو گیا۔

## (۱۵۷۰) فیروز الدین کشمیری (کاہنہ نو)، جناب خواجہ

ایک پرانے بزرگ جو حضرت لاہوری سے بیعت تھے ان کا نام خواجہ فیروز الدین کشمیری تھا۔ کاہنہ نو میں رہتے تھے۔ بہت ہی نظریاتی رہنما تھے۔ ترجمان اسلام، خدام الدین، چٹان کے نہ صرف مستقل قاری تھے بلکہ ان کی عادت مبارکہ تھی کہ مطالعہ کے وقت اپنے مطلب کی چیز انڈر لائن بھی کرتے جاتے تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ و چناب نگر تشریف لانا ان کے معمول کا حصہ تھا۔ ایک دفعہ چناب نگر میں قرارداد منظور ہوئی کہ اس کا نام صدیق آباد رکھا جائے۔ اتنے ذہین آدمی تھے کہ ایک منی آرڈر کرایا۔ ”اللہ وسایا مسلم کالونی صدیق آباد تحصیل ضلع چنیوٹ“ اللہ کی شان وہ منی آرڈر ہمیں مل گیا۔ ایسے نظریاتی زرخیز دماغ آدمی اور نظریاتی انسان تھے کہ اپنے گھر کی بیٹھک پر بورڈ لگا یا جس پر ”لائبریری بیادگار شہیدان ختم نبوت“ اس میں یہ رسائل رکھے رہتے جو پڑھنے کے لئے آتا۔ اس کی ذہن سازی کرتے رہتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں مثالی خدمات سر انجام دیں۔

فقیر کے قیام چناب نگر کے دنوں ان کا پیغام آیا کہ ترجمان اسلام، خدام الدین، لولاک دیگر کتب و رسائل کا ریکارڈ مجھ سے لے جائیں۔ چنانچہ مولانا کریم بخش اور ایک دوست کے ہمراہ گاڑی پر گئے۔ انہوں نے بڑی پیٹی میں ان رسائل کو جمع کر رکھا تھا۔ وہ گاڑی بھر کر لے آئے۔ آج ۲۰ جون ۲۰۱۶ء کو ایک ضرورت سے ترجمان اسلام کی ۱۹۶۲ء کی فائل دیکھ رہا تھا تو ترجمان کے ہر شمارہ پر ان کی قائم کردہ لائبریری کی مہر دیکھ کر مرحوم یاد آ گئے۔ ہائے وہ کتنی بابرکت شخصیات تھیں۔ بنیادی نظریاتی افراد تھے۔ جنہیں ہم نے طاق نسیان کی نذر کر رکھا ہے۔

## (۱۵۷۱) فیروز بٹ، جناب لالہ

(پیدائش: ۱۸۹۷ء ..... وفات: ۱۲ جولائی ۱۹۷۷ء)

آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک دینی و مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ لالہ جی کے نام سے معروف تھے۔ بچپن سے علماء و صلحاء

سے محبت والفت تھی۔ ناظرہ قرآن مکمل کچھ پارے حفظ کئے۔ دینی تحریکوں، جلسے اور جلوسوں میں شرکت کو واجب کا درجہ دیتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے ہر جلسے اور جلوس کی پہلی صف کے پہلے مجاہد ختم نبوت ہوتے۔ علماء کرام تک ہر نئے پروگرام کی اطلاع کرنا اور جماعتی رفقاء و فرزندان تو حید و رسالت کو شرکت کی دعوت ہر چوک و چوراہے پر گلی اور بازار حتیٰ کہ محلوں تک جہاں تک ممکن ہوتا اطلاع کرتے۔ جب گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا تو لالہ جی کو مرکزی مسجد تالاب بازار سے گرفتار کر کے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مین چوک میں عوام الناس کے سامنے تھپڑوں کی برسات کر دی۔ جب عملہ کے ہاتھ تھک گئے تو لالہ جی سے مارنا شروع کر دیا۔ لالہ جی ہر لالھی پر زبان سے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگاتے۔ عوام الناس میں کھڑے فرزندان اسلام کے دل پر دو کیفیتیں تھیں:

۱..... جب لالہ جی کو لالھی مارتے آنکھ پر نم دل آبدیدہ ہو جاتا۔

۲..... جب لالہ جی کی زبان سے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ نکلتا دل کو راحت و سکون ملتا اور آنکھ لالہ جی کی زیارت کے لئے بے تاب ہوتی۔

بعض یہی دو کیفیتیں دشمنان ختم نبوت کے دل پر ہوتیں، لیکن برعکس۔ جس مین چوک میں لالہ جی کے ساتھ یہ برتاؤ ہوا اس وقت سے اس چوک کا نام لالے والا چوک ہی رکھ دیا گیا۔ تھانہ سٹی میں لے جا کر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے گئے۔ مختلف قسم کی تکالیف کا سامنا ہوا۔ انوکھے ہتھ کنڈے استعمال کئے گئے۔ اللہ پاک نے تکالیف برداشت کرنے کی ہمت دی۔ لالہ جی ثابت قدم رہے۔ بعد رہائی کے فرماتے تھے، بزبان شیخ سعدی: ایں سعادت بزور بازو نیست!

اللہ کی کرم نوازی ہے وگرنہ ہم میں کہاں کی ہمت کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے لئے مجھ جیسے ناکارہ کو بھی چن لیا۔ آج بھی اگر بڑی عمر کے لوگوں سے ختم نبوت کے حوالے سے بات ہوتی ہے تو لالہ جی کا ذکر خیر ہوتا ہے اور لالہ جی کا خاندان ختم نبوت سے معروف ہے۔ لالہ جی کا نماز جنازہ سید سلمان احمد شاہ عباسی نے پڑھایا۔ گونوالہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔

## (۱۵۷۲) فیض احمد چانڈیو، جناب ڈاکٹر

(وفات: ۱۹۹۷ء)

جناب ڈاکٹر فیض احمد چانڈیو اور آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر سعید احمد چانڈیو نے اپنے گاؤں مانو خان چانڈیو ضلع ساگڑھی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا یونٹ قائم کیا اور ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے لئے یہاں سے قافلہ کی شکل میں شرکت کرنے لگے اور جب بھی اس علاقہ میں یہ پتہ چلتا کہ قادیانی اپنے کفر کا پرچار کر رہے ہیں اور اپنی مصنوعات کی مشہوری کر رہے ہیں تو یہ صاحبان وہاں پہنچ جاتے تھے اور قادیانیت کے دجل اور فریب سے سیدھے سادھے مسلمانوں کو واقف کراتے تھے اور وہاں سے قادیانیوں کو ہمیشہ کے لئے بھگا دیتے تھے۔ ان دنوں گاؤں مانو خان میں تھر کے علاقے کے قریب ایک گاؤں کا مزدور جو مزدوری کرتا تھا۔ اس نے آکر ڈاکٹر فیض کو بتایا کہ ہمارے گاؤں میں قادیانی آتے ہیں اور مسلمانوں کے ایمان کو خراب کرتے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی ڈاکٹر صاحب نے اپنے گاؤں کا ایک وفد تیار کیا اور لٹریچر کی بوریاں اپنے ساتھ اٹھا کر اس علاقہ میں پہنچ گئے۔ وہاں جا کر اس علاقے کے مسلمانوں کو جگایا اور اس گاؤں میں جو مٹھی کا علاقہ ہے وہاں سے قادیانی کو ہمیشہ کے لئے بھگا دیا۔ یہاں پہ ایک بار عرض کروں گا کہ مانو خان چانڈیو

کے نزدیک ایک چھوٹا شہر پیرول ہے۔ وہاں پہ آج تک قادیانی تو دور کی بات الحمد للہ قادیانیوں کی مصنوعات بھی نہیں بکتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

## (۱۵۷۳) فیض الحسن (آلو مہار شریف)، صاحبزادہ مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۱۱ء ..... وفات: ۲۳ فروری ۱۹۸۴ء)

مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن سجادہ نشین خانقاہ آلو مہار شریف کے نامور عالم دین تھے۔ پیر طریقت اور قومی سیاستدان تھے۔ آپ نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے وہ گرانمایہ سنہری خدمات سرانجام دیں جس پر ایک زمانہ کو فخر ہے۔ مولانا سید فیض الحسن بہادر اور جرات کا نشان تھے۔ مجلس احرار اسلام خطابت کی ایک دنیا کا نام تھا۔ مولانا فیض الحسن اس دنیائے خطابت کے تابندہ و درخشندہ ستاروں کی کہکشاں تھے۔ آپ اپنے دور جوانی میں خطابت کے شاہسوار سمجھے جاتے تھے۔ صاف گوئی کے ساتھ اس تیزی سے بولتے تھے کہ الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سامعین کو کبھی عرش پر کبھی فرش پر لئے پھرتے تھے۔ مترادف الفاظ صرف بولتے ہی نہ تھے بلکہ ڈھیر لگا دیتے تھے۔ آپ کی ادائے خطابت نے ایک وقت میں دھوم مچائے رکھی۔ مولانا فیض الحسن صاحب ایک خوبصورت کڑیل حسین و جمیل سید آل رسول تھے۔ آپ مجلس احرار کے رضا کاروں کے شعبہ کے سربراہ رہے۔ جب آپ ہزاروں باوردی رضا کاروں کے ہمراہ پریڈ کے لئے نکلے تو پورا ماحول سراپا دیدار بن جاتا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے ہزاروں کارکنوں کو میدان میں اتارا۔ وہ سچ دھج آج بھی پڑھنے کو ملتی ہے تو دل و دماغ ہی نہیں روح بھی ساتھ ہی وجد کرنے لگ جاتی ہے۔ آپ جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر بھی رہے۔ آخری عمر میں صرف پیری مریدی تک کے رہ گئے تھے۔ عظیم انسان تھے اور اتحاد المسلمین کے داعی تھے اور عقیدہ ختم نبوت کے وفادار علمبردار۔ حق تعالیٰ بلند مقام نصیب فرمائیں۔

## (۱۵۷۴) فیض الحسن (بھیں ضلع چکوال)، مولانا

(وفات: جمادی الاول ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۹ء)

آپ علامہ محمد حسن فیضی کے ہاں بھیں ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور جامعہ نعمانیہ لاہور کے اساتذہ سے علوم دینیہ سے تحصیل کی۔ بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ فراغت کے بعد جامعہ نعمانیہ لاہور اور پھر اشاعت العلوم چکوال میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے ”نکفیر قادیان“ نامی فتویٰ پر مولانا کرم الدین دیر کے جواب پر تائیدی دستخط فرمائے اور ”قہر یزدانی برجان دجال قادیانی“ نامی فتویٰ میں صورت مسئلہ پر مولانا عبدالنبی نواب مرزا کے جواب پر تائیدی دستخط کئے اور یہ تحریر فرمایا: ”اگر مذکورہ بالا مرزائی مرزا کو رسول ماننا ہو تو یقیناً کافر ہے اور کافر سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے۔“

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۲۰)

## (۱۵۷۵) فیض القادری (لاہور)، مولانا

(وفات: ۱۶ دسمبر ۲۰۰۲ء)

بریلوی مکتب فکر کے معروف عالم دین، جمعیت علماء پاکستان (نفاذ شریعت) کے جنرل سیکرٹری صاحبزادہ فیض القادری نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور میں قائدانہ کردار ادا کیا اور آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت لاہور کے جنرل سیکرٹری رہے۔ مجلس کے ساتھ محبت سے پیش آتے۔ معتدل مزاج خطیب تھے۔ اندرون کئی گیٹ جامع مسجد کے خطیب تھے۔ اللہ پاک ان کی خوبیوں کو قبول فرمائیں اور خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ ان کی رحلت سے لاہور ایک بہادر خطیب سے محروم ہو گیا۔ میانی قبرستان لاہور میں مرقد ہے۔

## (۱۵۷۶) فیض اللہ (مفتی اعظم بنگلہ دیش)، مولانا

اقول بتوفیق اللہ تعالیٰ وتائیدہ ان المیرزا غلام احمد قادیانی ومعتقدیہ کافرون مرتدوں، خارجون عن الاسلام یقیناً وهم منکرون لکثیر من ضروریات الدین کمسئلة ختم النبوة وحیة عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ورفعه الی السماء ونزوله فی آخر الزمان، وظاهر ان منکر ضروریات الدین ولو کان بتاویل، کافر مرتد یقیناً فان ضروریات الدین لا تقبل التاویل کما هو مجمع علیہ عند جمیع اهل الحق وایضاً قد صدرت منه اھانة عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام المفضیة الی الکفر، واکبر منه انه ادعی النبوه بل ادعی التَّفوق علی سائر الانبیاء الکرام، حتی علی نبینا ﷺ کما لا یخفی علی من طالع کتبه، واللہ اعلم فقط!

مفتی اعظم مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)

۲۵ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ

تحقیق مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے سب کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یہ لوگ بہت سی ضروریات دین کے منکر ہیں۔ جیسا کہ عقیدہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام اور آسمان کی طرف آپ کے رفع اور پھر آخر زمانے میں آپ کے نزول کا مسئلہ ہے۔

اور یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ ضروریات دین کا منکر پکا کافر اور مرتد ہوتا ہے۔ چاہے اس کا انکار کسی تاویل کی وجہ سے ہی ہو۔ اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل قبول نہیں کی جاسکتی۔ جیسا کہ اہل حق کا اس پر اجماع ہے اور مرزا قادیانی سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بھی صادر ہوئی ہے جو کہ انسان کو کفر تک پہنچانے والی ہے اور اس سے بڑا جرم یہ ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا



ہے۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ سے بھی بلند مرتبہ ہونے کا دعویٰ کیا اور جس نے مرزا قادیانی کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ اس پر یہ امر بالکل مخفی نہیں ہے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۵۵، ۵۶)

## (۱۵۷۷) فیض اللہ گجراتی، جناب

”ردالہ جاہلہ (حصہ سوم)“ یہ رسالہ جناب فیض اللہ صاحب گجراتی کا ہے۔ اس کے چار حصے تھے۔ حصہ اول، دوم اور چہارم نہ مل سکے۔ یہ رسالہ مرزا قادیانی کی قرآن مجید کی تحریفات کے عنوان پر لکھا گیا۔ اچھی محنت کی ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل نہ مل سکی۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۳ میں شائع ہو گیا ہے۔

## (۱۵۷۸) فیض علی شاہ (مانسہرہ)، مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۲۳ء ..... وفات: ۶ ستمبر ۲۰۰۰ء)

مولانا سید فیض علی شاہ ہزاروی بلی تحصیل مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں ڈل کا امتحان ہفہ میں پاس کیا۔ درس نظامی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا سید سخی شاہ سے حاصل کی۔ پھر فتح پور دہلی، میرٹھ، چھپڑہ میں پڑھتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ دوسرے سال دورہ حدیث شریف حضرت مدنی سے پڑھا۔ سات سال دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے۔ پاکستان بننے کے عرصہ بعد چھٹیوں پر گھر آئے۔ واپس دیوبند جانے لگے تو ویزا نہ ملا۔ دارالعلوم تعلیم القرآن راوپنڈی، دارالعلوم ہاشمیہ سجاول، اشرف العلوم گوجرانوالہ، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم عید گاہ کبیر والا، جامعہ فاروقیہ کراچی میں پڑھاتے رہے۔ نامور محقق و منقول کے عالم تھے۔ پھر پاکستان سے بولٹن برطانیہ تشریف لے گئے۔ ۱۹۸۵ء میں ختم نبوت کانفرنس پر مولانا خواجہ خان محمد صاحب تشریف لے گئے۔ آپ سے ملنے کے لئے مکان پر گئے تو دیدہ دل و فرش راہ ہو گئے۔ بہت ہی عقیدت و محبت سے ملے۔ برطانیہ میں ختم نبوت کے کام کی سرپرستی فرماتے۔ پاکستان میں آپ کے مایہ ناز شاگرد مولانا محمد اشرف شاد بانی جامعہ اشرفیہ ماکوٹ کے صاحبزادہ اور موجودہ شیخ الحدیث مولانا محمد احمد انور مدظلہ آخری عمر میں آپ سے ملنے کے لئے مانسہرہ گئے تو انہیں فرمایا کہ چناب نگر جا کر ختم نبوت کا کورس کریں۔ یوں آپ اپنے متعلقین کو عقیدہ ختم نبوت کے کام کے لئے متوجہ کرتے رہتے تھے۔

## (۱۵۷۹) فیض علی شاہ، حضرت مولانا سید

(ولادت: ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء ..... وفات: ۱۱ ستمبر ۲۰۰۰ء)

حضرت مولانا سید فیض علی شاہ کھر وڑی بلی ضلع مانسہرہ کے باسی تھے۔ علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا سید سخی شاہ ہے۔ مولانا سید فیض علی شاہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مدرس تھے۔ دس سال دارالعلوم دیوبند میں مدرس رہے۔ بعد ازاں پاکستان کے مختلف شہروں اور مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مانسہرہ میں جمعیۃ علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست رہے۔

## (۱۵۸۰) فیض محمد خان جتوئی، جناب سردار

(وفات: ۲۴/ مئی ۱۹۹۳ء)

سردار فیض محمد خان جتوئی ضلع مظفر گڑھ کے تھے۔ مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ ایسے جفاکش انسان تھے کہ جتوئی سے دہلی سائیکل پر مجلس احرار کی کانفرنسوں میں شرکت کرتے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مرید اور فداکار عاشق زار تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور تحریک آزادی کے لئے گرانقدر سنہری خدمات سرانجام دیں۔

(۴)

## (۱۵۸۱) قائم الدین عباسی (جتوئی)، مولانا

(وفات: ۱۹۷۴ء)

نامور عالم دین اور خوب منجھے ہوئے صاحب طرز خطیب تھے۔ حق کہنے میں تنگی تلوار تھے۔ تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑی جرأت و بہادری سے حصہ لیا۔ مولانا محمد یحییٰ عباسی پاکستان کے نامور خطیب اور جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنما مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ مولانا قائم الدین عباسی اصلاً محمد پوردیوان ضلع راجن پور کے تھے۔ پھر جتوئی آکر آباد ہوئے۔ حسین آگاہی مسجد ملتان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت میں جو پہلا داراللمبلغین ختم نبوت کا کورس مولانا محمد حیات فاتح قادیان نے پڑھایا، مولانا قائم الدین عباسی اس میں شریک تھے۔ جتوئی ضلع مظفر گڑھ میں ابدی راحت فرما ہیں۔

## (۱۵۸۲) قادر بخش (فیجی آئی لینڈ)، جناب

فیجی آئی لینڈ کے جناب قادر بخش صاحب زرعی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ خوب ذہین، زیرک، فاضل، معلوماتی و باخبر شخصیت تھے۔ مولانا تاج محمود سے آپ کے تعلقات تھے۔ مولانا تاج محمود فرماتے تھے یہ فیجی آئی لینڈ کے وزیر اعظم بنیں گے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بڑے دھڑلے سے بہادرانہ گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ جس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے۔

## (۱۵۸۳) قادر بخش نقشبندی (سٹڈ والہ یار)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۵۴ء ..... وفات: ۲۸/ اگست ۲۰۲۰ء)

مولانا قادر بخش نقشبندی کنری ضلع تھر پارکر کے ایک گاؤں ”مور بھنگو“ میں حاجی خیر محمد صاحب خلیلی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی چار جماعت تک مقامی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ سکول سے آنے کے بعد بھینیس اور بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں

آبائی گاؤں چھوڑ کر میر شاہ محمد کالونی ٹنڈوالہ یار منتقل ہو گئے۔ سلوک میں مولانا پیر محمد شاہ قریشی صاحب مسکین پور والوں سے مجاز تھے۔ ۲۰۰۸ء میں مولانا محمد علی صدیقی مبلغ ختم نبوت کی کاوشوں سے سخر چانگ میں ہونے والی قادیانیوں کی تین روزہ سالانہ کانفرنس رکوائی گئی، جس کا ایک دن کا پروگرام ہو چکا تھا۔ مرزا مسرور نے سٹیٹمنٹ کے ذریعے بیان کرنا تھا۔ باقی دوروز کے پروگرام رکوائے گئے۔ کانفرنس رکوانے میں مولانا قادر بخش بھی نمایاں تھے۔

مفتی محمد عرفان صاحب فرماتے ہیں کہ: ”اسی ۲۰۰۸ء والے سال بندے کو مولانا قادر بخش کے ساتھ حج پر جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اتفاقاً ہمارا خیمہ منی میں حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ اور حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید کے خیمے کے بالکل متصل تھا، ہم جیسے ہی خیمے سے نکلے، میری نظر ان اکابرین پر پڑی تو دل باغ باغ ہو گیا اور ہم دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرات احقر (محمد عرفان) کو پہچانتے تھے۔ احقر نے مولانا قادر بخش کا تعارف کروایا، ہم نے بشیر آباد سخر چانگ کی تفصیلی کارگزاری ان اکابرین کو سنائی، یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور خوب دعائیں دیں، ارشاد فرمایا کہ ہم دونوں آپ دونوں کی تکمیل منی میں بیٹھ کر ختم نبوت کے کام کے لئے کر رہے ہیں، تکلیفیں آئیں گی لیکن گھبرانا نہیں، اللہ کی مدد بھی ان شاء اللہ خوب ہوگی اور یہ بھی فرمایا کہ آپ دونوں میں سے ایک کو ہم امیر بنا دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا قادر بخش باہمت ہیں انہیں امیر بنا دیں تو حضرات نے مولانا کو امیر بنا کر دعائیں بھی دیں اور ہدایات بھی۔“

مولانا قادر بخش نے واپس آ کر اس فکر کو ایسا اوڑھا کہ سخت بخار میں بھی ختم نبوت کے سلسلہ میں ماتلی، ڈگری، ٹنڈو غلام علی وغیرہ شہروں میں دورے کیا کرتے۔ ۲۰۱۰ء جامع مسجد مدرسہ عربیہ خاتم النبیین سخر چانگ کی بنیاد رکھی اس کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی گئی۔ ایک عرصہ ذمہ داری سنبھالنے کے بعد ضعف اور کمزوری کی وجہ سے اخیر عمر میں سبکدوش ہوئے۔ خوب قادیانی سرگرمیوں کو رکھوایا۔ کئی قادیانی مسلمان بھی ہوئے۔ علاقہ بھر کی تمام ختم نبوت کانفرنسوں میں بھرپور کردار ادا کرتے رہے۔ (صاحبزاد مفتی ذوالفقار

## (۱۵۸۴) قادر داد گورمانی (ڈیرہ غازی خان)، مولانا حافظ

(ولادت: ۱۹۲۷ء ..... وفات: ۲۰۲۰ء)

مولانا حافظ قادر داد گورمانی ضلع ڈیرہ غازی خان کی بستی لتزی جنوبی، ٹی قیصرانی میں بلوچ قبیلہ کی مشہور شاخ گورمانی کے زمیندار غلام حیدر خان گورمانی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتداً گورنمنٹ پرائمری سکول ٹی قیصرانی اور پھر تونسہ شریف میں مدرسہ جامعہ محمودیہ میں حفظ قرآن اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر حافظ صاحب اپنے آبائی گھر لتزی میں لوٹ آئے بعد ازاں فلسفہ کے امام مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد امیر چودھو اس ضلع ڈیرہ اسماعیل خان منطق و فلسفہ کے لئے شہرت تامہ اختیار کر چکے تھے، حافظ صاحب ان کے ہاں منطق کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ اس کے بعد جامعہ نعمانیہ قدیر آباد ملتان میں مولانا عبدالخالق صاحب سے پڑھتے رہے پھر دورہ حدیث کے لئے جامعہ قاسم العلوم ملتان کا رخ کیا اس وقت قاسم العلوم میں مولانا مفتی محمود کی تدریس کا چرچا چہار عالم گونج رہا تھا۔ مفتی محمد شفیع مہتمم جامعہ قاسم العلوم ہردو ماہے ناز اساتذہ سے ۱۹۵۳ء میں دورہ حدیث مکمل کیا۔

آپ کو مفتی صاحب کا شاگرد اور مرید ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے مفتی صاحب نے حافظ صاحب کو اپنے گاؤں عبدالخیل پنیاہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، مسلسل دو سال رمضان المبارک میں قرآن پاک سنانے کے لئے بلایا۔ آپ نے اعزاز سمجھ کر فوراً اس دعوت کو قبول کیا رات کو تراویح میں قرآن پاک سنا تے اور تہجد کے وقت میں بھی حضرت مفتی صاحب قرآن پاک سنا کرتے تھے۔ یوں ایک رمضان میں دو قرآن پاک مکمل ہوتے۔ ۱۹۵۳ء، ۱۹۵۴ء میں یکے بعد دیگرے دورہ تفسیر القرآن مخزن العلوم خان پور میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی سے اور راولپنڈی میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان سے پڑھا۔ مختلف اوقات میں مختلف مقامات میں پڑھاتے رہے

جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین سے محبت کا رشتہ زندگی بھر قائم رکھا۔ ۱۹۸۶ء میں قبیلہ قیصرانی کے چیف سردار امیر محمد قیصرانی کو بہتی شیر گڑھ یونین کوٹ قیصرانی تحصیل تونسہ کی مسجد میں دفن کیا گیا چونکہ یہ سردار قادیانی تھے اس حرکت کے خلاف تحصیل بھر کے مسلمانوں میں اشتعال پھیل گیا۔ مسلمانوں کی مسجد سے اس قادیانی مردے کو نکالنے کے لئے تحریک چلی۔ درجنوں علماء و کارکنان کو گرفتار کیا گیا۔ جس میں حافظ قادر داد گورمانی، مولانا عبدالعزیز لاشاری، مولانا محمد ابراہیم گورمانی گرفتار ہوئے۔ مولانا عبدالعزیز لاشاری بیان کرتے ہیں اسیری کے دنوں میں حافظ صاحب کا جذبہ ایمانی دیدنی تھا وکلاء و انتظامیہ کے حضرات ضمانت کے لئے چمکے لے کر آتے۔ حافظ صاحب فرماتے اُس وقت تک ہم جیل سے باہر نہیں آتے جب تک مسجد سے میر مندی کی نعش کو باہر نہیں نکالا جاتا۔ حافظ صاحب کی اس بات پر ہم بارہ آدمیوں نے جو ان کے ساتھ تھے بیعت کی ہم بھی ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔

نتیجتاً مسلمانوں کی قربانی رنگ لائی اُس قادیانی مردے کو انتظامیہ نے مسجد سے باہر نکال پھینکا۔ حافظ صاحب نے اپنی حیات مستعار کے بانویں برس دین متین کی خدمت کے لئے گزار دیے۔

اس سال رمضان المبارک کا پورا مہینہ آپ نے بڑے بیٹے مولانا ابو بکر گورمانی کے ہاں سیالکوٹ میں گزارا۔ جہاں پورے روزے رکھے وہاں مکمل قرآن پاک بھی سنا۔ وہاں سے اپنے آبائی گاؤں لتوی جنوبی میں آئے نقاہت و کمزوری عیاں تھی یوں یہ مرد درویش بروز جمعرات صبح تقریباً چھ بجے محضر علالت کے بعد دارفنا سے دار بقا کی طرف سدھار گئے۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بھائی مولانا محمد ابراہیم گورمانی نے پڑھائی۔

## (۱۵۸۵) قادیان کے مقامی لوگ

قادیان کے مقامی لوگ حسب ذیل برادریوں سے تعلق رکھتے تھے۔

### شیخ برادری

مقامی باشندگان زیادہ تر شیخ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ لوگ تجارت پیشہ تھے۔ ساری برادری میں صرف ایک گھر تھا جس نے مرزا محمود کی بیعت کی تھی اور یہ گھر نیم مرزائی سا تھا۔

### ارائیں برادری

دوسرے نمبر پر ارائیں برادری تھی۔ ان کا اپنا الگ محلہ تھا اور ہم انہی کے محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے اور ہماری

تمام سرگرمیوں کا مرکز یہی مسجد اراکیاں تھی۔ اس برادری میں سے کوئی ایک گھر بھی مرزائی نہ تھا۔ یہ لوگ زراعت پیشہ تھے۔ اگرچہ پسماندہ اور غریب تھے۔ مگر ایمان میں پختہ تھے اور ہماری امداد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے۔

## کشمیری برادری

اس برادری میں بھی ایک گھر نیم مرزائی تھا اور وہ تانگہ چلاتا تھا اور مرزائیوں کو ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں لے جاتا تھا اور اس طرح رزق کما کر اپنا پیٹ پالتا تھا۔ وہ نیم مرزائی اس لئے تھا کہ جب کبھی اس سے میرا سامنا ہوتا تو میرے پاؤں میں گر جاتا اور اپنی معذوری کا اظہار کرتا۔ خواجہ عبدالحمید بٹ اسی برادری کا نوجوان تھا۔ لکھا پڑھا میٹرک پاس تھا اور مرزائیت کے خلاف جذبہ رکھتا تھا۔ (تقسیم ملک کے بعد لودھراں ضلع ملتان میں مقیم رہے۔ ان کا مستقل تذکرہ اسی کتاب میں اپنے مقام پر موجود ہے)

## پارچہ باف

چند کنبے جولا ہوں کے تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی مرزائی نہ تھا۔ غریب تھے اور مزدوری کر کے گزراوقات کرتے تھے۔

## کھہار

چند گھر کھہاروں کے تھے۔ ان میں بھی کوئی مرزائی نہ تھا۔ سب کے سب سنی مسلمان تھے اور یہ لوگ پیر شاہ چراغ کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنے گدھے رکھے ہوئے تھے اور کرایہ پر گندم، گڑ، مٹی وغیرہ ڈھو کر گزرا کر لیتے تھے۔

## سادات

یہ لوگ صاحب حیثیت اور معزز تھے۔ ان میں بھی صرف ایک شخص پیر منظور نے مرزا کی بیعت کی تھی اور درحقیقت اس بے چارہ کا کوئی مذہب ہی نہیں تھا۔ نیم مرزائی کہہ لو۔ کیونکہ جب وہ مجھے ملتا تھا تو مرزائیت سے بیزاری کا اظہار کرتا تھا اور اپنی معذوری بتاتا تھا جو ایک حد تک حقیقت تھی۔ پیر شاہ چراغ تو بڑا آدمی تھا اور علانیہ طور پر ہمارے ساتھ تھا۔ نہایت سنجیدہ اور باعرب بزرگ تھا۔ ایک ان میں سے ہدایت علی شاہ تھا وہ بھی صاحب حیثیت تھا اور ہماری جماعت اور دفتر کا شیدائی تھا۔ اس نے ایک نہایت عمدہ گھوڑی پال رکھی تھی جو ہمارے لئے وقف تھی۔ بڑی قد آور تھی اور اسیل اتنی تھی کہ ایک بچہ بھی اسے لئے پھرتا تو خطرہ نہ ہوتا تھا۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

## (۱۵۸۶) قاسم رضوی، جناب سید

(وفات: ۷ جون ۱۹۷۵ء)

آپ کے والد گرامی سید صدیق حسن افغانستان کے کونسل رکن تھے۔ آپ کے تایا غلام بھیک نیرنگ متحدہ ہندوستان کے نامور قومی رہنما تھے۔ شذھی کی تحریک کے زمانہ میں دعوت اسلام کے لئے آپ ملک کے کونہ کونہ میں گئے۔ سید قاسم رضوی مسلم سٹوڈنٹس کے صدر رہے۔ قائد اعظم کے معتمد ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ ڈپٹی کمشنر پھر ملتان کے کمشنر ہو گئے تھے۔ پاکستان کے سول سروس اکیڈمی کے ڈائریکٹر سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اقبال کے شیدائی اور قائد اعظم کے فدائی تھے۔ آپ کے دل میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی جوگ علامہ اقبال نے جگائی۔ اسے سدا بہار آغا شورش کاشمیری کی سنگت نے کیا۔

## (۱۵۸۷) قاسم محمود، جناب سید

(ولادت: ۱۷ نومبر ۱۹۲۸ء ..... وفات: ۳۱ مارچ ۲۰۱۰ء)

جناب سید قاسم محمود کھودہ ضلع روہنگ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ڈل تک اپنے علاقہ میں تعلیم حاصل کی۔ ڈل کے بعد ہمدرد دو خانہ دہلی میں ملازمت اختیار کی اور تعلیم کا سلسلہ بھی نہ رکنے پایا۔ ۱۹۴۷ء میں میٹرک کا امتحان دے کر ڈویژن انبالہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ تقسیم ہندوستان کے وقت پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ مولانا ظفر علی خان، مولانا انظر امرتسری اور مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش ایسے حضرات کی معاونت میں کام کیا۔

۱۹۵۰ء میں پنجاب یونیورسٹی میں کلرک ہوئے۔ بعد ازاں ۱۹۵۱ء سے افسانہ نگاری اور تصنیف و تالیف کے کام کا آغاز کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ترقی کے منازل طے کرتے گئے۔ ہفت روزہ ہندوستان اور ماہنامہ درجنوں مجلات اور ڈائجسٹ کے پہلے نائب مدیر اور پھر مدیر اعلیٰ کے مناصب پر فائز رہے۔ بیسیوں کتب مترجم اور کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ نے اپنی ایک کتاب ”انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا“ میں ص ۱۵۳ پر قادیانی جماعت کا تعارف لکھا جو کہ درج ذیل ہے۔

قادیانی جماعت کی بنیاد مرزا غلام احمد قادیانی نے لدھیانہ میں ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو صوفی احمد جان کے مکان پر رکھی۔ اس واقعہ سے آٹھ سال پہلے ۱۸۸۰ء میں مرزا قادیانی کی ایک دینی کتاب ”براہین احمدیہ“ شائع ہوئی تھی۔ جس میں مصنف نے مجدد وقت، مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ دعویٰ باقاعدہ صورت میں ۲۴ مارچ ۱۸۸۹ء کو کیا گیا۔ نیز یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ جی اٹھنے یا صلیب سے بچ نکلنے پر ہندوستان چلے آئے تھے اور کشمیر میں ایک سو برس گزرنے کے بعد فوت ہوئے اور ان کا مزار سری نگر میں کسی جگہ موجود ہے۔ اسی لئے احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہندوستان سے ہے اور وہ مسیح موعود مرزا غلام احمد ہی ہیں۔ یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ مرزا قادیانی پر وحی نازل ہوتی تھی۔ وحی ایسی چیز ہے جو انبیائے کرام سے مخصوص ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ سراسر مسلمانوں کے نظریہ ختم نبوت کے خلاف تھا۔ جس کی رو سے نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔

احمدیوں نے من حیث الجماعت تحریک پاکستان کی حمایت کی تھی۔ قیام پاکستان کے لئے انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور پاکستان بن گیا تو ہجرت کر کے یہاں آ گئے۔ احمدیہ جماعت کا صدر مقام مشرقی پنجاب کے قصبہ قادیان سے منتقل ہو کر ربوہ ضلع جھنگ میں آ گیا اور اس (چناب نگر) گاؤں کو انہوں نے بہت جلد ترقی دے کر ایک شہر بنا لیا۔ احمدیوں کا عقیدہ ہے کہ جہاد صرف کافروں سے جنگ آزمانی کا نام نہیں بلکہ اللہ کا پیغام پھیلانے کے لئے جہد مسلسل کا نام ہے۔ یہ نظریہ جہاد نو معتقدوں میں تیزی سے مقبول ہو گیا اور ہندوستان، پاکستان، افریقہ، شمالی امریکہ اور مشرقی ایشیا کے ہزاروں لوگوں نے جن میں بیشتر مسلمان تھے، احمدیت قبول کر لی۔ بعد ازاں راسخ العقیدہ مسلمانوں، بالخصوص علمائے دین سے ان کا تصادم ہوا۔ اس تصادم نے ۱۹۵۳ء میں خونیں خانہ جنگی کی سی کیفیت اختیار کر لی۔ جب علمائے کرام نے تحریک ختم نبوت کے پرچم تلے متحد ہو کر وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین پر شہروں کے

کوچہ و بازار میں احتجاجی مظاہروں کے ذریعے دباؤ ڈالا کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ احمدیوں کے خلاف یہ مظاہرے پاکستان کے متعدد شہروں میں پھیل کر بے قابو ہو گئے۔ یہاں تک کہ پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور گورنر جنرل غلام محمد نے وفاقی کابینہ کو معطل کر دیا۔ اس خانہ جنگی کے دوران میں تقریباً دس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ یہ خانہ جنگی پاکستان کی تاریخ میں بنگلہ دیش کی خانہ جنگی کے بعد دوسری بڑی خون ریز محاذ آرائی تھی۔

احمدیوں کے خلاف دوسری بڑی تحریک ۱۹۷۴ء میں شروع ہو کر کامیاب ہوئی۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی پیش کردہ یہ قرارداد قومی اسمبلی میں منظور ہو گئی کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ بعد ازاں ایسے قوانین وضع کئے گئے جن کے تحت احمدیوں کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا اور دین اسلام کی بنیادی شرعی اصطلاحات اور اطوار استعمال کرنا، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا یا اپنی عبادت کے لئے اذان دینا وغیرہ خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں احمدیہ جماعت کے سربراہ لندن چلے گئے۔ جہاں ۱۹۸۴ء میں پاکستان سے باہر پہلی مرتبہ احمدیوں کا پہلا سالانہ اجتماع ہوا۔“

## (۱۵۸۸) قدرت اللہ شہاب، جناب

(ولادت: ۲۶ فروری ۱۹۱۷ء ..... وصال: ۲۴ جولائی ۱۹۸۶ء)

آپ جناب محمد عبد اللہ کے ہاں گلگت میں پیدا ہوئے۔ ممتاز بیورو کریٹ، اردو ادیب، افسانہ نگار، صوتی دانشور تھے۔ آزاد کشمیر، جھنگ ڈپٹی کمشنر رہے۔ وفاقی سیکرٹری اطلاعات، وفاقی سیکرٹری تعلیم بھی رہے۔ گورنر غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان کے سیکرٹری رہے۔ ہالینڈ میں پاکستان کے سفیر رہے۔ آپ کی شہرہ آفاق کتاب ”شہاب نامہ“ سے ذیل کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

..... اس کتاب کے ص ۱۹۸، ۱۹۹ پر ہے: ”پنجاب کی تقسیم میں ریڈ کلف نے اس سے بھی زیادہ خطرناک گل کھلایا۔ گورداسپور کے ضلع کی آبادی میں مسلمانوں کی واضح اکثریت تھی۔ تقسیم کے متفقہ فارمولے کی ہر شق کے مطابق یہ ضلع پاکستان کے حصے میں آتا تھا۔ لیکن ریڈ کلف نے بغیر کوئی وجہ بتائے اسے بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ بھارت کو دے دیا۔ اس طرح بھارت کو ریاست جموں و کشمیر کے ساتھ آمدورفت کا وہ راستہ مل گیا جو کسی اور طرح اسے میسر نہ آ سکتا تھا۔ ریڈ کلف کا یہ فیصلہ دور رس سیاسی بدینتی کا مظہر تھا۔ کیونکہ گورداسپور کے بغیر بھارت کو کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کرنے کا موقع ہاتھ آ سکتا تھا نہ راستہ مل سکتا تھا۔

پہلی بار ۱۸۴۶ء میں انگریزوں نے جب کشمیر ڈوگروں کے ہاتھ فروخت کیا تھا، تو اس کی قیمت مبلغ ۵ لاکھ روپے پڑی تھی۔ اب عین ایک سو برس بعد فرنگیوں نے جب دوسری بار کشمیر ہندوؤں کے قبضہ اختیار میں دینے کی چال چلی تو اس کی بھاری قیمت بھارت سے نہیں بلکہ پاکستان سے وصول کی گئی۔ گورداسپور کے راستے بھارت کو کشمیر کے ساتھ براہ راست منسلک کر کے برطانیہ نے پاکستان کی نظریاتی، جنرالیائی اور معاشی سرحد پر ایک تنگی تلوار لٹکا دی اور حربی نقطہ نظر سے اس نئی مملکت کو غیر مملکت کی غیر متوقع اطراف و جوانب سے بھارت کے جو جواز گھیراؤ میں دھکیل دیا۔“

..... ۲ اس کتاب کے ص ۲۳۶، ۲۳۷ پر ہے: ”سری نگر میں ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کی وحشیانہ فائرنگ سے سارے برصغیر کے مسلمانوں

میں بھی رنج و اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ سب سے پہلے لاہور میں خان بہادر رحیم بخش سیشن جج کی ملتان روڈ والی کوٹھی پر مشورہ کرنے کے لئے چند مسلمانوں کا ایک اجتماع ہوا۔ جموں کی Young mens Muslim Association کی نمائندگی کرنے کے لئے اے۔ آرساگر بھی اس میں شامل تھے۔ اس میں طے پایا کہ ہندوستان بھر کے سربراہ آوردہ مسلمان اکابرین کو اکٹھا کر کے اس بارے میں کوئی متفقہ فیصلہ کیا جائے۔ چنانچہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں فیروز پونام کی ایک دو منزلہ کوٹھی میں ایک میٹنگ کے نتیجے میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی گئی۔ اس میٹنگ میں جو حضرات شامل ہوئے ان میں علامہ اقبال، نواب سرزا اللقار علی، خواجہ حسن نظامی، نواب کنج پورہ، نواب باغپت، سید حسن شاہ، خان بہادر شیخ رحیم بخش، عبدالرحیم درد، سید حبیب اسماعیل غزنوی، صاحبزادہ عبداللطیف اور اے۔ آرساگر کے نام سرفہرست تھے۔ چند دوسرے حضرات کے علاوہ وادی کشمیر کے ایک نمائندے غالباً میرک شاہ بھی اس میٹنگ میں شریک ہوئے تھے۔

بد قسمتی سے صدارت مرزا بشیر الدین محمود نے کر ڈالی اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی وہی بن بیٹھے۔ یہ قادیانیوں کی ایک سوچی سمجھی چال ثابت ہوئی۔ اس کمیٹی کے قائم ہوتے ہی مرزا بشیر الدین محمود نے خاص و عام کو یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ ان کی صدارت میں اس کمیٹی کو قائم کر کے ہندوستان بھر کے سرکردہ مسلمان اکابرین نے ان کے والد مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلک پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس شرانگیز پروپیگنڈا کے جلو میں قادیانیوں نے انتہائی عجلت کے ساتھ اپنے مبلغین کو جموں و کشمیر کے طول عرض میں پھیلانا شروع کر دیا تاکہ وہ ریاست کے سادہ لوح عوام کو درغلا کر انہیں اپنے خود ساختہ ”نبی“ کا حلقہ بگوش بنانا شروع کر دیں۔ یہ مہم کافی کامیاب رہی۔ کئی دوسرے مقامات کے علاوہ خاص طور پر شویپاں میں مسلمانوں کی ایک خاص تعداد ”قادیانی“ بن گئی۔ پونچھ کے شہر میں بھی مسلمانوں کی اکثریت نے ”قادیانی“ مذہب اختیار کر لیا۔ یہ خبر سنتے ہی رئیس الاحرار مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری پونچھ شہر پہنچے اور اپنی خطیبانہ آتش بیانی سے قادیانیت کے ڈھول کا ایسا پول کھولا کہ شہر کی جو آبادی مرزائی بن چکی تھی، وہ تقریباً ساری کی ساری تائب ہو کر از سر نو مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت کی آڑ میں مرزا بشیر الدین محمود کی یہ چال بازیوں اور حرکات دیکھ کر علامہ اقبال نے شملہ والی کشمیر کمیٹی سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے کشمیر کے متعلق اس تحریک کی اعانت اور سرپرستی فرمانا شروع کر دی جو مجلس احرار نے بطور خود نہایت جوش و خروش سے شروع کر رکھی تھی۔“

۳..... اس کتاب کے ص ۲۴۷ پر ہے: ”علامہ اقبال کی سرپرستی میں تحریک کشمیر کی رہنمائی مرزا بشیر الدین محمود کی کشمیر کمیٹی سے نکل کر مجلس احرار میں آ گئی تو قادیانیوں نے متوازی خطوط اپنی کمیٹی چلانے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ لیکن احراریوں کے مقابلے میں ان کی دال نہ گل سکی۔ کسی وجہ سے جس کا مجھے علم نہیں قادیانی عرصہ دراز سے کشمیر پر اپنا تسلط جانے کا خواب دیکھتے چلے آئے ہیں۔ ریاست میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی ایجی ٹیشن میں انہیں غالباً اپنے اس خواب پریشان کی تعبیر نظر آنے لگی۔ لیکن مجلس احرار نے ان کی یہ امنگیں اور آرزوئیں خاک میں ملادیں۔“

۴..... اس کتاب کے ص ۲۵۸ پر ہے: ”چوتھی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بھارت فقہ کالم کے علاوہ قادیانیوں کے ایک منظم گروہ نے بھی اس موقع پر مسلمانوں کے ساتھ غداری کو عملی جامہ پہنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اصلی آزاد کشمیر گورنمنٹ تو ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے روز قائم ہوئی تھی۔ لیکن پونچھ میں جہاد کارنگ اور رخ بھانپ کر غلام نبی گلکار نامی ایک کشمیری قادیانی نے بیس روز قبل ہی



۱۳ اکتوبر کو اپنی صدارت میں آزاد جمہوریہ کشمیر کے قیام کا اعلان کر دیا تھا۔ غالباً یہ اعلان راولپنڈی صدر کے ایک ہوٹل ”ڈان“ میں بیٹھ کر کیا گیا تھا۔ اسی ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے مسٹر گلکار نے اپنی تیرہ رکنی کابینہ بھی منتخب کر لی تھی، جو زیادہ تر ایسے افراد پر مشتمل تھی۔ جن کا تعلق قادیانی مذہب سے تھا۔ اس اعلان کے دو روز بعد ۱۶ اکتوبر کو گلکار مظفر آباد کی راہ سے سری نگر پہنچ گیا۔ جہاں اس کی ملاقات شیخ عبداللہ سے بھی ہوئیں۔ اس کے بعد سری نگر میں اس کی حرکات و سکنات عام طور پر پردہ راز میں ہیں۔ لیکن باور کیا جاتا ہے کہ بارہ مولا سے سری نگر کی جانب مجاہدین کی پیش قدمی سے قادیانیوں کے اپنے منصوبے خاک میں مل گئے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ یہ جنت ارضی بلا شرکت غیرے قادیانیوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ پاکستان جانے والی ہے تو انہوں نے بھی فقہہ کالم کاروپ دھار کر اس امکان کو ملیا میٹ کر دیا۔“

۵..... اس کتاب کے ص ۲۹۵، ۲۹۶ پر ہے: ”۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کی شام کو چارنج کر چھ منٹ پر راولپنڈی کے جلسہ عام میں ایک گولی چلی اور اس نے پاکستان کی قیادت کو سیاست کی شاہراہ سے موڑ کر موقع پرستی، ابن الوقتی، زمانہ سازی، طالع آزمائی اور مہم جوئی کے ایسے خارزار میں ڈال دیا۔ جہاں ذاتی خواہشات قومی ضرورت اور ذاتی مفاد، قومی مفاد کے مترادفات بنتے چلے گئے۔ قائد ملت لیاقت علی خان نے جام شہادت نوش کر کے تب و تاب جاودانہ کا صلہ پایا۔ جلسہ گاہ میں راولپنڈی کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نجف خاں نے اپنے سپاہیوں کو لاکر حکم دیا کہ گولی چلانے والے قاتل کو فوراً مار ڈالو۔ سید اکبر بھی گولی کا نشانہ بن کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ راز بھی دفن ہو گیا کہ وہ راولپنڈی کیوں آیا؟ ہر طرح کی سیکورٹی کے باوجود جلسے کی اگلی صفوں تک کیسے رسائی حاصل کی؟ کس غیبی طاقت یا روحانی یا شیطانی یا انسانی اشارے نے اس کی انگلی پستول کی لبلبی پر رکھ کر دبا دی؟ اسے زندہ گرفتار کرنے کے بجائے پولیس والوں نے اسے خواہ مخواہ جلسہ گاہ میں مار کیوں ڈالا؟ اس بے ضابطہ کارروائی کے بعد سپرنٹنڈنٹ پولیس کے خلاف کیا کارروائی ہوئی؟ اسے ڈی. آئی. جی کے عہدے پر ترقی کس کارگزاری کے صلے میں ملی؟ عامی ذہن میں یہ سوال آج بھی جوں کے توں قائم ہیں۔ اب تک کسی ایسی بے لاگ انکوائری کا نتیجہ برسر عام نہیں آیا۔ جو ان سوالات کا تسلی بخش جواب دے سکے۔ قائد ملت کی ہر برسی پر کسی نہ کسی پیرائے میں ایک مکمل اور بھرپور انکوائری کا مطالبہ اٹھتا ہے اور پھر اگلی برسی تک طاق نسیاں کی زینت بن جاتا ہے۔ درمیانی عرصہ میں وہی پرانے شکوک و شبہات خاموشی سے نشوونما پاتے رہتے ہیں اور اجتماعی رگ وریشے میں بے اعتمادی کا سرطان پھیلاتے رہتے ہیں۔“

۶..... اس کتاب کے ص ۲۹۶ پر ہے: ”ہماری وزارت خارجہ کے بالائی افسر قریباً سب کے سب پرانی آئی. سی. ایس کے ممبر تھے۔ اس سروس کی روایات کے مطابق وہ برطانیہ اور امریکہ کے خصوصاً اور مغرب کے عموماً والدہ و شیفتہ اور ان کے حریفوں کے ان سے بھی بڑھ چڑھ کر حریف تھے۔ وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خان بذات خود اس نپلے پر دہلا تھے۔ اپنے مزاج کی افتاد، پس منظر، رجحانات، تعصبات اور ٹریننگ کی وجہ سے یہ سب لوگ پاکستان کی خارجہ پالیسی کو بین الاقوامی تعلقات کے تنے ہوئے رسے پر حقیقت پسندانہ مہارت سے چلانے سے قاصر تھے۔ چنانچہ روس کا دعوت نامہ کھٹائی میں پڑا رہا اور جب امریکہ نے اپنے دعوت نامہ کا دانہ پھینکا تو ہماری وزارت خارجہ اس پر چیخ کی طرح چھٹی۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وزیر اعظم روسیوں کی دعوت پر روس کا دورہ کرتے اور امریکہ کی دعوت موصول ہونے پر امریکہ تشریف لے جاتے۔“

۷..... اس کتاب کے ص ۶۰۰ پر ہے: ”اس ریفرنڈم کے دو روز بعد ۱۷ فروری ۱۹۶۰ء کو انہوں نے صدر پاکستان کے طور پر از سر نو

حلف اٹھایا اور اس کے فوراً بعد آئین سازی کی طرف متوجہ ہوئے۔ جسٹس شہاب الدین کی سرکردگی میں آئین کمیشن نے جو سفارشات پیش کیں، وہ صدر ایوب کو قابل قبول نہ تھیں۔ اب وہ چند ماہرین کو ساتھ لے کر بذات خود آئین کا خاکہ بنانے میں مصروف ہو گئے۔ یہ عمل بڑا طویل، صبر آزما اور بسا اوقات مضحکہ خیز بن جاتا تھا۔ صدر ایوب انتہائی سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ کر کرسی پر بیٹھ جاتے تھے۔ ان کے ایک طرف وزیر خارجہ مسٹر منظور قادر آئینی مشیر کے طور پر جگہ سنبھالتے تھے۔ دوسری جانب ایک دو قانونی ماہر بیٹھتے تھے۔ سامنے ایسے افسر بٹھائے جاتے تھے جو رائے دینے کی ہمت یا اہلیت تو نہیں رکھتے تھے، البتہ نہایت سرگرمی سے ہاں میں ہاں ملانے کے خوب ماہر تھے۔ ایسی محفلوں کی روئید اقلیم بند کرنے کے لئے صدر کے سیکرٹری کے طور پر مجھے بھی حاضر ہنا پڑتا تھا۔ کم و بیش گھنٹہ بھر صدر ایوب اپنے ”سیاسی فلسفہ“ پر تقریر فرماتے تھے۔ جی حضوری حاضر باش سر ہلا ہلا کر اور ہاتھ نچا نچا کر داد دیتے تھے اور منظور قادر صاحب کو یہ فریضہ سونپا جاتا تھا کہ وہ آج کے صدارتی ملفوظات کو آئینی شقوں میں ڈھال کر لائیں۔ ایک روز صدر ایوب نے حسب معمول اپنے ”سیاسی فلسفہ“ پر ایک طولانی تقریر ختم کی تو ایک سینئر افسر وجد کی کیفیت میں آ کر جھومتے ہوئے اٹھے اور سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر عقیدت سے بھڑائی ہوئی آواز میں بولے: ”جناب! آج تو آپ کے انکار عالیہ میں پیغمبری شان جھلک رہی تھی۔“

یہ خراج تحسین وصول کرنے کے لئے صدر ایوب نے بڑی تواضع سے گردن جھکائی۔ یہ سینئر افسر مرزائی عقیدہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں صدر ایوب سچ مچ اس جھوٹ موٹ کے اڑن کھٹولے میں سوار ہو کر بھک سے اوپر کی طرف نہ اڑنے لگیں۔ چنانچہ اس غبارے کی ہوا نکالنے کے لئے میں بھی اسی طرح عقیدت سے سینے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا اور نہایت احترام سے گزارش کی: ”جناب! آپ ان صاحب کی باتوں میں بالکل نہ آئیں۔ کیونکہ انہیں صرف خود ساختہ پیغمبروں کی شان کا تجربہ ہے۔“ بات بڑھنے لگی تھی۔ لیکن صدر ایوب نے بیچ بچاؤ کر کے معاملہ رفع دفع کر دیا اور حکم دیا کہ باہر جانے سے پہلے ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ ہاتھ ملائیں اور گلے ملیں۔“

۸..... اس کتاب کے ص ۶۳۵ پر ہے: ”۱۹۶۵ء کی جنگ کی بابت ایک دوسری کتاب جو میری نظر سے گزری ہے، وہ جنرل موسیٰ کی تصنیف (My Version) ہے۔ اس کتاب کو پڑھنا نہایت کٹھن اور صبر آزما کوشش ہے۔ اس جنگ کے متعلق عوام الناس کے ذہن میں جو سوالات ہیں، یہ کتاب ان میں سے کسی کا بھی کوئی جواب فراہم نہیں کرتی اور کسی نکتے پر کوئی خاص یا مزید روشنی نہیں ڈالتی۔ پاکستان کی بڑی فوج کے ایک سابق کمانڈر انچیف کے قلم سے اس سے کہیں بہتر تحریر کی توقع رکھنی چاہئے تھی۔ خاص طور پر جو اس جنگ کے دوران بڑی فوج کا سربراہ بھی رہ چکا ہو۔ اس جنگ کے متعلق ان دو کتابوں کے علاوہ عوام اور خواص کے مختلف طبقوں میں طرح طرح کی قیاس آرائیوں کا کوئی شمار نہیں۔ کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ جنگ قادیانیوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ اس کے لئے فوج کے ایک نہایت قادیانی افسر میجر جنرل اختر حسین ملک نے مقبوضہ کشمیر پر تسلط قائم کرنے کے لئے ایک پلان تیار کیا جس کا کوڈ نام ”جبرالٹر“ تھا۔ صاحبان اقتدار کے کئی افراد نے ان کی مدد کی۔ ان میں مسٹر ایم۔ ایم احمد سر فہرست بتائے جاتے ہیں جو خود بھی قادیانی تھے اور عہدے میں بھی پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین ہونے کی حیثیت سے صدر ایوب کے نہایت قریب تھے۔ جنرل اختر ملک نے اپنے پلان کے مطابق کارروائی شروع کی اور اکتوبر کو فتح کرنے کے قریب ہی تھے کہ فوج میں جنرل موسیٰ سمیت کئی اور جرنیل بھی تشویش میں پڑ گئے کہ

اگر اختر ملک کی مہم کامیاب ہوگی تو وہ ایک فوجی ہیرو کی حیثیت سے ابھریں گے۔ صدر ایوب سمیت غالباً باقی بہت سے فوجی اور غیر فوجی صاحبان اقتدار یہ نہیں چاہتے تھے کہ میجر جنرل اختر ملک اس جنگ کے ہیرو بن کر ابھریں اور فوج کے اگلے کمانڈر انچیف کے عہدے کے حق دار بن سکیں۔ کیونکہ یہ عہدہ صدر ایوب نے ذہنی طور پر پہلے ہی جنرل یحییٰ خان کے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔ چنانچہ عین اس وقت جب میجر جنرل اختر حسین ملک (قادیانی) انتہائی کامیابی سے چھمب اکھنور سیکٹر پر تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے، انہیں معائنہ کی کمانڈ سے ہٹا دیا گیا اور ان کی جگہ جنرل یحییٰ خاں کو یہ کمانڈ سونپ دی گئی۔ غالباً اسی لئے کہ وہ پاکستانی فوج کو اکھنور فتح کرنے کی کوشش سے باز رکھ سکیں۔ یہ فریضہ انہوں نے نہایت کامیابی سے انجام دیا۔“

۹..... اس کتاب کے ص ۶۳۶ پر ہے: ”سینٹو (Cento) کی طرح سینٹو (Seato) بھی ایک دوسرا فوجی معاہدہ تھا جو خواہ مخواہ مفت میں ہمارے سربراہ عرصہ منڈھا رہا۔ سینٹو (ساؤتھ ایسیا ٹریڈ آرگنائزیشن) بھی امریکہ کی رہنمائی میں مغربی مفاد پرستی کا ایک حربہ تھا جو جنوب مشرقی ایشیا میں چین کی ناکہ بندی کے لئے وضع کیا گیا تھا۔ اس میں ہماری شمولیت بھی نہ پاکستان کے لئے ضروری تھی نہ سود مند۔ اس زمانے میں یہ افواہ بھی گرم تھی کہ ستمبر ۱۹۵۴ء میں جب اس معاہدہ پر غور و خوض کے لئے متعلقہ ممالک کی کانفرنس نیلا میں منعقد ہوئی تو اس میں پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں کو محض آبزور (Observer) کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ حکومت پاکستان نے انہیں اس بات کی اجازت نہ دی تھی کہ وہ اس معاہدہ میں پاکستان کی شمولیت تسلیم کر کے آئیں۔ لیکن کسی وجہ سے چوہدری ظفر اللہ خاں نے خود اپنی صوابدید پر اس معاہدہ پر دستخط کر دیئے تھے اور اسی طرح کی کسی اور وجہ سے کانفرنس سے شرکاء نے فل پاور (Full Power) کے بغیر ان کے دستخط قبول بھی کر لئے۔ اگر یہ افواہ واقعی صحیح ہے تو یہی سمجھنا چاہئے کہ بے چارے پاکستان کو زبردستی ایک ناپسندیدہ اور غیر نافع بین الاقوامی معاہدے میں ٹھونس دیا گیا تھا۔

میں نے صدر ایوب سے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں وزارت خارجہ اور کابینہ کے ریکارڈ دیکھ کر اس افواہ کی تصدیق یا تردید کر سکوں جو ہر دور میں ایک نیارنگ لے کر زبان زد خاص و عام ہوتی رہتی ہے۔ انہوں نے بخوشی اجازت دے دی۔ لیکن وزارت خارجہ اور کینٹ سیکرٹریٹ والوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا یہ اطلاع صدر مملکت نے کسی سرکاری حوالے کے لئے طلب فرمائی ہے یا میں یہ تفتیش صرف اپنی ذاتی حیثیت سے کر رہا ہوں۔ میں نے سچ سچ تسلیم کر لیا کہ یہ اطلاع صدر ایوب نے کسی سرکاری غرض کے لئے طلب نہیں کی۔ اس پر ان دونوں دفاتر کے باوصفت افسر دفتر معاملات کو صیغہ راز میں رکھنے والے بے معنی اور فرسودہ قواعد و ضوابط کی آڑ میں چپ سادہ کر بیٹھ گئے۔ آزاد دنیا کے مہذب ممالک میں خفیہ سے خفیہ راز ہائے سر بستہ کو بھی کم و بیش تیس برس گزرنے کے بعد برسر عام فاش کر دیا جاتا ہے تاکہ قومی تاریخ کی تدوین و تصدیق کے تقاضے ہر زمانے میں بعنوان شائستہ پورے ہوتے ہیں۔ سینٹو میں بھی ہماری شمولیت کو اب کوئی تیس برس ہوا چاہتے ہیں۔ امید رکھنی چاہئے کہ اب حکومت پاکستان اس موضوع پر متعلقہ کاغذات اور دستاویزات منظر عام پر لانے میں پس و پیش نہ کرے گی تاکہ تاریخ کے طالب علم ان سے کھلے بندوں استفادہ کر سکیں اور اس سلسلے میں اگر کسی غلط افواہ نے وقفاً وقفاً سر اٹھایا ہے تو اس کا مناسب سدباب ہو سکے۔“

۱۰..... اس کتاب کے ص ۲۲۵، ۲۲۶ پر ہے: ”ہالینڈ میں پہنچ کر محکمہ پروٹوکول کے ایک افسر نے مجھے برسبیل تذکرہ یہ بتایا کہ اگر ہم

سور کے گوشت (پورک ہیم، بیکن وغیرہ) سے پرہیز کرتے ہیں تو بازار سے بنا بنایا قیمہ نہ خریدیں۔ کیونکہ بنے ہوئے قیمے میں اکثر ہر قسم کا ملا جلا گوشت شامل ہوتا ہے۔ اس انتباہ کے بعد ہم لوگ ہالینڈ کے استقبالیوں کا ایک من بھاتا کھا جاتی تھی (Meat Balls) کھانے سے اجتناب کرتے تھے۔ ایک روز قصر امن (Peace Palace) میں بین الاقوامی عدالت عالیہ کا سالانہ استقبال تھا۔ چودھری ظفر اللہ خان بھی اس عدالت کے جج تھے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ قیمے کی گولیاں سر کے اور رائی کی چٹنی میں ڈبو ڈبو کر مزے سے نوش فرما رہے ہیں۔ میں نے عفت سے کہا کہ آج تو چودھری صاحب ہمارے میزبان ہیں۔ اس لئے قیمہ بھی ٹھیک ہی منگوا یا ہوگا۔ وہ بولی ذرا ٹھہرو، پہلے پوچھ لینا چاہئے۔ ہم دونوں چودھری صاحب کے پاس گئے۔ سلام کر کے عفت نے پوچھا: ”چودھری صاحب! یہ تو آپ کی ریسپشن ہے۔ قیمہ تو ضرور آپ کی ہدایت کے مطابق منگوا یا گیا ہوگا؟“ چودھری صاحب نے جواب دیا: ”ریسپشن کی انتظامیہ کا حکمہ الگ ہے۔ قیمہ اچھا ہی لائے ہوں گے۔ لو یہ کباب چکھ کر دیکھو۔“ عفت نے ہر قسم کے ملے جلے گوشت کا خدشہ بیان کیا تو چودھری صاحب بولے: ”ان موقعوں پر بہت زیادہ کرید میں نہیں پڑنا چاہئے۔ حضور کا فرمان بھی یہی ہے۔“ دین کے معاملات میں عفت بے حد منہ پھٹ عورت تھی۔ اس نے نہایت تکیے پن سے کہا۔ یہ فرمان آپ کے حضور کا ہے یا ہمارے حضور ﷺ کا؟“

..... اس کتاب کے ص ۲۶ پر ہے: ”ہیک میں محمود ربانی نام کا ایک لبنانی نوجوان بھی رہائش پذیر تھا۔ اس کا بہت بڑا اور وسیع کاروبار تھا اور وہ نہایت امیرانہ ٹاٹھ باٹھ کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ وہ چودھری ظفر اللہ خان کی دوسری بیگم بشری کا بھائی تھا۔ کچھ عرصہ قبل چودھری صاحب اور بشری بیگم کے درمیان علیحدگی ہو چکی تھی۔ کسی وجہ سے محمود ربانی چودھری صاحب کا مداح نہ تھا بلکہ ان کے خلاف معاندانہ اور سوقیانہ گفتگو کرنے کے موقع کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ وہ کئی بار میرے پاس آیا اور چودھری صاحب کی ذات کو الف لیلوں انداز سے بے نقاب کرنے کی پیش کش کی۔ لیکن میں اسے خوش اسلوبی سے ٹالتا رہا۔ البتہ ہیک میں ایسے افراد کی کمی نہ تھی جو محمود ربانی کو ہاتھوں ہاتھ لے کر سر ظفر اللہ خان جیسی بین الاقوامی شہرت کے مالک اور عالمی عدالت کے جج کی کردار کشی کی داستانوں کو چنچارے لے لے کر سننے کے شوقین نہ ہوں۔“

۱۲..... اس کتاب کے ص ۴۰، ۴۱ پر ہے: ”بیکھی خان مغلیٰ انداز سے چھاتی نکال کر کرسی پر بیٹھ گیا اور ہم سب پر تحارت سے بھر پور نظر دوڑائی۔ چند لمحے کمرے میں سناٹا طاری رہا۔ پھر اس نے منہ کھولا اور ڈانٹ ڈپٹ کے لہجے میں بڑی اچھی باتیں کیں۔ اس نے کہا: ”تم سول سروٹ بڑے خوشامدی اور چا پلوس لوگ ہو۔ تم ہر نئے حکمران کی ہاں میں ہاں ملا کر اسے غلط راستے پر لگاتے ہو۔ تم اخلاقی جرأت سے عاری ہو۔ صحیح رائے دینے سے احتراز کرتے ہو۔ خوشامد اور جی حضوری سے کام لے کر اپنا آٹو سیدھا کرتے ہو۔ لیکن اب خبردار ہو جاؤ۔ میں سیدھا سادا سپاہی آدمی ہوں۔ میں تمہارے ہتھکنڈوں میں نہیں آؤں گا۔ میرے ساتھ صاف گوئی سے کام لینا ہوگا۔ میں اپنی خوشی سے صدارت کی کرسی پر نہیں بیٹھا۔ تم لوگوں کی مہربانی سے ایوب خاں ناکام ہو گیا۔ ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ فوج کے سپہ سالار کی حیثیت سے اسے بچانے کا فرض مجھ پر عائد ہوتا ہے۔ میں اس فرض کو پورا کرنے آیا ہوں۔ میں اس فرض کو پورا کر کے رہوں گا۔ میں جلد از جلد ملک میں نارٹل حالات پیدا کر کے اپنی بیرک میں واپس چلا جاؤں گا۔ تم لوگ بھی ہوش میں آ جاؤ۔ اپنا کام تندہی سے کرو۔ جرأت سے کام لے کر سیدھی بات کرو۔ بے لاگ رائے دو۔ خوشامد سے پرہیز کرو۔ اگر کسی نے کوئی سوال پوچھنا ہے تو خوشی سے صاف صاف پوچھو۔ میں سو لجر آدمی ہوں۔“

دس پندرہ منٹ اس قسم کی معقول باتیں کر کے بیچی خاں خاموش ہو گیا۔ پھر سول سروس کے ہیڈ پوپ مسٹر ایم ایم احمد (قادیانی) نے لب کشائی کی۔ انہوں نے کھڑے ہو کر نماز توبہ کی نیت تو نہ باندھی، لیکن بڑے خضوع و خشوع سے اعتراف جرم کا خطبہ دیا کہ بے شک سول سرونٹ سے بڑی بڑی کوتاہیاں سرزد ہوئیں ہیں۔ لیکن الحمد للہ کہ اب اللہ تعالیٰ نے ملک پر رحم فرمایا ہے۔ ماشاء اللہ! آپ جیسا ناخدا اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو نصیب ہو گیا۔ ان شاء اللہ! اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم آپ کو اپنی بے لوث خدمت اور وفاداری کا پر خلوص یقین دلاتے ہیں۔

ایک دو اور حضرات نے بھی حسب توفیق اس طرح کے خوشامدانہ کلمات خیر ارشاد فرمائے۔ بیچی خان نے اپنا گول مٹول سر ہلا کر چا پلوسی کا یہ نذرانہ گرم جوشی سے قبول کیا۔ اس کی گدلی گدلی آنکھوں سے فخر و مہابت کی شعاعیں پھوٹ نکلیں۔ اس کا نیلا نیلا، پیلا پیلا سوجا ہوا چہرہ خوشی سے متمتا اٹھا۔ اس کی لنگی ہوئی ڈھیلی ڈھالی تھوڑی گھوڑے کی زین کی طرح کس گئی اور کمرے میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔“

## (۱۵۸۹) قرارداد آزاد کشمیر اسمبلی

۲۸ اپریل ۱۹۷۳ء آزاد کشمیر اسمبلی کے معزز رکن جناب میجر محمد ایوب صاحب نے درج ذیل قرارداد پیش کی جو اتفاق رائے سے اسمبلی نے منظور کر لی۔

”قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ ریاست میں جو قادیانی رہائش پذیر ہیں، ان کی باقاعدہ رجسٹریشن کی جائے اور انہیں اقلیت قرار دینے کے بعد ان کی تعداد کے مطابق مختلف شعبوں میں ان کی نمائندگی کا تعین کرایا جائے۔“

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ: ”ریاست میں قادیانیت کی تبلیغ ممنوع ہوگی۔“

میجر صاحب نے اپنی قرارداد پر دلائل دیتے ہوئے دوسری چیزوں کے علاوہ آئین پاکستان کے ص ۱۱۴ پر درج شدہ صدر مملکت اور وزیراعظم کے مجوزہ حلف نامے بھی پڑھ کر سنائے اور کہا کہ: ”آئین میں ان دونوں سربراہوں کے لئے مسلمان ہونا لازم قرار دیا گیا ہے اور ان حلف ناموں کے ضمن میں مسلمان کی جامع تعریف بھی شامل کر دی گئی ہے جس میں یہ بات واضح طور پر شامل ہے کہ حلف اٹھانے والا یہ اقرار کرتا ہے کہ اس کا ایمان ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔“

میجر صاحب نے واضح کیا کہ چونکہ احمدی حضور ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے بلکہ آپ ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے وہ آئین کی رو سے غیر مسلم قرار پاتے ہیں۔

## آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا

☆ ..... قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ ریاست میں جو قادیانی رہائش پذیر ہیں، ان کی باقاعدہ رجسٹریشن کی جائے اور انہیں اقلیت قرار دینے کے بعد ان کی تعداد کے مطابق مختلف شعبوں میں ان کی نمائندگی کا تعین کیا جائے۔

☆ ..... قرارداد میں کہا گیا کہ ریاست میں قادیانیت کی تبلیغ ممنوع ہوگی۔

☆..... قرارداد رکن اسمبلی آزاد کشمیر جناب حاجی میجر محمد ایوب صاحب نے پیش کی اور متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

(مؤرخہ ۲۸ اپریل ۱۹۷۳ء)

۴ مئی ۱۹۷۸ء کو مجاہد اول الحاج سردار عبدالقیوم خاں صدر اسلامی جمہوری حکومت آزاد جموں و کشمیر نے قرارداد کی توثیق کر دی۔

## (۱۵۹۰) قرارداد اپوزیشن پنجاب اسمبلی

(جس پر حزب اقتدار کے اراکین نے بھی دستخط کئے)

”ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ عالم اسلام اور دنیا کے تمام دینی مکاتب فکر کے متفقہ فیصلہ کے مطابق ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے کی بناء پر تمام مرزائیوں، قادیانیوں (لاہوری جماعت احمدیہ سمیت) کو فوری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے کر انہیں کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور مرزائی اوقاف کو سرکاری تحویل میں لیا جائے۔“

(۱) علامہ رحمت اللہ ارشد، (۲) میاں خورشید انور، (۳) سید تابش الوری، (۴) مسٹر ناصر علی بلوچ، (۵) حاجی سیف اللہ، (۶) امیر عبداللہ روکڑی، (۷) میاں خالق داد، (۸) مرزا افضل الحق، (۹) راجہ محمد افضل، (۱۰) مخدوم زادہ سید حسن محمود، (۱۱) کیپٹن احمد نواز خان، (۱۲) راجہ مراتب علی خان، (۱۳) مسٹر نذر محمد جتوئی، (۱۴) مسٹر امان اللہ ملک، (۱۵) راجہ محمد افضل خاں، (۱۶) میاں مصطفیٰ ظفر قریشی، (۱۷) ملک محمد مظفر خاں، (۱۸) شیخ محمد اقبال، (۱۹) میاں احسان الحق پراچہ، (۲۰) میاں محمد اسلام، (۲۱) ملک فتح محمد خان، (۲۲) خانزادہ تاج محمد، (۲۳) رائے عمر حیات، (۲۴) میاں افضل صاحب، (۲۵) قاضی محمد اسماعیل جاوید، (۲۶) مسٹر ممتاز احمد کابلوں، (۲۷) مسٹر عبدالحفیظ کاردار، (۲۸) محترمہ بلقیس حبیب اللہ، (۲۹) محترمہ حسنہ بیگم، (۳۰) مس ناصرہ کھوکھر، (۳۱) سید فدا حسین، (۳۲) فقیر عبدالجید، (۳۳) سردار محمد عشق، (۳۴) رانا پھول محمد خاں، (۳۵) بیگم آباد احمد خاں، (۳۶) چوہدری محمد حنیف، (۳۷) مسٹر محمد حنیف، (۳۸) چوہدری محمد انور، (۳۹) سید الطاف حسین، (۴۰) سید تقی شاہ، (۴۱) مسٹر اختر عباس بھروانہ، (۴۲) ملک محمد علی، (۴۳) مسٹر خالد نواز وٹو، (۴۴) سید کاظم علی شاہ، (۴۵) مسٹر محمد انور، (۴۶) چوہدری محمد انور ساں، (۴۷) رانا شوکت محمود، (۴۸) چوہدری شاہ نواز، (۴۹) خان محمد کھوکھر، (۵۰) حافظ علی اسد اللہ، (۵۱) مسٹر محمد سرور جوڑا، (۵۲) کرنل اسلم نیازی، (۵۳) امیر عبداللہ روکڑی، (۵۴) مسٹر رستم علی بلوچ، (۵۵) ملک محمد اکرم اعوان، (۵۶) کنور محمد، (۵۷) مسٹر یار لشاری، (۵۸) دیوان غلام عباس بخاری، (۵۹) فیض مصطفیٰ گیلانی اور (۶۰) چوہدری لعل خان۔

(روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۲۶ جون ۱۹۷۴ء)

## (۱۵۹۱) قرارداد ختم نبوت قومی اسمبلی

جناب اسپیکر صاحب قومی اسمبلی پاکستان! محترمی!

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

ہر گاہ کہ یہ ایک مکملہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد نبی ہونے کا

دعویٰ کیا۔ نیز ہر گاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں، اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھیں۔ نیز ہر گاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔ نیز ہر گاہ کہ پوری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار، چاہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نیز ہر گاہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ کھل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ نیز ہر گاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکہ المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطہ العالم الاسلامی کے زیر انتظام ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفد نے شرکت کی۔ متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار، انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو موثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

## محرکین قرارداد ختم نبوت قومی اسمبلی

.....۱	مولانا مفتی محمود	.....۲	مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی
.....۳	پروفیسر غفور احمد	.....۴	مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)
.....۵	چودھری ظہور الہی	.....۶	سردار شیر باز خان مزاری
.....۷	مولانا محمد ظفر احمد انصاری	.....۸	عبدالحمید جتوئی
.....۹	صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری	.....۱۰	سردار شوکت حیات خان
.....۱۱	سردار مولانا بخش سومرو	.....۱۲	حاجی علی احمد تالپور
.....۱۳	محمود علی قصوری	.....۱۴	مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ
.....۱۵	خان عبدالولی خان	.....۱۶	مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری
.....۱۷	صاحبزادہ میاں محمد ذاکر قریشی	.....۱۸	مولانا سید محمد رضوی
.....۱۹	محمود اعظم فاروقی	.....۲۰	مولانا صدرا الشہید
.....۲۱	مولوی نعمت اللہ	.....۲۲	جناب عمرہ خان
.....۲۳	مخدوم نور محمد	.....۲۴	راؤ خورشید علی خان

غلام حسن خان دھاندلا	.....۲۶	ریس عطاء محمد خان مری	.....۲۵
صاحبزادہ محمد نذیر سلطان	.....۲۸	جناب کریم بخش اعوان	.....۲۷
میاں محمد ابراہیم برق	.....۳۰	مہر غلام حیدر مہروانہ	.....۲۹
صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری	.....۳۲	صاحبزادہ صفی اللہ	.....۳۱
عبدالسبحان خان	.....۳۴	ملک جہانگیر خان	.....۳۳
میجر جنرل جمالدار	.....۳۶	اکبر خان مہمند	.....۳۵
خان عبدالملک	.....۳۸	حاجی صالح خان	.....۳۷
محمد ذاکر جھنگ	.....۴۰	خواجہ جمال محمد کوریچہ	.....۳۹
ڈاکٹر محمد شفیع	.....۴۲	عبدالحق خان	.....۴۱
دریا خان	.....۴۴	حاجی غلام رسول	.....۴۳
سعید الرشید عباسی	.....۴۶	ملک مظفر خان	.....۴۵
جودھری جہانگیر علی	.....۴۸	غلام سلیمان تونسوی	.....۴۷
بیگم جعفر قاضی موسیٰ	.....۵۰	سید رفیق محمد	.....۴۹
جناب اورنگزیب	.....۵۲	جناب غلام فاروق	.....۵۱

### قرارداد سرحد اسمبلی (۱۵۹۲)

۱۹ جون ۱۹۷۴ء کو صوبہ سرحد کی اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(روزنامہ جسارت کراچی مورخہ ۲۰ جون ۱۹۷۴ء)

### قرارداد متحدہ جمہوری محاذ (۱۵۹۳)

متحدہ جمہوری محاذ

پیر پگاڑا

صدر:

منفی محمود (سرحد)، نوابزادہ نصر اللہ خان (پنجاب)

نائب صدر:

شاہ احمد نورانی (سندھ)، سردار عطاء اللہ مینگل (بلوچستان)

پروفیسر غفور احمد

سیکرٹری جنرل:

چوہدری ظہور الہی

چیئر مین فنانس کمیٹی:

قاضی محمد سلیم، میاں غلام دستگیر باری

جوائنٹ سیکرٹری:



متحدہ جمہوری محاذ نے مطالبہ کیا ہے کہ قادیانی فرقہ کو اقلیت قرار دیا جائے اور اس گروہ کی تمام مسلح تنظیموں کو غیر قانونی قرار دے کر ان پر فوری طور پر پابندی لگائی جائے۔ اگر یہ مسئلہ اطمینان بخش طور پر حل نہ کیا گیا تو جمعہ ۱۲ جون ۱۹۷۷ء کو پورے ملک میں پرامن ہڑتال کی جائے گی۔ پیر صاحب پکاڑا کی زیر صدارت متحدہ محاذ کی مجلس عمل کے دوروزہ اجلاس کے بعد آج تک قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن کا واقعہ موجودہ مشکلات، مسائل اور بے چینی کے پس منظر میں نہایت معنی خیز اور عجیب ہے۔ حکومت مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرنے اور قادیانی مسئلہ کو دستور کے مطابق اطمینان بخش طور پر طے کرنے کی بجائے ٹال رہی ہے۔ محاذ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے منصفانہ مطالبہ کے پیش نظر قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ انہیں تمام اہم عہدوں سے برطرف کیا جائے۔ ان کی تمام مسلح تنظیموں کو غیر قانونی قرار دیا جائے۔ ربوہ (چناب نگر) کو کھلا شہر قرار دے کر اس شہر کی تلاشی لی جائے۔ (روزنامہ جسارت کراچی مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۷ء)

### متحدہ جمہوری محاذ

”مجلس کی رائے میں مسلمانوں کے مطالبات، ان کے بنیادی عقائد اور ملک کی سلامتی سے براہ راست متعلق ہیں۔ اس حقیقت سے کون ناواقف ہے کہ مرزائی فرقہ کو برطانوی سامراج نے اپنے مخصوص عزائم کے تحفظ کی خاطر جنم دیا تھا اور یہ فرقہ آج بھی پاکستان میں بیرونی قوتوں کا آلہ کار بن کر وہی خدمات انجام دے رہا ہے۔ موجودہ حکومت کے زیر سرپرستی یہ فرقہ اب اس قدر جری ہو گیا ہے کہ ملک میں لاقانونیت، بد امنی اور فساد پھیلانے پر کھلم کھلا آمادہ ہے۔ ربوہ ایک بند شہر کی حیثیت سے پاکستانی ریاست کے اندر ایک علیحدہ ریاست کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ حکومت کی سرپرستی کے باعث مرزائی تعداد میں کم ہونے کے باوجود سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں کلیدی آسامیوں پر قابض ہو چکے ہیں اور اپنی اس پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یہ عام مسلمانوں کا بری طرح استحصال کر رہے ہیں اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب وہ پاکستان میں مرزائی آمریت قائم کرنے کے خواب بھی دیکھ رہے ہیں۔ پاکستان کے ساتھ ان کی وفاداری کا حال یہ ہے کہ سرظفر اللہ قادیانی لندن میں بیٹھ کر پاکستان کے خلاف پوری دنیا میں زہرا گلنے میں مصروف ہے جسے عالمی نشر و اشاعت کے مختلف ذرائع مثلاً ریڈیو اور اخبارات خوب اچھال رہے ہیں۔ سرظفر اللہ کا یہ اقدام ملک کے ساتھ کھلم کھلا غداری کے مترادف ہے۔“

ان وجوہ کی بناء پر اس مجلس کی رائے میں مسلمانوں کے یہ مطالبات بالکل حق بجانب ہیں کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ انہیں کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔ ربوہ کی تلاشی لی جائے۔ اسے کھلا شہر قرار دیا جائے اور مرزائیوں کی مسلح تنظیموں کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔

یہ مجلس اس بات پر متفق ہے کہ اگر حکومت اس بنیادی مسئلہ کو فوری طور پر حل کرنے میں ناکام رہی تو پھر آئندہ جمعہ ۱۲ جون ۱۹۷۷ء کو پورے ملک میں مکمل اور پرامن ہڑتال کی جائے۔ محاذ میں شامل تمام جماعتیں اس ہڑتال کو کامیاب بنانے اور پروقار امن رکھنے میں بھرپور تعاون کریں۔ یہ مجلس عوام سے بھی اپیل کرتی ہے کہ وہ ملک کی بقاء، سلامتی اور تحفظ کی خاطر اس ہڑتال کو کامیاب

بنائیں۔ امن و امان کو قائم رکھیں اور اس موقع پر بہترین اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کریں اور ان عناصر سے ہوشیار رہیں کہ جو دانستہ طور پر غنڈہ گردی، بد امنی اور تشدد کے ذریعے اس مقدس فریضہ کو بدنام کرنے اور ناکام بنانے کی سازش کا ارتکاب کرنے کی کوشش کریں۔“

(ہفت روزہ ایثیاء لاہور، مورخہ ۱۶ جون ۱۹۷۷ء)

## ۵۰ مشائخ عظام و پیران کرام

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء کے موقع پر مخدوم المشائخ حضرت پیر خواجہ قمر الدین سیالوی نے اپنی خانقاہ عالیہ سیال شریف ضلع سرگودھا میں پیران و مشائخ کا نمائندہ اجلاس منعقد کیا۔ اس کی کارروائی یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

راولپنڈی ۳ جولائی ۱۹۷۷ء۔ کل پاکستان مشائخ کانفرنس کا ایک ہنگامی اجلاس آج یہاں شیخ الاسلام و المسلمین حضرت علامہ خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ سیال شریف منعقد ہوا۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔ کل پاکستان مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس عوام و خواص اور ارباب حکومت پر واضح کر دینا اپنا دینی و ملی فرض سمجھتا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت، کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت ہے۔ ۱۹۵۳ء میں تمام مکاتب فکر کے ۳۵ علمائے کرام نے اور حال ہی میں رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ میں عالم اسلام کی ۱۴۴ دینی تنظیموں کے نمائندوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا مجدد ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لئے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ مسئلہ نزاعی نہیں ہے بلکہ اجماع اور قطعی مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ کی رائے لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو اسلامیان پاکستان کی امتوں کے مطابق حل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں فی الفور آئین میں ترمیم کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں بطور بل پیش کر کے منظور کرائے اور ممبران قومی اسمبلی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس بل کی حمایت و تائید کر کے اپنے قومی و ملی فرض کو ادا کریں اور اپنے منتخب کرنے والے افراد کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔ مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور مرکزی مجلس عمل کی قراردادوں اور مطالبوں کی حمایت کرتا ہے۔ مشائخ کانفرنس کا یہ اجلاس مسلمانان پاکستان سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ناموس رسالت کی خاطر مرزائیوں سے ہر شعبہ زندگی میں مکمل طور پر بائیکاٹ جاری رکھیں۔ کیونکہ ایسا کرنا قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

قرارداد کی متفقہ منظوری کے بعد مولانا سید حسین الدین صاحب نے تجویز پیش کی کہ اخبارات پر سرکاری پابندیوں کی وجہ سے اگر یہ قرارداد شائع نہ ہو سکے، تو مشائخ کرام اسے سائیکلو سٹائل کروا کر مسلمانوں میں تقسیم کرائیں۔ اس عظیم الشان اور مبارک اجتماع میں جو مشائخ عظام اور علماء کرام شریک ہوئے ان میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

- .....۱ حضرت شیخ الاسلام علامہ خواجہ حافظ محمد قمر الدین صاحب سیالوی دامت برکاتہم
- .....۲ حضرت دیوان آل مجتبیٰ علی خان صاحب سجادہ نشین اجیر شریف حال پشاور
- .....۳ حضرت سجادہ نشین صاحب جلال پور شریف
- .....۴ سجادہ نشین گولڑہ شریف
- .....۵ حافظ خواجہ ظہور الہی شاہ سجادہ نشین چورہ شریف
- .....۶ پیر محمد ایوب شاہ صاحب سجادہ نشین چورہ شریف
- .....۷ علامہ ابوالبرکات صاحب لاہور
- .....۸ مولانا غلام فخر الدین صاحب میانوالی
- .....۹ پیر محمد امیر شاہ صاحب پشاور
- .....۱۰ پیر محمد شاہ صاحب قطبال شریف
- .....۱۱ پیر محمد یعقوب بگہار شریف
- .....۱۲ سجادہ نشین صاحب دربار کچیاں شریف ہزارہ
- .....۱۳ قاضی عبدالحق صاحب ہاشمی قطبال شریف
- .....۱۴ مولانا بلال حسین صاحب کوہاٹ
- .....۱۵ مولانا خدا بخش صاحب کیمبل پور
- .....۱۶ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف
- .....۱۷ علامہ حافظ عبدالغفور صاحب جامعہ غوثیہ راولپنڈی
- .....۱۸ علامہ امین الحسنات سید ظلیل احمد قادری لاہور
- .....۱۹ ابوالنصر علامہ سید منظور احمد شاہ صاحب جامعہ فریدیہ ساہیوال
- .....۲۰ مفتی شائستہ گل صاحب ضلع مردان
- .....۲۱ صاحبزادہ عبدالملک صاحب آستانہ اکبریہ میانوالی
- .....۲۲ مولانا غلام نبی صاحب کوہاٹ
- .....۲۳ پیر محمد جمال الدین صاحب خواجہ آباد شریف
- .....۲۴ پیر غلام نظام الدین شاہ صاحب خواجہ آباد شریف
- .....۲۵ مولانا علامہ محمد حنیف صاحب قائد آباد
- .....۲۶ صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب مردان
- .....۲۷ پیر ظریف خاں صاحب کوہاٹ
- .....۲۸ مولانا محمد فاضل عباسی صاحب نمائندہ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی لاہور
- .....۲۹ قاضی مقبول الرحمن ہاشمی صاحب ہزارہ
- .....۳۰ حافظ احمد الدین صاحب جامعہ غوثیہ پشاور
- .....۳۱ حافظ غلام ربانی صاحب ناظم مدرسہ اسلامیہ چکوال
- .....۳۲ مولانا پیر محمد گل الرحمن بٹ گرام ہزارہ
- .....۳۳ علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب لاہور
- .....۳۴ صاحبزادہ محمد طیب شاہ دربار قادریہ کوٹ شریف
- .....۳۵ پیر محمد محمود الرحمن صاحب سجادہ نشین چھوہر شریف
- .....۳۶ قاری عبدالرشید صاحب جامع محمدی موتی بازار لاہور
- .....۳۷ حضرت علامہ پیر محمد چشتی صاحب جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور
- .....۳۸ قاری محمد اسلم صاحب بغدادی جامعہ فریدیہ ساہیوال
- .....۳۹ مولانا محمد ہدایت اللہ قادری زینت المساجد گوجرانوالہ
- .....۴۰ حضرت صاحبزادہ عبدالحق صاحب بندیاں شریف
- .....۴۱ حضرت مولانا محمد عبدالرحمن چشتی ناظم دارالعلوم رحمانیہ صدیہ شاہوالہ ضلع سرگودھا
- .....۴۲ جناب خدا بخش سیکرٹری دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف
- .....۴۳ مولانا ساجد الرحمن صاحب بگہار شریف
- .....۴۴ مولانا مفتی عبدالملک صاحب مانسہرہ
- .....۴۵ علامہ عبدالقیوم صاحب جامعہ نظامیہ لاہور
- .....۴۶ علامہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ راولپنڈی

- ۴۷..... علامہ سید عبدالرحمن شاہ صاحب خطیب ہری پور ہزارہ
- ۴۸..... علامہ مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ضلع راولپنڈی
- ۴۹..... مولانا اورنگزیب صاحب خطیب قاسم آباد راولپنڈی ۵۰..... علامہ سید محمد ذاکر شاہ ایم۔ اے دھرنہ جہلم
- (ماہنامہ ضیاء حرم دسمبر ۱۹۷۴ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص ۷۵ تا ۷۷)

## (۱۵۹۵) قطب الدین غور غشتی، شیخ الحدیث مولانا

(ولادت: ۱۸۴۴ء ..... وفات: ۱۷ نومبر ۱۹۵۰ء)

آپ مولانا شہاب الدین کے ہاں موضع غور غشتی میں پیدا ہوئے۔ شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتی آپ کے چچا تھے اور عمر میں آپ سے چھوٹے تھے۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند پہنچے اور وہاں حضرت شیخ الہند اور مولانا سیف الرحمن کابلی کے ساتھ دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ریاست مینڈھو (علی گڑھ) میں مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے۔ پھر وطن واپس آ کر مدرسہ اسلامیہ چکوال میں کچھ عرصہ تدریس کرنے کے بعد اپنے گاؤں غور غشتی میں مستقل سکونت اختیار کی اور تادم زیست فی سبیل اللہ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ حضرت مولانا میاں شیر محمد شرفیوری سے بیعت ہو کر منازل سلوک حاصل کئے۔ قمری لحاظ سے ۱۱۰ برس کی طویل عمر گزارنے کے بعد سینکڑوں تلامذہ اور ہزاروں اہل ایمان کو سوگوار کر گئے۔ آخری آرام گاہ اپنے گاؤں غور غشتی میں پائی۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفر کی تصدیق کرتے ہوئے ایک فتویٰ بنام ”دزہ زاہد یہ برفرقہ احمدیہ“ پر تائیدی دستخط کئے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۲۸۷)

## (۱۵۹۶) قطب علی شاہ (دیوگڑھ)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباحلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت قطب علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۸۲ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۵۹۷) قطبی شاہ، مولانا پیر

(وفات: مئی ۱۹۶۶ء)

مبلغ اسلام تھے۔ تنظیم اہل سنت والجماعت کے پلیٹ فارم پر سرگرم عمل رہے۔ عمل و فضل کی بہار تھے اور تبلیغ اسلام کے حریص۔ انہوں نے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم اور دفاع ختم نبوت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ پنڈی بھیاں میں وصال ہوا۔

## (۱۵۹۸) قمر الدین (اچھرہ، لاہور)، جناب میاں

”شعبہ تبلیغ مرکزیہ احرار اسلام ہند قادیان گورداسپور کی سالانہ روئیداد و گوشوارہ آمد و صرف (یکم اپریل ۱۹۴۵ء، لغایت

۳۱ مارچ ۱۹۳۶ء) ”کل ہند مجلس احرار اسلام نے ”شعبہ تبلیغ“ قائم کر کے قادیانیت کے احتساب کا قادیان میں ڈول ڈالا۔ اس شعبہ تبلیغ کے مہتمم لاہور اچھرہ کے رئیس الحاج میاں قمر الدین مرحوم کو مقرر کیا گیا۔ اس شعبہ تبلیغ کے سرپرست امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔ آج اس روئیداد کے ٹائٹل پر حضرت امیر شریعت کو ”فاتح قادیان“ کے لقب سے ملقب پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ جھوم اٹھا۔ یہ روئیداد الحاج میاں قمر الدین کی مرتب کردہ ہے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کرنے کی ہمیں سعادت نصیب ہوئی۔

## (۱۵۹۹) قمر الدین چوہان، فدائے احرار مولانا

(وفات: فروری ۱۹۷۶ء)

مولانا قمر الدین چوہان فدائے احرار تھے۔ بستی مولویاں ضلع رحیم یار خان کے رہنے والے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل و جان سے فدائے آپ کی نماز جنازہ ابن امیر شریعت مولانا سید حافظ عطاء المعتم شاہ بخاری نے پڑھائی۔

## (۱۶۰۰) قمر الدین سیالوی، حضرت خواجہ

(پیدائش: ۴ جولائی ۱۹۰۶ء ..... وفات: ۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء)

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی مرحوم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چینیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت سے اتحاد بین المسلمین کے لئے زحمت فرمائی۔ ۱۹۷۴ء میں آپ سرگودھا مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نہ صرف سرپرست رہے، بلکہ متعدد اجلاسوں میں شرکت فرمائی۔ آپ نے تحریک کے موقع پر راولپنڈی میں ایک سولہ ماہ مشائخ کا کنونشن بلا کر مشائخ کی پوری طاقت مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلڑے میں جھونک دی۔ شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری (جو مجلس عمل کے سربراہ تھے) کو اپنا پیغام بھجوایا کہ اس مسئلے کے لئے میری جان حاضر ہے۔ حضرت بنوری نے فرمایا کہ: ”آپ اپنی دعاؤں سے ہماری امداد جاری رکھیں۔ جب ضرورت ہوئی تو بنوری خود آپ کے ہاں حاضر ہوگا۔“ یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کے جلسہ بادشاہی مسجد لاہور میں خواجہ قمر الدین اور شیخ بنوری جب ایک ساتھ اسٹیج پر تشریف رکھتے تھے تو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ اگر ایک قمر ہے تو دوسرا سراج۔ چاند و سورج کے اس حسین امتزاج کو دیکھ کر دنیا نے کامیابی کی نیک فال لی۔

مولانا خواجہ قمر الدین، حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے صاحبزادہ تھے۔ تحریک پاکستان میں بڑی جانفشانی سے حصہ لیا۔ مصنف اور شاعر اور نامور عالم دین تھے۔ جمعیت علماء پاکستان کے ایک زمانہ میں صدر بھی رہے۔ جزل ضیاء الحق کے زمانہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے۔

## (۱۶۰۱) قمر الدین لدھیانوی، جناب شیخ

(وفات: دسمبر ۱۹۷۷ء)

مشرقی پنجاب کے مردم خیز علاقہ لدھیانہ شہر کے پاس رہنے والے تھے۔ ہوش سنبھالنے ہی قافلہ احرار کی معیت اختیار کی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن اور ماسٹر تاج الدین مرحومین کے ایثار پیشہ ساتھیوں میں شمار ہوتا تھا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

تقسیم ملک کے وقت تاج الدین کی زیر قیادت نہ صرف شہر لدھیانہ بلکہ اطراف و جوانب کے دیہات میں جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کے انخلاء میں ان کی مدد کی، تقسیم کے بعد ملتان شہر میں قیام ہوا۔ حضرت امیر شریعت، مولانا محمد علی جالندھری کی معیت میں تردید مرزائیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان خوش قسمت خاندانوں میں ان کا خاندان بھی شمار ہوتا تھا۔ جن کے مردوزن خورد و کلاں سب نے ملکی و ملی خدمات میں قافلہ احرار کا ساتھ دیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور اگلی زندگی میں بزرگوں کی معیت نصیب ہو۔

(مولانا محمد شریف جالندھری)

## (۱۶۰۲) قمر الدین (جنڈانوالہ)، حضرت حافظ

(ولادت: ۱۹۵۶ء ..... وفات: ۲۲ جون ۲۰۲۰ء)

حافظ قمر الدین جنڈانوالہ میں پیدا ہوئے، آرائیں فیملی سے تھے، خوش اخلاق، منسار تھے، کلور کوٹ حافظ سراج الدین کے پاس حفظ قرآن کیا، کچھ کتب مدیہ العلوم جنڈانوالہ پڑھتے رہے، ۸، ۱۹۷۸ء میں چک ۳۷ بھکر کی مرکزی مسجد میں جمعہ شروع ہوا تو آپ خطیب مقرر ہوئے، وفات تک یہ ذمہ داری خوبصورت انداز میں سرانجام دیتے رہے، جب سے حضرت خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد سے تعلق ہوا اس وقت سے مجلس سے وابستہ ہوئے، جوں جوں حضرت سے تعلق بڑھتا گیا، مجلس کے ہوتے گئے۔ احباب سے مجلس کے ساتھ بھرپور تعاون کا کہا کرتے تھے، مجلس تحفظ ختم نبوت سے عقیدت کی حد تک محبت کرتے تھے۔ جب سے چناب نگر کانفرنس شروع ہوئی ہمیشہ قافلہ کے ہمراہ شریک ہوتے۔ جونہی لولاک میں کانفرنس کا اشتہار پڑھتے کانفرنس کی تیاری کے لئے دن رات ایک کر دیتے، رفقاء کے قلوب پر ایسے چھائے ہوئے تھے کہ جس کو کہتے کسی کے پاس انکار کی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے چک ۳۷ کے صوفی صدیق صاحب کو کانفرنس کی دعوت دی، انہوں نے جو باعرض کیا!! مجھے کوئی کام درپیش ہے اس لئے میں اس سال کانفرنس میں شرکت نہیں کر سکتا، حافظ صاحب مرحوم نے کہا کہ اگر آپ کانفرنس میں شریک نہیں ہوں گے تو میں آپ کی شکایت باباجی (حضرت خواجہ خان محمد) سے کروں گا، صوفی صاحب چلے گئے رات خواب میں باباجی کی زیارت ہوئی فرمایا صوفی صدیق تو نے اس کانفرنس میں ضرور شرکت کرنی ہے، صوفی صدیق صبح حافظ صاحب کے پاس آئے اور سارا خواب سنایا۔ حافظ جی مرحوم کی محنت سے ہمیشہ اس چک سے بڑی بس کانفرنس میں شریک ہوتی ہے۔ حضرت باباجی کی وفات کے بعد حضرت خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم سے درخواست کی آپ ہمارے چک تشریف لائیں، حضرت نے شفقت فرمائی وقت عنایت فرمایا، تو پورے چک کے مردوزن بچے بوڑھوں نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی، نماز ظہر باجماعت ادا کی، کچھ دیر بیٹھے رہے، گھر گئے بچوں سے باتیں کرتے رہے، دائیں کرٹ لیٹے، لیٹے کیا اپنے خالق حقیقی سے ہمیشہ کے لئے جا ملے۔

(مولانا محمد ساجد مبلغیہ)

## (۱۶۰۳) قیام الدین (ایبٹ آباد)، حضرت مفتی حافظ

(پیدائش: ۱۸۲۹ء ..... وفات: ۱۹۱۱ء)

دھموڑ ضلع ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ بعد میں کاکول کے علاقے میں آ کر آباد ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کا سفر

کیا اور مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی، مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا فضل حق خیر آبادی جیسے بزرگوں سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ فراغت کے بعد وطن واپس آ کر ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری۔ آپ کے درس میں صرف ہزارہ ہی نہیں بلکہ کشمیر، افغانستان اور پنجاب تک کے طلبہ حاضر ہوتے۔ علامہ انور شاہ کاشمیری کا شمار بھی آپ کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ حضرت حافظ قیام الدین کا سلسلہ بیعت خواجہ اللہ بخش تونسوی سے تھا۔ تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں آپ نے حصہ لیا۔ جب مرزا قادیانی کا فتنہ ظاہر ہوا تو آپ نے اس کے خلاف بھرپور کردار ادا کیا۔ جب حق و باطل کا معرکہ بادشاہی مسجد لاہور میں ہوا تھا۔ اس میں آپ بھی حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی قیادت میں شریک ہوئے۔

## (گ)

### کرامت اللہ دہلوی، مولانا

حضرت مولانا کرامت اللہ دہلوی نیک سیرت، فقیہ عالم دین تھے۔ علوم و معارف کی دولت سے رب کریم نے آپ کو مال مال کیا ہوا تھا۔ منطق و حکمت کے فنون مولانا عبدالعلی رام پوری، مولانا محمد حسن سنہلی، ریاضی کے فنون مولانا سدید الدین دہلوی، شیخ سید احمد دہلوی، فقہ و حدیث کے علوم حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا قاسم نانوتوی سے حاصل کئے۔ ۱۳۰۴ھ میں حرمین شریفین کے سفر مبارک کی سعادت حاصل کی۔ اصلاحی تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی سے تھا۔ آپ شعلہ نوا خطیب تھے اور اہل علاقہ آپ کی خطابت سے بے حد متاثر بھی تھے۔ عوام الناس کی باطنی اصلاح کے لئے بڑے متفکر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بعد عصر درس مثنوی اور ہر جمعہ کو خصوصی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ صادر کیا تھا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۱۴)

### کرم الدین دبیر، مولانا قاضی

(وفات: ۱۷ جولائی ۱۹۴۷ء)

بھیں ضلع چکوال کے باسی تھے۔ آپ نے حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے حدیث شریف پڑھی۔ آپ بیک وقت تفریر و تحریر، مناظرہ و مباحثہ کے شاور تھے۔ آپ نے رض کے رد میں ایک کتاب ”آفتاب ہدایت“ لکھی۔ اسی طرح رد قادیانیت پر بھی آپ کی دو تصانیف ہمیں ملیں۔

مرزائی جماعت کے لاہوری گروہ کو لاہوری مرزائی کہا جاتا ہے۔ ان کا لاٹ پادری و مہنت محمد علی لاہوری تھا۔ جو دجل کرنے میں مرزا قادیانی کے بھی کان کترتا تھا۔ ہٹھ اپنے گرو سے بھی چار قدم آگے نکل گیا۔ اس لاہوری ہٹھ نے اپنے عقائد کی ایک فہرست شائع کی۔ یہ ایک ورتی اشتہار قادیانی دجل کا شاہکار تھا۔ پنجاب کے معروف عالم دین، بزرگ رہنما، و نامور مناظر حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر ساکن بھیں ضلع چکوال نے اس ایک ورتی اشتہار کا جواب لکھا۔ جسے انجمن حزب الاحناف لاہور نے شائع کیا۔ اس رسالہ پر

نمبر ۱۸ درج ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس سے قبل بھی اس انجمن نے رسائل شائع کئے۔ ان میں قادیانیت کی پرتو دید کتنے تھے؟ بعد میں کتنے شائع ہوئے وہ سب مہیا کرنا۔ رد قادیانیت کے رسائل کو یکجا کرنا ایک محنت کا متقاضی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے توفیق بخشے ہیں۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ فقیر راقم کو یہ رسالہ ملا جس کا نام: ”مرزا نیت کا جال، لاہوری مرزائیوں کی چال“ ہے۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں محفوظ ہو گیا۔ بھلے یہ کیا کم خدمت ہے۔ مولانا کریم الدین دیر ہمارے مخدوم یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کے والد گرامی تھے۔ مولانا کریم الدین صاحب کی مرزا قادیانی کے ساتھ عدالتی جنگ بھی رہی۔ ساہا سال تک مقدمات چلتے رہے۔ مرزا قادیانی کو مولانا کریم الدین کے ہاتھوں کس طرح رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ تاریخ کا ایک شاندار باب ہے جسے مولانا کریم الدین صاحب نے ”تازیانہ عبرت“ میں قلمبند کر دیا تھا۔ یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شائع ہوئی۔

مولانا ابوالفضل محمد کریم الدین صاحب دیر پنجاب کے ان نامور علماء میں سے ہیں جنہوں نے رد مرزا نیت میں نمایاں کردار انجام دیا۔ ضلع جہلم کی ایک غیر معروف بستی موضع بھیں آپ کے مولد و مسکن کے باعث دور دور تک مشہور ہوئی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقت آپ کی عمر چار پانچ سال کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر لاہور اور امرتسر کے مختلف مدارس سے علوم و فنون کی تکمیل کر کے اپنے گاؤں میں درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ سیال شریف میں حضرت خواجہ محمد الدین چشتی سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ نہایت ذکی، سلیم الطبع، وجیہ، بلند قامت، مضبوط جسمت، وسیع القلب اور حاضر جواب تھے۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے باطل دعاوی کا سلسلہ شروع کیا تو مولانا اس فتنے کی سرکوبی کے لئے میدان عمل میں کود پڑے۔ آپ کے دست راست مولانا فقیر محمد جہلمی نے ان دنوں جہلم سے ہفتہ وار پرچہ ”سراج الاخبار“ جاری کر رکھا تھا۔ انہوں نے ”سراج الاخبار“ کو رد قادیانیت کے لئے وقف فرماتے ہوئے مولانا محمد کریم الدین صاحب کو اس کا ایڈیٹر مقرر کر دیا اور قادیانی کذاب کا نہایت مدلل اور ٹھوس مضامین سے تعاقب شروع فرمایا۔ جس کی تاب نہ لاتے ہوئے مرزا اور اس کے حواری اوجھے، پھکنڈوں پر اتر آئے اور خفت مٹانے کے لئے اپنی پشت پناہ گورنمنٹ برطانیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ کی ناقابل جواب تحریرات کو بہانہ بنا کر مقدمات کی ابتدا کر دی۔ پہلا مقدمہ مرزا کے حواری حکیم فضل دین بھیروی کی طرف سے ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند، گورداسپور میں دائر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مولانا ابوالفضل کو اس مقدمے میں باعزت طور پر بری فرمایا۔ حالانکہ اس مقدمے کی نسبت مرزا قادیانی نے اپنی فتح کے الہامات متواتر شائع کئے تھے۔

دوسرا مقدمہ بھی حکیم فضل دین بھیروی ہی نے ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو مولانا کے خلاف گورداسپور میں دائر کیا۔ اس میں بھی آپ کا میاں سے ہمکنار ہوئے اور مرزائیوں کی خوب گت بنی اور مقدمہ خارج ہو گیا۔ پھر تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار ”الحکم“ قادیان کی طرف سے مولانا ابوالفضل اور مولانا فقیر محمد جہلمی کے خلاف دائر ہوا۔ جس میں ہردو مستغاث علیہا پر ۵۴ روپے جرمانہ ہوا جو ادا کر دیا گیا۔ اس لئے کہ حقیر سی رقم کی خاطر اپیل کرنا غیر مناسب تھا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں مرزا کی مطبوعہ کتاب ”مواہب الرحمن“ تقسیم کی گئی جس میں مولانا ابوالفضل کے خلاف سخت توہین آمیز کلمات استعمال کئے گئے۔ چونکہ مقدمات کی ابتدا مرزائیوں کی طرف سے ہو چکی تھی اس لئے مولانا ابوالفضل نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی کے خلاف استغاثہ



دائر کر دیا اور یہ مقدمہ حق و باطل کے درمیان عظیم الشان معرکے کی صورت اختیار کر گیا۔ اہل حق کی طرف سے شہادت میں بڑے بڑے فضلاء کرام پیش ہو رہے تھے اور فریق مخالف کی طرف سے حکیم نور الدین بھیروی، خواجہ کمال الدین لاہوری اور اس کے حواری ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا۔ الہامات کے ذریعے اپنے حواریوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مگر یہ سب حربے ریت کے گھر وندے ثابت ہوئے اور مقدمہ مرزا کے لئے سوہان روح بن گیا۔ مولانا ابوالفضل نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے۔ عدالت میں جرح کے دوران کئی کئی گھنٹے اتنی زبردست تقریریں کیں کہ مخالفین تمللا اٹھے۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی بے ساختہ پکاراٹھا کہ: ”مولانا محمد کرم الدین کے دلائل کا جواب نہیں۔“ مقابلے میں مرزا قادیانی کو عدالت میں دو لفظ بولنے کی بھی جرأت نہ ہو سکی، بلکہ چھ گھنٹے مرزا غلام احمد کو مجرموں کے کٹہرے میں دست بستہ کھڑا ہونا پڑا۔ اس مقدمے کا پر لطف پہلو یہ بھی ہے کہ مرزا اپنی ناکامی کو دیکھتے ہوئے اتنا مرعوب ہوا کہ عدالت میں جب پیشی کی تاریخ ہوتی تو بیماری کا سرٹیفکیٹ بھیج دیا کرتا۔ تقریباً دو سال تک یہ تاریخی مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کی عدالت سے مرزا کو پانچ صد روپے جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید محض کی سزا ہوئی۔ جب کہ اس کے حواری حکیم فضل دین کو دو صد روپے جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ اس مقدمے میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو عبرت ناک شکست اور سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز اس مقدمے کے بارے میں بھی الہام مرزا کی خوب مٹی پلید ہوئی اور مولانا ابوالفضل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے خوب خوب نوازا۔

ان مقدمات کے علاوہ آپ نے مرزائیت کے خلاف مناظرے فرمائے۔ فن مناظرہ میں آپ نے خاصی شہرت پائی۔ مرزا قادیانی کے بعد مولوی اللہ دتہ وغیرہ مرزائی مناظرین سے مناظرے ہوئے اور ہر مرتبہ شکست فاش دی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ خود مرزا غلام احمد، جو اس مشن کا گرو تھا، اسے آپ نے پے در پے شکستوں سے دوچار کر دیا تھا۔ اس کے چیلوں کی کیا مجال تھی کہ آپ سے بازی لے جاتے۔ الغرض! مرزائیوں کو ہر میدان میں آپ سے ذلت کا سامنا نصیب ہوا۔

## (۱۶۰۶) کرم بخش اعوان، جناب ملک

(ولادت: ۱۹۰۹ء، پدھر اڑضلع خوشاب ..... وفات: ۲۶ فروری ۱۹۸۹ء)

آپ قومی رہنما تھے۔ تحریک پاکستان کے کارکن رہے۔ بہت ہی سخی دل انسان تھے۔ عمر بھر تنظیم الاعوان کے سربراہ رہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر جب بحث ہو رہی تھی تو ۳ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آپ نے قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

## جناب کرم بخش اعوان کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب کرم بخش اعوان: نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم! جناب والا! مرزا ناصر احمد امام مرزائی امت ربوہ کی طرف سے دیئے گئے محضر نامہ کو میں نے غور سے پڑھا ہے اور انہوں نے دس دن کی جرح کے دوران جو لغوی معنی اور جو تاویلیں کی ہیں وہ بھی بڑے غور سے سنی ہیں۔ اسی طرح لاہوری پارٹی کا وضاحتی بیان بھی پڑھا اور ان کے بھی لغوی معنی اور

تا ویلیں اچھی طرح سے سنی ہیں۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں ان کا مقصد یہ ہے کہ مرزائیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھا جائے اور جس طرح وہ نوے (۹۰) سال سے مسلمان قوم کا شکار کر رہے ہیں اسی طرح اسلام کے نام پر اپیلیں کرتے رہیں اور قرآن وحدیث کا اسلمہ استعمال کر کے مسلمانوں کو تہ تیغ کرتے رہیں۔ یہ ایک سیاسی تنظیم ہے اور انگریزوں کی پیداوار ہے۔ انگریزوں کو یہ پودا لگانے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی؟ یہ ولیم ہنٹر کی کتاب ”دی انڈین مسلمان“ پڑھی جائے تو اس سے سمجھ پڑتی ہے کہ انگریزوں کو یہ پودا لگانے کی کیوں ضرورت پیش آئی اور اس وقت کیا تکلیف تھی۔ یہ کتاب ۱۸۷۱ء میں لکھی گئی تھی۔

حضرت سید احمد بریلوی نے جنہوں نے مغلیہ خاندان کے زوال کے بعد تحریک چلا رکھی تھی، وہ تحریک تو کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن اب تک اس کے آثار باقی تھے۔ ان مجاہدین نے انگریزوں کے ساتھ ۱۸۶۳ء میں اور ۱۸۶۸ء میں جنگیں لڑیں۔ جن میں ہزاروں انگریز مارے گئے اور ۱۸۵۷ء کے غدر کا بھی مسلمانوں کو ہی ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ یہ کتاب دراصل ایک رپورٹ تھی جس میں مسلمانوں کے خلاف کی گئی بغاوت کے مقدمات اور مسلمانوں کے جہاد کی جنگوں کا تذکرہ اس میں درج ہے۔ ہنٹر کو یہ فکر تھی کہ گو یہ تحریک دب گئی ہے۔ لیکن آزادی کے مجاہدین کسی وقت بھی جہاد کا نعرہ لگا کر پھر جنگ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہندوستان کو دارالحرب سمجھا ہوا ہے۔ جب تک اس کا کوئی تدارک نہ کیا جائے کہ مسلمانوں کو جہاد سے ہٹا دیا جائے۔ تب تک ہمیں آرام نصیب نہیں ہو سکتا۔ مسلمان قوم کو قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ کسی کی غلام نہیں رہ سکتی۔ اس لئے کوئی ایسا تدارک ضرور ہو جائے کہ مسلمانوں کو جہاد سے ہٹا دیا جائے۔ انہیں ایام میں مرزا غلام احمد نے دو باتوں کا اعلان کر دیا۔

..... ۱ جہاد کو منسوخ کر دو۔

..... ۲ اولی الامر کی اتباع کا اعلان کر دیا۔ (یعنی انگریزوں کی تابعداری کی جائے)

اس میں ”منکم“ کی شرط ہٹا دی۔ لیکن قرآن کریم میں جو حکم ہے وہ ہے۔

”فاقتلوہم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کذلک فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین (البقرة: ۱۹۳)“ ﴿تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں﴾

دوسری آیت سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”ان اللہ شتری من المؤمنین انفسہم واما الہم بان الہم الجنة یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراة والانجیل والقرآن ومن اوفیٰ بعہدہ من اللہ فاستبشروا بیعکم الذی بايعتم بہ وذلک ہوا الفوز العظیم (التوبہ)“ ﴿اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے نفس اور مال خرید لئے ہیں۔ (یعنی سودا کر لیا ہے) بعوض جنت کے، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ یہ اللہ کا عہد ایک پختہ عہد ہے۔ تورات میں، انجیل میں، قرآن میں اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر عہد کا پورا کرنے والا ہے۔ خوشیاں مناؤ اس سودے پر جو آپ نے اللہ سے چکا لیا ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔﴾

یعنی قرآن کریم کی رو سے جس طرح ہم پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہے اسی طرح جہاد بھی فرض ہے اور جہاد کے متعلق

منسوفی کا حکم لگا کر انہوں نے گمراہی کا ارتکاب کیا ہے۔

”یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم . فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر . ذالک خیر و احسن تاویلا“ ﴿اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر۔﴾

”منکم“ کی شرط ہے۔ ان کا اتباع کرو جو تم میں سے ہیں۔ یعنی جو مسلمان ہیں ان کا اتباع کرو۔ یہ نہیں کہ کوئی سکھ ہو یا کوئی انگریز ہو یا کوئی یہودی ہو یا کوئی بھی ہو تو اس کا اتباع کرو۔ یہ اس میں حکم نہیں ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ان کا اتباع کرو جو تم میں سے ہیں تو اس طرح قرآن کریم میں اور بھی کئی جگہ مرزا غلام احمد نے تینخ اور ترمیم کی ہے اور ترجمہ کرتے ہوئے تحریف کی گئی ہے جو یہاں جرح میں ان سے پوچھا گیا۔

جھوٹا گواہ؟

تو جناب والا! میں آپ کی توجہ صرف اس امر کی طرف دلاتا ہوں کہ چونکہ یہ ہم نے رپورٹ پیش کرنی ہے۔ ان گواہوں کا جو طریقہ اور جو طرز تھا وہ اراکین اسمبلی نے اچھی طرح سے ملاحظہ کیا ہے کہ وہ جھوٹے گواہ کی طرح کس طرح سے تاویلیں کیا کرتے تھے۔ لہذا میں نے پہلے بھی جو بیان دیا ہے اس کے اوپر میرے دستخط ہیں۔ اس لئے میں اپنی تقریر کو زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتا۔ یہ دو تین حوالے اس کی سپورٹ میں میں نے پیش کر دیئے ہیں۔

۱..... لہذا یہ گمراہ ہیں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲..... کلیدی آسامیوں سے انہیں فوراً ہٹا دیا جائے ورنہ نقصان ہوگا، اور

۳..... ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ جیسے انہوں نے اپنی ریاستیں بنائی ہوئی ہیں۔ وہ حق ان کو استعمال نہ کرنے دیا جائے۔ شکریہ!

(۱۶۰۷) کرم حسین شاہ دوالمیالوی، پیرسید

(وفات: ۸/۱۸ اپریل ۱۹۷۵ء)

”حقیقت مرزائیت“ چو اسیدن شاہ ضلع جہلم کے حضرت مولانا پیرسید کرم حسین شاہ حنفی چشتی نے یہ فروری ۱۹۲۳ء میں مرزا قادیانی کے خلاف تحریر کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۶۰۸) کرم شاہ الازہری (بھیرہ)، مولانا پیرسید

(ولادت: یکم جولائی ۱۹۱۸ء ..... وفات: ۷/۱۸ اپریل ۱۹۹۸ء)

برصغیر پاک و ہند کی معروف خانقاہ سلیمانہ تونہ شریف کافض جب سیال شریف پہنچا تو ”خانقاہ سیال شریف“ وجود میں آئی۔

خانقاہ سیال شریف کے بانی خواجہ احمد دین تھے۔ ان کے جانشین خواجہ شمس الدین تھے۔ موصوف کے جانشین حضرت خواجہ ضیاء الدین تھے۔ ان کے جانشین حضرت علامہ خواجہ قمر الدین سیالوی مرحوم تھے۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سے جن شخصیات نے کسب فیض کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا، ان میں ایک ہمارے ممدوح حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری بھی تھے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب بہت فاضل شخصیت تھے۔ جامعہ ازہر مصر سے آپ فارغ التحصیل تھے۔ اس لئے ازہری کہلاتے تھے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جس کا نام: ”ضیاء القرآن“ ہے۔ آپ وفاقی شرعی عدالت کے جج بھی رہے۔ آپ کے حوالہ سے اپریل ۱۹۸۲ء رد قادیانیت پر ایک رسالہ شائع ہوا۔ جس کا نام: ”فتنہ انکار ختم نبوت“ ہے۔ مجھے بہت خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں اسے بھی شائع کیا گیا۔ اسی طرح آپ کا ایک اور رسالہ جس کا نام ہے: ”فتنہ مرزائیت اور پاکستان“ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے آپ کو جنیوا بھجوایا۔ جہاں قادیانیوں نے اپنی مظلومیت کا فرضی کیس پاکستان گورنمنٹ کے خلاف دائر کر رکھا تھا۔ آپ نے کیس کی پیروی کی۔ قادیانی ہار گئے اسلام جیت گیا۔ اس سفر کی تفصیلات پر پیر محمد کرم شاہ صاحب کا یہ رسالہ ہے۔ یہ بھی احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں شامل ہے۔

(۱۶۰۹) کریم بخش (جام پور)، مولانا

جام پور ضلع راجن پور کے مولانا کریم بخش زندگی بھر مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔

(۱۶۱۰) کریم بخش سنبھلی، مولانا

(وفات: ۱۳۶۲ھ)

آپ سنبھلی میں پیدا ہوئے۔ متوسط درجہ کی کتب اپنے علاقہ میں پڑھ کر مولانا احمد حسن کے ہاں امر وہہ پہنچے۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر حضرت شیخ الہند سے ۱۳۱۷ھ میں دورہ حدیث شریف کیا۔ مختلف مدارس میں مدرس رہے۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور اور دارالعلوم اعظم گڑھ میں صدر مدرس کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ آپ نے ایک فتویٰ میں مولانا عبدالرحمن البہاری کے جواب پر تائیدی دستخط کئے۔

(۱۶۱۱) کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۸۷۵ء ..... وفات: ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء)

دہلی بہادر شاہ ظفر کے مکان کے مین گیٹ پر آپ کھڑے ہوں تو آپ کے بائیں طرف ایک چبوترہ ہے۔ اس پر کئی قبریں ہیں۔ ان میں سے دو قبور ہیں۔ ایک قبر مبارک حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب کی ہے اور دوسری حضرت سبحان الہند مولانا احمد سعید دہلوی کی ہے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ کا سلسلہ نسب شیخ جمال یعنی سے جا کر ملتا ہے۔ یہ موتیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ کشتی پر سوار تھے۔ طوفان آیا۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ شیخ جمال ایک تختہ پر تھے۔ وہ ساحل سے آن لگا۔ بھوپال کے ایک تاجر انہیں بھوپال لائے۔ یہاں وہ آباد ہوئے۔ پھر بھوپال سے شام جہان پور آ گئے۔ یہ مفتی کفایت اللہ کے مورث اعلیٰ بیان کئے جاتے ہیں۔ مفتی صاحب کے

والد صاحب کا نام شیخ عنایت اللہ تھا۔ نہایت پرہیزگار انسان تھے۔ مفتی صاحب کے تین بھائی اور تھے۔ ایک قاری نعمت اللہ جو شاہجہان پور میں تدریس کرتے تھے۔ دوسرے بھائی سلامت اللہ جو شاہجہانپور میں تجارت کرتے تھے۔ تیسرے بھائی قدرت اللہ یہ تصور میں آگئے تھے۔ کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔ آخری عمر میں فلورل تصور میں لگائی تھی۔

مفتی کفایت اللہ صاحب ۵ سال کی عمر میں حافظ برکت اللہ کے مکتب شاہجہان پور میں تعلیم کا آغاز کیا۔ قرآن مجید اور فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم شاہجہانپور کے مدارس میں حاصل کی۔ آپ کے ایک استاذ مولانا عبدالحق خان جو مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے شاگرد تھے۔ وہ مفتی صاحب کی ذہانت کے باعث چاہتے تھے کہ آپ دارالعلوم دیوبند چلے جائیں۔ لیکن کم سنی کے باعث آپ کے والد نہ مانے۔ اس وقت مفتی صاحب کی عمر پندرہ سال تھی۔ بالآخر قریب میں مراد آباد مدرسہ شاہی میں والد صاحب نے تعلیم کے لئے بھجوادیا۔ مدرسہ شاہی میں داخلہ ہو گیا۔ کھانا مدرسہ سے مل جاتا۔ باقی اخراجات کے لئے کپڑے کی ٹوپیاں سیتے۔ ان پر کروشیا سے تیل بونے بناتے اور نئی ٹوپی دو روپیہ پر نکال دیتے۔ اس سے گزر بسر ہو جاتی۔ کسی پر بوجھ نہ بنتے۔ اتنے ذہین تھے کہ سبق کے دوران ٹوپوں کا کام بھی کرتے رہتے۔ تب بھی پوری کلاس میں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوتے۔ یہ ٹوپیاں آپ کی ہنرمندی میں کمال کی دلیل ہوتی تھیں۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ خریدتے تھے۔ مدرسہ شاہی میں آپ نے دو سال پڑھا۔ ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہند، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا عبدالعلی میرٹھی ایسے نابغہ روزگار شخصیات سے آپ نے کسب فیض کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے تین سال پڑھا اور دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ ۱۳۱۵ھ میں بمر ۲۲ سال آپ نے دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ آپ نے اپنے استاذ مولانا عبیدالحق خان کے نئے قائم کردہ مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں پڑھانا شروع کر دیا اور استاذ محترم کے اعتماد کے باعث اہتمام کی تقریباً تمام ذمہ داری بھی آپ پر تھی۔ تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی تھا۔ یہاں عین العلم میں قیام کے دوران آپ نے ماہنامہ رسالہ ”البرہان“ شائع کرنا شروع کیا۔ حضرت مفتی مہدی حسن کے بڑے بھائی منشی سلطان حسن کے فیچر اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اس کے ایڈیٹر تھے۔ یہ رسالہ صرف قادیانیت کی تردید کے لئے وقف تھا۔ آج اگر اس کی فائل مل جائے تو مکمل شائع کر دیا جائے۔ وما ذانک علی اللہ بعضیز! آج ۷ مارچ ۲۰۱۴ء کو مولانا شاہ عالم گورکھپوری سے استدعا کی ہے کہ وہ فائل تلاش کر کے بھجوائیں۔ ۱۳۱۵ھ کے فائل کی ۱۴۳۵ھ میں تلاش۔ گویا ایک سو بیس سال بعد! ہے کوئی ہمارے ذوق دیوانگی کی انتہاء؟

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب جب عین العلم میں پڑھاتے تھے۔ تب حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن استاذ الفقہ والادب دیوبند، حضرت مفتی مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند وہاں عین العلم میں پڑھتے تھے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب تدریس کے علاوہ تبلیغ و مناظرہ میں بھی مصروف رہے۔ اس زمانہ میں عیسائیوں سے کئی مناظرے ہوئے۔ ہر جگہ بعد از مناظرہ لوگوں کو یہ کہتے سنا جاتا کہ: ”علماء نے اسلام کی لاج رکھی۔ وہ دبلا پتلا سوکھا سا مولوی تو شیر کی طرح جب غزاتا تھا تو پادری کو پسینہ آ جاتا تھا۔“ یہ کمزور مولوی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ تھے۔ اسی زمانہ میں یہاں عیسائیوں کے ساتھ قادیانیوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا۔ حضرت مفتی صاحب کی للکار ویلغار نے انہیں دم بخود کر دیا۔ مدرسہ عین العلم شاہجہان پور میں تدریس کے دوران آپ کا پہلا عقد ہوا۔

اس اہلیہ سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوئے جو بچپن میں ہی ذخیرہ آخرت ہو گئے۔ بعد میں اہلیہ کا بھی وصال ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا عقد کیا۔ اس سے آپ کی وفات کے وقت دو لڑکے اور دو لڑکیاں حیات تھیں۔

## دہلی آمد

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے رفیق خاص مولانا امین الدین صاحب نے سنہری مسجد چاندنی چوک دہلی میں مدرسہ امینیہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا سید محمد نور شاہ کشمیری تھے۔ ۱۳۲۱ھ شوال (جنوری ۱۹۰۴ء) کے مہینہ سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب یہاں تشریف لائے۔ اس زمانہ میں والد صاحب کے حکم پر حضرت کشمیری، اپنے وطن کشمیر جا چکے تھے۔ اب حضرت مفتی کفایت اللہ، صدر مدرس، مفتی اور منتظم ہو گئے۔ گویا مدرسہ امینیہ کے بہت سارے امور آپ سے وابستہ تھے۔ اس زمانہ میں صرف مدرسہ امینیہ نہیں تمام مدارس میں اصلاح نصاب، نظام تعلیم اور نظام امتحان کو یکساں طور پر لاگو کرنے کے لئے آپ نے محنت فرمائی۔ یوں سمجھئے کہ آج پاکستان میں ’’وفاق المدارس العربیہ‘‘ کا تمام نظام مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی سوچ کا مرہون منت یا اس کا آئینہ دار ہے۔ جب آپ دہلی تشریف لائے تب جنگ بلقان شروع ہو گئی تو ترکی کے مسلمانوں کی مدد کے لئے جہاں آپ نے فتویٰ جاری کئے۔ وہاں فنڈ بھی اکٹھا کر کے ان کو بھجوایا۔

ضرورت محسوس ہوئی کہ ہند سے دو بڑے طبقے مسلمان اور ہندو باہم متحد ہو کر تحریک آزادی کو موثر بنائیں۔ اس کے لئے مسلم لیگ نے بیٹاق لکھنؤ منظور کیا۔ اس وقت جمعیۃ علماء ہند نہ بنی تھی۔ اس بیٹاق لکھنؤ میں مسلمانوں کے نکتہ نظر سے خامیاں تھیں۔ تب مفتی صاحب نے شرعی نقطہ نظر سے ان خامیوں کی نشاندہی کر کے اسلامیان ہند کی رہنمائی اور خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس پر حضرت شیخ الہند کو بہت خوشی ہوئی اور مفتی کفایت اللہ کے دماغ نکتہ رس کی تصویب فرمائی۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت شیخ الہند نے اپنے رفقاء سے فرمایا: ’’بے شک تم لوگ سیاستدان ہو۔ لیکن مفتی کفایت اللہ سیاست ساز ہے۔‘‘ یہ ۱۹۱۵ء، ۱۹۱۶ء کی بات ہے۔

صرف حضرت شیخ الہند کو حضرت مفتی صاحب سے تعلق خاطر نہ تھا۔ ادھر مفتی صاحب بھی اپنے استاذ پر فدا تھے۔ جس کا مظہر آپ کا قصیدہ ’’روضۃ الزیاحین‘‘ ہے۔ جس کا ایک ایک شعر اپنے استاذ کے لئے عقیدت و محبت کا سمندر اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

## حضرت مفتی صاحب میدان سیاست میں

۱۸/ اگست ۱۹۱۷ء کو ملکہ معظمہ برطانیہ نے ہندوستانیوں کو حکومتی خود مختاری دینے کا اعلان کیا۔ وزیر ہند برطانیہ سے ہندوستان آئے۔ مسلم لیگ اور کانگریس نے متحدہ سمجھوتہ بیٹاق لکھنؤ پیش کیا۔ دسمبر ۱۹۱۸ء کو مسلم لیگ کا گیارہواں اجلاس شیر بنگال مولوی افضل حق کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا آزاد سبجانی، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی، مولانا عبداللطیف دہلوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں صدر اجلاس نے علماء کی شرکت کا بطور خاص شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۹ء کو خلافت کمیٹی کے اجلاس دہلی میں حضرت مفتی صاحب نے برطانیہ کے جشن صلح کے بائیکاٹ کی قرارداد منظور کرائی۔

اسی اجتماع کے موقع پر علماء کرام مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا عبدالباری، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا محمد سجاد، مولانا منیر

الزمان اور دیگر حضرات کل پچیس حضرات نے طے کیا کہ ۱۹۱۹ء میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی علماء کرام کے اجلاس منعقد کرنے کا انتظام کریں گے۔ مولانا عبدالباری فرنگی مٹلی کی زیر صدارت اجلاس امرتسر میں ہوگا۔ چنانچہ اجلاس ہوا۔ جمعیت علماء ہند کے مولانا مفتی کفایت اللہ صدر اور مولانا احمد سعید ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مدرسہ امینیہ دہلی میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا حجرہ جمعیت علماء ہند کا دفتر قرار پایا۔ اسی سال ۱۹۱۹ء کے آخر میں کانگریس اور مسلم لیگ کے جہاں اجلاس امرتسر میں ہوئے۔ جمعیت علماء ہند کا دوسرا اجلاس بھی امرتسر میں ہوا۔ جس میں ستر، اسی علماء کرام شریک اجلاس ہوئے۔ اس کی صدارت بھی حضرت مولانا عبدالباری نے کی۔ اس اجلاس میں جمعیت علماء ہند کا حضرت مفتی کفایت اللہ نے آئین منظور کرایا۔ کانگریس کے پنڈال میں خلافت کمیٹی کا بھی اجلاس ہوا۔ جس میں رہائی کے بعد مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی بھی بطور خاص شریک ہوئے اور یہیں گاندھی جی سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔

جمعیت علماء ہند کے اس دوسرے اجلاس میں حضرت شیخ الہند کو جمعیت علماء ہند کا سربراہ تسلیم کیا گیا۔ حضرت مفتی کفایت اللہ آپ کے نائب کے طور پر کام کرتے تھے۔ کانپور، مراد آباد، جونپور، دہلی، گیاہ۔ امردہہ میں بھی جمعیت علماء ہند کے سالانہ اجلاس ہوئے۔ حکیم اجمل خان مسیح الملک نے اس میں ایک اجلاس کی صدارت اور خطاب کیا۔ ۱۹۳۰ء میں جمعیت علماء ہند کا پشاور میں اجلاس ہوا۔ جس میں ولایتی کپڑے کے بائیکاٹ اور بازار قصہ خوانی میں حکومت انگریزی کی فائرنگ پر اظہار نفرت کی قرارداد منظور ہوئی۔ یہاں جو تحقیقات فائرنگ قصہ خوانی بازار پشاور کے لئے تحقیقاتی کمیٹی بنی جسے ٹیل کمیٹی کہا گیا۔ اس میں جمعیت علماء ہند کی نمائندگی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے فرمائی۔

## شدھی کی تحریک اور حضرت مفتی صاحب

۱۹۲۲ء میں تحریک خلافت کے خاتمہ کے بعد سوامی شردھانند نے شدھی کی تحریک چلائی۔ مسلمانوں کو مرتد بنا کر ہندو بنانا لگے۔ تب حضرت مفتی صاحب مسلمانوں کے مفاد اور اسلام کی نمائندگی کے لئے میدان میں آئے۔ مولانا محمد عرفان ایڈیٹر الجمیۃ اور مولانا وحید حسن ٹونکی اور خود پورے ملک میں جہاں شدھی کی تحریک تھی ایک طوفانی دورہ کیا اور مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کے لئے سدسکندری کا قدرت نے ان حضرات سے کام لیا۔ شدھی تحریک کی وجہ سے ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ یہی انگریز چاہتا تھا۔ گاندھی جی نے ستمبر ۱۹۲۴ء میں ۲۱ دن کارن برت شروع کیا۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۴ء کو تمام فرقوں کی اتحاد کانفرنس بھی ہوئی۔ اس میں پنڈت من مالوی نے مسلمانوں سے کہا کہ آپ اپنے آئین اسلام سے ارتداد کی سزا اور تبلیغ کو نکال دیں۔ اس شدید تناؤ کے ماحول میں اکیلے حضرت مفتی صاحب کی ذات تھی جنہوں نے ارتداد کے مسئلہ کی وضاحت اور تبلیغ اسلام کے احکام بیان کئے اور اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ جس سے پورا اجلاس جھوم جھوم اٹھا۔ اس ”مسئلہ ارتداد پر کفایت المفتی ج ۹ ص ۳۴۳ تا ۳۶۱“ پر بحث ہے اور ڈیرہ غازی خان میں قادیانی عبادت گاہ کے ایک کیس کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب کے بیانات کی تفصیل ”کفایت المفتی“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں جو وفد حجاز مقدس بھیجا گیا۔ اس جمعیت علماء ہند کے وفد میں حضرت مفتی کفایت اللہ بطور صدر وفد بھی شریک تھے۔ اس میں خلافت کمیٹی کے وفد کی صدارت مولانا سید سلیمان ندوی نے فرمائی۔ مؤتمر عالم اسلامی کی سبیکٹ کمیٹی میں مولانا مفتی کفایت اللہ اور مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی کے علاوہ اور حضرات بھی شامل تھے۔

۱۹۳۰ء میں ہندوستان میں سول نافرمانی کی تحریک میں حضرت مفتی صاحب بھی گرفتار ہوئے۔ آپ کو چھ ماہ کی سزا ہوئی۔ پہلے دہلی پھر گجرات جیل منتقل ہوئے۔ خان عبدالغفار خان، مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر انصاری، مولانا نور الدین لائل پوری، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی ایسے رہنماؤں کے ساتھ آپ نے جیل کاٹی۔ دوسری گول میز کانفرنس دسمبر ۱۹۳۱ء کی ناکامی کے بعد سول نافرمانی کی تحریک کا اعلان ہوا۔ ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو جمعیت علماء کا جلسہ و جلوس ہوا۔ مفتی صاحب پہلے ڈیکلیر مقرر ہوئے اور دوسری بار گرفتار ہوئے۔ ایک لاکھ آدمی کے اس جلوس کی قیادت مفتی صاحب نے فرمائی۔ اس میں آپ کو اٹھارہ ماہ کی قید با مشقت ہوئی۔ یہ قید آپ نے ملتان کی سنٹرل جیل میں گزاری۔ مولانا احمد سعید، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمن، مولانا داؤد غزنوی، شیر جنگ، ڈاکٹر انصاری اور دیگر رہنماؤں کے ساتھ قید کاٹی۔ جیل میں متعدد حضرات نے آپ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے متعدد کتب پڑھائیں۔ جیل میں قیدیوں کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھتے۔ فرماتے: لاؤ تمہارے کپڑے درست کر دوں۔ ان پھٹے کپڑوں کو سی دیتے تھے۔ کیا اجلی سیرت کے عالم دین تھے۔

فلسطین یہودیوں کو دینے کی انگریز نے سازش کی۔ تقسیم فلسطین کا فارمولا آیا تو جمعیت علماء ہند نے مجلس تحفظ فلسطین قائم کی۔ ۱۶ اگست ۱۹۳۸ء کو یوم فلسطین منایا۔ جمعیت کا وفد فلسطین گیا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو قاہرہ میں فلسطین کانفرنس میں جمعیت علماء ہند کی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا عبدالحق مدنی اور مولانا سید محمد یوسف بنوری نے نمائندگی کی۔ حضرت شیخ بنوری نے اس کی رپورٹ میں تحریر فرمایا کہ ”قاہرہ میں مفتی صاحب کا اتنا بھرپور استقبال ہوا کہ اتنا کسی وفد کا استقبال نہیں ہوا۔“ فرماتے ہیں کہ: ”مارے خوشی کے ہمارے دل اچھل اور سر فخر سے بلند ہو گئے۔“ اس موقع پر علماء مصر سے فوٹو کے عدم جواز پر آپ کا ایک نجی مجلس میں تبادلہ خیال بھی ہوا۔ مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی صاحب ۱۳۲۱ھ، مطابق ۱۹۰۳ء کو تشریف لائے تھے۔ سنہری مسجد چاندنی چوک کی جگہ تھوڑی تھی۔ چنانچہ مسجد پانی پتیاں کشمیری دروازہ کی زمین متولی حضرات سے مدرسہ امینیہ کے لئے حاصل کر کے ۱۹۱۵ء میں تعمیر کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۸ء میں مدرسہ امینیہ اس تعمیر نو میں منتقل ہو گیا۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا امین الدین فوت ہو گئے تو شیخ الہند نے مالٹا کی رہائی سے واپسی پر شوال ۱۳۳۸ھ/ جولائی ۱۹۲۰ء کو ایک بڑے جلسہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ کو مدرسہ امینیہ کا مہتمم مقرر کیا۔ مسجد پانی پتیاں نواب لطف اللہ خاں صادق پانی پتی کی بنائی ہوئی تھی۔ جو آپ نے ۱۱۳۸ھ، مطابق ۱۷۲۵ء میں بنائی تھی۔ دو سو سال گزرنے کے بعد بوسیدہ مسجد کو گرا کر حضرت مفتی صاحب نے ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء میں نئے سرے سے دوبارہ تعمیر کیا۔

مدرسہ امینیہ سے (۱) مفتی عزیز الرحمن شیخ الادب دارالعلوم دیوبند۔ (۲) مولانا سید مہدی حسن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند۔ (۳) مولانا احمد سعید دہلوی، ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند۔ (۴) مولانا عبدالغنی پٹیلوی۔ (۵) مولانا سید محمد حسین بن حضرت پیر جماعت علی شاہ ثانی علی پوری۔ (۶) مفتی عبدالصمد کراچی۔ (۷) مفتی تقی امینی۔ (۸) مولانا محمد شریف بہاول پوری صدر المبلغین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ (۹) مولانا مفتی محمد شفیع ملتان بانی و مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان ایسے ہزاروں علماء نے فراغت حاصل کی۔ مفتی کفایت اللہ صاحب دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رہے۔ مدرسہ امینیہ کی طرح مسجد و مدرسہ فتح پوری کی تعمیر و ترقی میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ کا مشہور زمانہ کارنامہ آپ کی فتویٰ نویسی ہے۔ جس کی دلیل ”کفایت المفتی“ ہے۔



## سفر آخرت

۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء کو رات ساڑھے بجے وصال فرمایا۔ اگلے روز یکم جنوری ۱۹۵۳ء آپ کے مکان سے چٹلی قبر اور دریا گنج بازار تک سڑکیں بھر گئیں۔ صبح سے مردوں عورتوں نے علیحدہ علیحدہ باری باری لائسنوں میں شرف دیدار حاصل کیا۔ ساڑھے بارہ بجے دن جنازہ اٹھایا گیا تو تمام بازار بند تھے۔ ہر جگہ غم و انفسوس کا سماں تھا۔ کوچہ چیلان سے جامع مسجد دہلی تک انسانوں کے ٹھٹھے ہی ٹھٹھے تھے۔ انسانوں کا سیل رواں تھا جو تھمنے کا نام نہ لیتا تھا۔ سو ایک بجے پریڈ گراؤنڈ یعنی لال قلعہ اور جامع مسجد دہلی کے درمیان کا علاقہ میں جنازہ پہنچا۔ جنوری کا مہینہ ادھر بارش مگر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی مقبولیت کا اس سے اندازہ فرمائیں کہ برابرش بڑھ رہا تھا۔ جنازہ کی چارپائی سے لمبے لمبے بانس باندھے گئے۔ پھر بھی ہزاروں لوگ کندھا نہیں دے پائے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی ہر طبقہ کے لیڈر موجود تھے۔ جنازہ شیخ الاسلام حضرت مدنی نے پڑھانا تھا۔ مگر وہ بارش کے باعث لیٹ ہو گئے تو اب جنازہ مولانا احمد سعید دہلوی نے پڑھایا۔ ایک لاکھ آدمی نے جنازہ میں شرکت کی۔ دہلی دروازہ سے جنازہ کو رخصت کرتے وقت ڈیڑھ لاکھ کا مجمع ہو چکا تھا۔ مرد، عورتیں، جوان، بوڑھے سب مسجد کی سیڑھیوں، مکانوں کے چھتوں، بازار اور میدان میں محو دیدار تھے کہ یوں درویش، خادم قوم، اہل حق کے جنازے اٹھا کرتے ہیں۔ دہلی دروازہ سے باہر بڑی ایبولینس میں جنازہ رکھا گیا۔ دہلی دروازہ سے مہرولی، حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا مزار جس کے متصل آپ کی تدفین ہونا تھی۔ جہاں قریب میں بہادر شاہ ظفر کے محل شاہی کا صدر دروازہ ہے۔ وہاں تک گیا رہ میل کا سفر ہے۔ اب ایبولینس کے چلتے ہی لوگ بھی بسوں، دیکوؤں، اپنی سوار یوں پر روانہ ہوئے۔ تدفین کی جگہ پر عصر کے بعد آپ کا جسد مبارک لایا گیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اعجاز علی، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب بھی دیوبند سے یہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے آخری دیدار کیا اور آپ کو لحد میں اتار دیا گیا۔

آپ کے صاحبزادہ جناب واصف صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ریل کے سفر میں حضرت والد ماجد کے ہم رکاب تھا۔ جس ڈبے میں ہم دونوں تھے، اسی میں دہلی کے سوداگروں میں سے دو معزز دو تہند حضرات بھی ہم سفر تھے اور ان کے قریب بھاری بھر کم قادیانی مبلغ بھی بیٹھے تھے اور مرزا غلام احمد کی صداقت اور نبوت پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ان میں سے ایک بڑا مبلغ بڑے زور و شور سے بول رہا تھا۔ بڑالسان اور طرّار معلوم ہوتا تھا۔ حضرت والد ماجد کچھ فاصلے پر تھے اور ان لوگوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ قادیانیوں کے مخاطب کبھی کبھی جواب دیتے تھے، مگر پھر لا جواب ہو جاتے تھے۔ آخر حضرت نے فرمایا کہ: ”میں آپ لوگوں کی گفتگو میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا، مگر یہاں معاملہ دین کا ہے، اس لئے خاموش نہیں رہ سکتا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ابھی یہ جو فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور مرزا قادیانی کی نبوت سے ختم نبوت میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی نبوت حضور ﷺ ہی کی نبوت کا ایک جزو اور ضمیمہ ہے، تو یہ فرمائیے کہ نبی ﷺ کے اس قول: ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ میں تو کسی قسم کی نبوت کی تخصیص نہیں ہے۔ مطلق نبوت کی نفی ہے۔ ضمنی، غیر ضمنی، ظلی، بروزی کی تخصیص کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ لائے نفی جنس نے نبوت کے تمام اقسام، اصناف کی نفی کر دی ہے۔ پھر بیچ میں نبوت ضمنی کیسی؟“ قادیانی مولوی نے جواب دیا کہ: ”جس طرح سچا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے، اسی طرح ضمنی نبوت بھی ہوتی ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا دائرہ عمل قیامت تک ہے اور آپ ﷺ خاتم الانبیاء

ہیں۔ اس لئے آپ ہی کے دین کی تجدید کے لئے نبی آ سکتا ہے اور اس سے آپ ﷺ کی ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔“  
حضرت مفتی اعظم نے فرمایا کہ: ”نبوت کا چالیسواں حصہ اگر کسی کو عطا فرمایا جائے تو وہ شخص نبی نہیں بن جائے گا۔ انسان کی ایک انگلی کو ”انسان“ کا لقب نہیں دیا جاسکتا اور آنحضرت ﷺ تو آپ کے دعوے کے مطابق قیامت تک کے لئے نبی ہیں اور پھر حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ: ”میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا؟ بولنے جواب دیجئے!“  
حضرت نے کئی مرتبہ فرمایا: ”بولنے جواب دیجئے!“ مگر ادھر ایسا سا ٹاٹھا کہ صدائے برنخاست، قادیانی ایک دم مہبوت ہو گئے۔ بالکل جواب نہ دے سکے۔

پھر فرمایا کہ: ”آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔ خود اس امر کا اقرار ہے کہ حضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد نبوت کا عہدہ کبھی کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا۔ دوران نبوت کسی اور نبی کی بعثت کے کیا معنی اور اس کی ضرورت کیوں؟ بولنے جواب دیجئے!“ مگر صدائے برنخاست، قادیانیوں پر اوس پڑ گئی اور شکست خوردگی کی وجہ سے چہرے زرد اور ہونٹ خشک ہو گئے اور بالکل ساکت و صامت ہو گئے تو حضرت والد ماجد نے تقریباً ایک گھنٹے تک قادیانیت کے رد میں مسلسل تقریر فرمائی۔ اس کے بعد دہلی کے ہم سفر حضرات نے دریافت کیا کہ: ”حضرت! آپ تعارف تو فرمائیے“ فرمایا کہ: ”مجھے کفایت اللہ کہتے ہیں، مدرسہ امینیہ کا مدرس ہوں۔“  
اس وقت کا منظر بڑا عجیب تھا۔ ڈبے کے تمام ہم سفر مسلمانوں نے یہ تقریر سنی تھی۔ بہت شکر یہ ادا کیا اور ان دو متمند حضرات نے کہا کہ: ”حضرت! ہم تو تذبذب میں تھے۔ آپ نے بروقت ہماری دست گیری کی اور اپنی اس کوتاہی پر بڑے نادم ہوئے کہ دہلی میں رہتے ہوئے ہم شرف ملاقات سے محروم تھے۔“ ادھر قادیانیوں کا حال یہ تھا کہ ادھر ادھر کی باتوں کا خیال بھی بھول گئے۔ (بیس بڑے مسلمان)

## (۱۶۱۲) کفایت حسین (لاہور شیعہ رہنما)، جناب حافظ

(ولادت: ۱۸۹۸ء ..... وفات: ۴ اپریل ۱۹۶۸ء)

شیعہ عالم، بلند پایہ مقرر، قادیانیت کے خلاف جب بھی ضرورت پڑی پیش پیش رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

## (۱۶۱۳) کلیم اختر، جناب

(پیدائش: ۱۹۳۲ء ..... وفات: ۴ نومبر ۱۹۹۶ء، لاہور)

آپ ممتاز صوفی تھے۔ اردو کے ادیب تھے۔ مصنف، ماہر کشمیریات، نیشنل پریس، ٹرسٹ کے جنرل منیجر رہے۔ روزنامہ نوائے وقت کے کوریڈیٹر تھے۔ قادیانی ملعون اور اس کی ذریعہ البغایا نے ایک بے پرکی اڑائی جس سے وہ ایک منصوبہ اور سازش کو پروان چڑھانا چاہتے تھے تو اس پر جناب حکیم اختر صاحب نے تحریر کیا: ”کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبروں کا شوشہ چھوڑ کر یہودی ایک سازش کے تحت کشمیر میں اپنا مشن قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قادیانی گروہ کو، جس کا اپنا مشن بھی تل ابیب میں قائم ہے، آلہ کار بنا رکھا ہے۔ یہودی اس گروہ کے ساتھ مل کر کشمیر میں اپنا مشن قائم کر

کے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی سازش کر رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کشمیر میں اپنے ایک پیروکار خلیفہ نور الدین جموں والے کو حکم دیا تھا کہ وہ اس علاقے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تلاش کرے تاکہ قادیانی اپنی نبوت کا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے کشمیر کے عوام کی ایک غلط روایت کا سہارا لے سکیں۔ ۱۹۳۱ء میں جب قادیانی جماعت نے تحریک کشمیر میں حصہ لیا تھا تو قادیانیوں کے ان عزائم سے باخبر ہو کر کہ وہ کشمیر کو قادیانی ریاست کا درجہ دینا چاہتے ہیں۔ علامہ اقبال نے کشمیر کمیٹی سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور قادیانیوں کے درپردہ عزائم کو بھانپ کر بے نقاب کر دیا تھا۔“

(روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۸۳ء)

## (۱۶۱۴) کلیم اللہ شہید (چار سداہ)، جناب حاجی

(شہادت: ۱۹ فروری ۲۰۱۷ء)

محترم جناب حاجی کلیم اللہ اپنے گھر پر تھے۔ مین گیٹ پر دستک ہوئی۔ مرحوم کا دس سالہ بیٹا دروازہ پر گیا تو دو موٹر سائیکل سواروں نے بیٹے کو کہا کہ اپنے اٹو کو بلاؤ۔ بیٹے نے جا کر والد صاحب سے عرض کیا کہ اس طرح دروازہ پر دو آدمی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حاجی صاحب دروازہ پر گئے۔ علیک سلیک ہوئی۔ سکوٹر سواروں نے کہا پہلے پانی پلاؤ۔ حاجی صاحب نے بیٹے سے کہا پانی لاؤ۔ ان دونوں کو پانی پلایا۔ پانی پینے کے بعد انہوں نے حاجی کلیم اللہ پر فائر کیا اور حضرت حاجی صاحب معصوم بیٹے کے سامنے اپنے گھر کی دہلیز پر ظلم کا نشانہ بن کر جاں بحق ہو گئے۔

حاجی صاحب مرحوم کی عمر بمشکل ۳۸ سال ہوگی۔ رعنا، جواں سال، کڑیل قد کے گھبرو، صحت مند اور توانا خوبصورت، ہنس مکھ، دلا ویز مسکراہٹوں کے ساتھ ہر دل عزیز شخصیت تھے۔ بعض لوگ دنیا میں صرف جنت کمانے کے لئے آتے ہیں۔ برادر کلیم اللہ کا وجود بھی انہیں لوگوں میں سے تھا۔ اپنے حلقہ احباب و برادری و جماعتی زندگی میں کوئی ایسا خیر کا کام نہیں ہوتا تھا جس میں حاجی کلیم اللہ مرحوم حصہ نہ لیتے ہوں۔ اس وقت وہ چار سداہ میں اپنی یونین کونسل کے جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔ مرحوم خود عالم دین نہ تھے۔ لیکن علماء کرام کی صحبت کی ہر دم حاضر باش شخصیت تھے۔ چہرہ پر سنت رسول ﷺ سے ایسی نورانی کیفیت تھی کہ پہلی بار ملنے والا شخص پہلی نظر دیکھتے ہی آپ کو عالم دین تصور کرتا۔ علماء حق کی سنگت نے آپ کو مرآۃ الدین کا عامل بنا دیا تھا۔ ابھی چند ماہ ہوئے عمرہ کر کے تشریف لائے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی تربت پر اپنی مغفرت کی سدا موملادہا بارش نازل فرمائے۔ ان کے جانے سے ان کے پورے حلقہ احباب و برادری اور رشتہ داروں میں ویرانی نے ڈیرے لگا دیئے ہیں۔ چہا رسواداسی چھا گئی ہے۔ مرحوم کیا گئے کہ بہت سارے ضروری امور یکدم متاثر ہو گئے۔ آپ کی شہادت نے تمام حلقہ پر سکتہ کا عالم طاری کر دیا۔ مرحوم ایسے کریم النفس تھے کہ بظاہر برادری، حلقہ احباب، حلقہ کاروبار میں کسی سے رنجش نہ تھی۔ نہ کوئی خاندانی پرانی خاصیت کا سوال تھا۔ اچانک غیر متوقع طور پر یہ حادثہ ہوا اور چہا ر جانب کئی سوالات پیدا کر گیا۔ جمعیت علماء اسلام سے مرحوم کی دلی والہانہ و جذباتی وابستگی، قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن سے مخلصانہ و نیاز مندانه محبت و مودت کا تعلق مثالی تھا۔

شہادت سے چند دن پہلے دوستوں سے کہا کہ افسوس میں عالم دین نہ بن سکا۔ اللہ کریم نے ان کی یہ حسرت یوں پوری فرما دی کی آپ کی شہادت پر الیکٹرک اور پرنٹ میڈیا نے اپنی خبروں میں ان کو مولانا کلیم اللہ قرار دیا۔ کوئی بعید نہیں کہ علماء سے محبت اور ان

کے نیک اعمال کے باعث اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں زمرہ علماء میں شمار فرمائیں۔ وماذا لک علی اللہ بعزیز! برادر کلیم اللہ محبتوں کا مجموعہ تھے۔ سراپا محبت تھے۔ ہر ایک سے وہ محبت سے پیش آئے۔ گئے تو سب کو غمزدہ کر گئے۔ ان کی جدائی کا سنا نا چھا گیا۔ ان کی اس حادثاتی جدائی کا صدمہ اس وقت زیادہ گہرا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے معصوم بیٹے کے سامنے شہید ہوئے۔ اس سے اس پھول کی اس نرم و نازک پتی پر کیا اثرات مرتب ہوں گے یہ صدمہ بہت ہی شدت کا احساس دلاتا ہے۔ جمعیت علماء اسلام چارسدہ کے ممتاز رہنما جناب حاجی عبدالرحمن اور حاجی کلیم اللہ مرحوم کی جوڑی تھی جن کا ہر موڑ پر ساتھ رہا۔ اب آپ وہاں چلے گئے جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ جبکہ وہاں سے کسی نے ادھر نہیں آنا۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو سراپا مغفرت و نور بنائے۔ آمین!

## (۱۶۱۵) کنج بہاری لال عرف رت قادیان

کنج بہاری لال قادیان کا رہنے والا تھا۔ نہایت جوشیلا خوش بیان اور شعلہ نوا مقرر تھا۔ ذات کا برہمن تھا۔ مرزا نیت کی مخالفت اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔ مرزائیوں کی مخالفت کے باعث وہ ہمارے بہت قریب ہو گیا تھا۔ اس نے متحدہ پنجاب بھر کا دورہ کیا۔ مجمع اس کی تقریر کو بڑی دلچسپی سے سنتا تھا۔ وہ اپنی تقاریر میں کہتا تھا کہ: ”مرزا نبی ہے تو جیسا وہ جھوٹا نبی ہے ویسا ہی میں۔“ رت قادیان ہوں اور وہ اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اس نے لاہور، لائل پور (فیصل آباد) کے عظیم اجتماعات میں تقاریر کے دادتھیں حاصل کی۔ اس نے قادیان میں مشکل کشا کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار کا اجراء کیا اور اس کا ایڈیٹر بابا عالم سیاہ پوش تھا۔ بابا عالم سیاہ پوش کی رہائش ہمارے دفتر میں تھی۔ دفتر کے اوقات میں مشکل کشا کے دفتر میں چلا جاتا تھا اور پھر ہمارے ہاں آ جاتا تھا۔ کھانا بھی اس کا ہمارے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ بڑا دلچسپ آدمی تھا۔ بہت اچھا ادبی ذوق رکھتا تھا اور پنجابی زبان کا بلند پایہ شاعر تھا۔ اخبار تھوڑا عرصہ چلا پھر گورنمنٹ نے اس کی اشاعت حکماً بند کر دی۔ کیونکہ اس میں مرزائیوں کی مقامی سیاست اور پالیسی کے خلاف بڑے زبردست مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ ایڈیٹریل عموماً مسٹر تاج الدین انصاری لکھا کرتے تھے۔ اخبار کے بند ہوجانے کے بعد بابا عالم قادیان سے چلے گئے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

## (۱۶۱۶) کوثر نیازی، مولانا

(ولادت: ۲۱/۱/۱۹۳۴ء، موسیٰ خیل میانوالی ..... وصال: ۱۹/۱۰/۱۹۹۴ء)

آپ ممتاز مذہبی سکالر تھے۔ شاعر، ادیب، صحافی اور خطیب تھے۔ پہلے جماعت اسلامی سے وابستہ رہے۔ پھر پیپلز پارٹی کو سدھار گئے اور ”شہاب“ نکالا۔ مودودی صاحب جماعت اسلامی کو ایسا تنقید کی سان پر رکھا کہ چیخیں نکلا دیں۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کی طرف سے پسرور ضلع سیالکوٹ سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ وفاقی وزیر مذہبی امور اور وزیر اطلاعات رہے۔ جناب بھٹو صاحب ان پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حکومتی مذاکراتی ٹیم میں بھٹو صاحب کے ساتھ ہوتے تھے۔ خوب خطیب آدمی تھے۔ نظریاتی کونسل کے چیئرمین بھی رہے۔ بھٹو صاحب کی سزا کے بعد ضیاء الحق صاحب کی قصیدہ خوانی

سے بھی دریغ نہ کیا۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ بھرپور سیلف میڈ زندگی گزاری۔ رہے نام اللہ کا۔ جمعیت علماء اسلام میں مولانا ضیاء القاسمی، پیپلز پارٹی میں مولانا کوثر نیازی بہت ساری قدر مشترک کے حاملین تھے۔

## (۱۶۱۷) کیانی، جناب جسٹس

جناب جسٹس کیانی صاحب لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس رہے۔

”ان دنوں مرزا ناصر احمد جو بعد میں قادیانیوں کے خلیفہ ثالث مقرر ہوئے، تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل تھے۔ نظام خان مرحوم بتایا کرتے تھے کہ ان کے ربوہ میں قیام کے دوران میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ایک علمی تقریب منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی چیف جسٹس جناب جسٹس کیانی مرحوم تھے۔ کالج کے پرنسپل مرزا ناصر احمد قادیانی نے اپنی تقریر کے دوران میں مہمان خصوصی کو بتایا کہ جب ہم لوگ شروع شروع میں ربوہ میں آباد ہوئے تو یہاں درخت یا سبزہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ہم نے یہاں دس دس فٹ گہرے گڑھے کھودے۔ جن میں باہر سے لاکرز ریز میٹی ڈالی۔ پھر ان میں پودے لگائے۔ ان کی آبیاری کی۔ لہذا آپ اس سنگلاخ زمین میں آج جو تناور درخت دیکھ رہے ہیں یہ سب ہماری محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ جسٹس کیانی مرحوم مرزا ناصر احمد قادیانی کی تقریر پر ہلکے سے مسکرائے۔ لیکن جب ان کی تقریر کی باری آئی تو انہوں نے مرزا ناصر کی اس بات کا حوالہ دے کر کہا کہ مرزا صاحب نے اپنی جس کامیابی کا ذکر کیا ہے، میں اس کا معترف ہوں اور ان کی محنت کی داد دیتا ہوں۔ پھر جسٹس کیانی نے ہلکے پھلکے انداز میں فرمایا کہ آپ لوگ واقعی قابل داد ہیں۔ آپ نے جب ختم نبوت جیسی سنگلاخ سرزمین میں نبی کھڑا کر کے دکھا دیا ہے تو ربوہ کی پتھریلی زمین میں درخت کھڑا کرنا آپ کے لئے کون سا مشکل کام تھا۔“

(قاطع قادیانیت از مصباح الدین ص ۱۳۵)

## (۱۶۱۸) کے ایل گابا

جناب مسٹر کے ایل گابا برصغیر کے نامور قانون دان تھے۔ آپ نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی قابلیت کا سکہ ایک زمانہ ماننا تھا۔ بہاول پور میں غلام عائشہ خاتون مدعیہ کی جانب سے قادیانیوں کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔ اس کا مقدمہ جناب اکبر خان ڈسٹرکٹ جج بہاول پور نے سنا۔ کیس کی سماعت مکمل ہوگئی۔ اس کے بعد قادیانیوں نے درخواست دی کہ عبدالرزاق قادیانی مدعا علیہ مر گیا ہے۔ کیس داخل دفتر کیا جائے۔ وکلاء نے بحث کی کہ ایسا کیس جس میں اہم قانونی مسائل فیصلہ ہونے ہوں تو بعد از مرگ مدعا علیہ بھی اس کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ سنا ہے کہ اس کی موت طبعی نہ تھی۔ قادیانیوں نے اس کو فیصلہ سے قبل مراد دیا تاکہ فیصلہ نہ سنانے کا عذر بن سکے۔ اس میں ناکام ہوئے تو اب جج صاحب کا بہاول پور سے بہاول نگر تبادلہ کر دیا تاکہ دوسرا جج آ کر پھر کیس کی سماعت کرے یا ختم کرے۔

قانونی نکتہ پیدا ہوا کہ تبادلہ کے باوجود جج جو سماعت مکمل کر چکا ہو وہ تبادلہ کے بعد بھی اس کیس کا فیصلہ چاہے تو سنا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نکتہ کی وضاحت کے مولانا غلام محمد گھوٹوی نے جناب کے ایل گابا کی خدمات حاصل کیں۔ گابا صاحب نے پیشکش کی کہ اپنے خرچہ پر ہوائی جہاز سے آؤں گا اور اس کیس میں شامل ہوں گا۔ لیکن جناب محمد اکبر خان جج نے تبادلہ کے باوجود قبول کر لیا کہ یہ فیصلہ میں لکھوں گا تو پھر گابا صاحب کو بلوانے کی ضرورت نہ رہی۔ ورنہ وہ بالکل تیار تھے۔“

(مخلص شخصیت دانکار مولانا غلام محمد گھوٹوی ص ۲۹۳)

## (۱۶۱۹) کے ایل ناصر، پادری

پادری کے ایل ناصر گوجرانوالہ کے تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف ”حقیقت مرزا بقلم خود“ کے نام پر کتاب لکھی جس کا چوتھا ایڈیشن ۲۳ مارچ ۱۹۸۴ء کو شائع کیا جو ”محاسبہ قادیانیت“ کی جلد دوم میں شامل اشاعت ہے۔

(گ)

## (۱۶۲۰) گل بادشاہ (مردان)، مولانا سید

(پیدائش: ۱۳ جنوری ۱۹۱۳ء ..... وصال: ۱۰ جولائی ۱۹۷۳ء)

مولانا سید فضل الرحیم خراسانی قادری کے گھر سواریاں طور ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ نڈل اپنے علاقہ میں پاس کی۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۹ء میں شیخ الاسلام حضرت مدنی سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ فراغت کے بعد طور و نواب صاحب کے قائم کردہ مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔ آزادی وطن کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں انگریز حکومت کے خلاف تقریر کرنے کے جرم میں گرفتار ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد رہا ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں خان عبدالقیوم وزیر اعلیٰ تھاتو مولانا سید گل بادشاہ کو گرفتار کیا۔ ۱۹۵۴ء میں غلام محمد پاکستان کا گورنر جنرل بنا تو سیاسی قیدیوں کی عام رہائی کا اعلان کیا۔ چھ سال بعد آپ رہا ہوئے۔ خان قیوم کے زمانہ میں جب آپ کو گرفتار کیا گیا تو آپ نے خان عبدالقیوم کو پیغام بھجوایا کہ میں سید زادہ ہوں۔ جب میں رہا ہوں گا۔ آپ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ایسے ایسے وقت میں رہا ہوئے جب خان قیوم اقتدار سے لڑھک گئے تھے۔ آپ خیر پختونخواہ صوبہ کی جمعیت علماء اسلام کے امیر رہے۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ خوب غضب کے خطیب تھے۔ ایک زمانہ میں اس خطہ کا کوئی جلسہ آپ کے بغیر نہ ہوتا تھا۔ آپ نے علماء کو وقار کے ساتھ جینے کا ڈھنگ سکھایا۔ آپ کا جنازہ شیرسرحد حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے پڑھایا۔

## (۱۶۲۱) گل حبیب (بلوچستان)، شیخ الحدیث مولانا

(ولادت: ۱۹۵۳ء ..... وفات: ۳ دسمبر ۲۰۱۸ء)

مولانا گل حبیب موضع کلی پورہ غوری زئی بلوچستان میں حاجی خداداد کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق کاکڑ قوم کی ذیلی شاخ سنز خیل غوری زئی سے تھا۔ آپ کے والد درویش منش، صاحب ثروت، خانہ بدوش تھے۔ مادری زبان پشتو تھی۔ مولانا گل حبیب کی والدہ بھی نیک سیرت خاتون تھیں۔ ان کی اکثر یہ دعا ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نیک، عالم، متقی، فرزند نصیب کریں۔ علاقہ کے عالم، بزرگ مولانا محمد قاسم کے سامنے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا اور ان سے دعا کرائی جو مولانا گل حبیب کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ مولانا گل حبیب جب سن شعور کو پہنچے تو خاندانی رواج کے مطابق خانہ بدوش قبائل کے بچوں کی طرح بھیڑ اور اونٹ چرانے لگے۔

علاقہ میں مولانا رحمت اللہ خوندزادہ سلسلہ نقشبندیہ بانوریہ کے بزرگ عالم تھے، ان کے ہاں والدہ کی خواہش پر ۱۴ سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم کے لئے داخلہ لیا۔ یہاں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ژوب میں مولانا اللہ داد کا کڑ، مولانا جمال خان، مولانا محمد عیسیٰ، مولانا محمد اسماعیل سے کتب فنون کی تکمیل کی۔ اکوڑہ میں مولانا عبدالسلام اور شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ باباجی سے بھی کسب فیض کیا اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں موقوف علیہ کی تعلیم مکمل کی۔ مولانا فضل موٹی، مولانا مفتی فرید، مولانا دیر بابا، مولانا عبدالعلیم اور مولانا سمیع الحق کی بھی شاگردی اختیار کی۔ یہ ۱۳۹۹ھ کی بات ہے۔ اسی سال شعبان ورمضان میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر سے نصرتہ العلوم گوجرانوالہ میں دورہ تفسیر پڑھا۔ شوال ۱۳۹۹ھ میں جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا عنایت اللہ اور دیگر اساتذہ سے دورہ حدیث شریف کیا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا ڈاکٹر شیرعلی سے بھی سند حدیث کی اجازت کا شرف حاصل کیا۔ خانقاہ سراجیہ جاکر حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ رمضان ۱۴۰۰ھ خانقاہ سراجیہ میں گزرا۔ شوال ۱۴۰۰ھ مدرسہ مدینۃ العلوم قلعہ سیف اللہ میں تدریس کا آغاز کیا۔ دارالعلوم اسلامیہ لورالائی، جامعہ خیر المدارس وجامعہ قاسم العلوم کونڈ، جامعہ کنز العلوم پشین، ریاض العلوم ریگی میں ۳۸ سال تدریس کی۔ کریمہ سے بخاری شریف تک کتب بارہا پڑھائیں اور ہزاروں ہزار طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ ۲۰۱۵ء میں جامعہ سراج العلوم سعدیہ کنگلشن سراج نیوبیلی بانی پاس کونڈ میں قیام عمل میں آیا۔ ۲۰۱۷ء میں ابتدائی کتب سے دورہ حدیث شریف تک کی یہاں معیاری تعلیم کا شہرہ ہوا۔ کم عرصہ میں اس جامعہ کو بہت ہی قبولیت حاصل ہوئی۔ فراغت کے بعد کم و بیش چالیس سال آپ مسند تدریس کی زینت رہے۔ ۳۹ رسال آپ نے رمضان المبارک خانقاہ سراجیہ میں گزارا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے صرف سلوک کی تکمیل نہ کی بلکہ خلافت کا بھی اعزاز حاصل کیا۔ یہ ۱۹۹۴ء کا رمضان المبارک تھا۔ اپنے شیخ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کا تذکرہ آتے ہی آب دیدہ ہو جاتے۔ فنون پر بات کرتے تو مودب ہو کر ٹوپی سر پر کر کے بات کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے عشق و محبت ایسے نصیب ہوا کہ ذکر رسول اللہ ﷺ زبان پر ہوتا اور آنسوؤں کی چھڑی چہرہ و داڑھی کو تر کر دیتی۔ مدینہ طیبہ حاضری کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے۔ اگست ۱۹۹۷ء سے عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹۹۸ء میں اپنے شیخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے ساتھ پہلا حج کیا۔ اس کے بعد سترہ بار حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی۔ آپ کا شمار مجددی نقشبندی نسبتوں کے وارثوں میں ہوتا تھا۔ معتدل مزاج، ہنس مکھ، انتہائی وجہ، چہرہ پر نورانیت، پیشانی سحر گاہی کی غماز، چلنے میں علم کا وقار، گفتگو میں متانت، اپنے ہم عصر علماء میں درجہ محبوبیت کے حامل۔ جہاں رہے شرافت سنجیدگی اور علمی شکوہ کے حامل رہے۔ مولانا گل حبیب ششما ہی امتحانات کی چھٹیوں پر پاکستان میں نقشبندی مشائخ کے مزارات پر باری باری جاتے۔ خانقاہ سراجیہ سے رمضان شریف کے بعد واپس پر موسیٰ زئی شریف حاضری ان کا معمول رہا۔

مولانا موصوف زمانہ طالب علمی میں ختم نبوت کے سلسلہ میں گرفتار رہے۔ مولانا شمس الدین شہید نے ژوب میں قادیانی فتنہ کے خلاف آواز بلند کی تو مولانا گل حبیب طالب علم ہونے کے باوجود آپ کے شانہ بشانہ رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہر پروگرام میں پیش پیش ہوتے۔ جمعیتہ علماء اسلام کے ساتھ آپ کی وابستگی غیر مشروط تھی۔ مولانا گل حبیب نامور عالم دین، مذہبی رہنما، پیر طریقت، دانشمند، مثبت سوچ، ثقہ علم، درس و تدریس کے ماہر، متقی و پرہیزگار شخص تھے۔

## (۱۶۲۲) گل حسن شاہ (میرٹھ)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مبالغہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا گل حسن شاہ کو بھی انجام آقہم کے ص ۷۰، نمبر ۵۱ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۶۲۳) گل زمان (ہری پور)، جناب راجہ

(پیدائش: ۱۹۱۲ء ..... وفات: ۹ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

آپ سکندر پور ہری پور میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام راجہ فتح علی خان تھا۔ ابتداءً تعلیم مقامی سکول میں ہی حاصل کی۔ بعد ازاں والد صاحب کے انتقال کے بعد پشاور چلے گئے۔ یہ ۱۹۳۲ء تھا۔ ان کے بڑے بھائی راجہ عبدالعزیز پہلے سے ہی پشاور میں کاروبار کرتے تھے۔ پشاور کے تاریخی مقام چوک یادگار میں نیوز ایجنسی قائم کی۔ تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں مفتی سرحد مفتی عبدالقیوم پوپلزئی، مولانا سعید الدین شیرکوٹی، مولانا عبدالودود قریشی، مولانا فضل حق مرحوم کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی سے دیرینہ عقیدت مندانہ تعلق تھا۔ اسی تعلق کی بنیاد پر اپنی نیوز ایجنسی پر رد قادیانیت کا لٹریچر بھی رکھتے اور اخبارات کے ساتھ ساتھ اسے بھی تقسیم کرتے۔ قادیانی اور قادیانی نوازیہ برداشت نہ کر سکے اور ان کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرنے لگے۔ مرحوم راجہ گل زمان چونکہ فطری طور پر نہایت جری، دلیر اور بہادر انسان تھے۔ دین دشمنوں کی ان سازشوں کا ہمت مردانہ سے مقابلہ کیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری و دیگر قائدین ان کی بھرپور سرپرستی فرماتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے مجاہدانہ حصہ لیا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی جب بھی پشاور تشریف لاتے تو آپ کی نیوز ایجنسی کو بھی ضرور رونق بخشتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں آپ واپس ہری پور تشریف لائے۔ یہاں بھی خدام ختم نبوت کی بھرپور سرپرستی فرماتے رہے۔ تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کے ہر چھوٹے بڑے پروگرام میں شرکت فرماتے اور اپنی دعاؤں سے نوازتے۔ حضرت مولانا اللہ وسایا، صاحبزادہ طارق محمود، سید امین گیلانی مرحوم کے تمام پروگراموں میں شریک ہوتے۔ ان حضرات کی آمد پر آپ کی خوشی دیدنی ہوتی تھی۔ اکابر علماء حق سے والہانہ وابستگی کی بنیاد پر ہی اپنے چھوٹے بیٹے حافظ عمر رحمن کو خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف حفظ قرآن مجید کے لئے بھیجا۔ ان کے بڑے بیٹے لالہ فضل الرحمن عارف مجاہد ختم نبوت ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی ہے۔

(محمد اورنگزیب اعوان)

## (۱۶۲۴) گل شیر شہید، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۸۹۹ء ..... شہادت: ۲۳ مئی ۱۹۴۴ء)

مولانا محمد گل شیر خان شہید ضلع انک کے نواحی قصبہ ملہوالی میں پیدا ہوئے۔ مختلف دینی مدارس میں دینی تعلیم کی تکمیل کے



بعد جب انک، چکوال، جہلم، گجرات، میانوالی، سرگودھا، بھکر اور خوشاب کے اضلاع میں ساہوکار ہندوؤں، مسلمان جاگیرداروں اور وڈیروں کے غریب مسلمانوں پر معاشی ظلم کے بازار گرم ہوتے دیکھے تو آپ نے ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کو تجارت کی ترغیب دی۔ جب لوگوں نے سرمایہ نہ ہونے کا عذر کیا انہیں چندہ کر کے دکائیں بنوادیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں اور دشمنوں کو صلح و آشتی میں بدلنے میں اہم کردار ادا کیا۔ جس سے مسلمان معاشی لحاظ سے اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے اور ان کی صفوں میں اتحاد پیدا ہو گیا۔

۱۹۳۹ء میں مولانا گل شیر خان حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کا اپنا کہنا تھا کہ: ”مجھے روضہ رسول ﷺ سے بذریعہ خواب مجلس احرار اسلام میں شامل ہونے کا حکم ملا۔“ حج سے واپس آ کر آپ نے زمائے احرار کو اضلاع میانوالی اور انک کے دورے کی دعوت دی اور آخری جلسے منعقدہ عیسیٰ خیل میں مجلس احرار میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ جس کی بدولت ان غلام علاقوں میں تحریک حریت کا آغاز ہوا۔ آپ کی شعلہ بار خطابت نے انگریز اور اس کے حاشیہ نشینوں کے فلک بوس محلوں میں آگ لگا دی۔ یہ علاقے انگریزوں کی فوج میں بھرتی دینے میں مشہور تھے۔ آپ نے فوجی بھرتی بائیکاٹ کی مہم چلائی۔

آپ نے سرگودھا، شاہ پور، انک، جہلم، خوشاب اور میانوالی کے ضلعوں میں پے در پے دورے کر کے آزادی کے قافلے کو تیز کر دیا۔ آپ کو بارہا قید و بند اور دروسن کے مراحل سے گزرنا پڑا۔ لیکن آپ تمام آزمائشوں سے سرخرو ہو کر نکلے اور عزیمت کی بے نظیر مثالیں جریدہ عالم پر ثبت کیں۔

مولانا گل شیر شہید ایک بے باک مجاہد، بے لوث مبلغ، آتش نفس خطیب، حکومت وقت کے عظیم باغی اور اپنے عہد کے ولی اللہ تھے۔ جن کی سحر طراز شخصیت کے نفوس آج بھی وقت کی جبین پر نقش اور تابندہ ہیں۔ انہوں نے ایسے وقت میں مغربی سامراج کو لاکارا۔ جب سطوت فرنگ سے بڑے بڑوں کے دل چھوٹ جاتے تھے مولانا گل شیر خان موٹا جھوٹا پہن کر اور نان جویں کھا کر میدان جنگ میں اترے اور فرنگی آمرؤں کو دعوت مبارزت دیتے رہے۔ جوان کے بہادرانہ عزائم اور دلاورانہ عمل کی بے مثال دلیل ہے۔ شورش کاشمیری کے بقول: ”مولانا گل شیر صحیح معنوں میں صحابہ کرام ﷺ کی جراتوں اور شجاعت کا نمونہ تھے۔“ ابھی گل شیر شہید کی خوش نوائیاں ہندوستان کے اطراف میں پھیلی ہی تھیں کہ آپ کی آواز کو دبا دیا گیا۔ مولانا گل شیر ۱۹۳۹ء میں مجلس احرار کے قافلہ تحفظ ختم نبوت میں شامل ہوئے۔ ان کی تقاریر میں آزادی وطن اور ختم نبوت کے موضوعات کو اذیت حاصل تھی۔ سید امیر علی شاہ مرحوم امیر مجلس احرار اسلام ڈیرہ غازی خان کی روایت تھی کہ مولانا گل شیر گورداسپور کی تحصیل پٹالہ میں مجلس احرار اسلام کی ختم نبوت کانفرنس کے لئے تشریف لائے اور قادیانیت کے حوالے سے تاریخی خطاب فرمایا۔ قادیان میں مجلس احرار اسلام کے اولین مبلغ حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی مولانا گل شیر کے ہم جماعت تھے۔ جنہوں نے قادیان میں مرکز احرار میں بیٹھ کر آٹھ سال تک قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ مولانا گل شیر نے ہندوستان بھر میں ختم نبوت کانفرنسوں سے خطاب کیا اور عوام الناس کے دلوں میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو راسخ کیا۔

## (۱۶۲۵) گل محمد خالد (پنوں عاقل)، مولانا

(وفات: ۳/ جون ۲۰۰۹ء)

تحصیل پنوں عاقل ضلع سکھر کے گاؤں ”نوراجا“ میں ایک کاشتکار ولی محمد سمیچو کے گھر جولائی ۱۹۳۱ء میں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی جس کا نام گل محمد رکھا گیا۔ ناظرہ قرآن مجید، ابتدائی عربی و فارسی ٹڈل تک اپنے ہی علاقہ کے اساتذہ سے پڑھے۔ بعد ازاں سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں داخلہ لیا۔ جہاں سے مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کر کے واپس اپنے ہی علاقے میں تعلیمی خدمات سرانجام دینے لگے۔ اسی اثناء میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول پنوں عاقل میں ٹیچر کے طور پر باقاعدہ آرڈر ملا اور کچھ عرصہ وہاں پر ایمانداری اور لگن سے کام کیا۔ تنظیمی طور پر ان کا تعلق تقسیم سے قبل کا ہی مجلس احرار اسلام سے تھا۔ بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرگرم اور مخلص کارکن کی حیثیت سے علاقہ بھر میں خدمات سرانجام دیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور نہایت جرأت رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے پنوں عاقل اور گردونواح میں تحریک کے الاؤ کو روشن کیا۔ بالآخر گرفتاری ہوئی اور انہیں چھ ماہ قید سنائی گئی۔ پنوں عاقل سے سینٹرل جیل سکھر منتقل کیا گیا تو ان کی خوش بختی کہ ان کے قائدین یعنی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سید ابوالحسنات قادری، سید مظفر علی سٹشی و دیگر بھی ان دنوں تحفظ ختم نبوت کی پاداش میں سینٹرل جیل سکھر میں ہی پابند سلاسل تھے۔ ان بزرگوں کی رفاقت اور وہ بھی پس دیوار زنداں اس ماحول میں مولانا گل محمد مرحوم کے شب روز گزرے۔ پیچھے محکمہ تعلیم نے انہیں نوکری سے برطرف کر دیا۔ گھر میں فاقے پڑنے لگے کہ اپنے گھر کے واحد کفیل تھے۔ گزر بسر کے لئے اپنا آبائی رقبہ فروخت کیا گیا۔ یوں ان کے خاندان نے بے کسی و بے بسی کے عالم میں وقت گزارا۔ لیکن ان حالات کے باوجود اس مرد مجاہد نے حالات سے سمجھوتہ کئے بغیر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کچھ عرصہ مرکزی دفتر ملتان میں خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۶۲۶) گل محمد خان دیوبندی، مولوی

مولوی گل محمد خان دیوبندی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”قادیانی کے عقائد، شریعت نبوی سے بالکل بیگانہ ہیں۔ اس نے اکثر عقائد اپنے تراش خراش سے ایجاد کئے ہیں، جو نہ کسی دین منزل کے موافق اور نہ کسی ضابطہ عقلی کے تحت میں داخلی ہیں اور بعض عقائد یونانی دہریوں کے قواعد و اصول پر مبنی ہیں۔“

## (۱۶۲۷) گل محمد خان، جناب جسٹس

(ولادت: ۱۹۲۸ء، حویلی بہادر شاہ جھنگ ..... وفات: ۱۵/ ستمبر ۱۹۹۳ء، لندن)

ماہر قانون، مصنف، دانشور، سابق جج ہائیکورٹ لاہور، سابق چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت۔ آپ نے ایک فیصلہ ”نفیس احمد بنام پنجاب یونیورسٹی“ میں قادیانی موقف کو مسترد کر دیا۔ اسی طرح آپ کی سربراہی میں وفاقی شرعی عدالت نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو ”گستاخ رسول کی سزا صرف قتل ہے“ قرار دیا۔

## (۱۶۲۸) گل ناصرندیم (آزاد کشمیر)، جناب رانا

”انگریز، کشمیر اور مرزائی“ اس نام سے جناب رانا گل ناصرندیم کا ۱۶ صفحاتی مضمون مجلس احرار کے مرکزی مکتبہ نے آزاد کشمیر اسمبلی کے فیصلہ کے فوراً بعد شائع کر کے تقسیم کیا۔

## (۱۶۲۹) گلزار احمد مظاہری (لاہور)، مولانا

(پیدائش: ۱۰ فروری ۱۹۲۲ء ..... وفات: ۱۰ ستمبر ۱۹۸۶ء)

حضرت مولانا گلزار احمد صاحب مظاہری، مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل عالم دین تھے۔ جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اتحاد العلماء کے آپ عرصہ تک سیکرٹری جنرل رہے اور مولانا محمد چراغ کے بعد اتحاد العلماء کے مرکزی صدر بھی رہے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ خوب شعلہ نوا خطیب اور بہادر انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے خوبیوں کا موقع بنا دیا تھا۔ مولانا مرحوم سے ۱۹۷۴ء میں نیاز منداندہ ساتھ رہا۔ چنیوٹ اور چناب گمر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں بھی تشریف لاتے رہے اور اپنے بیان سے ممنون فرماتے رہے۔

آپ نے منصورہ میں علماء اکیڈمی بنائی۔ عرصہ تک اس کے ڈائریکٹر رہے۔ پراچہ برادری سے تعلق تھا۔ بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ پھر لاہور منتقل ہوئے اور یہیں وصال فرمایا۔ اچھرہ کے قبرستان مسجد کے عقب میں ان کی آخری آرام گاہ ہے۔ حضرت مولانا گلزار احمد مظاہری کے سات رسائل ہمیں میسر آئے۔

- |        |  |        |                               |
|--------|--|--------|-------------------------------|
| .....۱ | ”قادیانی ہم مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟“ | .....۲ | ”قادیانیت عدالت کے کٹہرے میں“ |
| .....۳ | ”قادیانیوں کی سیاسی منزل“                | .....۴ | ”سراپا غلام احمد قادیانی“     |
| .....۵ | ”قادیانی آزادی کشمیر کے دشمن“            | .....۶ | ”ربوہ سے اسرائیل تک“          |
| .....۷ | ”قادیانی اور کلہ طیبہ“                   |        |                               |

رد قادیانیت پر حضرت مرحوم کے اور رسائل بھی ہیں جو ہمیں ملے۔ وہ احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شائع کر دیئے۔

## (۱۶۳۰) گور بخش سنگھ، ڈاکٹر اور پنڈت دھرت رام

سکھ خواہ قادیان میں رہائش رکھتے تھے اور چاہے نواح قادیان کے کسی گاؤں میں سب ہمارے ساتھ بڑا انس رکھتے تھے۔ ان کے نام بھی مجھے بھول گئے ہیں۔ ڈاکٹر گور بخش سنگھ اور پرتاپ سنگھ دو بھائی تھے اور رام گڑھیا خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بازار میں ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری کی دکان تھی۔ کوئی بھی معاملہ ہوتا وہ ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہوتے۔ اسی طرح ہندو بھی بلا تخصیص ہماری تحریک سے ہمدردانہ تعلق رکھتے تھے اور ہر کام میں ہمارے کندھے سے کندھا ملا کر چلتے اور دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ ایک ہندو ڈاکٹر تھے جن کا میں نام بھول گیا ہوں وہ تو ہمارے ساتھ اس حد تک قریب کا تعلق رکھتے تھے کہ اگر میں قادیان سے چند دن کے لئے باہر ہوتا تو وہ میرے مکان پر کم و بیش ہر روز میرے اہل و عیال کی صحت کے متعلق دریافت کرتے اور نہ صرف علاج کرتے بلکہ ادویہ کی قیمت لینے کے بھی روادار نہ تھے۔ کس کس کا ذکر کروں؟

ایک صاحب مہاتما کرم تھے جو ہندوؤں میں بڑے معزز اور خدا پرست ہونے کی وجہ سے مہاتما مشہور تھے۔ ان کا ہمارے ساتھ بڑا گہرا رابطہ تھا اور ان کا ہمدردانہ انداز ایسا تھا کہ ہندو مسلم تیز کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ میرے بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ ہندو عورتیں ان سے اس حد تک پیار کرتی تھیں کہ انہیں اپنے گھروں میں اٹھا کر لے جاتیں اور انہیں مٹھائی وغیرہ دیتیں اور چھوت چھات ہمارے بچوں سے بالکل نہ ہوتی تھی۔ وہ ان کے چوکے پر پڑھ جاتے اور ان کے برتنوں میں کھاپی لیتے تھے۔ ان میں ایک پنڈت دھرت رام تھے اور وہ کانگریسی تھے۔ انہیں قادیانی گاندھی کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ رات گئے تک ہمارے دفتر میں بیٹھے رہتے تھے۔

(مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۱)

### (۱۶۳۱) لطافت حسین شاہ (سجادہ نشین لوادا)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مبالغہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت لطافت حسین شاہ کو بھی انجام آختم کے ص ۲۷، نمبر ۹۵ پر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

### (۱۶۳۲) لطف اللہ علی گڑھی، مولانا

مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے لکھا کہ: ”جس شخص کے یہ عقیدے (مولانا محمد حسین بنا لوی کے استفتاء میں مذکور) ہیں وہ بے شک دائرہ اسلام سے خارج، ملحد و زندق ہے۔ نعوذ باللہ من شرورہ“

### (۱۶۳۳) لطف اللہ مردانی، حضرت مولانا محمد

(ولادت: ۱۹۰۸ء ..... وفات: ۱۹۸۳ء)

آپ جہانگیرہ، صوابی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۳۴۵ھ میں حضرت سید انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا اعجاز علی ایسے اکابر سے حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کافی عرصہ تک جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تدریس کرتے رہے۔ فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام پر آپ نے توشیحی دستخط ثبت فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۸۶)

### (۱۶۳۴) لطیف احمد چشتی امرتسری، جناب الحاج

(ولادت: ۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء ..... وفات: ۲۸ اپریل ۱۹۹۷ء)

آپ کی ولادت کا کڑا افتخار حاصل اجمالہ ضلع امرتسر میں ہوئی۔ عصری تعلیم کے علاوہ مذہبی تعلیم اور بیعت کا شرف اپنے دادا

ایشیخ محمد مستقیم چشتی سے حاصل کیا۔ آپ نے تحریک پاکستان کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ پاکستان بننے کے بعد امرتسر سے گوجرانوالہ آ گئے۔ مسلمانان کشمیر کی خدمت کے لئے جمعیتہ العلماء پاکستان کے وفد میں بھی آپ کی تشکیل کی گئی۔ مرکزی خازن مقرر ہوئے۔ مولانا نورانی میاں، مولانا نیازی صاحب سے گہرے مراسم تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ایک سال جیل کاٹی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۲ء میں موثر کردار ادا کیا۔ تمام مشترکہ امور میں اتحاد امت کے لئے سرگرم عمل رہے۔

بارہا حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ وفات سے قبل بھی ۱۹۹۷ء میں مناسک حج مکمل ہونے کے بعد پھیپھڑوں میں تکلیف ہوئی۔ مکہ مکرمہ انور ہسپتال میں لے جائے گئے۔ وقت موعود آیا اور ۲۷/۱۲ اپریل کو بوقت سحری خالق حقیقی سے جا ملے۔ ۲۸/۱۲ اپریل کو جنازہ ہوا اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ زبے نصیب!

## (۱۶۳۵) لطیف احمد شیروانی (ایم۔ اے)

آپ نے ”حرف اقبال“ کے نام پر علامہ اقبال کے خطبات تقاریر اور بیانات کا مجموعہ مرتب کیا جس کے حصہ دوم میں اسلام اور قادیانیت کے متعلق علامہ مرحوم کے گرانقدر خطوط، مقالات و خطبات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہ حصہ چھبیس صفحات پر مشتمل ہے۔

## (۱۶۳۶) لعل شاہ دوالمیالوی، مولانا سید

(پیدائش: ۱۸۴۷ء ..... وفات: ۱۹۴۷ء)

دوالمیال ضلع چکوال میں معروف قصبہ ہے۔ کلمی سادات کے گھرانہ میں فرد فرید مولانا سید لعل شاہ تھے۔ بھیرہ، پشاور، لاہور سے دینی تعلیم مکمل کی۔ چشتی سلسلہ کے بزرگ خواجہ محمد میروی سے خلافت حاصل کی۔ دوالمیال قادیانیوں کی زد میں تھا۔ آپ ان کے خلاف تحریر و تقریر منبر و محراب سے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ ۹ فروری ۱۹۰۷ء کو ایک مسجد کے سلسلہ میں قادیانیوں کے خلاف اسٹنٹ کمشنر پنڈ دادخان سے فیصلہ لیا۔ ۱۶ مارچ ۱۹۲۳ء کو دوالمیال میں قاضی فضل احمد گورداسپوری اور آپ کا قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ ماہنامہ تائید الاسلام لاہور مئی ۱۹۲۳ء میں کارروائی شائع ہوئی۔ عبدالرحمن خادم معروف بد زبان قادیانی مناظرے ۱۹۳۲ء میں آپ کا مناظرہ ہوا۔ جس میں قادیانیوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ آپ کی مسجد میں فقیر راقم کو بارہا بیان کرنے کی اللہ رب العزت نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

## (۱۶۳۷) لعل صاحب (لاہور)، جناب حاجی

(پیدائش: ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء، جالندھر ..... وفات: ۲۶ ستمبر ۱۹۶۱ء، لاہور)

تاج کینی کے رسالہ ادبی دنیا، ایمان، امرتسر، مساوات، امرتسر، زمیندار لاہور میں مولانا ظفر علی خان اور مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کے ساتھ کام کیا۔ مزاحیہ شاعر تھے۔ ملعون قادیان پر طبع آزمائی کرتے ہیں تو اس کی ہڈیاں چٹنی اودھو تھنی گٹر غرق آلود کر دیتے ہیں۔

## (۱۶۳۸) لیاقت علی خان، جناب نواب زادہ

(ولادت: ۲ اکتوبر ۱۸۹۶ء، کرناٹ ..... شہادت: ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء، راولپنڈی)

جناب نواب زادہ لیاقت علی خان پاکستان کے پہلے وزیر اعظم تھے۔ آپ کو اپنے آخری دور حیات میں چوہدری ظفر اللہ

خاں کی حقیقت کا علم ہو چکا تھا اور وہ اس طرح ہوا کہ لیاقت علی خاں مرحوم ضلع سیالکوٹ کے ایک قصبہ نارووال کے ریلوے اسٹیشن پر اپنی گاڑی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق صدر قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی ضلع سیالکوٹ کے تبلیغی دورہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ جب قاضی صاحب مرحوم کو معلوم ہوا کہ خان لیاقت علی خاں مرحوم نارووال کے پلیٹ فارم پر گاڑی میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور رات وہیں قیام ہے تو قاضی صاحب اپنا قادیانیت سے بھرا ہوا مشہور ٹرک ساتھ لے کر پہنچ گئے۔ وقت مانگا تو ۱۵ منٹ کے لئے ملاقات کا وقت مل گیا۔ قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک صحیح مبلغ کا دماغ اور زبان عطاء کی ہوئی تھی۔

خان صاحب سے قادیانیت کے موضوع پر گفتگو کی۔ قادیانیت کی مذہبی اور دینی حیثیت واضح کرنے کے بعد قادیانیت سے ملک اور اسلام کو جو سیاسی خطرات تھے وہ بیان کئے۔ جب گفتگو کرتے آدھ گھنٹہ گزر گیا تو نواب صدیق علی خان جو لیاقت علی خاں مرحوم کے پولیٹیکل سیکرٹری تھے۔ اندر داخل ہوئے اور عرض کیا کہ قاضی صاحب کی ملاقات کا وقت ختم ہو گیا ہے اور باہر ملاقاتی ملاقات کے لئے بہت بے چین ہیں۔ لیاقت علی مرحوم نے فرمایا کہ سب کی ملاقاتیں منسوخ ان سب کو پھر کوئی دوسرا وقت دیا جائے گا اور اب میں کسی اور سے ملاقات نہیں کروں گا۔ قاضی صاحب سے فرمایا کہ آپ جلدی نہ کریں۔ مجھے اطمینان سے یہ قضیہ سمجھائیں۔ آپ جتنا وقت لیں گے دیا جائے گا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ قادیانی امت اور اس کا ایک فرد چوہدری ظفر اللہ خان سب سے پہلے اپنے خلیفہ کے فرمانبردار اور وفادار ہیں نہ کہ آپ کے یا مملکت پاکستان کے۔

### دو مثالیں (قادیانی خلیفہ سے وفاداری)

پھر قاضی صاحب نے مثال کے طور پر دو واقعات کا ذکر کیا۔ پہلا علامہ اقبال کا کہ وہ کسی زمانہ میں کشمیر کمیٹی کے جنرل سیکرٹری اور خلیفہ قادیان مرزا محمود اس کمیٹی کے صدر تھے۔ بعد میں علامہ اقبال نے اس کمیٹی سے یہ کہہ کر استعفیٰ دیا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہر قادیانی اولیٰں طور پر اپنے خلیفہ کا وفادار ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے کسی شخص یا مقصد کا وفادار نہیں ہو سکتا۔ دوسری مثال قاضی صاحب نے یہ دی کہ کچھ عرصہ پہلے فلسطین کا مسئلہ یو۔ این۔ او میں پیش ہو رہا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ پاکستان کی ہر قیادت نے عربوں کی ہمیشہ حمایت کی ہے۔ یہاں تک کہ اسرائیل کے وجودنا مسعود کو تسلیم ہی نہیں کیا ہے۔ پاکستان کی اسی پالیسی کی وجہ سے چوہدری ظفر اللہ خاں کو جو یو۔ این۔ او میں پاکستان کے نمائندے تھے۔ عربوں کی ڈٹ کر حمایت کرنا تھی۔ لیکن چوہدری ظفر اللہ خان نے بلیک میلنگ کی اور عربوں کو کہا کہ میں آپ کی تب مدد کر سکتا ہوں جب میرا خلیفہ ربوہ مرزا محمود مجھے آپ کی مدد کرنے کا حکم دے۔ ان بے چاروں، ضرورت کے ماروں نے خلیفہ ربوہ سے بذریعہ تار ماد کی درخواست کی۔ خلیفہ ربوہ نے یو۔ این۔ او میں عرب ڈیلی گیشن کو بذریعہ تار اطلاع دی کہ میں نے آپ کی درخواست کے مطابق چوہدری ظفر اللہ خان کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے۔ اس تار پر عرب ڈیلی گیشن نے ربوہ کے خلیفہ صاحب کو شکریہ کا تاج بھجا۔ خدا کی قدرت یہ دونوں تار ربوہ کے دفتر سے کسی نہ کسی طرح اڑ کر ہمارے ہاتھ لگ گئے ہیں اور ان تاروں سے پتہ چلا ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خاں تنخواہ پاکستان کے خزانہ سے حاصل کرتا ہے۔ نوکر آپ کا ہے لیکن وفاداری بشرط استواری خلیفہ ربوہ سے ہے اور کام اپنی جماعت کا کر رہا ہے۔ اسے کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ آپ کی بجائے خلیفہ ربوہ کا تعارف عربوں سے کرانا۔ لیاقت علی خاں مرحوم نے تاروں کو دیکھا اور درخواست کی کہ آپ یہ دونوں تار مجھے دے سکتے ہیں۔ قاضی صاحب نے دونوں تار دے دیئے۔

ملاقات کے اختتام پر لیاقت علی خان نے کہا: ”اب یہ بوجھ آپ کے کندھوں سے میرے کندھوں پر آن پڑا ہے۔“ یہی وجہ بنی کہ انہیں شہید کر دیا گیا۔ چنانچہ قومی اخبارات اور کراچی سے شائع ہونے والے ایک جریدہ ہفت روزہ ”تکبیر“ مارچ میں پاکستان کے مشہور سراغ رساں جیمز سالومن ونسٹن کی یادوں کے حوالہ سے ایک چونکا دینے والا انکشاف شائع ہو چکا ہے۔ اس انکشاف سے ملک بھر کے سیاسی حلقے حیرت زدہ رہ گئے۔ بتایا گیا کہ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو سید اکبر نے نہیں بلکہ ایک جرمن قادیانی جیمز کنزے نے قتل کیا تھا۔ یہ شخص ظفر اللہ خان قادیانی سابق وزیر خارجہ کا لے پالک تھا اور اس سازش کا پورا ڈرامہ آنجہانی ظفر اللہ خان قادیانی سابق وزیر خارجہ کے تحریمی ذہن کی پیداوار تھا۔ لیاقت علی خان کے قتل سے متعلق یہ رپورٹ آج بھی سنٹرل انٹیلی جنس کراچی کے دفتر میں موجود ہے۔

(۵)

(۱۶۳۹) ماہر القادری (کراچی)، جناب

(ولادت: ۳۰ جولائی ۱۹۰۷ء ..... وفات: ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء)

معروف صحافی جناب ماہر القادری (اصل نام منظور حسین تھا) ایڈیٹر ”ماہنامہ فاران“ کراچی کو لاہوری مرزائیوں نے چند پمفلٹ بھیجے جس کا انہوں نے ان کا جواب اپنے رسالہ ”فاران“ میں ”قادیانیت“ کے عنوان پر بلا قسطا تحریر کیا۔ اسے کتابی شکل میں سید عبدالرحمن شاہ صاحب نے فیصل آباد سے شائع کیا۔ اب احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۶۴۰) مبارک حسین سنبھلی، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۸۷۸ء)

آپ سنبھلی ضلع مراد آباد (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں پائی۔ کچھ عرصہ ایک معلم کے پاس اپنے مکان پر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دوران تعلیم منطق و فلسفہ سے آپ کو خاص دلچسپی رہی۔ ۱۹۱۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ نے کچھ عرصہ حضرت شیخ الہند کے ساتھ سفر و حضر میں گزارا۔ ۱۹۱۵ء میں قاسم العلوم کے نام سے میرٹھ میں ایک اسلامی مدرسہ قائم کیا۔ تدریس کے ساتھ ضلع میرٹھ کی خلافت کمیٹی کی نظامت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ جمعیۃ علماء ہند کے سرگرم کارکن رہے۔ قادیانی عقائد پر مشتمل ایک سوالنامہ بصورت استفتاء مرتب کر کے اس پر متحدہ ہندوستان کے تمام مسالک کے علماء و مفتیان کرام کے فتوے حاصل کئے گئے۔ بعد ازاں ان فتویٰ جات کو ”فتویٰ تکفیر قادیان“ کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس فتویٰ تکفیر قادیان میں آپ نے اپنا فتویٰ تحریر کیا کہ: ”عقائد مندرجہ سوال رکھنے والا قطعاً کافر ہے۔ عورت اس کے نکاح سے باہر ہے۔ اہل اسلام کو چاہئے کہ احکام و معاملات میں ان سے احتراز رکھیں۔“ ”ہکذا فی کتب الاسلام!“

خادم الطلبيہ: محمد مبارک حسین

## (۱۶۴۱) مبارک علی شاہ گیلانی، جناب پیر

(پیدائش: ۱۸۷۰ء ..... وفات: ۲۰ فروری ۱۹۶۱ء)

سجادہ نشین درگاہ حضرت طاہر بندگی لاہور، گیلانی پریس لاہور کے پروفیسر تھے۔ حضرت طاہر بندگی میانہ قبرستان کے احاطہ میں مدفون ہیں۔ قادیانی ہماری نظر میں ص ۲، ۳ پر ان کا بیان درج ہے۔

”قادیانی آج کل مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اپنے مذہبی عقائد اور موقف کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں ان کے ”نبی“ مرزا غلام احمد قادیانی کے ارشادات پیش کرتے ہیں، جن کی رو سے قادیانی حضرات نے خود ہی اپنے آپ کو امت نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ سے الگ کر لیا ہے۔

..... غیر قادیانی کافر ہیں۔ ”کل مسلمان جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“

..... ۲ رسول اکرم ﷺ کو ماننے کے باوجود کافر۔ ”ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا یا عیسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“

مسلمانوں کا اسلام الگ اور ہمارا اسلام الگ۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا: ”ان کا (مسلمانوں) اسلام اور ہے اور ہمارا اسلام اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور ہے۔ ان کا حج اور ہمارا حج اور ہے اور ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔“

(روزنامہ افضل مؤرخہ ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء ج ۵ نمبر ۱۵ ص ۸)

غیر قادیانی کافر: ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ وہ ہمارے نزدیک خدا کے ایک نبی کے منکر ہیں۔

(انوار خلافت ص ۹۰، انوار العلوم ج ۳ ص ۱۱۴۸، انوار ایشیر الدین محمود)

غیر قادیانیوں کے حق میں دشنام طرازی: اور جان لو کہ ہر شخص جو حلال زادہ ہے اور بدکار عورتوں کی اولاد اور دجال کی نسل سے نہیں ہے اسے دو باتوں سے ایک ضرور اختیار کرنی ہوگی۔

(نور الحق ص ۱۲۳، خزائن ج ۸ ص ۱۶۳)

”ہمارے دشمن جنگلوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کیتوں سے بڑھ گئی ہیں۔“ (نجم الہدیٰ ص ۱۰، خزائن ج ۱۴ ص ۵۳)

قادیانیوں کا کلمہ الگ ہے۔ مرزا ناصر احمد قادیانی کے دورہ افریقہ میں تصویر کی کتاب ”SPEAKS“ میں ”احمد یہ سنٹرل ماسک“ کا فوٹو موجود ہے۔ وہاں یہ کلمہ لکھا ہوا ہے۔ ”لا الہ الا اللہ احمد رسول اللہ“ اسی طرح قادیانیوں کا درود شریف بھی الگ ہے جس میں آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ احمد لگا دیا جاتا ہے۔

قادیانیوں کا قرآن الگ ہے۔ ”انا انزلنہ قریبا من النقایان“ ہم نے اس قرآن کو قادیان میں نازل کیا۔

(برائین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳، شخص از مرزا غلام احمد قادیانی)

اسی طرح قادیانیوں نے جہاں اپنا الگ قرآن بنایا، وہاں پر مسلمانوں کے قرآن میں نہ صرف معنوی تحریف کی بلکہ لفظی بھی



کی۔ مرزا قادیانی نے کم از کم پچاس دفعہ قرآنی آیات کی لفظی تحریف کی ہے۔ قادیانی حضرات خود اس بات کا اعتراف، عظیم باجوه قادیانی وکیل ربوہ کے ہاتھوں تحریراً کر چکے ہیں کہ ان کی کتب میں قرآنی تحریف لفظی موجود ہے۔ عوام ہوشیار رہیں۔“  
(روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۱۴ جون ۱۹۷۷ء)

(۱۶۴۲) مبارک علی شاہ ہمدانی (قصور)، جناب سید

(پیدائش: ۲۳ مارچ ۱۸۹۵ء ..... وفات: ۱۰ جنوری ۱۹۵۳ء)

مولانا سید عبدالحق قصوری کے صاحبزادے مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی تھے۔ آپ نے اپنے والد، مولانا محمد دین خوشابی اور مولانا سید امانت علی سے دینی تعلیم حاصل کی۔ مولوی فاضل، منشی وادیب فاضل کے امتحان پاس کئے۔ مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے ہم عصر تھے۔ سادات ہمدانیہ جو قصور و خیر پور نا میوالی میں آباد ہیں سید مبارک علی شاہ صاحب ان کے جدِ اعلیٰ تھے۔

۱..... ”مرزا قادیانی کی بدزبانی“ ۲..... ”مرزائیوں سے چند سوالات“ ۳..... ”مسلمانان عالم مرزائیوں کی نظر میں“  
یہ تینوں رسائل حضرت مولانا سید مبارک علی ہمدانی قصوری کے مرتب کردہ ہیں جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں اشاعت پذیر ہوئے۔

(۱۶۴۳) مجتبیٰ رازی رامپوری، مولانا

۱۹۲۹ء کے نصف آخر میں انپولی میرٹھ میں قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی سنبھلی لکھنوی ایسے مناظرین اسلام جن کا وجود اس دھرتی پر جتہ اللہ کا درجہ رکھتا تھا جو صحیح معنی میں آیات من آیات اللہ تھے۔ ان حضرات نے اس مناظرہ میں اہل اسلام کی نمائندگی کی۔ قادیانی مناظر مجاہد نامی جو افضل قادیان کا ایڈیٹر بھی تھا۔ اس نے اپنی ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لئے افضل ۵ نومبر ۱۹۲۴ء میں اس مناظرہ کی رپورٹنگ میں جمل و تلمیذ سے کام لیا۔ جس کی جواب دہی کے لئے مولانا محمد مجتبیٰ رازی رامپوری نے قلم اٹھایا اور افضل کے اس نوٹ کا یہ جواب لکھا۔ ”السقر لمن کفر، الملقب بہ فتوحات محمدیہ بر فرقة غلمدیہ“ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں تیرا سی سال بعد اس کی اشاعت ثانی پر اللہ تعالیٰ کی عنایت و توفیق پر سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

(۱۶۴۴) مجیب الرحمن بنگالی، جناب شیخ

(پیدائش: ۱۷ مارچ ۱۹۲۰ء، فرید پور ..... وفات: ۱۵ اگست ۱۹۷۵ء)

آپ بنگلہ دیش کے نامور قومی رہنما اور سیاستدان تھے۔ بنیادی طور پر لیگی تھے۔ بعد میں انہوں نے عوامی لیگ قائم کی۔ چھ نکات کی بنیاد پر ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں واضح اکثریت حاصل کی۔ فوجی جنتا یگی خان نے اسے اقتدار منتقل کرنے میں لیت و لعل بلکہ حرام خوری سے کام لیا۔ نتیجہ میں بنگلہ دیش معرض وجود میں آ گیا۔ مجیب الرحمن اس کے بانی قرار پائے۔ قادیانیوں سے متعلق جناب مجیب

الرحمن کا بیان ملاحظہ: ”اگر میں برسراقتدار آ گیا تو ڈپٹی چیئرمین پلاننگ ایم۔ ایم احمد قادیانی کو مشرقی پاکستان کے ساتھ معاشی نا انصافیوں کے الزام میں سرنگا پٹم کے اسٹیڈیم میں الٹا لٹکا کر پھانسی دوں گا۔“ (روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء، شفیق مرزا) جب مشرقی پاکستان علیحدہ ہوا تو ہر پاکستانی خون کے آنسو رو رہا تھا۔ لیکن قادیانی فخر سے گردن اکڑا کر چلتے تھے۔ ابھی تک ہزاروں گواہ موجود ہیں جنہوں نے دیکھا کہ بنگلہ دیش بن گیا تو ربوہ اور لاہور میں مرزائیوں نے خوشی کا اظہار کیا اور مٹھائی تقسیم کی۔ اپنے مکانات پر جشن چراغاں کیا اور شب بھر سڑکوں پر رقص کرتے رہے۔ لعنت بر خدا ان وطن، کاٹھکے ترا مدر نہ زادے!

## (۱۶۴۵) مجیب الرحمن شامی (لاہور)، جناب

پاکستان کے ممتاز اہل قلم، نامور صحافی جناب مجیب الرحمن شامی نے ”قومی ڈائجسٹ“ کا ”قادیانیت نمبر“ شائع کیا۔ اس کی مانگ و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ان کو چند ہفتوں میں کئی ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔ کسی بھی قومی پرچے کی اتنی اشاعت نہیں جتنی اس نمبر کی ہوئی۔ یہ ایک ریکارڈ ہے۔ اس کے لائبریری ایڈیشن کے دیباچے میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ: ”اس ایڈیشن کے شائع ہوتے ہی مجھے حج کا بلاوا آ گیا۔“ جسے وہ اس نمبر کی مقبولیت کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

۲۶ اپریل ۱۹۸۲ء کو صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس پر ملک میں ایک بار پھر مرزائیت کا موضوع بڑی شد و مد سے زیر بحث آیا۔ جناب شامی صاحب نے اپنے ماہانہ جریدہ ”قومی ڈائجسٹ“ کی ایک اشاعت قادیانیت کے لئے خاص کر دی۔ جس میں مرزا قادیانی کا بچپن بھولپن، جوانی دیوانی، بڑھا پاسا پاسا کا عنوان قائم کر کے ۸۲ ذیلی عنوانات پر پروفیسر الیاس برنی کا مرتب شدہ مواد شائع کیا ہے۔ زمین کی حسرت، زر کی محبت، زن کی قیامت کا عنوان قائم کر کے ۶۳ ذیلی عنوانات پر مواد جمع کیا ہے جو ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ تعلقات کا عنوان قائم کر کے محبتیں، نفرتیں، مٹیں، خوشامدی، دھمکیاں، پیشین گوئیاں کے عنوانات سے ۱۸ صفحات کی بحث کی ہے۔

سیاست کے عنوان کے تحت انگریز سے وفاداری، ملت سے غداری، مسلمانوں سے بیزاری کے عنوانات پر ۵۲ صفحات کی بحث ہے۔ کفریات مرزا کا عنوان قائم کر کے ۸۷ ذیلی عنوانات کے تحت مرزائیت کی کتب کے حوالہ جات ایسی خوبصورتی سے ۲۳ صفحات پر جمع کر دیئے ہیں جس سے مرزائیت کے صحیح خدو خال آشکارا ہو گئے ہیں۔ ناپاک جسارت کے عنوان سے تحریف معنوی و لفظی پر متعدد مضامین شامل کر دیئے گئے ہیں۔ آخری ستر صفحات مرزائیت کی سیاسی ایچ پی کو سمجھانے کے لئے وقف کر دیئے گئے ہیں۔ شامی صاحب نے لائبریری ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ نمبر اتنا تقسیم ہوا کہ جس کی کوئی مثال کم از کم جریدے کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

## (۱۶۴۶) مجیب الرحمن (کلی مروت)، جناب

(شہادت: ۱۲ ستمبر ۲۰۲۰ء)

جناب مجیب الرحمن صاحب کا شمار فدایان ختم نبوت میں تھا: ”۷ ستمبر ۲۰۲۰ء تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس پشاور سے واپسی پر

امیری کلمہ ضلع کرک میں لکی مروت قافلے کی ایک گاڑی کا ایکسٹنٹ ہوا۔ دوسا تھی زخمی ہو گئے۔ ایک ساتھی کو معمولی چوٹ آئی تھی۔ جب کہ دوسرا ساتھی مجیب الرحمن سر پر چوٹ آنے کی وجہ سے قوے میں چلا گیا۔ چار دن ہسپتال میں زیر علاج رہا لیکن پانچویں دن زخموں کی تاب نہ لا کر شہداء ختم نبوت میں اپنا نام درج کر کے شہید ہو گیا۔ نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی ناظم حضرت مولانا مفتی ضیاء اللہ نے پڑھائی۔“

(مولانا محمد ابراہیم ادھی)

### (۱۶۴۷) محبت اللہ شاہ راشدی (حیدر آباد)، جناب پیر

حضرت مولانا پیر محبت اللہ شاہ راشدی جانشین سادس خانقاہ حنڈا شریف نزد نیو سعید آباد ضلع حیدر آباد کا مرتب کردہ رسالہ ”کیا عیسیٰ علیہ السلام کے والد تھے؟“ ہے۔ اس کے آخر میں ”ولادت مسیح علیہ السلام“ کا عنوان قائم کر کے تفسیر ثنائی مصنف مولانا ثناء اللہ امرتسری ص ۴۳ تا ۷۲ کو بیچ حاشیہ کے نقل کر دیا گیا ہے۔ مولانا محبت اللہ نے اسے نومبر ۱۹۸۹ء میں مرتب کیا۔ لیکن اس کی اشاعت مئی ۲۰۰۳ء میں ہوئی اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۲۶ میں شامل اشاعت ہے۔ علاوہ ازیں قادیانیوں نے پیر رشید الدین بیعت دہنی پر الزام لگایا کہ انہوں نے مرزا قادیانی کی تائید کی ہے۔ قادیانیوں کے اس الزام کو پیر محبت اللہ شاہ راشدی نے تار تار کرنے کے لئے ایک رسالہ ”القواطع الرحمانیہ لافتراء الفرقة القادیانیہ“ ۱۹۵۴ء میں لکھا۔ رسالہ سندھی میں تھا۔ پون صدی بعد اور ترجمہ کرا کے اسے محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں شائع کیا۔

### (۱۶۴۸) محبت النبی، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۷ء، بھوئی گاڑ ..... وفات: ۲۲ مارچ ۱۹۷۶ء)

ممتاز عالم دین، پیر طریقت، استاذ العلماء، حضرت پیر سید مر علی شاہ گولڑوی کے مرید با دفا، ختم نبوت کے دل و دماغ سے ہمہ وقتی مبلغ و متاد۔

### (۱۶۴۹) محبوب احمد، جناب جسٹس

آپ نے ایک نمبر داری کیس میں فیصلہ دیا کہ مسلمانوں کی اکثریت والی آبادی میں قادیانی نمبر دار نہیں ہو سکتا۔ یہ فیصلہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۱ء کو لاہور ہائی کورٹ میں سنایا گیا۔

(سی. ایل. سی. ۱۹۸۲ ص ۳۵۷)

### (۱۶۵۰) محبوب الرحمن (راولپنڈی)، جناب

آپ عید گاہ راولپنڈی کے خطیب اور معروف گدی نشین تھے۔ قادیانیوں کے خلاف فیصلہ مقدمہ بہاول پور کی اشاعت کی خبر پر یہ پیغام بھجوایا۔ ”ان شاء اللہ! جب یہ فیصلہ کتابی صورت میں شائع ہوا تو عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں انشراح قلب اور باعث رشد و ہدایت ثابت ہوگا۔“

## (۱۶۵۱) محبوب الرحمن شاہ (پنڈی گھپ)، مولانا سید

(ولادت: ۱۹۵۴ء ..... وفات: ۷ فروری ۲۰۲۱ء)

پکی تحصیل پنڈی گھپ ضلع انک کے سید جہان صاحب کے ہاں سید محبوب الرحمن شاہ پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے کیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ صغیر احمد سے آپ کا بیعت کا تعلق تھا۔ فراغت کے بعد مرکزی جامع مسجد دلی روڈ صدر بازار کینٹ لاہور میں امامت و خطابت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۸۴ء میں نادر آباد میں مسجد عثمانیہ کے جگہ خرید کی۔ ۱۹۹۲ء میں اس پر مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کی تعمیر کا آغاز کیا۔ ۱۹۹۸ء میں اس کی تعمیرات سے فارغ ہوئے۔ مسجد میں امامت و خطابت، درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ خانقاہ شریف میں لوگ دم کرانے اور تعویذ لینے کے لئے آتے، ہزار ہزار خلق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام سرانجام دیا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدیدار رہے۔ خوب درویش صفت معاملہ فہم انسان تھے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے سانس کی تکلیف تھی۔ وقت موعود پر خالق حقیقی سے جا ملے۔ حق تعالیٰ جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین!

## (۱۶۵۲) محبوب سبحانی واعظ، مولانا مفتی

”کارزار قادیان“ یکم اپریل ۱۹۳۶ء میں یہ رسالہ اولاً شائع ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محبوب سبحانی واعظ کا مرتب کردہ ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کا یار غار مولوی محمد علی لاہور کے درمیان ۸۵ زبردست اصولی اختلافات اس میں قلمبند کئے گئے۔ خوب معرکتہ آراء چیز ہے۔ ستر سال قبل شائع شدہ رسالہ کا احتساب قادیانیت میں شائع ہونا ہم مسکینوں پر فضل ایزدی ہے۔

## (۱۶۵۳) محفوظ الرحمن عثمانی، مولانا مفتی

بہار انڈیا میں دارالعلوم اسلامیہ کے حضرات قادیانی فتنہ کا علمی و عملی تقاب کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو: ”خطبہ استقبالیہ سہ روزہ تربیتی کیمپ و تحفظ ختم نبوت کانفرنس ضلع سیول بہار“ ۱۹، ۲۰، ۲۱ نومبر ۲۰۰۸ء کو مدد مولانا پرتاب نگر ضلع سیول بہار جامعہ القاسم دارالعلوم اسلامیہ میں سہ روزہ تربیتی کیمپ اور ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کے مہتمم مولانا مفتی محفوظ الرحمن عثمانی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا جو بحسابہ قادیانیت جلد ۱۲ میں شریک اشاعت ہے۔

## (۱۶۵۴) محمد ابراہیم آروی، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۸۴۸ء ..... وفات: ۱۹۲۰ء)

آرہ، ضلع شاہ آباد ہند کے حضرت مولانا محمد ابراہیم نامور بزرگ عالم دین اور ربانی علوم کے وارث مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا یعقوب نانوتوی، مولانا نذیر دہلوی کے شاگرد تھے۔ ملعون قادیان کے خلاف آپ کا فتویٰ شائع ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کی فہرست پر ان کو ۲۳ نمبر پر درج کیا ہے۔ (ملاحظہ ہوا انجام آختم ص ۶۹)

## (۱۶۵۵) محمد ابراہیم (احیاء العلوم حاصل پور)، جناب حافظ (وفات: ۲۴ ستمبر ۲۰۲۰ء)

حافظ محمد ابراہیم کے والد گرامی حضرت ڈاکٹر محمد شریف، حضرت لاہوری کے مسترشدین میں سے تھے۔ حضرت لاہوری کی وفات کے بعد حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور ایک عرصہ تک شیرانوالہ گیٹ کی خانقاہ میں مقیم رہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے حاصل پور میں مدرسہ احیاء العلوم کی بنیاد رکھی، ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد حافظ محمد ابراہیم مدرسہ کے مہتمم بنے۔ اس مدرسہ احیاء العلوم کو جامعہ احیاء العلوم بنانے میں حافظ صاحب کا عظیم کردار ہے۔ حاصل پور میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی فرماتے رہے۔  
(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

## (۱۶۵۶) محمد ابراہیم بردوانی، مولانا

مولانا محمد ابراہیم، جناب فضل حق مرحوم کے فرزند تھے۔ موضع بانڈہ موڑا ضلع بردوان کے آپ رہنے والے تھے۔ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی سے سند حدیث حاصل کی۔ اصلاحی تعلق حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی سے قائم کیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی عزیز الرحمن اور حضرت شیخ الہند نے آپ کی قابلیت کی وجہ سے خصوصی اسناد سے نوازا۔ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے تشکیل پر آپ نے مدرسہ مظہر العلوم ضلع بہار، مدرسہ احمدیہ ضلع بھیر بوم، مدرسہ ضیاء العلوم کانپور میں تشنگان علوم دین کو خوب سیراب کیا۔ درس دین کے ساتھ دارالافتاء کی بھی مصروفیت رہی۔ حضرت مولانا سہول خان نے ”القول الصحیح فی مکائد المسیح“ کے عنوان سے ملعون قادیان کے متعلق مشاہیر علماء سے استفتاء طلب کیا تو آپ نے جواب استفتاء پر دستخط فرمائے۔  
(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۲۹)

## (۱۶۵۷) محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا

(وفات: ۲۷ دسمبر ۱۹۶۷ء)

جامع المعقول والمعتول، ہزاروں علماء کرام کے استاذ تھے۔ آپ نے تسلسل کے ساتھ پچاس سال دارالعلوم دیوبند میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ بہت ہی فاضل یگانہ شخصیت تھے۔ حضرت شیخ الہند کے شاگرد رشید تھے۔ متعدد فتاویٰ جو مرزا قادیانی کے خلاف شائع ہوئے ان پر آپ کے دستخط ہیں۔

## (۱۶۵۸) محمد ابراہیم (ٹنڈوالہ یار)، جناب حاجی

(وفات: ۳۱ دسمبر ۲۰۰۲ء)

ٹنڈوالہ یار سندھ کے فدائے ختم نبوت حضرت حاجی محمد ابراہیم تھے۔ زندگی بھر عقیدہ ختم نبوت کے لئے ساعی رہے۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے لئے قافلہ لے کر ٹنڈوالہ یار سے تشریف لاتے تھے۔ ان کا وجود عقیدہ ختم نبوت کی چلتی پھرتی دعوت سے عبارت تھا۔

## (۱۶۵۹) محمد ابراہیم پراچہ (کوہاٹ)، حضرت حاجی

(ولادت: ۱۹۱۲ء ..... وفات: جنوری ۱۹۷۸ء)

کوہاٹ کے حضرت حاجی محمد ابراہیم پراچہ نامور مذہبی رہنما تھے۔ ہر تحریک میں پیش پیش رہے۔ تحریک ختم نبوت کے لئے صف اول میں رہتے تھے۔ ان کا بھرپور کردار رہا۔ حق تعالیٰ ان پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔

## (۱۶۶۰) محمد ابراہیم خادم، مولانا

(وفات: جولائی ۱۹۶۷ء)

تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد کے معروف شاعر حریت، مجاہد ملت مولانا محمد ابراہیم خادم ۱۹۳۱ء میں مجلس احرار سے وابستہ ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد سے وفات تک ختم نبوت کی تمام جدوجہد میں صف اول میں رہے۔ آپ قادر الکلام عوامی پنجابی شاعر تھے۔ اخلاص و ایثار کا مجسمہ، ختم نبوت کے پاسبان، اہل حدیث رہنما، خوبیوں و محبتوں کا مجسمہ تھے۔

## (۱۶۶۱) محمد ابراہیم دہلوی، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباحلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کو بھی انجام آقہم کے ص ۷۰ نمبر ۴۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

## (۱۶۶۲) محمد ابراہیم دہلوی، حکیم مولانا مفتی

(وفات: رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ / جون ۱۹۵۴ء)

حکیم مفتی ابراہیم دہلوی کی پیدائش راندھیر میں ہوئی۔ راندھیر، سورت شہر کے مضافات کا علاقہ ہے۔ مقامی شہر کے علماء کرام سے تحصیل علم کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں تکمیل علم کی سعادت حاصل کی۔ فن طب سیکھنے کے لئے دہلی کا سفر کیا اور وہاں کے مشہور حکیم شفاء الملک حکیم رضی الدین سے طب سیکھی۔ درس و تدریس کے ساتھ علاج و معالجہ کو بھی اپنا مشغلہ بنائے رکھا۔ جب علماء دیوبند نے فتویٰ ”مکلفیر قادیان“ کے عنوان سے مشاہیر علماء کو استفتاء ارسال کیا تب آپ نے مدرسہ حسینیہ میں دوران تدریس مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ: ”فرقہ قادیانی قطعاً منکر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ان سے مناکحت یقیناً ناجائز اور باطل ہے۔“

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۷۲)

## (۱۶۶۳) محمد ابراہیم (ڈنڈے والا)، مولانا

(وفات: ۱۱ فروری ۱۹۸۲ء)

مولانا محمد ابراہیم ضلع مانسہرہ کے علاقہ اوگی کے علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے خسر مولانا غلام محی الدین

سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر ایبٹ آباد کاکول کے مدرسہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب سے منتهی کتب پڑھیں۔ پھر لاہور تشریف لائے۔ یہاں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زلفوں کے ایسے اسیر ہوئے کہ پہلے مجلس احرار اسلام میں آزادی وطن کے لئے گرفتار خدمات سرانجام دیں۔ پھر ختم نبوت کے لئے پابجولاں ہوئے۔ پھر جمعیت علماء اسلام میں شرکت فرمائی۔ مقامی عہدوں سے لے کر صوبائی عہدوں پر براجمان رہے۔ انارکلی تلوار والی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ یہیں سے جنازہ اٹھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں لاہور میں تحریک کے الاڈ کو روشن رکھنے کے لئے دل و جان سے قائدانہ کردار کے حامل رہے۔ آپ کا خاندان پیروؤں کا خاندان تھا۔ گھنیا والے بزرگ ان کو کہا جاتا ہے۔ شنید یہ ہے کہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری اور آپ کے والد معظم شاہ کا بھی روحانی تعلق اس خاندان سے رہا ہے۔ مولانا محمد ابراہیم وصال کے وقت لاہور جمعیت علماء اسلام کے امیر تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ حضرت لاہوری، حضرت ہزاروی، حضرت درخوasti، مولانا عبید اللہ انور کے مشیران میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالرحمن وصال کے وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست تھے۔

## (۱۶۶۴) محمد ابراہیم رحیمی (فیصل آباد)، جناب قاری

(وفات: ۲۶ دسمبر ۲۰۱۴ء)

جناب حاجی دوست محمد علی ضلع کرنال راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں اللہ نے انہیں ایک بیٹا عطا کیا جس کا انہوں نے محمد ابراہیم نام تجویز کیا۔ تقسیم کے بعد یہ خاندان قصبہ شاہ جمال ضلع مظفر گڑھ میں آ گیا۔ محمد ابراہیم نے اس قصبہ میں حافظ مولانا عبدالرحمن سے حفظ کیا۔ شاہ جمال کے قریب ایک بستی شاہ عالم والہ ہے۔ وہاں مولانا حاجی غلام سرور فاضل دیوبند رہتے تھے جو حضرت مدنی کے شاگرد تھے۔ مولانا غلام سرور نے اس نوعمر حافظ محمد ابراہیم اور ایک اور طالب علم جس نے حفظ مکمل کیا تھا۔ دونوں کو جامعہ خیر المدارس ملتان میں استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش کے ہاں گردان کے لیے داخل کروا دیا۔ مولانا غلام سرور اتنے سادہ تھے کہ ان دونوں طالب علموں کو جب داخلہ کے لیے ملتان لائے تو ڈیرہ اڈا سے چودہ نمبر چوگی تک پیدل لائے۔ دائیں بائیں دونوں طالب علموں کے ہاتھوں میں رسی باندھ کر چلے کہ کہیں رش میں گم نہ ہو جائیں۔ وہ ایسے خدا ترس تھے کہ چھٹیوں کے موقع پر ملتان سے لے جانے اور چھٹیوں کے بعد گھر سے واپس ملتان پہنچانے کی خدمت اپنے سپرد کر لی۔ یوں حافظ محمد ابراہیم نے پہلے حضرت قاری رحیم بخش کے ہاں گردان مکمل کی اور سب سے عشرہ میں قراءت کا مکمل کورس پڑھا، اور حافظ سے قاری محمد ابراہیم ہو گئے۔

قاری محمد ابراہیم نے قراءت سے فارغ ہونے کے بعد جامعہ خیر المدارس میں درجہ کتب میں داخلہ لے لیا اور کریماسے لے کر بخاری شریف تک مکمل درس نظامی کا کورس جامعہ خیر المدارس میں مکمل کیا۔ ۱۹۶۷ء میں سند فراغ حاصل کی۔ آپ نے حدیث شریف حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا مفتی محمد عبداللہ، مولانا فیض احمد، مولانا محمد شریف کاشمیری جیسے اساتذہ سے پڑھی۔ قاری محمد ابراہیم کی سعادت مندی ملاحظہ ہو کہ دوپہر کو کھانا، آرام، نماز کے لیے وقفہ کے دوران بھی اپنے استاد حضرت قاری رحیم بخش کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ یوں قاری محمد ابراہیم نے اپنے استاد قاری رحیم بخش کے دل میں اپنے لیے مقام پیدا کیا۔ آپ کے

خیر المدارس سے فارغ ہوتے ہی ۱۹۶۸ء میں حضرت قاری رحیم بخش نے آپ کو فیصل آباد مدرسہ ام المدارس گلبرگ میں قرآن مجید پڑھانے کے لیے بھیج دیا۔

اس زمانہ میں ام المدارس کے مہتمم حضرت قاری عبدالحمید لدھیانوی ہوتے تھے۔ فیصل آباد میں اس زمانہ میں ایک اور قاری عبدالرحمن تھے۔ جو قاری رحیم بخش کے شاگرد تھے۔ فیصل آباد کے دینی حلقہ میں مشہور تھا کہ یہ دو پہلوان (قاری محمد ابراہیم، قاری عبدالرحمن) فیصل آباد میں خدمت قرآن کے لیے قاری رحیم بخش نے بھیجے ہیں۔ ویسے دیانت داری کی بات یہ ہے کہ قاری رحیم بخش پانی پتی کا ایک خاص ذوق تدریس تھا۔ لب و لہجہ، طرز ادا، منزل کی پختگی، پانی کی طرح پڑھنے میں روانی، حفظ و قرأت میں ایک امتیازی انداز و ذوق رکھتے تھے۔ اپنے استاد محترم کے اس انداز و ذوق کو فیصل آباد میں اگر سب سے پہلے کسی نے متعارف کرایا ہے تو وہ حضرت قاری محمد ابراہیم تھے۔

فیصل آباد اس زمانہ میں لائل پور تھا۔ قاری محمد ابراہیم نے کلاس کیا قائم کی۔ چہار سو آپ کے پڑھانے کی ایک دھاک بیٹھ گئی۔ اب قریبی اضلاع اکاڑہ، قصور، ساہیوال، شیخوپورہ، جھنگ اور سرگودھا تک طلباء ان کے ہاں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ آپ کے شاگردوں کی جماعت ہی مدرس بن گئی تو قرب و جوار سے گردان کے طلباء آنے لگے۔ قاری عبدالحمید لدھیانوی نے ام المدارس میں پرائمری کی کلاس جاری کر رکھی تھی۔ حکومت نے پرائیویٹ تعلیمی ادارے قومی تحویل میں لیے تو مدرسہ ام المدارس کی یہ بلڈنگ بھی سرکاری قبضہ میں چلی گئی۔ اب قاری محمد ابراہیم سے پڑھنے والے تمام طلباء مسجد کی گیلریوں میں قیام پذیر ہوئے اور مسجد ہی درسگاہ ہوتی۔ ان دنوں کا فقیر نے خود نظارہ کیا ہے کہ جامع مسجد ام المدارس کا وسیع و عریض صحن مختلف حفظ و قرأت کے حلقوں سے اٹا ہوتا تھا۔ سدا بہار قرآنی ماحول کا اب بھی تصور آتے ہی دماغ مہک اٹھتا ہے۔ اس زمانہ میں قاری محمد ابراہیم کی کلاس کا معائنہ و امتحان کے لئے قاری رحیم بخش اور ان کے استاد قاری فتح محمد پانی پتی ثم مدنی بھی فیصل آباد تشریف لاتے۔

اس زمانہ میں مولانا عبدالشکور دین پوری، علامہ خالد محمود، قاری محمد اجمل خان، مولانا سید عبدالحمید ندیم شاہ، مولانا ضیاء القاسمی ایسے حضرات آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے تھے۔ جامعہ ام المدارس کے سالانہ جلسے پر جمع ہوتے تھے، تو ایک عجیب و غریب سماں قائم ہو جاتا۔ اس پانی پتی انداز تعلیم کو فیصل آباد میں قاری محمد ابراہیم نے چار چاند لگا دیے۔ پھر ۱۹۷۳ء میں قاری محمد یاسین مدظلہ کو قاری رحیم بخش نے فیصل آباد بھجوا دیا۔ ایک ماہ کے قریب آپ نے ام المدارس کی درسگاہ کو قاری محمد ابراہیم کے ساتھ رونق بخشی۔ پھر قاری محمد یاسین مدظلہ کی یہ کلاس مسجد بارغ والی میں بھی منتقل ہوئی۔ اب ام المدارس اور مسجد بارغ والی کی کلاسیں نور علی نور کا مصداق ہو گئیں۔ کچھ عرصہ بعد قاری رحیم بخش کے صاحبزادے قاری اہل اللہ بھی فیصل آباد آ گئے۔ اب تو پانی پتی انداز تعلیم سے فیصل آباد گلشن صد رنق ہو گیا۔ قاری محمد یاسین نے جامعہ دارالقرآن قائم کیا جو اب فیصل آباد کے دینی اداروں میں ممتاز ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے اور حضرت قاری محمد ابراہیم نے ام المدارس سے زرعی یونیورسٹی کی مغربی جانب گرین دیو کا لونی میں جامعہ طیبہ قائم کیا۔ حفظ و قرأت اور درس نظامی دونوں شعبوں میں کام پھیلا، تو حفظ، گردان، قرأت کے تعلیمی نظام کو علیحدہ عمارت میں قائم کیا اور درس نظامی کا بھی علیحدہ کام شروع کیا۔ آج تو مسجد، درس نظامی کا مدرسہ، حفظ و گردان، قرأت کا مدرسہ بنات و بنین کے بھی علیحدہ علیحدہ شعبے قائم ہیں جو فیصل آباد کے اداروں میں اپنی خاص پہچان رکھتے ہیں۔



قاری محمد ابراہیم فیصل آباد میں ہر تحریک میں صف اول میں رہے۔ فیصل آباد کے بے تاج بادشاہ مولانا تاج محمود کے آپ دست راست شمار ہوتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ۱۹۸۲ء میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ سے چناب نگر منتقل ہوئی تو مہمانوں میں کھانا تقسیم کرنے کے عمل کو قاری محمد ابراہیم نے اپنے ذمہ لیا۔ آپ اپنے رفقاء اور طلباء کے ساتھ برابر برابر خود اپنے ہاتھوں یہ کام سرانجام دیتے۔ جہری نمازیں کانفرنس کے دوران آپ کے ذمہ ہوتیں۔ صحت کے زمانہ میں اپنے صاحبزادہ قاری محمد ابوبکر شاگرد رشید قاری محمد اشفاق کو تربیت دی۔ تمام اساتذہ و طلباء کی پوری ٹیم کو دو دن سالانہ کانفرنس کے لیے بھی وقف کر دیتے۔ خود سردی اور گرمی، صحت و علالت کے باوجود ہر سال برابر ریح صدی اس نظام کی نگرانی کے لیے تشریف لاتے رہے۔ اب بھی آپ کے تربیت یافتہ متذکرہ حضرات اس نظم کو چلاتے ہیں۔ جو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

پڑھنے پڑھانے کے علاوہ آپ ذکر و فکر تصوف و طریقت کے بھی شاور تھے۔ مولانا مفتی جمیل احمد رائیوٹ والوں سے چاروں سلسلوں میں آپ کو خلافت حاصل تھی۔ قاری صاحب کا وجود طلباء کے لیے ابر رحمت تھا، غریب طلباء کی بہت ہی مدد فرماتے۔ آپ بہت ہی کھلے دل کے ساتھ مہمانوں کا خیال رکھتے تھے۔ دل کی طرح دسترخواں بھی بہت وسیع تھا۔ طلباء جو فارغ ہوتے مختلف مدارس میں ان کی تقرری کراتے۔ ایک وسیع نیٹ ورک کے تحت آپ کا فیض جاری ہے۔

خوب صحت مند اور تومند، بلند و بالا قد کا ٹھ کے انسان تھے۔ پہلے شوگر نے ڈیرہ ڈالا۔ پھر اس کے لوازمات نے گھیرا تنگ کیا۔ لیکن آخر وقت تک تمام تر علالت کے باوجود قرآن مجید کی خدمت کے صدقہ میں دل و دماغ کام کرتے رہے۔ بارہا حج و عمرہ کیے۔ اپنے دادا استاد قاری فتح محمد کے ساتھ بھی حرمین شریفین میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بارہا قاری فتح محمد کو طواف کی حالت میں منزل سنانے کا شرف حاصل کیا۔ خوب ہی مقدروں والے انسان تھے۔ آخری دنوں علالت نے زور کیا تو صاحبزادوں نے ہسپتال میں داخل کر دیا۔ وقت آخر آ گیا۔ قرآن سنتے سنتے درود شریف کا ورد کرتے آخرت کو چل دیے۔

۲۷ دسمبر ۲۰۱۴ء کو دو بجے جنازہ ہوا جو فیصل آباد کے بہت بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ عمر بھر فیصل آباد کے عوام کی خدمت کی۔ اس دنیا سے گئے تو پورے ماحول کو سو گوارا چھوڑ گئے۔

(۱۶۶۵) محمد ابراہیم (سکھر)، حضرت حاجی

(وفات: ۶/ مارچ ۲۰۰۰ء)

سکھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے بنیادی رہنما اور ہی خواہ حضرت حاجی محمد ابراہیم تھے۔ خوب ہی محنتی اور بہادر انسان تھے۔ معاملہ فہم اور گہری دور کی سوچ کے مالک تھے۔ زندگی کی آخری سانس تک عقیدہ ختم نبوت کے لئے مثالی جدوجہد کی۔ ان کا گھرانہ مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں کا میزبان گھرانہ تھا۔

(۱۶۶۶) محمد ابراہیم سلیم پوری (جگر انوی)، مولانا

(ولادت: نکودر ضلع جالندھر ..... وفات: ۹/ ستمبر ۱۹۷۰ء)

آپ ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ ابتداء حضرت

مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ساٹھ سال تدریس کی۔ میاں چنوں میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ حضرت مولانا لال حسین اختر جب قادیانی تھے، تب ایک مناظرہ میں دیکھا۔ وقت آیا کہ مولانا لال حسین اختر مسلمان ہو گئے۔ تب مولانا محمد ابراہیم صاحب سے ملے تو آپ نے فرمایا: مولوی صاحب آپ کی شکل دیکھ کر دعا کی تھی یا اللہ یہ چہرہ جہنم جانے کے لئے نہیں۔ مولانا لال حسین اختر رو پڑے۔ فرمایا: حضرت بس آپ کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان و اسلام کی توفیق سے سرفراز فرمایا۔

## (۱۶۶۷) محمد ابراہیم غور غشتی، حضرت مولانا

(وصال: ۴ اکتوبر ۲۰۱۷ء)

شیخ الحدیث، محدث کبیر، شارح مشکوٰۃ حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتی کو حق تعالیٰ نے تین صاحبزادے عنایت کئے۔ مولانا رکن الدین، مولانا فخر الدین تیسرے اور سب سے چھوٹے صاحبزادہ مولانا محمد ابراہیم تھے۔ جن کا چھیا نوے سال کی عمر میں غور غشتی میں وصال ہو گیا۔

مولانا محمد ابراہیم افغانوں کے قبیلہ کاکڑ سے تعلق رکھتے تھے۔ صدیوں قبل کاکڑ قبیلہ کے سردار محمد اشرف خان قدہار سے پانی پت، کرناں سے ہوتے ہوئے علاقہ چھچھ میں آکر آباد ہو گئے۔ آپ انہیں کی نسل سے تھے۔ مولانا محمد ابراہیم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت شیخ الحدیث سے حاصل کی۔ اگلے درجات کی تعلیم کے حصول کے لئے امرتسر جا کر حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ یہاں کا پانی و موسم آپ کو اس نہ آیا۔ بیمار پڑ گئے تو گھر کو واپس لوٹ آئے۔ مومن پور علاقہ چھچھ میں حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب سے پڑھتے رہے۔ پھر دارالعلوم تھانیہ کوڑہ ٹنک میں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد دو سال میں صحاح ستہ اپنے والد گرامی سے پڑھ کر دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ اپنے والد گرامی کے زیر سایہ جلالین شریف اور دیگر کتب پڑھاتے رہے۔ لیکن صحت کی خرابی کی وجہ سے زیادہ پڑھانے کی نوبت نہ آئی۔

شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین کے آباء و اجداد نے غور غشتی اپنے قبضہ میں کھجور والی مسجد بنائی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد مولانا محمد ابراہیم نے اس مسجد کی امامت و خطابت اپنے ذمہ لے لی۔ گاؤں کی جنازہ گاہ، وعید گاہ کی امامت و خطابت بھی آپ کے ذمہ رہی اور تقریباً ستر سال آپ نے یہ خدمت سرانجام دی۔ اس وقت علاقہ بھر کے معمر اور بزرگ علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کی بیعت سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے والد گرامی سے تھی۔ آپ کو ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔ البتہ والد گرامی کے وصال کے بعد، والد مرحوم کے خلفاء سے دیگر سلسلوں میں سلوک کی تکمیل کی اور ان سے خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ مولانا عبدالہادی گندف، مولانا مفتی محمد قاسم (بجلی گھر پشاور)، مولانا عبدالمتین شاہ منصور کو آپ نے خلافت سے بھی نوازا۔ والد گرامی کی یاد میں مدرسہ نصیر یور غور غشتی میں بنین و بنات کے مہتمم اور سرپرست تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ بہادرانہ جرأت و ایمانی جذبہ سے اہل علاقہ کی قیادت فرمائی۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے برداشت کیں۔

تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی آپ نے جرأت مندانہ حصہ لیا اور کئی ماہ سنت یوسفی کو ادا کیا۔ آپ غلبہ اسلام کے لئے ہمیشہ جمعیت علماء اسلام کے ساتھ رہے۔ ہر نماز کے بعد غلبہ اسلام کی دعا ضرور کرتے اور اس دوران آپ پر رقت قلب ہو جایا کرتی تھی۔ کئی مرتبہ حج

و عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ حافظ محمد زبیر جامعہ نصیریہ غور غشتی کے مہتمم و ناظم اور برطانیہ میں مقیم محمد وسیم آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ آپ اس وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین کی اولاد میں سے آخری فرد تھے۔ آپ کی وفات سے حضرت محدث غور غشتی کی اولاد کی صف ہی لپیٹ دی گئی۔ اب آں مرحوم کے پوتے پڑپوتے، نواسے پڑنواسوں کا دور ہے۔ دعا ہے کہ حضرت محدث غور غشتی کے علمی گھرانہ کا یہ فیض اور چشمہ علم و عمل قیامت کی صبح تک آباد و شاد اور صدا بہا رہے۔

### (۱۶۶۸) محمد ابراہیم فقیر، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۴ء، امرتسر ..... وفات: ۱۳/نومبر ۱۹۹۰ء)

جامع مسجد اہل حدیث حافظ آباد کے خطیب، تحریک ختم نبوت کے صف اول کے حاضر باش کارکن تھے۔

### (۱۶۶۹) محمد ابراہیم کبیر پوری، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۰ء، کبیر پور امرتسر ..... وفات: ۱۹/جون ۱۹۸۹ء)

اہل حدیث کے نامور عالم دین تھے۔ مصنف و خطیب اور صحافی تھے۔ آپ عرصہ تک جمعیت اہل حدیث کے نائب امیر بھی رہے۔ چوکی سے قومی اسمبلی کا الیکشن جیت کر قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ بہت ہی سنجیدہ قسم کے عالم تھے۔ آپ نے رد قادیانیت پر دور سا لکھ کر فرمائے جو مندرجہ ذیل تھے:

۱..... فسانہ قادیان ..... ۲..... مرزائے قادیان کے دس جھوٹے جواب الجواب  
یہ دونوں کتابیں احتساب کی جلد ۳۵ میں شریک اشاعت ہیں۔

### (۱۶۷۰) محمد ابراہیم مجددی گجراتی، مولانا خواجہ

آپ موضع سیٹھل ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اور خواجہ غلام نبی، ضلع جہلم سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ نے قادیانیت کے رد میں ایک کتاب ”رد مرزا قادیانی“ لکھی تھی۔ مگر افسوس کہ وہ زور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منصفہ شہود پر جلوہ افروز نہ ہو سکی۔

### (۱۶۷۱) محمد ابراہیم (منڈی بہاؤ الدین)، مناظر ختم نبوت مولانا

(وفات: ۸/دسمبر ۲۰۱۲ء)

مولانا محمد ابراہیم صاحب بہت ہی منکسر المزاج عالم تھے۔ آپ سراپا علم تھے۔ آپ کا اوڑھنا بچھونا صرف اور صرف علم تھا۔ کتب بینی و مطالعہ کے دلدادہ تھے۔ بھاری بھر کم لائبریری بنا رکھی تھی۔ جس میں قادیانیت و رد قادیانیت کی کتب کا ذخیرہ نسبتاً زیادہ تھا۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب کا بنیادی طور پر تعلق اشاعت التوحید والسنہ سے تھا۔ آپ کے اشاعتی بزرگوں سے مثالی تعلقات تھے۔ آپ نے رد قادیانیت کا کورس مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر اور فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات سے کیا تھا۔ زندگی بھر ان بزرگ اساتذہ کے علوم کے خزانے لٹاتے رہے۔ حضرت مولانا منظور احمد چینیوٹی نے اپنے ادارہ جامعہ عربیہ میں ان کی رد قادیانیت پر تھخص کرانے کے

لئے خدمات حاصل کیں۔ چند سال پہلے تک یہ سلسلہ خوب چلتا رہا۔ اس کے بعد پھر گاؤں تشریف لے گئے۔ البتہ ہر سال ردقادیانیت کے سالانہ پندرہ روزہ کورس پڑھانے کے لئے حضرت مولانا چنیوٹی مرحوم کے ادارہ میں تشریف لاتے رہے۔ جب بھی حضرت تشریف لاتے معلوم ہونے پر چناب نگر مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی میں ملاقات کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ یہ ان کی دوست پروری تھی۔ فقیر راقم جب کبھی منڈی بہاء الدین کا سفر کرتا مولانا سے ملاقات ہونا لازمی امر تھا۔ لیکن ان کی غریب پروری کہ اکثر خود تشریف لاتے۔ محبتوں سے سرفراز فرماتے جب بھی ملاقات ہوتی، کسی نہ کسی مسئلہ پر ضرور تبادلہ خیال کرتے۔ آج سے قریباً چھ ماہ قبل منڈی بہاء الدین جانا ہوا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت منڈی بہاء الدین و گجرات نے فرمایا کہ مولانا ابراہیم صاحب کی طبیعت کچھ علیل ہے۔ عصر کا وقت تھا۔ فقیر نے عرض کیا صبح ان شاء اللہ العزیز! حضرت مولانا سے ملنے کے لئے جائیں گے۔ لیکن جونہی مغرب کی نماز پڑھ کر دفتر میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیڑھی پر ساتھی کے سہارے تشریف لا رہے ہیں۔ فقیر نے آگے بڑھ کر سینہ سے لگایا۔ مولانا آبدیدہ ہو گئے، تشریف رکھتے ہی فرمایا کہ طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ خیال ہوا کہ آپ مہمان ہیں۔ ہمارے علاقے میں آئے ہیں تو طبیعت پر جبر کر کے ملاقات کے لئے آ گیا ہوں اور پھر مناظرہ ڈاور کی روئیداستانی شروع کی۔ روئیداد کیا تھی، آنکھوں دیکھا، دیدہ و شنیدہ حالات کے تہہ کو کھولتے گئے۔ اتنی مربوط گفتگو فرمائی کہ لطف دو بالا ہو گیا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کی قادیانی مناظر قاضی نذیر احمد کو پختی دینے کے ایسے حالات سنائے کہ بس سماں باندھ دیا۔

پھر ’بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً‘ کے متعلق فرمایا کہ یہاں استاذ حضرت مولانا محمد حیات ایک نکتہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ وہ آپ سنادیں فقیر نے وہ عرض کیا تو دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے فرمایا بالکل یہی تھا یہی تھا۔ بہت ہی خوشی و انبساط کا اظہار فرمایا۔ احتساب قادیانیت کی جو جلد چھپتی اسے منگواتے، پڑھتے اور پھر دعاؤں سے نوازتے۔ کبھی کبھار تو تحریری مشوروں سے بھی ممنون احسان فرماتے۔ فقیر کی حضرت مرحوم سے یہ آخری ملاقات تھی۔ جاتے ہوئے اجازت چاہی تو دیر تک سینے سے لگائے رکھا۔ آپ کی ان اداؤں کو اب یاد کرتا ہوں تو دل میں ایک ٹیس سی اٹھتی ہے کہ مولانا کتنی محبتوں والے انسان تھے۔ ہلکا جسم، لمبوتر اچھرہ، داڑھی لمبی اور ورلی، بال ریشم سے زیادہ نرم و نازک۔ مولانا گفتگو کے ماہر تھے۔ آپ کی گفتگو میں الفاظ نرم اور دلائل گرم ہوتے تھے۔ بات کرتے تو دل موہ لیتے تھے۔ خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ وہ کیا گئے کہ دل کا چمن ہی ویران ہو گیا۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

مولانا محمد ابراہیم پہلے ڈھ رانچا میں ہوتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر بھی ابتدا ڈھ رانچا میں آکر قیام پذیر رہے۔ غالباً یہ اس زمانہ میں آپ نے انجمن تبلیغ اسلام قائم فرمائی تھی۔ بعد میں جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب نے انجمن تبلیغ اسلام کے کام کو سنبھالا۔ دسمبر ۱۹۶۳ء میں آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام تھا: ’’ابن مریم زندہ ہیں حق کی قسم‘‘ اس رسالہ کو احتساب قادیانیت ج ۴۴ میں شائع کرنے کی سعادت پر اللہ رب العزت کے حضور شکر بجالاتے ہیں۔ ملعون قادیان نے ایک شعر کہا جس میں تھا۔

حق کی قسم مر گیا ابن مریم

اس مصرعہ کے جواب کو اس کتابچے کا عنوان بنایا گیا۔ قارئین کرام! یہ جان کر خوشی محسوس کریں گے۔ عجیب اتفاق ہے کہ فقیر

آج ۱۳ اپریل ۲۰۱۲ء کو عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس پھالیہ میں شرکت کے سلسلہ میں پھالیہ میں قیام پذیر ہے اور پھالیہ میں یہ سطور لکھی جا رہی ہیں۔ پھالیہ مذہب راہنجا کے بہت قریب ہے۔ انہیں حضرات کی ان محنتوں کے صدقہ میں جہاں اللہ رب العزت نے اس کتابچہ کو شائع کرنے کی توفیق دی، وہاں ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کی بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو توفیق سے سرفراز فرمایا۔ پاکستان بننے کے بعد اس علاقہ میں یہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس پھالیہ پہلی بار اتنے بڑے پیمانہ پر منعقد ہو رہی ہے کہ اس پر جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس کانفرنس میں گجرات، جہلم، منڈی بہاؤ الدین کے تین اضلاع سے عوام شرکت کر رہے ہیں۔ کانفرنس اپنی نوعیت کی مثالی کانفرنس ہے۔ حق تعالیٰ اسے کامیابی سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

## (۱۶۷۲) محمد ابراہیم میرسیا لکوٹی، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۲۹۱ھ / اپریل ۱۸۷۲ء ..... وفات: ۲۸ جمادی الاول ۱۳۷۵ھ / ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء)

مولانا محمد ابراہیم میر بن عمر دین سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا ابو عبداللہ، عبید اللہ، غلام حسن اور بعض دوسرے علماء سے علوم مروجہ کی تحصیل کی۔ مولانا غلام حسن نے سند عنایت فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ مولانا موصوف کو سید نذیر حسین محدث دہلوی نے سند حدیث دی تھی۔

مولانا ابراہیم میر فارغ البال اور معاشی مسائل سے آزاد عالم دین تھے۔ انہیں وراثت میں کافی زمین اور دوسری جائیداد ملی تھی۔ اس جائیداد کی آمدنی سے خوشحالی کی زندگی گزارتے تھے۔ انہوں نے نادر و نایاب کتابوں کا اچھا ذخیرہ بہم پہنچایا تھا۔ مولانا میر پنجاب کے اہل حدیث علماء کے سرخیل تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۲۸ء) کے رفقاء میں سے تھے اور ان ہی کی طرح مناظرانہ ذوق رکھتے تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (قائم شدہ دسمبر ۱۹۰۶ء، مطابق ۱۳۲۴ھ) کے بانیوں میں سے تھے۔ سیاسی طور پر جمعیۃ علمائے ہند سے وابستہ رہے۔ مگر متحدہ قومیت کے مسئلہ پر جمعیۃ علمائے ہند سے الگ ہو گئے۔ جب مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء) نے جمعیۃ علمائے اسلام کی داغ بیل ڈالی تو مولانا میر نے پیرانہ سالی کے باوجود اس کے لئے کام کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ سے دلچسپی رکھتے تھے اور ۱۹۱۸ء کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ سے ان کا تعلق خاطر بچتہ ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ پاکستان وجود میں آیا۔

مولانا موصوف نے تعلیمی اور دینی انجمنوں کے پلیٹ فارم سے بھی بھرپور کام کیا۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی تنظیم وترقی کے لئے کوشاں رہے۔ سیالکوٹ میں انجمن تائید الاسلام کی بنیاد رکھی۔ جس کے تحت ایک ادارہ ”مدرسۃ العلوم“ قائم کیا۔ ۳ دسمبر ۱۹۱۱ء، مطابق ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو سیالکوٹ کے چند اہل درد نے ”انجمن اسلامیہ سیالکوٹ“ کے نام سے ایک رفاہی سماجی انجمن بنائی۔ مولانا موصوف اس کے اولین اجلاس میں شامل ہوئے اور انجمن کے شعبہ تبلیغ اسلام کے نگران رہے۔

مولانا محمد ابراہیم میر نے ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور سیالکوٹ میں سپرد خاک کئے گئے۔ ان کی کئی علمی و دینی کتابیں یادگار ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- ۱..... ”تاریخ اہل حدیث“ .....۲ ”شہادت القرآن“  
 ۳..... ”سیرت المصطفیٰ (جلد اول، دوم)“ .....۴ ”تفسیر الدر المنظیم“

ان کی ادارت میں ماہنامہ ”الہادی“ (سیالکوٹ) ایک عرصہ تک طبع ہوتا رہا۔

مزاجاً معتدل اور صالح طبیعت کے انسان تھے۔ ایک اچھے انسان کی تمام خوبیوں کے حامل تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو خلوص ولہمیت کی نعمت سے بھر پور نوازا تھا۔

تحریر و تبلیغ کی طرح فن مناظرہ کے بھی شاعر تھے۔ قرآن و حدیث اور دیگر علوم دینیہ پر بھر پور دسترس رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ میں ردقادیانیت کے امام تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پر ”شہادت القرآن فی اثبات حیات عیسیٰ علیہ السلام“ کے نام پر دو حصوں میں کتاب لکھی۔ جو مرزا قادیانی کی زندگی میں آپ نے شائع کی۔ مرزا قادیانی اس کا جواب نہ دے پایا۔ حالانکہ اسے جواب دینے کے لئے لکارا گیا تھا۔ یہ کتاب نایاب ہو گئی تو اسے پھر قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے حکم پر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی شعبہ نشر و اشاعت سے شائع کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر سلسلہ عالیہ قادریہ کے شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی فرماتے ہیں کہ: ”میں اس مجلس میں موجود تھا جس مجلس میں حضرت رائے پوری نے حضرت جالندھری سے اس کتاب کی اشاعت کے لئے فرمایا۔ مگر کتاب کا حصول اور طباعت کی اجازت کا مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے درخشاں سے مرحلہ درپیش تھا۔ چونکہ میرا (سید نفیس الحسینی) آبائی تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ اس لئے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ یہ مرحلے میں طے کروں گا۔ چنانچہ علی الصبح اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سیالکوٹ چل نکلا۔ مولانا ابراہیم میر کی زینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھتیجے مولانا محمد عبدالقیوم میر (والد ماجد پروفیسر ساجد میر) آپ کے وارث تھے۔ ان کے دروازہ پر دستک دی۔ باہر تشریف لائے۔ میں (سید نفیس الحسینی) نے ان سے حضرت رائے پوری کی خواہش کا اظہار کیا۔ کتاب اور اجازت اشاعت طلب کی، وہ اٹھے پاؤں گھر گئے۔ لاہریری سے وہ کتاب اٹھالائے اور یہ وہ نسخہ تھا جس پر مصنف مرحوم (مولانا محمد ابراہیم میر) نے ضروری اضافے و ترامیم کی تھیں۔ لیکن اس نسخہ کے سرورق پر مصنف مرحوم کا نوٹ لگا تھا۔ ”بد لحاظ بن جاؤ لیکن کتاب کو لاہریری سے مت باہر جانے دو“ یہ نوٹ پڑھ کر کتاب کے حصول کی بابت مایوسی ہوئی۔ لیکن قدرت کا کرم کہ اگلے ہی لمحہ میں میر عبدالقیوم نے فرمایا کہ چھپوانا مطلوب ہے اور حضرت رائے پوری کا حکم ہے۔ لیجئے کتاب بھی حاضر اور چھاپنے کی بھی اجازت ہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کتاب لے کر خوشی خوشی دوپہر تک لاہور حضرت رائے پوری کی خدمت حاضر ہو گیا۔ حضرت نے اس کا رروائی پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں اور کتاب کی کتابت اپنی نگرانی میں کرانے کا حکم دیا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر نے اپنے ذاتی نسخہ سے کتابت کی اجازت دی اور مصنف مرحوم کے نسخہ جس میں ترامیم و اضافے تھے۔ اسے سامنے رکھا گیا۔ جتنی کتابت ہوتی جاتی وہ میر عبدالقیوم صاحب کو بھجوا دی جاتی۔ وہ پروف پڑھتے رہے یوں مختصر عرصہ میں کتاب چھپنے کے لئے تیار ہو گئی۔ جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا اور اس نسخہ کے پھر کئی بار ایڈیشن مجلس نے شائع کئے۔“ اب اسے سرگودھا کا ایک اہلحدیث ادارہ شائع کر رہا ہے۔

اس کتاب کے علاوہ مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے ردقادیانیت پر کئی رسائل بھی شائع ہوئے۔ کس طرح اپنے دلی درد کا اظہار کیا جائے کہ وہ تمام رسائل میسر نہ آئے۔ بہت ساری لاہریریوں کو چھان مارا بعض حضرات کو خطوط بھی لکھے۔ لیکن سوائے

خاموشی کے کوئی جواب نہ ملا۔ دنیا کو کیا ہو گیا ہے۔ فانی اللہ المشتکی!

حضرت مولانا پروفیسر ساجد میر خوب آدمی ہیں۔ عرصہ ہوا اپنے مخدوم مولانا محمد ابراہیم میرسیالکوٹی کی لائبریری دیکھنے کے لئے اجازت طلب کی۔ کئی بار خطوط کا جواب نہ ملا۔ پھر خود تاریخ مقرر کر کے حاضری کا فقیر نے اعلان پر مشتمل عریضہ لکھا۔ جواب ملا لائبریری بن رہی ہے۔ کچھ عرصہ بعد قابل استفادہ ہوگی۔ چنانچہ چھ ماہ بعد خود جادھکا۔ پروفیسر صاحب تو موجود نہ تھے۔ ان کے بعد جو صاحب لائبریری سے استفادہ کی اجازت کے مجاز تھے انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے رسائل پر مشتمل احتساب قادیانیت کی جلد دیکھ رکھی تھی۔ یہ نسبت کام کر گئی۔ انہوں نے آنکھوں پر بٹھایا (افسوس کہ اس محسن کا نام یاد نہیں ہے۔ جس حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھیں) لائبریری میں داخلہ کی اجازت مل گئی۔ تمام تھکاوٹ دروازہ سے باہر رکھ کر تازہ دم اندر قدم رکھا۔ متعلقہ حصہ لائبریری دیکھا تو پھر کمر ٹوٹ گئی کہ مکمل رسائل وہاں بھی موجود نہیں تھے۔ جو موجود تھے انہوں نے فوٹو کرادیئے۔ اس سفر میں حضرت مولانا فقیر اللہ اختر کی ہمراہی کا مجھے شرف حاصل تھا۔ ساہا سال بعد میسر آ جانے والے رسائل کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد نمبر ۱۹ کی مالا یدرک کلدہ لایترک کلدہ کے فارمولا کے تحت ان رسائل کو شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ لیکن ”آج میرے دل میں درد سوا ہے“ کے تحت جان نکل جا رہی ہے کہ کاش تمام رسائل مل جاتے۔ ہمیں کل بارہ رسائل میسر آئے۔

رسالہ ”فص ختم النبوة“ پر سلسلہ تبلیغ نمبر ۲۸ درج ہے۔ باقی کہاں؟ ایک رسالہ پر کھلی چٹھی نمبر ۲ ہے۔ پہلی چٹھی نہ مل سکی۔ ایک رسالہ تردید مغالطات مرزائی نمبر ۲ درج ہے۔ پہلا نمبر اور اس کے بعد والے نہ مل سکے۔ مل جاتے تو سونے پر سوہا گہ ہوتا۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد کوئی کرم فرما، حاتم طائی کے ریکارڈ کو توڑ دے تو وہ بھی کسی جلد میں شائع کر دیں گے۔ ورنہ کسم ترک الاونون للاحیرین ہی پر معاملہ چھوڑتے ہیں۔ جو بارہ رسائل ملے وہ یہ ہیں۔

۱..... ”فہمت الذی کفر“ یہ فروری ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ صدر بازار سیالکوٹ میں قادیانی عبادت گاہ کے ابو یوسف مبارک قادیانی سے آپ کی گفتگو ہے۔ قادیانی امام کو چاروں شانے چت کیا گیا ہے۔ پڑھیں گے جھوم اٹھیں گے۔

۲..... ”الخبیر الصحیح عن قبر المسیح“ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ کہ مسیح علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔ یہ ایسا دعویٰ بدیہہ البطلان ہے کہ تینوں سادی مذاہب کے پیروکاروں میں سے ایک شخص بھی اس کا قائل نہیں۔ مولانا مرحوم نے قرآن و سنت اور حالات و مشاہدات سے اس دعویٰ کو باطل قرار دیا ہے۔ مختصر مگر جامع، بقامت کہتر و بقیمت بہتر، کا مصداق ہے۔

۳..... ”قادیانی مذہب، بح فہمہ خلاصہ مسائل قادیانیہ“ یہ رسالہ ستمبر ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔ پاکستان بننے کے فوری بعد مرزا محمود قادیانی ..... ۳۱ اکتوبر، ۲۱ نومبر ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ گیا۔ اس دور میں مرزا محمود پر بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کا بھوت سوار تھا۔ مرزا محمود کی تکمیل معلم الملوکوت نے تمام رکھی تھی وہ کسی کو پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دیتا تھا۔ تب مولانا حافظ محمد ابراہیم میرسیالکوٹی اسے لگام ڈالنے کے لئے کوئٹہ جادھکے۔ آپ کے بیانات ہوئے، علماء بلوچستان کی درخواست پر ایک رات میں یہ رسالہ مرتب ہوا۔ متذکرہ تاریخوں میں قادیانی جلسہ گاہ میں یہ تقسیم کیا گیا۔ مرزا محمود دم دبا کر بھاگ آیا اور بلوچستان میں قادیانیوں کے پاؤں نہ ٹکنے پائے۔ آج بلوچستان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے دو ملکیتی دفاتر اور مدرسہ قائم ہیں۔ جب کہ قادیانیوں کی پورے صوبہ میں ایک بھی عبادت گاہ نہیں۔ اقتدار کا نشہ ہرن ہوا۔ قادیانی بھی عتقا ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

- ۴..... ”صدائے حق“ ایک مسلمان خاتون کی درخواست پر مختصر رسالہ جس میں قادیانیت کے کفر کو واضح کیا ہے، ترتیب دیا۔
- ۵..... ”فیصلہ ربانی بر مرگ قادیانی“ ایڈیشن دوم جو مارچ ۱۹۳۳ء بہار پریس ملتان سے شائع ہوا۔ پنجابی اشعار میں مرزا کی موت کی حالت واقعی دیکھائی گئی ہے۔
- ۶..... ”ختم نبوت اور مرزا قادیان“ مرزا قادیانی کے موعومہ تحریفات کے جوابات پر مشتمل ہے۔
- ۷..... ”فص ختم النبوة بعموم وجامعیۃ الشریعة“ قرآن و سنت سے صاحب ختم نبوت کی آفاقی دعا لکیر نبوت کے دلائل کو پیش کر کے قادیانی نظریات کے لغو پن کو آشکارا کیا ہے۔
- ۸..... ”کشف الحقائق یعنی روئیداد مناظرات قادیانیہ“ مئی ۱۹۳۳ء میں قادیانیوں کے ساتھ سیالکوٹ میں چار مسائل۔ (۱) نکاح محمدی بیگم والی پیش گوئی۔ (۲) حیات حضرت مسیح علیہ السلام۔ (۳) تنقید صدق و کذب مرزا۔ (۴) ختم نبوت بر آنحضرت ﷺ، پر قادیانیوں سے علماء اسلام کے مختلف نشستوں میں مناظرے ہوئے۔ ان علمائے اسلام میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا لال حسین اختر اور دیگر حضرات شامل تھے۔ ان مناظرات کی جامع رپورٹ ہے۔
- ۹..... ”امام زمان، مہدی منتظر، مجدد دوران“ سکندر آباد، حیدرآباد دکن میں جنوری ۱۹۳۷ء میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے تذکرہ تین عنوانات پر بیانات ہوئے۔ جس میں مرزا کے دعویٰ، امامت، مہدویت، مجددیت کے بھٹے ادھیڑے گئے۔ ان بیانات کو انجمن اہل حدیث نے شائع کیا۔
- ۱۰..... ”کھلی چٹھی نمبر ۲“، معروف قادیانی مناظر غلام رسول راجپلی کے نام مولانا میر ابراہیم صاحب کا مکتوب مفتوح۔
- ۱۱..... ”تردید مغالط مرزا سیہ نمبر ۲“ ایک قادیانی مناظر کے جواب میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔
- ۱۲..... ”مسئلہ ختم نبوت“، مولانا سیالکوٹی کی تفسیر تبصیر الرحمن سے نساء ۴۴ کی تفسیر میں مسئلہ ختم نبوت پر مولانا کے تفسیری نوٹ کو مولانا عبد الجبید سوہدروی نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔
- یہ بارہ رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۱۹ میں ص ۱۱ سے ۲۸۲ تک موجود ہیں۔

## (۱۶۷۳) محمد اجمل خان لاہوری، حضرت مولانا قاری

(پیدائش: ۱۹۳۰ء ..... وفات: ۲۱ مئی ۲۰۰۲ء)

مولانا قاری اجمل خان نے ابتداء سے دورہ حدیث تک کی تعلیم علاقہ کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں حاصل کی۔ جامعہ رحمانیہ کے بانی و مدیر مولانا خلیل الرحمن کی عمقری شخصیت کی تعلیم و تربیت نے آپ کی شخصیت سازی میں خصوصی کردار ادا کیا۔ چنانچہ جو ہر شناس استاد نے اپنے ہونہار اور لائق و فائق شاگرد کو درس نظامی سے فراغت کے بعد اپنے ساتھ ہی ادارے میں بحیثیت مدرس نامزد کیا۔ مولانا قاری محمد اجمل خان شروع سے ہی جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے اور مولانا مفتی محمود کے دست راست سمجھے جاتے تھے اور کئی بار آپ کو حضرت مفتی محمود کی عدم موجودگی میں ان کی نیابت کا اعزاز بھی حاصل ہوا ہے۔ اپنے اور پرانے تمام لوگ آپ کی خطابت کو مانتے تھے۔ آپ نے اپنی خطابت سے لوگوں کے بنجر دلوں کو سیراب کیا۔



تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۴ء یا تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں ایسی سحرانگیز خطابت کی کہ لوگوں کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا اور آخر کار قادیانیت کا سفینہ اس طوفان میں ڈوب ہی گیا۔ آپ نے اپنے اکابر کے طرز پر لاہور میں نصف صدی تک درس قرآن دیا اور لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا۔ آپ اپنے درس اور بیان میں سب سے زیادہ زور دو باتوں پر دیتے تھے کہ جہاں بھی پرہو خدا کے ہو کے رہو۔ کوئی دیکھنے والا ہے یا نہیں اللہ ہر جگہ پر دیکھنے والا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو بھی نہ چھوڑنا۔ جب آپ آخری عمر میں نحیف اور کمزور ہو گئے تو اپنی خطابت و امامت کے فرائض اپنے صاحبزادہ مولانا امجد خان کے سپرد کر دیئے۔ سیاسی حوالے سے آپ کا شمار جمعیت علماء اسلام کے سابقوں اولوں میں ہوتا ہے۔

بڑے خوشی کے انداز میں فرماتے کہ ہم اقتدار نہیں چاہتے۔ لیکن اقتدار والوں کو غلط راستوں پر بھی نہیں چلنے دیں گے۔ علماء کو ممبری کی ضرورت نہیں۔ ان کے پاس تو منبر رسول ﷺ موجود ہے اور ساتھ ہی یہ شعر پڑھتے۔

تیری جدا پسند میری جدا پسند تجھ کو خودی پسند مجھ کو خدا پسند

آپ نے تحریکات میں قائدانہ کردار پیش کئے۔ بہت ساری ایسی تحریکیں آئیں کہ حکومتی اقدام سے معلوم ہوتا تھا کہ اب دین ختم ہو جائے گا۔ لیکن اکابر علماء کے قافلے کھڑے ہوئے اور تحریکیں چلائیں اور قائدین میں جہاں پر مولانا عبداللہ درخوستی، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی اور دیگر علماء کرام نظر آتے ہیں انہیں قافلوں میں مولانا اجمل خان کا نمایاں کردار ہے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک ختم نبوت ہو یا ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ۔ ان تحریکات میں مولانا اجمل خان کا کردار بے مثال اور قائدانہ تھا۔

چنیوٹ، چناب نگر، برطانیہ کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مستقل دعا گو تھے۔

## (۱۶۷۴) محمد احسن شجاع آبادی، مولانا

(وفات: ۲۸ ستمبر ۱۹۷۷ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد اور احسن العلوم حافظ والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے بانی تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عمر بھر بزرگوں کے ساتھ رہے۔

## (۱۶۷۵) محمد احمد بہاول پوری، حضرت مولانا

(وصال: ۲۶ جنوری ۲۰۱۹ء)

محدث العصر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری کے شاگرد رشید و عاشق صادق حضرت مولانا صدیق احمد تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا فاروق احمد تھے، جن کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے تھا۔ مولانا فاروق احمد حضرت شیخ الہند کے شاگرد رشید اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی تھے۔ بہاول پور جامعہ عباسیہ کے شیخ الحدیث بھی رہے۔ انہی حضرت مولانا فاروق احمد کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد احمد بہاول پوری تھے۔ مولانا محمد احمد بھی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے۔

مولانا محمد احمد بہاول پور کے سکول میں اسلامیات کے استاذ رہے۔ آپ بہاول پور دارالعلوم مدنیہ کی شورٹی کے رکن اور مدرسہ کے سرپرست بھی تھے۔ مولانا محمد احمد کا شمار تبلیغی جماعت کی مرکزی قیادت میں ہوتا تھا۔ آپ تبلیغی مرکز رائے ونڈ کی شورٹی کے رکن بھی تھے۔ رائے ونڈ سالانہ تبلیغی اجتماع پر آپ کا بڑی اہمیت کے ساتھ بیان ہوتا تھا۔ خاندانی طور پر حضرت شیخ الہند و حضرت مدنی کی نسبتوں کے آپ وارث تھے۔ بہت ہی واضح اور نمایاں سوچ کے حامل تھے۔ آپ اپنے تبلیغی بیانات میں موجودہ نوجوان جہادی لوگوں پر بے دریغ شدید نقد فرماتے تھے۔ آپ سے ایک مجلس میں پوچھا گیا کہ آپ بہت سختی فرماتے ہیں، موجودہ جہادی قیادت کو آپ کے بیانات پر شدید تحفظات ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ یہ زمانہ روس کے مقابلہ میں افغانستان سے معرکہ کا تھا۔ فرمایا: امریکہ کو جہاد سے کیا تعلق؟ جہاد اسلام کا مقدس فریضہ ہے۔ امریکہ کی اس معاملہ میں امداد و معاونت، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ امریکہ جہاد نہیں، روس کے مقابلہ میں اسلام کا مقدس فریضہ کے نام کو غلط استعمال کر رہا ہے۔ یاد رکھنا! جب امریکہ روس سے فارغ ہوا تو اس نے پھر انہیں جہادیوں کو نشانہ پر رکھنا ہے۔ اس وقت یہ نہ دین کے رہیں گے، نہ دنیا کے۔

ہمارے اکابر کی اپنی سوچ تھی۔ وہ جہاد کے فرض اور اس کی شرائط کو خوب جانتے تھے۔ امریکہ کے کہنے پر، اس کی سوچ پر عمل کرنا، اس کی پلاننگ پر چلنا، یہ امریکہ کے حق میں استعمال ہونے کا بدترین عمل ہے۔ قطعاً اسلامی فریضہ نہیں۔ ایجنسیوں کی پلاننگ کو عملی جامہ پہنا کر دشمن، دین والوں کو بدنام کر رہا ہے۔ یہ سب ایجنسیوں کا کھیل ہے۔ فرقہ واریت ہو یا یہ عسکری کاوش، جس میں ایجنسیوں کی ہدایات پر عمل کیا جائے، یہ امت کو برباد کرنے اور دین کو بدنام کرنے کا خوف ناک راستہ ہے۔ جو بے راہ لوگ امت کو اس راستے پر چلا رہے ہیں۔ میں امت کے نقصان کو دیکھتا ہوں تو مجھے سے رہا نہیں جاتا۔ جب امریکہ کے ہاتھوں اسی خطہ میں پھر اسلام والوں کی پٹائی ہوگی تب تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی۔ میں نے جن کے چہرے دیکھے ہیں وہ دینی فرائض پر، دین کی روح کے مطابق عمل کرتے تھے۔ کفر کے اشاروں پر عمل کو میں کیسے دین کہہ دوں؟ یہ کہہ کر وہ اتنی گہری سوچ میں چلے گئے کہ پھر خاصی دیر مجلس میں خاموشی رہی۔

آج ان کے وصال کے بعد ان کا موقف موجودہ حالات کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے تو دل گواہی دیتا ہے کہ وہ کتنے بیدار مغز اور مثبت سوچ رکھنے والے رہنا تھے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے طبیعت ناساز تھی۔ وقت آن پہنچا کہ رب کریم کے بلاوے پر بلیک کبھی اور چل دیے۔ بہاول پور کی تاریخ کا مثالی جنازہ تھا۔ دارالعلوم مدنیہ کے شیخ الحدیث عالم ربانی، حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمن صاحب نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ والد مکرم کے قریب ملوک شاہ قبرستان میں رحمت باری تعالیٰ کے سپرد ہوئے۔

(۱۶۷۶) محمد احمد بہاول پوری، مولانا حاجی

(وفات: مارچ ۱۹۸۲ء)

قاسم العلوم ملتان کے فارغ التحصیل مولانا علامہ عبدالحق المعروف صدر صاحب کے شاگرد رشید، مدرسہ سلیمان اسلام بہاول پور کے بانی و مہتمم مسجد اقصیٰ حیاتیاں کے خطیب مولانا حاجی احمد بہاول پوری تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں دیوانہ وار حصہ لیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول پور کی ہر جدوجہد میں شریک عمل رہے۔

## (۱۶۷۷) محمد احمد تھانوی، مولانا

(وفات: ۲۹/دسمبر/۱۹۷۶ء)

جامعہ اشرفیہ منزل گاہ سکھر کے بانی، نامور محقق عالم دین، مولانا محمد احمد تھانوی عمر بھر دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ آپ اپنے وقت کے جید علماء میں شامل تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی میں عمر بھر پیش پیش رہے۔ پاپوش نگر کراچی کے قبرستان میں محو استراحت ہیں۔

## (۱۶۷۸) محمد احمد جالندھری (سلطان پور لودھی)، مولانا

(وفات: ۲۲/مارچ/۱۹۶۸ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، عالم باعمل، گوشہ نشین بزرگ، تقسیم سے قبل سلطان پور لودھی کے ایک دینی مدرسہ کے صدر مدرس تھے۔ تقسیم کے بعد لاہور گولمنڈی میں دینی تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ زندگی بھر قادیانی گروہ سے سرسپیکار رہے۔

## (۱۶۷۹) محمد احمد چکوالی، مولانا ابو

مولانا احمد چکوالی، جناب غلام حسین کے پسر تھے۔ گنگوہ اور دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا محمود الحق سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ ۱۸۹۲ء میں صوفی مسجد، کشمیری بازار لاہور کے آپ امام مقرر ہوئے۔ مشن تحریک آزادی کی پانچویں برانچ کے آپ صدر تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی سے اچھے مراسم تھے۔ تحریک آزادی میں آپ کی گرفتاری بھی ہوئی۔ لاہور میں وصال پایا۔ ”قہر یزدانی بردجال قادیانی“ کے عنوان سے شائع ہونے والے فتویٰ پر آپ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۱۴)

## (۱۶۸۰) محمد احمد سونپتی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۱ء، سونپتی پت ..... وفات: ۲۳/اکتوبر/۱۹۵۸ء، ملتان)

شیعہ کتب فکر کے عالم، آریہ سماجیوں کے خلاف نمایاں کام کیا۔ متعدد کتابیں لکھیں۔ ایک کا نام ختم نبوت بھی ہے۔

## (۱۶۸۱) محمد احمد شہید، مولانا

(شہادت: ۵/مارچ/۱۹۱۱ء)

معروف مذہبی رہنما مولانا محمد اعظم طارق کے آپ بھائی تھے۔ نامعلوم قاتلوں کے ہاتھوں کراچی میں شہید ہوئے۔ آپ عقیدہ ختم نبوت کے حوالہ سے کراچی کی سطح پر ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔

## (۱۶۸۲) محمد احمد کشمیری، جناب میر واعظ

”اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ فیصلہ مقدمہ بہاول پور کے متعلق بری رائے نہیں رکھ سکتا۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب

کشمیری اور دوسرے بزرگوں اور علماء نے اس مقدمہ کی پیروی کر کے دین اسلام کی ایک گرانقدر خدمت انجام دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(فیصلہ مقدمہ بہاول پور بابا اہتمام سید اختر حسن سرہندی محفل ارشاد یہ سیالکوٹ، ماخوذ: قادیانیت ہماری نظر میں ص ۲۷۳)

(۱۶۸۳) محمد احمد مجاہد (لاہور)، مولانا

(وفات: ۲۱ مئی ۲۰۲۰ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے لاہور میں نمائندہ مولانا محمد احمد مجاہد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فقیر والی کے امیر جناب ماسٹر باؤ تاج محمد نکودری کے آپ صاحبزادہ تھے جو پہلے نکانہ میں خطیب رہے، پھر لاہور منتقل ہوئے، جہاں رہے والد مرحوم کی تربیت کے مطابق عالمی مجلس کے پلیٹ فارم سے عقیدہ ختم نبوت کے متاثر رہے۔ آپ کے تمام صاحبزادگان اہل علم ہیں، سب کو دین پڑھایا اور وہ سب لاہور کے مختلف اداروں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مرحوم رمضان شریف میں بیمار ہوئے ہسپتال داخل ہوئے، وقت اجل آن پہنچا، میسجائے قوم ڈاکٹر صاحبان نے فرضی طور پر کردنا کی وفات دے کر ان کی وفات کے صدمہ کو وراثت کے لئے مزید دل خراش بنا دیا، جناب پیر رضوان نفیس نے جنازہ کی امامت کی اور پھر مرحوم کو رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔

(۱۶۸۴) محمد احمد محمودی (احمد پور شرقیہ)، مولانا مفتی

(وفات: ۲۵ اپریل ۲۰۱۹ء)

مولانا مفتی واحد بخش احمد پور شرقیہ کی معروف علمی شخصیت تھے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے، مولانا مفتی عبدالقدوس، مولانا محمد احمد محمودی، مؤخر الذکر جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل تھے۔ علوم سے فراغت کے بعد احمد پور شرقیہ بہاول پور اپنے آبائی علاقہ میں ”انقلاب پریس“ کے نام سے پریس لگایا اور ایک مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے مشن کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جمعیت طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے مؤثر کردار ادا کیا۔ سیاسی موقف مولانا مسیح الحق شہید کے ساتھ تھا۔ وفات کے اگلے دن ۲۶ اپریل کو آپ کے ساتھی جامعہ خیر المدارس کے دارالافتاء کے صدر مولانا مفتی محمد عبداللہ نے محمود پارک میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۶۸۵) محمد احمد مظفر گڑھی، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۲ء ..... وفات: ۳۱ مئی ۲۰۲۰ء)

مولانا محمد احمد صاحب نے ۱۹۵۸ء میں لاہور جامعہ اشرفیہ سے فراغت حاصل کی۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن، مولانا رسول خان، مولانا محمد ادریس کاندھلوی ایسے حضرات سے آپ نے دینی علوم پڑھے۔ ملک عزیز کی قدیم معروف جماعت تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے تبلیغ اسلام، فقہ حنفی کی ترویج، بدعت کے انسداد اور سنت کی اشاعت کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔ مولانا سید نور الحسن بخاری، مولانا دوست محمد قریشی، علامہ ڈاکٹر خالد محمود، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی، مولانا بشیر احمد الحسینی ایسے مناظرین کے

آپ شانہ بشانہ رہے اور اب پھر ان کے ساتھ جا کر مل گئے۔ آپ نے حضرت مولانا مٹس الحق افغانی سے بھی کسب فیض کیا۔ آپ ایک زمانہ میں تنظیم اہل سنت کے دارالمبلغین کی کلاس کے لیکچرار رہے۔ مظفر گڑھ میں آپ نے ایک دینی ادارہ فیض القرآن والمحدیث کے نام سے قائم کیا۔ حفظ و ناظرہ کے علاوہ علماء کی جماعت کو آپ مناظرہ کی تربیت بھی دیا کرتے تھے۔ غرض حق تعالیٰ نے آپ سے دین اسلام کی ترویج و تبلیغ و اشاعت کا بہت کام لیا۔ عرصہ سے صاحب فراش تھے، وقت موعود اور اپنے خالق حقیقی کے بلا و پراہی عقیلی ہو گئے۔

## (۱۶۸۶) محمد اختر (عجمن کسانہ)، حضرت مولانا قاری

(وفات: ۱۷/۱۱/۲۰۰۷ء)

مولانا قاری محمد اختر صاحب نے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی مرحوم کے مدرسہ حنفیہ جہلم میں تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا غلام یحییٰ جامع المعقول والمعتول سے تمام کتب پڑھیں۔ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور آپ کی تربیت کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے جامعہ مدنیہ لاہور میں دورہ حدیث کے لئے آپ کو داخل کرایا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں مرحوم سے ۷۰-۱۹۷۱ء میں دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔

۱۹۷۱ء میں ہی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی کے حکم پر مسجد شیخان عجمن کسانہ ریلوے لائن اور جی ٹی روڈ کی درمیانی آبادی میں امامت، خطابت، تعلیم و تعلم، درس و تدریس کا آغاز کیا۔ یہ دور آپ کی بھرپور جوانی اور محنت و مشقت، ایثار و قربانی کی لازوال جدوجہد کا آئینہ دار ہے۔ مل گیا تو کھالیا، نہ ملا تو پورا دن فاقہ میں گزار دیا۔ عجمن کسانہ سے جادہ تک کئی کلومیٹر کا سفر ہے۔ نماز عجمن میں، کھانا جادہ میں، یوں وقت گزارا۔

فقیر راقم کا اس دور میں آپ سے تعلق قائم ہوا۔ ان دنوں گوجرانوالہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرؤف جتوئی مرحوم ہوتے تھے۔ تب آپ نے گجرات کے قادیانیت زدہ دیہاتوں اور چکوک کا دورہ رکھا۔ حضرت مولانا قاری محمد اختر ہمارے میر کارواں تھے۔ پیدل، سائیکل، تاگہ کے ذریعہ یہ سفر ہوئے۔ اس زمانہ میں قادیانی جارحیت زوروں پر تھی۔ قریہ، قریہ قادیانی طلسم کو توڑنا جان جوکھوں کا کام تھا۔

قاری محمد اختر مرحوم نے فراغت کے بعد بیعت شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی سے کی اور پھر یہ تعلق عشق میں تبدیل ہو گیا۔ ان دنوں گجرات ضلع میں جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی پہچان حضرت مولانا قاری محمد اختر مرحوم تھے۔ قاری محمد اختر خود ایک واقعہ سناتے تھے کہ اس زمانہ میں ایک بار کھاریاں کے قریب کسی چک سے مسلمان ماسٹر نے ملتان دفتر ختم نبوت خط لکھا کہ قادیانیوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ مسلمان کمزور ہیں۔ مسئلہ کی وضاحت کے لئے کسی فاضل مبلغ ختم نبوت کو بھیجا جائے۔ دفتر مرکزی سے مولانا قاضی محمد اللہ یار خان مرحوم کی ڈیوٹی لگی۔ بھاری بھر کم کتب کا بکس لیا۔ عجمن کسانہ میں قاری محمد اختر کے ہاں دوپہر کو جادہ تک۔ اچانک ان کو دیکھ کر قاری صاحب فرماتے تھے۔ مجھے تعجب ہوا۔ قاضی اللہ یار مرحوم نے پوری کہانی سنائی۔ جمعرات کا روز تھا۔ خط آمدہ دکھایا۔ عصر کے قریب قاری محمد اختر اور قاضی محمد اللہ یار روانہ ہوئے۔ کتب کا بکس قاری محمد اختر نے، بیک قاضی صاحب نے اٹھایا۔ مغرب کو وہاں جا پہنچے۔ ایک آدمی مسجد میں ملا۔ اس سے خط ارسال کرنے والے کا نام پوچھا۔ وہ صورتحال کو بھانپ گیا۔

اس نے کہا کہ وہ کاتب خط تو پنڈی گیا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر یہ آدمی چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے حضرات سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ سب سے پہلے جن سے آپ نے پوچھا وہی کاتب و مرسل کتب تھے۔ وہ اب آپ کو نہیں ملیں گے۔ خط تو آپ کو لکھ دیا لیکن وہ اب صورتحال کی ذمہ داری قطعاً قبول نہ کریں گے۔

قاری محمد اختر فرماتے تھے یہ سن کر ہم دونوں کو تعجب ہوا اور صورتحال کی یگانگی کا بھی احساس ہوا۔ میں تو ماپوس ہو گیا کہ یہاں وعظ و تبلیغ ممکن نہیں۔ واپس جانا ہوگا۔ لیکن اگلے لمحہ قاضی صاحب نے فیصلہ سنایا کہ قاری صاحب آپ واپس جائیں میں رات یہاں رہوں گا۔ جمعہ بھی یہاں پڑھوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ کل جمعہ کے بعد شام کو آپ کے ہاں آ جاؤں گا۔ قاضی صاحب نے عشاء پر نمازیوں کے سامنے صورتحال رکھی۔ دس منٹ بیان کیا۔ کسی نے کھانا دے دیا۔ رات مسجد میں گزاری، صبح درس دیا تو مزید فضائل و برکات اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان کیا۔ جمعہ پر خاصی حاضری ہوگئی تو قادیانیوں کے لئے لئے۔ قادیانی کفر کو عوام پر واشگاف کیا۔ پورے گاؤں کے مسلمانوں کو چند گھنٹوں کی محنت سے قادیانیوں کے مقابلہ پر لاکھڑا کیا۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جو اولاد اع کہنے کے لئے جنجن تک آئے تھے۔ جنجن کسانہ آگئے۔ قاری محمد اختر مرحوم یہ واقعہ سنا کر گلوگیر ہو جاتے کہ کیسے وہ محنتی علماء تھے۔

قاری محمد اختر مرحوم نے جنجن کسانہ میں بنین و بنات کے شاندار مراکز قائم کئے۔ جادہ میں بنات کا مدرسہ قائم کیا۔ پچیس تیس گاؤں میں مدرسہ کی شاخیں قائم کیں۔ سب کے اخراجات خود ادا کرتے تھے۔ بارہا مدرسہ کے لئے برطانیہ کا سفر ہوا۔ وہاں ملاقاتیں رہیں۔ اگست ۲۰۰۶ء میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں برمنگھم میں پورا دن اسٹیج پر رہے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ ایک مبلغ کے لئے حکم فرمایا۔ جامعہ باب العلوم کھر وڑپکا کے فاضل مولانا شبیر احمد کو فقیر نے بھیجا تو بہت خوش ہوئے۔ ان کو علاقہ بھر میں عقائد حقہ کی ترویج کے لئے وقف کر دیا۔ مولانا قاری محمد اختر مرحوم، مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا عبداللطیف جہلمی پر فدا تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے عاشق صادق تھے۔ مولانا حامد میاں مرحوم، مولانا غلام یحییٰ کے شاگرد خاص اور ان کی روایات کے امین تھے۔

دراز قد، طویل لہیہ، کشادہ سینہ، پکارنگ، مجازی کرتا آپ کی پہچان تھا۔ مؤقف کے پکے اور دل کے غنی تھے۔ علماء کے قدر دان، چھوٹوں کو بڑا بنانے کے خوگر، مسلک کے اظہار میں کسی رعایت کے روادار نہ تھے۔ غیبت، لڑائی، جھگڑا کے قریب نہ بھٹکتے تھے۔ عقیدہ ختم نبوت، نفاذ شریعت اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے ہر اڈل دستہ میں رہے۔ تمام حضرات کا دل و جان سے احترام کرتے تھے۔ جہاں کسی بے دین فننہ کی فننہ سامانی کو دیکھا چیلنج سمجھ کر ڈٹ جاتے تھے اور ہمیشہ کامیاب و سرخرو رہتے تھے۔ آپ کی زندگی اکابر کی محنت کا پرتو ہوتی تھی۔ خوبیوں کا مجموعہ عاجزی و انکساری کا پیکر، دوستوں کے دوست تھے۔ اشداء علی الکفار و رحماء بینہم پر عمر بھر عمل پیرا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائے۔ آمین!

(۱۶۸۷) محمد اختر (لاہور)، جناب ملک

(وفات: یکم مئی ۱۹۹۹ء)

آپ بھاٹی گیٹ لاہور کے رہنے والے تھے۔ وفاقی وزیر پارلیمانی امور اور قانون بھی بھٹو صاحب کے زمانہ میں رہے۔

خوب بہادر اور جذباتی مسلمان لیڈر تھے۔ ابتداء میں مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے بھی خدمات سرانجام دیں۔ مجاہد ختم نبوت تھے۔ کوڑے غلیل سے کیا ڈرتے ہوں، جتنی قادیانیت ان سے ختم کھاتی تھی۔

## (۱۶۸۸) محمد اختر، جناب حکیم

(ولادت: ۱۹۲۸ء، پرتاب گڑھ ..... وفات: ۳ جون ۲۰۱۳ء، کراچی)

آپ حضرت تھانوی کے خلفاء مولانا عبدالغنی پھول پوری اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی والوں کے مسز شد تھے۔ کراچی میں حضرت تھانوی کے سلسلہ کو ترویج دینے میں مثالی کردار ادا کیا۔ عرب و عجم میں تصوف کو پروان چڑھایا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے عنوان سے کام کرنے والوں کے پشتی بان اور دعا گو تھے۔ حق تعالیٰ نے ایک شیخ کامل کی خوبیوں کا آپ کو حامل بنایا تھا۔

## (۱۶۸۹) محمد ادریس اپل (لاہور)، جناب

(ولادت: مارچ ۱۹۵۶ء ..... وفات: ۳ مئی ۲۰۲۱ء)

آپ خاندانی طور پر جمعیت علماء اسلام کے نظریاتی کارکن تھے۔ کالج کی تعلیم کے دوران جمعیت طلباء اسلام میں اور فراغت کے بعد جمعیت علماء اسلام میں بھرپور متحرک رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریکی بہادر ساتھی تھے۔ ۲۱ رمضان کو لاہور میں انتقال ہوا۔ حضرت لاہوری کے قدموں کی طرف تدفین ہوئی۔

## (۱۶۹۰) محمد ادریس جھنجھانوی، مولانا

مولانا محمد ادریس جھنجھانوی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”جس شخص کے ایسے عقیدے ہوں جو مرزا غلام احمد نے بیان کئے ہیں، وہ شخص کافر بلکہ اکفر ہے۔“

## (۱۶۹۱) محمد ادریس دہلوی، ماسٹر سید

آپ نے دسمبر ۱۹۳۱ء میں ۱۶ صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا جسے انجمن اصلاح المسلمین دہلی نے شائع کیا۔ اس میں مسلمانوں کے خلاف، آپ ﷺ کے خلاف، حرمین شریفین کے خلاف، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف، حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف مرزائیوں کی افتراء پردازی، بدزبانی کے حوالہ جات نقل کر کے امت محمدیہ کو ان سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ آخر میں مرزا قادیانی کی دروغ گوئی کے چند نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ اس رسالہ کا نام ”حقیقت مرزا“ ہے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۱ میں شائع ہوا ہے۔

## (۱۶۹۲) محمد ادریس سکروڈھوی، مولانا سید

(وفات: اکتوبر ۱۹۵۷ء)

”صدع النقاب عن جساسۃ الفنجاب“ اس رسالہ کے مرتب حضرت مولانا سید محمد ادریس

سکروڈھوی مدرس دارالعلوم دیوبند ہیں۔ رسالہ کا نام اس خوبصورتی سے تجویز کیا کہ کمال کردی۔ ”صدع النقب“ ابجد کے حساب سے ۱۳۴۳ھ بنتے ہیں۔ جو کتاب کی اشاعت کا سن ہجری ہے اور ”جسامة الفنجاب“ سے ابجد کے حساب سے ۱۹۲۵ء بنتے ہیں۔ جو کتاب کی اشاعت کا سن عیسوی ہے۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے اپنی تالیف ”اکفار الملحدین فی شئی من ضروریات الدین“ میں ایک قصیدہ بزبان عربی قطعہ انجازیہ نظم فرمایا تھا۔ حضرت مولانا سید محمد ادریس سیکروڈھوی جو حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ آپ نے اس قصیدہ کو بیع ترجمہ و تشریح کے اس رسالہ میں شائع فرمایا۔ خوب علمی تحفہ ہے۔ کاش ہمارے رفقاء اس عربی قصیدہ کو یاد کریں۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۶۹۳) محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا

(ولادت: ۲۰/ اگست ۱۸۹۹ء ..... وفات: ۲۸/ جولائی ۱۹۷۷ء، لاہور)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں مولانا حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی جو حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے مرید تھے، کے ہاں پیدا ہوئے اور لاہور میں واصل الی الحق ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں اور اعلیٰ تعلیم مظاہر العلوم سہارن پور اور دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی عزیز الرحمن عثمانی اور مولانا رسول خان ہزاروی ایسے نابغہ روزگار آپ کے اساتذہ تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں پڑھنا ہی باعث صدرافتخار ہے۔ چہ جائیکہ وہاں پر پڑھانے کا کسی کوشرف حاصل ہو جائے۔ حضرت مولانا کاندھلوی مرحوم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے جن اساتذہ سے پڑھا تھا، انہی کی سرپرستی میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے بھی رہے۔ علاوہ ازیں مدرسہ امینیہ دہلی، حیدرآباد دکن، جامعہ عباسیہ بہاول پور اور جامعہ اشرفیہ لاہور ایسے مشہور عالم جامعات میں آپ شیخ التفسیر و شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی طرف سے آپ کو فتنہ عمیاء قادیانیت کے خلاف کام کرنے کی قدرت نے تڑپ نصیب فرمائی تھی۔ حضرت مولانا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے زمانہ میں خود، حضرت مولانا بابر عالم میرٹھی اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کو قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد پر استاذ مکرم حضرت شاہ صاحب نے لگا دیا تھا اور موضوع بھی تقسیم فرمادیئے تھے۔ اس دور میں مختلف معروف زمانہ مناظروں میں بھی ان حضرات نے اپنے ابا کی سرپرستی میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ کامیابی و کامرانی سے قدرت حق نے ان کو سرفراز فرمایا۔ حضرت کاندھلوی اپنے استاذ حضرت شاہ صاحب کی خواہش و حکم پا کر فتنہ قادیانیت کے خلاف ایسے صف آراء ہوئے کہ آخری عمر تک برابر اس جہاد کو جاری رکھا۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف جو رساں و کتب تصنیف فرمائے، ان میں سے بعض تو بار بار شائع ہوئے اور بعض ایک آدھ بار چھپ کر نایاب ہو گئے اور اب تو تقریباً تمام کے تمام بازار سے عنقاء ہیں۔

فقیر (راقم) کی خواہش تھی کہ ان سب کو جمع کر کے ایک ”حسین گلدستہ“ کی شکل میں، آنے والی نسل کے لئے محفوظ کر دیا جائے۔ تاکہ مصنف کا یہ فیض جاری رہے۔ مصنف مرحوم کا ذاتی کتب خانہ و مسودہ جات لاہور کے ایک دینی ادارہ میں محفوظ ہیں۔ فقیر وہاں پر حاضر ہوا کہ شاید کوئی غیر مطبوعہ مسودہ کی نشاندہی ہو جائے یا آپ کی کتابوں میں سے کوئی نایاب کتب دیکھنے کو مل جائیں۔ اس



ادارہ کے بعض ذمہ دار حضرات نے بہت زیادہ کرم اور محبت کا مظاہرہ فرمایا۔ لیکن ان کتابوں و مسودہ جات کو دیکھنے کے لئے کبھی ادھر کبھی ادھر کے صبر آزما مرحلے سے گزر کر جب اس کتب خانہ میں موجود شخصیت سے ملا تو بس ”زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشین“ والا معاملہ پایا۔ بہت مایوسی ہوئی۔ بایں ہمہ بجزہ تعالیٰ مجھے ننانوے فیصد یقین ہے کہ حضرت مرحوم نے فتنہ قادیانیت کے خلاف جو کچھ تحریر فرمایا تھا، وہ تمام کا تمام احتساب قادیانیت کی جلد دوم، اشاعت اول جون ۱۹۹۷ء میں آ گیا ہے۔

یوں تو حضرت کا ندھلوی مرحوم کی شاید ہی کوئی تصنیف ہو جس میں قادیانیت کے خلاف کچھ نہ کچھ آپ نے تحریر نہ فرمایا ہو۔ لیکن اس عنوان پر مستقل آپ کے دس رسائل و کتب ہیں جن کے نام یہ ہیں:

- ۱..... ”میسک الختام فی ختم نبوت سید الانام المعروف ختم نبوت“
  - ۲..... ”شرائط نبوت“
  - ۳..... ”حضرات صوفیاء کرام اور مولانا محمد قاسم نانوتوی پر مرزائیوں کا بہتان و افتراء“
  - ۴..... ”الاعلام بمعنی الکشف والوحی والالہام“
  - ۵..... ”کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ المعروف حیات عیسیٰ ﷺ“
  - ۶..... ”القول المحکم فی نزول ابن مریم ﷺ“
  - ۷..... ”لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ ابن مریم ﷺ“
  - ۸..... ”اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف“
  - ۹..... ”دعاوی مرزا“
  - ۱۰..... ”احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان (یعنی مسلمان کون ہے اور کافر کون؟)“
- بجزہ تعالیٰ یہ تمام کے تمام رسائل احتساب قادیانیت جلد ۲ میں شامل ہیں۔

## بشارت عظمیٰ

مولانا کا ندھلوی اپنے رسالے ”حیات عیسیٰ ﷺ“ کے ص ۵ پر تحدیث بالعمتہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”و اما بنعمۃ ربک فحدث ناچیز کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمن مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مطب قاسمی میں طبع کرایا۔ جس شب میں اس رسالے کی لوح کا ورق طبع ہو رہا تھا، اس شب میں اس ناچیز نے یہ خواب دیکھا کہ یہ ناچیز دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ﷺ منبر کے قریب اور محراب امام کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ چہرہ مبارک پر عجیب و غریب انوار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ ﷺ کے ساتھ کوئی خادم بھی ہے۔ یہ ناچیز نہایت ادب کے ساتھ دوزانو بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک قادیانی پکڑ کر لایا گیا اور سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ بعد ازاں دو عبالائے گئے۔ ایک نہایت سفید اور خوبصورت ہے اور دوسرا نہایت سیاہ اور بدبودار ہے۔ حضرت عیسیٰ ﷺ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سفید عباء اس ناچیز کو پہنائیں اور سیاہ عباء اس قادیانی کو پہنایا جائے۔ چنانچہ سفید عباء اس ناچیز کو پہنایا گیا۔ فللہ الحمد والمنة اور سیاہ عباء اس قادیانی کو، اور یہ ناچیز خاموش کھڑا رہا۔“

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے صاحبزادہ مولانا محمد میاں صدیقی اپنے والد گرامی کی رد قادیانیت پر گرفتار خدمات کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

## قادیانیوں کے خلاف تحریری جہاد

قادیانی مذہب کے رد کی سعادت آپ (مولانا کاندھلوی) کو نوجوانی ہی سے ملی۔ ۱۹۲۱ء میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہوئے۔ قادیانی فتنہ اس وقت اپنی زندگی کے انتہائی خطرناک مراحل میں داخل ہو چکا تھا۔ برصغیر کے سبھی علماء اس فتنہ ارتداد کے مقابلے اور سدباب کے لئے سینہ سپر تھے۔ ہر طرف تحریر، تقریر اور مناظروں کا ہنگامہ مچا تھا۔ عیسائی حکومت برسر اقتدار تھی اور وہ بھی ایسی حکومت جس کی قادیانیوں کو مکمل حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔ علماء حق قادیانیوں سے مناظرے ہی کر سکتے تھے۔ ان کے کفریہ عقائد اور عادی کا تحریری اور تقریری طور پر دلائل و براہین سے رد ہی ممکن تھا۔ چنانچہ علماء نے اس ضمن میں اپنا فرض بخوبی ادا کیا اور خاص طور پر دہلی، یو۔ پی اور پنجاب کے علماء نے امت مسلمہ کو عہد حاضر کے اس فتنہ کبریٰ سے بچانے کے لئے اپنی تمام تر علمی، فکری اور عملی صلاحیتوں سے کام لیا۔

اپنے قابل فخر اساتذہ علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کے ہمراہ کئی بار قادیان، فیروز پور، گورداسپور اور لاہور آنا ہوا اور ایسی ایمان افروز تقریریں کیں کہ استادوں کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ والد صاحب (مولانا کاندھلوی) نے خود ایک جلسہ کی کیفیت یوں بیان کی: ”قادیانیوں کے خلاف مسلمانان پنجاب نے ایک عظیم الشان جلسہ کیا۔ علامہ انور شاہ اور علامہ عثمانی کو بلایا۔ میں بھی اپنے گرامی قدر اساتذہ کے ساتھ گیا۔ جلسہ میں جب میری تقریر کا وقت آیا تو شاہ صاحب کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: بھائیو! یہ مولوی ادریس ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے مدرس ہیں۔ ..... جو کچھ کہیں اسے غور سے سننا۔ تقریر کی، لوگوں نے پسند کی اور شاہ صاحب اور علامہ عثمانی دونوں بے حد خوش ہوئے۔“

پنجاب میں قادیانیوں کے خلاف علمائے دیوبند نے جو علمی فکری محاذ قائم کیا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اپنے مضمون میں اس کا ذکر یوں کرتے ہیں: ”اسی زمانے میں اکابر دارالعلوم کے ایک وفد نے جس کی قیادت استاد محترم حضرت شاہ صاحب فرما رہے تھے۔ عام مسلمانوں میں قادیانی دہل و فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے ملک کا دورہ کرنا تجویز کیا۔ اس دورے میں بھی ہم تینوں مفتی شفیع صاحب، مولانا محمد ادریس، مولانا بدر عالم کو اس سفر میں ہم سفر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی زمانے میں یہ طے ہوا کہ ہر سال ایک جلسہ خود قادیان میں کیا جائے۔ جس میں مرزا قادیانی کے اوہام باطلہ کی تردید خود ان کے مرکز میں جا کر کی جائے۔ ان جلسوں میں بھی حضرات اکابر کے ارشاد کے مطابق ہم تینوں کو شریک رہنے کا موقع ملا۔ فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا تو ان سے مناظرے کے لئے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مولانا سید مرتضیٰ حسن کی سرکردگی میں ہم تینوں رفیق سفر رہے۔ خود حضرت شاہ صاحب اور علامہ شبیر احمد عثمانی بھی پہنچ گئے۔ تین روزیہ تاریخی مناظرہ جاری رہا۔

حضرت شاہ صاحب کی خاص توجہ اور کوشش نے چند سال میں ایسا کر دیا تھا کہ علمی اعتبار سے مرزا محمود اور قادیانیت نے دم توڑ دیا اور یہ لوگ مناظرے، مباہلے کا نام چھوڑ کر ریز مین سازشوں میں مشغول ہو گئے۔“ (ماہنامہ ”ابلاغ“، کراچی ص ۲۱، ۱۹۷۷ء)

قادیانیوں کے خلاف باقاعدہ تحریری جہاد کا آغاز ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۲ء سے ”کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھ کر کیا۔ دیباچہ میں خود تحریر فرماتے ہیں: ”اس دور پر فتن میں ہر طرف سے دین پر فتنوں کا ہجوم ہے۔ جس میں ایک بہت بڑا فتنہ مرزاہیت کا ہے۔ اس فتنے کا بانی شیخ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اولاً اس نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مثل مسیح ہونے کا، پھر مسیح اور عیسیٰ ہونے کا اور اپنی مسیحیت کی دھن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مدعی بنا اور ان کے رفع الی السماء کو محال قرار دیا اور صد ہا اور اراق اس بارے میں سیاہ کئے۔ علمائے اہل سنت والجماعت نے در مرزاہیت پر عموماً اور حیات عیسیٰ پر خصوصاً مفصل، مختصر اور متوسط کتابیں تالیف فرمائیں اور بارگاہ خداوندی سے اجر حاصل کیا۔ ۱۳۴۲ھ میں اس ناچیز، اور بے بضاعت نے بھی ایک رسالہ ”کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ“ کے نام سے لکھا تھا۔ جس کو حضرت محمد و منا الحبیب و مطاعنا اللیب مولانا حبیب الرحمن عثمانی نے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا۔“

”کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ“ کا موضوع یہ ہے کہ قادیانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھانے جانے پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کا قرآن حکیم، احادیث نبویہ اور اجماع امت سے مفصل اور مدلل جواب دیا ہے۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ رہنا اور اخیر زمانے میں آسمان سے نازل ہونا بھی ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے تقسیم ہند سے قبل اور اس کے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ موجودہ ایڈیشن ”حیات عیسیٰ“ کے نام سے طبع ہوا ہے۔ ۱۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب اگرچہ ضخیم نہیں ہے۔ مگر مضمون کے اعتبار سے کتنی اہم ہے۔ اس کا اندازہ علامہ انور شاہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی تقریظات سے لگایا جاسکتا ہے جو اس کتاب پر انہوں نے تحریر فرمائیں۔ علامہ انور شاہ تحریر فرماتے ہیں: ”رسالہ کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ“ مصنفہ علامہ فہامہ جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم دیوبند کا احقر نے کہیں سے دیکھا اور بعض مضامین کو مؤلف ممدوح کی زبان سے سنا۔ رسالہ مذکورہ حیات عیسیٰ علیہ السلام میں کافی دشمنی اور مباحث متعلقہ کا حاوی اور جامع ہے۔ نقول، معتبر اور مستند کتابوں سے لی گئی ہیں اور عمدہ سے عمدہ قول سامنے رکھ دیا ہے۔ علماء اور طلبہ کو تلاش و ترتیب سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اسی کتاب کے بارے میں علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں: ”تقریباً دو سال ہوئے ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء مقام فیروز پور پنجاب، قادیانی مرزائیوں سے متنازعہ فیہ مسائل میں علمائے دیوبند کی گفتگو ہوتی تھی۔ سب سے پہلی بحث حضرت مسیح بن مریم کی حیات اور رفع الی السماء اور دوبارہ تشریف آوری کے متعلق تھی۔ جس میں دیوبند کی طرف سے برادر مکرم جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم، وکیل تھے۔ مولوی صاحب نے جو عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی بجز اللہ تعالیٰ نہ صرف عام پبلک بھی اس سے محفوظ اور مطمئن ہوئی بلکہ بندہ کے روبرو بعض ممتاز مرزائیوں نے بھی اس کی معقولیت اور سنجیدہ روش کی داد دی اور اس طرح مولوی صاحب کے عالمانہ طرز استدلال نے منکرین سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔

میں نے اسی وقت مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف و جوانب کی توضیح و تحقیق ایک کتاب کے ذریعے اس طرح کر دیجئے کہ غائب و حاضر کے لئے اس میں بصیرت ہو اور مسئلہ کا تمام پہلو بیک وقت سامنے آجائے اور کسی باطل پرست کو گنجائش نہ رہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ ایک حق پرست کے قدم ڈمگا سکے۔ شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس وقت تک کوئی کتاب اس قدر جامع اور حاوی ایسے سادہ اور بے تکلف انداز میں نہیں لکھی گئی۔“ (حیات عیسیٰ ص ۱۴۰، طبع ملتان ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء)

”کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ“ کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانی کے برادر بزرگ مولانا حبیب الرحمن عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

”برادر عزیز مولوی محمد ادریس صاحب، جو دارالعلوم دیوبند کے لائق مدرس ہیں اور عالم باعمل، متصلب فی الدین ہیں، نے رسالہ ”کلمتہ اللہ فی حیات روح اللہ“ تصنیف کر کے اس مسئلہ (حیات عیسیٰ) کو اور زیادہ روشن اور واضح کر دیا ہے کہ منصف مزاج اور طالب حق کے لئے گنجائش تردد و تامل نہیں چھوڑی۔“

(۱۱/رجب ۱۳۴۳ھ/۶ فروری ۱۹۲۵ء)

حیات عیسیٰ میں قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہ کسی جسم غضری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون قدرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ سے متصادم ہے اور اسی طرح کسی جسم غضری کا بغیر کھائے پئے زندگی بسر کرنا اور ایک عرصہ تک زندہ رہنا ممکن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات نہ پانے اور زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر قیامت کے قریب نزول پر چار دلیلیں قرآن حکیم سے اور چھ دلیلیں احادیث صحیحہ سے دی گئی ہیں۔

یہ کتاب اگرچہ مرزائے قادیان کے رد میں تالیف کی گئی۔ مگر اس سے عیسائیوں کا بھی رد ہوا۔ کیونکہ وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو سولی چڑھا دیا گیا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان (۱۹۴۹ء) میں تشریف لے آئے تو یہاں بھی امت مسلمہ کو اس فتنے کا سامنا تھا۔ ۱۹۵۲ء کے آخر میں قادیانیت کے خلاف علمائے حق کی جدوجہد نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ اس وقت حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب یقید حیات تھے۔ جامع مسجد نیلہ گنبد میں زیادہ تر جمعہ کے روز مفتی صاحب مرحوم تقریر فرمایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی جامع مسجد نیلہ گنبد میں آپ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی) کی تقاریر ہوتیں اور ملک کے مختلف حصوں میں جو جلسے منعقد ہوتے وہاں تشریف لے جاتے اور قادیانیت کے خلاف بصیرت افروز تقریریں کرتے۔ ۱۹۵۳ء کے آغاز میں جب بہت سے علماء تحریک ختم نبوت کی پاداش میں دارورسن کی صعوبتیں اٹھا رہے تھے، آپ تحریری و تقریری جہاد میں مصروف تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ فروری ۱۹۵۳ء کا کوئی ایک جمعہ تھا، شہر میں ہر طرف ہنگامہ پاتا تھا۔ نیلہ گنبد چوک میں آگ لگی ہوئی تھی۔ جامعہ کی گلی میں بعض شہر پسند اپنے گھروں کے دروازوں سے گولیاں برسار رہے تھے اور کسی کی باہر جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم اور والد صاحب جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نیلہ گنبد گئے اور قادیانیت ہی کے خلاف تقریریں کیں۔

تحریک ختم نبوت نے ۱۹۵۳ء میں شدت اختیار کی، تشدد کے واقعات ہوئے۔ اس لئے مارشل لاء لگانا پڑا اور آخر کار ہائیکورٹ کے دو ججز پر مشتمل اعلیٰ اختیارات کا ایک کمیشن بیٹھا جو ان تمام واقعات اور حالات کی تحقیقات کے لئے مامور کیا گیا۔ بہت سے علماء کے عدالت عالیہ میں بیانات ہوئے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ والد محترم (مولانا کاندھلوی) نے ان مجاہدین کی کس طرح علمی رہنمائی کی جو جیل کی کوٹھڑیوں سے باہرہ کرامت مسلمہ کی وکالت کر رہے تھے۔ اکثر قاضی شمس الدین صاحب ہری پور والے والد محترم کی خدمت میں تشریف لاتے۔ گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ عدالت عالیہ میں اپنے موقف کی حمایت میں جو مواد بہم پہنچانا ہوتا وہ والد صاحب سے حاصل کرتے۔ قاضی شمس الدین کے علاوہ ان دنوں والد صاحب کے پاس اس موضوع پر گفتگو کے لئے جو اہل علم تشریف لائے ان میں خاص طور پر تحریک ختم نبوت کے مجاہد مولانا محمد علی جاندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا عبدالستار خان نیازی اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی قابل ذکر ہیں۔

عدالت عالیہ نے والد صاحب کو بھی بیان دینے کے لئے بلایا۔ تحقیقاتی بیچ دو جوں پر مشتمل تھا۔ جسٹس محمد منیر اور جسٹس ایم. آر کیانی مرحوم، دوران بیان جسٹس منیر نے مختلف سوالات کئے۔ ایک سوال یہ کیا کہ: ”مولانا! ترمذی میں ایک حدیث آتی ہے، جس میں یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو اس کا کفر کہنے والے پر لوٹتا ہے۔ بریلوی کتب فکر سے تعلق رکھنے والے بہت سے علماء دیوبندی علماء کو کافر کہتے ہیں۔ اس حدیث کی رو سے ان کا کفر خود بریلوی علماء پر لوٹنا اور وہ لوگ کافر ہوئے؟“

والد صاحب نے جواب دیا کہ: ”ترمذی کی حدیث تو صحیح ہے۔ مگر آپ اس کا مطلب صحیح نہیں سمجھے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ وہ مسلمان ہے، دیدہ و دانستہ کافر کہے تو اس کا کفر کہنے والے پر لوٹے گا۔ جن بریلوی علماء نے بعض دیوبندی علماء کو کافر کہا، انہوں نے دیدہ و دانستہ نہیں کیا۔ بلکہ ان کو غلط فہمی ہوئی جس کی بناء پر انہوں نے ایسا کہا۔ انہوں نے منشاء تکفیر یہ تجویز کیا ہے کہ ایسے علماء نے آنحضرت ﷺ کی توہین کی ہے۔ اگرچہ ان کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ وہ اگر ذرا بھی غور و فکر کرتے یا ان ہی حضرات کی وہی کتابیں اور عبارتیں دیکھ لیتے جس سے بریلوی حضرات علماء کو یہ خیال ہوا ہے تو خود ہی اس کا ازالہ ہو جاتا۔ پھر بھی ہم اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ان حضرات نے بعض علماء دیوبندی تکفیر اس بنیاد یعنی توہین رسول کے مزمومہ پر کی ہے۔ لہذا یہ کفر کہنے والے پر نہیں لوٹے گا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی علماء بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے۔“

ہم جواباً ان کی تکفیر کا طریقہ اختیار نہیں کرتے۔ اس بلند پایہ جواب کو جو ایک صحیح عالم بلند حوصلگی کی ترجمانی کر رہا ہے۔ بہت سے بریلوی نہایت متاثر ہوئے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا کاش کہ یہ وسعت حوصلہ دوسری جانب بھی پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ والد مرحوم کی عقیدت اور محبت رکھنے میں ہر طبقہ کے علماء اور عام حضرات برابر کے شریک تھے۔

عدالت میں زبانی بیان دینے کے علاوہ آپ نے ایک مفصل تحریری بیان قلمبند کیا۔ جس میں پوری تفصیل سے ایمان اور کفر کی تعریف، اس کے وجوہ اور اسباب پر بحث کی۔ یہ بیان بعد میں ”مسلمان کون کافر کون“ کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں ایمان اور کفر کے موضوع پر جس قدر تفصیل سے بحث کی گئی۔ اتنی یقیناً یک جا کسی ایک کتاب اور مضمون میں اس سے پہلے نہیں کی گئی تھی۔

سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے ان کا اپنا عقیدہ اور مذہب بیان کیا۔ اس کے بعد جو عنوانات قائم کئے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان پر مفصل بحث کی، وہ یقیناً اس موضوع پر ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

حسب ذیل چند عنوانات سے اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

- ..... ❁ ایمان کی تعریف۔
- ..... ❁ کفر کی تعریف۔
- ..... ❁ ضروریات دین کی تعریف۔
- ..... ❁ قومی اسلامی اور شرعی اسلام۔
- ..... ❁ اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ متواتر ہے۔

- ..... ❁ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول میں فرق
- ..... ❁ مسئلہ تکفیر اہل قبلہ۔
- ..... ❁ الحاد، زندقہ اور ارتداد کی تعریف اور احکام۔
- ..... ❁ مرتدین کے حق میں قرآن کا فیصلہ۔
- ..... ❁ آنحضرت ﷺ، حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے خاتم النبیین تھے۔
- ..... ❁ اسلام میں مدعیان نبوت کے بارے میں اجماعی فیصلہ جس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور بعد کے قرون میں عمل کیا گیا۔
- ..... ❁ ختم نبوت اور اس کا مفہوم و حقیقت۔

قادیانیوں کے خلاف پاکستان میں تحریک زور پڑی تھی۔ بھارت سے مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک مضمون شائع کیا جس میں لاہوری قادیانیوں کی حمایت کی گئی اور ان کو دائرہ کفر سے نکالنے کے لئے مولانا صاحب نے خاصے ہاتھ پاؤں مارے۔ والد صاحب نے وہ مضمون پڑھا اور یہ لحاظ کئے بغیر کہ دریابادی صاحب کو، مولانا اشرف علی تھانوی سے نسبت ہے۔ ان کے خلاف ایک بیان لکھا، جس کا مضمون مدلل، اور الفاظ سخت تھے۔ یہ جوابی مضمون جامعہ اشرفیہ لاہور کے ماہنامہ رسالے ”انوار العلوم“ میں چھاپا گیا۔ حضرت کی عصیبت فی الدین کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ مولانا عبدالباری ندوی نے ایک مکتوب میں والد صاحب کو مولانا عبدالماجد دریابادی کے خلاف عنوان اور معنوں سخت اختیار کرنے کی شکایت کی جس کی والد صاحب نے کوئی پروا نہ کی۔ حمایت کے پہلو پر والد صاحب کو خود مولانا ندوی سے اس قدر انقباض اور تکدر ہوا کہ اس کے بعد جب وہ لاہور تشریف لائے اور حضرت محمد حسن صاحب کی ایک مجلس میں یا کسی تقریب میں والد صاحب کی موجودگی میں مولانا ندوی ملاقات کے لئے قدیم رفاقت کے انداز میں مصافحہ کے لئے بڑھے تو والد صاحب سے الحب للہ و ابغض للہ کارنگ غیر اختیاری طور پر ظاہر ہوا اور اعراض فرمایا۔

### عبدالماجد دریابادی اور مسیلمہ پنجاب کی حمایت

الحمد للہ وحده و الصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعده

عرصہ سے عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر الصدق کے مضامین مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کی حمایت میں شائع ہو رہے ہیں۔ چونکہ عبدالماجد صاحب حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے اپنی نسبت بیان کرتے ہیں۔ اس لئے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت کی نسبت کے ساتھ یہ مرزاہیت کی حمایت کیسی۔ اس لئے چند مختصر کلمات احباب کی تشریح کے لئے لکھ رہا ہوں۔ وباللہ التوفیق!

ختم نبوت کا عقیدہ قرآن کریم اور حدیث متواتر اور اجماع صحابہ، تابعین اور اتفاق علماء امت محمدیہ ثابت ہے جس میں ذرہ برابر کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں۔ امت محمدیہ میں سب سے پہلا اجماع جو منعقد ہوا مدعی نبوت کے قتل پر ہوا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد مسیلمہ کذاب کے قتل کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر روانہ کیا۔ بالآخر اس کو قتل کیا اور اس کے تبعین کو بھی قتل کیا اور قیدیوں کو گرفتار کر کے مدینہ لائے اور ان کو غلام و باندی بنا کر مجاہدین پر تقسیم کیا۔

مدعی نبوت کے جہاد و قتال پر امت محمدیہ کا یہ پہلا اجماع تھا جو عہد صدیقی میں منعقد ہوا۔ کسی نے یہ سوال نہیں کیا کہ میلہ کذاب سے یہ دریافت کیا جائے کہ وہ اپنی نبوت کے کیا دلائل پیش کرتا ہے۔ میلہ کے بعد طلحہ اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ صدیق اکبر ؓ نے اس کے قتل کے لئے بھی خالد ؓ بن ولید کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ اس کے بعد خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں حارث نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ علماء تابعین کے متفقہ فتویٰ سے اس کو قتل کر کے عبرت کے لئے سولی لٹکایا گیا اور اس کے بعد خلفاء اور سلاطین اسلام کا مدعیان نبوت کے ساتھ یہی عمل رہا۔ جیسا کہ شقائے قاضی عیاض میں تصریح ہے اور صبح الاشیخ ج ۱۳ ص ۳۰۵ میں ہے کہ ہر زمانے میں اسلامی حکومت کا معمول یہی رہا کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اس کو سزائے موت دی گئی۔ حدیث میں ہے: ”لا تجتمع امتی علی الضلالة“ میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہیں ہو سکتی۔ محن ابن امیر الحاج شرح تحریر الاصول ج ۳ ص ۸۵ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باسانید صحیحہ اور طرق متعددہ مروی ہے۔ فرداً فرداً اگرچہ اخبار آحاد ہیں لیکن قدر مشترک متواتر ہے۔

”وقال تعالیٰ ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا“ اور جو شخص حق واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے متفقہ مسلک کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مسلک اختیار کرے تو ہم دنیا میں اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے کہ جو چاہے کرے اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور جہنم بہت بری جگہ ہے۔

اس آیت میں سبیل المؤمنین سے اجماع صحابہ ؓ و اہل بیت ؓ مراد ہے۔ جس کی مخالفت کو دخول جہنم کا سبب قرار دیا۔ علاوہ ازیں اگر اجماع حجت نہ ہو تو پھر دین ایک کھلونا بن جائے اور ہر شخص کی رائے اور سمجھ کے تابع ہو جائے۔

خلاصہ کلام: یہ کہ جس طرح میلہ کذاب اور اس کے قبیحین قطعاً کافر اور مرتد ہیں۔ اسی طرح میلہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے اتباع و اذنا ب بھی قطعاً کافر اور مرتد ہیں۔ دونوں کے کفر اور ارتداد میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ بلکہ میلہ کذاب کا تو لفظ ایک ہی کفر (یعنی دعوائے نبوت) ثابت ہے اور میلہ پنجاب کے کفریات کی تو کوئی شمار ہی نہیں۔ اس لئے کہ میلہ پنجاب کفر میں پیامہ کے میلہ کذاب سے بہت آگے ہے۔ لہذا جس طرح میلہ کذاب کے کفر میں شک اور تردد کفر اور ارتداد ہے، اسی طرح میلہ پنجاب کے کفر میں بھی شک اور تردد کفر اور صریح ارتداد ہے۔ امت محمدیہ کے چودہ قرن کے علماء اور سلف صالحین کا یہی اجماعی عقیدہ ہے جو عہد صحابہ سے لے کر ہم تک بطریق تواتر پہنچا ہے جو شخص اجماع صحابہ و تابعین پر نظر ثانی کا تصور بھی کرے یہی اس کے گمراہ اور بے دین ہونے کی دلیل قطعی ہے۔

رہا دریا بادی صاحب کا حضرت مولانا اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہ سے اپنا تعلق ظاہر کرنا یہ سب فریب اور مغالطہ ہے۔ حضرت تھانوی سے علاقہ اسی وقت تک رہ سکتا ہے کہ جب عقائد اسلام اور عقائد اہل سنت پر قائم ہوں اور حضرت تھانوی کے مسلک پر قائم ہوں اور جب اسلام کے اجماعی عقیدہ ہی سے انحراف ہو جائے تو حضرت تھانوی سے تعلق خود بخود منقطع ہو جاتا ہے۔ بزرگان دین سے تعلق دین کے تعلق پر موقوف ہے۔ جب دین ہی سے تعلق نہ رہا تو بزرگان دین سے کہاں تعلق رہ سکتا ہے۔

حضرت مولانا تھانوی کی تصانیف میں مرزا غلام احمد قادیانی کی صریح تکفیر موجود ہے اور مرزائے قادیانی کے کفر کے فتوؤں

پر حضرت حکیم الامت کے بھی دستخط ہیں۔ اب ظاہر کہ ایسی صورت میں دریا بادی صاحب کا حضرت تھانوی سے کیا علاقہ رہ سکتا ہے۔ حضرت تھانوی کا مسلک یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے قبیح کافر اور مرتد ہیں اور دریا بادی کے نزدیک مرزا قادیانی کافر نہیں۔ ان کا مسلک حضرت تھانوی کے مسلک کے صریح منافی اور منقض ہے۔ یہ دو متناقض مسلک ذات واحدہ میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اجتماع تقيہین باجماع عقلاء عالم محال ہے۔

## مسلمانوں کو نصیحت

اے میرے عزیزو! اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا دامن نہ چھوڑو اور جو اجماعی عقیدہ صحابہ و تابعین سے لے کر اس وقت تک تم کو بطریق تو اترا پہنچا ہے۔ اس کو حرز جان بنا کر رکھو اور اخباری مضمون نگاروں پر اپنے دین اور ایمان کو قربان نہ کرو۔ دنیا میں سینکڑوں مسیلہ اور کذاب آئے اور ہزاروں ان کے حامی ہوئے۔ مگر سب ختم ہوئے۔ صرف ایک دین محمدی باقی رہا اور ان شاء اللہ قیامت تک باقی رہے گا۔

خلاصہ کلام: یہ کہ مدعی نبوت کا ارتداد امت محمدیہ کا ایک اجماعی عقیدہ ہے۔ اس کے خلاف کسی ایڈیٹر اور مضمون نگار کا کوئی حرف ہدیان سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ دریا بادی صاحب کو بھی معلوم ہے کہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس لئے مسیلہ پنجاب کی حمایت میں اجماع امت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے تحقیر آمیز الفاظ میں لکھتے ہیں: ”جن معاصر علماء نے کفر وغیرہ کے فتوے صادر کئے وہ ضرور باجور ہوں گے اور ان کو یہی کرنا چاہئے تھا۔ لیکن بہر حال غیر معصومین کے اقوال و تحقیقات پر نظر ثانی کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ خصوصاً بدلتے ہوئے حالات ہیں۔“

دریا بادی صاحب کی اس عبارت سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ آپ کے نزدیک فقط آپ کے معاصر علماء نے دیا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے یہ فتویٰ نہیں دیا۔ (جو صریح غلط ہے۔ صحابہ و تابعین کے وقت سے لے کر اس وقت تک تمام مشرق اور مغرب کے علماء کا یہی فتویٰ رہا ہے کہ مدعی نبوت کا قبیح کافر و مرتد ہے)

دوم: یہ کہ معلوم ہوا کہ دریا بادی صاحب اپنے کو علماء عصر کا معاصر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دریا بادی صاحب عالم نہیں۔ البتہ ایڈیٹروں اور اخبار نویسوں کے معاصر ہیں۔

سوم: اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اجماع امت ایک امر ظنی ہے۔ کیونکہ وہ غیر معصوموں کے اقوال و تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ نظر ثانی کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور علماء امت اگرچہ فرداً فرداً غیر معصوم ہیں۔ مگر ان کا اجتماع معصوم عن الخطاء ہے اور شریعت میں صحابہ اور تابعین کے اجماع کے بعد کسی بڑے سے بڑے عالم کو بھی خلاف کرنے کا حق باقی نہیں رہتا اور نہ آج تک کسی امام اور مجتہد نے اجماع صحابہ کا خلاف کیا۔ حضرات فقہاء اور محدثین کا یہ معمول ہے کہ جب کوئی حدیث اجماع صحابہ کے خلاف دیکھتے ہیں تو اس کو منسوخ العمل سمجھتے ہیں۔ علماء امت کی نظر میں اجماع صحابہ دلیل نسخ ہے۔ یعنی علامت نسخ ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی حدیث کے خلاف پر متفق ہو جائیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم میں ضرور کوئی دوسری حدیث اس حدیث کی ناخ ہوگی۔ جب



ہی تو اس کے خلاف پر متفق ہوئے۔ مگر ہم کو قصور علم کی وجہ سے اس ناخ کا علم نہ ہو سکا۔ نیز تمام غیر معصومین ایک رتبہ اور ایک درجہ کے نہیں ہوتے۔ انبیاء کے علاوہ سب غیر معصوم ہیں۔ مگر علم اور فہم اور تقویٰ اور دیانت کے اعتبار سے درجات مختلف ہیں۔ دریابادی صاحب کی اس عبارت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جس طرح میں غیر معصوم ہوں، اسی طرح دیگر علماء امت بھی غیر معصوم ہیں۔ ایک غیر معصوم دوسرے غیر معصوم کی تحقیق پر نظر ثانی کر سکتا ہے۔

”ان اريد الا اصلاح ما استطعت وما توفيقى الا بالله عليه توكلت واليه انيب۔ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔ و صلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين وعلينا معهم يا ارحم الراحمين“

وكان لله ومعل همم وهو ا فيهما يحيه ويرضاه آمين! جامعہ اشرفیہ لاہور  
والد صاحب کے اس جوابی مضمون پر بعض حضرات نے خاصا ناک بھوں چڑھایا۔ بھارت سے مولانا عبدالباری ندوی صاحب کا خط آیا۔ (مولانا عبدالباری والد صاحب کے زمانہ حیدرآباد دکن کے رفقاء میں سے تھے) انہوں نے اس بات کی خاص طور پر شکایت کی کہ آپ نے دریابادی صاحب کی، حضرت تھانوی سے نسبت کا بھی خیال نہیں کیا۔ مضمون و معنون کے علاوہ عنوان بھی بہت تلخ اختیار کیا۔ والد صاحب کے جوابی مضمون کا عنوان تھا، ”عبدالماجد دریابادی اور مسیلہ پنجاب“ مگر والد صاحب کے ہاں ذاتی تعلقات اور مصلحت اندیشی دینی تقاضوں کے مقابل کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ مولانا عبدالباری ندوی کے اس خط کے بعد ۱۹۵۳ء میں جب قادیانیت کے خلاف مسلمانوں کی تحریک عروج پر تھی۔ آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی۔ حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر اس کتاب میں اتنے ٹھوس دلائل پیش کئے کہ قادیانیوں کے کسی فرد یا حلقے سے آج تک اس کتاب کا جواب بن نہ پڑا۔

اس زمانے میں قادیانیوں نے بعض اولیائے کرام اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی بعض عبارتوں کو مسخ کر کے اور ان کا سیاق و سباق حذف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نعوذ باللہ بعض اولیائے کرام اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کسی ظلی اور بروزی نبی کا آنا ممکن ہے۔ آپ نے مرزائیوں کی اس تلخیز کا جواب دیا اور خاص اسی موضوع پر ایک رسالہ لکھ کر شائع کر دیا جس کا موضوع ہی یہ تھا: ”حضرات صوفیائے کرام اور مولانا محمد قاسم نانوتوی پر مرزائیوں کا بہتان اور افتراء“

اس سے اس رسالے کے پیرایہ آغاز میں لکھا: ”بندۂ ناچیز محمد ادریس کاندھلوی اہل اسلام کی خدمت میں عرض پر داز ہے کہ مرزائیوں کو اپنی گمراہی اور غلط عقائد کے ثابت کرنے کے لئے کتاب اور سنت اور اقوال صحابہ و تابعین اور ائمہ دین اور فقہاء اور محدثین، مفسرین اور متکلمین کے کلام میں تو کہیں تل رکھنے کی گنجائش نہیں ملتی۔ اس لئے یہ گروہ حضرات اولیائے کرام اور عارفین کے ناتمام اقوال قطع و برید کر کے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ تاکہ عوام، ان حضرات اولیاء کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں۔ حالانکہ ان بزرگوں کا صریح عقیدہ جو عین قرآن و حدیث کے مطابق ہوتا ہے وہ ان کتابوں میں مذکور ہوتا ہے۔ اس کو یہ لوگ نقل نہیں کرتے۔ البتہ بزرگوں کے بعض ایسے مبہم اور مجمل فقرات کو نقل کر دیتے ہیں جو ان بزرگوں سے خاص حالت سکر میں نکل جاتے ہیں۔ جو با تفاق علماء حجت نہیں۔“

جیسا کہ منصور نے ایک خاص بے خودی کی حالت میں ”انا الحق“ کہہ دیا۔ مگر جب ہوش آیا تو تائب ہوئے تو کیا کوئی عاقل، منصور کے انا الحق کہنے سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ ظلی اور بروزی الوہیت بندے کو بھی حاصل ہو سکتی ہے اور ”لا الہ الا اللہ“ کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی مستقل خدا نہیں ہو سکتا۔ البتہ ظلی اور بروزی خدا ہو سکتا ہے؟ حاشا وکلا! یہ صریح کفر اور ارتداد ہے۔ اسی طرح ”لانیسی بعدی“ میں یہ تاویل کرنا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی مستقل نبی تو نہیں آ سکتا، البتہ ظلی اور بروزی نبی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی صریح کفر اور ارتداد ہے۔“

اس رسالہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی اس عبارت کو سیاق و سباق کے ساتھ نقل کر کے اس کے مفہوم کی وضاحت کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا ہرگز وہ مقصد نہیں جو اس عبارت سے مرزائی اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا نانوتوی حتماً خاتمیت زمانہ کے قائل ہیں اور صراحتاً یہ تحریر فرماتے ہیں: ”حضور پر نور ﷺ سلسلہ نبوت کے علی الاطلاق خاتم ہیں۔ زماناً اور ترتیباً بھی۔“ نیز فرماتے ہیں: ”اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور کے نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تا مل کرے۔ اس کو کافر سمجھتا ہے۔“

مرزائی کیونکہ ہر جگہ اور خاص طور پر بیرونی ممالک میں اسلام کے نام پر تبلیغ کرتے اور اپنے لئے عنوان ”مسلمان“ ہی کا اختیار کرتے ہیں۔ ان کے اندر تبلیغ سے عام لوگوں کو یہ دھوکہ اور مغالطہ ہوتا ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ اور طبقہ ہے۔ ایسے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے والد محترم نے ایک مستقل رسالہ تالیف کیا۔ اس کا نام ہی ”اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف“ رکھا۔ اس رسالے میں اپنے ہی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ خود مرزائے قادیان کی عبارتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزائیت ایک جداگانہ مذہب ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ والد محترم نے اس رسالے میں اسلام اور مرزائیت کے دس بنیادی اختلاف بیان کئے ہیں۔ ایسے ہی ”دعاوی مرزا“ کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا۔ اس میں وہ سینکڑوں متضاد اور بعض مضحکہ خیز دعوے نقل کئے جو خود مرزا قادیانی نے کئے اور ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔

مرزائے قادیان ہی کو بے نقاب کرنے کے لئے ”شرائط نبوت“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اس میں نبی کی دس شرائط بیان کیں۔ مثلاً: عقل کامل ہونا، حفظ کامل ہونا، علم کامل ہونا، معصوم ہونا، صادق و امین ہونا، اعلیٰ حسب و نسب ہونا، اخلاق فاضلہ کا مجموعہ ہونا، زاہد و قانع ہونا، مرد ہونا، عورت نہ ہونا اور پھر یہ بتایا کہ اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک جتنے انبیاء بھیجے، ان سب میں یہ شرائط اور صفات موجود تھیں۔ مگر مرزائے قادیان میں ان شرائط میں سے کوئی شرط بھی موجود نہ تھی۔ خود اس کے بقول عقل میں بھی فتور تھا۔ مراق تھا۔ حافظہ خراب تھا۔ علم و فضل کا یہ حال ہے کہ دنیا کی کوئی زبان صحیح لکھنے پر قادر نہ تھا۔ صدق و امانت اور زہد و وقاحت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ساری عمر مقدمہ بازیوں میں گزری۔ بہر کیف رسالہ مختصر ہونے کے باوجود انتہائی جامع اور مدلل ہے۔

(تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی ص ۹۸ تا ۱۱۵)

شیر شاہ ولی قبرستان شادمان میں بابا جی کے گنبد سے شمال مغرب میں چھوٹی سی چار دیواری میں محو استراحت ہیں۔ آپ کے بیٹے محمد مالک کاندھلوی کی قبر بھی ساتھ ہی ہے۔

## (۱۶۹۴) محمد ادریس (کوٹ رادھا کشن)، مولانا قاری

(وصال: ۱۰ دسمبر ۲۰۱۸ء)

مولانا محمد ادریس ہندال گاؤں تحصیل کوٹ رادھا کشن ضلع قصور کے رہائشی تھے۔ آپ ہر دلہریز شخصیت تھے۔ اپنے علاقہ کے مدرسہ کاشف العلوم موتی پنڈی سے حفظ کیا اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں بھی کچھ عرصہ زیر تعلیم رہنے کے بعد جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے فراغت حاصل کی۔ دورہ تفسیر حضرت درخوستی سے خانپور میں کیا۔ پھر اپنے علاقہ میں ۱۹۹۲ء جامعہ رشیدیہ کے نام سے مولانا سرفراز خان صفدر کے ہاتھوں سے مدرسہ کا افتتاح کیا۔ اس وقت تین اداروں کے مہتمم: (۱) جامعہ قاسم العلوم چھہ اوتاڑ۔ (۲) جامعہ عثمان بن عفان چھینہ آرلہ گاؤں۔ (۳) جامعہ رشیدیہ ہندال گاؤں۔ ان مدارس میں ۳۵۰ طلباء اور طالبات زیر تعلیم ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین سے بڑی محبت تھی۔

## (۱۶۹۵) محمد ادریس میرٹھی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۱۱ء، میرٹھ ..... وفات: ۲ فروری ۱۹۸۹ء)

حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی، حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری کے شاگرد خاص تھے۔ مدرسہ امینیہ دہلی میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ علوم عالیہ و آلیہ میں آپ کی استعداد پختہ تھی۔ عربیت کا خصوصی ذوق تھا۔ دہلی میں مولوی اورنشی فاضل کے لئے ادارہ قائم کیا۔ تقسیم ہند کے بعد کراچی تشریف لائے تو یہاں بھی اسی طرز کا ادارہ قائم کیا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کی دعوت پر دارالعلوم کورنگی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ شہر سے روزانہ دو بسیں بدل کر لاندھی پہنچنا پھر یہاں سے ایک ڈیڑھ میل پیدل چلنا آپ کا معمول تھا۔ حضرت مفتی محمد ترقی عثمانی اور حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی آپ کے شاگرد ہیں۔ چار سال کی تدریس کے بعد قاعدہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء حضرت علامہ محمد یوسف بنوری کے جامعہ العلوم الاسلامیہ میں تدریس شروع فرمائی۔ ماہنامہ ”بینات“ کے مدیر اور ناشر بھی آپ ہی منتخب ہوئے۔ آپ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر بھی تھے۔ سفر حرمین شریفین کے بڑے ہی مشتاق رہتے تھے۔ رمضان المبارک اور موقع حج پر آپ کا سفر حجاز معمول تھا۔ جب تک ویزہ لگنے کی خبر کانوں کو لمس نہ کرتی تب تک طبیعت میں بے چینی اور اضطراب رہتا۔ تقریباً عرصہ تیس سال تک حرمین کی برکتیں سہیتے رہے۔ حضرت بنوری سے بڑی عقیدت تھی۔ انہیں حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری کا سراپا حضرت بنوری میں جھلکتا ہوا نظر آتا تھا۔ وصال کے دن بھی تفسیر کا درس دیا۔ ۱۱ بجے کے قریب غنودگی سی آئی۔ پون گھنٹہ بعد سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ مفتی احمد الرحمن نے نماز جنازہ پڑھائی اور دارالعلوم کورنگی میں آپ کی تدفین ہوئی۔ مرزا ملعون کے خلاف حضرت مولانا یوسف بنوری نے فتویٰ دیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی حیات کا منکر مرزا غلام احمد قادیانی کا فر ہے۔ اس فتویٰ پر مولانا ادریس میرٹھی کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۸۸)

## (۱۶۹۶) محمد ادریس ہزاروی (فاضل دارالعلوم دیوبند)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۵ء ..... وفات: ۱۶/اپریل ۲۰۲۰ء)

مولانا محمد ادریس راجوال، کاغان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مولوی سید رسول اور بڑے بھائی مولانا غلام صدیقی فاضل دیوبند تھے۔ مولانا محمد ادریس نے سکول کی ابتدائی چار جماعتیں اپنے گاؤں میں ہی پڑھیں۔ ناظرہ، قاعدہ کی ابتدائی تعلیم منڈھار عطر شیشہ مانسہرہ وغور غشتی سے حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء میں تحصیل علم کے لئے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا۔ جہاں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا اعجاز علی دیوبندی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ۱۹۴۲ء میں دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ دیوبند سے واپسی پر پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ جب حضرت مدنی کو مولوی فاضل سند کا علم ہوا تو آپ نے بذریعہ خط ناراضگی کا اظہار کیا جس کی وجہ سے مولانا ادریس نے تادم آخر کبھی سرکاری سند کا ذکر نہیں کیا۔ لاہور کی آسٹریلیا مسجد اور جہلم کے گاؤں کا لاگجراں میں امامت و خطابت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ دوران امامت آپ کا خصوصی تعلق مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبداللطیف جہلمی، مولانا قاضی مظہر حسین سے رہا۔ ۱۹۶۸ء میں ایوب خان کے عائلی قوانین کے خلاف جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے جاری تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور موچی دروازہ میں منعقدہ احتجاجی ریلی کے انتظامات کے لئے فعال کردار ادا کیا۔ مولانا محمد ادریس مفتی محمود کی قیادت میں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجتماع میں شریک ہوئے۔ جہاں آپ کی دستار بندی بھی کی گئی۔ مولانا محمد ادریس کا امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا لال حسین اختر، مولانا عبید اللہ انور، مولانا گل بادشاہ، سید امین گیلانی، جانا باز مرزا، مولانا غلام غوث ہزاروی، آغا شورش کاشمیری، مولانا مفتی محمود جیسے اکابرین سے عقیدت و محبت کا تعلق رہا۔ تحریک ہائے ختم نبوت و تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔ مولانا پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے واپس کاغان تشریف لائے۔ سردیوں میں کراچی اپنی اولاد کے پاس رہتے۔ ۲۰۱۷ء کراچی تشریف لے گئے۔ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن حاضری دی تو امیر مرکزیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالجلیم چشتی نے خوب عزت اور دعاؤں سے نوازا۔ کراچی سے واپسی پر مانسہرہ شہر میں اپنی اولاد کے پاس رہائش اختیار کر لی۔ اس کے بعد صاحب فراش رہے۔ بیماری کے باعث ہسپتال داخل ہوئے۔ جمہرات کو انتقال فرما گئے۔ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں پسماندگان میں چھوڑیں۔ سرزمین ہزارہ میں آپ دارالعلوم دیوبند اور مولانا سید حسین احمد مدنی کے آخری فاضل اور شاگرد تھے۔ مولانا پیر عزیز الرحمن نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ غازی کو ٹاؤن شپ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

## (۱۶۹۷) محمد ادریس ہوشیار پوری (ملتان)، حضرت مولانا قاری

(ولادت: ۱۹۵۱ء ..... وفات: ۲۹/اکتوبر ۲۰۲۰ء)

حضرت مولانا قاری ادریس ہوشیار پوری کے والد گرامی حضرت مولانا محمد شفیع دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ تقسیم کے بعد آپ پاکستان ملتان تشریف لائے۔ قاری محمد ادریس ہوشیار پوری کی ولادت آپ کے ہاں حرم گیٹ ملتان میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد شفیع دیگر مدارس کے علاوہ جامعہ احياء العلوم ماموں کانجن میں بائیس سال تک پڑھاتے رہے۔ فقیر راقم الحروف نے آپ کے اس آخری زمانہ تدریس میں آپ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ قاری مولانا محمد ادریس نے اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی احياء العلوم میں حفظ کیا۔ گردان مجدد قرأت حضرت مولانا قاری رحیم بخش سے جامعہ خیر المدارس ملتان میں کی۔ کتب کی تعلیم ماموں کانجن، خیر المدارس، دارالعلوم کبیر والا میں حاصل کی۔ دورہ حدیث جامعہ خیر المدارس سے کیا۔ آپ کا بیعت کا تعلق حضرت پیر طریقت مولانا محمد عبداللہ بہلوی سے تھا۔ ان کے وصال کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت مولانا سید اسعد مدنی اور حضرت مولانا سید ارشد مدنی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ متعدد حضرات سے آپ کو خلافت بھی حاصل تھی۔ اپنے زمانہ کے نامور محقق اور ماہر فن اساتذہ سے آپ کا شاگردی کا تعلق تھا۔ لیکن تمام اساتذہ میں سے حضرت قاری رحیم بخش اور حضرت مولانا عبدالجید لدھیانوی سے شاگردی کی محبتوں کا رنگ لگوا یا تھا۔ آپ کو بخاری کی شرح لکھنے اور بخاری شریف پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ لیکن آپ نے اپنے آپ کو اول سے آخر تک قرآن مجید کے حفظ و قرأت سے وابستہ رکھا۔ حتیٰ کہ آپ کا وصال بھی حفظ کی کلاس میں ہوا اور وہاں سے جنازہ اٹھا۔ حضرت قاری رحیم بخش کی طرز پر ان کے شاگردوں نے خدمت قرآن کا جو انتہائی سعادت مندی کا ریکارڈ قائم کیا۔ ان میں قاری محمد ادریس کا وجود سودا تھے کی جھومر کا درجہ رکھتا ہے۔

آپ نے حضرت قاری محمد طیب قاسمی کے خطبات حکیم الاسلام اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی کے خطبات مدنی کے نام سے جمع کئے جو پاکستان و ہندوستان سے شائع ہوئے اور شرق سے غرب تک پورے دیوبندی مکتب فکر کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ ایک دنیا ان سے فیض حاصل کر رہی ہے۔ آپ نے ۱۹۹۶ء میں دارالعلوم رحیمیہ قائم کیا جو اس وقت ملک کے وسیع جامعات میں شمار ہوتا ہے۔ سینکڑوں علماء، ہزاروں حفاظ اس کے فیض یافتہ ایک عالم میں دینی علوم کی ترویج و اشاعت میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ تخصص فی الاقواء کے فارغ التحصیل مفتیان کرام اس کے علاوہ ہیں۔

آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد شفیع ہوشیار پوری جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ چھ ماہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا مفتی محمود کے ساتھ جیل کی قید کاٹی۔ اپنے والد گرامی کے ذوق کے باعث حضرت قاری محمد ادریس ہوشیار پوری بھی زندگی بھر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ وفات سے چند گھنٹے قبل مولانا فضل الرحمن قائد جمعیت سے مل کر تشریف لائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے یہ اعزاز کی بات ہے کہ اس کے تمام اہم امور میں آپ شریک کار ہوتے۔ سرپرستی سے سرفراز فرماتے۔ کوئی پروگرام عالمی مجلس کے مرکزی دفتر کا شرکت سے خالی نہ جانے دیتے۔ مارچ ۲۰۱۹ء کی مجوزہ ختم نبوت کانفرنس قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان کے آپ داعی اور متا در ہے۔ عالمی مجلس کے بہت سے رفقاء آپ کے شاگردان رشید ہیں۔ عزیزی حافظ محمد انس قرآن مجید اور درجہ کتب میں آپ کا شاگرد ہے۔ درجہ کتب میں ان کا داخلہ مرکزی ناظم اعلیٰ عزیز الرحمن جالندھری نے درمیان سال جامعہ رحیمیہ خود ساتھ تشریف لے جا کر کرایا۔ بعد میں اس پر قاری محمد ادریس اپنی مسرت کا اظہار فرماتے اور عزیزی کے لئے یہ عزاز آج سرمایہ انخار ہے۔ قاری محمد ادریس اس دھرتی پر اپنے اساتذہ کے علوم کے وارث، ان کی خدمات کے متا دران کے فیض کے قاسم تھے۔ آپ منکسر المزاج اور سراپا اخلاق تھے۔ تمام دینی حلقوں میں آپ کو احترام کا وسیع مقام حاصل تھا۔ وہ خدمت قرآن مجید کے حوالہ سے مجددانہ شان سے جڑے تھے۔ ان

کے اخلاص و اخلاق کے تذکروں کی بازگشت مدتوں سنانی دے گی۔ وہ کیا گئے علم کی دنیا ایک عالم ربانی سے محروم ہو گئی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد احمد جامعہ رحیمیہ کے مہتمم، دوسرے صاحبزادہ مولانا محمد اسعد شیخ الحدیث اور تیسرے صاحبزادہ مولانا محمد احسن کو تحفیظ القرآن کا مسؤل بنایا گیا۔ حق تعالیٰ ان کے قائم کردہ مدارس اور علوم کے چمنستان کی بہاروں کو قیامت تک صد بہار رکھے اور ان کی تربت کو اپنی رحمت کی بارش سے تاقیام الساعۃ شربور رکھے۔ آمین! حضرت قاری صاحب کے جانے سے علم و فضل یتیم ہو گئے۔ اس لئے کہ ان کی وفات ایک عالم دین کی وفات ہے، جسے لسان نبوت نے ایک عالم کی وفات فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ جنت میں ان کو اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین!

## (۱۶۹۸) محمد ارشاد (چیچہ وطنی)، شیخ الحدیث حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۴۰ء ..... وصال: ۲۰ جنوری ۲۰۱۸ء)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے مسرشد جناب ہدایت اللہ کے ہاں علاقہ قطبہ تحصیل دھوری ریاست پٹنالاہ میں صاحبزادہ پیدا ہوا جن کا نام محمد ارشاد رکھا گیا۔ جب پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو آبائی قصبہ میں قرآن مجید کی تعلیم شروع کی۔ ۲۹ پارے ہوئے تھے کہ پاکستان بننے کے باعث ترک وطن کرنا پڑا۔ آپ کے والدین نے ساہیوال چک نمبر ۵۸-۵-آر میں رہائش اختیار کی۔ مدرسہ قاسمیہ ساہیوال میں داخل ہوئے۔ اپنے چچا مولانا غلام قادر سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر کلکتہ ہٹ کبیر والہ میں مولانا جلال الدین حصاروی فاضل دیوبند سے پڑھتے رہے۔ موقوف علیہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے اور پھر ۱۹۶۱ء میں دورہ حدیث جامعہ خیر المدارس ملتان سے کیا۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد شریف کشمیری، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی، مولانا جمال الدین، حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری، علامہ غلام رسول ایسے حضرات سے آپ نے کسب علم کیا۔ فراغت کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال، مدرسہ تجوید القرآن چیچہ وطنی، مدرسہ قادریہ ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا، مدرسہ نعمانیہ کمالیہ، جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال میں پڑھاتے رہے۔ مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر ۱۲ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ یہاں پروفیسر جاوید منیر اور دیگر دوستوں و بہی خواہان کی کوششوں سے جامع مسجد سے ملحقہ جامعہ اسلامیہ قائم کیا جو اس وقت ضلع ساہیوال کے معروف دینی مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں دورہ حدیث شریف تک تعلیم ہو رہی ہے۔

آپ کا شمار انتہائی فاضل اساتذہ میں ہوتا تھا۔ کریماسے لے کر بخاری شریف تک درسی کتابیں بارہا اس شان سے پڑھائیں کہ طالبان علوم نبوی گروہ درگروہ گرویدہ دل ہو کر آپ کے پاس آتے تھے۔ آپ انتہائی سادہ مگر باوقار علمی شخصیت تھے۔ آپ کی سادگی کو دیکھ کر خانقاہ رائے پور کی سادگی کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ حضرت مولانا جہاں نامور استاذ تھے وہاں صاحب دل، متقی، خیر خواہ، مربی اور محسن بھی تھے۔ جو آپ کے پاس آتا وہ عمر بھر کے لئے آپ کی محبتوں کا اسیر ہو جاتا۔ مولانا محمد ارشاد بہت ہی مقبول خطیب بھی تھے۔ آپ زیادہ تر پنجابی میں تقریر کرتے اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی یادوں کو تائبندہ درخشندہ کر دیتے۔ مولانا محمد

ارشاد سمجھانے کے ماسٹر تھے اور آپ کی تقریر ماسٹر پیس ہوا کرتی تھی۔ آپ پنجاب کے اکثر و بیشتر اضلاع میں تقریر کے لئے بلائے جاتے۔ جہاں تشریف لے جاتے وہاں علم و عمل کا ایک ماحول قائم ہو جاتا۔ آپ بہت ہی مؤثر اور دلوں میں گھر کرنے والی گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت چیچہ وطنی کی سب سے بڑی دینی شخصیت تھے۔ آپ سے آبروئے علم و بزرگی راہ پاتی تھی۔

آپ ہر دینی تحریک میں شریک عمل رہے اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے امیر تھے۔ جامعہ اسلامیہ کے بانی، جامع مسجد کے خطیب اور سینکڑوں علماء کے استاذ تھے۔ عرصہ سے شوگر نے بن بلائے مہمان کی طرح گھر کر رکھا تھا۔ گردوں پر اثر ہوا۔ ہفتہ میں دو بار گردوں کی صفائی ہوتی تھی۔ اب کے گردوں کی صفائی کا عمل ہی جاری تھا کہ آنکھیں بند کیں، روح نے پرواز کی اور اس جہان سے جہان دیگر تک کا ایک لمحہ میں فاصلہ طے کر مارا۔ آپ کے وصال کی خبر علاقہ بھر میں جہاں پہنچی وہاں تعزیت کندگان کے وفود و قافلے روانہ ہوئے۔ مغرب کے بعد مخدوم العلماء حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ کی امامت میں سٹیڈیم میں جنازہ تھا۔ پورا سٹیڈیم بھر گیا۔ سڑکیں بلاک ہو گئیں۔ ٹریفک رک گئی۔ رش لگ گیا۔ انسانوں کا ایک سمندر تاحد ننگہ نظر آتا تھا۔ واقعہ میں مولانا کی وفات صاحب علم کی وفات تھی اور جنازہ بھی علم و فضل کے ماہتاب کا سا تھا اور چیچہ وطنی کے بڑے سے بڑے جنازہ سے کسی طرح کم نہ تھا۔

## (۱۶۹۹) محمد ارشد (احمد پور شرقیہ)، مولانا

(وفات: ۴/ جون ۲۰۲۰ء)

مولانا محمد ارشد پیل فاروق آباد احمد پور شرقیہ بہاول پور کے رہنے والے ذی استعداد عالم دین تھے۔ آپ نے علوم اسلامیہ کی تکمیل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد سے کی۔ سلانوالی میں مرکز آل محمد میں جامعہ ختم نبوت کے نام سے مدرسہ قائم ہے، مرحوم اس مدرسہ کے صدر مدرس تھے۔ اللہ پاک نے ہنس کھٹے سے سرفراز فرمایا تھا۔ اپنے ادارہ میں ختم نبوت کے پروگرام رکھواتے یا جہاں شہر میں پروگرام ہوتے ضرور شرکت فرماتے اور راقم کی رہائش مرکز آل محمد میں ہوتی۔ آپ کے ایک بھائی قاری محمد اصغر سلمہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مدرسہ جامعہ ختم نبوت چناب نگر میں درجہ کتب میں مدرس اور ختم نبوت فری ڈپنٹری میں ڈاکٹر کے معاون کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وفات کے روز ہی پیل فاروق آباد کے علاقہ میں حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کی امامت میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور انہیں آبائی قبرستان میں رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

## (۱۷۰۰) فقیر محمد ارشد پناہوی، مولانا

(پیدائش: ۲۵/ مئی ۱۹۲۵ء)

چنیوٹ سے ساہیانوالہ روڈ پر ایک گاؤں ”پناہ کے“ نام سے آباد ہے۔ آپ وہاں پیدا ہوئے۔ جامعہ محمدی، جامعہ آباد، تاندلیانوالہ، جامعہ فتحیہ لاہور اور حزب الاحناف لاہور میں پڑھتے رہے۔ آپ جمعیۃ علماء پاکستان کے مرکزی عہدوں پر فائز رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں حزب الاحناف کی طرف سے آپ نمائندہ تھے۔ مولانا ابوالحسن قادری کے آپ دست و بازو شمار ہوتے تھے۔

## (۱۷۰۱) محمد ارشد دنیا پوری، مولانا حافظ مفتی

(وفات: ۲۹ اگست ۲۰۱۶ء)

چک ۳۳۶-۱۰ آر دنیا پور ضلع لودھراں کے جناب مولانا حافظ مفتی محمد ارشد نے قرآن مجید مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر میں حفظ کیا۔ کتابیں انہوں نے جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ میں پڑھیں اور یہیں سے دورہ حدیث شریف مکمل کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت چناب نگر میں دو مرتبہ شعبان میں ختم نبوت کورس پڑھا۔ پھر ملتان دفتر مرکزیہ میں سہ ماہی کورس بھی پڑھا۔ آپ نے تخصص فی الفقہ دارالعلوم کبیر والا سے کیا۔ مولانا ارشد خوب ذہین آدی تھے۔ ہمیشہ ہر امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے۔ میٹرک کا امتحان بھی پاس کیا۔ کمپیوٹر کورس بھی کیا۔ بہت ہی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اپنے چک کے قریب ایک مدرسہ میں درجہ کتب اللبانات میں پڑھاتے تھے۔ جذبہ خدمت کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ کے مہتمم صاحب نے مدرسہ کے نظم و نسق، تعلیم، داخلہ و مطبخ وغیرہ کی تمام ذمہ داریاں آپ کے سپرد کر رکھی تھیں۔ وصال کے بعد ہر وہ شخص جن سے مدرسہ کا سامان لاتے تھے پوچھا گیا تو کسی کا ایک پیسہ بھی واجب الادا نہ تھا۔ اتنا دیا ننداری سے اجلاس رکھا ہوا تھا۔ مرحوم کی ایک چھ ماہ کی صاحبزادی ہیں۔ چک میں جلسہ تھا۔ مہتمم صاحب نے کہا کہ میں تھک گیا ہوں۔ صبح کی نماز آپ پڑھادیں گے۔ صبح اذانوں کے وقت اٹھے۔ تیاری کی۔ وضو کر کے موٹر سائیکل پر سوار ہوئے۔ تیج ہاتھ میں تھی۔ سڑک پر ایک کھدہ آ گیا۔ پیش رو مسافر نے اچانک سائیکل موڑ دیا جو مرحوم کے موٹر سائیکل سے ٹکرا گیا۔ سڑک پر گر گئے۔ سر پر شدید چوٹ آئی۔ نشتر ہسپتال لے جائے گئے۔ علاج ہوا۔ لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ اگلے دن جنازہ ہوا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ نے جنازہ پڑھایا۔ ہزاروں کا اجتماع تھا۔ مرحوم کی جواں سالی میں موت خاندان اور جماعتی رفقاء کے لئے سخت صدمہ کا باعث ہے۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

## (۱۷۰۲) محمد ارشد مونگیروی، ابوالحسن

ابوالحسن محمد ارشد نے ”رشد و ہدایت“ کے نام سے رسالہ قادیانی عبدالرحیم مرزائی کے جواب میں تحریر فرمایا۔ جناب محمد ارشد صاحب، حضرت مونگیری کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے عبدالرحیم قادیانی کے جواب میں یہ رسالہ تحریر کیا۔ اس میں حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۱ میں شائع شدہ ہے۔

## (۱۷۰۳) محمد اسجد مدنی، حضرت مولانا قاری

(پیدائش: ۱۹۶۰ء ..... وفات: ۲۵ ستمبر ۲۰۰۷ء)

جامع مسجد کبیر ریلوے اسٹیشن نواب شاہ کے خطیب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوابشاہ کے رہنماء حضرت مولانا قاری محمد اسجد مدنی حضرت مولانا دوست محمد مدنی کے پھلے صاحبزادے تھے۔ جامعہ حسینیہ شہداد پور، مدینۃ العلوم ٹنڈو آدم میں قرآن مجید اور کتب کی تعلیم حاصل کی۔ دارالہدیٰ ٹھیری سے دورہ حدیث شریف کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد والد صاحب کے حکم پر سعید آباد میں خطیب مقرر ہو گئے۔ ایک



بار مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری نواب شاہ تشریف لے گئے تو مولانا دوست محمد مدنی نے مولانا قاری محمد اسجد کا ہاتھ پکڑ کر حضرت مجاہد ملت کے ہاتھوں میں دیا کہ یہ ختم نبوت کی امانت ہیں۔ اب آپ قبول فرمائیں۔ دونوں بزرگوں کی یہ ادا اللہ رب العزت کے ہاں ایسی قبول ہوئی کہ مولانا قاری محمد اسجد صاحب اس دن سے دم آخریں تک جہاں رہے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے مناد رہے۔

مولانا قاری محمد اسجد مدنی صاحب کو والد گرامی نے اپنی زندگی کے آخری چند سالوں میں اپنے ہاں جامع مسجد کبیر ریلوے اسٹیشن نواب شاہ میں بطور خطیب کے بلا لیا۔ والد گرامی کی وفات (۲۰۰۴ء) کے بعد مستقل آپ یہاں خطیب مقرر ہو گئے۔ بڑے بھائی قاری محمد ارشد مدنی منوں آباد مدنی مسجد میں خطیب ہیں۔ چھوٹے بھائی قاری محمد اسجد بطور نائب خطیب و امام کے ریلوے مسجد کبیر میں فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قاری محمد اسجد مدنی صاحب نواب شاہ ضلع اور ٹنڈو آدم میں مجلس کے کاموں میں بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ ملتان، چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں ہمیشہ شرکت فرماتے۔ ہر سال رائے وٹڈ کے اجتماع سے واپسی پر ملتان دفتر مرکز یہ تشریف لانا آپ کا معمول تھا۔ اس کے بعد آبائی گاؤں ریتوہ ضلع ڈیرہ غازی خان تشریف لے جاتے۔ واپسی پر پھر ملتان دفتر تشریف لا کر عازم نواب شاہ ہوتے۔

قاری محمد اسجد صاحب ملنسار، خوش اخلاق، متحمل مزاج، عالم دین تھے۔ گزارش ہے، عرض کرتا ہوں، سے ہمیشہ بات کا آغاز کرتے۔ زندگی بھر ترش روئی کو قریب نہیں بھٹکنے دیا۔ دینی مدارس کی امداد کے سلسلہ میں تمام مدارس کے سفراء کے ساتھ چلتے اور اس کو وہ دین کی خدمت سمجھتے تھے۔

قاری محمد اسجد مدنی صاحب نے شادی کی۔ اس سے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ چند سال ہوئے عقد ثانی کیا۔ مگر اس سے اولاد نہ ہوئی۔ قاری محمد اسجد سراپا خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ کھلا چہرہ، گندی رنگ، سفید داڑھی اس پر حناء کا رنگ کرتے۔ ہر کسی کو عزت دیتے۔ جس سے آپ کی ہر دل عزیز ی میں بہت اضافہ ہوا۔

۲۳، ۲۵ ستمبر کی درمیانی شب ۲ بجے کے قریب بلڈ پریشر کا ایک ہوا۔ دماغ کی شریانیں متاثر ہوئیں۔ ہسپتال داخل کئے گئے۔ ڈاکٹروں نے سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن ۲۵ ستمبر مغرب کے قریب داعی اجل کو لبیک کہا۔ اگلے روز جنازہ ہوا۔ پورا شہر گرد و نواح کا دینی حلقہ شریک جنازہ ہوا۔ برادر اکبر مولانا محمد ارشد مدنی کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور عام قبرستان میں والد گرامی کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔

آپ کے بھائی قاری محمد اسجد کو مسجد کی انتظامیہ نے خطیب و امام اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولوی عطاء الرحمن کو جو درجہ رابع میں پڑھ رہے ہیں، نائب امام و خطیب مقرر کیا۔ باقی صاحبزادے بھی زیر تعلیم ہیں۔ اللہ رب العزت ان تمام کو اپنے باپ و دادا کے علوم کا وارث بنا لیں۔ ان کی وفات کا سانحہ ان کے خاندان کے لئے عظیم سانحہ ہے۔ حق تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔

## (۱۷۰۴) محمد اسحاق امرتسری، مولانا

مرزا محمد اسحاق امرتسری یہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا صاحب اللہ امرتسری کے حلقہ یاران کی ایک اہم کڑی تھے۔ آپ نے رد قادیانیت پر کئی رسائل لکھے۔ ہمیں صرف تین رسائل پر دسترس ہوئی۔

.....۱ ”اباطیل مرزا“ یہ ۲۴ رمضان ۱۳۵۳ھ / یکم جنوری ۱۹۳۵ء کا مرتب کردہ ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے جھوٹ جمع کئے گئے ہیں۔

.....۲ ”حالات مرزا یعنی مرزائی مذہب کی اصلیت“ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں آپ نے یہ شائع کیا۔

.....۳ ”بطلان مرزا“ یہ رسالہ ۱۹۳۵ء کا مرتب کردہ ہے۔ یہ بھی اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

.....۴ ان کا ایک اور رسالہ ”القول الفصیح فی تحقیق المہدی و المسیح“ بھی آخری مرحلہ پر میسر آیا۔ ابتدائی تین رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳ میں شائع ہو گئے اور آخری رسالہ محاسبہ قادیانیت ج ۱۲ میں شامل کیا گیا۔

## (۱۷۰۵) محمد اسحاق بردوانی (مدرس جامع العلوم کان پور)، مولانا

(ولادت: ۱۸۶۶ء ..... وفات: ۱۹۳۸ء)

آپ کیتھن بردوان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد کانپور کی راہ لی اور تمام درسی کتب مولانا عبدالغفار اور مولانا اشرف علی تھانوی سے پڑھیں۔ فراغت کے بعد حضرت تھانوی نے جامع العلوم کانپور میں مدرس مقرر کر لیا۔ مدت تک یہیں مدرس رہے۔ اسی دوران آپ کو حفظ قرآن پاک کا شوق پیدا ہوا تو آپ نے ۸۶ دن میں حفظ پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ حضرت تھانوی وعظ میں فرمایا کرتے تھے کہ مولانا اسحاق کا انداز حفظ معجزات کلام الہی میں سے ہے۔ آپ جامع العلوم کانپور کے بعد کلکتہ اور ڈھاکہ میں بھی مدرس رہے۔ آپ نے کانپور کے زمانہ تدریس میں مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کی تصدیق میں ”فتویٰ قہرزدانی برجان دجال قادیانی“ پر تائیدی دستخط کئے۔

## (۱۷۰۶) محمد اسحاق بھٹی (فیصل آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء ..... وفات: ۲۲ دسمبر ۲۰۱۵ء)

مولانا محمد اسحاق بھٹی برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر اہل قلم سے تھے۔ انہوں نے تصنیف و تالیف، تاریخ، صحافت اور شخصی خاکہ نگاری میں نام پیدا کیا اور شہرت دوام پائی۔ آپ کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام میاں عبدالجید بھٹی تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی خدمت میں رہ کر مروجہ علوم و فنون اور تقاسیر و احادیث کی کتب پڑھیں اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ پھر مولانا حنیف کے حکم پر گوجرانوالہ چلے گئے اور حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی کی خدمت میں حاضر ہو کر بخاری و مسلم اور بعض دوسری کتب کی تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد آپ ایک سال محکمہ انہار میں ایک سال کلرک کی نوکری بھی کرتے رہے۔ ۱۹۴۳ء تا ۱۹۴۷ء تک مدرسہ مرکز الاسلام میں فریضہ تدریس انجام دیا۔ اس دوران انہوں نے آزادی کی تحریک اور اس کے بعد پاکستان کی کئی دینی تحریکوں بالخصوص تحریک ہائے ختم نبوت میں اپنا کردار ادا کیا۔ اس دوران آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

تقسیم پاکستان کے بعد آپ ہجرت کر کے جزائوالہ، فیصل آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ مولانا بھٹی صاحب کی صحافتی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ الاعتصام، منہاج، توحید، ثقافت، المعارف کی ایڈیٹری کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اس کے دوران آپ کی سینکڑوں مقالات و نگارشات جماعتی و غیر جماعتی رسائل و جرائد کی زینت بنتی رہیں۔ مقالہ نگاری، خاکہ نگاری کے علاوہ آپ نے مستقل طور پر بہت سی کتب تصنیف کیں، جن میں چند کے نام یہ ہیں:

برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ، فقہائے ہند، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ارمغان حنیف، نقوش عظمت رفتہ، بزم ارجمنداں، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، علمائے روپڑ، مولانا صوفی محمد عبداللہ، میاں عبدالعزیز مالوڑہ، کاروان سلف، قافلہ حدیث وغیرہ! شامل ہیں۔ آپ نے موقعہ بہ موقعہ شخصیات کے حوالہ سے مرزا قادیانی اور تردید قادیانیت کے اتنے واقعات جمع کر دیئے کہ کوئی آدمی ان کو جمع کرے تو مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

### (۱۷۰۷) محمد اسحاق (چاٹگام)، مولانا

چاٹگام بنگلہ دیش میں ’ہدایۃ الاسلام‘ کے نام پر ایک انجمن قائم کی۔ اس کے تحت میں ایک رسالہ شائع ہوا جو حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کا مرتب کردہ تھا۔ اس کا نام ہے: ’مرزا غلام احمد اور نبوت‘ یہ احتساب قادیانیت جلد ۳۵ میں شامل ہے۔

### (۱۷۰۸) محمد اسحاق (حویلیاں)، جناب حکیم

جماعت اسلامی حویلیاں ایبٹ آباد کے جناب حکیم محمد اسحاق صاحب نے جناب مودودی صاحب کی تفہیم القرآن اور قادیانی مسئلہ سے استفادہ کر کے ۲۰ جنوری ۱۹۷۴ء کو جب تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا ماحول بن رہا تھا۔ ایک کتابچہ مرتب کیا جس کا نام ہے: ’نئی نبوت اپنے لٹریچر کے آئینے میں‘ یہ کتابچہ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شامل اشاعت ہے۔

### (۱۷۰۹) محمد اسحاق خان (ایبٹ آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۰ نومبر ۱۹۱۴ء ..... وفات: ۱۸ مارچ ۲۰۰۵ء)

مولانا قاضی غلام جیلانی کے ہاں متولد ہوئے۔ مولانا محمد اسحاق خان کا تعلق ڈھوڈیال ضلع ایبٹ آباد سے ہے۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے فاضل اور مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ و مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے شاگرد رشید ہیں۔ مرچوں والی مسجد نواں شہر کے امام اور جامع مسجد ڈھوڈیال کے خطیب رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء دونوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اکابرین ختم نبوت کے معتمد اور خوب متحرک انسان تھے۔ ڈھوڈیال نواں شہر ایبٹ آباد میں مدفون ہیں۔

### (۱۷۱۰) محمد اسحاق سلیمی، مولانا

(وفات: ۲۹ اپریل ۲۰۰۳ء)

آپ عالم دین تھے۔ مجلس احرار اسلام کے صف اول کے رہنما، گڑھا موڈ ضلع و ہاڑی میں مدرسہ اسلامیہ قائم کیا۔ اس کے

سخن میں ابدی نیند سورا ہے ہیں۔

## (۱۷۱۱) محمد اسحاق سندیلوی، مولانا

(پیدائش: ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء ..... وفات: ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

مولانا محمد اسحاق سندیلوی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ التحصیل تھے۔ طب پر بھی دسترس تھی۔ کانپور میں طبابت بھی کرتے رہے۔ پاکستان میں آئے تو بنوری ٹاؤن میں تخصص کے درجہ کے استاذ رہے۔ بہت ہی باصلاحیت تھے۔ پاکستان میں محمود عباسی نے فتنہ خارجیت و ناصیبت کا بیج بویا۔ وہ اتنا عیار تھا کہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی سے اپنی بعض کتب پر تصدیقات حاصل کر کے شیخ الاسلام مولانا سندیلوی کے لقب سے شائع کیا۔ خارجی ملعونوں نے دن رات مولانا سندیلوی سے ملنے کے لئے گروہ درگروہ منصوبہ سے آتے تھے۔ اس فریب سے مولانا سندیلوی کو وہ قریب کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مولانا کی بعض تصنیفات میں اس کی جھلک درکر آئی تو مولانا قاضی مظہر حسین نے فتنہ خارجیت نامی تصنیف میں مولانا سندیلوی کو آڑے ہاتھوں لیا۔ وہ بنوری ٹاؤن سے فارغ ہو گئے۔ اتنے بڑے فاضل آدمی کی رد و قادیانیت پر دو کتابیں میسر آئیں۔

..... ”مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں“ ..... ۲ ..... ”آخری نبی“  
یہ دونوں کتابیں احتساب قادیانیت کی جلد ۳۴ میں بھی شائع ہوئیں۔

## (۱۷۱۲) محمد اسحاق (فیصل آباد)، حضرت مولانا قاری

(وفات: ۳۱ دسمبر ۲۰۰۲ء)

جامع مسجد قاسمیہ کے خطیب، مدرسہ تعلیم القرآن گلبرگ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب فیصل آبادی دارالعلوم کراچی کے فارغ التحصیل تھے۔ محقق عالم دین حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد کئی دینی اداروں میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں بھی مدرس رہے۔ بیماری کے باعث فیصل آباد منتقل ہو گئے۔ یہاں پر اپنا ادارہ قائم کیا اور اس میں حفظ و قرأت کی درسگاہ آباد کی۔ ہنس مکھ طبیعت کے مالک تھے۔ صابروشا کر انسان نے فقر و فاقہ و درویشی اور گوشہ نشینی میں زندگی گزار دی۔ دوستوں کے دوست تھے۔ دوستی کرنا ان کو آتی تھی۔ جس سے جتنا تعلق قائم ہو عمر بھر اسے نبھاتے رہنے کے خوگر تھے۔ حج کے لئے اس سال اپنی اہلیہ سمیت جانے کے لئے بابرکاب تھے کہ آخرت کا بلاوا آ گیا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دنیا سے دامن جھاڑ کر آخرت کو سدھا رکھے۔

زندگی بھر کتاب سے رشتہ قائم رکھا۔ قرأت میں پانی پت کے اکابر قراء حضرات کی روایات کے امین تھے۔ بیماری بہانہ بنی۔ وقت آ گیا۔ علم و عمل کی دنیا کو دھچکا لگا۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

## (۱۷۱۳) محمد اسحاق قادری (لاہور)، پیر طریقت مولانا

(وفات: ۱۴ دسمبر ۱۹۹۲ء)

پیر طریقت حضرت مولانا محمد اسحاق قادری جامعہ قادریہ حنفیہ باغ بان پورہ لاہور کے بانی و مہتمم، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ امام الشفیر حضرت لاہوری سے نہ صرف بیعت کا تعلق تھا بلکہ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ حضرت لاہوری نے جو قرآن عزیز کے نام سے ترجمہ شائع فرمایا۔ اس پر نظر ثانی و تصحیح کے کام میں آپ شریک رہے۔ حضرت لاہوری کے ۳۲ رسائل کی ترتیب و اشاعت میں آپ کا بھی گرانقدر حصہ ہے۔ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور سے فتویٰ جات کے جوابات بھی آپ دیتے تھے۔ غرض حضرت لاہوری ایسے مرد گاہ حق کے آپ نہ صرف معتمد علیہ بلکہ دست راست تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حضرت لاہوری نے جو لاہور میں جلوس نکالا۔ اس میں آپ شریک تھے۔ گرفتار ہوئے اور مہینوں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیات، مولانا لال حسین اختر کا اکثر آپ اپنی مسجد میں بیان کرواتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کے سامنے آپ کی مساعی کو شرف قبولیت سے نوازا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے نتیجے میں قادیانی غیر مسلم پائے۔ آج آپ کے جانشین قاری جمیل الرحمن لاہور میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں ہیں۔

## (۱۷۱۴) محمد اسحاق قریشی (جہلم)، جناب

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بانی و مہتمم جامعہ حنفیہ جہلم اکابر علماء حق میں سے تھے۔ آپ کے بیان سے مسجد و منبر کے در و دیوار سے حق کی گونج ایسے بلند ہوتی تھی جو قادیانی کفر کو گرم توے پر رقص کرا دینے کے مترادف تھی۔ جہلم قادیانی جماعت کے سیکرٹری نے ستمبر ۱۹۶۶ء میں رسالہ تحریر کیا: ”ہمارا نقطہ نظر“ جس میں قادیانی عقائد کو پیش کرتے ہوئے حضرت مولانا عبداللطیف کو نشانہ تنقید بنایا گیا۔ جناب محمد اسحاق قریشی نے قادیانی رسالہ کا منہ توڑ جواب:

۱..... ”کشف التلبیس“ کے نام سے تحریر کیا۔ قادیانیوں نے ”کشف التلبیس“ کا جواب ”اظہار الحق“ کے نام سے دیا جس کا جواب جناب قریشی صاحب نے:

۲..... ”اعجاز الحق“ کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس کے بعد قادیانی بولتی پرالوؤں نے ڈیرہ جمالیہ۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں یہ دونوں قریشی صاحب کے رسائل شائع شدہ ہیں۔

## (۱۷۱۵) محمد اسحاق لدھیانوی، مفتی

مفتی محمد اسحاق کی پیدائش لدھیانہ کے محلہ مولویاں میں ہوئی۔ آپ مولانا شاہ عبدالعزیز لدھیانوی کے فرزند تھے۔ آپ بہترین خطیب تھے اور زندہ دل، بہادر انسان تھے۔ ایک مرتبہ انگریز پولیس افسر نے آپ پر طنز کیا تو آپ نے اس کو کندھے پر اٹھالیا اور درمیان شہر میں لاکر چھوڑ دیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ مفت میں سواری مل گئی ہے۔ لال مسجد میں خطاب فرمایا

کرتے تھے اور اپنے والد کے دینی ادارہ میں تعلیمی مشغولیت تھی۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۰۷)

## (۱۷۱۶) محمد اسحاق مفتی (پٹیاہ)، مولانا

مولانا محمد اسحاق نے اپنے فتویٰ میں مرزا قادیانی کے متعلق لکھا: ”ہم نے قادیانی کے رسالے توضیح (المرام)، فتح (اسلام) اور ازالہ (ادہام) نہایت غور سے دیکھے۔ قادیانی کے عقائد مختصر قرآن و حدیث کی تعلیم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و سلف صالحین کے عقائد کے خلاف ہیں۔ ایسا شخص بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج اور حدیث نبوی من شذوذنی النار کا پورا مصداق ہے۔“

## (۱۷۱۷) محمد اسحاق مونگیری، مولانا

آپ ایک نامور مذہبی و روحانی شخصیت تھے۔ آپ کا ایک کارنامہ ملاحظہ ہو:

رد قادیانیت پر کون کون سی کتب لکھی گئیں، اس پر سب سے پہلے (۱) رسالہ ”حفاظت ایمان کی کتابیں“ لکھا گیا جو حضرت مولانا محمد اسحاق مونگیری خانقاہ رحمانیہ مونگیری والوں کا مرتب کردہ ہے۔ اس میں ۹۱ کتب و رسائل جو رد قادیانیت پر مشتمل ہیں، ان کا تعارف شائع کیا گیا ہے۔ (۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے دوسری کوشش کی۔ حفاظت ایمان کی کتابیں اور دیگر رسائل رد قادیانیت پر مشتمل کتب کے تعارف پر رسالہ ”قائد قادیان“ کے نام سے تحریر کیا۔ اس میں ۱۱۲ کتب و رسائل کا تعارف آ گیا ہے۔ (۳) اس کے بعد رد قادیانیت پر مشتمل کتب و رسائل کے تعارف پر مجلس تحفظ ختم نبوت نے اکتوبر ۱۹۹۰ء میں تیسری کوشش کی۔ ایک کتاب ”قادیانیوں کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت“ کے نام پر مرتب کی جس میں ایک ہزار رد قادیانیت کی کتب و رسائل کا تعارف آ گیا ہے۔

اکتوبر ۱۹۹۰ء میں جب مذکورہ کتاب مرتب کی جا رہی تھی اس وقت سے ”حفاظت ایمان کی کتابیں“ نامی کتاب کی تلاش شروع کی۔ اب ۲۰۲۰ء میں حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے دارالعلوم دیوبند کی لائبریری سے اس کا فوٹو ارسال کیا۔ گویا تیس سال سے جس کتاب کو تلاش کر رہے تھے، جس کے دیدار کے لئے آنکھیں ترس رہی تھیں، جب وہ ملی تو کتنی خوشی ہوئی، کوئی اہل ذوق ہی اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اس جلد میں آخری یہ کتاب شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور اس کتاب ”محاسبہ قادیانیت“ جلد ۱۲ کی آخری کتاب یہی ہے۔

## (۱۷۱۸) محمد اسحاق ہزاروی، مولانا

آپ ہزارہ کے دلیر اور بے باک خطیب تھے۔ مولانا محمد اسحاق خطیب الیاسی مسجد ایٹ آباد وہ عالم دین تھے جنہوں نے قائد اعظم کے جنازہ کے متعلق ظفر اللہ قادیانی سے سوال کیا تھا کہ تم نے قائد اعظم کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟ اس نے صاف جواب دے دیا تھا کہ: ”آپ مجھے مسلمان حکومت کا کافر وزیر یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں۔“ آپ نے ہزارہ میں قادیانیت کا خوب تعاقب کیا اور مسلمانوں کی ایمانی سرحدوں کی حفاظت کی۔

## (۱۷۱۹) محمد اسحاق ہزاروی، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۰ء ..... وفات: ۳۱/ اگست ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد اسحاق اپر تاول ہزارہ میں مولانا احمد گل لودھی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر سے پھر کچھ درسی کتب پیر مہر علی گولڑوی سے پڑھنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے اور حضرت کشمیری سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ اسلامیہ گلاوٹی ضلع بلند شہر اور کچھ عرصہ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں پڑھاتے رہے۔ پھر ۱۹۲۲ء میں ایبٹ آباد صدر کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ وعظ، درس و تدریس اور تصنیف کے شعبہ سے وابستہ رہے۔ زندگی کے آخری پچاس برس یہیں گزارے۔ اسی دوران آپ نے فتنہ قادیانیت کی تردید میں ”عرب و عجم کے دیوبندی، بریلوی کا متفقہ فتویٰ“ پر صورت مسئلہ کا جواب تحریر کیا کہ:

.....۱ مرزائی، قادیانی ہو یا لاہوری دونوں اسلام سے خارج ہیں اور مرتد ہیں۔

.....۲ جو شخص ہر دو فرقہ کو مسلمان تصور کرے وہ بھی اسلام سے خارج ہے۔

.....۳ اگر امام مسجد کا تعلق مرزائیوں سے اس حیثیت سے ہے کہ وہ ان کو مسلمان تصور کرتا ہے تو وہ امام بھی مسلمان نہیں رہتا۔

واللہ اعلم بالصواب!

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۳۶)

## (۱۷۲۰) محمد اسحاق (قاضی القضاة ریاست انب)، مولانا

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب قاضی القضاة ریاست اسلامیہ انب (سرحد) کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ ریاست اسلامیہ انب کے چیف جسٹس تھے۔ ریاست انب میں لاہوری مرزائی رہتے تھے۔ انہوں نے والی ریاست کے عزیزوں کو قادیانیت کے گرداب میں پھنسانا چاہا۔ مولانا محمد اسحاق صاحب نے قادیانیوں کے تانا بانا کو تار عنکبوت کی طرح تار تار کر دیا۔ قادیانیت کے خلاف آپ کا یہ معرکہ بیسویں صدی کے ابتدائی ریلج میں پیش آیا۔ جیسا کہ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ایک مکتوب مورخہ ۱۶/ اکتوبر ۱۹۲۴ء سے ظاہر ہے۔ جو اس کتاب میں موجود ہے۔ غرض قادیانی سازشیں تیار کرتے تھے۔ مولانا قاضی محمد اسحاق ان سازشوں کو ناکام بناتے رہے۔ قریباً تیس سال قادیانیوں سے ریاست انب میں یہ معرکہ رہا۔ اللہ رب العزت نے کرم فرمایا۔ مولانا سرخرو ہوئے اور قادیانی روسیاهی کا داغ حسرت لے کر ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء میں مولانا نے ”تذکرہ حقانق“ کے نام سے یہ کتاب شائع فرمائی جو تمام حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ عرصہ ہوا مولانا قاضی محمد اسرائیل مانسہروی نے اس کتاب کا فوٹو سٹیٹ ارسال کیا تھا۔ اسے شائع کرنے پر اللہ تعالیٰ کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اکہتر سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت ج ۳۶ میں شائع کیا۔

## (۱۷۲۱) محمد اسرائیل، جناب قاضی

(ولادت: ۱۸۹۹ء ..... وفات: ۱۹۸۶ء)

قاضی محمد اسرائیل، بالاکوٹ مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ فنون کی کتب مدرسہ عالیہ رام پور میں پڑھیں۔ ۱۹۲۳ء مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی کفایت اللہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ گڑھی حبیب اللہ مانسہرہ اور دارالعلوم محمدیہ بالاکوٹ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے تلامذہ ہیں۔ جب آپ دارالعلوم محمدیہ بالاکوٹ میں صدر مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف شائع ہونے والے فتویٰ پر دستخط ثبت فرمائے تھے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۸۵)

## (۱۷۲۲) محمد اسعد نوشہروی، جناب الحاج

(وفات: ۲۷ اپریل ۲۰۲۰ء)

(قاری محمد اسلم نوشہرہ) والد بزرگوار محترم محمد اسعد کا شجرہ نسب: محمد اسعد بن حافظ محمد علی سعید بن شیخ حبیب اللہ، شیخ حبیب اللہ نوشہرہ تھے آپ کا آبائی گاؤں گگھڑ کے مضافات میں قصبہ جلال ہے۔ لیکن ایمان لانے کے بعد آپ دو تین میل کے فاصلے پر باہو چک میں آباد ہو گئے، شیخ حبیب اللہ کے چار بیٹے تھے۔ (۱) شیخ انیسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری (۲) حضرت مولانا حافظ محمد علی سعید (۳) حضرت مولانا عزیز احمد (۴) حضرت مولانا حکیم رشید احمد۔

امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے حضرت لاہوری کو نظارۃ المعارف دہلی کانگریس مقرر کیا تھا۔ جب کہ درمیانے دو بھائیوں کو تمام تحریک خصوصاً تحریک ریشمی رومال میں اپنا معاون خصوصی اور پرنسپل سیکرٹری مقرر کیا تھا ۱۹۱۵ء میں تحریک ریشمی رومال کے افشاں ہونے پر انگریزوں نے علماء کرام کی گرفتاریاں شروع کیں جس میں حضرت شیخ الہند اور ان ساتھیوں کو حرمین شریفین سے اور حضرت لاہوری کو دہلی سے گرفتار کیا جب کہ حضرت سندھی اور ان کے ساتھی بلوچستان کے راستے افغانستان اور پھر کابل پہنچ گئے۔

حضرت سندھی کابل میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد روس ترکی اور یورپ کے سفر میں مصروف رہے۔ حافظ محمد علی سعید کو کابل میں کام پر لگایا حافظ محمد علی سعید کئی سال کابل میں رہے اور مختلف محاذوں پر کام کیا۔ پھر آپ باجوڑ آ گئے۔ یہاں تحریک کے بڑوں سے رابطے میں رہے اور انگریز کے خلاف مختلف محاذوں پر مصروف رہے۔ یہاں آپ نے دو شادیاں کیں اس طرح والد بزرگوار محمد اسعد باجوڑ کے علاقہ سلارزئی میں پشت شہر کے مضافات چورک گاؤں میں ۱۹۳۶ء کو حافظ محمد علی سعید کے گھر پیدا ہوئے حافظ محمد علی سعید باجوڑ میں کافی عرصہ گزارنے کے بعد ۱۹۵۲ء میں پشاور کے قریب گاؤں ترنا ب فارم میں آباد ہو گئے اور کچھ عرصہ گزارنے کے بعد ۱۹۵۷ء میں اسی گاؤں میں فوت ہوئے اور اسی گاؤں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اسی قبرستان میں آپ کی دو بیٹیاں ایک بڑا بیٹا محمد اسعد ایک بہو یعنی محمد اسعد کی اہلیہ اور حال ہی میں محمد اسعد کی تدفین بھی عمل میں لائی گئی۔

والد بزرگوار محمد اسعد بہت خوبیوں اور صفات کے مالک تھے ہمدردی صلہ رحمی مہمان نوازی وغیرہ سے متصف تھے عام لوگوں کے لئے دل میں خیر خواہی رکھتے تھے چاہے وہ رشتہ دار ہوں یا دوست و احباب ہوں۔ عقیدہ میں بھی اتنے پختہ اور حساس تھے کہ گویا



اپنے اکابر علماء دیوبند کے پرتوتھے۔ آپ کچھ عرصہ لاہور میں اپنے تایا جان حضرت لاہوری کے پاس رہے۔ وقتاً فوقتاً حضرت لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ خصوصاً حضرت کے صبح کا درس قرآن بہت مشہور تھا۔ آپ درس قرآن میں مستقل شریک ہوتے تھے آپ فرماتے تھے کہ درس قرآن کے بعد حضرت مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے کمرے میں لے جاتے تھے اس طرح میں اور حضرت کمرے میں اکیلے ہوتے اور حضرت کی خدمت میں مصروف رہتا۔ اسی دوران حضرت کے ساتھ ناشتہ بھی ہوتا۔ پہلی مرتبہ جب حضرت کو ہاتھ سے دبانا شروع کیا تو حضرت نے فرمایا نہیں بیٹا پاؤں سے تو میں نے ادب کی وجہ سے ایک پاؤں سے دبانا شروع کیا تو حضرت نے فرمایا دونوں پاؤں سے تو پھر میں دونوں پاؤں سے حضرت کے بدن پر پھرتا تھا۔ ایک دفعہ درس قرآن کے بعد کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت مسلسل میری طرف دیکھ رہے تھے، جب میں نظر اٹھاتا تو حضرت کو اپنی ہی طرف دیکھتے ہوئے پاتا پھر آپ نے فرمایا تم بہت صابر ہو میں خاموش رہا، آپ نے پھر فرمایا تم کو اللہ تعالیٰ نے بالترتیب تین بیٹیاں عطا کیں اور تم صبر کر رہے ہو، پھر حضرت نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے بالترتیب چار بیٹے عطا فرمائے۔

(۱۷۲۳) محمد اسلام شاہ، جناب سید

(پیدائش: ۱۳/ مئی ۱۹۳۲ء ..... وفات: ۲۰/ ستمبر ۲۰۱۴ء)

آپ لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم سے قبل مسلم لیگ کے کارکن تھے۔ لاہور میں پاکستان بننے کے بعد چٹان سے لکھنے کا آغاز کیا۔ پھر کئی اخبارات میں کالم نگار رہے۔ ماسٹر تاج الدین انصاری کی لدھیانہ اور لاہور میں آغا شورش کاشمیری کی صحبت نے انہیں ختم نبوت کے عقیدہ کا چلتا پھرتا مبلغ بنا دیا تھا۔

(۱۷۲۴) محمد اسلم، شیخ الحدیث مولانا قاضی

(وفات: ۹/ نومبر ۱۹۸۴ء)

آپ ڈھنڈہ میں جناب محمد اکبر صاحب کے گھر ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں مولانا سید احمد شاہ صاحب سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۰ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد اسلامیہ رحمانیہ میں ہی تدریس پر مامور ہوئے۔ پانچ سال تک یہیں تدریس کرتے رہے۔ دارالعلوم انوریہ ڈھنڈہ میں ۱۱ سال تدریس کی۔ ۱۹۵۸ء میں مدرسہ اشرف العلوم باغبانپورہ گوجرانوالہ میں ۵ سال تک پڑھایا۔ اس کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم میں بھی ۵ سال تک پڑھاتے رہے۔ دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ میں بھی دو سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ فرقانیہ راولپنڈی میں بھی پڑھایا۔ ہمارے امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، اسلامیہ رحمانیہ میں آپ سے پڑھتے رہے۔ جامعہ فاروقیہ کراچی کے استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد انور، حضرت مولانا فیروز خان (ڈسکہ)، حضرت مولانا زاہد الراشدی، حضرت مولانا قاضی ظہور حسین اظہر (چکوال)، ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور (ٹیکسلا) اور ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری جیسے اساطین علم آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے

ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خدام کی سرپرستی فرمائی۔ گوجرانوالہ میں تحریکوں کی قیادت فرمائی۔ آپ کے تمام شاگرد فتنہ قادیانیت کے لئے شمشیر برہنہ ثابت ہوئے۔ آپ سراپا علم تھے۔ ساری زندگی درس و تدریس میں گزار دی۔ ایسے لوگ بلاشبہ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ آپ علم کی آبروتھے۔ ڈھنڈھ ہری پور کے آبائی قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔ (اورنگزیب اعوان)

## (۱۷۲۵) محمد اسلم چشتی (گوجرہ)، مولانا

(وفات: ۱۶ جنوری ۲۰۱۷ء)

مولانا محمد اسلم چشتی جٹ برادری سے تعلق رکھتے تھے اور ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے عزیز تھے۔ حضرت لدھیانوی، مولانا محمد اسلم صاحب کو مدرسہ احیاء العلوم ماموں کا نجن ہمراہ لائے۔ ابتداء سے متوسط تک یہاں پر تعلیم حاصل کی۔ پھر جامعہ رشیدیہ ساہیوال پڑھتے رہے۔ آخری تین سال آپ نے کراچی جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں پڑھا۔ دورہ حدیث شریف، شیخ الاسلام حضرت بنوری، مولانا محمد ادریس میرٹھی، مفتی ولی حسن ٹونگی ایسے حضرات سے پڑھا۔ آپ ذی استعداد عالم دین تھے۔ کتب پر بھرپور دسترس حاصل تھی۔ کہیں پڑھانے لگ جاتے تو ماہر مدرس ہوتے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور مولانا محمد اسلم چشتی کے خاندان میں ایک اور عالم دین تھے جو پنجاب کے نامور خطیب تھے۔ گھنٹوں بلا تکلف بولنے والے، خوبصورت ترنم آواز کے مالک، قادر الکلام خطیب، مولانا محمد سلیمان طارق وہ گوجرہ جامعہ مسجد کلاتھ مارکیٹ میں اوقاف کے خطیب تھے۔ ان کی ترقی ہوئی تو انہوں نے اپنی جگہ مولانا محمد اسلم چشتی کو خطیب لگوادیا۔ مولانا محمد اسلم صاحب اس زمانہ میں مدرسہ محمودیہ گوجرہ میں کتائیں بھی پڑھاتے رہے۔ مولانا اسلم خوب انسان تھے۔ ایک بار خیال اٹھا تو جوانی میں قرآن مجید یاد کرنا شروع کر دیا اور حیرت ہے کہ ان کا عشق قرآن کا جذبہ جیت گیا اور وہ حافظ بن گئے۔ اس دوران آپ کی اہلیہ کا جوانی میں وصال ہو گیا تو دوسری شادی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد دی۔ سب کو قرآن مجید کا قاری اور عالم بنایا۔ وہ بہت درویش صفت انسان تھے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز پیر جی عبدالعزیز گیارہ چک والوں سے تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی سے بیعت کا تعلق قائم کیا اور خلافت پائی۔ گوجرہ آمد کے دوران سے لے کر دم وفات تک مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرہ کے امیر رہے اور اس کام کے لئے خوب متحرک رہے۔ کمیٹی گراؤنڈ میں بڑی بڑی مثالی دو دودن کی کانفرنسیں منعقد کرتے رہے۔ پہلے چینیٹ پھر چناب نگر ختم نبوت کانفرنسوں میں تشریف لانا آپ کے معمولات کا حصہ تھا۔ اوقاف سے ریٹائرڈ ہوئے تو گوجرہ کے جس محلہ میں مکان تھا اسی محلہ میں مسجد و مدرسہ قائم کیا۔ عمر بھر اس کی آبیاری کرتے رہے۔ خود کو عوارض نے گھیر لیا تو سب کچھ بچوں کے سپرد کر دیا اور خود ذکر الہی کے لئے وقف ہو گئے۔ زہے نصیب! کہ ذکر اللہ کرتے کرتے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اس شان سے گئے کہ دنیا عیش عیش کراٹھی۔

## (۱۷۲۶) محمد اسلم انا، جناب

(وفات: نومبر ۲۰۰۱ء)

لاہور میں رسالہ المذاہب کے بانی و ایڈیٹر تھے۔ عمر بھر ہندو ازم، مسیحیت اور قادیانیت کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے۔

## (۱۷۲۷) محمد اسلم (سلطان فونڈری والے)، صوفی

(پیدائش: ۱۹۱۴ء ..... وفات: مئی ۱۹۶۹ء)

مولانا محمد اکرم کے برادر اکبر صوفی محمد اسلم سلطان فونڈری والے تمام دینی تحریکات میں پیش پیش، دینی و سماجی کارکن، بااخلاق و نیک سیرت، متدین بزرگ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد علی جالندھری اور اکابرین جمعیت کے میزبان جالندھری میں پیدا ہوئے۔ پھر آپ کے والد نے بنالہ ضلع گورداسپور میں مستقل رہائش رکھی۔ تقسیم ملک تک آپ مجلس احرار اسلام کے تحت عقیدہ ختم نبوت کے لئے ہر اقل دستے کا کردار ادا کرتے تھے۔ ان کو مسجد نبوی میں نفیس قسم کا پیتل کے فریم لگانے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ جس میں قرآن مجید اہتمام سے رکھے جاتے۔ تبلیغی جماعت سے آپ کا گہرا تعلق تھا۔

## (۱۷۲۸) محمد اسلم (کھر وڑپکا)، جناب الحاج

(ولادت: ۱۹۵۵ء ..... وفات: ۱۴ اپریل ۲۰۲۱ء)

جناب الحاج محمد اسلم بھٹی کے آباء و اجداد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد علاقہ بھٹ ضلع سہارن پور انڈیا سے ہجرت کر کے ریاست بہاول پور میں مقیم ہوئے۔ آپ ایک شریف النفس، نیک سیرت و نیک صورت، عالم باعمل کی صفات سے متصف انسان جناب الحاج حافظ فیض بخش بھٹی نور اللہ مرقدہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ بلوغت کے بعد دودھائی کا عرصہ مکہ مکرمہ میں گزارا۔ اسی دوران کھر وڑپکا کی معروف دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید لدھیانوی اور مہتمم جناب الحاج غلام محمد عباسی مدظلہ سے ایسا تعلق قائم ہوا کہ اس کی لاج رکھتے ہوئے تادم زیست جامعہ باب العلوم کھر وڑپکا سے منسلک رہے۔ آپ ایک ملنسار، ہنس مکھ، سادہ طبیعت کے مالک اور مرجان مرغ انسان تھے۔ لباس اور وضع قطع میں کوئی تکلف نہ تھا۔ اپنے علاقہ میں جامعہ کے سفیر تصور کئے جاتے تھے۔ جامعہ اور جامعہ کے جملہ اساتذہ کرام سے تعلق کا صلہ اللہ کریم نے دنیا میں ہی ایسا دیا کہ آپ کے ایک بیٹے (راقم الحروف) نے اسی جامعہ باب العلوم کھر وڑپکا سے الحمد للہ والناس مکمل قرآن مجید اور پھر درس نظامی کی تمام تر تعلیم حاصل کر کے حضرت مولانا عبدالحمید لدھیانوی کے دست مبارک سے سند فراغت حاصل کی۔ بعد ازاں آپ کے اسی فاضل بیٹے کو حکیم العصر حضرت لدھیانوی نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ کیا جو کہ اس وقت ملتان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا خادم ہے۔

جناب محمد اسلم بھٹی نے اپنے گھر سے چند قدم کے فاصلے پر ایک اہم چوک کا نام ختم نبوت چوک سے منسوب کرانے کے لئے تحریک چلائی، جسے عملی جامہ پہنانے کے لئے جامعہ باب العلوم کے اس وقت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ نے کوشش فرمائی اور اسی چوک میں ایک افتتاحی تقریب منعقد کرائی، جس میں حکیم العصر حضرت لدھیانوی اور شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے شرکت فرمائی۔ اسی ختم نبوت چوک میں ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کھر وڑپکا کا دفتر بھی موجود ہے۔ الحاج محمد اسلم بھٹی اپنے والد محترم کے انتقال کے بعد جامعہ کی مسجد نزد ختم نبوت چوک کے متولی مقرر ہوئے۔ آپ نے مسجد کی توسیع اور تعمیر جدید کا بیڑا اٹھایا۔ مسجد

کو حدیث خاتم النبیین، مہر نبوت، حجر اسود، گنبد حضرت ایسی خوب صورت ٹائلوں سے مزین کیا۔ ادھر تعمیر جدید کے جملہ امور سے فارغ ہوئے، ادھر وقت موعود آ پہنچا۔ آپ ۲۰۱۵ء سے ۲۰۱۹ء تک سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت فرماتے رہے۔

راقم الحروف سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر سے فارغ ہو کر گھر پہنچا، ایک روز کے وقفہ کے بعد آپ گھر سے ہسپتال لے جاتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر گئے۔ اگلے روز آپ کی خواہش کے مطابق جامعہ اسلامیہ باب العلوم کھر وڑپکا کے شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب مدظلہ نے کواہٹ سے کھر وڑپکا کا سفر کر کے نماز جنازہ پڑھائی۔ (محمد وسیم اسلم)

(۱۷۲۹) محمد اسماعیل آزاد (کراچی)، جناب

آپ نے علامہ اقبال کے مقالہ کی روشنی میں ۳۲ صفحات کا رسالہ لکھا جس کا نام ”مرزائیوں کا المیہ“ رکھا۔

(۱۷۳۰) محمد اسماعیل (ایلک)، جناب پروفیسر

(پیدائش: ۱۹۲۱ء)

پروفیسر محمد اسماعیل پرنسپل گورنمنٹ کالج ایلک اور قادیانی مناظر قاضی نذیر کے درمیان مکالمہ و مباحثہ ہوا۔ بعد میں قادیانیوں نے پمفلٹ شائع کیا۔ اس قادیانی پمفلٹ کا جواب یہ رسالہ ”قذوف با الحق علی الباطل، مباحثہ بہ موضوع رفع و حیات عیسیٰ علیہ السلام و نزول ابن مریم“ جو احتساب قادیانیت ج ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۷۳۱) محمد اسماعیل (ایڈووکیٹ)، جناب چوہدری

سپریم کورٹ کے وکیل اور انٹرنیشنل اسلامک ٹریبونل کے چیئرمین رہے۔ آپ نے قادیانی فتنہ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا: ”مرزائیت خود مغربی سامراج کی کاشت کا پودا ہے اور یہ پودا اس لئے لگایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ ختم کیا جائے، جس سے مغربی سامراج خوفزدہ ہے اور جس کے لئے مرزائی، قادیانی اور ان کا جعلی نبی کام کر رہا ہے۔ اس طبقہ نے مغربی سامراجیت کے ایجنٹ کے طور پر کام کیا اور انہیں بڑھ چڑھ کر اپنی خدمات پیش کیں۔ جس کا حوالہ ”پارٹیشن آف دی پنجاب“ جلد نمبر ۱ میں موجود ہے۔ مرزا غلام احمد نے جب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تب اس کے جو پیروکار بنے، وہ اس وقت سے مرتد اور کافر ہیں اور قرآن و سنت کے اس فیصلہ کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں تسلیم کرتے ہوئے مرزائیوں، قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ جب کہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، زیدی اور اثنا عشری نے شروع سے ہی انہیں کافر اور مرتد قرار دیا ہے۔ اسی طرح رابطہ عالم اسلامی نے ۱۹۷۳ء میں پورے غور و خوض کے بعد مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ لیکن یہ طبقہ قرآن و سنت کے احکام اور ۱۹۷۳ء کے آئین کے خلاف کھل کر خود کو مسلمان کہتا ہے اور خود کو بطور مسلمان پیش کرتا ہے جس پر کوئی تعزیر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ حکومت نے صرف دستوری ترمیم کر دی تھی اور موجودہ حکومت نے محض ایک آرڈیننس بنا دیا ہے جس پر کوئی عمل نہیں ہو رہا۔ یہودیوں کی طرح مرزائی بھی ایک منظم پارٹی ہے جس کے سیاسی اور معاشی مفادات اکٹھے ہیں۔“

(ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ج ۲۲ ش ۴۰، مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۵ء)

## (۱۷۳۲) محمد اسماعیل ثانی، مولانا

مولانا محمد اسماعیل ثانی نے ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں ”نشان محمدی کلاں“ کے نام سے پنجابی میں ایک کتاب در بیان نصاریٰ، ورد آریہ ورد شرک و در بیان ردمرزا قادیانی شائع کی۔ جو مطبع محمدی لاہور سے شائع ہوئی۔ رد قادیانیت کا حصہ اصل کتاب کے ص ۳۰ سے شروع ہو کر ص ۴۰ پر ختم ہوتا ہے۔ کتاب کا ایڈیشن ثانی ۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس سے ہم نے رد قادیانیت کا دس صفحات کا حصہ لے کر محاسبہ قادیانیت کی چوتھی جلد میں شامل اشاعت کیا ہے۔

## (۱۷۳۳) محمد اسماعیل (چناب نگر)، جناب ماسٹر

(وفات: نومبر ۱۹۸۱ء)

جناب ماسٹر محمد اسماعیل صاحب چناب نگر مسلم کالونی کے رہائشی تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے دل و جان سے عاشق و پروانے تھے۔ عالمی مجلس کے مراکز چناب نگر (مسلم کالونی واسٹیشن) کی کامیابی کے لئے مقدور بھر ساعی رہے۔ آپ کے صاحبزادہ جناب غلام دستگیر صاحب اس وقت اسلام آباد میں سرکاری لائبریری کے لائبریرین ہیں۔ حق تعالیٰ ماسٹر صاحب مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

## (۱۷۳۴) محمد اسماعیل (خوشاب)، حضرت مولانا

(وفات: ۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء)

آپ نامور عالم دین تھے۔ مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے مرید تھے۔ فراغت کے بعد عرصہ تک جامعہ سراج العلوم سرگودھا میں تبلیغی خدمات سر انجام دیں۔ آپ کا وجود مسعود سراج تحریک ختم نبوت تھا۔ آپ نے مرزا محمود کے زمانہ میں خوشاب، بھیرہ، سلانوالی فروکہ، ساہیوال، سرگودھا، میانی، خوشاب، شاہپور جہاں بھی قادیانیوں نے پر پرزے نکالے علماء کرام کی ٹیم کے ہمراہ تشریف لے جاتے اور قادیانیوں پر ان حضرات کو دیکھتے ہی اوس پڑ جاتی تھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند کے مراحل کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں آپ قائدانہ شان کے ساتھ ہر اوّل دستہ میں شامل رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اسلاف کی روایات کا امین بنایا تھا۔ ان کا وجود انعام الہی تھا۔ اصلاً آپ ٹانک کے رہنے والے تھے۔ خوشاب کی جامع مسجد بگڑ والی کے خطیب تھے اور اس کے متصل ہی آپ کی تدفین ہوئی۔

## (۱۷۳۵) محمد اسماعیل دبیچ، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۳ء، گوالیار ..... وفات: ۲۷ ستمبر ۲۰۰۱ء، اسلام آباد)

آپ نامور عالم دین تھے۔ تمام دینی و سیاسی تحریکوں میں شامل رہے۔ مجلس احرار اسلام اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے بھرپور کردار ادا کیا۔ قادیانی فتنہ کو اسلام، مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف سامراجی سازش کا حصہ قرار دیتے تھے۔ عمر بھر قادیانیت کے خلاف برسر پیکار رہے۔

## (۱۷۳۶) محمد اسماعیل سلفی (گوجرانوالہ)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۱ء ..... وفات: ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء)

آپ موضع ڈینکی تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی نوشت وخواند گھر پر مکمل کی۔ مدرسہ نصرت الاسلام گوجرانوالہ میں داخل ہوئے۔ مولانا عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے صحاح ستہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا محمد عالم آسی امرتسری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی ایسے حضرات شامل ہیں۔ حاجی پورہ جامع مسجد اہل حدیث گوجرانوالہ کو مرکز بنایا اور یہیں کے ہو کر عمر بھر رہے۔ تحریک آزادی میں دوبارہ، اور تیسری بار تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں سنت یوسفی ادا کی۔ علاوہ ازیں آپ نے مرزا قادیانی کے عقائد کی تردید پر ”مرزائی کا جنازہ اور مسلمان“ نامی فتاویٰ میں صورت مسئولہ پر درج ذیل عبارت تحریر کر کے دستخط کئے۔

”مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متعلق علماء امت نے صراحتاً تکفیر فرمائی ہے۔ خود قادیانی بھی دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے اور ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ پھر ایک مسلمان امام نے نامعلوم یہ جرأت کیوں کی؟ اندریں حالات امام مذکور امامت کے قابل نہیں۔ اگر اسے اپنے فعل پر اصرار ہو تو یقیناً ارتداد ہے۔ اسے توبہ کر کے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے۔ عامتہ المسلمین کو اسی طرح فعل توبہ اور استغفار کرنا چاہئے۔“

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۲۲۰)

## (۱۷۳۷) محمد اسماعیل سہام (چنیوٹ)، جناب

چنیوٹ کے محلہ سہاماں میں رہتے تھے۔ آپ کا رد قادیانیت پر رسالہ ہے جس کا نام ہے۔ ”مقام مرزا“ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کا احادیث کی رو سے استیصال کا حال ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ احتساب کی جلد ۳۶ میں شائع کیا گیا ہے۔

## (۱۷۳۸) محمد اسماعیل (سیکرٹری اسلامک سنٹر چٹاگانگ)، مولانا

آپ نے مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ذیل کا فتویٰ دیتے ہوئے لکھا کہ: ”ما کتبہ العلماء من اولہ کلمہ حق، لا شک فیہ کما ثبت بالاحادیث الصحیحة فماذا بعد الحق الا الضلال“

عبدہ محمد اسماعیل عفا اللہ عنہ

مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم چپکتائی چائگانگ

۲۷ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ / ۱۹ فروری ۱۹۶۶ء

اول سے علماء نے جو اس سلسلے میں لکھا ہے، وہ بالکل حق ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور حق کے ورے تو گمراہی ہی ہے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۵۵)

## (۱۷۳۹) محمد اسماعیل علی گڑھی، مولانا

مرزا قادیانی کے نفس ناطقہ حسن مروہی کا دیانی کی کتاب ”اعلام الناس“ کے جواب میں مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی نے ”اعلاء الحق الصریح بتکذیب المسیح“ کتاب تحریر فرمائی۔ احتساب قادیانی جلد ۴۲ میں اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق کذاب قادیان نے ایک بدبودار جھوٹ تراشا تھا۔ جس کی سزا سے آج تک قادیانی مناظرین منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ جب مولانا اسماعیل علی گڑھی فوت ہو گئے تو مرزا قادیانی نے کہا کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں کہا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ کتاب ہم نے شائع کی ہے۔ علی الاعلان ڈکے کی چوٹ پر قادیانی کے جھوٹ کی قلعی ہم نے کھول دی ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کے سوال کے جواب میں مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی نے یہ فتویٰ جاری کیا۔

”یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ قادیانی وجود ملائکہ اور نزول جبرائیل کا منکر ہے اور اس امر کا قائل ہے کہ ملائکہ ستاروں کی ارواح اور نفوس فلکیہ ہیں اور اس کا عقیدہ ہے کہ لیلۃ القدر سے مراد وہ تاریک زمانہ ہے جس میں آسمانی برکات منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ قائل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر جانا اور نازل ہونا محال ہے اور وہ قائل ہے کہ ختم نبوت سے نئی شریعت والی نبوت کا ختم ہونا مراد ہے۔ نہ مطلق نبوت کا ختم ہونا اور وہ قائل ہے کہ مطلق نبوت کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔ رسول خدا ﷺ نے جس مسیح کے آنے کا وعدہ دیا تھا اس سے عیسیٰ ابن مریم مراد نہیں بلکہ اس کا مثیل قادیانی مراد ہے۔ جس کو خدا نے قادیان میں نازل کیا ہے اور قائل ہے کہ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی مراد نہیں اور خدا تعالیٰ اپنی مراد کو ہمیشہ استعاروں میں بیان کرتا ہے۔ اسی قسم کے اور بھی خرافات باطلہ اس سے ثابت ہیں۔ لہذا میرے نزدیک اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ وہ کافر بے دین اور شریعت محمدیہ کا دشمن ہے اور اس کو باطل کرنا چاہتا ہے۔“

## (۱۷۴۰) محمد اسماعیل قاسمی (سیالکوٹ)، مولانا

(وفات: ۱۹/ مئی ۱۹۷۷ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل جامعہ فاروقیہ چوک امام صاحب سیالکوٹ کے بانی، تحریک ختم نبوت کے رہنما، نفاذ شریعت کے متحرک بزرگ حضرت مولانا محمد اسماعیل قاسمی سیالکوٹ کے ان گنے پنے رہنماؤں میں سے تھے جن کا ذکر کئے بغیر سیالکوٹ کی تاریخ نامکمل سمجھی جائے گی۔ مولانا انتہائی زیرک، معاملہ فہم، پر جوش اور متحرک علمی انسان تھے۔ جمعیت علماء اسلام اور ختم نبوت کے تحریکی و تنظیمی حوالہ سے وہ ہمیشہ صف اول میں ممتاز نظر آئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند کے مراحل سے کامیابی کے ساتھ سرفراز ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ کی ہدایات و سرپرستی میں سیالکوٹ کی دینی جماعتوں کی قیادت نے کردار ادا کیا۔ مولانا اپنی ذاتی شرافت اور علم و فضل کے باعث جہاں رہے ممتاز رہے۔ مولانا محمد اسماعیل قاسمی، مولانا بشیر احمد پسروری، مولانا فیروز خان (ڈسک)، مولانا محمد علی کاندھلوی ایک زمانہ میں ان حضرات کے علم و اخلاق، جرأت و ایثار کے ضلع پر ایسے اثرات تھے کہ جس کام کے لئے یہ حضرات تہیہ کر لیتے کامیابی ان کے قدم چومتی۔ آپ کا قائم کردہ ادارہ جامعہ فاروقیہ آپ کی باقیات الصالحات میں سے ہے اور ضلع بھر میں نمایاں دینی تعلیمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

## (۱۷۴۱) محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)، جناب

سپریم کورٹ کے وکیل اور صدر ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم چیورٹس تھے۔ پاکستان کے نامور قانون دان تھے۔ آپ نے وفاقی شرعی عدالت میں رٹ دائر کر کے فیصلہ لیا تھا کہ گستاخ رسول کی سزا، عمر قید نہیں بلکہ صرف سزائے موت ہے۔ قادیانیوں کے متعلق ان کا ایک بیان ذیل میں ملاحظہ ہو: ”اگر قادیانیوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کے اعلان نبوت کی سوسالہ تقریبات منانے کی اجازت دی گئی تو ملک میں فسادات اور بدامنی کا خدشہ ہوگا۔ جس سے انسانی زندگیوں اور جائیداد کو نقصان پہنچے گا۔ اس سے ملک میں مارشل لاء کے امکانات پیدا ہو جائیں گے۔ ملک میں پہلا مارشل لاء بھی قادیانیوں کو ان کے عقیدہ کی تبلیغ کی اجازت دینے کی وجہ سے نافذ ہوا تھا۔ قادیانیوں کو جلسے کی اجازت دینا آئین اور قوانین کے منافی ہے۔ قادیانیوں کی صدسالہ تقریبات تمام مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا سبب بنے گی۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مطابق جو انہیں نبی تسلیم نہیں کرتے، وہ کافر ہیں۔“ (روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۹۱ء)

## (۱۷۴۲) محمد اسماعیل کشکی، مولانا

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سوگرہ ڈاکخانہ خود ضلع کلکتہ صوبہ اڑیسہ بہار کے رہنے والے تھے۔ پھر تیلہا جسم، قدمائل بہ رازی، رنگ پکا، غضب کا حافظہ، صاحب علم و فضل، زیرک و معاملہ کی گہرائیوں میں اترنے والا دماغ رکھتے تھے۔ آپ کو اڑیسہ کا ”امیر شریعت“ مقرر کیا گیا۔ جمعیۃ علماء ہند اڑیسہ، کلکتہ کے آپ امیر تھے اور اس کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رکین بھی۔ شیخ العرب والعم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے اور قافلہ اہل حق کے نیز تالیاں ہونے کا آپ کو اعزاز حاصل تھا۔ ۱۹۸۴ء میں پاکستان میں قادیانیت کے خلاف امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔ تب قادیانی لاٹ پادری ملعون مرزا طاہر، پاکستان سے مجرمانہ فرار اختیار کر کے برطانیہ کو سدھارا۔ اس کے مقابلہ میں برطانیہ میں ۱۹۸۵ء میں پہلی سالانہ ختم نبوت کانفرنس ویسٹ ہال لندن میں منعقد کی گئی۔ تب سے اب تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہر سال برطانیہ میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کرتی ہے۔

۱۹۸۶ء یا ۱۹۸۷ء میں ویسٹ ہال لندن میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا علامہ خالد محمود، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا منظور احمد کسینی ایسے مناظرین ختم نبوت، سٹیج پر بر اجماع تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کا سایہ شفقت سب کے سروں پر سحاب رحمت تھا۔ فقیر راقم کا بیان ہوا۔ بیان کے بعد سٹیج سے واپس مڑا تو ایک بزرگ نے آ کر فقیر کی پیشانی کو شفقت سے چوما۔ سینہ سے لگایا اور گویا لہجہ میں فرمایا کہ آپ کے بیان سننے سے خوشی ہوئی کہ ہم دنیا سے لاوارث نہیں جا رہے۔ ان کی اس بزرگانہ و مشفقانہ گفتگو سے فقیر تو دیدہ دل راہ ہوا۔ وہ اپنی نشست پر تشریف لے گئے۔ فقیر نے اپنی نشست سنبھال لی۔ دن بھر کانفرنس کامیاب طریقہ پر جاری رہ کر شام کو بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ اس دوران اس بزرگ کا بھی اعلان و بیان ہوا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا محمد اسماعیل کشکی ہیں۔ انڈیا سے تشریف لائے ہیں۔ بیان سے یقین حاصل ہوا کہ ان کی قادیانی کتب پر بڑی مضبوط گرفت ہے اور رد قادیانیت کے فن کے شنوار اور عقیدہ ختم نبوت کے علمبردار لگتے ہیں۔ کانفرنس سے اگلے روز سٹاک ویل گرین لندن میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی (یاد نہیں کہ اور کون کون سے حضرات کے ساتھ) تشریف فرما تھے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کشکی تشریف لائے۔ سب نے اٹھ کر جھکے دل



سے استقبال کیا۔ انہوں نے وارد ہوتے ہی حضرت لدھیانوی سے فرمایا کہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی نے میری تشکیل چار پانچ روز کے لئے آپ کے ساتھ کی ہے۔ دفتر میں قیام ہوگا۔ آپ میرے فن کے ساتھی ہیں۔ آپ سے مشاورت ہوگی۔

فقیر راقم چائے لانے کے لئے اٹھا تو فرمایا اجی مولانا! کہاں جا رہے ہیں۔ ہم نے اپنی گفتگو اور شناسائی کا آغاز تو آپ سے کرنا ہے۔ فقیر دوزانو ہو کر سامنے بیٹھ گیا تو پہلا سوال کیا کہ آپ کا نام؟ فقیر نے عرض کیا: اللہ وسایا۔ تو فرمایا، اچھا اچھا خوب رہا۔ اچھا تو، آپ نے رد قادیانیت کن سے پڑھی؟ فقیر نے عرض کیا کہ مولانا لال حسین اختر اور..... فقیر کے ”اور“ کہنے سے قبل ہی فرمایا: ”اوہو! میں بھی کہوں کہ کیوں دل آپ کی طرف کھچے جا رہا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ آپ تو میرے شاگرد ہیں۔“ فقیر نے تعجب سے سراٹھایا تو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی سمیت سبھی حضرات کو متعجب پایا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم میں سے کوئی کچھ کہے مولانا سید محمد اسماعیل کنگلی نے فرمایا کہ حضرت مولانا لال حسین اختر کا میں ساتھی۔ مولانا کے ساتھ مل کر کئی بار قادیانیوں سے ہاتھ دوچار کئے۔ کانفرنسوں اور تبلیغی پروگراموں میں تو بارہا ہفتوں ہفتوں ساتھ رہا۔ وہ بہت بڑے مناظر تھے۔ ان کے نام سے ہی قادیانیوں کی مٹا جاتی تھی۔ وہ میرے ساتھی، نہ بلکہ میں ان کا ساتھی۔ آپ (فقیر) ان کے شاگرد ہوئے تو میرے بھی شاگرد ہوئے۔ لائے ہاتھ کیسے کہی؟ اس پر تمام مجلس کشت زعفران بن گئی۔ حضرت مولانا سید محمد اسماعیل کنگلی، شیراڑیہ، امیر شریعت اڑیہ، مناظر اسلام ہم میں رہے اور خوب سے خوب تر فقیر نے آپ کی صحبتوں سے فائدہ اٹھایا۔ وہ ایک نامور مناظر تھے۔ تب آپ نے:

..... ”قادیانی اسلام“: اور

..... ”یادگار یادگیر“: یہ دور رسالہ مرحمت فرمائے تھے۔

”یادگار یادگیر“ یہ وہ تاریخی مناظرہ کی رپورٹ ہے جو نومبر ۱۹۶۳ء میں بمقام ”یادگیر“ صوبہ میسور میں آپ کا قادیانیوں سے ہوا۔ آپ اس کی رپورٹ پڑھیں۔ قادیانی مناظر صفحات پے صفحات مرزا قادیانی کی کتب کے اقتباسات سے پڑھ کر وقت گزارتا ہے۔ جب کہ مولانا سید محمد اسماعیل مناظر اسلام، ٹودی پوائنٹ گفتگو کرتے اور چٹکوں میں قادیانی استدلال کو ہباء منثورا کرتے ہیں۔ آپ کی مناظرانہ گھن گرج سے آج بھی مناظرہ کی رپورٹ پڑھتے۔ جسم میں جھرجھری کی کیفیت برپا ہو جاتی ہے۔

..... ”ذرا غور کریں“ یہ بھی آپ کا مختصر رسالہ ہے۔ یہ تین رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کے رد قادیانیت پر اور بھی کتب و رسائل ہوں گے۔ مگر افسوس کہ ان تک رسائی نہ ہو پائی۔ وہ اب فوت ہو گئے ہیں۔ ان کی تاریخ وفات تو معلوم نہیں۔ البتہ ان کی حسین شخصیت کی دل افروز یادوں کا خزانہ اب بھی دماغ میں تعطر کا باعث ہے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۷۴۳) محمد اسماعیل گوجروی (شیعہ رہنما)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۱ء ..... وفات: ۱۴ جون ۱۹۷۶ء)

شیعہ مکتب فکر کے ممتاز رہنما و مناظر مولانا محمد اسماعیل گوجروی کا قادیانیوں سے مندرائ والی میں مناظرہ ہوا۔ درس آل محمد کے فاضل اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کے شاگرد مولانا غلام شبیر نے اس مناظرہ کی روئیداد ”مناظرہ مندرائ والا میں مرزائی

فکست“ کے نام سے قلمبند کی۔ ہم نے اس کی تلخیص احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شائع کر دی ہے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں فیصل آباد مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے خدمات انجام دیں۔ شیعہ مکتب فکر کے بڑے شاطر مناظر تھے۔ لیکن مولانا دوست محمد قریشی، مولانا عبدالستار تونسوی کے نام سے انہیں پسینہ آجاتا تھا۔ مناظرہ جھوک و ڈھیل ضلع بہاول پور میں فقیر خود اس کا یعنی گواہ ہے کہ ہزار لاکار کے باوجود مناظر اسلام مولانا سید محمد علی شاہ اور مولانا عبدالستار تونسوی کے سامنے آنے کا وہ حوصلہ نہ کر پائے۔ مندراں والی میں مولانا محمد اسماعیل شیعہ قادیانی مناظر احمد علی شاہ قادیانی سے مناظرہ ہوا تو قادیانی مناظر کے چھکے چھوٹ گئے۔ مصنف مناظر مبلغ کے علاوہ شاعر بھی تھے۔ پہلے گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ادارہ قائم کیا۔ پھر آخر میں فیصل آباد کے محلہ ”بولے دی جھکی“ میں درس آل محمد قائم کیا۔

## (۱۷۴۴) محمد اسماعیل (گوجرہ)، جناب حافظ

(وفات: ۱۹ ستمبر ۱۹۸۵ء)

گوجرہ کے معروف مذہبی رہنما، دینی شخصیت، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حصہ لینے کی بنیاد پر سرکاری ملازمت سے برطرف کئے گئے۔ لیکن عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے داعی اور مبلغ رہے۔

## (۱۷۴۵) محمد اسماعیل لندنی (جھوٹا مدعی نبوت)، خواجہ

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کی جرأت امتحانہ اور روش باغیانہ کے بعد بہت سے قادیانیوں نے بھی اس ملعون کی دیکھا دیکھی جھوٹی نبوت کے دعوے کئے۔ ان میں ایک خواجہ محمد اسماعیل تھا جو پہلے قادیان میں تھا۔ پھر لندن چلا گیا۔ یہ خود کو النبی خواجہ محمد اسماعیل (اسخ الموعود) کہتا تھا۔ اس ملعون نے اپنی جماعت کا نام ”السابقون“ رکھا اور منڈی بہاؤ الدین میں دفتر بھی کھولا۔

”وادیٰ طلسمات یعنی ساحران ربوہ کی داستان“ رسالہ میں یہ مرزا قادیانی کو مہدی اور خود کو مسیح موعود نبی قرار دیتا ہے۔

ویت نام کی جنگ، چرچل کی موت کو اپنی پیش گوئیاں قرار دیتا ہے۔ اس نے چناب نگر (ربوہ) کے قاضی نذیر قادیانی دجال کے جواب میں یہ رسالہ لکھا۔ پڑھیں کہ ایک ملعون قادیانی کا ملعون مرید لندنی، اس کے دوسرے مرید قاضی ربوہ کو کاٹنے کے لئے دانت تیز کئے ہوئے ہے۔ ہماری طرف سے تینوں (مرزا قادیانی، اسماعیل لندنی، نذیر قاضی) کی تثلیث باطل پر لعت۔ اس لئے ملعون کے رسالہ کو شائع کیا کہ ان حالات سے قارئین باخبر ہو سکیں کہ مرزا ملعون کے دعویٰ نبوت کے بعد کیا کیا لعتیں لے کر ملعون دنیا میں آئے۔

احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۷۴۶) محمد اسماعیل (میلیسی)، مولانا مفتی قاری

(وصال: ۶ نومبر ۲۰۱۷ء)

مفتی قاری محمد اسماعیل کا شمار قدیمی قراء حضرات میں تھا۔ قاری رحیم بخش پانی پتی کے تلامذہ میں سے تھے۔ قریباً نصف صدی قرآن مجید کی خدمت میں مصروف رہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں علماء، قراء اور حفاظ نے آپ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ بہت سی

خوبیوں کے مالک انسان تھے۔ آپ کی تمام اولاد بھی حافظ و عالم ہے۔ آپ کا جنازہ شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور کھروڑ پکانے پڑھایا۔ جنازہ میں سینکڑوں افراد نے شرکت کر کے آپ کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

## (۱۷۴۷) محمد اشرف (آف ترنہ)، جناب حاجی

(وفات: مئی ۱۹۹۲ء)

ترنہ ضلع بالا کوٹ کے حضرت حاجی محمد اشرف ایک صالح اور بزرگ رہنما تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے بیعت کا تعلق تھا۔ اپنے مرشد کے عاشق و خادم صادق تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام بالا کوٹ کے نائب امیر تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بلاناغہ حاضری، بیع و فدان کا معمول تھا۔ تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔

## (۱۷۴۸) محمد اشرف خان (امیر خاکسار)، جناب خان

(پیدائش: ۱۹۳۱ء، فیروز پور ..... وفات: ۵ مارچ ۲۰۰۶ء، لاہور)

آپ خاکسار تحریک کے امیر تھے۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں بڑی بے جگری سے حصہ لیا اور اپنی جماعت کی اس محاذ پر بھرپور نمائندگی کی۔ حق تعالیٰ جنت میں اعلیٰ مقام نصیب کریں۔

## (۱۷۴۹) محمد اشرف علی زیدی (لاہور)، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۷ء، گڈیالہ ضلع سیالکوٹ ..... وفات: ۲۹ اگست ۱۹۹۵ء)

آپ حضرات خواجہ گیسو داز کی اولاد میں سے تھے۔ قرآن مجید کے خطاط تھے۔ کانپور مطبع سعیدی، تاج کمپنی، شیخ غلام علی اینڈ ناشران قرآن لمیٹڈ، قرآنی کمپنی ایسے وقیع اداروں نے آپ کے قلم سے لکھے قرآن مجید کے متعدد نسخے شائع کئے۔ ہمارے مخدوم حضرت نفیس الحسینی نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آپ کے لخت جگر تھے۔ جناب محمد اشرف علی زیدی، ملعون قادیان کے خلاف حق تعالیٰ کی سیف بے نیام تھے۔

## (۱۷۵۰) محمد اشرف (کمالیہ)، جناب

(وصال: ۲۰۱۷ء)

جناب محمد اشرف صاحب کمالیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے محبت و معاون اور دعاء گو تھے۔ پابند صلوٰۃ و صوم، خوش اخلاق، مہمان نواز تھے۔ مرحوم کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹوبہ ٹیک سنگھ کی طرف سے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے جامعات جامعہ ربانیہ، جامعہ حسین بن علی پھلور، العصر تعلیمی مرکز چیر محل، جامعہ نعمانیہ، فاروقیہ، نیم والی مسجد کمالیہ، جامعہ امداد العلوم رجانہ و دیگر جامعات میں ایصال ثواب کے لئے قرآنی خوانی اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔

## (۱۷۵۱) محمد اشرف (لاہور)، جناب پیر

(پیدائش: ۱۹۲۹ء، دیپالپور)

حزب الاحناف اور جامعہ نعیمیہ لاہور سے دینیات کی تعلیم حاصل کی۔ جماعت اسلامی میں عرصہ تک کام کیا۔ قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل رہے۔ ضیاء الحق کی شوریٰ میں بھی رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے لاہور کی تمام میٹنگوں میں پیش پیش ہوتے تھے۔

## (۱۷۵۲) محمد اشرف، جناب چوہدری

(وفات: ۲۴ جون ۲۰۱۲ء)

آپ مجلس احرار اسلام کے بنیادی کارکن اور حضرت لاہوری کے مرید تھے۔ تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش اور تحریک ختم نبوت میں ہر اول دستہ میں شریک رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے حافظ محمود اشرف کے والد گرامی تھے۔

## (۱۷۵۳) محمد اصغر (برگیڈیئر)، جناب

(ولادت: ۲ اکتوبر ۱۹۲۴ء ..... وفات: ۱۱ جون ۱۹۹۴ء)

پڑھے لکھے آدمی تھے۔ کئی کتب کے مصنف تھے۔ ”قادیانی گروہ غیر مسلم ہے اور اس گروہ کو مسلمانوں کے مذہبی شعائر کو استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔“

## (۱۷۵۴) محمد اصغر عثمانی (چیچہ وطنی)، جناب مولانا قاری

(وصال: ۱۷ نومبر ۲۰۱۹ء)

جناب قاری محمد اصغر عثمانی چیچہ وطنی کے قریبی چک کے رہائشی تھے۔ پھر چیچہ وطنی منتقل ہو گئے۔ آپ نے حفظ قرآن مجید جامعہ قاسم العلوم ملتان سے ۱۹۹۵ء میں کیا۔ حضرت قاری خلیل احمد آپ کے استاد تھے۔ آپ نہایت ہی مخلص اور منسار طبیعت کے مالک تھے۔ دینی کام کرنے کا جذبہ مزاج میں موجزن تھا۔ ابتدا میں آپ کا عدم سپاہ صحابہ میں سرگرم عمل رہے۔ جب تشدد اس میں درکر آیا تو اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اس سلسلہ میں گرفتاری و قید کے مراحل سے بھی گزرے۔ مدینہ مارکیٹ ریلوے روڈ کی مسجد میں امام رہے۔ کالعدم سپاہ صحابہ سے فراغت کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہوئے۔ سیکرٹری تبلیغ کے عہدہ پر فائز رہے۔ کافی عرصہ ان کی مسجد میں مجلس کا دفتر بھی قائم رہا۔ جو اس سال بھر پور متحرک انسان تھے۔ بیماری بہانہ بنی تو سفر آخرت کو سدھا رہے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری کی امامت میں آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔

## (۱۷۵۵) محمد اعجاز دیوبندی (راولپنڈی)، مولانا

لاہوری مرزائیوں کے رد میں مولانا محمد اعجاز دیوبندی جو بعد میں جامع مسجد صدر بازار راولپنڈی کے خطیب بنے۔ آپ نے

رسالہ ”لاہوری ظلی نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی“ کو ۱۴ مارچ ۱۹۳۳ء کو شائع کیا جو بہت علمی دستاویز ہے اور احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

## (۱۷۵۶) محمد اعظم خان تنولی مانسہروی، جناب

(وصال: ۴ ستمبر ۲۰۱۷ء)

جناب محمد اعظم ایک پڑھے لکھے، درد دل رکھنے والے مجاہد تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل و جان سے فداء تھے۔ آپ قلندر آباد میں اپنا کاروبار کرتے تھے۔ ساتھ ہی رفاہی اور دین کی اہم تبلیغی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ آپ اس حلقہ میں بجا طور پر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے علمبردار تھے۔ آپ ہر دلچیز عوامی رہنما تھے۔ شہر کے تمام طبقات میں آپ کا ایک پروقا رو قیام تھا۔ ہر سال قلندر آباد میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کراتے تھے۔ آپ کی مساعی سے جامع مسجد کے ساتھ واقع چوک کو ختم نبوت چوک کا نام دیا گیا۔ گزشتہ چند سال قبل گاؤں میں عزیزوں سے ایک خاندانی تنازعہ کے باعث حادثاتی طور پر ایک عزیز جان کی بازی ہار گیا۔ فریق ثانی نے مقدمہ میں آپ کا نام دے دیا۔ آپ لاہور چلے گئے۔ ایک فیکٹری میں کام شروع کر دیا۔ وقت گزرتا رہا۔ مقدمہ میں صلح ہو گئی۔ آپ علاقہ میں اعلانیہ آئے۔ دوستوں سے رابطہ ہوا۔ ہر آدمی خوش تھا۔ لیکن تقدیر کا لکھا پورا ہوا۔ عید کے تیسرے دن بارٹ اٹیک ہوا۔ اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ مانسہرہ شہر میں مدفون ہوئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں بہت ہی خوبیوں کے حامل تھے۔

## (۱۷۵۷) محمد اعظم گوندلوی (گوجرانوالہ)، مولانا

حضرت مولانا محمد اعظم گوندلوی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ نے رسالہ مرتب کیا جس کا نام ”ختم نبوت“ ہے۔ اس میں ختم نبوت کے دلائل قرآن و سنت سے بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں عقیدہ ختم نبوت کے بارہ میں مرزا قادیانی کے موقف کا ابطال کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ سب سے پہلے فروری ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا۔ اب اٹھاون سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں محفوظ کیا گیا ہے۔

## (۱۷۵۸) محمد افتخار کھوکھر، جناب

آپ جماعت اسلامی کی ذیلی طلباء تنظیم اسلامی جمعیت طلباء کے ترجمان ماہنامہ ہم قدم کے مدیر رہے۔ قادیانی گروہ کے متعلق آپ نے تحریر کیا کہ: ”۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو سرکاری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ چھ برس قبل غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے باوجود قادیانی آج بھی ملک کے کلیدی عہدوں پر متمکن، ملک و قوم کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف اور ملک بھر کے تعلیمی اداروں کی پر امن فضاء کو تباہ کرنے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ وقت کے حکمرانوں سے ہمارا مطالبہ ہے کہ قومی اسمبلی کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے اقلیت کو اقلیت کا درجہ دیا جائے..... اور ملک کے کلیدی عہدوں سے آستین کے سانچوں کو نکال باہر کیا جائے۔ ایسا نہ کیا گیا تو طلباء ایک مرتبہ پھر میدان عمل میں نکل آئیں گے اور پھر عشق رسالت ﷺ کے دیوانوں کا راستہ کوئی نہیں روک سکے گا۔ اس

لئے ابھی وقت ہے کہ اہل اقتدار نوشتہ دیوار پڑھ لیں۔“

(ماہنامہ ہم قدم لاہور، بابت ماہ جولائی ۱۹۸۰ء)

## (۱۷۵۹) محمد افضل بہاول پوری، مولانا

(وفات: اکتوبر ۱۹۸۲ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت محلہ نواباں بہاول پور کے امیر اور فعال رہنما تھے۔ ان کی زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف تھی۔

## (۱۷۶۰) محمد افضل رندھاوا، جناب

۱۹۷۰ء میں پاکستان قومی اسمبلی کے فیصل آباد سے ممبر منتخب ہوئے۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۲ء کو قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

### جناب محمد افضل رندھاوا کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب محمد افضل رندھاوا: جناب چیئرمین! یہ فتنہ قادیان کے مسئلہ پر گزشتہ دنوں جو بیان اور Cross examination (جرح) اور جو تقاریر ہوئیں۔ وہ جناب والا! ہمارے سامنے ہیں اور جناب! میں تو ایک سیدھا سادہ سا مسلمان ہوں۔ جو شاید صرف اس لئے مسلمان ہے کہ مسلمان کی اولاد ہے۔ میں تو زیادہ آئینی یا مذہبی تاویل نہیں جانتا۔ متعدد اراکین: آواز نہیں آرہی۔ (مداخلت)

جناب محمد افضل رندھاوا: تو جناب والا! اس سلسلہ میں دو چار موٹی موٹی گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک آئینی مویشگانوں کا ذکر اور واسطہ ہے۔ جناب! اس ملک میں کہ جسے اسلام کے نام پر لیا گیا اور جب یہ ملک لیا گیا تو اس کے لئے جو سب سے بڑا سلوگن تھا وہ یہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ۔ تو جناب! ایک ایسے ملک میں کہ جسے اسلام کے نام پر لیا گیا ہے۔ اس طرح کا فتنہ اور تمام عالم اسلام کے ساتھ گزشتہ اسی (۸۰) یا تو (۹۰) سال سے ایک حادثہ ایک سانحہ ہوا ہے اور جس کو مضبوط سے مضبوط تر ایک گروپ کر رہا ہے۔ اس فتنہ کے لئے کم سے کم مجھے کسی آئینی مویشگانوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کا بنیادی آئین وہ ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے آیا جس پر ہمارا ایمان ہے اور اسی میں سب کچھ ہے اور جناب والا! اس ضمن میں موجودہ ملکی آئین کو نہ پچھلے آئینوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جناب والا! جو کچھ ہے سامنے ہے اور یہ دیوار پر لکھا ہوا ہے۔

تو جناب والا! اس مسئلے کے جو دو پہلو میری سمجھ میں آتے ہیں، سیاسی اور مذہبی۔ سیاسی طور پر یہ عالم اسلام کو کمزور کرنے کی سامراجی سازش تھی۔ جس کی طرف راؤ خورشید علی خان نے ارشاد فرمایا۔ جناب والا! اس کی شہادت ہمیں اس سے بھی ملتی ہے۔ خلیفہ سوم جناب مرزا ناصر احمد مسلمانوں کی اس براعظم میں سب سے پہلی جنگ آزادی یعنی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو ”قدر“ کہتے ہیں۔ تو جناب فتنہ قادیان ایک سازش تھی جو مسلمانوں کے شعور کو سیاسی طور پر ختم کرنے کے لئے کی گئی۔ جناب والا! انگریزوں نے اس وقت اس بوٹے کو لگا یا اور اس کو سینچا اور پھر ایک ایسا خنجر جیسا کہ انگریزوں نے عرب عالم کے سینے میں اسرائیل کی ریاست کی صورت میں ٹھونکا ہوا تھا۔ اس طرح کا ایک خنجر براعظم کے مسلمانوں کی چھاتی میں قادیانیوں کے نام پر ٹھونک دیا گیا۔

جناب والا! مذہبی طور پر تاویلیں لکھی ہیں۔ ایک مصرع ہے:

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے

[At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by

prof. Ghafoor Ahmad.]

(اس مرحلہ پر مسٹر چیئرمین کی جگہ پروفیسر غفور احمد نے اجلاس کی صدارت سنبھال لی)

جناب محمد افضل رندھاوا: جناب! میری اس سے پہلے تو خوش قسمتی رہی کہ میں نے نہ قادیانیوں کی کوئی کتاب پڑھی، نہ میرے حلقہ احباب میں اس طرح کا کوئی بزرگ تھا جس سے واقفیت حاصل ہوتی۔ لیکن یہاں جو کچھ عقل نے دیکھا، عقل شرمسار ہے، عقل شرمندہ ہے۔ کس طرح ایک غلط بات کی تاویلیں، پھر تاویلیں اور تاویلوں میں سے ایک تاویل۔ کس طرح ایک جھوٹ چھپانے کے لئے ہزار ہا جھوٹ بولے جا رہے ہیں۔ جناب والا! جب گواہ (مرزا ناصر اور لاہوری گروپ) پر *Cross examination* (جرح) کیا جاتا ہے تو صرف یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس نے جواب میں کیا کہا ہے۔

لیکن جناب والا! یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اور یہ انتہائی اہم ہوتا ہے کہ گواہ کس طرح سے جواب دے رہا ہے۔ کیا وہ اس طرح کی گواہی دے رہا ہے۔ جیسے ایک سچا آدمی دیتا ہے، یا وہ اس طرح کی گواہی دیتا ہے جس طرح ایک جھوٹا آدمی گواہی دیتا ہے۔ جناب! ہم سب لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں۔ میں تمام فاضل ممبران کو اپنے آپ سے زیادہ افضل علم میں اور رتبہ میں بڑا سمجھتا ہوں۔ جناب! میری ناقص سمجھ میں تو یہ بات آئی ہے کہ یہ جھوٹ ایک فراڈ ہے جس کو یہ مرزائی ادھر ادھر سے سچا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک ایسی بات ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس پر تمام عالم اسلام نہ صرف یہ کہ عالم دین حضرات بلکہ لپے لپٹنے، چور، اٹھائی گیرے حتیٰ کہ دنیا میں سب سے برے مسلمان بھی نام رسول ﷺ اور نام رسالت پر قربان ہونا سب سے بڑا فخر سمجھتے ہیں، اور وہ ہمیں اس بارے میں تاویلیں بنا رہے ہیں۔

میں لمبی باتوں میں نہیں جاؤں گا۔ میرا تو سیدھا سادہ سا یہ مطلب ہے کہ ایک بات ہے جس میں جناب عبدالعزیز بھٹی صاحب سے اتفاق کرتا ہوں کہ ہم گناہ گاروں کو یہ عظیم سعادت ملی ہے کہ ہم ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کریں اور یہ ہمارے ہاتھ سے مسئلہ حل ہو جائے اور میرا بالکل پختہ ایمان ہے کہ دنیاوی دولت، دنیاوی حشمت یا عہدے یا رتبے یا ممبریاں، یہ حضور پاک خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے خادموں کے خادموں کے پاؤں کی جو مٹی ہے۔ یہ اس سے بھی کم رتبہ ہیں۔ اس کے لئے ممبریاں جائیں، عہدے چلے جائیں، بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ بھی قربان ہوں، ہم خود بھی رسالت پر قربان ہوں۔ ہمارے بچے بھی قربان ہوں، ہم اس سے بڑا اور کوئی فخر نہیں سمجھتے۔

تو جناب! بڑی سیدھی بات ہے۔ سیاسی طور پر تو یہ ایک سیاسی جماعت ہے۔ فوری طور پر اس پر ایک سخت قسم کی پابندی لگائی جائے اور ان کا محاسبہ کیا جائے اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کے جتنے فنڈز ہیں۔ مختلف ذرائع سے خواہ وہ اسرائیل سے ملے یا وہ یہاں سے ملے۔ ان کا حساب کیا جائے اور ضبط کریں اور تیسرے جناب والا! شہر ربوہ ہے۔ جس کو وہ شہر ظلی کہتے ہیں۔ اس کو *Open city* (کھلا شہر) قرار دیا جائے۔ جہاں لوگ آجاسکیں۔ ان کی ریشہ دوانیاں عوام کے سامنے آئی چاہئیں۔

کلیدی اسامیوں سے نکالنے کے بارے میں میں اپنے فاضل دوست جناب عبدالعزیز بھٹی صاحب سے اختلاف کروں گا۔ جناب والا! اگر اس ملک کا آئین اور ملت اسلامیہ انہیں اقلیت قرار دیتی ہے اور یہ اسلام کا حکم ہے جس سے روگردانی کسی طور پر ممکن نہیں۔ ایسے لوگوں کو کلیدی اسامیوں سے نکال دینے میں کیا حرج ہے؟ اور پھر یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ ”اچھے مسلمان نہ سہی اچھے پاکستانی ہو سکتے ہیں۔“ جس طرح کہ جناب والا! وہ اچھے مسلمان نہیں، تو اچھے پاکستانی کیسے ہو سکتے ہیں؟

ملک کی بدنامی سے زیادہ ہمیں ملک کی سلامتی کی ضرورت ہے۔ بدنامی تو ایسی چیز ہے جس کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ ہم جس کی وضاحت کر سکتے ہیں۔ بدنامی کے داغوں کو صاف کر سکتے ہیں۔ لیکن جناب والا! یہاں تو ملک کی سلامتی کا سوال ہے۔ ہم کسی طرح ملک کو اس قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں دینے کے بالکل قائل نہیں ہیں۔ اگر ان کو اقلیت قرار دیا جاتا ہے تو یقینی طور پر ان کو کلیدی نوکریوں سے بھی نکالا جاسکتا ہے۔ اگر ایک آدمی اچھا مسلمان نہیں ہے تو میرے نقطہ نظر سے وہ کبھی اچھا پاکستانی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس ملک کا بنیادی فلسفہ جس کے تحت اس ملک کو ہم نے حاصل کیا ہے، وہ اسلام ہے۔

دوسرا پہلو جناب والا! مذہبی پہلو ہے اور اس سلسلے میں یہ مطالبہ کروں گا۔ جیسا کہ میرے دوست فاضل ممبران مطالبہ کر چکے ہیں کہ ان کو آپ کا فر کہیں، ان کو اقلیت قرار دیں، ان کو مرتد کہیں، ان کو جھوٹا کہیں، جتنے الفاظ ڈکشنری میں ہوں، جن کے بارے میں وہ حضرت خلیفہ صاحب فرماتے رہے ہیں کہ ہر لفظ کے پندرہ معانی نکلتے ہیں۔ اگر ایک لفظ کے دو سو معانی نکلتے ہیں تو میں تمام کے تمام ایسے معانی ان کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ انہیں اقلیت قرار دیا جائے۔ شکر ہے۔

## (۱۷۶۱) محمد افضل ظلمہ، جناب مسٹر جسٹس

وفاقی شرعی عدالت کے قادیانیوں کے خلاف فیصلہ کو قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت کے سپریم کورٹ اپیل بیچ میں چیلنج کیا۔ جس میں پانچ سپریم کورٹ بیچ کے جج صاحبان تھے۔ ان میں ایک جناب جسٹس محمد افضل ظلمہ چیئر مین بیچ بھی تھے۔ جنہوں نے ۱۱ جنوری ۱۹۸۸ء کو قادیانی اپیل کو مسترد کر دیا۔

## (۱۷۶۲) محمد افضل لون، جناب جسٹس

قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں ایک رٹ دائر کی۔ سپریم کورٹ کے چار جسٹس صاحبان نے اس کی ہفتہ سماعت کی اور اسے ۳ جولائی ۱۹۹۳ء کو مسترد کر دیا۔ قادیانیت سپریم کورٹ میں شکست کھا گئی۔ اسلام جیت گیا۔ سپریم کورٹ کے اس بیچ میں جناب جسٹس محمد افضل لون بھی تھے۔

## (۱۷۶۳) محمد اقبال اظہری (شجاع آباد)، مولانا

شجاع آباد بریلوی مکتب کے مولانا خدا بخش اظہر تھے۔ ان کے صاحبزادہ مولانا محمد اقبال اظہری ہیں جو جمعیت علماء پاکستان نورانی گروپ میں ممتاز خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے عہدیدار رہے۔ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف کئی چھوٹے چھوٹے پمفلٹ تحریر کئے۔ قادیانی کفریات، مرزا قادیانی کی کہانی، قادیانی مسئلہ وغیرہ۔



## (۱۷۶۴) محمد اقبال بٹ (چونڈہ)، جناب

(وفات: فروری ۱۹۷۴ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت چونڈہ کے مخلص اور جیلے کارکن عمر بھر تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور تبلیغ اسلام کے لئے سرگرم عمل رہے۔ مولانا محمد شریف جالندھری رفقہاء کے ساتھ مرحوم کی تعزیت کے لئے چونڈہ تشریف لے گئے۔

## (۱۷۶۵) محمد اقبال بٹ، جناب خواجہ

آزاد کشمیر اسمبلی میں ۱۹۷۳ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ جناب آغا شورش کاشمیری ایڈیٹر ہفت روزہ ”چٹان“ لاہور نے حکومت آزاد کشمیر کو اس قرارداد کے منظور کرنے پر مبارک باد دی۔ جناب خواجہ محمد اقبال بٹ اس وقت آزاد کشمیر حکومت کے وزیر قانون تھے۔ انہوں نے آغا شورش کاشمیری کو ذیل کا جواب خط لکھا:

محترمی و مکرمی مدیر صاحب ”چٹان“

السلام علیکم! آزاد کشمیر میں مرزائیت کی بندش اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے بارہ میں آپ نے جن جذبات کا اظہار فرمایا ہے اس سے ہماری بڑی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے رسول پاک ﷺ کے صدقے اس حوصلہ افزائی کی جزا دے۔ پاکستان اسلام کی قدریں بحال کرنے اور ان اسلامی قدروں کو زندگی کے ہر شعبہ پر محیط کرنے کی خاطر معرض وجود میں آیا تھا۔ آزاد کشمیر کی موجودہ مسلم کانفرنس کی تشکیل کردہ عوامی حکومت نے ان اسلامی قدروں کو آزاد کشمیر کے چھوٹے سے خطہ میں بحال کرنے کی بھرپور کوشش جاری کر دی ہے۔ اس میں اسلامی قوانین کا نفاذ اور اسلامی نظام کا اجراء شامل ہیں۔ ہم رات دن اس کوشش میں مصروف ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر اپنی ساری قوم کو ساتھ لے کر چل پڑیں۔ لیکن سرزمین پاک کے بااثر طبقہ کو ہمارے خلاف یہ شکایت ہے کہ۔

اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

برادر محترم اس کا علاج یا تدارک آپ ہی کر سکتے ہیں۔ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے، یہ موجودہ حکومت کیا، ایسی ہزاروں حکومتیں ہم رسول پاک ﷺ کی ناموس محترم پر ایک ٹھوک سے قربان کر سکتے ہیں۔ ہماری طرف سے تشفی رکھیں کہ اس مقدس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہم آخری سانس تک اپنا عمل جاری رکھیں گے۔ امید اور توقع ہے کہ تمام احباب کو میرا مذکورہ بالا پیغام آپ پہنچائیں گے اور عاتقہ المسلمین کو بھی آزاد کشمیر کی موجودہ حقیر سی کوشش سے باخبر رکھیں گے۔

والسلام!

آپ کا خیر اندیش

(خواجہ محمد اقبال بٹ، وزیر قانون آزاد کشمیر)

چٹان لاہور، مورخہ ۱۵ جون ۱۹۷۳ء

## (۱۷۶۶) محمد اقبال (پھالیہ)، جناب

(ولادت: اپریل ۱۹۵۶ء ..... وفات: ۵ فروری ۲۰۱۴ء)

جناب محمد اقبال صاحب کُنیا فارم، علاقہ پھالیہ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری کی تعلیم پائلٹ سکول پھالیہ سے حاصل کی اور میٹرک کا امتحان ۱۹۷۰ء میں دارالاسلام راولپنڈی سے پاس کیا۔ بھٹو کے اقتدار میں سیاسی سرگرمیوں میں شریک رہے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت میں بھی پورے جوش و جذبہ سے شریک ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں جیل بھی کاٹی۔

## (۱۷۶۷) محمد اقبال حنیف (منظر گڑھ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۴۴ء ..... وفات: یکم جون ۲۰۲۰ء)

قصبہ گجرات ضلع منظر گڑھ کے مدرسہ کنز العلوم کے بانی و مہتمم حضرت مولانا محمد اقبال حنیف نے مخزن العلوم خانپور کے بانی اور جمعیت علماء اسلام کے امیر ثانی حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواسی کے ہاں آپ نے دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ آپ نے قصبہ گجرات میں کنز العلوم کے نام سے علمی خزانہ کی بنیاد رکھی۔ جو اس علاقہ کے لئے راس المال کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ نے اپنی تبلیغی و تعلیمی لازوال جدوجہد سے علاقہ کے اہل اسلام عوام و خواص کی وہ خدمت کی جو مدتوں بھلانے سے بھی نہ بھلائی جاسکے گی۔

آپ ہمیشہ جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے، اب بھی ضلع کے امیر کے مقام پر فائز تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ ہر اہم موڑ پر صرف اول میں رہے۔ آپ صحیح معنوں میں عالم ربانی تھے، جن کے وجود مسعود سے حق تعالیٰ نے نیرو برکت کی بہت سی یادیں وابستہ فرمادی تھیں وہ کیا گئے کہ ایک عالم سونا ہو گیا۔ تاریخ میں دینی جدوجہد کے ایک سنہری باب کی تکمیل ہوگئی۔ حق تعالیٰ مرحوم کی اولاد کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنا دیں۔ آمین!

آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز اور حضرت مولانا خلیفہ عبدالملک قریشی کے مجاز تھے، ان کا اٹھ جانا علم و عمل کا اٹھ جانا ہے۔

## (۱۷۶۸) محمد اقبال لودھی جالندھری (ساہیوال)، جناب

مصنف پولیس میں ملازم تھے۔ انہوں نے مرزائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو حکومتی دوائر میں دیکھا تو تڑپ گئے۔ اسی جذبہ سے ”عقیدہ ختم نبوت“ کتاب لکھی جس میں متعدد مباحث ہیں۔ موصوف نے اپنی پنشن کی تمام تر رقم اس کتاب کو شائع کرنے پر صرف کر دی۔ کتاب کے آخر میں ان کی ایک اور تصنیف مرزائیت کا تجزیہ بھی ساتھ ہی شامل ہے۔ یہ دونوں کتابیں پونے آٹھ سو صفحات پر محیط ہیں۔ اچھی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ کام کرنے والوں کی نیت کو جانتے اور دیکھتے ہیں۔ موصوف کی نجات و شفاعت کے لئے یہ کتاب کافی ہے۔

## (۱۷۶۹) محمد اقبال مرحوم، جناب علامہ ڈاکٹر

(پیدائش: ۹ نومبر ۱۸۷۷ء ..... وفات: ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء)

مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال اور قادیانیت کے حوالہ سے احتساب قادیانیت میں متعدد رسائل شامل ہو گئے۔ البتہ

یہاں علامہ اقبال کے صاحبزادہ جناب جاوید اقبال نے ”زندہ رود“ کے ص ۸۸۳ سے ۸۸۷ باب: ۲۰ پر علامہ اقبال اور قادیانیت کے حوالہ سے تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اور اسی طرح انہی ایام میں احمدیت کی تردید میں اپنا پہلا انگریزی بیان بعنوان ”قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان“ تحریر کیا۔ یہ بیان برصغیر کے مختلف انگریزی اخباروں مثلاً ایسٹرن ٹائمز، ٹریبون، سٹار آف انڈیا کلکتہ، دکن ٹائمز وغیرہ میں شائع ہوا۔ علاوہ اس کے اردو اخباروں میں اس کا ترجمہ بھی چھپا۔ ۱۳ مئی ۱۹۳۵ء کو اسٹیٹس مین نے اسے شائع کیا اور ساتھ اس پر لیڈنگ آرٹیکل بھی لکھا۔

”قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان“ میں مختصراً اقبال کا استدلال یہ تھا کہ مسلمانوں کی ملٹی وحدت کی بنیادیں مذہبی تصور پر استوار ہیں۔ اگر ان میں کوئی ایسا گروہ پیدا ہو جو اپنی اساس ایک نئی نبوت پر رکھتے ہوئے یہ اعلان کرے کہ تمام مسلمان جو اس کا مؤقف قبول نہیں کرتے وہ کافر ہیں، تو قدرتی طور پر ہر مسلمان ایسے گروہ کو ملت اسلامیہ کے استحکام کے لئے ایک خطرہ قرار دے گا اور یہ بات اس لئے بھی جائز ہوگی کہ مسلم معاشرے کو ختم نبوت کا عقیدہ ہی سالمیت کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک قبل از اسلام مجوسیت کے جدید احیاء نے جن دو تحریکوں کو جنم دیا، ان میں ایک بہائیت ہے اور دوسری قادیانیت۔ بہائیت اس اعتبار سے زیادہ دیانت پر مبنی ہے کہ وہ اسلام سے اعلانیہ علیحدگی کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ لیکن قادیانیت اسلام کے بعض اہم غلو اہر کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی روح اور نصب العین سے انحراف کرتی ہے۔ اقبال کے بیان کے مطابق ”بروز، حلول اور ظل“ کی اصطلاحات مسلم ایران میں اسلام سے منحرف تحریکوں نے اختراع کیں اور ”مسح موعود“ کی اصطلاح بھی مسلم دینی شعور کی تخلیق نہیں ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے حکاموں کے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دے دیں۔ (بیان کے انگریزی متن کے لئے دیکھئے اقبال کی تقریریں اور بیانات مرتبہ اے۔ آرتھار ق ص ۹۱ تا ۹۸)

اس بیان پر احمدی اخباروں نے کئی اعتراض کئے اور اقبال پر مختلف قسم کے الزام لگائے۔ ہفتہ وار ”لابیٹ“ کے نمائندے نے ان کی توجہ ایک اور احمدی ہفتہ وار ”سن رائز“ کی طرف مبذول کراتے ہوئے سوال کیا کہ اس اخبار کے مطابق انہوں نے اپنے کسی گزشتہ خطبے میں احمدیت کے متعلق مختلف رائے کا اظہار کیا تھا۔ سوان کے اب کے بیان اور اس خطبہ میں تناقض کیوں ہے۔ اقبال کا جواب تھا کہ وہ یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے کہ اب سے ربع صدی پیشتر انہیں اس تحریک سے اچھے نتائج کی توقع تھی۔ لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں ظاہر نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اپنے مکمل اظہار کے لئے کئی عشرے لیتی ہے۔ اس تحریک کے دو گروہوں کے درمیان اندرونی اختلافات بھی اس حقیقت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ جو لوگ بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے، انہیں بھی یہ معلوم نہ تھا کہ آگے چل کر تحریک نے کیا صورت اختیار کرنی ہے۔ درخت کو جوڑ سے نہیں، اس کے پھل سے پچانا جاتا ہے۔ پس اگر ان کے رویہ میں کوئی تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل لے۔ بقول ایمرن صرف پتھر ہی اپنے آپ کو نہیں بدلتے۔

اقبال نے اسٹیٹس مین کے لیڈنگ آرٹیکل میں اپنے بیان پر تبصرہ کا جواب ایک خط کے ذریعہ دیا جو ۱۰ جون ۱۹۳۵ء کو اسٹیٹس مین میں شائع ہوا۔ جواب کے اہم نکات یہ تھے۔ اول: یہ کہ برصغیر کے مسلمانوں کی طرف سے کسی رسمی عرضداشت کی وصولی کا انتظار کئے بغیر انگریزی حکومت کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں اور احمدیوں کے عقائد میں بنیادی اختلاف کا انتظامی طور پر نوٹس لے۔ جیسے

کہ سکھوں کو ۱۹۱۹ء تک انتظامی اعتبار سے ایک علیحدہ سیاسی یونٹ نہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر بعد میں بغیر ان کی طرف سے کسی عرضداشت کی وصولی کے انہیں ایسا تصور کیا گیا، باوجود اس کے کہ ہائیکورٹ لاہور کے فیصلہ کی رو سے سکھ کوئی علیحدہ مذہبی فرقہ نہیں بلکہ ہندو تھے۔ دوم: یہ کہ احمدیوں کے سامنے صرف دو ہی راستے تھے یا تو بھائیوں کی طرح مسلمانوں سے اپنے آپ کو خود مذہباً الگ کر لیں یا مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اپنی تمام تاویلات مسترد کر کے اسلامی موقف قبول کریں۔ آخر دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے ان کا اسلام کے منافی تاویلات اپنانے میں اور کیا مقصد ہو سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ سیاسی فائدہ اٹھایا جائے۔ سوم: یہ کہ (اور یہ نکتہ خصوصی اہمیت رکھتا تھا) احمدیوں کو علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دینے میں اگر انگریزی حکومت نے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانان برصغیر یہ شک کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ انگریزی حکومت جان بوجھ کر اس مذہبی فرقہ کو اس وقت تک مسلمانوں سے الگ نہ کرے گی۔ جب تک کہ احمدیوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ فی الحال احمدی اپنی تعداد میں کمی کے سبب پنجاب میں سیاسی طور پر مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے علاوہ ایک چوتھا مذہبی فرقہ بن سکنے کے قابل نہ تھے۔ لیکن اگر ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو وہ پنجاب میں مسلمانوں کی تھوڑی سی اکثریت کو صوبائی سٹیبلشمنٹ میں شدید نقصان پہنچا سکتے تھے۔ پس اگر انگریزی حکومت ۱۹۱۹ء میں سکھوں سے کسی رسمی عرضداشت کی وصولی کا انتظار کئے بغیر انہیں ہندوؤں سے الگ مذہبی فرقہ تسلیم کر سکتی ہے تو اس ضمن میں اسے احمدیوں کی طرف سے کسی رسمی عرضداشت کی وصولی کا انتظار کیوں ہے۔

پندرہ روزہ اخبار ”اسلام“ کے نمائندے نے اقبال کی توجہ مرزا بشیر الدین محمود کے ایک خطبہ جمعہ کی طرف دلائی جس میں ان پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ انگریزی حکومت سے احمدیوں کو مسلمانوں کے حوالے کر دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جیسے رومیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا۔ اقبال نے اپنے جواب مورخہ ۲۲ جون ۱۹۳۵ء میں جو اس اخبار میں شائع ہوا، واضح کیا کہ ان کے گزشتہ بیان میں ایسا کوئی فقرہ موجود نہ تھا۔ البتہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ انگریزی حکومت میں مسلمانوں کو اتنی آزادی بھی حاصل نہیں جتنی یہود کو رومی سلطنت میں حاصل تھی۔ کیونکہ رومی اس بات کے پابند تھے کہ یہود کی مجلس امور مذہبی میں جو فیصلہ ہوگا وہ دیکھیں گے کہ اس کی تعمیل قطعی طور پر ہو جاتی ہے۔

”طلوع اسلام“ بابت اکتوبر ۱۹۳۵ء میں نذیر نیازی نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اقبال کی بعض تحریروں کے اقتباسات پیش کئے جس میں انہوں نے نبوت کے دو اجزاء پر بحث کی تھی۔ یعنی نبوت روحانیت کے ایک خاص مقام کی حیثیت سے اور نبوت ایک ایسے ادارہ کی حیثیت سے جوئی اخلاقی فضا تخلیق کر کے انسانوں میں سیاسی اور معاشرتی تغیر کا سبب بنے۔ بقول اقبال اگر دونوں اجزاء موجود ہوں تو وہ نبوت ہوگی اور اگر صرف پہلا جز موجود ہو تو تصوف یا دلالت۔ اقبال نے تحریر کیا۔

(انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار ص ۴۵، ۳۶)

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے۔

بالا خر احمدیوں کی حمایت میں پنڈت جواہر لعل نہرو بھی اس بحث میں کود پڑے اور انہوں نے اپنے تین انگریزی مضامین بعنوان ”اتحاد اسلام، اقبال کے مضمون پر تبصرہ“ میں جو کلکتہ کے رسالے ماڈرن ریویو میں نومبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئے اقبال کے

نظریات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اقبال نے ان کے مضامین کا ایک نہایت جامع جواب بعنوان ”اسلام اور احمدیت“ تحریر کیا جو اسلام مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ اس طویل جوابی مضمون میں بھی جو کئی بار چھپ چکا ہے انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں کے موقف کی وضاحت کی۔ نیز ثابت کیا کہ مسلمانوں کے منزل کا اصل سبب ملائیت، تصوف اور مطلق العنان سلطنت ایسی منفی قوتیں تھیں۔ پھر جدید ترکی میں سیکولرزم کی اصلاحات کی مدافعت میں تحریر کیا کہ وہ اسلام کے منافی نہیں ہیں۔ آخر میں پنڈت جواہر لعل نہرو کے اس ریمارک کے ان کے خیال میں سر آغا خان ہی کی ایک تقریر کا حوالہ دیا جس میں انہوں نے اپنے مریدوں کو ہدایت کی تھی کہ تم سب مسلمان ہو اور مسلمانوں کے ساتھ ہی رہ سکتے ہو۔ لہذا اپنے بچوں کے اسلامی نام رکھو۔ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مساجد میں نماز ادا کرو۔ روزے باقاعدہ رکھو۔ اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق شادیاں کرو اور سب مسلمانوں کو اپنے بھائی سمجھو۔ اس مضمون کا پورا احاطہ کر سکتا تو یہاں ممکن نہیں۔ لیکن اقبال کا درج ذیل نکتہ یقیناً خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ (اسلام اور احمدیت کے انگریزی متن کے لئے دیکھئے اقبال کی تقریریں اور تحریریں و بیانات مرتبہ لطیف احمد شیروانی انگریزی ص ۶۱ تا ۱۹۹، اقتباس ص ۱۷۷ سے لیا گیا ہے)

”ظاہر ہے ایک ہندوستانی قوم پرست (یعنی پنڈت نہرو) جس کے سیاسی آئیڈیولزم نے اس کی حقیقت کو پرکھنے کی حس کا خاتمہ کر رکھا ہے۔ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ شمال مغربی ہند کے مسلمانوں کے دل میں حق خود ارادیت کا جذبہ پیدا ہو۔ میرے نزدیک اس کی یہ سوچ غلط ہے کہ ہندوستانی نیشنلزم کے فروغ کے لئے واحد راستہ یہی ہے کہ مختلف ثقافتی وحدتوں کو مکمل طور پر کچل دیا جائے۔“

بالآخر اپنے خط بنام پنڈت جواہر لعل نہرو مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۶ء میں اقبال نے احمدیوں کے سیاسی رویہ کا تجزیہ کرتے ہوئے تحریر کیا۔ میرے ذہن میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ (ایضاً ص ۲۰۰)

مظاہر العلوم سہارنپور کے استاذ مولانا محمد اسعد شاہ فرماتے ہیں کہ سہارنپور محلہ میرکوٹ میں مشہور شیعہ خاندان اور سادات امر وہد کے ایک ممتاز و نمایاں فرد جناب سید جعفر عباس مرحوم تھے، انہوں نے یہ واقعہ میرے والد ماجد حضرت مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ ناظم اعلیٰ مظاہر العلوم کو حضرت موصوف کے حجرے میں سنایا کہ ہمارا چچا سید آغا حیدر چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ نے لاہور کے عمائد اور مشاہیر کو کھانے پر مدعو کیا، حضرت علامہ محمد اقبال بھی مدعو تھے، اتفاق سے بلا دعوت حکیم نور الدین قادیانی آگئے، کچھ دیر کے بعد حضرت علامہ پنچے تو حکیم نور الدین قادیانی کو دیکھ کر حضرت علامہ مرحوم اتنے سخت برہم ہوئے کہ یہ بھول گئے یہ دوسرے کا مکان ہے، اور داعی کو حق ہے کہ جس کو چاہے مدعو کرے۔ چنانچہ حضرت علامہ نے فرمایا: ”آغا صاحب! یہ کیا غضب ہے کہ آپ نے ختم نبوت کا انکار کرنے والے اور حضور ﷺ کے بعد دوسرے کو نبی ماننے والے کا فر کو بھی مدعو کیا ہے؟“ اور فرمایا کہ: ”میں جاتا ہوں، میں ایسی مجلس میں ایک لمحہ بھی نہیں بیٹھ سکتا ہوں۔“ اس وقت حکیم نور الدین فوراً ہی سخت نادم ہو کر چلے گئے، اور آغا صاحب نے معذرت کے ساتھ فرمایا کہ: میں نے مدعو نہیں کیا تھا، حکیم صاحب اتفاقاً آگئے تھے، اس کے بعد ہی حضرت علامہ مرحوم وہاں بیٹھے۔

علامہ اقبال نے مرزائیوں کی دونوں شاخوں کو خارج از اسلام قرار دے کر ”انجمن حمایت اسلام“ کے دروازے ان پر بند کر دیئے تھے، مرزائی لاہوری ہو یا قادیانی، انجمن کا ممبر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس واقعے کی پوری تفصیلات انجمن کے تحریری ریکارڈ میں موجود ہیں، اس کے ایک عینی گواہ لاہور کے سب سے بڑے شہری میاں امیر الدین تھے، یونیورسٹی کی انتظامیہ کے بھی رکن تھے، علامہ اقبال انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس عام کی صدارت فرمانے لگے تو آپ نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ: ”مسلمانوں کی اس انجمن

کا کوئی مرزائی (لاہوری یا قادیانی) ممبر نہیں ہو سکتا ہے، مرزا غلام احمد کے متبعین کی یہ دونوں جماعتیں خارج از اسلام ہیں۔“ اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کرسی صدارت کے عین سامنے بیٹھے تھے، ان کے ساتھ ہی میاں امیر الدین فروکش تھے، حضرت علامہ نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: ”مجھے صدر رکھنا ہے تو اس شخص کو نکال دو۔“ مرزا صاحب لاہوری جماعت کے پیرو تھے، حضرت علامہ کے اس اعلان سے قہرا گئے، کانپ اٹھے، جربز ہوئے، کچھ کہنا چاہا، حتیٰ کہ ان کا رنگ فق ہو گیا، حضرت علامہ مصر رہے کہ اس شخص کو یہاں سے جانا ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ بیگ بنی ود گوش نکال دیئے گئے، ان کی طبیعت پر اس اخراج کا یہ اثر ہوا کہ بے حواس ہو گئے، دو چار دن ہی میں مرض الموت نے آیا اور اس صدمے کی تاب نہ لا کر انتقال کر گئے۔

جناب خورشید احمد بیجنگ ایڈیٹر میڈیکل نیوز کراچی اور اسلام آباد، نے ایک مرتبہ اپنے والد صاحب کا واقعہ مولانا کو سنایا کہ: میرے والد گرامی جناب ڈاکٹر جلال الدین صاحب ڈینیٹل سرجن لاہور حضرت تھانوی سے متعلق اور ان کے مرید تھے، اکابر علماء مولانا تھانوی، حضرت مدنی، حضرت انور شاہ کشمیری اور دیگر دوست اکابر علماء ان کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے، انہوں نے واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری دیوبند سے لاہور تشریف لائے، میں (ڈاکٹر جلال الدین) ان کو اسٹیشن پر لینے کے لئے گیا، میں نے کہا: ”حضرت! گھر تشریف لائیں“ مولانا نے کہا کہ: ”آج میں نے صرف ڈاکٹر محمد اقبال سے ملنا ہے اور ابھی سیدھا وہیں جانا ہے، لہذا مجھے وہاں چھوڑ دیجئے۔“

والد صاحب نے مولانا کو ڈاکٹر محمد اقبال کے گھر پہنچا دیا اور والد صاحب باہر موجود رہے، حضرت انور شاہ کشمیری اور علامہ محمد اقبال بند کمرے میں کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے، جب دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر محمد اقبال بچوں کی طرح آنسو بہا رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اسی وقت مجھے فرمایا کہ: ”مجھے اسٹیشن چھوڑ دیجئے!“ میں آپ کو اسٹیشن پر لے چلا، راستے میں اپنے گھر لے جانے پر اصرار کیا تو فرمایا: ”آج میں مسئلہ قادیانیت علامہ اقبال کو سمجھانے کے لئے آیا تھا، اس لئے اس کام میں اور کسی کام کو شریک نہیں کرتا، اب سیدھے واپس جانا ہے۔“ اسٹیشن سے اسی وقت دیوبند روانہ ہو گئے۔

وابستان اقبال کے زیر اہتمام بریگیڈ میئر (ر) پروفیسر ڈاکٹر وحید الزمان طارق کا خطبہ

(حسیب اعجاز عاشر) اس میں کوئی ابہام کی گنجائش قطعی نہیں کہ وجہ تخلیق کائنات نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ جو مقدس شریعت لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے۔ وہ خدا کی آخری اور دائمی شریعت ہے جو بالکل واضح، روشن کامل و اکمل ہے۔ اس ایک نقطہ پر بھی کوئی الجھاؤ باقی نہیں کہ عقیدہ ختم نبوت روح ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ کفار ابتداء سے ہی عقیدہ ختم نبوت میں دراڑیں ڈالنے کی سازشوں میں مصروف عمل ہیں اور ان گھناؤنی سازشوں کا سلسلہ دور نبوت میں مسیلمہ کذاب سے ہی شروع ہوا اور فتنہ قادیانیت تک آن پہنچا۔ قادیانی فتنہ، مسلمانوں کے ہاتھوں شکست خوردہ انگریزوں نے کذاب واجتہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زیر سرپرستی تشکیل دیا جو مسلسل نت نئے اوجھے ہتھکنڈوں سے اسلام اور ان کی برگزیدہ ہستیوں پر وار کرنے کے لئے موقع کی جستجو میں رہتا ہے۔

حالیہ کچھ عرصہ سے شاعر مشرق علامہ اقبال اور ان کا خاندان فتنہ قادیانیت کے نشانہ پر ہے۔ سنگین ترین الزام تراشی کا سلسلہ جاری ہے کہ علامہ اقبال کے خاندان کا رجحان قادیانیت کی جانب رہا ہے۔ قادیانیوں کے بے بنیاد الزامات کا منہ توڑ جواب دینے کے

لئے گزشتہ روز وابستان اقبال لاہور نے بریگیڈیئر (ر) پروفیسر ڈاکٹر وحید الزمان طارق کے خطبہ بعنوان ”علامہ اقبال اور قادیانیت“ کا اہتمام کیا۔ جس میں وابستان اقبال کے روح رواں میاں اقبال صلاح الدین، باسط کوشال، نواب برکات محمود، ایس ایم رضوی، میاں ساجد علی، عنایت علی، اقبال جنجوعہ، احمد پرویز اور طارق امین سمیت معروف ادبی، صحافتی اور سماجی شخصیات نے شرکت کی۔ وابستان اقبال لاہور کا مختصر تعارف یہ ہے کہ موجودہ دور میں فکر اقبال کی معنویت کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کے لئے اقبال سے انتہائی عقیدت رکھنے والے کچھ دوستوں نے جنوری ۲۰۱۲ء میں ”وابستان اقبال“ کے نام سے یہ ادارہ قائم کیا تھا جس میں معروف اساتذہ اقبالیات کی تعلیم، فروغ اور تشہیر کے لئے طلباء کے ساتھ معانی اور مفاہیم کے امکانات اور عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق ان کی معنویت تلاش کرتے ہیں۔ جو طلباء میں ان کی قابلیت اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے یقینی طور پر ایک عملی اقدام ہے۔ وابستان اقبال کا بنیادی ہدف بھی یہی ہے کہ اپنی صورت حال کے ہر پہلو میں اقبال سے ایک مفصل رہنمائی لینے کا عمل جاری رکھا جائے اور اس عمل کو سوسائٹی کے بااثر افراد اور طبقات تک پھیلائی کی کوشش بھی ہو۔ ”علامہ اقبال اور قادیانیت“ کے موضوع پر پر مغز اور مدلل خطبہ پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید الزمان نے ایسے رازوں سے پردہ فاش اور حقائق کو بے نقاب کیا جس کو جان کر فتنہ قادیانیت شرمندگی سے حواس باختہ ہو جائیں۔

ڈاکٹر صاحب کا کہنا تھا کہ قادیانیوں کے خلاف علامہ اقبال کے نظریات ان کے خطوط، مضامین، تقاریر اور شاعری کے ذریعے واضح ہیں۔ اپنے ایک خط میں علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ: (مفہوم) ”قادیانیت کی تحریک منافق ہے جو کافر سے زیادہ خطرناک ہے۔“ اقبال نے سب سے پہلے قادیانیت پر وار کیا۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں انہوں نے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو جھٹلاتے ہوئے کہا کہ:

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہ ہر مفہوم شرک  
بزم را روشن ز نور شمع عرفان کردہ  
۱۹۳۰ء انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں ”فریاد امت“ منعقدہ مارچ میں اقبال نے ایک نظم پڑھی۔ جس کا دوسرا عنوان ابرگہر بار تھا۔ اس میں انہوں نے یہ شعر پڑھا:

مجھ کو انکار نہیں آمد مہدی سے مگر  
غیر ممکن ہے کوئی مثل ہو پیدا تیرا  
علامہ اقبال نے اس شعر کے ذریعے مرزا قادیانی کے اس دعوے کو رد کر دیا کہ وہ مثل مسیح یا مثل محمد ﷺ ہے۔ اقبال نے ۱۹۱۶ء میں ایک بیان میں کہا: ”جو شخص نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی ایسے نبی کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر ہو تو وہ خارج از اسلام ہوگا۔ اگر قادیانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“ فرماتے ہیں کہ ۔

غدار وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن  
انگریز سمجھتا ہے مسلمان کو گداگر  
پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت  
کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر  
آوازہ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے  
مسکین دلکم ماندہ دریں کشمکش اندر  
علامہ اقبال نے ۱۹۳۵ء کے ایک انگریزی مضمون میں حکومت برطانیہ کو آئینی طریقے سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تجویز پیش کی تھی، جو الحمد للہ! ۱۹۷۳ء میں سرخرو ہوئی اور یوں پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا:

لکھتا ہوں خون دل سے یہ الفاظ احمریں بعد از رسول ہاشمیؑ کوئی نبی نہیں سیدنیر نیازی کے نام خط میں انہوں نے لکھا: ”ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بناء پر قتل کیا گیا تھا۔“ (انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار)

اس موقع پر پروفیسر وحید الزمان طارق نے شورش کشمیری کی کتاب ”فیضان اقبال“ سے کچھ حوالہ جات اور اقتباسات پیش کئے: ”اور باتوں کے علاوہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ روحانی زندگی میں جس کے انکار کی سزا جہنم ہے، ذاتی سند ختم ہو چکی ہے۔ (لائٹ کے جواب میں)“

”انسانیت کے تمدنی تاریخ میں غالباً ختم نبوت کا تخیل سب سے انوکھا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ مغرب اور ایشیاء کے موبدانہ تمدن کی تاریخ کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ موبدانہ تمدن میں زرتشتی، یہودی، نصرانی اور صابی تمام مذاہب شامل ہیں۔ (قادیانیت اور اسلام، بہ جواب نہرو)“

”دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریے کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں۔ اسلام کی اجتماعی اور سیاسی تنظیم میں محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں، جس سے انکار، کفر کو مستلزم ہو جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔“

”جب کوئی شخص ایسے طمدانہ نظریوں کو رواج دیتا ہے، جس سے نظام اجتماعی خطرہ میں پڑ جاتا ہے تو ایک آزاد اسلامی ریاست پر اس کا انسداد لازم ہو جاتا ہے۔ (پنڈت نہرو کے جواب میں)“

”جہاں تک مجھے معلوم، بروز کا مسئلہ عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور اصل اس کی آریں ہے، میری رائے میں اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ (پروفیسر الیاس برنی کے نام)“

”مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہیں جو ان کی وحدت کے لئے خطرناک ہوں۔ چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنائے نبوت پر رکھے اور اس کے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو بزع خود کافر قرار دے۔ مسلمان اسے سلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کرتے ہیں۔ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔“

جب کہ مولانا مدنی کے جواب میں فرماتے ہیں: ”قادیانی نظریہ ایک جدید نبوت کی اختراع سے قادیانی افکار کو ایک ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس سے نبوت محمدیہ کے کامل واکمل ہونے کے انکار کی راہ کھلتی ہے۔“

پنڈت جواہر لعل کے نام اپنے خط میں علامہ اقبال واضح طور پر لکھتے ہیں کہ: ”میں اس باب میں کوئی شک و شبہ اپنے دل میں نہیں رکھتا کہ یہ احمدی، اسلام اور ہندوستان دونوں کے خدا ہیں۔“

فرمایا: ”الیوم اکملت لکم دینکم“ کے بعد جرائے نبوت کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ قادیانی اسلاف کی تحریروں کو محرف کر دیتے ہیں۔ (خضرتی، ملفوظات)

فتنہ قادیانیت کے بارے میں علامہ اقبال کے ان واضح نظریات نے قادیانیوں کی کمر توڑ دی وہ اور تو کچھ نہ کر سکے۔ لیکن



اقبال کے ناخلف قادیانی بھتیجے شیخ اعجاز قادیانی، جس کے اپنی بیوی بچے بھی کبھی قادیانیت کی طرف مائل نہ ہوئے، کے ذریعے علامہ اقبال کے خاندان کو قادیانی ثابت کر کے علامہ اقبال اور ان کے خاندان کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ اقبال کے افکار و نظریات متنازعہ ہو کر اپنی اہمیت کھودیں۔ اس سلسلے میں شیخ اعجاز قادیانی ملعون نے ایک کتاب ”مظلوم اقبال“ بھی تحریر کی جس کا مقصد اقبال کے خاندان کو قادیانی ثابت کرنا تھا۔ لیکن قادیانی بھتیجے کے بھانجے اور ختم نبوت کے شیدائی خالد مظہر صوفی نے اپنے ماموں کو آڑے ہاتھوں لیا اور اس سازش کو بے نقاب کر دیا۔ علاوہ ازیں علامہ اقبال کے فرزند جاوید اقبال (مرحوم) نے بھی اپنی کتاب ”زندہ دور“ میں خاندان اقبال کے قادیانی ہونے کی تردید کی ہے۔

خاندان اقبال سے ایک اور معتبر گواہی ناخلف بھتیجے شیخ اعجاز کے بہنوئی جو علامہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطاء محمد کے داماد ہیں۔ (ڈاکٹر نظیر صوفی) لکھتے ہیں کہ: ”یہ کہنا کہ علامہ کے خاندان کے کئی افراد نے مرزائیت قبول کر لی تھی۔ سراسر جھوٹ ہے۔ حضرت علامہ کے والد، والدہ، چچا، چچی، بہنیں اور بھائی اور ان کی اولادیں سب ہی سنی مسلمان تھے اور ہیں۔ سوائے ایک بھتیجے کے جو کہ ترقی کے لئے چوہدری ظفر اللہ کے زیر اثر چھ بہن بھائیوں میں سے اکلوتا قادیانی بن گیا۔“

صحبتیں با عصر حاضر در گرفت  
آن ز ایران بود و این ہندی نژاد  
تاجہاد و حج نماز از واجبات  
روح چون رفت از صلوات و از صیام  
سینہ ہا از گرمی قرآن تھی  
از چین مردان چہ امید بھی  
حرف دین را از دو پیغمبر گرفت  
آن زج بیگانہ و این از جہاد  
رفت جان از پیکر صوم و صلوات  
فرد ناہموار و ملت بی نظام  
تقریب کے اختتام پر سوال و جواب کا سیشن بھی رکھا گیا تھا۔ جس میں ڈاکٹر وحید الزمان طارق نے حاضرین کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ شرکاء نے نہایت اہم اور حساس موضوع پر تقریب کے اہتمام پر داستان کی منتظم اعلیٰ کو خراج تحسین پیش کیا۔

## (۱۷۷۰) محمد اقبال نعمانی، مولانا

علی پور چٹھہ کے نامور عالم دین اور مجاہد رہنما مولانا محمد اقبال نعمانی تھے جنہوں نے مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر سے رد قادیانیت پر مناظرہ کی تعلیم حاصل کی اور پھر عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کوشاں رہے۔

## (۱۷۷۱) محمد اکبر ایڈیشنل سیشن جج (راولپنڈی)، جناب

فاضل قانون دان، راولپنڈی کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج محمد اکبر راولپنڈی نے مرزائی عورت کے مسلمان خاوند سے نکاح ہو جانے سے متعلق ایک کیس کا فیصلہ ۳ جون ۱۹۵۵ء کو سنایا کہ قادیانی عورت کا ایک مسلمان سے نکاح شرعاً جائز نہیں۔ اس کیس میں اہل اسلام کی طرف سے مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر پیش ہوئے تھے۔ یہ کیس انتہائی اہمیت کا حامل تھا اور جناب ایڈیشنل سیشن جج نے بہت اہم فیصلہ صادر کیا جو تاریخی دستاویز ہے۔

(۱۷۷۲) محمد اکبر ہاشمی (جسٹس ریاست بہاول پور)، جناب

(پیدائش: اکتوبر ۱۸۹۳ء، خیر پور ٹامیوالی ..... وفات: ۱۵ مئی ۱۹۵۲ء، بہاول پور)

جناب محمد اکبر نامور قانون دان تھے۔ ریاست بہاول پور کے چیف جسٹس اور ناظم امور مذہبیہ رہے۔ ۷ فروری ۱۹۳۵ء کو قادیانیوں کے خلاف مشہور زمانہ فیصلہ دیا۔ جسٹس مرحوم نے بہاول پور محلہ مبارک پورہ میں مسجد بنوائی۔ مدرسہ تعلیم القرآن قائم کیا۔ آج اسی مسجد سے ملحقہ ان کی آخری آرام گاہ ہے۔

حج محمد اکبر مرحوم کے ایک عزیز اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں: عرصہ ہوا کہ میں نے ایک شب عالم رؤیا میں خود کو مسجد شریف تعمیر کردہ حج صاحب (جسٹس محمد اکبر بہاول پور) میں پایا، مسجد کا کمرہ انوار و تجلیات کی صوفشانیوں سے بقعہ نور بنا ہوا تھا، اور میری روح انتہائی پرسکون تھی، ان سرور آگین لحات کا تصور اور روح پرور کیفیت کا یہاں احاطہ تحریر سے باہر ہے، بس دل ہی محسوس کرتا ہے، زبان اظہار سرد لہراں سے قاصر ہے۔ میری خوش بختی ہے کہ اسی حالت میں خود چچا حضور (جسٹس محمد اکبر) نے بھی تشریف لاکر زیارت سے مشرف فرمایا۔ چچا حضور کے چہرے مبارک سے میں نے ان کے کچھ قلبی تاثرات محسوس کئے، میں نہایت ادب سے قدم بوس ہوا، آپ نے بڑی متانت سے فرمایا کہ: ”میاں! میں نے تو مکان میں دروازہ اس واسطے رکھوایا تھا کہ تم میرے پاس آتے جاتے رہو گے اور میری دیکھ بھال کرتے رہو گے، مگر تم نے تو آنا جانا ہی چھوڑ دیا ہے۔“ ان کے پر وقار لہجے اور مشفقانہ انداز نے مجھے میری کوتاہی کا احساس دلایا اور بارندامت سے میری گردن جھک گئی، اظہار معذرت کرتے ہوئے قدموں میں گر پڑا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، کہ میری آنکھ کھل گئی۔

عالم رؤیا کا روح پرور اور دل گداز منظر حقیقت بن کر سامنے آ گیا، صبح ہو چکی تھی، نماز کے بعد میں نے قرآن پاک پڑھ کر برائے ایصال ثواب نذرانہ عقیدت پیش کیا اور معبود حقیقی سے دعا کی کہ رب العالمین! کالی کملی والے کا صدقہ اس مجاہد اعظم کی روح کو سکون و قرار عطا فرما اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرما دے۔

اسی روز میں نے بہاول پور جا کر ان کے مزار مبارک پر فاتحہ پڑھی اور دل میں آئندہ حاضر ہوتے رہنے کا عہد کیا۔

..... سید غلام محی الدین شاہ صاحب ہمدانی مرحوم و مغفور خیر پور ٹامیوالی کے مشائخ میں سے ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے، اور حج مرحوم کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے، وفات کی شب کو ہی انہیں خواب میں بشارت ہوئی کہ محمد اکبر فوت ہو گیا ہے، بہاول پور جا کر اس کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔ چنانچہ از خود آپ بہاول پور تشریف لے آئے اور مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے!

(۱۷۷۳) محمد اکبر خان ساقی، مولانا

(وفات: یکم اپریل ۱۹۹۲ء)

قائد آ باد ضلع میانوالی کے ملک محمد اکبر خان ساقی تھے جو مولانا عبدالستار خان نیازی کے شاگرد اور ساتھی تھے۔ ساقی صاحب

جمیعیۃ علماء پاکستان پنجاب کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ ”ختم نبوت“ نام سے ۱۶ صفحات کا ایک رسالہ نومبر ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں خوب سرگرم عمل رہے۔ بہت اچھے خطیب تھے۔

## (۱۷۷۴) محمد اکبر خان (ملتان)، شیخ الحدیث حضرت مولانا

(وفات: ۶ دسمبر ۲۰۲۰ء)

جامعہ قاسم العلوم ملتان کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اکبر خان لکی مروت کے قریب ایک قصبہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ پھر جامعہ قاسم العلوم ملتان میں تشریف لائے۔ آپ نے فقہی کتب اور دورہ حدیث شریف جامعہ قاسم العلوم سے کیا۔ فراغت کے بعد جامعہ نمٹس العلوم ہستی مولویاں ضلع رحیم یار خان اور جامعہ باب العلوم کھروڑ پکا میں بھی پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد جامعہ قاسم العلوم اپنی مادر علمی میں پڑھانے کے لئے آپ تشریف لائے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود کے آپ نامور شاگرد تھے اور حضرت مفتی محمود اپنے شاگرد پر اعتماد اور ناز بھی فرماتے تھے۔ زہے نصیب کہ مولانا محمد اکبر خان اپنے گرامی قدر استاذ کی زیر نگرانی پڑھانے لگے۔ تمام درس نظامی کی کتب بار بار آپ نے پڑھائیں۔ آپ کا درس طلباء میں اتنا مشہور ہوا کہ ایک زمانہ آپ کی تدریس سے گونج اٹھا۔ حضرت مولانا مفتی محمود کی رحلت کے بعد جامعہ قاسم العلوم کے مہتمم اور شیخ الحدیث عالم ربانی حضرت مولانا فیض احمد مقرر ہوئے۔ ان کے بعد حضرت مولانا محمد اکبر خان شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ نے کئی دہائیوں تک اپنے استاذ و مربی حضرت مفتی محمود کی مسند حدیث کو ایسے چمکائے رکھا کہ اس کے علم و فضل کی بہاروں میں موسم بہار کا سماں نظر آتا تھا۔ بلاشبہ سینکڑوں علماء کرام کے آپ استاذ تھے۔ اب وہ تمام آپ کے شاگردان رشید ملک کے مختلف حصوں میں دین کی تبلیغ و تعلیم و ترویج و اشاعت میں بلند یوں کی چوٹیوں پر سرفراز نظر آتے ہیں۔

آپ نے محلہ قدیر آباد کی ایک مسجد میں صبح کی نماز کے بعد درس قرآن مجید کا سلسلہ قائم کیا۔ ترجمہ کے کئی ختم ہوئے۔ ایک زمانہ نے آپ سے تفسیر قرآن مجید پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے ترجمہ و درس قرآن کی صبح کی کلاس ایسے طور پر کامیاب اور شان امتیاز کی حامل ہوئی کہ گرد و نواح کے محلوں کے پروفیسر، ٹیچر، تاجران و عوام گروہ درگروہ اس میں شرکت کرتے۔ ہزاروں خلق خدا کو آپ نے اپنے اس مقبول عمل سے کلام اللہ سے ایسے جوڑ دیا کہ دنیا ششدر رہ گئی۔ آپ کے اس درس نے اسلاف کی روایات کو عروج بخشنا اور اصلاح عقائد و اعمال کی ایک نئی مثال قائم کر دی۔

آپ کو حق تعالیٰ نے مقبولیت و ہر دل عزیز ی سے نوازا تھا۔ آپ کی عالمانہ شان سے علم کا وقار قائم تھا۔ آپ بہت بلند پایہ محقق عالم دین، علوم نقلیہ و عقلیہ کے ماہر فن مدرس تھے۔ آپ جتنے بڑے عالم دین تھے، اس سے کہیں زیادہ سادہ مزاج اور فرشتہ خصلت تھے۔ آپ کے چال ڈھال سے لوگ مسنون اعمال کا عملی نمونہ حاصل کرتے۔ آپ کی اٹھک بیٹھک، آپ کا ورت ورتاؤ، شان و شوکت، عظمت و وقار، چہرہ مہرہ، علمی وجاہت سب عالمانہ شان کے مظہر تھے۔ آپ چلتے پھرتے اسلاف کی زندگی کا نمونہ تھے۔ سلف صالحین کی روایات کو آگے بڑھانے میں آپ نے بلاشبہ ایسا روشن کردار ادا کیا کہ مدتوں اس کے تذکرے رہیں گے۔ آپ معاملات کے اتنے کھرے انسان تھے کہ اپنے پرانے سبھی آپ کی خوبیوں کے مداح و معترف تھے۔ آپ نے اپنے استاذ محترم کے حکم پر

نصف صدی سے زائد جامعہ قاسم العلوم کے درو دیوار کے پشتیان کا کردار ادا کیا۔ آپ نے محبت و وفاء کی ایسی مثال قائم کی کہ قبلہ مفکر اسلام، اپنے استاذ گرامی کے حکم پر ایسے تشریف لائے کہ بقیہ زندگی دنیا و مافیہا کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ آپ کا جنازہ بھی یہاں سے اٹھا۔ آپ کے جنازہ کی امامت جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد اسعد صاحب ایم۔ این۔ اے نے فرمائی۔

ڈیرہ اسماعیل خان میں آپ کے نماز جنازہ کی امامت قائد جمعیت، امام انقلاب حضرت مولانا فضل الرحمن نے کی۔ آخری جنازہ آپ کے گاؤں میں لکی مروت کے قریب ہوا اور یوں آپ کو منوں مٹی کے نیچے رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔ اب یوم بعث پوری انسانیت کے ساتھ اٹھیں گے۔ جس شان کے ساتھ جے اسی توقع کے ساتھ رحمت حق کے سپرد ہوئے۔ زہے نصیب!

آپ جمعیت علماء اسلام کے اول و آخر دعا گو اور بھی خواہ تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر کے ساتھی، اصاغر کے لئے دعا گو تھے۔ آپ کیا گئے کہ تاریخ کا سنہری باب اپنے اختتام کو پہنچا۔

(۱۷۷۵) محمد اکبر شہزاد (چینیوٹ)، جناب

(وصال: ۳۰ اگست ۲۰۱۹ء)

روز نامہ نوائے وقت کے چینیوٹ میں نمائندہ خصوصی و نامہ نگار جناب شہزاد محمد اکبر جناب سالار محمد یوسف کے صاحبزادہ تھے۔ والدہ مرحومہ نے شہر کی تعمیر و ترقی کے لئے گرانقدر سماجی خدمات سر انجام دیں۔ شہزادہ محمد اکبر ایک نظریاتی انسان تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے دل و جان سے مبلغ تھے۔

(۱۷۷۶) محمد اکبر علی (چک ۸۱، سرگودھا)، جناب

چک نمبر ۸۱ جنوبی ضلع سرگودھا کے جناب محمد اکبر علی صاحب نے ایک رسالہ ”ضرب اکبر خاتم النبیین“ کے نام پر شائع کیا۔

(۱۷۷۷) محمد اکبر قاضی خیل پشاوری، جناب قاضی

قاضی محمد اکبر صاحب نے ۱۹۰۳ء میں مرزا قادیانی کی زندگی پر فارسی زبان میں ۲۲۲ صفحات کی کتاب ”موازنۃ الحقائق“ کے نام سے تالیف فرمائی۔ اس میں آپ نے حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل قرآن و حدیث سے عقلی و نقلی دلائل سے بیان کر کے قادیانی شہادت کا جواب عمدہ پیرایا میں رد کیا ہے۔

(۱۷۷۸) محمد اکبر (کوئٹہ)، جناب حافظ

(پیدائش: ۱۷ اگست ۱۹۵۳ء ..... وفات: ۱۴ جولائی ۱۹۹۹ء)

حافظ محمد اکبر انتہائی سادہ طبیعت، خوش مزاج اور صابر انسان تھے۔ ملتان تحصیل جلال پور پیر والہ کے گاؤں موضع موہانہ سندیلہ کے زمیندار گھرانے ملک بہادر خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ تین سال کی عمر میں والدین کا انتقال ہو گیا۔ یہ پانچ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کی پرورش کی ذمہ داری گاؤں کے وڈیرہ ملک سونہارا نے لی۔

ابتدائی تعلیم گاؤں کے پرائمری سکول سے حاصل کی۔ بعد میں مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم مہانہ سندیلہ میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بعد میں اسی مدرسے میں بطور مدرس تعلیم دینے لگے۔ بہت لگن، محنت اور کوشش سے ہر گھر میں قرآن کی تعلیم کو پہنچایا۔ اسی دوران گاؤں کے ڈیرے ملک سونہار نے اپنی صاحبزادی سے شادی کا پیغام بھیجا۔ جو آپ نے بخوشی قبول کر لیا۔ شادی کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے پہلے مبلغ مولانا محمد انور ان کو کونسل لے آئے۔ یہاں انہوں نے بطور معلم ہزارہا افراد کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔ ۱۹۹۲ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے تقریباً ۳۰ سال مسجد عمر ملتانی محلہ کونسل میں امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے فتنہ قادیانیت کے خلاف جہاد جاری رکھا اور مسجد عمر کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز بنائے رکھا۔

## (۱۷۷۹) محمد اکرم اعوان (منارہ چکوال)، حضرت مولانا امیر

(ولادت: ۳۱ دسمبر ۱۹۳۴ء ..... وصال: ۷ دسمبر ۲۰۱۷ء)

منارہ ضلع چکوال کے معروف مذہبی رہنما جناب مولانا امیر محمد اکرم اعوان چکڑالہ ضلع میانوالی کے معروف بزرگ رہنما اور عالم دین مولانا اللہ یار خان چکڑالوی کے آپ خلیفہ مجاز تھے۔ ایسی سلسلہ کی مولانا محمد اکرم نے اپنے شیخ کے وصال کے بعد بہت خدمت کی۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی۔ اپریل ۱۹۸۷ء میں انہوں نے قادیانی گرومرزا کے رسالہ ”ایک حرف ناصحانہ“ کے جواب میں ”ایک حرف محرمانہ بجواب ایک حرف ناصحانہ“ لکھا اور خوب ملک بھر میں تقسیم کیا۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے بھی آپ نے کوشش کی۔ منارہ اپنے مرکز سے ایک ماہنامہ رسالہ بھی شائع کرتے تھے۔ متعدد کتب کے مصنف بھی تھے۔ اپنی ”الاخوان“ کو پروان چڑھانے کے لئے بھرپور جدوجہد بھی کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے اجلاس سے خطاب بھی فرمایا۔ غرض خوب بھرپور شخصیت تھے اور ملک کے پڑھے لکھے حلقہ میں خاصے متعارف تھے۔

## (۱۷۸۰) محمد اکرم انصاری، مولانا

(ولادت: یکم اپریل ۱۹۱۸ء ..... وفات: ۶ اگست ۲۰۰۲ء)

مولانا موصوف ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت تھی۔ جامعہ امینہ دہلی میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے پاس بھی پڑھتے رہے۔ مولانا شاہ عبدالقارر نے پوری سے بیعت اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے دوستانہ تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام جہلم کے امیر رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۷ء میں بڑی بہادری سے حصہ لیا۔

## (۱۷۸۱) محمد اکرم ایڈووکیٹ، جناب شیخ

سپریم کورٹ کے وکیل اور پاکستان بار کونسل کے وائس چیئرمین رہے۔ نامور قانون دان تھے۔ آپ کا ایک بیان ملاحظہ ہو: ”جنوبی افریقہ کے یہودی حج کا فیصلہ اس امر کی شہادت مہیا کرتا ہے کہ قادیانی مذہب اسلام دشمن قوتوں کی سرپرستی سے پھل پھول رہا ہے۔ یہودی حج کو اس بات کا کوئی اختیار حاصل نہیں کہ وہ کسی شخص کے مسلمان یا غیر مسلم ہونے کا فتویٰ صادر کرے۔ کیونکہ یہ مسئلہ صرف

کوئی غیر متعصب عدالت ہی طے کر سکتی ہے۔ اس معاملہ پر اجماع امت ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ جب کہ اس عقیدہ سے انحراف کرنے والا دائرہ اسلام سے واضح طور پر خارج ہے۔ قادیانی نہ صرف یہ کہ غیر مسلم ہیں، بلکہ وہ پوری امت مسلمہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ انہیں اپنے سے علیحدہ قرار دیں۔“

(ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ج ۲۲ ش ۴۰، مؤرخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۵ء)

## (۱۷۸۲) محمد اکرم زاہد (جہلم)، مولانا

جہلم کے مولانا محمد اکرم زاہد تھے۔ خوب دینگ قسم کے عالم دین تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۴ء میں بڑی بہادری کے ساتھ حصہ لیا۔ ایک قادیانی عزیز الرحمن نے پریس کانفرنس کی آپ نے اس کے جواب میں ”فتنہ مرزائیت اور مسئلہ ختم نبوت“ کے نام ۳۲ صفحات کا پمفلٹ تحریر کیا۔

## (۱۷۸۳) محمد اکرم (لاہور)، مولانا

(وفات: ۲۰ ستمبر ۱۹۷۰ء)

جمیعیہ علماء اسلام کے مرکزی ناظم، سلطان فونڈری لاہور کے مالک، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے مرید باصفا، اس دور کے علماء اسلام کی آبرو، قافلہ حق و صداقت کے علمبردار، نامور قومی راہنما، عقیدہ ختم نبوت کے مبلغ، نظام اسلام کے نفاذ کے صف اول کے داعی تھے۔

## (۱۷۸۴) محمد اکرم ہمدانی (راولپنڈی)، مولانا حافظ

(وفات: ۱۲ ستمبر ۲۰۱۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رکیں مولانا محمد اشرف ہمدانی مرحوم کے برادر خورد مولانا محمد اکرم ہمدانی عید الاضحیٰ سے ایک دن قبل حسن آباد ڈھیری راولپنڈی میں وصال فرما گئے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد مرحوم جن دنوں کمالیہ نعمانیہ میں پڑھاتے تھے۔ ان دنوں کمالیہ میں خطیب کے طور پر مولانا محمد اشرف ہمدانی صاحب وہاں قیام پذیر تھے۔ آپ اپنے آبائی گاؤں ضلع انک سے اپنے چھوٹے بھائی مولانا محمد اکرم ہمدانی کو کمالیہ ہمراہ لائے اور حضرت مولانا نذیر احمد کی شاگردی میں دے دیا۔ آپ نے یہاں کتابیں پڑھیں۔ مولانا محمد اکرم ہمدانی کے والد گرامی کا شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں مرحوم سے گہرا تعلق تھا۔ آپ نے وہاں سے دورہ حدیث کیا۔ مولانا اکرم ہمدانی کے تعلیم حاصل کرنے کے دوران مولانا محمد اشرف ہمدانی فیصل آباد جامع مسجد جناح کالونی میں خطیب مقرر ہو گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو چک جھمرہ مدنی مسجد میں خطیب مقرر کرادیا۔ کافی عرصہ یہاں رہے۔ اس کے بعد پھر آپ حسن آباد ڈھیری راولپنڈی میں خطیب ہو گئے اور پھر دم واپس تک یہاں کے خطیب رہے۔ آپ راولپنڈی قیام کے دوران میں قادیانی فتنہ کے تعاقب کے لئے

ہر کار خیر کے کاموں میں پیش پیش رہے۔ ان کے وصال سے بڑا خلاء پیدا ہوا ہے۔ مولانا پروفیسر حافظ حامد اشرف ہمدانی نے مرحوم کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ پڑھایا۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

## (۱۷۸۵) محمد اکمل (رحیم یار خان)، حضرت مولانا قاری

(وفات: ۱۸ فروری ۲۰۰۸ء)

حضرت قاری محمد اکمل مرحوم پاکستان کے نامور شیخ القراء فن تجوید کے بے تاج بادشاہ حضرت قاری تاج محمودناپینا (عبدالحکیم والوں) کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔ انتقال کے وقت قاری محمد اکمل کی عمر ۶۷ سال کے لگ بھگ تھی۔ زندگی بھر قاری محمد اکمل صاحب علماء و قراء و حفاظ کو تجوید پڑھاتے اور مشق کراتے رہے۔ آپ کے کئی شاگرد پاکستان کی سطح پر قرأت کے مقابلوں میں اول پوزیشن بھی حاصل کرتے رہے۔ قاری محمد اکمل صاحب پہلے عید گاہ رحیم یار خان اور پھر ۱۹۷۴ء سے غلہ منڈی رحیم یار خان میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ غلہ منڈی میں حفظ کا مدرسہ بھی قائم کیا۔ جوان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے سلوک و بیعت کا تعلق تھا۔ ہر دل عزیز رہنماء تھے۔ بہت ہی صاف گو اور مومنانہ بصیرت رکھتے تھے۔ خطابت اور تلاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے دور خطابت میں آپ کی مسجد کا اجتماع رحیم یار خان کی مساجد کے بڑے اجتماعوں میں شمار ہوتا تھا۔ ہر دینی تحریک کی سرپرستی میں آپ پیش از پیش ہوتے تھے۔ ختم نبوت کے کاز سے والہانہ لگاؤ تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں تھے۔ صحت کے زمانہ میں کئی بار چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لاتے تھے۔ مجلس کے اکابر و اصغر سے پیار بھر تعلق تھا۔ آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد عبداللہ قریشی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل اور متخصص ہیں اور قراء و روضۃ الاطفال رحیم یار خان میں پڑھاتے ہیں آپ نے افتاء بھی جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی سے کیا۔ مولانا محمد اکمل صاحب مرحوم نے اپنے ان صاحبزادہ مولانا مفتی عبداللہ قریشی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ انہوں نے ہی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی۔ ۱۸ فروری کی صبح تہجد پڑھی۔ مصلے پر بیٹھے اپنے بیٹا محمد عبداللہ کو آواز دی۔ دل کا دورہ ہوا۔ ہسپتال لے گئے۔ لیکن وہ اس سے قبل اللہ رب العزت کے حضور پہنچ گئے۔ ان کی وفات نے رحیم یار خان کی دینی مجلسوں کی رونقوں و بہاروں کو مرجھا دیا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ جنت کا اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ اور پسماندگان کے حامی و ناصر ہوں۔ جناب سید محمد توفیق، مولانا محمد عبداللہ بجا طور پر تعزیت کے مستحق ہیں اور اس سے کہیں زیادہ مجلس تحفظ ختم نبوت تعزیت کی مستحق ہے کہ اس ماہ بہت سارے بھی خواہوں، سرپرست، محسنوں کے صدقات سے دوچار ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ سب کے حامی و ناصر ہوں۔ آمین!

## (۱۷۸۶) محمد الطاف (حافظ آباد)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۲ء ..... وفات: ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

حضرت مولانا محمد الطاف، قاضی عبدالحی صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ وادی سون سیکس کی معروف بہتی کوٹلی کے آپ رہائشی تھے۔ اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے اور قاضی کہلاتے تھے۔

مولانا محمد الطاف نے شعور سنبھالتے ہی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ اس کے بعد مردوال میں پڑھتے رہے۔ پھر دارالعلوم دیوبند کے فاضل مولانا خدا بخش کے ہاں کفری میں تعلیم حاصل کی۔ جامعہ سراج العلوم سرگودھا میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا مفتی احمد سعید، حضرت مولانا قاری عبدالسمیع سے بھی پڑھتے رہے۔ چوکیہ میں مولانا سید احمد شاہ، جھادریاں میں حضرت مولانا مولانا بخش سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ اس کے بعد ۱۹۶۰ء میں دورہ حدیث شریف جامعۃ الاسلامیہ علامہ یوسف بنوری ناؤن کراچی سے کیا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی ولی حسن، حضرت مولانا محمد نافع گل ایسے جید شیوخ سے آپ نے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔

فراغت کے بعد پہلے سکھر پھر فیصل آباد میں چند ماہ گزارے۔ ۱۹۶۱ء کے آخر میں مدرسہ اشرفیہ ونیکے روڈ حافظ آباد آگئے۔ مدرسہ کی تعلیم واہتمام، جامعہ مجددیہ کیم کا انتظام وخطابت وامامت سب کچھ آپ کے سپرد ہو گیا۔

اس زمانہ میں حافظ آباد گوجرانوالہ کی تحصیل تھی۔ ضلعی ہیڈ کوارٹر پر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی ایسے بزرگان کا سایہ، صحبت و سرپرستی کا اعزاز نصیب ہوا۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں کے زیر سایہ دینی تعلیم کی ترویج کے اپنے سفر کو جاری رکھا۔ مولانا محمد الطاف کے جوانی کے زمانہ میں فارسی سے لے کر موقوف علیہ تک جامعہ اشرفیہ حافظ آباد میں تعلیم ہوتی تھی۔ مولانا محمد الطاف جہاں جید عالم دین تھے۔ وہاں حق گو مجاہد بھی تھے۔ آپ نظر یاتی عالم تھے۔ جس بات کو حق سمجھا اس پر ڈٹ جانا آپ کا شیوہ تھا۔ مصلحت کوشی کی بجائے عزیمت پر عمل کرنے کے خوگر تھے۔

جمعیۃ علمائے اسلام کا پلیٹ فارم کلمہ حق کہنے کے لئے منتخب کیا۔ آپ نے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا مفتی عبدالواحد کی قیادت میں جمعیۃ علمائے اسلام کے لئے وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ ضلع بھر کے کارکنوں کے محبوب رہنماء بن گئے۔ جمعیۃ علمائے اسلام کے اکابر اربعہ، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخوآستی، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود، ضیغ اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، جانشین امام التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انوری آنکھوں کا آپ تار تھے۔ بارہا یہ اکابر حافظ آباد تشریف لائے۔ ان کے بیانات کے علاوہ بھر میں شاندار اثرات مرتب ہوئے۔ انتظامیہ مولانا محمد الطاف کے نام سے نم کھاتی تھی۔ تب مولانا محمد الطاف گوجرانوالہ کے امیر بنے۔ پھر وقت آیا کہ آپ جمعیۃ علمائے اسلام صوبہ پنجاب کے بھی امیر رہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء، تحریک بحالی جمہوریت، ایم آر ڈی ۱۹۸۳ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں آپ نے مثالی خدمات سرانجام دیں۔ شبانہ روز اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ ضلع بھر کو ان تحریکوں کے لئے سراپا تحریک بنا دیا۔ ایم آر ڈی کی تحریک میں لاہور سے جا کر گرفتاری دی۔ گوجرانوالہ، لاہور، جھنگ کے جیل خانوں میں آپ کو رکھا گیا۔ تب ضیاء الحق کے زمانہ میں آپ کو کوڑوں کی سزا سنائی گئی۔ جو بعد میں منسوخ کر دی گئی۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد میں گوجرانوالہ میں ایک وزیری کی بے تدبیری سے جامع مسجد نور اور جامعہ نصرۃ العلوم کو ادوقاف کی تحویل میں لینے کا اعلان کرایا گیا۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی نے تحریک سول نافرمانی کا اعلان کر دیا۔ تحریک شروع ہو گئی۔ ہر روز جلوس نکلتے اور گرفتاریاں ہوتیں۔ گوجرانوالہ شہر کی بجائے ضرورت محسوس ہوئی کہ پورے ضلع سے کارکن گرفتاریاں دیں۔ تب حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے حکم پر مولانا محمد الطاف نے اس تحریک کے الاؤ کو روشن رکھنے کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ آپ کی شبانہ روز



محنت کے باعث کارکنوں نے اتنی گرفتاریاں دیں کہ حکومت نے شکست تسلیم کرنی اور جامع مسجد نور کو اوقاف میں لینے کا حکم واپس ہو گیا۔ مولانا محمد الطاف کے نامور علماء شاگرد ہیں۔ گوجرانوالہ کی معروف دینی شخصیت حضرت مولانا محمد اشرف مجددی خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی، مولانا صاحبزادہ احمد سعید اعوان، مولانا محمد الطاف کے شاگرد ہیں۔ حضرت مولانا محمد الطاف نے ایک حج اور دو عمرے کئے۔ مولانا حج گوڈر اور بے پناہ مجاہد عالم دین تھے۔ نصف صدی حافظ آباد کے درو دیوار آپ کی حق گوئی سے گونجتے رہے۔ عرصہ سے شوگر و جگر کے عارضہ کے آپ مریض تھے۔ لیکن آخری وقت تک قدرت نے کسی کا محتاج نہیں کیا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل کچھ دنوں کے لئے ہسپتال بھی رہے۔ مکمل صحت یاب ہو کر گھر آ گئے۔

ہفتہ کے روز تمام معمولات پورے کئے۔ اگلی شب کودل کا دورہ پڑا۔ اور دیکھتے دیکھتے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ عصر کے بعد جنازہ ہوا۔ آپ کے جائزین صاحبزادہ مولانا احمد سعید نے جنازہ پڑھایا۔ پورا شہر آپ کی وفات کے سوگ میں بند تھا۔ آپ کا جنازہ حافظ آباد کی تاریخ کے بڑے جنازوں میں سے ایک جنازہ تھا۔

نصف صدی جس جامعہ اشرفیہ کی آپ نے خون دل سے آبیاری کی اسی کے صحن میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا احمد سعید کو مدرسہ کا مہتمم اور جامع مسجد کا خطیب متفقہ طور پر منتخب کر لیا گیا۔ حق تعالیٰ حضرت مولانا محمد الطاف کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

## (۱۷۸۷) محمد الیاس برنی (حیدر آباد دکن)، جناب پروفیسر

(وفات: ۱۹۵۹ء)

پروفیسر محمد الیاس برنی علی گڑھ کے نامور فرزند تھے۔ حصول تعلیم کے بعد اس کالج میں معاشیات کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ پھر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں معاشیات کے استاذ مقرر ہوئے۔ اس دور میں معاشیات پر اردو میں کتابیں بھی لکھیں۔ جو جامعہ عثمانیہ کے نصاب معاشیات کا حصہ تھیں۔ شعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے۔ معارف ملت، جذبات فطرت، مناظر قدرت نامی ان تین کتابوں میں اردو نظموں کا شاندار انتخاب مرتب فرمایا جو بہت مقبول ہوا۔ ویسے دودر جن کے قریب آپ کی کتب و رسائل آپ کی یادگار ہیں۔ مذہبی ذوق تھا جو عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔ آخر میں تصوف کا غلبہ ہو گیا۔

فقیر راقم کو یہ سعادت حاصل ہے کہ ردقادیانیت پر آپ کی کتب کو تخریج کر کے شائع کیا۔ ان میں ایک کتاب تو ”قادیانی مذہب“ ہے۔ اس کی اشاعت کے وقت فقیر نے ”دیباچہ“ لکھا تھا وہ پیش خدمت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیباچہ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده

اما بعد! عزت مآب عالی جناب محترم پروفیسر محمد الیاس برنی، سابق صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کی شہرہ آفاق کتاب ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ کو حق تعالیٰ شانہ نے شرف قبولیت سے نوازا۔ ردقادیانیت پر یہ انسائیکلو پیڈیا کا درجہ

رکھتی ہے۔ ردقادیانیت کے محاذ پر کام کرنے والا ہر خوش بخت و خوش نصیب شخص اس سے استفادہ کرنے کا محتاج ہے۔ اس کتاب کو طبع ہوئے تقریباً پون صدی بیت گئی، لیکن اس کی اہمیت و افادیت پہلے سے زیادہ درخشاں ہے۔ ردقادیانیت پر آج تک جتنا لٹریچر شائع ہوا، سب سے زیادہ اسے قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ فاضل مصنف ہر نئے ایڈیشن میں اضافے کرتے گئے۔ تاآنکہ یہ جامع و قابل قدر دستاویز بن گئی۔

آج تک اس کے چھ ایڈیشن شائع ہوئے۔ سب لیتھو پر تھے۔ لیتھو کتابت ہر دفعہ نئی کرانی پڑتی ہے۔ اس لئے غلطیاں درغلطیاں شائع ہوتی گئیں۔ مصنف حیدرآباد دکن کے تھے۔ کتاب لاہور میں چھپتی رہی، تصحیح کرنے والے حضرات کو ردقادیانیت پر عبور حاصل نہ تھا۔ اس لئے بعض غلطیاں اتنی سنگین ہو گئیں۔ جو کتاب کی ثقاہت کے منافی اور اس کے حسین چہرہ پر داغ محسوس ہوتی تھیں۔ ورنہ رب کریم کا مصنف پر یہ عظیم کرم و احسان ہے کہ آج تک قادیانی اس کے کسی حوالہ کو چیلنج نہ کر سکے تھے۔ قادیانی کتب کے ایڈیشن بدلتے رہے۔ صفحات میں فرق آتا رہا۔ آج سے پون صدی قبل کے حوالہ جات آج کی قادیانی کتب کے ایڈیشنوں میں تلاش کرنے خاصے توجہ طلب مسئلہ تھے۔ کتابت نے ترقی کی۔ لیتھو سے وینڈ ایک سے آفسٹ اور پھر آج کمپیوٹر ان سب کی جگہ پر براجمان ہو گیا۔ سب سے پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے ضرورت محسوس کی کہ اس کا جماعت کی طرف سے ایڈیشن شائع ہونا چاہئے جو آج کی ان تمام ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ جدید حوالہ جات لگا دیئے جائیں تاکہ حوالہ تلاش کرنے میں آسانی ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنی زیر نگرانی مولانا عزیز الرحمن صاحب کراچی کو اس کام پر مقرر کیا۔ مگر اس میں مشکل یہ پیش آئی کہ کراچی میں مرزا قادیانی کی تو تمام کتابیں موجود تھیں۔ دیگر قادیانی کتب و قادیانی اخبارات و رسائل تمام کے تمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر دفتر ملتان کے کتب خانہ میں تھے۔ اس لئے آپ کا ایما و حکم پاکر فقیر نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔

۱۹۹۳ء میں ختم نبوت کانفرنس برطانیہ کے موقعہ پر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے جانشین اور جمعیت علماء ہند کے سربراہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی، حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری، استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند ناظم اعلیٰ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں وہ حضرات اس کتاب کو شائع کرنا چاہتے ہیں۔ جدید حوالہ جات کی تخریج و تحقیق کے لئے انہوں نے بھی حکم فرمایا۔ چنانچہ واپسی پر فقیر کو تبلیغی اسفار سے جتنا وقت ملتا رہا اس پر کام کرتا رہا۔ لیکن اسے جتنا جلدی ہونا چاہئے تھا مصروفیت کے باعث اس میں اتنی تاخیر ہوتی گئی۔ بالآخر مجبور ہو کر فقیر نے عالمی مجلس کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب جالندھری دامت برکاتہم سے استدعا کر کے اپنے لئے معاون طلب کئے۔ یوں تقریباً دو سال کے بعد آج اس کتاب کی تخریج و تحقیق کے کام سے سبکدوش ہوئے ہیں۔

بجہ تعالیٰ جوں جوں کتاب کو پڑھنے کا موقعہ ملا مصنف مرحوم کی دیانت و ثقاہت پر اتنا ہی ہمارے اعتماد میں اضافہ ہوتا گیا۔ قادیانی کتب و جرائد کا کوئی ایک بھی حوالہ ایسا نہیں، جو اصل ماخذ کے دستیاب ہونے پر اس میں نہ ملا ہو۔ اس کی تخریج و تحقیق میں مندرجہ ذیل اہتمام کیا گیا:

۱..... قدیم قادیانی کتب کے حوالہ جات کے ساتھ جدید ایڈیشن کے حوالہ جات دیئے اور بالخصوص اس بات کا التزام کیا گیا کہ مرزا قادیانی کتب کے مجموعہ ”روحانی خزائن“ مطبوعہ چناب نگر و لندن کے حوالہ جات بح قید صفحہ و جلد لگا دیئے گئے۔

- ۲..... قادیانی اخبارات و رسائل کے حوالہ جات پر پہلے صرف جلد، شمارہ اور تاریخ درج تھی۔ اب اس پر صفحات بھی لگادیئے ہیں تاکہ حوالہ کی تلاش کے لئے پورے شمارہ کو پڑھنے کی بجائے متعلقہ صفحہ دیکھ لیا جائے۔
- ۳..... جہاں کہیں کتابت کی غلطیاں تھیں، حتی المقدوران کی تصحیح کر دی گئی۔
- ۴..... سیرت المہدی کے حوالہ جات میں صفحہ نمبر کے ساتھ روایت نمبر درج کر دی گئی۔
- ۵..... جہاں کہیں غلطی کتابت کے باعث عبارت میں معمولی تغیر یا چھوٹ آگئی تھی، اسے درست کر دیا گیا ہے۔
- ۶..... فاضل مصنف کئی بار بعض ناگزیر وجوہات کی بنیاد پر نئے عنوان سے ایک حوالہ کو مکرر لاتے تھے۔ چند ایک مقامات (پانچ یا چھ) پر عدم ضرورت کے باعث ان کو حذف کر دیا گیا۔ (باقی تمام کو علیٰ حالہ باقی رکھا گیا تاکہ مصنف کی محنت ضائع نہ ہو)
- ۷..... فاضل مصنف نے عنوان کے ساتھ نمبرنگ کر دی ہے اور فہرست میں صرف نمبرنگ کا حوالہ دیا ہے۔ ہم نے فہرست میں عنوانات کی نمبرنگ کو بھی علیٰ حالہ باقی رکھا۔ لیکن اس کے آگے کتاب کے صفحات نمبر بھی لگادیئے۔
- ۸..... فاضل مصنف نے ضمیمہ جات کے عنوانات کی فہرست جو ضمیمہ سے پہلے لگائی تھی، ہم نے ان تمام ضمیمہ جات کے عنوانات کی فہرست کو بھی اصل فہرست کے ساتھ شامل کر دیا ہے تاکہ فہرست پڑھنے والے شخص کے سامنے پوری کتاب بمعہ ضمیمہ جات کے عنوانات آجائیں۔
- ۹..... مرزا قادیانی کے اشتہار کا مجموعہ پہلے تبلیغ رسالت کے نام سے دس حصوں میں شائع ہوا تھا۔ فاضل مصنف نے ان کے صفحات کے نمبر دیئے ہیں۔ اب چناب نگر (ربوہ) سے تبلیغ رسالت کے دس حصے ”مجموعہ اشتہارات“ کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ ہم نے تبلیغ رسالت کے حوالہ جات کے ساتھ ساتھ مجموعہ اشتہارات کے صفحات بھی دے دیئے ہیں۔ اسی طرح مرزا قادیانی کے اقوال، جسے قادیانی ملفوظات یا کلمات طیبات کہتے ہیں، مصنف نے وہ مختلف رسائل و جرائد کے حوالہ جات سے نقل کئے تھے۔ اب خود قادیانیوں نے ملفوظات کا دس حصوں پر مشتمل مجموعہ شائع کر دیا ہے۔ ہم نے مصنف کے اصل ماخذ کے ساتھ ملفوظات کے بھی حوالہ جات لگادیئے ہیں۔

یہ اور اس جیسی دیگر محنت و کاوش کے بعد اللہ رب العزت کے حضور شکر گزار اور فاضل مصنف کے حضور سرخرو ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس عظیم و ضخیم کتاب کی تخریج و تحقیق کی ذمہ داری سے سرفراز فرمایا۔ ہمارے خیال میں اب ہر لحاظ سے یہ جدید ایڈیشن کامل و مکمل ہے۔ آج ہی اس بار عظیم سے عہدہ برآ ہوئے اور آج ہی اسے اپنے مکرم بھائی محمد متین خالد صاحب کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کے لئے بھجوا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ اب کمپیوٹر کمپوزنگ، تصحیح، طباعت و جلد بندی کے تمام مراحل جلد سے جلد مکمل ہوں تاکہ اسے حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیج سکیں۔ افوض امری الی اللہ!

یا اللہ! ہم سب کو اپنی رضا کی توفیق نصیب فرما۔ آمین بحرمة النبی الامی الکریم! فقیر اللہ وسایا

مؤرخہ ۲۵ مارچ ۱۹۹۵ء

یاد رہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے طبع شدہ نسخہ کا ہی پرنٹ اب انڈیا میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ جو ہمارے لئے ایک اعزاز ہے۔ اس طرح مصنف کی رد قادیانیت پر اور کتب ”مقدمہ قادیانی مذہب“ اور ”قادیانی قول و فعل“ بھی عالمی مجلس نے ملتان سے شائع کئے۔ ان کا جو بیچ لکھا گیا وہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیباچہ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده  
اها بعد! پروفیسر محمد الیاس برنی نے رد قادیانیت پر ذیل کی کتب و رسائل تحریر فرمائے۔

.....۱	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	.....۲	مقدمہ قادیانی مذہب	.....۳	قادیانی قول فعل (۲-۱)
.....۲	قادیانی حساب	.....۵	قادیانی جماعت	.....۶	قادیانی غلط بیانی
.....۷	قادیانیت کا آغاز و انجام	.....۷	قادیانی چکر۔ جن بشور	.....۹	قادیانی موومنٹ

الحمد لله! ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ اس کتاب کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان نے جدید حوالہ جات کے ساتھ شائع کیا۔ جس کے دواڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ (۲) مقدمہ قادیانی مذہب۔ (۳) قادیانی قول فعل (حصہ اول و دوم) پیش خدمت ہیں۔ ان دونوں کتب کے حوالہ جات لگاتے وقت انہی خطوط کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ جن کا ذکر قادیانی مذہب جدید ایڈیشن کے دیباچہ میں کیا تھا۔ مصنف کی چوتھی کتاب ”قادیانی حساب“ ہے۔ یہ قادیانی مذہب کے ضمیمہ دوم میں شامل ہے۔ جو جدید ایڈیشن کے ص ۱۰۴۸ سے ۱۰۹۸ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ پانچویں کتاب ”قادیانی جماعت“ ہے۔ جو قادیانی قول فعل حصہ اول کی جو دوسریں فصل پر مشتمل ہے۔

(۶) قادیانی غلط بیانی۔ (۷) قادیانیت کا آغاز و انجام۔ (۹) قادیانی چکر، جن بشور۔ یہ قادیانی قول فعل حصہ دوم میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مضامین و رسائل جو گاہے بگاہے مصنف نے شائع کرائے وہ خود انہوں نے اپنی زندگی میں قادیانی قول فعل کے حصہ دوم میں جمع کر دیئے تھے۔

رد قادیانیت پر مصنف مرحوم کی ”کلیات“ قادیانی مذہب۔ مقدمہ قادیانی مذہب۔ قادیانی قول فعل (ہر دو حصے) پر مشتمل ہیں۔ جن پر تحقیق و تخریج کے کام کی مجلس تحفظ ختم نبوت کو قدرت حق نے توفیق مرحمت فرمائی۔ الحمد لله!

(۹) ”قادیانی موومنٹ“ انگلش میں قادیانی مذہب کی ایک فصل کا ترجمہ ہے۔ تتمہ قادیانی مذہب اور ایک دوسرے پمفلٹ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ لیکن وہ غالباً سرے سے شائع نہیں ہوئے۔ (شائع شدہ جملہ مواد ان تینوں کتابوں میں مکمل آ گیا ہے)  
اللہ رب العزت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۱۷۸۸) محمد الیاس بٹالوی، جناب حاجی

(پیدائش: ۱۹۴۲ء ..... وفات: ۱۰ جنوری ۲۰۰۳ء)

تقسیم کے بعد بٹالہ سے لاہور آ گئے۔ ان کے والد گرامی جناب احمد علی، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مرید تھے اور مجلس احرار کے کارکن۔ جناب الیاس بٹالوی، جناب نوابزادہ نصر اللہ خان کے تربیت یافتہ عاشق رسول تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے بے لوث مجاہد سپاہی تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ملتان روڈ لاہور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

## (۱۷۸۹) محمد الیاس (جامع مسجد پٹولیاں لاہور)، مولانا

لاہور شہر جامع مسجد پٹولیاں کے خطیب تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے مبلغ تھے۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف مناظرے بھی کئے۔ فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۶۸ پر ایک فتویٰ درج ہے۔ ”بعد الحمد والصلوة! علمائے اسلام نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے منکر کو کافر و مرتد اور واجب القتل قرار دیا ہے۔ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی حیات آیات (قرآنیہ)، احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اس کے منکر کا حکم مرتد کا حکم ہے۔“

محمد الیاس، جامع مسجد پٹولیاں لاہور  
(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۶۸)

## (۱۷۹۰) محمد الیاس چناری (کشمیر)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۲۷ء ..... وفات: ۲۶ فروری ۲۰۲۰ء)

مولانا کا نام محمد الیاس اور والد محترم کا نام قاضی غلام رسول تھا۔ آپ ضلع پٹیاں بالا کے مضافاتی گاؤں بسدیاں دامن محلہ فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ مولانا الیاس اپنی شخصیت میں بے مثال تھے۔ شخصیت پرستی اور خود نمائی کے قائل نہیں تھے۔ بھرا ہوا چہرہ، گھنی داڑھی، سرپردھاری داررومال، منکسر المزاج، حلیم الطبع، خطابت میں دریا کی سی روانی، سراپا علم و تقویٰ، دانش و آگہی اور علم و عمل کا بہترین مجسمہ تھے۔ بہت ہی مہمان نواز اور شفیق تھے۔

## ابتدائی تعلیم اور اساتذہ کرام

مولانا محمد الیاس نے ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے تایا جان مولانا قاضی نور عالم سے پڑھیں۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ مہریہ نور شاہ ضلع ساہیوال میں تشریف لے گئے۔ جہاں انہوں نے مولانا خلیل الرحمن ہزاروی سے صرف و نحو، اصول فقہ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر پاکستان کے معتبر علماء مختلف مدارس میں جا کر علمی فیض حاصل کیا۔ ان کے اساتذہ میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان بھی ہیں۔ ان سے صرف ایک سبق پڑھا۔ لیکن ساری زندگی جب ان کا ذکر کرتے تو استاد کہہ کر پکارتے تھے۔ نام نہیں لیتے تھے۔

مولانا عبدالرحمن کیمبل پور سے تعلیم القرآن راولپنڈی، مولانا قاضی محمد اسلم مدرسہ انوریہ ڈھینڈ و ہری پور ہزارہ میں، مولانا قاضی محمد نواز سے جامع مسجد کاکول ایبٹ آباد، مولانا عبدالرحیم سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال، مولانا محمد شریف کشمیری سے خیر المدارس ملتان، مولانا مفتی حسن، مولانا عبدالخالق قاسم العلوم ملتان، مولانا عبدالعزیز خیر المدارس ملتان، مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا محمد شریف اللہ اشرفیہ لاہور اور مولانا ولی اللہ میانوالی ضلع گجرات المعروف آئی والے سے مدرسہ حسینہ میں علم کلام کے علاوہ علم معانی، علم بدیع، علم فلسفہ و ہدایۃ الحکمتہ تائمش بازغہ، اصول حدیث اور صحاح ستہ سبقتاً سبقاً پڑھیں۔ بیعت و طریقت کا شرف بھی مولانا ولی اللہ گجرات سے حاصل کیا۔ اور ۱۹۵۸ء میں سند فراغت حاصل کی۔ اسی سال مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال اور دوسرے سال جامعہ انوریہ ڈھینڈ و ہری پور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ لیکن علمی پیاس پھر بھی باقی

تھی۔ پھر کئی سال بعد ۱۹۹۲ء میں حضرت درخواستی کے پاس حدیث پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت بیمار تھے۔ انہوں نے آپ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز کے پاس بھیج دیا۔ مولانا الیاس گوجرانوالہ شیرانوالہ باغ میں علامہ زاہد الراشدی کو ملے۔ وہ نماز فجر کے بعد مولانا کو لکھڑے لے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث ان کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر مدرسہ نصرة العلوم میں لے آئے اور آتے ہی داخلہ دے دیا۔ پورا ایک سال مدرسہ نصرة العلوم گوجرانوالہ میں رہ کر حضرت شیخ الحدیث سے تفسیر القرآن مکمل، بخاری ج اول اور ترمذی شریف ج اول سبقاً پڑھیں۔ حضرت صوفی عبدالحمید سواتی سے مسلم شریف پڑھی۔ فراغت کے بعد دونوں حضرات نے ان کو اپنے مدرسہ میں دورہ حدیث شروع کرانے کی تلقین کی اور اجازت دی۔ لیکن وہاں تک کتب پڑھانے کا سلسلہ نہ پہنچ سکا۔ ختم نبوت کے مسئلہ میں قانون سازی کے حوالے سے بھی انہوں نے اپنا کردار ادا کیا۔ وزیراعظم آزاد کشمیر راجہ فاروق حیدر چناری میں ان سے ملاقات کرنے کے لئے آئے تو مولانا محمد الیاس نے راجہ کو آزاد کشمیر میں آئین سازی کے متعلق کہا، جس کا وزیراعظم نے وعدہ کیا اور پھر آزاد کشمیر اسمبلی میں دو قراردادیں منظور کر کے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ (مولانا مفتی محمد خالد میر)

(۱۷۹۱) محمد الیاس (رحیم یار خان)، جناب حافظ

(وفات: ۸ فروری ۲۰۰۵ء)

رحیم یار خان محلہ قمرآباد کے شمال میں لوہار مارکیٹ ہے۔ اس مارکیٹ میں ایک بزرگ محمد مبین خان ہوتے تھے۔ جب مجلس کا ملکیتی دفتر نہ تھا تو ایک زمانہ میں محمد مبین خان کی دکان ہی ختم نبوت کا دفتر رہی۔ انہی محمد مبین خان کے ایک بیٹے حافظ محمد الیاس تھے جو مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے ناظم اعلیٰ رہے اور ضلع بھر میں ختم نبوت کا خوب پرچار کیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۱۷۹۲) محمد الیاس کاندھلوی، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۳۰۳ھ مطابق ۸۶-۱۸۸۵ء ..... وفات: ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی نے دہلی میں علمائے کرام کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”قرآن و سنت، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم، اقوال بزرگان دین اور تصریحات سلف صالحین سے مسئلہ ختم نبوت ثابت ہے۔ یہ ایک ایسا اجماعی عقیدہ ہے کہ اس کا منکر، دین اسلام کے بنیادی عقیدہ کا منکر ہونے کے باعث، تمام امت کے نزدیک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مرزا قادیانی حردم القسمت شخص تھا۔ اس کے پیروکاروں کو حق تعالیٰ شانہ ہدایت سے نوازیں کہ یہ کفر و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو ایمان و یقین کی دولت و نعمت سے آگاہ کرنا تمام مسلمانوں اور بالخصوص علماء ربانیین کا فرض ہے۔“

(۱۷۹۳) محمد امان اللہ، حضرت مولانا حافظ

(پیدائش: یکم جنوری ۱۹۲۲ء ..... وفات: ۲۷ جنوری ۱۹۹۲ء)

آپ جید عالم دین اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ جھلار مدینہ متصل باگڑ سرگنہ ضلع ملتان کے رہائشی تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانی سے مجاز بیعت تھے۔ حق تعالیٰ نے خوبیوں سے بھرپور نوازا تھا۔ اپنے اکابر کی نسبتوں کے امین

تھے۔ قادیانی فتنہ کے خلاف عمر بھر کوشاں رہے۔

## (۱۷۹۴) محمد امجد فاروق (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا قاری

(وصال: ۳ جولائی ۲۰۱۹ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سمندری کے ذمہ دار دارالعلوم اسلامیہ کے مدیر مولانا قاری محمد امجد فاروق عالمی مجلس کے خصوصی محبت معاون و مددگار، دکھ سکھ کے ساتھی، انتہائی نیک سیرت و صورت، مشفق و مہربان، راز و نیاز کے قابل اعتماد اور وفادار دوست تھے۔ آپ فرد واحد ہی اپنی ذات میں انجمن تھے۔ ۴۳ سال کی عمر میں ان تھک محنت و کوشش سے دارالعلوم اسلامیہ کو دینی و دنیاوی تعلیم میں دس فیصد سے سو فیصد پر لائے۔

ختم نبوت کے اجلاس، ملاقاتیں، بنات و بنین میں ختم نبوت کورسز، کانفرنس سمیت تمام پروگرام اپنے ادارہ میں بھی رکھتے اور دوسری جگہ کے ختم نبوت پروگراموں کو بھی اپنے گھر کا پروگرام سمجھ کر اس کے انتظامات خوش دلی سے سرانجام دیتے۔ آپ مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید کے داماد بھی تھے۔ ہائی سکول نمبر، سمندری میں عالمی مجلس سمندری کے امیر سید السادات قاری احمد رضا شاہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں علماء کرام، طلباء عظام، حفاظ و قراء کی کثیر تعداد کے علاوہ مذہبی، سیاسی و سماجی رہنماؤں و عوام الناس نے شرکت کی۔ سمندری کی تاریخ کا بڑا جنازہ تھا۔ دارالعلوم اسلامیہ کے صحن میں ہی مدفون ہوئے۔ (مولانا محمد ضییب)

## (۱۷۹۵) محمد امیر قادری (شہید ختم نبوت)، میاں

(ولادت: ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۴ء ..... وفات: ۴ ستمبر ۲۰۰۳ء)

میاں محمد امیر قادری چک نمبر ۳۰ سکندر ضلع گجرات میں چوہدری لال خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین اور عزیز واقارب تمام قادیانی تھے۔ ۱۹۷۲ء تک خود بھی قادیانی رہے۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں قیدی بن کر بھارتی قید میں چلے گئے۔ وہاں جیل میں ہی صوفی غلام سرور سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ اسی دوران قادیانیت پر لعنت بھیج کر مشرف باسلام ہوئے۔ وطن واپسی پر آپ کی بیوی، والدین نے دوبارہ قادیانی بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ مگر آپ اسلام پر ثابت قدم رہے اور بیوی کو طلاق دے کر مسلمان عورت سے نکاح کیا۔ اللہ نے آپ کو دو بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔ ترک قادیانیت کے بعد قادیانیوں کی طرف سے بے بہا مصائب کا سامنا رہا۔ جس کی تفصیلات مذکورہ مجاہدین ختم نبوت از صادق علی زاہد میں موجود ہے۔ بالآخر ۴ ستمبر ۲۰۰۳ء کو بوقت چھ بجے آپ کو اپنے نوجوان بیٹے سمیت قادیانیوں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ آپ نے زندگی بھر دامے درمے قدمے سخن قادیانیت کا تعاقب کر کے مسلمانوں میں اسلام کی حفاظت کا ایک نیا ولولہ پیدا کیا۔

## (۱۷۹۶) محمد امیر (منڈی بہاؤ الدین)، حضرت صوفی

(ولادت: ۱۹۶۱ء ..... وصال: ۱۸ جولائی ۲۰۱۹ء)

حضرت صوفی محمد امیر حاجی غلام محمد کے ہاں باہو وال تحصیل ملکوال ضلع منڈی بہاؤ الدین میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم

اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد تجارت کرتے رہے اور اسی دوران حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ خان محمد، پھر مولانا عبدالغفور ٹیکسلا اور آخر میں مولانا عبید اللہ فیصل آباد سے اپنا تعلق قائم رکھا۔ ۱۹۹۷ء میں اپنے علاقہ میں جامعہ خدیجہ الکبریٰ للبنات کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ ۱۹۹۹ء میں مدرسہ علی المرتضیٰ بنین کے مدرسہ کی بنیاد رکھی اور ۲۰۱۵ء میں ملکوال شہر میں بنات کا ایک اور مدرسہ خدیجہ الکبریٰ قائم کیا۔ اس وقت تک تینوں مدارس سے سینکڑوں بچے اور بچیاں دین کی تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں ۲۵ سال تک نمازیں، خطبات جمعہ المبارک اور صبح و شام کی تعلیم ایسی خدمات فی سبیل اللہ سرانجام دیتے رہے۔ دینی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دل و جان سے شیدائی تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو اپنا وظیفہ حیات بنایا ہوا تھا۔

### (۱۷۹۷) محمد امین احسن اصلاحی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۴ء، اعظم گڑھ ..... وصال: ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء)

جماعت اسلامی کے معروف رہنما اور مولانا مودودی صاحب کے دست راست اور پھر باغی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مولانا مودودی، میاں طفیل کے ہمراہ گرفتار ہو کر لاہور، ملتان، راولپنڈی میں قید رہے۔ تحریک فہم قرآن کے بانیوں میں تھے۔ ڈیفنس قبرستان لاہور میں محو استراحت ہیں۔

### (۱۷۹۸) محمد امین الحسنات (پیر آف مانگی شریف)، جناب

(پیدائش: ۱۹۲۳ء ..... وفات: ۵ جنوری ۱۹۶۰ء)

مانگی ضلع نوشہرہ خیبر پختونخواہ تحریک پاکستان کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اجماعی موقف کے بھرپور ترجمان رہے۔

### (۱۷۹۹) محمد امین الحسینی (مفتی اعظم فلسطین)، مولانا سید

(ولادت: یکم جنوری ۱۸۹۵ء ..... وفات: ۳ جولائی ۱۹۷۷ء)

مولانا سید مفتی محمد امین الحسینی ۱۹۲۱ء میں فلسطین کے مفتی اعظم مقرر ہوئے۔ زندگی بھر فلسطین کی سرزمین پر اسرائیل قائم کرنے کی مخالفت کرتے رہے۔ پاکستان کے بھی یہی خواہ تھے۔ ۱۹۵۱ء میں مؤتمر عالم اسلامی کانفرنس کراچی بھی آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ فروری ۱۹۷۷ء میں پاکستان میں منعقد ہونے والی دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں بھی شرکت کی۔ عقیدہ ختم نبوت کے حوالہ سے آپ کا ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ ہو: ”کتاب اللہ اس پر صرت ہے کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس عقیدہ پر ساری امت کا اجماع ہے۔ اس کے خلاف اعتقاد رکھنا کفر اور اسلام سے خروج ہے۔ پس جو شخص نبوت کے جاری رہنے کا عقیدہ رکھے، وہ مرتد ہے اور اس ارتداد کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔“



## (۱۸۰۰) محمد امین (بنگلور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباحلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد امین بنگلوری کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۰ نمبر ۲۵ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۸۰۱) محمد امین بہاول پوری، جناب الحاج

(وفات: دسمبر ۱۹۹۲ء)

غلہ منڈی بہاول پور میں آڑھت کے نامور تاجر الحاج محمد امین تھے۔ آپ خیر اللہ پور کو در ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے بعد غلہ منڈی بہاول پور کی مسجد اشرف کے صدر، خزانچی اور غلہ منڈی کے بھی صدر تھے۔ بہت ہی متحرک فعال، مجاہد، جی دار شخصیت تھے۔ تقسیم کے بعد بہاول پور کے قریب چک نمبر ۱۲ بی میں آ کر رہائش رکھی۔ آپ کے صاحبزادے پروفیسر محمد علیم صاحب بہاول پور اسلامیہ یونیورسٹی میں لیکچرار ہیں۔ زندگی بھر حضرت حاجی محمد امین صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بنیادی رہنماؤں میں شامل رہے۔ حق تعالیٰ کو ڈر و رحمتیں فرمائیں۔ خوب انسان تھے۔

## (۱۸۰۲) محمد امین (جزانوالہ)، مولانا مفتی

(وفات: ۲۲/دسمبر ۱۹۷۳ء)

دارالعلوم دینیہ جزانوالہ کے بانی، عالم دین، خطیب و مدرس، جامع مسجد جزانوالہ کے خطیب رہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت جزانوالہ کے امیر بھی رہے۔ ہر سال مولانا محمد علی جالندھری کو بلوا کر ختم نبوت پر بیان کرانے کا معمول تھا۔ کیا خوب انسان تھے۔

## (۱۸۰۳) محمد امین (چکوال)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۳ء ..... وفات: ۱۶/دسمبر ۲۰۰۰ء)

چکوال کے گاؤں ”بھر پور“ میں پیدا ہوئے۔ خیر المدارس ملتان سے دورہ حدیث کیا۔ زندگی بھر درس و تدریس و وعظ و تبلیغ سے بھر پور مشغول اختیار رکھا۔ جہاں رہے قادیانیوں کو ڈانگ کی نوک پر رکھا۔

## (۱۸۰۴) محمد امین چکوٹری، حضرت

مرزا قادیانی نے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباحلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت محمد امین کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱ نمبر ۵ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۸۰۵) محمد امین (خانوال)، جناب چوہدری

(وفات: ۲۰ نومبر ۲۰۰۹ء)

بستی سراجیہ خانوال کے رہائشی جناب چوہدری محمد امین صاحب مرحوم سلیم پور لدھیانہ مشرقی پنجاب کی آرائیں فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ حضرت قبلہ مولانا محمد عبداللہ صاحب (المعروف حضرت ثانی) سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کے برادر زادہ تھے۔ پوری فیملی تقسیم کے بعد خانوال کے قریب آکر آباد ہوئی۔ اس بستی کا نام بستی سراجیہ رکھا۔ چوہدری محمد امین نے ابتدائی دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کی۔ پھر میندارہ پر توجہ دی۔ آج کل انہوں نے بھینسوں کا فارم بنایا تھا۔ اس میں خوب محنت کی۔ بہت ہی بخت و رآ دی تھے۔ اپنی تمام زرینہ اولاد میں سے جس کا ذوق جس طرف دیکھا اسی طرف تعلیم پر لگا دیا۔ دینی و دنیاوی تعلیم سے اولاد کو بہرہ ور کیا۔ خانقاہ سراجیہ سے تعلق کو خوب نبھایا۔ ہر سال چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر قافلہ لے کر تشریف لاتے۔ کانفرنس کے کاموں میں منتظمین حضرات کا ہاتھ بٹاتے۔ امسال طبیعت ناساز تھی۔ حضرت ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے روکا بھی کہ آپ کی صحت متحمل نہیں، کانفرنس میں شرکت نہ کریں۔ لیکن عزم کے اتنے پکے کہ فرمایا چاروں بیٹے چاروں طرف سے اٹھا کر گاڑی میں سوار کرادیں اور چناب نگر پہنچ کر اتار لیں۔ یہ حالت بھی ہو تو تب بھی کانفرنس پر ضرور جانا ہے۔ گئے اور شرکت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کو جگر کا عارضہ ہو گیا تھا۔ علاج، سفر، بد پرہیزی سب کچھ جاری رہا۔ اسی بیماری میں حج بھی کر آئے۔ غرض انہوں نے بیماری کو اپنے پر مسلط نہیں ہونے دیا۔ اپنے معمولات کو جاری رکھا۔ وقت موعود آ گیا اور اللہ کے حضور چل دیئے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے نماز جنازہ پڑھایا۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

## (۱۸۰۶) محمد امین شاہ (مخدوم پور)، مولانا سید

(وفات: ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۷ء)

حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب ۱۹۰۱ء میں لساں نواب، مانسہرہ، سرحد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ حضور ضلع انک میں مولانا محمد حسین، مولانا ضیاء الحق سے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ صرف ونحو کے امام وقت مولانا غلام رسول انہی ضلع گجرات کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ کامرہ میں بھی پڑھتے رہے۔

دورہ حدیث پاکستان بننے سے قبل ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی پہلی بیعت حضرت مدنی سے تھی۔ اپنے مرشد و استاذ کے رنگ میں رنگین تھے۔ عمر بھر کھدر استعمال کیا۔ حتیٰ کہ ٹوپی بھی کھدر کی ہوتی تھی۔ جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے جنگ آزادی کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ اپنے آبائی علاقہ مانسہرہ میں تعلیمی خدمات پر مامور رہے۔ پھر مخدوم پور آ گئے۔ مخدوم پور کے لوگوں کی خواہش پر حضرت مدنی نے آپ کو مستقل بنیادوں پر اس علاقہ میں کام کرنے کا حکم فرمایا تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ جنازہ بھی یہیں سے اٹھا اور تدفین بھی یہیں ہوئی۔ اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی اپنے استاذ و مرشد کے حکم کی تعمیل کی مثال پیش کی جاسکے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مدنی کے حکم

پر حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر خورشید احمد عبدالکیم والوں سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور ان سے مجاز بیعت بھی ہوئے۔

پاکستان بننے کے بعد حضرت امیر شریعت اور آپ کے گرامی قدر رفقائے نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو سراپا مجلس تحفظ ختم نبوت ہو گئے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے استاذ المناظرین مولانا محمد حیات فاتح قادیان سے پہلی مناظرہ کلاسوں سے جو حضرات فارغ ہوئے ان میں مولانا غلام محمد علی پوری بھی تھے۔ مولانا محمد امین شاہ صاحب خانیوال کے لئے مولانا غلام محمد صاحب کو حضرت امیر شریعت سے مانگ کر لے گئے۔ خود فرماتے تھے کہ مولانا غلام محمد طبعاً بہت شرمیلے اور کم گو تھے۔ حضرت امیر شریعت نے ازراہ شفقت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب سے فرمایا کہ مولانا غلام محمد گونگے ہیں۔ ان کو لے جاؤ۔ شاید آپ کے کام آسکیں۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب یہ بات سنا تے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے کہ حضرت امیر شریعت کی دعاء سے مولانا غلام محمد صاحب خانیوال تحصیل کے ہر قابل ذکر گاؤں اور چوک میں گئے۔ جہاں جاتے کامیاب لونتے۔ ایسے چھائے کہ بس چھا ہی گئے۔ یہ دور تو فقیر راقم نے نہیں دیکھا۔ البتہ حضرت امیر شریعت اور حضرت خطیب پاکستان کے بعد مولانا محمد علی جالندھری کے عہد امارت میں ہر ہفتہ مولانا سید محمد امین مخدوم پوری کا دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان تشریف لانا معمول تھا۔ مولانا محمد علی جالندھری نے جس دن اپنے شیڈول کے مطابق ملتان تشریف لانا ہوتا۔ اسی روز سید محمد امین شاہ صاحب ملتان موجود ہوتے۔ مولانا محمد علی جالندھری سے عشق و تعلق کا یہ عالم تھا تو حضرت امیر شریعت سے تعلقات کا کیا عالم ہوگا؟ سید محمد امین شاہ صاحب مرحوم بہت ہی ریقی القلب تھے۔ گریہ کی حالت میں بات کرتے تو مخاطب کا کلیجہ پکھل جاتا۔ جو بات کرتے ایسے دل کی گہرائی سے کرتے کہ بس ماحول کو خدا رسیدہ بنا دیتے۔ ۱۹۷۰ء کے قریب میں بیگنی خان کے مارشلز کا دور تھا۔ اس زمانہ میں قاسم العلوم کچھری روڈ پر تھا۔ گل گشت کی جگہ الاٹ ہو چکی تھی۔ صرف مسجد تھی مدرسہ کی تعمیر نہ ہوئی تھی۔ گلگشت قاسم العلوم ملتان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ ہزاروں کا اجتماع، حضرت جالندھری، دوسرے بیسیوں خطباء مدعو تھے۔ ان میں مولانا محمد ضیاء القاسمی بھی تھے۔ کانفرنس کو شروع ہوئے بعد از عشاء تھوڑا سا وقت گزرا تھا کہ پولیس نے کانفرنس کے انعقاد کا اجازت نامہ کینسل ہونے کا حکم نامہ تھا دیا۔ اجتماع میں سخت اشتعال پیدا ہوا۔ حضرت جالندھری نے اجتماع کو سنبھالا اور کانفرنس کی کارروائی کو بند کر دیا۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب کے اس دن حسینی جلال کو فقیر نے دیکھا کہ واقعی پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ سراپا انتقام بن گئے۔ حکومت کو وہ بے نقط سنائیں کہ الامان۔ لیکن حضرت جالندھری سامنے آئے تو ایسے خاموش ہوئے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ اطاعت امیر کا جذبہ آئے کاش آج ہم جیسوں کو بھی نصیب ہو جائے۔

مولانا سید محمد امین شاہ صاحب کے مدرسہ کے جلسہ پر ہر سال مجلس تحفظ ختم نبوت کے خورد و کلاں کی پوری جماعت تین دن کے لئے شریک ہوتی۔ انہیں جلسوں میں سے چند جلسوں کی رونید آج بھی ذہنوں میں تازہ اور آنکھوں میں تیرتی ہے۔ جلسہ کی صدارت مولانا سید پیر خورشید احمد فرماتے تھے۔ ایک جلسہ پر سید خورشید احمد شاہ صاحب صدر اجلاس تھے۔ مولانا محمد اشرف ہمدانی کی دھواں دھار تقریر ہوئی۔ ان کے بعد مولانا محمد شریف بہاول پوری کا بیان ہوا۔ آخری خطاب حضرت جالندھری کا تھا۔ وہ مناظر آج یاد آتے ہیں تو دل و دماغ منور ہو جاتے ہیں۔ مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری نے جمعیۃ علماء اسلام میں بھی نمایاں خدمت سرانجام دیں۔

مولانا سید محمد امین شاہ صاحب جناب مودودی کے مسئلہ پر خالصہ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے ذوق کے مظہر تھے۔ جب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے خدام اہل سنت والجماعت کی بنیاد رکھی تو قدر مشترک بلکہ رأس المال ان دونوں حضرات کے

درمیان حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی نسبت تھی۔ اسی نسبت اور اپنے حب اہل بیت علیہم السلام، وحب صحابہ کرام کے جذبہ سے خدام اہل سنت کے لئے اپنے آپ کو لگا دیا۔ قدم قدم پر ان کے ساتھ رہے۔ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ آخری دنوں میں کمزور ضرور ہو گئے۔ لیکن بڑھاپے اور بیماری کو اپنے اوپر مسلط نہیں ہونے دیا۔ اسی رمضان المبارک میں بھی ہر روز مسجد میں متعقلین کے پاس تشریف لاتے، بیان فرماتے، مکتوبات شیخ الاسلام اور دیگر کتب کی خواندگی کے عمل میں شریک ہوتے۔ اسی رمضان المبارک میں ایک دن فرمانے لگے کہ پہلے دل میں آرزو ہوئی کہ اگر اس سال جانا ہے تو اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں اٹھائیں۔ لیکن پھر خیال ہوا کہ دوستوں کی سحری، و افطاری اور عید پر اثر پڑے گا۔ بس یہ خیال آتے ہی دعا کی کہ یا اللہ مجھے رمضان المبارک میں موت کی سعادت کی بجائے دوستوں کے لئے سہولت کا سامان کر دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرمایا۔ آپ نے مخدوم پور میں کام کا آغاز کیا۔ دوستوں کے خط لکھنے پر حضرت مدنی نے اپنے گرامی نامہ میں مستقل طور پر کام کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جس دن حضرت مدنی کا والا نامہ ملا۔ اسی دن سے مسجد مدرسہ والوں سے تنخواہ لینا بند کر دی اور پھر زندگی کے آخری سانس تک ایک پیسہ تنخواہ نہیں لی۔ آپ کے اس ایثار و اخلاص کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے خزانہ غیب کے منہ کھول دیئے۔ آپ نے مسجد کے ساتھ مدرسہ زکریا کی بنیاد رکھی۔ جو بنین و بنات کے لئے اس وقت علاقہ میں مثالی خدمات پیش کر رہا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا دیا جو آپ کا جانشین ہے۔ مولانا سید محمد معاویہ، چھ بیٹیاں عنایت فرمائیں۔ اس وقت آپ کے پوتے پوتیاں، نواسے نواسیوں اور ان کی آگے اولاد اور اولاد کی تعداد، اکانوے تک جا پہنچی ہے۔ آپ کو ایک سے اللہ تعالیٰ نے اکانوے کر دیا۔ اس صلیبی اولاد میں سے پینتیس بچے و بچیاں قرآن مجید کے حافظ و حافظات ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کی رحمت نے آپ کے لئے علم و عمل، فضل و احسان، اولاد، رزق، شاگردوں، مریدوں کے ایسے انعامات کئے۔ جنہیں انعامات الہی کی بارش بلکہ موسلا دھار بارش کہا جاسکتا ہے۔ اس سے صرف آپ کا گھر، مسجد و مدرسہ، مخدوم پور نہیں بلکہ پورا علاقہ جل تھل کا سماں پیش کر رہا ہے۔

آپ کے کئی نامور شاگرد اور کئی خلفاء ہیں۔ جو سب آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ آپ کا وجود بھی خلق خدا کے لئے انعامات الہی میں سے تھا۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ ان کی رحلت نے ایسا خلاء پیدا کر دیا ہے جو مدتوں پر نہ ہوگا۔ رہ رہ کر ان کی یاد ستائے گی۔ ان کی یاد آئے گی اور بار بار آئے گی۔ لیکن وہ خود کبھی نہ آئیں گے۔ حق تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور ان کی اولاد کے حامی و ناصر ہوں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ان کی وفات پر بجائے خود مستحق تعزیت ہے۔ ان کی جدائی کا غم زندگی بھر بھلانے سے بھی نہ بھلا پائیں گے۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل، نعم المولیٰ و نعم النصیر!

(۱۸۰۷) محمد امین صفدر اوکاڑوی، حضرت مولانا

(ولادت: ۳/۱۲/۱۹۳۴ء ..... وفات: ۳۱/۱۰/۲۰۰۰ء)

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد اوکاڑہ کے قریب چک میں رہائش اختیار کی۔ حدیث کی تعلیم علاقہ چھچھ کے معروف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب سے حاصل کی۔ اوکاڑہ کے سکول میں

ملازمت اختیار کی۔ باقی وقت علاقہ میں باطل کی تردید میں فی سبیل اللہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ قدرت حق نے آپ کو قوت بیان کی نعمت سے وافر حصہ دیا تھا۔ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ مزاج میں انکساری تھی۔ طبیعت میں اعتدال تھا۔ غصہ نام کی کوئی چیز قریب تک سے نہ گزری تھی۔ محبت و اخلاص کا پیکر تھے۔ آپ کی ہر دلعزیز شخصیت کے باعث جو آپ سے ملتا پہلی ہی ملاقات میں آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ عرصہ تک سکول میں اور گردنواح کے چکوک و دیہات میں جمعہ اور دیگر مواقع پر بیانات کا سلسلہ جاری رکھا۔ قادیانیوں سے معرکے ہوئے۔ معاملہ پچپانت سے تھا نہ اور تھا نہ سے عدالت تک پہنچا۔ مگر اس بندہ خدا نے کس جگہ قادیانیوں کو نکلنے نہیں دیا۔ سکول کی ملازمت کے دوران میں آپ نے عیسائیت، قادیانیت، رخص و بدعت کے خلاف بھرپور تیاری کی۔ ان کی تمام کتب مہیا کی اور یوں علاقہ بھر میں آپ نے مبلغ اور مناظر اسلام کے حوالہ سے شہرت پائی۔ طبیعت میں اخلاص تھا۔ ہر وقت اس خیال سے متشکر رہنے لگے کہ کہیں ملازمت سے جان چھوٹ جائے۔ تو کسی دینی ادارہ میں بیٹھ کر دعوت و اصلاح، تعلیم و تعلم کا کام کرنا ہے۔

ہمارے ملک کے اہل حدیث حضرات، شب و روز سب سے بڑا کام حقیقت کی تردید سمجھ کر منظم انداز پر لگے ہوئے ہیں۔ یہ صورتحال مولانا مرحوم کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ آپ نے احادیث نبویہ کے حوالہ سے شب و روز ایک کر کے فقہ حنفی کے تمام مسائل کا ماخذ جمع کیا۔ پھر غیر مقلدین حضرات کے تمام وہ مسائل جو حدیث کے خلاف ہیں۔ جمع کر کے ملک بھر میں غیر مقلدین حضرات کے سر ہو گئے۔ جہاں تشریف لے گئے ایک فضا قائم کر دی۔ غیر مقلدین حضرات کو اپنے مسائل احادیث سے ثابت کرنے دشوار ہو گئے۔ تو وہ چکرا گئے۔

کراچی سے خیبر تک آپ نے مدارس کا دورہ کیا۔ اہل علم نے آپ کے علم کی بہاروں سے رونق حاصل کی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن نے جامعہ العلوم الاسلامیہ کراچی میں آپ کو تخصص کرانے کے لئے پیش کش کی۔ کراچی کی گہما گہمی، مدارس کی معتدبہ تعداد نے آپ کے کراچی قیام سے فائدہ اٹھایا۔ آپ نے بیسیوں علماء کی جماعت تیار کی جو حق کی تلوار ثابت ہوئے۔ کراچی کا موسم آپ کی طبیعت کے موافق نہ آیا۔ آپ ملتان تشریف لائے۔ خیر المدارس نے آپ کے لئے دیدہ دل فرس راہ کیا۔ یہاں آپ نے متواتر کئی سال دعوت و ارشاد کی مسند کو رونق بخشی اور بلاشبہ بہت بڑی تعداد میں علماء کرام کی جماعت تیار کر دی۔ جو مناظرہ کے فن میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اس دوران میں ملک بھر کے تمام مدارس کے دینی اجتماعات اور دیگر جلسوں میں آپ کے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ قدرت کے کرم کے فیصلے ہیں کہ ایک مختصر مدت میں کراچی سے خیبر، منوڑہ سے اکوڑہ اور قلات سے سوات تک آپ کا نام گونجنے لگا۔ کسی بھی موضوع پر آپ مسلسل گھنٹوں گفتگو کرتے اور بے تکلف کرتے۔ اس دور میں آپ نے مناظرہ کی دنیا میں وہ کامیابیاں حاصل کیں۔ جو تاریخ کا حصہ ہیں۔ لیکن ان کی خوبی تھی کہ طبیعت میں اعتدال تھا۔ کہیں کسی بھی مسئلہ میں افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوئے۔ خود رائی سے مجتنب رہے۔ ہمیشہ اسلاف کے نظریات کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہے۔ اکابر کے دامن کو نہیں چھوڑا۔ مناظرہ میں کبھی کسی بھی فریق کی زیادتی و تلخ نوائی سے غصہ نہیں ہوئے۔ بلکہ خندہ پیشانی سے اپنے موقف کو فریق مخالف سے منوایا۔ یا اسے راہ فرار اور پسپائی پر مجبور کر دیا۔

غرض آپ کے وجود سے اللہ رب العزت نے وہ کام لیا۔ جو ایک مستقل ادارہ کے کرنے کا تھا اور پھر قدرت کی کرم فرمائی دیکھئے کہ بیک وقت تمام بے دین و بد دین فتنوں کے خلاف آپ کی تیاری تھی۔ عثمانی، جماعت المسلمین، پترو ڈی، اسدی، پتہ نہیں کون

کون سے فتنہ کو آپ نے کہاں تکیل ڈالی۔ آپ کا وجود پاکستان میں دفاع اسلام کی علامت بن گیا تھا۔ کفر و بدعت آپ کے نام کی ہیبت سے لرزہ بر اندام تھے۔ آپ نے افریقہ و عرب تک کلمہ حق بلند کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کو پیار تھا۔ دل کی گہرائیوں سے اکابرین مجلس کا احترام کرتے تھے۔ مجلس کے ہم عصر ساتھیوں کے لئے دیدہ دل ہوتے تھے۔ محبتوں سے نوازتے تھے کام کی تحسین کرتے تھے۔ مشوروں سے نوازتے تھے مجلس کی تمام مطبوعات پر نظر رکھتے تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں پابندی سے شرکت فرماتے تھے۔ ملک بھر سے آئے ہوئے۔ مندوبین آپ کے بیان کو دل کی گہرائیوں سے سنتے تھے۔ آپ کے علمی جواہر پاروں سے اپنی جھولیاں بھر کر لے جاتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چناب نگر سالانہ رد قادیانیت کورس میں شرکت فرماتے تھے۔ شرکاء کو اپنے علمی بیانات سے بہرہ ور کرتے۔ اس سال بھی شرکت کا وعدہ تھا۔ لیکن قدرت کی شان بے نیازی جامعہ خیر المدارس میں چھٹیاں ہوئیں۔ سرگودھا تشریف لائے۔ طبیعت ناساز ہوئی۔ گھر تشریف لے گئے۔ وقت اجل آن پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسکراتے چہرہ سے کامیابی و کامرانی کی ڈھیروں دولت ساتھ لئے رحمت حق کے جوار جا رہے۔ جانے والے آپ کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔

آپ کے جانے سے علم و فضل کی مسندیں بے رونق ہو گئیں۔ آپ تو رب کے حضور کامیاب و سرخرو ہو کر گئے۔ لیکن آپ کے جانے سے جو ہمیں محرومی ہوئی اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل سے سرفراز فرمائیں۔ رحمت حق آپ پر سایہ لگن ہو۔ حضرت محمد عربی ﷺ کی شفاعت آپ کو نصیب ہو۔ ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ آپ مخلص عالم دین تھے۔ حق و صداقت کی علامت و نشانی تھے۔ علم و فضل کے پہاڑ تھے۔ مناظرہ میں احقائق حق و ابطال باطل کے علمبردار تھے۔ کفر آپ سے لرزاں و ترساں تھا۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے جو گراں قدر خدمات سر انجام دیں وہ آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔ آپ گئے ہم آرہے ہیں۔

(۱۸۰۸) محمد امین عاجز (لاہور)، جناب قاری

(وصال: یکم دسمبر ۲۰۱۸ء)

آپ تحریک ختم نبوت کے جانباز مجاہد تھے۔ پوری زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے تعاقب میں گزاری۔ سکیم موڑ لاہور میٹروپولیٹن کے اسٹیشن کا نام اپنے بھائی جناب محمد یاسین فاروقی سے مل کر ختم نبوت اسٹیشن رکھوایا۔ جس دن انتقال ہوا اسی دن بعد نماز مغرب ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ دارالعلوم الاسلامیہ اقبال ٹاؤن لاہور کے استاذ الحدیث مولانا عبدالرحمن نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں سینکڑوں حضرات نے شرکت کی۔

(۱۸۰۹) محمد امین علی شاہ نقوی (فیصل آباد)، مولانا سید

آپ نے ”لابسی بعدی“ کے نام سے ۸۰ صفحات پر مشتمل کتابچہ اگست ۱۹۸۵ء میں تحریر کیا، جو عربی زبان میں ہے۔ ساتھ میں ترجمہ بھی ہے۔ یہ منظوم کلام ہے۔

پہلا باب: حمد الہی، دوسرا باب: نعت رسول، تیسرا باب: حضرت مہدی و حضرت مسیح کی منقبت، چوتھا باب: مرزا قادیانی کی تردید، پانچواں باب: مرزائیت کے عقائد و نظریات، چھٹا باب: قادیانی ٹولہ سے خطاب، ساتواں باب: عالم اسلام سے خطاب پر مشتمل ہے۔ عربی منظوم کلام خوب سے خوب تر اور اس کا اردو ترجمہ سونے پر سہاگا۔ ۱۶ صفحات کا مقدمہ ”نور علی نور“ کا مصداق ہے۔ یوں عربی وارد کی خوبصورت کتاب پڑھئے اور سردھنئے۔ ماشاء اللہ! ایک کامیاب کوشش ہے۔ مرزا طاہر کے مہابلہ نامی پمفلٹ کی تمام جزئیات کی اس میں تردید آگئی ہے۔ مرزا طاہر کے مہابلہ کا اردو انگریزی عربی میں بے شمار امت محمدیہ کے افراد نے جواب لکھا ہے۔ عربی نظم میں یہ اس کا جواب ہے۔ میرے اللہ تیری قدرت پر قربان ہر زبان میں حتیٰ کہ نظم و شعر میں مرزائیت کے امت محمدیہ نے بخنہ ادھیڑ دیئے ہیں۔

## (۱۸۱۰) محمد امین (فیصل آباد)، مولانا مفتی

بریلوی مکتب فکر کے مولانا سردار احمد گورداسپوری کے شاگرد مولانا مفتی محمد امین تھے، جو جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد کے بانی اور مہتمم تھے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ”سوشل بائیکاٹ کی شرعی حیثیت“ کے عنوان پر فتویٰ شائع کیا جسے ہم نے فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں شائع کیا ہے۔

## (۱۸۱۱) محمد امین قادری (کراچی)، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۷۲ء ..... وفات: ۲۰ ستمبر ۲۰۰۵ء)

مفتی محمد امین قادری کھارادر کراچی میں پیدا ہوئے۔ کھارادر میمن سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ دارالعلوم امجدیہ کراچی سے عصری و دینی علوم کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد کراچی کی کئی مساجد و مدارس میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ دارالعلوم امجدیہ میں دوران تعلیم سالانہ ”رفیق علم“ کا اجراء کرایا اور دارالعلوم امجدیہ کے پچاس سال پورے ہونے پر ”رفیق علم“ کا گولڈن جوبلی نمبر، شائع کروایا۔ ۳۶ برس کی عمر میں دارفانی سے کوچ فرما گئے۔ آپ کی وفات کے پندرہ دن بعد آپ کا بیٹا تولد ہوا۔ رد قادیانیت پر سوا صدی پر محیط علماء اہل سنت کے تحریری علمی نوادرات کو جمع کر کے از سر نو ترتیب و تخریج کے بعد طبع کروانا آپ کی زندگی کا اہم منفرد اور قابل قدر کارنامہ ہے۔

## (۱۸۱۲) محمد امین (لکی مروت)، مولانا

(شہادت: ۴ فروری ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد امین غزنی خیل لکی مروت میں ۱۹۵۸ء کو امیر خان مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ دورہ حدیث دارالعلوم حقانیہ میں کیا۔ مولانا نے مدرسہ زکریا غزنی خیل، کوٹ، جامعہ امدادیہ فیصل آباد، جامعہ عثمانیہ لکی مروت، جامعہ مرکز الاسلامی بنوں ایسے جامعات میں تدریس کی۔ ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ آپ نے تعلیم الاسلام سرانے نورنگ میں چودہ سال بخاری شریف پڑھائی۔ آپ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تفسیر کا دورہ کراتے تھے۔ آپ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے لئے آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

## (۱۸۱۳) محمد امین (فخر کشمیر)، جناب الحاج

(پیدائش: ۱۹۰۱ء ..... وفات: ۳۱ مئی ۱۹۵۸ء)

حضرت حاجی محمد امین کے آباؤ اجداد لوٹاڑگی کے رہنے والے تھے۔ حضرت حاجی صاحب کے دادا ولی خان بابا انگریزوں کے 102nd بمبئی گریڈ میں صوبیدار تھے۔ مگر پھر بھی اپنے ساتھ چھٹی سائز کا قرآن شریف رکھتے تھے اور اکثر پہاڑوں میں جا کر تلاوت کرتے تھے۔ حاجی محمد امین کے والد کا نام جناب اسعد خان تھا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے شیخ محمدی کے پرائمری سکول اور ماشوخیل کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ چوتھی جماعت پاس کرنے کے بعد آپ کے والد صاحب نے آپ کے لئے پانچویں جماعت کی کتابیں خریدیں تو آپ نے اپنی والدہ سے کہا کہ ان کتابوں میں انگریزی ہے اور میں انگریزی کتابیں پڑھنا نہیں چاہتا۔ مگر والد صاحب اصرار کرتے رہے کہ ضرور پڑھیں گے۔ جب بہت مجبور کیا گیا تو آپ نے انگریزی کتابوں پر مٹی کا تیل ڈال کر جلا ڈالا۔ جب والد صاحب نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اصرار کیا اور کہا کہ میں آپ کے لئے نئی کتابیں لایا ہوں۔ لہذا پانچویں جماعت پاس کر لو۔ پھر بے شک نہ پڑھنا۔ اس پر آپ کی والدہ صاحبہ نے کہا کہ ان کتب کو تو انہوں نے جلا ڈالا ہے۔ اس پر آپ کے والد صاحب اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔ آپ کی انگریزی اور انگریزی تعلیم سے نفرت آپ کے ان اشعار سے عیاں ہوتی ہے جو آپ نے بچپن میں ارشاد فرمائے۔

قرآن دے ولے پر بخود تعلیم دا انگریزی، افسوس مالہ رازی

محمد آمینہ جاڑہ دھپل اسلام پہ غم، چہ قرار نہ شے یوم

پنہلہ دے قوم پر بخود، دادے دہ سرفرازی، افسوس مالہ رازی

تم نے انگریزی اور غیر مذہبی تعلیم کی خاطر قرآنی تعلیم چھوڑ دی جس پر مجھے بہت افسوس ہے۔ اے محمد امین! اپنے اسلام کے غم میں غمگین رہو اور اس فکر میں ہر وقت مصروف رہو۔ جس نوابی اور سرداری کے لئے تم نے اپنی انا اور غیرت کو بھلا دیا ہے اس پر مجھے بہت افسوس ہے۔

تقریباً ۱۹۲۰ء/۱۳۳۸ھ آپ اپنے گاؤں سلیمان خیل میں رہے اور اپنی دینی پیاس کو بجھاتے رہے۔ پھر سلیمان خیل سے کیسبل پور، چارسدہ کے ایک گاؤں اتمازئی، چارسدہ پڑانگ اور بڈہ بیر میں تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد اپنے گاؤں سلیمان خیل تشریف لے گئے اور اپنی تمام توجہ ذکر و عبادت الہی پر مذکور کر دی۔

آپ نے ۹ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ/۱۶ اپریل ۱۹۴۶ء بروز جمعرات کو تبلیغ و ارشاد کے لئے ایک جماعت تشکیل دینے کی تجویز پیش کر دی جس کے لئے ایک اجلاس طلب کیا جس میں صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) خاص کر ضلع مردان اور پشاور کے ۳۵۰ علماء اور صلحاء نے شرکت کی اور یہ اجلاس بمقام المجاہد آباد عمرزئی چارسدہ میں منعقد ہوا۔ اس جماعت کی تشکیل کا اہم مشن اسلام کی ترویج تھا۔ نیز اس جماعت کی زیر نگرانی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کام کو منظم طریقے سے جاری کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ اس اجلاس میں شریک تمام افراد نے آپ کی تجویز کو بالاتفاق منظور کیا اور مجوزہ جماعت کا نام ”جماعت ناجیہ صالحہ“ رکھا گیا۔

حضرت حاجی صاحب کو انگریزوں سے بہت نفرت تھی۔ انگریزوں کے خلاف بہت جہاد بھی کیا ہے۔ کئی دفعہ قید و بند کی صعوبتیں



برداشت کی ہیں۔ ایک دفعہ قید کے دوران آپ کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئی تھیں اور آٹھ سیر چنار روزانہ پھکی پر آپ پیستے تھے۔ اس زمانے میں جیل کا داروغہ انگریز تھا۔ حضرت حاجی صاحب کو جیل کے قیدیوں نے کہا کہ ہر اتوار کو داروغہ جیل آتا ہے۔ جب وہ آئے تو اس کو سلوٹ کرنا تو بیڑیاں اتار دی جائیں گی۔ جس پر حضرت حاجی نے قیدیوں سے کہا کہ اس لعنتی کو میں سلوٹ کروں؟ مجھے تو انگریزوں سے اس قدر نفرت ہے کہ اگر میرا بس چلے تو میں دانتوں سے کاٹ کاٹ کر ان کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ اتنے غیرتی جوان تھے کہ پورے عرصہ قید میں بیڑیاں ڈالی رہیں مگر انگریزوں کو سلام نہ کیا۔ اسی کو غیرت ایمانی کہتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب نے کشمیر جہاد میں بھی بہت زیادہ حصہ لیا ہے۔ جس کی وجہ سے حکومت آزاد کشمیر حضرت حاجی صاحب کے شاندار کارناموں کی شکرگزار تھی جو انہوں نے محاذ کشمیر میں سرانجام دیئے تھے۔ لہذا حکومت نے آپ کو ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/۲۳ جولائی ۱۹۴۹ء کو راولپنڈی طلب کیا اور آپ کو فخر کشمیر کے خطاب کی سند عطا کی۔

وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان پشاور کے دورے پر آئے تو حضرت حاجی صاحب نے ”صدائے حق ایک ضروری مطالبہ“ کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا اور خود بھی لیاقت علی خان صاحب سے ملاقات کی اور اپنے مطالبے میں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا: ”سب مسلمان عموماً اور جماعت ناجیہ صالحہ خصوصاً مملکت پاکستان میں فوری نفاذ شریعت کا مطالبہ کرتے ہیں اور جو شخص اس مطالبے کو ٹھکراتا ہے اس کو پاکستان کا غدار اور دشمن یقین کرتے ہیں۔ اجراء شریعت کے مطالبے کے لئے جماعت ناجیہ کے مطبوعہ فارمون پر کئی لاکھ لوگوں نے دستخط ثبت کئے ہیں۔ جس کو دستور ساز اسمبلی (مرکز) کے صدر تمیز الدین صاحب اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اب بھی وہ دستخط شدہ فارم ان کے پاس موجود ہیں۔“

حضرت حاجی صاحب نے فتنہ قادیانیت کے خلاف بھی بہت کام کیا ہے۔ ختم نبوت کی تحریک ۱۹۵۳ء میں بہت زور و شور سے جاری تھی۔ اس سلسلے میں ۲۴ فروری ۱۹۵۳ء/ ۸ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ کو لاہور میں حضرت حاجی محمد امین کی زیر صدارت تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپ پروگرام کے مطابق مقررہ تاریخ کو پہنچ گئے اور کانفرنس میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل مطالبات حکومت کے سامنے پیش کئے۔

- .....۱ چوہدری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ کے عہدے سے الگ کر دیا جائے۔
- .....۲ مرزائیوں کو الگ غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
- .....۳ مختلف محکموں کے مرزائی افسروں پر یہ پابندی لگائی جائے کہ وہ اپنے سرکاری عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلمانوں میں مرزائیت کی پرچار نہ کریں۔ لاہور کی کانفرنس سے فراغت کے بعد آپ واپس پشاور کے لئے روانہ ہوئے تو ۲۴ فروری ۱۹۵۳ء/ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ کو گجرات کے ریلوے اسٹیشن پر گرفتار کر لئے گئے۔ اس دوران آپ نے ۳ ماہ گجرات جیل اور ۶ ماہ راولپنڈی جیل میں گزارے۔ اس دوران آپ نے اپنی کتاب ”فتبارک اللہ احسن الخالقین“ تالیف کی جس میں آپ کی یہ نعت مقبول ہوئی۔

استاد عشق پہ جم وجنی داغوغا جی دہ نن سرکڑہ راپورتہ پہ دیوال داتماشہ جی دہ نن (ترجمہ) مجھے آپ ﷺ کے عشق کے جرم میں قتل کیا جا رہا ہے اور آج ہر طرف یہی شور ہے۔ آپ ﷺ بھی ذرا نظر کرم سے

میرے قتل کا تماشہ دیکھیں۔

رہائی کے بعد آپ الجہاد آباد تشریف لے آئے۔ مگر آرام سے نہ بیٹھے اور تبلیغ و ارشاد کا کام بڑی جانفشانی سے جاری رکھا۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۷ء / ۲۷ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ کو غلام احمد پرویز نے پشاور آنے کا پروگرام بنایا۔ آپ نے اس موقع کو غنیمت خیال کیا اور ”اعلان حق“ کے نام سے ایک چیئنج تیار کیا۔ پرویز جب مقررہ وقت پر پشاور پہنچا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے پرویز کو یہی چیئنج دیا اور اخبارات میں بھی شائع کیا۔ مگر پرویز میدان سے بھاگ گیا اور صرف اتنا کہا کہ میں حنفی مذہب خاندان میں پیدا ہوا ہوں۔ اتنی ساری مصروفیتوں کے ہوتے ہوئے آپ نے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا جو اکثر شاعری پر مشتمل تھی۔ ذیل میں چند تصانیف لکھ دی جاتی ہیں۔ (۱) انوار مدینہ۔ (۲) دیوان محمد امین۔ (۳) روضۃ الحبیب۔ (۴) گلستہ مدینہ منورہ۔ (۵) دستور جماعت ناجیہ۔ (۶) الحق (رسالہ)۔ (۷) دیوان مدح وغیرہ۔

حضرت حاجی صاحب نہ صرف یہ کہ ایک مرد مجاہد، پیر طریقت اور عالم و فاضل تھے۔ بلکہ آپ ایک بلند پایہ صوفی اور نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کی شاعری سے عشق رسول ﷺ کی کس قدر خوشبو آتی ہے۔ آپ نے اردو، عربی اور فارسی زبان میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب لہم ہجرت کر کے تشریف لائے تو اس وقت کے بادشاہ وقت امیر عبدالرحمن مرحوم کے پاس موئے مبارک ﷺ تھے جو کہ تعداد میں سات (۷) تھے۔ امیر عبدالرحمن نے ان موئے مبارک سے دو عدد موئے مبارک ایک بزرگ وزیر سید گل بادشاہ (مرحوم) کو ہدیہ دیئے تھے جو بعد ازاں حضرت حاجی صاحب کو بصد اصرار اور کوشش کے ملے۔ جواب تک حضرت حاجی صاحب کی اولاد کے پاس موجود ہیں۔ (اب ان موئے مبارک کا ہر سال دیدار کرایا جاتا ہے) موئے مبارک کا تذکرہ حاجی صاحب نے جا بجا اپنی شاعری میں کیا ہے۔ ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

چہ دیارد زلفو تازہ ماپہ لاس شو صد افسوس چہ خیال پہ تخت د سکندر کڑمہ  
(ترجمہ) جب حضرت آقا ﷺ کے بال مبارک میرے ہاتھ آ گیا ہے اب اس کے بعد بہت افسوس کی بات ہوگی جو میں سکندر کے تخت و تاج کو خیال میں لاؤں۔

(۱۸۱۴) محمد انوار مصطفیٰ (جلال پور بھٹیاں)، مولانا صاحبزادہ

(وفات: ۲۰ فروری ۱۹۸۶ء)

صوفی عالم، شعلہ بیان خطیب، تحریک ختم نبوت و تحریک نظام مصطفیٰ میں مجاہدانہ کردار کے حامل تھے۔ چک بھٹی جلال پور بھٹیاں میں آسودہ خاک ہیں۔

(۱۸۱۵) محمد انور (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، حضرت قاری

(ولادت: ۱۹۳۸ء ..... وفات: ۱۲ جون ۲۰۲۰ء)

ٹوبہ ٹیک سنگھ چک نمبر ۲۵ گ ب کے رہائشی جناب چوہدری شاہ محمد صاحب تھے۔ جنہیں اللہ رب العزت نے دینی و دنیوی

نعمتوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ آپ نے پاکستان بننے سے بھی قبل ۱۹۴۰ء میں دارالعلوم ربانیہ کا چک نمبر ۲۵ میں سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۹۴۶ء میں اس جامعہ کو مین روڈ اڈہ پھلور کے قریب بستی ریاض المسلمین میں منتقل کیا گیا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ہاتھوں سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ دارالعلوم خالصہ شوریائی نظام پر قائم ہے۔ تین سو سے بھی زائد اس کی انجمن کی شوری کے اراکین ہوں گے۔ اس کی ایک عاملہ ہے جو نظم کو چلاتی ہے۔

حضرت مولانا محمد زاہد، حضرت مولانا محمد رفیق کشمیری، حضرت مولانا نذیر احمد فضلائے دیوبند ایسے حضرات استاذ الحدیث رہے۔ مولانا عبدالغنی، صوفی حسن علی ربانی ایسے حضرات اس کے منتظم رہے۔ حضرت مولانا نذیر احمد بانی جامعہ امدادیہ فیصل آباد، مولانا عبدالجید لدھیانوی جامعہ باب العلوم کھرڈ پکا، مولانا عبدالجید انور جامعہ علوم شرعیہ ایسے حضرات یہاں پڑھتے رہے۔ یہ ادارہ اس علاقہ کی پہچان ہے۔ اس کی علاقہ بھر کے چوک میں شاخیں ہیں۔ تمام چوک کے زمیندار، دین دار، اہل علم اس کی انجمن کے ممبران میں شامل ہیں۔ اس ادارہ کے بانی چوہدری شاہ محمد صاحب کو ۱۹۳۸ء میں اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادہ دیا جن کا نام محمد انور رکھا گیا۔ ارائیں برادری کا یہ چشم و چراغ۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے چک کے اسکول میں حاصل کی۔ دارالعلوم ربانیہ سے حفظ و قرأت کی تکمیل کی۔ پھر اس اپنے مادر علمی میں پڑھانا شروع کیا۔ نصف صدی تک آپ نے حفظ و قرأت میں خدمات سرانجام دیں۔

چوہدری شاہ محمد صاحب جہاں اس مدرسہ کے بانی تھے۔ وہاں تبلیغ کے ساتھ بھی ان کا گہرا تعلق تھا۔ پیدل جماعت کے ساتھ حج کیا۔ اس موقع پر مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ قدرت کے کرم کے نزالے معاملے ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد ان کی اہلیہ اپنے بیٹے قاری محمد انور صاحب کے ساتھ حج کے لئے گئیں تو ان کا بھی مکہ مکرمہ میں وصال ہوا، اب میاں بیوی ایک ساتھ قیامت کے دن مکہ مکرمہ سے اٹھیں گے۔ قاری محمد انور صاحب کو دارالعلوم ربانیہ کی انجمن نے ناظم اعلیٰ بنایا، اب نائب مہتمم کا عہدہ بھی ان کے پاس تھا۔ آپ نے جس جرأت مؤمنانہ کے ساتھ دارالعلوم کو ترقی کی بام عروج پر پہنچایا یہ آپ کا حصہ تھا۔ دارالعلوم آج بھی تعلیم و تربیت کے جس اعلیٰ معیار کو قائم رکھے ہوئے ہے، اس میں قاری محمد انور صاحب کی دن رات کی محنت شاقہ، مخلصانہ لگن اور جذبہ صادق کا بڑا دخل ہے۔ آپ ایک نظریاتی شخص تھے۔ زندگی بھر جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن کے آپ اتنے قدردان تھے کہ بارہا ختم بخاری کے لئے آپ کو تکلیف دی جاتی۔ قاری محمد انور صاحب نے علاقہ بھر میں جس طرح عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خدمات انجام دیں، گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، اس کے لئے فکر مند رہے۔ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنس میں طلباء و اساتذہ کے وفد کے ساتھ ہمیشہ تشریف لاتے تھے۔ آپ اتنے منکسر المزاج شخص تھے کہ سٹیج پر تشریف لانا، نمایاں ہونا تو درکنار پنڈال میں جہاں جگہ ملتی، پوری کانفرنس کی کارروائی وہیں بیٹھ کر سنتے رہتے۔ پنڈال سے جہاں جو مل گیا کھا لیتے۔ ایسی فرشتہ خصلت شخصیتیں اب کہاں ملتی ہیں۔ آپ ہمیشہ اپنے جامعہ کے طلباء کو ختم نبوت کورس چناب نگر میں شرکت کے لئے بھیجتے، آپ کا وجود، ایک ادارہ، تحریک و تنظیم اور انتھک جہد مسلسل کا نام تھا۔ اس سال رمضان المبارک میں روزہ کے باوجود جامعہ کی طرف دوستوں کو متوجہ کرنے کے لئے متعدد اسفار کئے۔

وفات سے چند دن قبل بخار ہوا، گھر پر علاج ہوتا رہا۔ چند گھنٹوں کو ہسپتال بھی گئے۔ لیکن واپس آ گئے، آخر وقت تک کسی کے محتاج نہیں ہوئے۔ سوائے آخری تین نمازوں کے کوئی نماز آپ کے ذمہ نہ تھی۔ اس اجلی سیرت و اجلی صورت کے حامل انسان نے

ایسے طور پر آخرت کی طرف کوچ کیا کہ دنیا سے قدم اٹھایا اور آخرت کی منزل کو عبور کر لیا۔ عاش سعیداً و مات سعیداً۔ اگلے دن جنازہ ہوا۔ کئی اضلاع کے اہل علم حضرات کے ساتھ عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ جامعہ مدنیہ جدید لاہور کے شیخ الحدیث اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے امیر حضرت مولانا مفتی محمد حسن نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔

## (۱۸۱۶) محمد انور بابری، جناب حکیم

(ولادت: ۱۹۲۲ء ..... وفات: ۲۰ فروری ۱۹۷۷ء)

طیب، ادیب، سیاسی کارکن، تحریک پاکستان کے متحرک کارکن، جمعیت علماء پاکستان کے رہنماء، تحریک ختم نبوت کے فعال اور مستعد کارکن تھے۔ میانی قبرستان لاہور میں ابدی آرام فرماہیں۔

## (۱۸۱۷) محمد انور (شہداد پور)، قاری

(وفات: ۲۰۱۶ء)

مولانا قاری رحمت اللہ صاحب کے بعد قاری محمد انور صاحب دارالعلوم حسینیہ شہداد پور کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ آپ نے ۱۹۸۷ء سے ۲۰۱۶ء تک دارالعلوم حسینیہ کے لئے گرانقدر تعلیمی خدمات سرانجام دیں۔ ان کا وجود اس دھرتی کے لئے قدرت کا عطیہ تھا۔ تمام دینی تحریکوں بالخصوص عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پیش پیش رہ کر قوم کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیا۔

## (۱۸۱۸) محمد انور فاروقی (کراچی)، مولانا

(پیدائش: ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء ..... وفات: ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۰ء)

مولانا محمد انور فاروقی ٹی قیصرانی تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان حاجی فتح محمد راجپوت کے ہاں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک ناظرہ ٹی قیصرانی میں پڑھا۔ دینی تعلیم کا ذوق جامعہ خیر المدارس ملتان میں لے گیا۔ وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر کراچی اور گنگی ٹاؤن میں آ گئے۔ یہاں میٹرک، ایف۔ اے مولوی فاضل کا کورس کیا۔ ۱۹۷۵ء میں اورنگی ٹاؤن کی محمدی مسجد میں مستقل خطیب مقرر ہو گئے۔ ۱۹۷۷ء میں قادیانی اور مسلمانوں کے درمیان پانی کے مسئلہ پر جھگڑا ہو گیا۔ اس علاقے کا SMD کنور ادریس سکہ بند قادیانی تھا۔ اس کی وجہ سے قادیانی، مسلمانوں پر رعب ڈالتے تھے۔ مولانا انور فاروقی یہ مسئلہ دفتر عالمی مجلس ختم نبوت سائرہ منشن کے انچارج مولانا عبدالعزیز لاشاری کے پاس لے گئے۔ عالمی مجلس نے قادیانیوں کا ہر حوالے سے ناطقہ بند کر دیا۔ شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانوی شہید کا مناظرہ بھی قادیانیوں کے ساتھ اورنگی ٹاؤن میں ہوا۔ قادیانیوں کے خلاف ایسی تحریک چلی کہ ان کی عبادت گاہ بھی حکومت نے سیل کر دی تھی۔ اسی دور سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ مولانا انور فاروقی مستقل جڑ گئے۔ جماعت کے ساتھ ایسے وابستہ ہوئے کہ عبدالرحمن یعقوب باوا برطانیہ گئے تو جماعت کراچی کے مولانا فاروقی قائم مقام ناظم بن گئے۔ حضرت لدھیانوی شہید اور بزرگان ختم نبوت سے ایسے وابستہ ہوئے کہ حضرت لدھیانوی شہید نے ان کو خلافت سے مجاز کیا۔ بیمار ہوئے جوں جوں دو کی مرض بڑھتا گیا۔ کراچی میں وقت موعود آن پہنچا۔ ان کی قائم کردہ دینی درس گاہ اورنگی ٹاؤن میں تدفین ہوئی۔

## (۱۸۱۹) محمد انور (کوٹ عبدالمالک شیخوپورہ)، مولانا

(وفات: ۳/جون ۲۰۱۹ء)

مولانا محمد انور جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کے فاضل، حضرت مولانا سید حامد میاں، مولانا عبدالرشید کشمیری کے شاگرد رشید، جامع مسجد عثمانی کوٹ عبدالمالک شیخوپورہ کے بانی تھے۔ ایک درویش منش انسان تھے۔ ۱۹۷۰ء میں جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے دورہ حدیث کیا۔ آپ امام الاولیاء، امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے خلیفہ تھے۔ گویا علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی سے بھی بہرور تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے معاونین اور قدردانوں میں سے تھے۔ آپ صوفی منش انسان تھے۔ تحریکی ذوق نہ ہونے کے باوجود تحریک ختم نبوت کے ساتھ وجدانی اور نظریاتی تعلق تھا۔ ختم نبوت کے مبلغین کی حاضری کے متمنی رہتے۔ حسب استطاعت مجلس کی مالی امداد بھی فرماتے رہتے۔

## (۱۸۲۰) محمد انوری (فیصل آباد)، مولانا

(وفات: ۲۲/جنوری ۱۹۷۰ء)

مولانا محمد انوری اگی کدور ضلع جالندھر کے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد محلہ سنت پورہ فیصل آباد آ گئے تھے۔ آپ حضرت شیخ الہند کے مرید، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد اور مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری جب بہاول پور میں مشہور زمانہ مقدمہ مرزائی/مسلم میں بیان دینے کے لئے تشریف لائے تھے۔ مولانا محمد انوری بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اس مقدمہ میں شاہ صاحب نے آپ کو مسلمان لڑکی کی جانب سے وکیل بنایا تھا۔ آپ نے ”انوار انوری“ نامی کتاب میں اپنے استاذ حضرت کشمیری کے بہت سے علمی جواہر کو جمع کیا ہے۔ عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے والوں کی قدردانی فرمائی۔ آپ کی اولاد میں مولانا سعید الرحمن انوری، مولانا عزیز الرحمن انوری، مولانا ایوب الرحمن، مولانا مقبول الرحمن بھی مقدمہ بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ساعی رہے۔

## (۱۸۲۱) محمد ایاز خان نیازی (میانوالی)، صوفی

(پیدائش: ۱۵/جون ۱۹۱۳ء ..... وفات: ۲۵/جون ۲۰۰۳ء)

صوفی محمد ایاز خان میانوالی کے ایک قبضہ پوری خیل میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق نیازی قبیلہ کی شاخ شاہجہان خیل سے تھا۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ جمعیتہ علمائے پاکستان سے وابستگی میں صرف ہوا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۷۳ء تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میانوالی کی مقامی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔

## (۱۸۲۲) محمد ایوب (آزاد کشمیر)، جناب میجر

جناب (ریٹائرڈ) میجر محمد ایوب صاحب ۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر اسمبلی کے حکومتی ارکان میں شامل تھے۔ آپ نے باغ سے

آزاد کشمیر اسمبلی کی رکنیت کا ایکشن جیتا تھا۔ آپ حج پر گئے۔ مدینہ حاضری کے موقعہ پر دل میں آیا کہ کس منہ سے آنحضرت ﷺ کے روضہ طیبہ پر حاضری دوں۔ ہمارے ہاں تو قادیانی دندنارہے ہیں۔ بس یہیں سے فیصلہ کیا کہ واپس جا کر آزاد کشمیر اسمبلی سے قرارداد منظور کرواؤں گا۔ خود اسمبلی کے سپیکر بھی تھے۔ آئے، قرارداد پیش ہوئی۔ حکومتی پارٹی کے اراکین نے ہاتھ کھڑے کئے تو اپوزیشن نے بھی تائید کر دی۔ قرارداد منظور ہو گئی۔

جناب میجر صاحب کا یہ وہ کارنامہ ہے جو تاریخ کا سنہری باب ہے۔ آپ ختم نبوت کانفرنس چینیٹ پر جناب سردار عبدالقیوم صاحب کے ہمراہ بارہا تشریف لائے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو اپنی رحمتوں سے بھر دیں۔ آمین!

(۱۸۲۳) محمد ایوب جان بنوری (پشاور)، مولانا سید

(ولادت: ۱۹۱۲ء ..... وفات: اگست ۱۹۹۸ء)

مولانا ایوب جان بنوری نے خاندان سید آدم بنوری میں آنکھ کھولی۔ آپ جمعیت علماء اسلام سرحد کے امیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے برادر نسبی اور چھوٹے زاد بھائی اور حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری کے تلمیذ خاص تھے۔ آبائی علاقہ میں ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد دارالعلوم دیوبند کا سفر کیا۔ مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا میاں اصغر حسین دیوبندی جیسے اکابر سے اکتساب فیض کیا۔ جمعیت علماء ہند اور جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے میدان سیاست کے شہسوار تھے۔ تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ سرحد میں آپ نے دارالعلوم قائم کیا جس میں حفظ و ناظرہ سے لے کر دورہ حدیث تک علوم عقلیہ و نقلیہ کا بہترین انتظام فرمایا۔ سرحد کے ہزاروں علماء آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ حیات مسیح علیہ السلام کے عنوان سے مرزا قادیانی کے خلاف مرتب ہونے والے فتاویٰ جات پر بھی آپ کے دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۸۶)

(۱۸۲۴) محمد ایوب حضروی، مولانا حکیم

(وفات: جون ۲۰۰۲ء)

مولانا محمد ایوب کی ولادت حضور ضلع انک میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم علاقہ میں حاصل کی اور پھر علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں مدرسہ کی چشیاں گزارنے لگے تو رمضان المبارک میں مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آیا۔ بعد ازاں دینی علوم کی تکمیل پاکستان میں کی۔ طیبہ کالج دہلی سے فاضل طبیب ہوئے۔ بیعت کا تعلق شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے جوڑا اور تادم زیت خانقاہ شریف سے فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ علاقہ چھچھ کے ممتاز عالم دین تھے۔ تین ماہ کا عرصہ علیل رہنے کے بعد میں قضائے الہی سے رحلت فرما گئے۔ آپ کا جنازہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ نے پڑھایا۔ قادیانیت کی تکفیر پر ”درہ زاہد یہ برفرقہ احمدیہ“ نامی فتویٰ پر دستخط فرمائے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۲۸۷)

## (۱۸۲۵) محمد ایوب حنفی پشاور، مولوی

مولوی محمد ایوب حنفی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ”قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی ہو اور ریاضات اور صفائی قلب کے ذریعہ سے حصول نبوت کو جائز رکھے وہ کافر ہے دین ہے اور اس کے کفر پر اجماع ہے۔ امام صابونی نے کفایہ میں لکھا ہے کہ آیات و احادیث کے ظاہر معنی سے بلا ضرورت عدول کرنا الحاد ہے۔ یہ طہد قادیانی حضرت مسیح کا مثیل نہیں بلکہ میلہ کذاب اور اسود عیسیٰ کا مثیل ہے۔“

## (۱۸۲۶) محمد ایوب خان (صدر مملکت)، جناب

(پیدائش: ۱۴/۱۲/۱۹۰۷ء ..... وصال: ۱۹/۱۱/۱۹۷۷ء)

انگریز کے زمانہ سے فوج میں شامل تھے۔ پھر پاک فوج کے پہلے مسلمان سربراہ مقرر ہوئے۔ پاکستان کے پہلے چیف مارشل لاء کا بھی کارنامہ سرانجام دیا۔ کنونشن مسلم لیگ بھی قائم کی۔ ۲۷/۱۰/۱۹۵۸ء سے ۲۵/۱۱/۱۹۶۹ء تک صدر مملکت کے عہدہ پر براجمان رہے۔ انہوں نے ”جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی“ کے نام سے اپنی خودنوشت بھی تحریر فرمائی۔ اس میں چودھری ظفر اللہ قادیانی سے متعلق اقتباس ملاحظہ ہو۔ جناب ایوب خان صاحب لکھتے ہیں:

”دوسرا معاہدہ جس میں ہم شامل ہوئے سیٹو (جنوب مشرقی ایشیا کا اتحاد) تھا۔ مجھے اچھی طرح معلوم نہیں وہ کیا اسباب تھے جنہوں نے حکومت پاکستان کو اس ادارے میں شامل ہونے پر اکسایا۔ دراصل یہ بات چودھری ظفر اللہ خان سے پوچھنی چاہئے جو اس وقت ہمارے وزیر خارجہ تھے۔ ہم سپاہیوں سے اس بارے میں کوئی مشورہ نہیں لیا گیا۔ غالباً ہمیں جنرل ہیڈ کوارٹرز میں اس کی اطلاع بھی اس وقت ملی تھی جب وزیر خارجہ اس معاہدے پر دستخط کر چکے تھے۔ اس وقت بھی میں نے یہی خیال کیا تھا کہ پاکستان کے سیٹو میں شامل ہونے کا تو کوئی جواز ہی نہیں۔ شاید اس کا مقصد محض امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنا تھا، جو ہمیں بھاری اقتصادی امداد دیتا رہا تھا۔ درحقیقت اس کے سوا اس ادارے کا ممبر بننے میں مجھے کوئی اور مقصد دکھائی نہ دیتا تھا۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ اس سے پاکستان کے مشرقی حصے کی پوزیشن کسی لحاظ سے مضبوط ہو سکتی تھی تو وہ اس حقیقت کو نظر انداز کرے گا کہ مشرقی پاکستان کو تو اصل خطرہ ہندوستان سے ہے جس نے اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔“

سیٹو اور سینو دونوں معاہدے بڑی حد تک اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھے ہیں۔ گواک طرح سے ابھی تک ان کا رسمی وجود باقی ہے۔ ان کی اہمیت زائل ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بیشتر ملکوں سے جن میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھی شامل ہے ہمارے دو طرفہ سمجھوتے ہو چکے ہیں۔ گوان کی قدر و قیمت بھی مشکوک ہے۔ اب ان دونوں معاہدوں کی جواہریت باقی رہ گئی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اگر کسی ممبر ملک پر کوئی مصیبت آئے تو دوسرا ملک اس سے اظہار ہمدردی کر دے۔ جہاں تک ان کی فوجی اہمیت کا تعلق ہے اس سے میرے خیال میں سوائے دوسروں کو برا فروختہ کرنے کے اور کچھ فائدہ نہیں اور اگر ان دونوں معاہدوں کو ختم کر دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ کوئی ممبر ملک سے انتظام کو توڑنے کا الزام اپنے سر نہیں لینا

چاہتا۔ ہر چند امریکہ ان معاہدوں کو ناپسند کرتا ہے مگر وہ اس خیال سے ان کو ختم کرنا نہیں چاہے گا کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اسے اس علاقے سے دلچسپی نہیں رہی۔ اگر اس قسم کا گمان پیدا ہو گیا تو یقیناً دوسری بڑی طاقتیں اس خلاء کو پر کرنے کی کوشش کریں گی۔

ان معاہدوں کا بس ایک ہی فائدہ ہے کہ وہ امریکہ کا بھرم قائم رکھے ہوئے ہیں اور ان کے ذریعے اسے کسی حد تک سیاسی اثر حاصل ہے۔ ان معاہدوں کا فائدہ زیادہ ہے یا نقصان، یہ امریکہ جانے اور اس کا کام۔ لیکن جہاں تک دوسرے ملکوں کا تعلق ہے یہ احساس روز بروز بڑھتا جا رہا ہے کہ یہ علاقائی انتظامات موجودہ حالات میں حقیقت پسندانہ نہیں رہے۔ سوویت یونین کے بارے میں امریکہ کے رویے میں جو تبدیلی واقع ہوئی ہے اس نے سینکڑوں تو یقیناً ماضی کی چیز بنا دیا ہے۔“ (جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی ص ۲۶۱، ۲۶۲)

جناب محمد بشیر خالد صاحب ہمارے ملک کے نامور بیورو کریٹ تھے۔ ”قدرت اللہ شہاب کے ساتھ ایوان صدر میں سولہ سال“ کتاب لکھی۔ اس زمانہ میں جب ایوب خان صدر مملکت تھے قادیانی این۔ اے فاروقی نے کیا گل کھلائے اس پر روشنی پڑتی ہے۔ یاد رہے یہ وہی ملعون قادیانی ہے جس نے جناب بھٹو صاحب کو پھانسی لگوانے میں کردار ادا کیا تھا۔ ایوب خان کے زمانہ میں اس کا کیا کردار تھا، ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ”اس واقعہ کو دو روز گزرے تھے کہ نوائے وقت نے ایک کڑوا کیسیلا ادارہ لکھ ڈالا۔ این۔ اے فاروقی نے جو ایوب خان کے پرنسپل سیکرٹری تھے، خاں صاحب کو بلا کر حکم دیا کہ روز نامہ نوائے وقت کے پرچے پر پریذیڈنٹ صاحب کو نہ بھیجے جائیں۔ کیونکہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں اور اس اخبار کی بکواس سے پریذیڈنٹ صاحب کا بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے۔ خاں صاحب نے مجھ سے ذکر کیا اور ہم دونوں سوچنے لگے کہ پریذیڈنٹ صاحب کو اس پرچے کے اداروں سے کیسے آگاہ رکھا جائے دو چار دن بعد فاروقی نے خاں صاحب کو پھر ”سلام“ دیا۔ اب کی مرتبہ حکم ہوا کہ ہفتہ وار ”چٹان“ بھی بند کر دو۔ اختر ایوب خاں سے ہماری دوستی تھی۔ وہ آئے تو ان سے ذکر کیا۔ وہ ہمارے ہم خیال تھے۔ بلکہ انہیں اصرار تھا کہ پریذیڈنٹ صاحب کو نوائے وقت اور چٹان کے اداروں اور دوسرے تجزیوں سے باخبر رکھنا اشد ضروری ہے۔ چنانچہ ہم تینوں نے فیصلہ کیا کہ جس پرچے کو خاں صاحب ضروری سمجھیں ہم کسی نہ کسی طرح پریذیڈنٹ کے نوٹس میں لاتے رہیں۔ خاں صاحب کبھی اختر ایوب کے ذریعے اور کبھی میرے ذریعے پریذیڈنٹ کو مواد بھیجنا شروع ہو گئے۔

این۔ اے فاروقی کو کافی دنوں تک ہمارے اقدام کی خبر نہ ہو سکی۔ کیونکہ خاں صاحب ادارے کے کسی بھی حصے کو خط کشیدہ نہیں کرتے تھے۔ اختر صاحب کے ذریعہ ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ پریذیڈنٹ صاحب نے خود ایسے کوئی احکام نہیں دیئے تھے اور فاروقی نے اپنے طور پر قدغن لگایا تھا۔

دریں اثناء شورش کشمیری نے اپنی عادت سے مجبور چٹان میں ایک ادارہ لکھا جس میں نواب صاحب کالا باغ کی تعریف اور ایوب خاں پر کڑی تنقید تھی۔ شورش نے یہ الزام بھی عائد کیا تھا کہ صدر ایوب نے اپنے گرد قادیانی جمع کر رکھے ہیں جو قادیانی جماعت کے سربراہ کی ہدایت پر صدر محترم کو گمراہ کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ پاکستان کی اقتصادی پالیسی امریکہ کے زیر ہدایت ایم شعیب اور مرزا ناصر احمد کے کزن ایم۔ ایم احمد تشکیل دیتے ہیں۔ ایوان صدر میں پرنسپل سیکرٹری این۔ اے فاروقی اور ڈپٹی سیکرٹری عبدالوہید فیلمارشل صاحب کو صحیح حالات سے بے خبر رکھنے کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ سب افسر یکے قادیانی ہیں اور اپنی کارکردگی اور حکومت کے خفیہ فیصلوں سے قادیانی جماعت کے سربراہ کو باقاعدہ طور پر باخبر رکھتے ہیں۔



خاں صاحب یہ ادارہ پڑھ کر اتنے خوش ہوئے کہ جوش میں ہمارے فیصلہ کو بھول گئے اور حسب سابق سرخ پنسل سے خاص خاص سطروں کو خط کشیدہ کر دیا۔ اختر ایوب کا پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ شکار پر گئے ہوئے ہیں۔ چھ سات دن تک پرچہ ہمارے پاس رہا، مگر اختر ایوب شکار سے واپس نہ آئے۔ خاں صاحب کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ان کی بے چینی کم کرنے کے لئے میں نے ان سے پرچہ لے لیا۔ ایک فائل کو ریم میں رکھ کر کوئی دوسرا کام نکال کر پریزیڈنٹ صاحب کے کمرے میں چلا گیا۔ ایک دو چپک پر دستخط کروائے اور پریزیڈنٹ صاحب کی نظر سے بچا کر فائل کو پریزیڈنٹ کے دوسرے کاغذات میں رکھ کر چلا آیا۔ خاں صاحب کو بتایا تو ان کے سینے کا بوجھ ہلکا ہوا۔

پریزیڈنٹ نے دوسرے دن Seen لکھ کر فائل کو واپس بھیج دیا۔ سب کاغذات واپسی پر فاروقی کے پاس آتے تھے۔ اس نے وہ فائل کو راور خاں صاحب کی خط کشیدہ کاری دیکھی تو غصہ سے پاگل ہو گیا۔ ان کا چہرہ اسی خاں صاحب کے پاس آیا کہ صاحب نے سلام دیا ہے۔ خاں صاحب کو ”کھڑک“ گئی۔ فاروقی نے ادارہ والا صفحہ کھول کر خاں صاحب کے آگے پھینکا جہاں اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے حاشیہ میں فاروقی نے لکھا ہوا تھا: آئی ایم ناٹ اے قادیانی، لفظ ناٹ کو دو دفعہ خط کشیدہ کیا ہوا تھا۔ بات صحیح تھی۔ بات صحیح تھی کیونکہ فاروقی مرزائی تو تھا مگر قادیانی پارٹی کی بجائے مرزائیوں کی لاہوری پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ ویسے بھی مرزائی خود کو قادیانی یا مرزائی کہلوانا پسند نہیں کرتے بلکہ خود کو احمدی کہتے ہیں۔ پوچھا یہ پرچہ کیسے پریزیڈنٹ تک پہنچا۔ جب کہ منع کر رکھا تھا کہ نوائے وقت اور چٹان پریزیڈنٹ کو نہیں بھیجنا۔ کیونکہ وہ پسند نہیں کرتے۔ خاں صاحب نے لاعلمی ظاہر کی مگر چونکہ جھوٹ بولنے کی عادت نہیں تھی۔ س لئے چہرے سے اعتراف صاف ظاہر تھا۔

دوسرے دن فاروقی نے خاں صاحب کو واپس وزارت اطلاعات میں بھیج دیا۔ میں نے اختر ایوب سے ٹیلی فون پر بات کرنا چاہی مگر وہ نہ مل سکے اور خاں صاحب ایوان صدر میں داخلے کا پاس جمع کروا کر وزارت اطلاعات میں چلے گئے۔ وہاں سے ان کی پوسٹنگ انفرہ میں سینٹو کے ہیڈ کوارٹر میں ہو گئی، جہاں وہ چار برس تک فرائض سرانجام دیتے رہے اور اتنے پیسے جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ واپس آ کر اسلام آباد میں گھر بنا سکیں۔

جون ۱۹۶۲ء میں اپنے دستور کے تحت فیلڈ مارشل ایوب خان کو حلف و فاداری اٹھانا تھا۔ انتظام کی ذمہ داری کینٹ ڈویژن کی تھی اور وہاں سے سارا پروگرام بن کر آ گیا۔ ابتداء تلاوت قرآن پاک سے ہونا تھی اور اس آیت مبارکہ کا انتخاب مع ترجمہ کیا گیا جس میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ شہاب صاحب نے ان آیات کی بجائے تیسرے پارے کی ان آیات کو تجویز کیا جن کا ترجمہ یہ ہے: ”کہہ دو اے اللہ ملک آپ کے ہیں جسے چاہتے ہیں ملک دے دیتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں ملک لے لیتے ہیں۔ جسے چاہیں عزت دیتے ہیں اور جسے چاہیں ذلت دیتے ہیں۔ آپ ہی کے اختیار میں سب بھلائی ہے۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔“ کینٹ سیکرٹری جناب این۔ اے فاروقی تھے جو لاہوری پارٹی کے مرزائی تھے اور رسول سروس میں شہاب سے بہت سینئر۔ فاروقی کا اصرار تھا کہ نہیں انہی کی تجویز کردہ آیات پروگرام کے مطابق تلاوت ہوں گی اور ایسا ہی ہوا۔ کارسرا میں یہی رواج ہے۔ گدھا ہو گھوڑا ہو، چلے گی اس کی جو سینئر ہوگا۔ حالانکہ دونوں آیات مبارکہ قرآن پاک کی ہیں۔ دونوں میں کوئی تضاد بھی نہیں۔ تضاد فقط فاروقی اور شہاب کے نقطہ نظر میں تھا۔ شہاب حلف اٹھانے والے کو باور کرانا چاہتا تھا کہ اقتدار

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے آزمائش کے طور پر ہے۔ لہذا اس کڑی آزمائش پر پورا اترنے کی کوشش کرتے رہنا، ورنہ جو دیتا ہے وہ لے بھی لیتا ہے اور بالآخر ایسا ہی ہوا۔

شہاب صاحب کی قسمت میں یا فرخ امین کے بعد آنے والے ڈپٹی سیکرٹری عبدالوحید کی قسمت میں جو سکندر مرزا اور ایوب خاں کے دور حکومت میں شہاب صاحب کی آنکھوں کے سامنے ایوان صدر میں سنگین بدعنوانیوں کے ریکارڈ قائم کر گیا۔ بے شک عبدالوحید جو ہدري ظفر اللہ خاں کا پروردہ، ایم۔ ایم کا چھوٹا، وفاقی سیکرٹری وقار احمد کا ماموں تھا اور اسے مرزا ناصر احمد قادیانی میزبانی کا شرف بخشا کرتے تھے۔ مگر فرخ امین قائد اعظم کا پی۔ اے رہ چکا تھا۔ ان دنوں گورنر جنرل کا اسٹنٹ سیکرٹری، ایک فرض شناس اور معتمد ترین سٹاف ممبر تھا۔

ہمارے ملک کے نامور بیوروکریٹ جو وفاقی سیکرٹری تک عہدوں پر کام کرتے رہے، ان کا نام محمد بشیر خالد تھا۔ انہوں نے ”قدرت اللہ شہاب کے ساتھ ایوان صدر میں سولہ سال“ کتاب لکھی۔ اس کے ۱۹۷۱ تا ۱۹۷۲ تک کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

### ایوان صدر میں قادیانی

”ایک صاحب عبدالوحید تھے۔ تعلیم میٹرک تک تھی۔ انہیں وائسرائے ہاؤس دہلی میں جو ہدري سر محمد ظفر اللہ خاں نے کلرک بھرتی کروایا تھا۔ برصغیر کی تقسیم کے وقت پاکستان OPT کرنے والا عملہ کراچی پہنچا تو عبدالوحید سب کلرکوں میں سینئر قرار پائے۔ جو ہدري صاحب نے جو وزیر خارجہ تھے اعانت فرمائی اور عبدالوحید گورنر جنرل کے سیکرٹریٹ میں سپرنٹنڈنٹ بنا دیئے گئے۔

۱۹۵۵ء میں میجر جنرل سکندر مرزا تشریف لائے تو اسٹنٹ سیکرٹری فرخ امین کو جنہیں قائد اعظم کے پی۔ اے ہونے کا اعزاز حاصل رہا تھا اور بعد میں خواجہ ناظم الدین اور غلام محمد کے منظور نظر رہے تھے ٹرانسفر کر دیا گیا۔ ان کی جگہ عبدالوحید کو اسٹنٹ سیکرٹری بنایا گیا۔ اب کی دفعہ اس کی سفارش جو ہدري صاحب نے ہیگ (ہالینڈ) کی تھی، جہاں وہ بین الاقوامی عدالت کے جج کے عہدہ جلیلہ پر متمکن تھے۔ اگرچہ وحید کا شمار سکندر مرزا کے ذاتی سٹاف میں ہونے لگا تھا۔ تاہم ضروری تربیت نہ ہونے کے سبب عبدالوحید کی ذمہ داریاں دفتری عملے تک محدود رہیں۔

یہ شخص کٹر قادیانی تھا۔ جو ہدري سر محمد ظفر اللہ خاں کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس کے علاوہ ایم۔ ایم احمد (ڈپٹی چیئرمین پلیننگ کمیشن) اور بھٹو دور میں ملک گیر شہرت پانے والے اسٹیبلشمنٹ سیکرٹری وقار احمد (جو رشتے میں عبدالوحید کے بھانجے تھے) عبدالوحید کے مربی اور نگران کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ عبدالوحید کے ایوان صدر میں موجود ہونے کے سبب قادیانی جماعت کے امیر اور خلیفہ مرزا ناصر احمد ربوہ سے تشریف لاتے تھے تو عبدالوحید کو میزبانی کا شرف بخشا کرتے اور عبدالوحید ہمیں فخر سے بتایا کرتا۔ فرخ امین نے عبدالوحید کو اس کے مقام پر رکھا ہوا تھا۔ فرخ امین چلا گیا تو عبدالوحید نے پر پرزے نکالے اور خوب نکالے۔ کیونکہ قدرت اللہ شہاب طبیعت کی نرمی کی وجہ سے عبدالوحید کو لگام ڈالنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

قائد اعظم کے مزار کی تعمیر کا مسئلہ معرض التواء میں چلا آ رہا تھا۔ تعمیر کی غرض سے خطیر رقم ایوان صدر کی تحویل میں تھی۔ عبدالوحید نے اس رقم میں اضافہ کرنے کے بہانے شہاب صاحب کو قائل کر کے اس رقم سے مزار کے لئے مختص شدہ سرکاری قطعہ زمین

پر دکائیں تعمیر کروائیں جسے شبینہ مارکیٹ کا نام دیا گیا۔ یہ مارکیٹ آدھی رات تک کھلی رہتی تاکہ سارا دن مصروف رہنے والے لوگ باگ رات کو شاپنگ کر سکیں۔ اس مارکیٹ کی تعمیر میں عبدالوحید نے صرف ایک آفس اسٹنٹ مرزا عبدالرحمن کو اپنے ساتھ رکھا۔ تیسرے کسی شخص کو علم نہ ہونے دیا کہ ٹھیکہ دار کون ہے؟ انجینئر کون ہے؟ دوکانیں کون الاٹ کرتا ہے؟ کرایہ کون وصول کرتا ہے؟ حساب کتاب کون رکھتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ! بس ایک عبدالوحید اور دوسرا مرزا عبدالرحمن۔

مرزا عبدالرحمن خود بڑا آزاد خیال مشہور تھا۔ البتہ ان کا والد آنجنابی مولوی عمر دین مشہور قادیانی مبلغ اور قادیانی جماعت کے بانی آنجنابی مرزا غلام احمد قادیانی دوست تھا۔ گویا قادیانیوں کے مطابق مولوی عمر دین ”صحابی“ کے درجہ پر فائز رہا تھا۔ یہ مارکیٹ خوب چلائی گئی۔ شام کے بعد عبدالوحید اور مرزا عبدالرحمن وہیں اپنا دفتر بھی لگاتے۔ عبدالوحید کے بقول ایک طرف قائد اعظم میموریل فنڈ میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تو دوسری طرف سرکاری زمین غیر قانونی تجاویز سے محفوظ رہی۔ جب دار الحکومت کراچی سے راولپنڈی منتقل ہوا تو عبدالوحید کو راولپنڈی آنا پڑا۔ مگر اس نے مرزا عبدالرحمن کو کراچی شبینہ مارکیٹ میں اپنا نمائندہ بنا کر چھوڑ دیا۔ چند ماہ بعد محسوس ہوا کہ سیٹھ صاحب کے فیجر کی بجائے مرزا صاحب خود سیٹھ ہی بن بیٹھے ہیں تو عبدالوحید نے مارکیٹ بند کروا کر بلڈوزر چلوا دیئے۔ عبدالوحید نے نام بھی کمایا اور دام بھی۔ اس کے ساتھ کاروبار کا تجربہ حاصل ہوا۔ موٹھوں کو خون بھی لگ گیا۔

اچھے کاموں کا شوق ہو تو اللہ تعالیٰ اچھے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ نیت بری ہو تو خدا ڈھیل دینے جاتا ہے۔ اتنی ڈھیل اور رسی اتنی دراز کہ بعد میں مشکیں کسنے کا وقت آئے تو رسی کم نہ پڑ جائے۔ ایوب خان تشریف لاکچکے تھے اور مزار قائد کی تعمیر ایوب خاں کی پہلی ترجیحات میں سے تھی۔ ابتدائی مراحل کے بعد تعمیر شروع ہوئی۔ عبدالوحید پہنچ گئے۔ قدرت اللہ شہاب کی خدمت میں عرض کی کہ جناب پی ڈبلیو ڈی اور دوسرے ادارے بڑا گھپلا کرتے ہیں۔ اس لئے میٹرل کی سپلائی ہمیں اپنے ہاتھ میں رکھنی چاہئے۔ سنگ مرمر مرادان اور ملا گوری سے مہیا ہونا تھا۔ ان جگہوں کے دورے شروع ہو گئے۔ سنگ مرمر کے تاجروں کو خبر ہو گئی۔ وہ لال کرتی میں عبدالوحید کے گھر کا طواف کرنا شروع ہو گئے۔ مزار قائد کی تعمیر کی نگرانی کرنے کے لئے کنسلٹنگ انجینئر کی ضرورت تھی۔ چنانچہ تلاش کرنے سے مطلب کا آدمی مل گیا۔ پی ڈبلیو ڈی سے ریٹائر شدہ سپرنٹنڈنگ انجینئر عبدالرحمن ان کے لئے ایوان صدر میں اسٹنٹ سیکرٹری بڑی چیز تھی۔ جب بھی عبدالوحید بلاتا سر کے بل تشریف لاتے اور ادب کے ساتھ گفتگو کرتے، عبدالوحید کو اب بھی ایک عبدالرحمن میسر آ گیا تھا۔ ایوان صدر سے باہر سنگ مرمر کی خریداری میں کسی کو دخل اندازی کی نہ جرأت تھی اور نہ ہی حق حاصل تھا۔ عبدالوحید اس سلسلے میں مختار کل تھا۔ البتہ آفس اسٹنٹ مرزا عبدالرحمن تو بہ تاب نہ کر کے دوبارہ خدمت پر مامور ہو چکا تھا۔

افسران بالا کے لئے اتنی بات ہی وجہ اطمینان تھی کہ مزار کی تعمیر پروگرام کے مطابق جاری ہے۔ گھپلا کس نوعیت کا ہو رہا تھا اور کون کر رہا تھا۔ انہیں اس سے دلچسپی نہ تھی۔ عبدالوحید نے موقع پا کر مطالبہ کیا کہ چونکہ اس کے فرائض منصبی میں گرانقدر اضافہ ہوا ہے۔ لہذا اسے اسٹنٹ سیکرٹری سے ترقی دے کر ڈپٹی سیکرٹری بنایا جائے۔ سیکرٹری شہاب صاحب نے کہا ٹھیک ہے۔ پریزیڈنٹ صاحب کی منظوری کے بعد وزارت خزانہ سے رجوع کیا گیا۔ تاکہ ضابطے کی کارروائی پوری ہو۔ کسی نائب قاصد کو دس پندرہ روپیہ ماہانہ اضافہ کی بات ہوتی تو وزارت خزانہ کے افسران بال کی کھال اتارنا شروع کر دیتے۔ یہ تو صرف ایک افسر کا رتبہ بڑھانا اور اس کی تنخواہ میں چار پانچ سو روپیہ ماہوار کا اضافہ کرنا تھا اور بس۔ افسر بھی ایوان صدر کا جس سے کسی وقت بھی کام پڑ سکتا تھا۔ لہذا اعتراض کر کے کیا لیتا تھا۔

پولیس نوں آکھاں رشوت خور تے فائدہ کیہہ بوچی ہو جاؤ ہور دی ہور تے فائدہ کیہہ منظوری آگئی اور عبدالوحید ڈپٹی سیکرٹری بن گیا۔ دریں اثناء عبدالوحید نے اسلام آباد کے سیکرٹری-۶ میں جو سب سے پہلے آباد ہوا تھا ایک مکان بنوایا۔ راقم کو اس مکان کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

قدرت اللہ شہاب جو اب سیکرٹری وزارت اطلاعات تھے اور ان کی بیگم ڈاکٹر عفت شہاب بھی ہمراہ تھیں۔ غسل خانے تو خیر سنگ مرمر کے ہونے ہی تھے، کمروں کے فرش اور مکان کی چار دیواری (اندرونی طرف سے) سنگ مرمر کی تھی۔ صرف کمروں کی چھتوں پر پلستر تھا۔ قائد اعظم کے مزار الا مقدس سنگ مرمر بیگم شہاب سے کہے بغیر نہ ہا گیا۔ کہنے لگیں: وحید صاحب کا مکان گھر نہیں بلکہ کسی مغل بادشاہ کا مقبرہ لگتا ہے۔ عبدالوحید بتایا کرتا تھا کہ اپنی تنخواہ میں سے ایک طے شدہ رقم قادیانی جماعت کو ماہوار بھیجنا پڑتی ہے۔ قائد اعظم کے مزار کی بدولت ماہانہ چندے میں یقیناً اضافہ ہوا۔

قائد اعظم میموریل فنڈ سے شہینہ مارکیٹ اور سنگ مرمر کی سپلائی کی ”سرردی“ سے کاروبار کا وسیع تجربہ ہو گیا تھا۔ پریذیڈنٹ کے سیکرٹری اب این۔ اے فاروقی تھے جو خود بھی مرزائی تھے۔ ان سے منظوری لے کر قائد اعظم میموریل فنڈ سے چھ عدد کالے رنگ کی فورڈ پریفیکٹ کاریں خرید کر ٹیکسیاں رجسٹر کروائیں جن کی نمبر پلیٹ پر کیو۔ ایم۔ ایف لکھوایا گیا کہ ٹریفک پولیس کا عملہ قائد اعظم کے احترام میں ان ٹیکسیوں کا بھی احترام کرے۔ اگر بالفرض ٹریفک پولیس والے اپنی ہوس میں اندھے بھی ہو چکے ہوں تو ان کی آنکھوں کا نور بحال کرنے کے لئے ڈرائیور فوراً وہ کاغذ دکھا دے جس پر لکھا تھا کہ یہ ٹیکسی ایوان صدر سے تعلق رکھتی ہے۔ تاکہ پولیس والا پیچھے ہٹ کر سلام کرے اور اگلے سپاہی کا اشارہ کر دے کہ ”جان دیوس“ بھروسے کے ڈرائیور بھرتی کئے گئے تھے جن سے روزانہ کی وصولی دولت خانہ پر ہوتی۔

حساب کتاب کے لئے اب کی دفعہ مرزا عبدالرحمن کو نظر انداز کر کے اپنے پی۔ اے عبدالقادر بھٹی اور نائب قاصد سرفراز خاں کی خدمات حاصل کر لی گئیں۔ حق خدمت کے طور پر انہیں ٹیکسیوں کی آمدنی میں سے ماہانہ الاؤنس دیا جاتا۔ یہ مشغلہ ۱۹۶۸ء تک جاری رہا۔ اس دوران سیکرٹری صاحبان کی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ قدرت اللہ شہاب کے بعد تھوڑی مدت کے لئے میاں ریاض الدین اور اعجاز نائیک تشریف لائے تھے۔ ان کے بعد این۔ اے فاروقی اور سید فدا حسین تشریف لائے تھے۔ مگر عبدالوحید سب کی آنکھوں میں خاک جھونکنے میں کامیاب رہا۔ نہ ہی کسی کو تو ال شہر کو مسجد کے زیر سایہ اس خرابات پر انگلی اٹھانے کی جرأت ہو سکی۔

ایوان صدر میں سیکرٹریٹ کے عملے نے عبدالوحید کے بارے میں کھسر پھسر شروع کر دی تو بات عبدالوحید تک پہنچی۔ آدمی ہوشیار تھا۔ وقت پر گڑ بڑ بھانپ کر تدارک کر لیتا تھا۔ سید فدا حسن کے پاس گیا کہ جناب ایوان صدر میں غریب عملے کو ان کی لمبی خدمات کے عوض صوبائی حکومت سے تھوڑی تھوڑی سرکاری اراضی دلوائی جائے۔ فدا حسن نے کہا ٹھیک ہے۔ گورنر موسیٰ کے نام چٹھی لکھ کر لاؤ۔ چٹھی لکھ کر لے گئے۔ دس بارہ چہڑا سیوں کے لئے ساڑھے بارہ ایکڑ (آدھا مربع) اور فہرست کے اخیر میں خود اپنا نام اور اس کے آگے صرف سوا سوا ایکڑ یعنی چار مربع زرعی اراضی۔

چٹھی روانہ ہوئی۔ گورنر موسیٰ کے سٹاف نے دیکھا تو ان کے منہ میں بھی پانی بھر آیا اور نام شامل ہوئے۔ ضلع میانوالی کی تحصیل بھکر میں اراضی الاٹ ہو گئی۔ جن چہڑا سیوں کے نام گئے تھے وہ عبدالوحید کی غریب پروری پر عیش عیش کراٹھے۔ جن کے نام رہ

گئے تھے ان میں سے دو چار جوزیادہ ”بڑبولے“ تھے ان کو سمجھایا گیا کہ دیکھو اگلے سال پھر نام بھجوانے ہیں۔ تم کام اچھا کرتے رہو۔ وہ اچھا کام کرنے کا مطلب سمجھ گئے اور خاموش ہو گئے۔

۱۹۶۸ء کے وسط میں سید فدا حسن تبدیل ہو گئے۔ ان کی جگہ عبدالقیوم تشریف لے آئے۔ یہ حضرات بالکل ہی دوسری قسم کے تھے۔ آتے ہی ٹیکسیوں کا کاروبار بند کروایا اور حساب کتاب طلب کر لیا۔ ابھی ہفتہ عشرہ بھی نہ گزر راتھا کہ عبدالوحید کا بوریا بستر لپیٹنے کا حکم مل گیا۔ اگرچہ اس وقت تک آرسی ڈی کے لئے میری سلیکشن ہو چکی تھی اور ایوان صدر سے رخصت ہونے کے لئے پریذیڈنٹ صاحب کی اجازت کا منتظر تھا۔ تاہم عبدالقیوم صاحب نے مجھے عبدالوحید سے چارج لینے کو کہا۔ عبدالوحید نے اپنے ذاتی کاغذات اور سامان سمیٹنے کے لئے قیوم صاحب سے دودن کی مہلت مانگی جو مل گئی۔ آخری دن تھا، شام کے بعد رات شروع ہو گئی۔ عبدالوحید اپنے پی۔ اے عبدالقادر بھٹی اور نائب قاصد سرفراز کی مدد سے ”پھولا پھالی“ میں مصروف رہا اور وقفہ وقفہ سے پیشانی سے پسینہ پونچھتا رہا۔ میں بھی انتظار میں بیٹھا رہا۔ میں رات نو بجے کھانا کھانے اپنے گھر جو ایوان صدر کی حدود کے اندر تھا، چلا گیا۔ واپس آیا تو عبدالوحید کاغذات کا ڈھیر لگائے انہیں جلانے میں مشغول تھا۔ راکھ بتا رہی تھی کہ بوری بھر کا غنڈا جلانے چاہئے ہیں۔

میں نے اپنے کمرے میں آ کر ٹیلی فون پر عبدالقیوم صاحب کو اطلاع دینے کی کوشش کی مگر وہ گھر پر نہ تھے۔ رات گیارہ بجے چارج لیا۔ صبح قیوم صاحب کو پتہ چلا تو سچا ہو گئے اور لگے مجھ پر برسے۔ ان کا غصہ بجا تھا مگر میں بے گناہ تھا۔ ریکارڈ جل چکا تھا اور عبدالوحید جا چکا تھا۔ کچھ عرصہ وہ چھٹی پر رہا۔ پھر اس کی پوسٹنگ سی ڈی اے میں جہاں این اے فاروقی چیئر مین تھے بطور ایڈمن آفیسر ہو گئی۔ ایوان صدر کو چھوڑ کر آرسی ڈی میں تہران چلا گیا۔ ایران سے واپسی پر میری تقرری وزارت تعلیم میں ہو گئی۔ ایوان صدر کے پرانے دوستوں سے معلوم ہوا کہ عبدالوحید کے خلاف انکوائری ہوئی تھی جس کے نتیجے میں اسے جبری ریٹائر کر کے آدھی پنشن بحق سرکار ضبط کر لی گئی تھی۔ اس تمام کارروائی کا کریڈٹ عبدالقیوم کو جاتا ہے۔ اگرچہ جرائم کے مقابلے میں سزا بہت کم تھی، ممکن ہے بلکہ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ایم ایم احمد، وقار احمد، این اے فاروقی اور دوسرے قادیانی افسروں نے مک مکا کی پوری کوشش کی ہوگی۔ اپنے خلاف بیشتر کاغذی شہادتیں وہ پہلے ہی ایوان صدر سے نکلنے وقت تلف کر چکا تھا۔ تاہم مکافات عمل سے کون بچا ہے جو عبدالوحید بچ جاتا۔“

یہ طویل اقتباس آپ نے پڑھا۔ اس کے ذیل کے یہ چند نکات آپ کی توجہ کے مستحق ہیں:

.....۱ عبدالوحید قادیانی کو وائسرائے ہاؤس دہلی میں ظفر اللہ خان نے بھرتی کر لیا۔

.....۲ پاکستان بننے کے وقت یہ میٹرک پاس قادیانی سینئر کلرک قرار پایا۔

.....۳ پاکستان کے گورنر جنرل جناب قائد اعظم کے سیکرٹریٹ کا سپرنٹنڈنٹ عبدالوحید قادیانی کو ظفر اللہ قادیانی نے مقرر کر لیا اور پوری حکومت پاکستان کا اس کو کرتا دھرتا بنا دیا۔

.....۴ جنرل سکندر مرزا کے زمانہ میں قائد اعظم کے پی اے فرخ امین کا تبادلہ کر کے اس کی جگہ عبدالوحید قادیانی کو ظفر اللہ نے اسٹنٹ سیکرٹری لگوادیا۔

.....۵ عبدالوحید کٹر قادیانی تھا۔ ظفر اللہ خاں قادیانی کی سرپرستی حاصل کی۔

.....۶ ایم ایم احمد قادیانی مرزا قادیانی کا پوتا۔ اسٹیبلشمنٹ کا سیکرٹری وقار قادیانی۔ اسی عبدالوحید قادیانی کے بھانجے تھے۔

- .....۷ عبد الوحید کی بہن مرزا قادیانی کی بہو اور مرزا کے بیٹے بشیر احمد ایم۔ اے کی اہلیہ تھی۔
- .....۸ یہ قادیانی نبوت کا رشتہ دار تھا۔
- .....۹ مرزا ناصر قادیانی خلیفہ کا یہ میزبان تھا۔
- .....۱۰ عبد الوحید کا کلمہ اتنا مطبوع تھا کہ قدرت اللہ شہاب ایسے آفسر کو قابو نہ دیتا تھا۔
- .....۱۱ قائد اعظم کی مزار کی تعمیر کا نگران یہ عبد الوحید قادیانی بنا۔
- .....۱۲ مزار قائد کی تعمیر کے فنڈ سے شہینہ مارکیٹ بنوا کر ان کا کرتا دھرتا بن کر کما و پتر ہو گیا۔
- .....۱۳ عبد الوحید نے آفس اسٹنٹ مرزا عبدالرحمن، ہم عقیدہ کو ساتھ رکھا۔ ٹھیکہ دار، انجینئر، دکائیں کون الاٹ کرتا، کون کراہی لیتا ہے، کون حساب رکھتا ہے۔ یہ معاملات صرف دو قادیانیوں کے ہاتھ میں تھے اور دونوں ہاتھ ان کی اپنی جیبوں میں تھے۔
- .....۱۴ عبدالرحمن قادیانی عمر دین قادیانی مبلغ و مناظر اور مرزا کا معاذ اللہ صحابی کا بیٹا اور سکہ بند قادیانی تھا۔
- .....۱۵ یہ مارکیٹ خوب چلی۔
- .....۱۶ دار الحکومت کراچی سے اسلام آباد آیا تو عبد الوحید قادیانی اسلام آباد آیا گیا۔ شہینہ مارکیٹ کا نمائندہ عبد الرحمن قادیانی ہو گیا۔
- .....۱۷ عبد الوحید قادیانی کے بعد یہ نوگزار عبد الرحمن قادیانی بجائے منیجر مارکیٹ کے سیٹھ بن گیا۔
- .....۱۸ عبد الوحید قادیانی نے غصہ میں مارکیٹ بلڈوز کرادی۔ عبد الوحید قادیانی نے نام و دام کمایا۔ کاروبار چکا۔ مونچھوں کو خون لگا۔
- .....۱۹ قائد اعظم مزار کی میٹریل کی سپلائی عبد الوحید قادیانی نے کی۔
- .....۲۰ سنگ مرمر اور مولانا غوری کے تاج لال کرتی میں عبد الوحید کے گھر کا طواف کرنا شروع کئے۔
- .....۲۱ سابق عبد الرحمن قادیانی دوبارہ عبد الوحید قادیانی کے ساتھ میٹریل کی سپلائی میں شریک ہو گیا۔
- .....۲۲ عبد الوحید قادیانی کو اسٹنٹ سیکرٹری سے ڈپٹی سیکرٹری بنا دیا گیا۔
- .....۲۳ مزار قائد کراچی کے ساتھ اسلام آباد جی۔ ۶ میں عبد الوحید قادیانی کا مکان بننا شروع ہو گیا۔
- .....۲۴ شہاب صاحب کی بیگم عفت مکان دیکھنے گئیں۔ غسل خانے مکان کی چار دیواری کروں کے فرش قائد اعظم کے مزار کا مقدس سنگ مرمر یہاں عبد الوحید قادیانی کے گھر لگا تھا۔
- .....۲۵ بیگم شہاب نے کہا یہ عبد الوحید کا گھر نہیں یہ کسی مغل بادشاہ کا مقبرہ لگتا ہے۔
- .....۲۶ عبد الوحید کی تنخواہ کے ساتھ قادیانی جماعت کے فنڈ میں بھی مزار قائد کا حصہ پڑنا شروع ہو گیا۔
- .....۲۷ صدر مملکت کے سیکرٹری این۔ اے فاروقی قادیانی تھے۔ ان کی منظوری سے قائد اعظم میموریل سے ۶ عدد پریفیکٹ کاریں خرید کر ان کی نمبر پلیٹ پر مزار قائد لکھوایا گیا تاکہ ٹریفک پولیس سلوٹ مارنے پر مجبور ہے۔
- .....۲۸ عبد الوحید قادیانی نے ۴ مہرہ اراضی گورنر موسیٰ سے لکھوا کر حاصل کر لی۔
- .....۲۹ عبد الوحید کا جب بوریا بستر لیٹنے کا وقت آیا اس نے بہت سارے ریکارڈ کو آگ لگا دی۔ نہ رہے بانس اور نہ رہے بانسری۔

.....۳۰ کچھ عرصہ بعد سی ڈی اے کے چیئرمین این اے فاروقی قادیانی بنے۔ انہوں نے ایڈمنٹن دوبارہ مقرر کر دیا۔

.....۳۱ عبدالوحید قادیانی کو ریٹائر کر کے آدھی پنشن ضبط کر لی۔ جرائم کے مقابلے میں سزا کم تھی، لیکن کون پوچھنے والا تھا۔

.....۳۲ ایم ایم احمد قادیانی و قار احمد قادیانی این اے فاروقی سب قادیانی افسران اس مکہ میں شریک تھے۔ ہم نے تو ۳۲ نمبر لگوا دیئے۔ کیا کوئی حکمران کی قادیانیوں کی بتیسی گئے گا۔

## (۱۸۲۷) محمد ایوب دہلوی، مولانا حافظ

(ولادت: ۱۸۸۹ء ..... وفات: دسمبر ۱۹۶۹ء)

آپ بڑے عالم و فاضل تھے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی تشریف لائے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر کی کلاس کا اجراء کیا۔ دیکھتے دیکھتے اس ہفتہ واری کلاس نے خوب قبولیت حاصل کی۔ آپ ہر بات کو سمجھانے کے لئے دو اور دو چار کی طرح کا انداز اختیار کرتے۔ اس لئے جو بات فرماتے سامعین کے قلب و جگر میں بیوست ہو جاتی۔ آپ نے مکرین حدیث کے رد میں حجیت حدیث پر کتاب تحریر فرمائی۔ رد قادیانیت پر بھی آپ کی تقاریر پر مشتمل رسالہ جس کا نام ”ختم نبوت“ ہے، جو احتساب قیامت کی جلد ۳۵ میں شامل ہے۔

## (۱۸۲۸) محمد ایوب (ساکن کول)، مولانا

مولانا محمد ایوب ساکن کول نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں تحریر کیا کہ: ”قادیانی شریعت محمدیہ کے اصول کا منکر ہے اور جو کوئی ان کا منکر ہو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ الہی ہمیں باطل سے بچائے رکھنا۔“

## (۱۸۲۹) محمد باقر، جناب ڈاکٹر پروفیسر

(پیدائش: اپریل ۱۹۱۰ء)

آپ فیصل آباد کے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے لیکچرار کے عہدہ پر فائز رہے۔ اور نیشنل کالج لاہور کے پرنسپل بھی رہے۔ آپ کا ایک مقالہ ”درمنش قادیانی“ بھی ہے۔

## (۱۸۳۰) محمد بخش بزدار، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۲ء ..... وفات: ۱۱ نومبر ۱۹۸۷ء)

بستی بزدار نزد تونسہ شریف کے رہائشی تھے۔ آپ نے اپنی بستی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ قاسم العلوم ڈیرہ غازی خان، مدرسہ مخزن العلوم خانپور اور جامعہ محمودیہ تونسہ شریف میں تعلیم حاصل کی۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے بیعت کا تعلق بذریعہ خط و کتابت قائم کیا۔ منگروٹھ، شادان لنڈ، کہر و لعل عیسن میں امامت و خطابت اور تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ شادان لنڈ میں مدنی مسجد تعمیر کی اور یہیں سے عالم آخرت کو روانہ ہوئے۔ شادان لنڈ میں جمعیۃ علماء اسلام کے امیر رہے۔ آپ نے ۱۹۵۳ء میں شادان لنڈ میں تحریک ختم نبوت کو جاری رکھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں گرفتار ہوئے۔ شیرگڑھ کی مسجد میں قادیانی مردہ کی نعش نکالنے کی جدوجہد میں صف

اڈل میں رہے۔ شادان لنڈا میں قادیانی مردوں کے لئے مرگٹ الاٹ تھا وہ پر ہو گیا تو قادیانیوں نے قریب کے ایک مسلمان غریب کے پلاٹ پر قبضہ کر کے چار دیواری کر کے اپنے مردہ کو دفن کر دیا۔ مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ کیس عدالت میں گیا۔ اتنے میں قادیانیوں نے ایک اور قادیانی کے مرنے پر اسے یہاں دفن کرنا چاہا۔ رمضان المبارک کا مہینہ، مئی کی گرمی میں، آپ کو پتہ چلا تو آپ جلوس لے کر اسی غضب شدہ پلاٹ پر چلے گئے۔ وہاں تراویح ادا کی۔ قادیانی قبضہ کی دیوار ہٹا دی گئی۔ قادیانی دوڑ گئے۔ اصل مسلمان مالک کا قبضہ بحال ہوا۔ عدالت نے بھی اس کے حق میں فیصلہ دیا۔ غلام حیدر خان حیدرانی ریٹائرڈ ماسٹر، ماسٹر سعید اللہ حیدرانی، امان اللہ خان حیدرانی نمبر یونین کونسل شادان لنڈا اپنے خاندان کے کئی افراد سمیت مولانا محمد بخش کے ہاتھ پر قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔

## (۱۸۳۱) محمد بخش مسلم، مولانا

(پیدائش: ۱۸ فروری ۱۸۸۷ء ..... وفات: ۱۷ فروری ۱۹۸۷ء)

آپ نامور مذہبی رہنما تھے۔ شہسوی کی ہندو تحریک کے خلاف مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ اس زمانہ میں آپ مناظر اسلام کی حیثیت سے نمایاں ہوئے۔ جامع مسلم مسجد کے خطیب رہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی انکوائری میں بھی پیش ہوئے۔ غرض آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ مسلم مسجد کے مینار کے زیر سایہ ابدی آرام کر رہے ہیں۔

## (۱۸۳۲) محمد برخوردار ملتانی، الحاج ملک

(وفات: ۲۰ اپریل ۱۹۷۲ء)

حاجی ملک محمد برخوردار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے باوفا، مخلص، ایثار پیشہ اور دینی و مجلسی تعلقات کو تادم زیست نبھانے والے لوگوں میں سے ایک تھے۔ ملک محمد برخوردار والدین کی اکلوتی اور لاڈلی اولاد ہونے کے باعث تعلیم سے محروم رہے۔ خاندانی رسم و رواج کے مطابق میلوں، عرسوں میں پہلوانی کے مشغلہ میں مصروف رہے۔ بعد ازاں اللہ رب العزت نے توفیق بخشی تو حضرت مولانا عبداللہ خطیب جامع مسجد کالے منڈی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ قرآن، ترجمہ، فارسی کی گلستان، بوستان اور ضروری کتب کی تعلیم حاصل کر کے دین و مسلک کے علمبردار بنے۔ اسی دوران حاجی امام الدین مخدوم دین پوری غلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی سے تعلق پیدا ہوا۔ بعد ازاں قیام پاکستان سے قبل حاجی محمد علی سراج متولی مسجد سراجاں کے گھر پر پورے خاندان و عزیز اقارب کے ہمراہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ قیام پاکستان سے قبل ملتان شہر اور گردونواح میں حضرت شاہ جی کے تمام پروگرام اور پہرہ داری کی نگرانی حاجی صاحب مرحوم فرماتے۔ حضرت شاہ جی کے تبلیغی دورے ملتان و گردونواح کے علاوہ ریاست بہاول پور تک پہنچے۔ مگر مرکزی دروازہ حاجی صاحب مرحوم کا گھر ہی رہا۔ ۱۹۲۸ء میں انجمن خدام المسلمین کا قیام عمل میں آیا تو اس کا پہلا دفتر بھی حاجی صاحب مرحوم کے مکان کا حصہ بنا۔ خوب متحرک اور وفا شعار انسان تھے۔ اکابرین احرار ملتان سنٹرل جیل میں مقید رہے تو اس دوران بھی حاجی صاحب مرحوم ان اکابرین کی خدمت گزاری میں پیش پیش رہے۔



## (۱۸۳۳) محمد بشیر بٹ، جناب خواجہ

(وفات: اکتوبر ۱۹۸۲ء)

موصوف انجمن نعمانیہ لاہور کے نائب صدر رہے۔ تحریک شہید گنج، تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے۔ حج پر گئے ہوئے تھے کہ مکہ مکرمہ کے جنت المعلیٰ میں ابدی نیند سو گئے۔

## (۱۸۳۴) محمد بشیر جہانگیری، جناب جسٹس

جنرل ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف قادیانیوں نے سپریم کورٹ اپیل دائر کی تھی جسے ۳ جولائی ۱۹۹۳ء کو جسٹس شفیع الرحمن، جسٹس عبدالقدیر، جسٹس عبدالون، جسٹس دلی محمد نے مسترد کر دیا تھا۔ سپریم کورٹ کے چار رکنی بنچ کے فیصلہ کے خلاف قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں نظر ثانی درخواست دائر کی، جسے ۸ نومبر ۱۹۹۹ء کو سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے جس کے رکن جناب جسٹس بشیر جہانگیری تھے۔ انہوں نے عدم بیروی کی بنیاد پر قادیانی نظر ثانی کی اپیل کو مسترد کر دیا۔

## (۱۸۳۵) محمد بشیر شہسووانی (بھوپال)، مولانا

(ولادت: ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۳ء ..... وفات: جمادی الاول ۱۳۲۶ھ/جون ۱۹۰۸ء)

ملعون قادیان غلام احمد قادیانی نے اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی جا کر مولانا سید نذیر حسین سے مناظرہ کی طرح ڈالی۔ لیکن پھر خود ہی حیلے بہانوں سے کئی کترانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ تب اس زمانہ کے ایک عالم دین مولانا محمد بشیر شہسووانی جو بھوپال میں مقیم تھے، انہوں نے مرزا قادیانی کو کھلی چٹھی دے دی کہ جن شرائط پر آپ چاہیں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ بھوپال سے وہ دہلی تشریف لائے اور مرزا قادیانی کے ”گاٹے فٹ“ ہو گئے۔ ماہ اکتوبر ۱۸۹۱ء دہلی میں مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد بشیر شہسووانی نے تین پرچے لکھے۔ تین پرچے مرزا قادیانی نے لکھے۔ لیکن تیسرے پرچہ میں مرزا قادیانی نے اپنے خسر میر ناصر کی بیماری کا بہانہ کر کے قادیان جانے کے لئے دہلی چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔ مولانا محمد بشیر نے بہت زور لگایا کہ اپنے تیسرے پرچہ کا جواب لے لو۔ لیکن مرزا قادیانی نہ مانا۔ ”میں نہ مانوں“ کی گردان نے مرزا قادیانی کے منہ سے جھاگ کا منظر پیش کیا۔ مولانا محمد بشیر نے اس کا جواب لکھ کر مرزا قادیانی کو بھجوا دیا۔ مولانا محمد بشیر شہسووانی نے ”الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح“ تحریر فرمائی۔ ہم نے احتساب کی جلد ۴۲ میں صرف مولانا محمد بشیر کے پرچوں کو درج کیا ہے۔ مرزا قادیانی کے پرچے حذف کر دیئے ہیں۔ مرزا قادیانی کے پرچے چونکہ خود مرزا قادیانی نے ”مباحثہ الحق دہلی“ میں شائع کر دیئے تھے۔ شائقین وہاں دیکھ سکتے ہیں۔ اصل کتاب پڑھنے سے باقی تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ایک سو بیس سال بعد اس کتاب کی اشاعت ڈھیروں ڈھیر کریم کے کرم کے اعتراف کے ساتھ اس سعادت کے حصول پر سجدہ شکر بجالاتا ہوں۔

مولانا محمد بشیر شہسووانی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا ہے کہ: ”مرزا قادیانی ان عقائد و مقالات کی وجہ سے اسلام سے خارج اور دجالین کذابین کی جماعت میں داخل ہے۔ ایسے عقائد و اقوال کے ساتھ کوئی شخص شرعاً و عقلاً ملہم و مجید نہیں ہو سکتا۔ رسول

اللہ ﷻ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال کذاب پیدا ہوں گے، جو تم کو ایسی باتیں کہیں گے جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے نہ سنی ہوں گی۔ خبردار! ان سے بچتے رہنا۔ مبادا وہ تم کو گمراہ کر دیں۔“

## (۱۸۳۶) محمد بشیر (کوٹلی لوہاراں)، مولانا

آپ کوٹلی لوہاراں کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کوٹلی لوہاراں میں مولانا محمد شریف کے ہاں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم بھی والد گرامی سے حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے اور سید ابوالبرکات محمد احمد قادری کے نامور شاگردوں میں شامل ہوئے۔ ردقادیانیت پر آپ نے تحریری کام کیا۔ ختم نبوت و اجرائے نبوت اور وفات عیسیٰ علیہ السلام ایسے موضوعات پر بحث کر کے فخر الدین ملتانی کی احمدیہ پاکٹ بک کا جواب شائع کیا۔ اس کتاب کا نام ”ختم نبوت“ تجویز فرمایا۔ اس کتاب پر سید ابوالبرکات و دیگر حضرات کی تقاریر موجود ہیں۔

## (۱۸۳۷) محمد بشیر ہزاروی (ہری پور)، مولانا قاری

(پیدائش: ۱۹۵۸ء ..... وفات: ۱۳ فروری ۱۹۹۹ء)

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحق، تلمیذ حضرت مدنی سے حاصل کی۔ قاری ولی الرحمن صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔ قاری محمد تقی الاسلام دہلوی مرحوم سے تجوید پڑھی۔ دورہ حدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے کیا۔ اپنے بڑے بھائی مولانا فضل رازق کے انتقال کے بعد جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ ہری پور کے منبر و محراب کی زینت بنے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ شخصی وجاہت، قد کاٹھ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی خطابت بھی اپنے بھائی مولانا فضل رازق مرحوم کی خطابت کا پرتو تھی۔ آپ نے شیرانوالہ گیٹ کی مرکزیت کو بحال رکھا۔ بلکہ چار چاند لگا دیئے۔

غالباً ۱۹۸۶ء میں فقیر پہلی دفعہ آپ کی مسجد میں حاضر ہوا۔ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس تھی۔ مولانا عبدالرؤف الازہری مرحوم بھی راقم کے ساتھ تھے۔ اس موقع پر قاری صاحب کی محبت، اپنائیت اور خلوص کبھی بھلائے بھی نہ بھولے گا۔ ۱۹۸۷ء میں انہوں نے اپنی مسجد میں دس روزہ ردقادیانیت کورس کا انعقاد کیا تھا۔ فقیر اس موقع پر تقریباً ایک ہفتہ ان کا مہمان رہا۔

ہر سال کی ختم نبوت کانفرنس، دو تین ماہ بعد ختم نبوت کورس، ختم نبوت سیمینار، درس قرآن، خطبہ جمعۃ المبارک، غرضیکہ بے شمار دفعہ انہوں نے بلایا۔ دعوت دی۔ فقیر حاضر ہوا۔ بیان کیا۔ ان کی شفقتوں کو سمیٹا۔ بہت ہی قدر دان اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ شیرانوالہ گیٹ کی رونقیں ان کے دم قدم سے تھیں۔ ہری پور ہزارہ کی پہچان اور آبرو تھے۔ علماء دیوبند کی ہر جماعت، ہر تنظیم اور ہر تحریک کے وہ سرپرست تھے۔ وہ ہر ایک کے تھے ہر کوئی ان کا تھا۔ غرضیکہ بے شمار محاسن کا مرقع تھے۔ فقیر کی آنکھوں میں آج بھی وہ منظر ہے کہ ۱۹۹۸ء کی ختم نبوت کانفرنس شیرانوالہ گیٹ چوک میں انعقاد پذیر تھی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کانفرنس کی صدارت فرما رہے تھے۔ قاری صاحب ان دنوں شدید بیمار تھے۔ کمزوری اور نقاہت کے باوجود آخر تک سٹیج کی رونق بنے رہے۔ سامعین کے شدید اصرار پر چند جملے ارشاد فرمائے۔ ڈی. سی. ہری پور کانفرنس کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ قاری صاحب نے ڈی. سی. کو فون کر کے فرمایا تھا کہ ڈی. سی. صاحب قاری بشیر بیمار ضرور ہے مرا نہیں کہ آپ شیرانوالہ گیٹ میں کانفرنس کی اجازت نہ دیں۔ یہ ختم نبوت کانفرنس ہے۔ کسی ماں نے

ایسا بیٹا نہیں جتنا جو اس کانفرنس پہ پابندی لگا سکے۔ تم پابندی لگاؤ، میں تمہیں کانفرنس کرا کے دکھاؤں گا۔ یہ ساری روئیداد انہوں نے شرکاء کانفرنس کو سنائی۔ ہر ایک کی آنکھوں میں آنسو تھے اور قاری صاحب کے لئے احترام اور عقیدت کے جذبات تھے۔

## (۱۸۳۸) محمد بن شیخ حسین (مفتی اعظم مالکیہ مکہ مکرمہ)، مولانا مفتی

مولانا غلام دستگیر مرحوم نے جب ملعون قادیان کے خلاف ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ / جولائی ۱۸۸۷ء میں حرمین شریفین کے چاروں فقہوں کے مفتیان کرام سے فتویٰ طلب کیا تو اس وقت مالکیہ کے مکہ مکرمہ میں مفتی اعظم مولانا مفتی محمد بن شیخ حسین نے یہ فتویٰ دیا۔

الحمد لله رب العالمين، رب زدني علما، اللهم اهد هداية للصواب من يهدى الله فلا مضل له ومن يضل فلا هادي له، اما صاحب هذا المقال فقد انعمس في ابحر الخواطر الشيطانية والهواجس النفسانية فما اكذبه واشقاه حيث ادعى ما ادعاه من الدجل المنصوص عليه يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤكم الحديث، واما المؤيد له بالرسالة المسماة باشاعة السنة فهو اشقى منه لقوله تعالى: ولا تعاونوا على الاثم والعدوان الآية فكل منهما يجب على ولي الامر تعزيرهما التعزير البليغ، واما ما افه الفاضل العلامة للشيخ محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر الهاشمي الحنفى القصورى فى بيان ضلال المذكورين وابطال اقوالهما فقد اجاب فيه بما ذكره من النحت البليغ على اتباع الدين الحق القوام والله اعلم، اللهم لا تجعلنا ممن اتبع هواه وملك طريق الشيطان فاغواه وحسن له سوء المقال فارواه آمين بجاه الايمان

كتبه الراجى العفو من واهب العطية محمد ابن المرحوم الشيخ حسين مفتى المالكية ببلد الله مكة مصلياً ومسلماً۔ ذيقعدہ ۱۳۰۴ھ

سب تعریفیں پروردگار عالم کو خاص ہیں۔ خداوند! مجھے علم دے اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر۔ جس کو خدا راہ نمائی کرے، کوئی اسے گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کی راہنمائی کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن ایسی باتیں کرنے والا بے شک شیطانی خطر اور وسوسہ نفسانی کے دریاؤں میں ڈوب گیا ہے۔ اس کے جھوٹ اور بد بختی سے توجہ ہے۔ اس لئے کہ مدعی ہوا ہے اس بغاوت کا جو حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانے میں سخت جھوٹے دجال ہوں گے۔ تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی اور رسالہ اشاعت السنہ سے جس نے اس کی تائید کی ہے وہ سخت بد بخت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گناہ اور حدوں سے درگزر کرنے میں تائید نہ کرو۔ پس حاکم اسلام پر واجب ہے کہ ان دونوں کو سخت تعزیر کرے اور وہ رسالہ جو فاضل علامہ شیخ محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری نے ان دونوں کی گمراہی کے بیان اور ان کی باتوں کی تردید میں لکھا ہے۔ بے شک

اس میں بہت درست لکھا ہے۔ اس لئے کہ سچے دین کی اتباع کی جائے۔ بہت عمدہ ترغیب ذکر کی ہے۔ خدا بہت دانا ہے۔ بارخدا یا! ہم کو ہوائے نفس کے پیچھے چلنے والوں، اور شیطان کی راہ میں گمراہ ہونے والوں، اور بری باتوں کو اچھا جان کر ہلاک ہونے والوں سے نہ کر۔ آمین بجاء سید المرسلین!

یہ تحریر اللہ تعالیٰ کی بخشش کے امیدوار محمد بن شیخ حسین مرحوم نے لکھی ہے۔ جو مکہ معظمہ میں مالکیوں کا مفتی ہے۔

دستخط: محمد بن حسین مفتی مالکیہ  
(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۵۷، ۹۸)

## (۱۸۳۹) محمد بن عبدالقادر باشہ فتنی حنفی (پٹنہ)، مولانا

حضرت مولانا غلام دیکگیر تصوری نے جب مرزا قادیانی کے خلاف کتاب ”رحم الہیاطین“ تحریر کی تو مولانا محمد بن عبدالقادر باشہ حنفی ساکن پٹنہ نے ذیل کی اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذی انزل الفرقان علی سید الانس والجان و احمد به الباطل والشرك والطغیان، والصلوة والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ والتابعین لهم باحسان مد الدهور والأزمان وبعد!

قد طالعت بعض هفوات غلام احمد مقيم القاديان في كتابه البراهين الاحمدية وفي الاعلان فوجدته من تلبيسات الشيطان وليس من الهامات الرحمن، بل ما ذلك الا بهتان وهذيان فمن اتبعه عد من اهل الخسران وهذه الرسالة نظرت ايضا في لطائف ردها فاطمئن بها الجنان فعسى ان ينجو بمطالعتها كثير من الاخوان من اهل السنة والجماعة وغيرهم بفضل الكريم المنان فجزى الله المؤلف اعلى الجنان

كتبه الحقير محمد بن عبدالقادر باشه الفتنى الحنفى عفا الله عنه وعن والديه واحسن اليهما واليه.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے قرآن مجید آدمیوں اور جنوں کے سردار پر اتارا اور اس سے جھوٹ اور شرک اور سرکشی کو نابود کیا اور درود و سلام اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر اور اس کی آل و اصحاب اور نیکی سے ان کے پیروؤں پر ہمیشہ ہو۔

بعد ازاں! میں نے غلام احمد قادیانی کی براہین احمدیہ و اشتہار سے اس کی بعض لغزشوں کا مطالعہ کیا۔ پس ان کو شیطانی بناؤں سے پایا۔ وہ رحمانی الہام نہیں ہیں۔ بلکہ نرا بہتان اور یہودہ گوئی ہے۔ پس جس نے اس کی پیروی کی وہ نقصان والوں میں سے ہے اور اس رسالے کی عمدہ تردیدات کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ پس ان سے دل کو آرام آیا۔ امید ہے کہ اس کے مطالعے سے بہت

برادران اہل سنت وغیرہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات پالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے مؤلف کو اونچی بہشت بدلہ دے۔  
اس تحریر کو عاجز محمد بن عبدالقادر باشہ پٹنہ کے باشندے خفی نے لکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخشے اور ان سب سے احسان کرے۔ فقط!

## (۱۸۴۰) محمد بن عبداللہ السبیل (مکہ مکرمہ)، فضیلۃ الشیخ

امام مسجد الحرام بیت اللہ شریف جناب فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل جو شہوان الحرمین شریفین کے وزیر بھی تھے۔ آپ نے ”محمد رسول اللہ خاتم النبیین و المرسلین“ کے عنوان پر حرم شریف میں خطبہ دیا جسے بعد میں ۲۲ صفحات کے رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا۔ قادیانیت کے فتنے کے استیصال کے لئے جناب موصوف کی گرانقدر خدمات ہیں۔

## (۱۸۴۱) محمد بن قیسی الحسینی (سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی)، جناب

سعودی عرب کے جناب محمد بن قیسی الحسینی جو کہ رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ فتنہ قادیانیت کے خلاف تحریر کرتے ہیں کہ: ”جس طرح اللہ کی حاکمیت کے مقابلے میں فرعون و نمرود آئے اور تباہ و برباد ہوئے، اسی طرح حضور ﷺ کی ختم المرسلین کے مقابلے میں جو بھی آیا، تباہ ہو گیا۔ اسی لئے حضور ﷺ کے منکرین کے لئے سعودی عرب میں داغے پر پابندی ہے۔ قادیانی گرہ اسلام نقطہ نگاہ سے مرتد وار واجب القتل ہے۔ پاکستان کے مسلمان، بالخصوص جو ختم نبوت کے سلسلے میں انگریز کے خودکاشتہ پودے قادیانی فتنے کے خلاف سرگرم عمل ہیں، قابل تحسین ہیں۔“ (روزنامہ مشرق لاہور مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۹۰ء)

## (۱۸۴۲) محمد بن یوسف الکافی دمشقی، الشیخ

موصوف نے ۱۳۵۱ھ میں ”بیانات کافیہ فی ضلال الاحمدیۃ القادیانیۃ“ کتاب شائع کی جس کے ۲۸۸ صفحات ہیں۔ رد قادیانیت پر یہ کتاب دمشق شام سے شائع ہوئی۔ اس کے کل ۱۰۸ ایبانات (عنوانات) ہیں۔ جلال الدین ٹٹس مرزائی نے دمشق میں چند عربی کتابوں سے عربوں کو مغالطہ دینا چاہا تو اس کی بیخ کنی کے لئے قدرت نے شیخ محمد کو توفیق مرحمت فرمائی جس کے باعث مرزائی شام میں خلاف قانون قرار پائے۔ اس میں رد قادیانیت کے تمام مباحث بالخصوص حیات عیسیٰ علیہ السلام و کذب مرزا پر خوب بحث کی ہے۔

## (۱۸۴۳) محمد بوٹاخاں (سرگودھا)، جناب حاجی

چیف وارنٹ آفیسر سرگودھا حاجی محمد بوٹاخاں مرحوم عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر وقت مستعد رہنے والے رہنما ہیں اور یہ کہ اس کام پر مجھے بھی انہوں نے ہمیز لگائی۔ (قاری احمد علی ندیم لیاقت کالونی)

## (۱۸۴۴) محمد تقی عثمانی، مولانا مفتی

آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی کے صاحبزادہ دارالعلوم کراچی کے شیخ الحدیث، پاکستان کی وفاقی

شرعی عدالت کے سابق جسٹس ہیں۔ آپ نے عربی زبان میں فتح الملہم کا کئی جلدوں میں مکملہ لکھا ہے۔ عالمگیر شخصیت کے حامل ہیں۔ ۱۹۷۱ء کی تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری کے دست و بازو رہے۔ آپ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کے رکن ہیں۔ جدہ کے مجمع الفقہ میں آمدہ سوالات کے جوابات جو عربی میں ”استفسارات حول الطائفة القادیا نية“ کے نام پر شائع ہوئے۔ ان کا مقدمہ بھی آپ نے تحریر فرمایا۔ جسے فتویٰ ختم نبوت کی جلد سوم میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

## (۱۸۴۵) محمد تقی، جناب حافظ

کراچی کے حافظ محمد تقی سندھ اسمبلی کے رکن نظام مصطفیٰ گروپ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے کراچی فسادات کے ضمن میں ایک بیان دیا جو یہ ہے: ”اس امر کے ناقابل تردید شواہد ہیں کہ کراچی کے حالیہ خونریز ہنگاموں کے پیچھے قادیانیوں کا ہاتھ ہے۔ جنہوں نے ملت اسلامیہ پر شب خون مار کر انتشار و افتراق کی ایسی فضاء قائم کر دی ہے جس کی وجہ سے نفرتوں، عداوتوں اور مصیبتوں کے طوفان کھڑے ہو گئے ہیں۔ قادیانیوں نے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد سے اسلام اور پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لئے دنیا بھر میں اپنی مذموم کوششیں شروع کر دی تھیں۔ اس محاذ پر ناکام ہونے کے بعد قادیانیوں نے یہودی لابی اور ہندو سامراج کے ساتھ مل کر بھائیوں کو بھائیوں سے لڑانے کا منصوبہ بنایا اور اس پر کامیابی سے عمل درآمد بھی کروایا۔ کراچی کی بیوروکریسی میں موجود قادیانیوں اور جسے سندھ کی حامی ہندو لابی نے اپنے مذموم مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرکاری وسائل کے ساتھ اس گھناؤنے کھیل کو جس طرح کامیابی کی منزل تک پہنچایا ہے وہ اسلام دوست طاقتوں کے لئے چیلنج ہے جسے قبول کرنا ہوگا۔“

(روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۸۷ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص ۸۸)

## (۱۸۴۶) محمد جان (دریا خان)، حضرت صاحبزادہ

(پیدائش: ۱۹۲۰ء ..... وصال: جون ۱۹۸۰ء)

خانقاہ موسیٰ زئی کے حضرات کی اولاد میں سے ایک حضرت صاحبزادہ محمد جان تھے۔ جنہوں نے دریا خان میں مسجد و مدرسہ اور خانقاہ قائم کی۔ بہت ہی مرنجان مرنج شخصیت تھے۔ خانقاہ موسیٰ زئی شریف دیوبندی، بریلوی تازعہ سے بالاتر وحدت امت کا مظہر ہے۔ لیکن سنت پر عامل ہونا اس کا امتیاز تھا۔ بعد میں آہستہ آہستہ مسلکی حوالہ سے بریلوی علماء کے آنے جانے کے باعث عشق رسالت مآب ﷺ کے نام پر رسوم کا بھی جرثومہ پرورش پانے لگا۔ حضرت صاحبزادہ محمد جان صاحب کے زمانہ تک دریا خان میں ان کے سالانہ اجلاسوں میں ہمیشہ حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوری، مولانا محمد علی جالندھری الترام کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ دریا خان میں میلاد کے جلوس کی قیادت بریلوی حضرات نے حضرت صاحبزادہ کے سپرد کی تو آہستہ آہستہ وہ رنگ چڑھنا شروع ہوا۔ صاحبزادہ محمد جان جب ملتان میں میدان کے پاس تشریف لاتے تو ختم نبوت کے دفتر تشریف آوری فرض کا درجہ رکھتی تھی۔ حضرت جالندھری کے بعد دفتر سے صاحبزادہ صاحب کا رابطہ کمزور ہوا۔ میلاد کے جلوس کے اثرات نے بھی رنگ پکڑا۔ گویا محترم صاحبزادہ ختم نبوت کے کاموں کے لئے دل و جان سے مستعد رہنے والے تھے۔

## (۱۸۴۷) محمد جعفر خان (راولپنڈی)، جناب ملک

(ولادت: ۱۹۱۴ء ..... وفات: یکم جون ۱۹۹۹ء)

جناب ملک محمد جعفر خان نے نومبر ۱۹۵۷ء میں ایک کتاب ”احمدیہ تحریک“ تحریر کی۔ پہلے اس کی کچھ اقساط ماہنامہ ”طلوع اسلام“، لاہور میں شائع ہوئیں۔ پھر ان کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی طرح ملک محمد جعفر خان بھی ایک کے رہائشی تھے۔ ملک محمد جعفر خان پہلے قادیانی تھے۔ بلکہ ان کی پوری فیملی قادیانی تھی۔ خوب پڑھے لکھے اور مضبوط قسم کے قلم کار تھے۔ قادیانیت کو ترک کیا۔

گویا مرزا غلام احمد قادیانی کو چھوڑا تو جناب غلام احمد پرویز کے گرویدہ ہو گئے۔ ملک محمد جعفر خان کا خاندان قادیانی تھا تو اپنے قادیانی عزیزوں کو قادیانیت سمجھانے کے لئے انہوں نے پوری قوت صرف کی۔ بہت ساری باتیں رد قادیانیت کے سلسلہ کی نہایت ہی بلیغ اور اچھوتے انداز میں اس کتاب میں آگئی ہیں اور یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ ملک صاحب نے خوب دلسوزی کے ساتھ اپنے قادیانی عزیزوں کو قادیانیت کے دلدل یا چنگل سے نکالنے کی سعی مشکور کی ہے۔ ملک صاحب نے ۱۹۷۰ء کا الیکشن پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر لڑا اور قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے تھے۔ وکالت کرتے تھے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ قادیانیت ترک کرنے کے بعد انہوں نے پرویز صاحب کے نظریات اپنائے تھے۔ اس لئے قارئین ملاحظہ کریں گے کہ وہ جگہ جگہ رد قادیانیت کے ساتھ ساتھ پرویزی خیالات کی ترجمانی میں کسر نہیں چھوڑتے۔ ان خامیوں کے باوجود قادیانیت زدہ افراد کو قادیانیت سمجھانے کے لئے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ بس یہی غرض ہے اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۲ میں شامل کرنے کی۔

ملک محمد جعفر خان نے ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر تقریر کی جو یہ ہے:

### جناب ملک محمد جعفر کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب عالی! اس وقت جب کہ آج پانچ تاریخ ہو گئی ہے اور اس مہینے کی سات تاریخ کو ہماری طرف سے عوام کے سامنے عہد ہے Commitment (کمنٹ) ہے کہ اس مسئلے کا فیصلہ اس تاریخ تک ہو جائے گا، میں نہایت ادب سے گزارش اپنے معزز اراکین سے کرتا ہوں کہ مجھے تو بہت احساس ہے۔ لیکن جس طریقے پر جو ممبر صاحب تقریر کر رہے تھے، ہم اس کو سن رہے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت کو وہ احساس نہیں ہے کہ عوام اس ہاؤس کے باہر کس بے چینی اور اضطراب سے آپ کے اس فیصلہ کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ اس مرحلے پر پہنچے ہوئے ہیں کہ آپ نے ایک دو دن میں فیصلہ کرنا ہے۔ اس حالت میں یہ طریقہ کم از کم نہیں ہونا چاہئے کہ اتنا سنجیدہ مسئلہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کئی پہلوؤں سے شاید یہ آئین سے بھی زیادہ سنگین مسئلہ ہے۔ ہمارے سامنے ایک بڑا اہم مسئلہ ہے۔ کیونکہ آئین میں تو رد و بدل ہو سکتا تھا لیکن اس وقت پاکستان میں میرے نزدیک سب سے اہم مسئلہ جس کا آپ نے فیصلہ کرنا ہے اور جو آپ نے دو دن کے اندر فیصلہ کرنا ہے۔ اس ذمہ داری کو سامنے رکھتے ہوئے گزارش کروں گا کہ آپ کے سامنے جو قراردادیں ہیں ان پر نہایت سنجیدگی سے غور کیجئے۔ ہمیں جو انفارمیشن، شہادت جرح میں پیش ہوئی ہے، حاصل ہوئی ہے، اس پر غور

کریں اور جو مسائل اس مسئلے سے متعلق ہیں اور اس سے پیدا ہو سکتے ہیں ان پر غور کیجئے۔ میں چند معروضات کروں گا اس خیال سے شاید اس سے فیصلہ کرنے میں امداد ہو جائے۔ مجھ سے بہت بڑے بڑے عالم اس دینی مسئلے کے متعلق زیادہ جانتے ہیں۔ لیکن اس میں سیاسی اور قانونی پہلو بھی ہیں۔ اس لئے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے تمہید کے طور پر میں یہ گزارش کروں گا کہ جب یہاں بحث چل رہی تھی، بیان ہو رہے تھے، جرح ہو رہی تھی، تو ہم ممبر صاحبان میں بھی اور باہر بھی بڑا پروپیگنڈہ ہو رہا تھا اور مختلف پروپیگنڈے کے طریقے ہیں۔ میں اپنے دوستوں سے اور وکلاء سے لاہور میں ملتا رہا ہوں۔ اس کے متعلق میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس نوعیت کے پروپیگنڈے سے آئین کو اور پاکستان کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس کے متعلق بہت سے خطوط باہر سے آئے ہیں جن میں یہ باتیں لکھی ہوئی ہیں۔

سب سے پہلے ایک سوال اٹھایا گیا اور بیان میں بھی یہ بات آئی ہے، دوسرا پروپیگنڈہ بھی ہو رہا ہے۔ کسی ملک کی پارلیمنٹ دینی مسئلے کے متعلق پہلے تو یہ کہا گیا کہ قانونی طور پر ہم مجاز نہیں کہ فیصلہ کریں۔ انٹرنی جنرل صاحب کے سوال سے صاف واضح تھا کہ قانون ہم بنا سکتے ہیں۔ جس آرٹیکل پر ہم انحصار کرتے ہیں اس میں لکھا ہے آزادی مذہب اور مذہب کے پھیلانے کے لئے مذہبی ادارے بنانے کی، وہ قانون کے تابع ہیں۔ قانون پارلیمنٹ بنا سکتی ہے۔ یہ محدود قانونی پہلو ہے۔ لیکن جس بات پر زور دیا جا رہا ہے وہ یہ ہے اور اخلاقی لحاظ سے اور جو مسلمہ اخلاقی اقدار مہذب دنیا میں ہیں، ان کی موجودگی میں کیا ایک قومی اسمبلی کو جو منتخب ہوئی ہے ملک کا کاروبار چلانے کے لئے، تمام قانون بنانے کے لئے یہ حق اخلاقاً پہنچتا ہے کہ مذہبی معاملات کا فیصلہ کرے؟ اس کے ساتھ اس بات پر بھی بڑا زور دیا جا رہا ہے کہ ایسا نہ کیجئے۔ آپ ایسا فیصلہ نہ کریں جس سے آپ مہذب دنیا میں بدنام ہو جائیں اور باقی اقوام کیا کہیں گی، لوگ کیا کہیں گے۔ یہ کتنے **Reactionary** (رجعت پسند) ہیں اور کتنی صدیاں پہلے کے سوچ والے یہ پاکستانی عوام ہیں، یہ کیا کر رہے ہیں، یہ لوگوں کے مذہب کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ میرے نزدیک اس قسم کے پروپیگنڈے کا مقصد یہ ہے کہ ممبران کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اس معاملے کا فیصلہ کرنے سے باز رہیں۔ یا فیصلہ اگر کریں تو وہ اس طرح کا ہو جس پر ہمارے عوام تو مطمئن نہیں ہوتے۔ لیکن شاید باہر کی دنیا کے لوگ مطمئن ہو جائیں۔ اس لئے ہمیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس پروپیگنڈے کی میرے نزدیک اس لئے قطعاً کوئی وقعت نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ملک کے اپنے حالات ہوتے ہیں۔ ہماری اپنی ایک تاریخ ہے۔ اس میں بہت سے عوامل ہیں۔ اس لئے ہمیں بہت سے ایسے کام کرنا پڑتے ہیں۔ ہمارا آئین اور قانون درست ہے۔ لیکن مغربی ممالک کے لوگوں کی سمجھ میں شاید نہ آئیں۔ اگر یہ بات اب تک مغربی ممالک کے لوگوں اور مفکروں کی سمجھ میں نہیں آئی کہ کس طرح ملک کی اساس مذہب ہو سکتی ہے۔ لیکن کیا ہم ان کے اس موقف کے باعث یا ان کو خوش کرنے کے لئے اپنا مہذب ہونا ان کے سامنے ثابت کرنے کے لئے یہ بات چھوڑ دیں کہ ہمارے ملک کی بنیاد، ہماری ریاست کی بنیاد مذہب ہے۔ وہ تو ہم نے اپنے آئین میں لکھا ہوا ہے اور پھر یہ کہ ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ تو ہم پہلے کر چکے ہیں۔ ہم نے آئین میں پہلے تو یہ فیصلہ کم از کم دو عہدوں کے متعلق ایک اصول قائم کیا ہے۔ ان میں سے ایک کم از کم ایک پہلو سے، دوسرا دوسرے پہلو سے بہت اہم ہیں۔ صدر کا تو اس لئے ہم نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک مملکت کا اسمبل ہے۔ کیونکہ اسلامی مملکت ہے۔ اس لئے صدر کو مسلمان ہونا چاہئے اور وزیر اعظم کا میرے خیال میں اتنا بااختیار عہدہ ہے،



پاکستان میں تو کوئی نہیں، اور ممالک کی جمہوریت سے بہت زیادہ بااختیار عہدہ وزیراعظم کا ہوتا ہے اور ان کو اتنے اختیارات دیئے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ بھی مسلمان ہونا چاہئے۔

-----

[At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by

(Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi).]

(اس مرحلے پر جناب چیئر مین نے کرسی صدارت کو چھوڑا جسے ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی نے سنبھالا)

-----

مدعی نبوت ..... بد قسمت

ملک محمد جعفر: تو میں جناب والا! عرض کر رہا تھا کہ دو عہدوں کے متعلق ہم نے آئین میں فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ ان کی اہمیت کے پیش نظر۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ تھی ہم نے یہ کانی آئین میں نہیں سمجھا کہ صدر اور وزیراعظم لازماً مسلمان ہوں گے۔ مسلمان تو ایک معروف لفظ ہے۔ یہ ہر کوئی جانتا ہے۔ لیکن آئین سازی کے وقت ہمیں یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ ان کے لئے خاص حلف مقرر کریں، پاکستان کے اپنے حالات کے پیش نظر، اور اس میں واضح طور پر ختم نبوت کا تصور لائے اور ختم نبوت پر ایمان ہو، تو پھر یہ بھی کافی نہیں سمجھا گیا۔ اس کی مزید وضاحت کے لئے ساتھ یہ الفاظ بھی شامل کئے گئے ہیں کہ وہ شخص حلف اٹھائے کہ میں ختم نبوت پر یقین رکھتا ہوں۔ **Finality of Prophethood** پر، اور یہ کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اب ہم فرانس اور انگلینڈ کے لوگوں کو یہ سمجھانے جائیں کہ وہ مسلمان کیوں رکھا ہے، ختم نبوت کو کیوں لائے ہیں کہ ان کے بعد نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ بد قسمتی سے وہ مدعی نبوت ہمارے پاکستان کے ایک حصہ میں پیدا ہوا۔ اس کی جماعت یہاں موجود ہے۔ نہ یہ فرانس میں ہے اور نہ انگلینڈ میں، نہ ان لوگوں کے مسائل ہیں۔ تو میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ فیصلہ کرتے ہوئے ہمیں قطعاً اس بات سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے ہمارے فیصلے۔ بیرونی رائے عامہ کا احترام کرتا ہوں، وہ ضروری ہے، لیکن وہ اس مسئلے کو نہیں سمجھ سکتے۔ ان کے مسائل یہ نہیں۔ ہمارا اپنا مسئلہ ہے۔ ہمیں اس بات سے قطعاً خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ پہلی بات تو یہ ہے۔

قادیاںی انتہاء پسند

دوسری گزارش یہ ہے کہ ایک اور پروپیگنڈہ یہ ہے کہ اگر احمدیوں کے خلاف ..... میں یہاں وضاحت کر دوں میں ان کو ”احمدی“ کہوں گا۔ یہاں اعتراض کیا گیا کہ مفتی صاحب نے ”احمدی“ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ جو کسی جماعت یا کسی کا نام ہو، وہ ضروری نہیں کہ ہم ان کا وہ مقام سمجھیں۔ مثلاً یہود جو ہیں صحیح یہود نہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم پر نہیں۔ وہ چونکہ اپنے آپ کو ”احمدی“ کہتے ہیں، میں ان کو ”احمدی“ کہوں گا ..... ایک یہ خطرہ پیش کیا جا رہا ہے کہ اگر ہم نے کوئی ایسی کارروائی احمدیہ جماعت کے خلاف کی، ایک فرقے کے خلاف یا دونوں کے خلاف، تو یہ بہت طاقتور ہیں۔ ایک تو ملک میں تخریبی کارروائی ہوگی۔ کیونکہ وہ **Organised** (منظم) ہیں۔ ان کے پاس پیسہ ہے، ان کی بڑی تنظیم ہے اور **Fanaticism** (شدت پسندی) میں کسی سے

ملک کے اندر کم نہیں۔ ملک کے اندر خطرات ہیں، تخریب کاری ہے۔ اب یہ سمجھیں گے کہ ہمارا اس ملک میں کوئی مقام نہیں، ہمیں تو انہوں نے غیر مسلم قرار دے دیا ہے اور پھر باہر کے ممالک میں جہاں ان کی جماعتیں ہیں وہاں ہمارے خلاف خطرناک قسم کا رد عمل ہوگا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ جو پہلے تحریک ہے۔ اس سے ہمیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ جو دوسری بات بیان کی جا رہی ہے کہ یہ میرے نزدیک ایسی ہے کہ جس کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ لیکن اسی ضمن میں، میں اب جب ذکر کروں گا اپنی قرارداد کا تو پھر میں گزارش یہ کروں گا کہ میں نے اپنی قرارداد میں جو بنیادی بات بیان کی ہے اور جس کا اب یہاں ایک ممبر صاحب نے بھی ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ان کی تنظیم کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ تمام خطرات جو ہیں، وہ اس بات پر مبنی ہیں کہ منظم جماعت ہے اور اس کی خلاف ہے اور اس کے حکم کے وہ پابند ہیں، اس کے اشارے پر وہ چلتے ہیں۔ اس کے متعلق غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ کیسے چل رہے ہیں۔ وہ قیادت اس کی جائیداد پر ہے تو اس کے متعلق میں عرض کروں گا کہ اگر آپ میری وہ تجویز منظور کریں، یا کچھ تبدیلی کے ساتھ، تو پھر یہ جو دوسرا خدشہ بیان کیا جا رہا ہے، میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ یہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن کم سے کم رہ جائے گا۔ یہ جناب! میں نے تمہیداً عرض کیا تھا۔ میں نے گزارش یہ کی ہے کہ نہایت سنجیدگی سے ان امور پر غور کریں اور دوسرا یہ ہے کہ اس پر وہ پیگنڈہ سے قطعاً متاثر نہ ہوں۔ کیونکہ ہم اگر فیصلہ کرنے والے ہیں تو اس کا باہر کی دنیا میں کیا اثر ہوگا۔ وہ ہمیں مہذب سمجھیں گے یا نہیں۔ میں نے جیسا کہ عرض کیا وہ تو ہمیں اس لئے بھی مہذب نہیں سمجھے کہ ہم نے مذہب کی بنیاد پر ملک بنایا ہے۔ ان باتوں کو ذہن سے نکال کر آئیے۔

## اجماع

اب میں قراردادوں پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر تو اب اجماع (Consensus) ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جو آدمی کسی نبوت پر ایمان رکھتا ہو، کسی آدمی کو نبی مانتا ہو، وہ مسلمان نہیں اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے یہ اب اجماع نہیں ہوا، بلکہ یہ آئین میں ہی ہو چکا تھا۔ کیونکہ آئین میں صرف دو عہدوں کے لئے ہم نے کہا ہے کہ ان کے لئے مسلمان ہونا لازمی ہے، اور ان دونوں عہدوں کے لئے حلف وہ تجویز کیا ہے جس میں یہ وضاحت ہوگئی ہے۔ وہ حلف اٹھا کر کہے کہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ گویا براہ راست نہیں تو بالواسطہ (Indirectly) ہم نے مسلمان کی تعریف پہلے ہی آئین میں دی ہوئی ہے۔ اب صرف یہ ہے کہ جو فیصلہ ہم آئین میں کر چکے ہیں اس کی مزید وضاحت کر دی جائے، جب کہ ابھی وہ دو عہدوں کے متعلق ہے، اس کو عمومی شکل دے دی جائے کہ جہاں کہیں ”مسلمان“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور آئین میں تو خیر کسی عہدے کے لئے ضروری نہیں ہے۔ لیکن اور عام قوانین میں، مثلاً مسلم فیملی لاز آرڈیننس ہے، وراثت کا عام قانون ہے، بلکہ اگر فقہ کو توسیع دینی ہے، تو اس میں شفعہ کا قانون بھی آئے گا، یہ سارے آئین گے۔ کیونکہ اسلامی قانون میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق میں ایک امتیاز رکھا گیا ہے۔ ان کے باہمی تنازعات میں خاص قواعد مقرر ہیں۔ اگر ان کو جب نافذ کرنا ہوگا تو پہلے یہ فیصلہ کیا جائے کہ کوئی شخص مسلمان ہے یا نہیں۔ اب یہ کہ ایک شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو کیوں اس کو مسلمان نہ سمجھا جائے۔ بظاہر یہ بات بھی ہمارے تعلیم یافتہ بعض آدمیوں کو بڑی اپیل کرتی ہے کہ ٹھیک ہے صاحب! گزارش اس میں یہ ہے کہ ہماری کوئی تعریف ایسی نہیں کہ کوئی آدمی کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو ہم اس کو اس بات سے روکیں کہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ میں مسلمان ہوں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً زید کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ اس کا بکر کے ساتھ ایک تنازعہ ہے، مثلاً وراثت کا تنازعہ ہے۔ بکر انکار کرتا ہے۔ زید کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی کو مانتا ہے۔ اس لئے مسلمان نہیں ہے۔ اب یہ زید کا تہا ذاتی معاملہ نہیں، یہ دوسرے کے ساتھ تنازعہ کا معاملہ ہے۔ وراثت کا معاملہ ہے۔ شفعہ کا معاملہ ہے اور قوانین کے متعلق معاملہ ہے۔ اس میں پھر اس آدمی کا فیصلہ قطعی نہیں ہوتا۔ معاملہ عام طور پر عدالتوں میں جاتا تھا۔ لیکن ہم عدالتوں میں لے جانے کی بجائے قانون میں یہ وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ عدالتیں تو قانون کی تعبیر کرتی ہیں۔ اس لئے قرارداد میں ایک تجویز، جو میں پڑھ کر سنا ہوں، یہ ہے کہ آئین میں جس اصول کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ اس کی وضاحت کر دی جائے اور اس کو وسعت دے دی جائے، اپنے اطلاق کے لحاظ سے، اور وہ تمام قوانین پر حاوی ہو کہ جہاں کہیں ”مسلمان“ کا لفظ، اب استعمال ہوا ہے یا آئندہ جو قوانین ہم بنائیں گے، کیونکہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ فقہ کے اثر کی توسیع کرنی ہے، زیادہ سے زیادہ معاملات پر حاوی کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ زیادہ قوانین میں مسلمان کی وہ شرط آئے گی۔ تو ہر جگہ یہ سمجھا جائے کہ جو آدمی ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا، وہ مسلمان نہیں ہے۔ لیکن یہاں جناب! اب ایک اور معاملہ پیش آ گیا ہے۔ پھر یہ پیچیدگی حاصل کر گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نے کہا حلف، اور تجویز اب یہ ہے کہ حلف کے مطابق ہی عام Definition (تعریف) کر دی جائے۔ لیکن حلف میں یہ لکھا ہے کہ وہ شخص جو ختم نبوت پر یقین رکھتا ہو اور یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ تو یہاں ایک تو آپ کے سامنے شہادت آئی ہے، بیان آئے ہیں۔ اس سے یہ بات نکلی کہ کم از کم لاہوری جماعت والے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے۔ بلکہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس حد تک کہا ہے کہ جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ لعنتی ہے۔ تو اس حلف کے مطابق بھی لاہوری جماعت والے تو پھر دائرہ اسلام سے خارج متصور نہیں ہوتے، وہ مسلمان ہی سمجھے جائیں گے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نبی نہیں مانتے اور خود ربوہ والوں کا معاملہ بھی اب پیچیدہ صورت میں ہے۔ کیونکہ اگر الفاظ یہ ہیں کہ ختم نبوت میں ایمان رکھتا ہوں اور یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی نہیں آئے گا۔ اب ذہنی تحفظ کے ساتھ، Mental reservation (ذہنی تحفظ) جو ہوتی ہے، وہ ہو سکتا ہے کہ ربوہ والا احمدی بھی حلف اٹھالے، یا عدالت میں معاملہ جائے تو وہ کہے کہ جناب! یہاں لکھا ہے کہ نبی نہیں آ سکتا، تو اس سے تو مراد، جو حوالے سارے پیش ہوئے ہیں، نبی سے مراد تو ہمیشہ نبی نبی ہوتا ہے۔ جدید شریعت والا نبی ہوتا ہے۔ جو مستقل نبی ہو وہ ہوتا ہے۔ تو پھر بھی معاملہ تشریح طلب رہ جاتا ہے تو میں نے دیکھا ہے کہ گو میری اپنی قرارداد میں یہ بات نہیں تھی۔ لیکن یہاں جو بیان ہوا ہے اور جرح ہوئی ہے، اس سے میں نے یہ تاثر لیا ہے کہ غالباً جو اپوزیشن کے بعض ممبروں کی طرف سے قرارداد میں یہ بات آئی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق واضح طور پر یہ کہہ دیا جائے کہ ان کے ماننے والے مسلمان نہیں ہیں۔ ویسے یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ ہم ایک شخص کا نام لکھیں۔ لیکن پھر کیا کریں۔ ہمارا مسئلہ ہی ایسا ہے کہ یہاں ایک شخص نے دعویٰ کیا، کچھ دعویٰ کیا اور صورت یہ پیدا ہوئی کہ اس دعویٰ کے بعد پچاس ساٹھ سال گزرنے کے باوجود اس کے ماننے والے اب تک یہ طے نہیں کر سکے کہ ان کا دعویٰ کیا تھا۔ بلکہ اس ضمن میں علامہ اقبال کا رد عمل بڑا مناسب ہوگا۔ انہوں نے پہلی دفعہ کہا تھا، یہاں بیان بھی کیا گیا ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد کی تعریف کی تھی۔ وہ ٹھیک ہے۔ ۱۹۱۱ء میں انہوں نے کہا تھا۔ بعد میں شدید مخالف ہو گئے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ پڈت نہرو سے ان کا ایک مناظرہ چل نکلا۔ انہوں نے دو تین مضامین لکھے۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ آپ نے پہلے تو ان کی اتنی تعریف کی تھی اور اب آپ ان کے

مخالف ہو گئے ہیں۔ ویسے انہوں نے بہت مفصل جواب دیا ہے۔ لیکن اس ضمن میں اپنی پوزیشن کی وضاحت کے لئے انہوں نے یہ جواب دیا تھا کہ بھائی دیکھو! میں انسان ہوں۔ میں اپنی رائے تبدیل کر سکتا ہوں، اور اس تحریک کے جو نتائج ہونے تھے اور اس کے بانی کے جو دعاوی تھے، اس وقت اس کے متعلق میرا پورا علم نہ تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ دیکھو! میں ایک Outsider (جماعت احمدیہ سے باہر ایک فرد) ہوں۔ تو مجھے کیسے پتا چل سکتا تھا۔ جب کہ خود ان کے ماننے والے آج تک جھگڑ رہے ہیں کہ انہوں نے (کیا) دعویٰ کیا تھا۔ لیکن اب ہمارے سامنے بہت میٹریل آچکا ہے اور اس میٹریل کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں، یعنی اس کا فیصلہ کرنے کے قابل ہیں کہ خواہ یہ کچھ دعویٰ کرتے رہیں، لاہوری جماعت والے اور ربوہ والے، لیکن اتنی بات واضح ہے کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ ضرور کیا ہے اور اب اس کی کوئی تاویل کر دی جائے، خواہ نبوت کسی تاویل کے ساتھ ہو، خواہ کسی رنگ میں ہو، خواہ وہ ظلی ہو، بروزی ہو، غیر مستقل ہو، غیر تشریحی ہو، جس طرح بھی ہو، امتی ہو، اس کو عقیدہ ختم نبوت کے منافی سمجھتے ہیں اور ہم ہیں عوام کے نمائندے۔ پاکستان کے عوام اس بات میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔ وہ اس بات کو سوچنے کے لئے تیار نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب محدث تھے اور محدث ہیں تو جائز ہیں یا مجدد تھے۔ کیونکہ آپ کے سامنے تو سارا میٹریل آچکا ہے۔ اصل بات یہ ہے، میں نے تو کچھ مطالعہ بھی کیا ہوا ہے، وہ ٹھیک ہے، انکار بھی کرتے رہے ہیں نبوت سے اور پھر دعویٰ بھی کرتے رہے ہیں۔ مقاصد ان کے سامنے دو تھے اور وہ ایک دوسرے کی ضد تھے۔ ایک طرف وہ چاہتے تھے کہ مستقل بنیاد پر اپنی ایک جماعت قائم کر لیں، اور جس مشن کو مرزا محمود احمد نے بہت آگے بڑھایا، علیحدہ جماعت قائم کر دیں۔ جس کا تعلق ان کے مریدوں کا ان کے ساتھ ایسا ہو کہ جو نبی کے ساتھ ان کے پیروؤں کا ہوتا ہے۔ ایک طرف وہ یہ چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال کیا، بار بار کیا۔ لیکن پھر ساتھ ہی عوام میں مخالفت بڑھ گئی۔ علماء سارے ان کے خلاف ہو گئے۔ کہیں جانہیں سکتے تھے۔ سفر نہیں کر سکتے تھے تو پھر لوگوں سے ڈر کر انہوں نے کہا کہ جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے اسے محدث سمجھ لیں۔ یہ نہیں کہ اس کو کاٹ کر وہ کر دیں۔ اس کو کاٹا ہوا سمجھیں۔ یعنی رہے وہی کتاب میں، نبی رہے، لیکن سمجھا جائے کہ محدث ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر نبی کا دعویٰ کیا، پھر نبی اپنے متعلق لکھا۔ تو دو مقاصد تھے اور ویسے عجیب بات ہے مسلمانوں کی اس کم علمی کی کہ وہ ان دونوں مقاصد میں ایک حد تک کامیاب ہو گئے اور اس ضمن میں بڑی دلچسپ بات میرے خیال میں وہ میاں عبدالمنان صاحب نے کہی کہ وہ بعض لوگوں کو غلط فہمی لگتی تھی، بعض کو نہیں لگتی تھی۔ تو انہوں نے دونوں کو تسلی دینے کے لئے جن کو غلط فہمی ہوتی تھی ان کو کہا کہ ان کو سمجھا جائے کہ وہ نبی نہیں ہیں، جن کو نہیں ہوتی وہ نبی سمجھتے رہیں۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں یہ تو ایک مناظرہ ہے ان کے درمیان۔ ہمارے پاس میں سمجھتا ہوں جتنا مواد آچکا ہے اور بات اتنی واضح ہو گئی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر پاکستان کے عام مسلمان ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے، لاہوری جماعت اور ربوہ والی جماعت میں، تو اس مواد کی بنیاد پر جو ہمارے سامنے پیش ہوا ہے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے عام مسلمان درست کہتے ہیں۔ لیکن اب اس کو ہم کیسے کہیں کہ لاہوری جماعت سے تعلق ہے تو اس کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں یہ چیز آ رہی ہے ان قرار دادوں میں کہ میں کسی نبی کو نہیں مانتا تو ایک مرزا غلام احمد صاحب کا نام بھی لکھا جاسکتا ہے۔ اب بات اس میں بڑی اصل میں سنگین ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک کوئی ولی اللہ یا پیر ہونے کا مدعی ہونے کا ٹھیک ہے، کوئی اس کو مان لیتا ہے، کوئی اس کو نہیں مانتا۔ لیکن جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ ایک بہت سنگین، شدید معاملہ ہے۔ اس ضمن میں جناب! میں ایک اور بات عرض کروں گا۔ وہ میرے ذہن میں تھی ابتداء میں کہنے کی، لیکن پھر بھول گیا ہوں کہ

ایک پروپیگنڈہ یہ بھی ہو رہا ہے کہ اگر اس طریقے پر آپ مذہبی امور کے فیصلے کرنے شروع کر دیں گے تو ایک فتنے کے بہت سے دروازے کھول دیں گے۔ مثلاً کہا جا رہا ہے کہ اگر احمدیوں کے خلاف یہ کارروائی کی گئی تو پھر مثلاً شیعہ جو ہیں، یہاں اقلیت میں ہیں۔ پھر ان کے خلاف ہوگا۔ اہل حدیث کے خلاف ہوگا۔ یہاں کچھ اہل قرآن بھی ہیں اور احمدیہ جماعت کی طرح سے خاص طور پر اسماعیلی فرقے والے ہیں۔ ان کی طرف سے اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ انہوں نے بہت ہی دل آزار قسم کا..... میرا دل تو بہت ہی دکھا ہے کہ انہوں نے وہ حوالے پیش کئے ہیں کہ جناب فلاں شیعہ عالم نے سنیوں کے متعلق یہ لکھا ہے، سنیوں نے شیعوں کے متعلق یہ لکھا ہے۔ اہل حدیث نے دوسروں کے متعلق یہ لکھا ہے۔ وہ یہاں پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ یہاں مختلف مکتب فکر کے لوگ موجود ہیں۔ لیکن ان کا پوائنٹ یہ تھا کہ ایک تو یہ کہ یہ اختلافات تو موجود ہیں۔ پہلے تو، ہمارا بھی ایک اختلاف ہے اور دوسرا ایک اور خوف پیدا کرنا چاہتے تھے ملک میں، کہ اگر ایک دفعہ احمدیوں کے خلاف یہ کارروائی ہوئی تو پھر کسی کو اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھنا چاہئے۔ پھر دوسرے ہر فرقے کے خلاف ہوگا تو اس ضمن میں جناب! یہ گزارش کروں گا کہ یہ بات بھی غلط ہے۔ آخر دیکھئے کہ کیا وجہ ہے کہ کہتے ہیں ۲ فرقے ہیں۔ میں نہیں جانتا ۲ ہیں۔ شاید کم ہوں یا زیادہ ہوں۔ لیکن یہ اختلاف کی صورت جو احمدی جماعت کے متعلق پاکستان میں مسلمانوں کی باہمی ایک ایسی صورت ہے کہ جس میں Co-Exist (وہ اکٹھے نہیں رہ سکتے) نہیں کر سکتے۔ پولیٹیکل اور مذہبی یا اور لوگوں کے درمیان کیوں پیدا نہیں ہوئی، شیعوں کی اور سنیوں کی کیوں پیدا نہیں ہوئی باوجود بہت بڑے اختلاف کے اور یہاں جناب! میں یہ عرض کروں گا کہ اگر ظاہری چیز کو دیکھا جائے تو اس میں اب جناب! احمدی ہیں۔ یہ حنفی فقہ کو اپناتے ہیں۔ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ ہم حنفی فقہ کو مانتے ہیں۔ نماز حنفی طریقے سے پڑھتے ہیں، روزہ بھی اسی طریقے پر، زکوٰۃ کے اسی طریقے پر قائل ہیں، حج بھی کرتے ہیں بعض، چلئے ٹھیک ہے۔ تو شیعوں کے بہت اختلافات ہیں۔ نماز کے طریقے میں۔ بلکہ مجھے تجربہ ہوا کہ روزہ بھی وہ کچھ درمیان میں وقت کا فرق ہے، بعد میں افطار کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ بہت اختلاف ہیں خلافت کے متعلق۔ تو یہ کیا وجہ ہے۔ جناب! اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ختم نبوت کے اختلاف کو سارے عرصے میں ۱۴ سو سال میں ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے، اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں دوسرے اختلافات سے، اس لئے کہ نبی اور نبوت یہ مذہبی اصطلاح کا لفظ ہے، یہاں لغت کا معنی نہیں ہے جیسے کہ یہاں کہا گیا۔ جناب! کہ مولانا روم نے یہ کہا کہ اس کے لغوی معنی یہ ہیں۔ وہ نہیں ہے۔ یہ ٹیکنیکل، اصطلاحی چیز ہے۔ مذہبی اصطلاح میں، اور اہل کتاب جو ہیں ان کا جہاں نبوت کا ذکر ہے نبوت سے ہمیشہ یہ مراد لی گئی کہ کوئی آدمی جب ایک دعویٰ کرتا ہے وہی کا، لیکن وہ تھا وہی کا دعویٰ نہیں، اس وحی کے دعوے کی بنیاد پر اس کی علیحدہ جماعت قائم ہو جاتی ہے۔ اس کو ہمیشہ نبی کی امت کہا گیا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے جتنے اختلافات ہیں وہ اور نوعیت کے ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں جناب! کہ اس میں بالکل ڈرنا نہیں چاہئے۔ یہ خوف بھی نہیں ہونا چاہئے کہ یہ ایک فتنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ نبوت کا مسئلہ ہی اور ہے، اور وہ اختلافات جو ہیں بالکل علیحدہ ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی سوسائٹی بڑی لبرل سوسائٹی ہے۔ مسلمان بہت لبرل ہیں۔ انہوں نے یہ تمام اختلافات دیکھے۔ ۱۴ سو سال میں کون کون سا فرقہ پیدا نہیں ہوا۔ اب ان کے جو اختلافات ہیں ان میں میں نہیں جاتا۔ لیکن اتنے شدید اختلافات ہوئے اور فرقے پیدا ہوئے۔ لیکن کہیں یہ تحریک نہیں چلی کسی سوسائٹی میں کہ فلاں جو ہیں ان کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ ان کو کیوں غیر مسلم قرار دے دیں؟ وہی نبوت کا معاملہ ہے۔ اگر نبوت کا دعویٰ نہ ہوتا مرزا غلام احمد صاحب کا اور وہ مذہبی راہنما ہوتے اور بہت

اختلافات ان کے پیدا ہو جاتے، نماز، روزے میں بھی ہوتے۔ سب چیزوں میں بھی ہوتے، پھر یہ صورت پیدا نہ ہوتی۔ مثلاً جناب! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ نہیں ہے کہ یہ کوئی **Reactionary** (رجعت پسند) بات ہے۔ عیسائیوں کی مثال آپ دیکھیں، عیسائیوں کا بھی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے دوبارہ آنا ہے۔ یہ مشترکہ ہے مسلمانوں کا اور عیسائیوں کا کہ انہوں نے دوبارہ آنا ہے۔ فرض کیجئے اور اختلافات عیسائیوں میں بھی ہیں۔ بہت فرقے ہیں۔ بڑے جو مشہور ہیں رومن کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ کو تو آپ لوگ جانتے ہیں اور بھی بہت سے ہیں۔ لیکن کوئی یہ نہیں کہتا دوسرے فرقے کے متعلق کہ یہ عیسائی نہیں ہیں۔ لیکن فرض کیجئے کہ ایک شخص اٹھتا ہے، پیدا ہوتا ہے عیسائیوں میں اور عیسائیوں کا جو عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے دوبارہ آنا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں آ گیا ہوں، میں وہی عیسیٰ ہوں اور عیسائیوں میں ایک آدمی اس کو مان لیتا ہے اور مجھے یقین ہے جناب! کہ وہ بڑے لبرل ہونے کے باوجود تمام دنیا کے عیسائی اس بات پر متحد ہو جائیں گے کہ جو لوگ اس کو مانتے ہیں حضرت عیسیٰ۔ وہ عیسائی نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ جو اس کو ماننے والے ہوں گے اس حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتے ہوں گے اور سمجھتے ہیں کہ وہ وہی عیسیٰ ہے وہ دوسرے عیسائیوں کو عیسائی نہیں سمجھیں گے۔ یعنی جو یہاں کہا گیا ہے جناب! کہ احمدی ہمیں کافر سمجھتے ہیں تو اس میں تو میں سمجھتا ہوں بالکل انصاف کی بات ہے، معقولیت کی بات ہے، کہ اگر واقعی نبی آ گیا ہے، مسیح موعود آ گئے ہیں، مہدی جو ہیں ان کا ظہور ہو گیا ہے، اور وہ مرزا غلام احمد کی ذات میں ہے تو جو لوگ ان کو مانتے ہیں تو پھر وہی مسلمان ہو سکتے ہیں۔ باقی کیسے مسلمان ہوں گے؟ ایک نبی آ گیا ہے، پہلے سے اس کی بشارت موجود ہے، قرآن و حدیث اس کی تائید کرتے ہیں، مسلمانوں کا اجماع ہے اور پھر جو نبی کو نہیں مانتے وہ تو ظاہر ہے مسلمان نہیں ہوں گے تو یہ اختلاف جو ہے میں نے عرض یہ کیا ہے کہ اختلاف جو ہے یہ اپنی نوعیت کا ہے اور اس کا مقابلہ دوسرے اختلاف سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ جناب! اگر ہم اس کا فیصلہ کریں گے، احمدیوں کا فیصلہ کریں گے، تو باقی فرقوں کے متعلق بھی ہوگا۔ مجھے یقین ہے کوئی مطالبہ پاکستان میں کسی فرقے کے خلاف پیدا نہیں ہوگا۔

تو اب جناب! میں چند الفاظ عرض کرتا ہوں۔ ایک یہ پہلا ریزولوشن، قرارداد ہے جناب! جس پر ۱۳۷۳ء میں "Where as this is established...." ہیں۔ تو تمہید میں تو خیر مرزا غلام احمد کے متعلق وہ ساری بات ٹھیک ہے۔ "Now this Assembly do" (اب جب کہ یہ بات طے ہو چکی ہے.....) لیکن آخر میں جو تجویز ہے معین وہ یہ ہے کہ: "proceed to that the followers of Mirza Ghulam Ahmad by whatever name they are called are not Muslims and that an official Bill be moved in the National Assembly to make necessary amendment." (اب اسی اسمبلی کے مطابق مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ وہ کسی بھی نام سے پکارے جاتے ہوں مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں باضابطہ طور پر ایک بل پیش کیا جائے تاکہ ضروری ترمیم کی جاسکے۔)

تو مطلب یہ جناب! کہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں یہ وضاحت چاہتے ہیں۔ یعنی ایک وضاحت تو ہوتی ہے اصولی لحاظ سے، بلکہ آج ہی میں ایک دوست سے بات کر رہا تھا تو وہ کہتا تھا کہ اس میں نام کیوں لیتے ہیں اور نبی بھی پیدا ہوں گے۔ میں نے کہا کہ اس کا خطرہ نہ کرو۔ ایک ممبر صاحب ہی کہہ رہے تھے۔ میں نے کہا کہ چودہ سو سال میں کتنے نبی پیدا ہوئے ہیں۔ نبوت کے مدعی؟ ہم نے تو

ایک ان کا نام سنا ہے اور ایک ذکر کیا تھا مسیلمہ کذاب کا، انہوں نے کہا تھا تو میں نے کہا کہ یہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میرے خیال میں اب بہر حال مرزا غلام احمد صاحب کی تاریخ سے جو نتائج پیدا ہوئے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کوئی نہیں کرے گا۔ بہر حال یہ تو ڈرافٹنگ کا معاملہ علیحدہ ہے۔ کس چیز میں کیا جائے۔ آئین میں آئے، کسی قانون میں آئے، وہ اور معاملے ہیں۔ وہ ٹیکنیکل باتیں ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اصولاً اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کسی نہ کسی شکل میں ہمیں یہ بات واضح طور پر کرنی چاہئے اور معاملہ ادھورا نہیں چھوڑنا چاہئے اور وہ واضح طور پر اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ وضاحت قانون کے ذریعہ کر دی جائے کہ بہر حال جو نبی کو مانتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے، کسی دوسرے نبی کو۔ لیکن مرزا غلام احمد نے بہر حال نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اس کے دعوے کو غلط سمجھ کر یا غلط اس کی تاویل کر کے دانستہ یا نادانستہ کوئی ان کو مانتا ہے کسی منصب پر تو وہ بھی مسلمان نہیں ہے۔

اس کے بعد جناب! یہ سردار شوکت حیات صاحب کا ایک تھا۔ اس میں یہ ہے کہ یہ *Intrepreation* (تعبیر) شامل کی جائے کانسٹیٹیوشن میں:

**"Any person or sect that does not subscribe to and believe in the Unity and Oneness of Almighty, the Books of Allah, the Holy Quran being the last of them, Prophethood of Mohammad (peace be upon him) as the last of the Prophets and that there can be no Prophet after him, the Day of Judgement, and the requirements and teachings of the Holy Quran and Sunnah, shall be considered to fall outside the pale of Islam and shall be considered to be a member of a minority community."**

’’بروہ شخص یا گروہ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید بطور آخری الہامی کتاب، حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، قیامت کے دن قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی تعلیمات اور ضروریات پر ایمان نہیں رکھتے۔ دائرہ اسلام سے خارج اور اقلیتی کمیونٹی کا فرد سمجھا جائے گا۔‘‘

تو دائرہ اسلام سے خارج ہے تو اس کے متعلق میں وہی عرض کروں گا کہ اصولی طور پر بات وہی ہے جو حلف میں آئی ہے۔ لیکن پھر جھگڑا رہ جاتا ہے اس میں۔ ایک تو میں نے لاہوری جماعت والا ذکر کیا ہے۔ وہ تو بہر حال اس میں نہیں آتے، اور ربوہ والے بھی۔ پھر اس میں مقدمہ بازی ہوگی اور ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ تک جائیں گے کہ جناب! یہ جو *Definition* (تعریف) کی ہے۔ ہم بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیسے ایمان رکھتے ہو اور وہ جونو (۹) دن اٹارنی جنرل صاحب کے سوالوں کے جواب آئے ہیں، پتہ نہیں دو مہینے ہائیکورٹ میں رٹ پٹیشن میں وہ جرح ہوتی رہے گی۔ تمام کتابیں ’’براہین احمدیہ‘‘ سے لے کر ’’انجام آقلم‘‘ تک پھر وہ وہاں پڑھی جائیں گی عدالتوں میں۔ جب ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے سامنے سب چیز ہے تو اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ دیکھئے! اب جب بات سامنے آگئی اور یہ واضح ہو گیا کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اب جو ان کو مانتے ہیں۔ ٹھیک ہے، وہ مسلمان نہیں ہیں خواہ وہ ان کو مجدد مانیں۔ یہ تو سردار شوکت حیات صاحب کے متعلق صرف یہ عرض ہے کہ اس میں صرف وہ چیز نہیں آئی جس کا یہ خدشہ

ہے کہ بعد میں جھگڑا پیدا ہوگا۔ وہ میں عرض کر چکا ہوں۔

اس کے بعد جناب! میں تھوڑا سا وقت لوں گا۔ کیونکہ چند باتوں کا ذکر کرنا ہے جو میرے ریزولوشن میں ہے۔ اس میں پہلے تو یہی ہے کہ جناب! امنڈمنٹ آف کانستٹیوشن اس میں میں نے لکھا ہے کہ امنڈمنٹ آف دی کانستٹیوشن۔ یہ آرٹیکل نمبر ۲ ہے جناب! سٹیٹ ریلجن:

**After Article:2, the following explanation should be added:**

**"Explanation: 'Islam' in this Article and wherever this word is used in the Constitution means the religion which comprises the following essential ingredients and article of belief, namely, Unity and Oneness of Almighty Allah, the Books of Allah, Holy Quran being the last of them, the Prophethood of Mohammad (peace be upon him) as the last of the Prophets, and that there can be no Prophet after him, the Day of Judgement, and the requirements and teachings of the Holy Quran and Sunnah."**

(آرٹیکل نمبر ۲ کے بعد حسب ذیل وضاحت کا اضافہ کر دیا جائے: ”وضاحت: اس آرٹیکل میں اور آئین میں جہاں کہیں بھی لفظ ’اسلام‘ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ مذہب ہے جو مندرجہ ذیل لازمی اجزاء اور عقائد پر مشتمل ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور توحید، اللہ کی کتابوں پر ایمان، قرآن پاک پر بطور آخری الہامی کتاب کے ایمان، حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور ان کے آخری نبی ہونے پر ایمان اور اس پر ایمان کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ قیامت کے دن پر ایمان اور قرآن پاک اور سنت کی تعلیمات و ضروریات پر ایمان۔“)

یہ دوسرا اس کا حصہ ہے:

**"Definition of the word 'Muslim' should be included in Article 260.**

**This definition should be in terms contained in the relevant part of the oath of office in respect of the President and the Prime Minister."**

(”آرٹیکل ۲۶۰ میں لفظ ’مسلمان‘ کی تعریف شامل کی جانی چاہئے۔ یہ تعریف صدر اور وزیر اعظم کے عہدوں کے حلف کے متعلقہ حصوں کے مطابق ہونی چاہئے۔“)

آرٹیکل نمبر ۲۶۰ ہے، اس میں عام Definitions (تعریفات) ہیں۔ یہ میں نے اس میں لکھا ہے۔ لیکن میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ میں سوچتا رہا ہوں۔ اس میں وہ ذکر نہیں ہے جو میں کہہ چکا ہوں۔ لیکن یہ آخر ساری کارروائی ہوتی رہی۔ اس سے بھی ہم نے استفادہ کرنا تھا تو اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ نا کافی ہے اور وہ چیز لازماً اس میں نہیں آتی تو کسی اور قانون میں کسی اور شکل میں، لیکن وہ



آجانی چاہئے لازماً۔ تاکہ معاملہ کی وضاحت ہو جائے جو میں نے تجویز کیا ہے۔ اس سے وضاحت نہیں ہوتی۔ اس طرح دوسری چیز ہے امینڈمنٹ آف جنرل کلازا ایکٹ تو اس میں بھی یہ ہے کہ لفظ ”اسلام“ اور ”مسلم“ کے متعلق جنرل کلازا ایکٹ میں لکھ دیا جائے کہ:

***In the General Clauses Act, wherever these words are used, they should have the meaning as written in this Article of the Constitution.***

(جنرل کلازا ایکٹ میں، جب یہ الفاظ استعمال کئے جائیں تو ان کا مفہوم وہ ہوگا جو آئین کے اس آرٹیکل میں تحریر ہے)

”مسلمان“ کا لفظ بھی آیا ہے۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں۔ میرے خیال میں **Muslim Waqf Validating Act** (مسلم وقف ویلیڈیٹنگ ایکٹ) میں۔ اس طرح کے بہر حال الفاظ ہیں۔ اب میں آتا ہوں میرے نزدیک جس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ تجویز آپ منظور کر لیں تو شاید بہت سی اور تجویزیں غیر ضروری ہو جائیں۔ بہر حال ان کی اہمیت بہت کم رہ جائے اور وہ ہے، میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں، وہ تیسری تجویز ہے:

***"The Property and assets of these organizations, that is, the Rabwa and the Lahori group- the two sects- should be taken over by the Auqaf Department. If it is necessary for this purpose, the enactment dealing with the subject can be amended or new legislative measure can be taken. It is further proposed that this trust should be managed by a serving or a retired judge of the Supreme Court, who should be assisted by the Advisory Committee in which both the groups of the Ahmedia community should be given representation."***

(”ادوقاف کو ان تنظیموں یعنی ربوہ اور لاہوری گروپ، دونوں گروہوں کی جائیداد اور اثاثہ جات کو اپنی تحویل میں لے لینا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ متعلقہ قانون میں ترمیم کی جائے یا نئے قانونی اقدامات کئے جائیں۔ مزید برآں یہ بھی تجویز کیا جاتا ہے کہ اس ٹرسٹ کا انتظام سپریم کورٹ کے ایک حاضر سروس یا ریٹائرڈ جج چلائیں اور ایک مشاورتی کمیٹی جس میں احمدیہ کمیونٹی کے دونوں گروہوں کی نمائندگی ہو، اس جج کی معاونت کرے۔“)

**قادیانی قیادت کے ہاتھوں قادیانی عوام کا استحصال**

تو اس میں جناب! ایسی بات ہے، میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ان کا موقف مانا جائے، احمدیوں کا موقف، کیا کہتے ہیں کہ مقصد کیا ہے۔ مقصد کہتے ہیں اسلام کی تبلیغ، اب ہماری یہ اسلامی مملکت ہے۔ یعنی ان کا موقف اگر مان بھی لیا جائے، اسلامی مملکت ہے، تبلیغ کا جو فریضہ ہے یہ بھی مملکت اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔ بہت سے مذہبی امور مملکت نے اپنے اختیار میں لے لئے ہیں۔ بہت بڑا ادارہ ہے۔ کئی بڑے بڑے وقف جو پراپرٹی کے ہیں۔ وہ گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لے لئے ہیں۔ تو یہ کیوں کیا ہے اور ان سے یہ بہت

تھوڑے مقاصد حاصل ہوئے ہیں مقابلتاً۔ یہ ایک بہت بڑا مقصد جو اس وقت پیش نظر ہے وہ تو یہ ہے کہ چلئے، اس کا انتظام پہلے سے بہت ہو گیا وقف کا۔ لیکن یہاں جو ٹرسٹ ہیں ان ٹرسٹوں کی بنیاد پر تو ایک ایسی تنظیم قائم ہے جس کے متعلق پاکستان کے عوام کا خیال یہ ہے کہ لوگوں کا ہے اور اس میں اس کے شواہد بھی ہیں اس کی تائید میں کہ وہ خطرناک تنظیم ہے۔ یہاں کسی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ کوئی شخص احمدی نہ ہو سکے یا احمدی نہ کہلوائے یا مرزا غلام احمد کو جو چاہتا ہے مان لے لیکن ہم ذکر کر رہے ہیں ایک تنظیم کا، اور اس تنظیم کے اثاثے ہیں، اس کی پراپرٹی ہے۔ اس کی قیادت قائم ہے اور جناب میں یہ عرض کروں کہ آپ کو ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہئے یہ بات، عام احمدی کا معاملہ، اور جس کو کہتے ہیں وہ خاندان نبوت، اور اس کی قیادت، وہ معاملہ اور ہے۔ وہ استحصال کر رہے ہیں۔ جس کو کہتے ہیں عام احمدی، عوام کا، ان کو گمراہ کر کے اپنی تنظیم کے شکار میں پھنسا کر اور سارا پیسہ جو ہے وہ بیشتر جو ہے وہ اپنے پر خرچ کر رہے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ انہیں باہر مشوں پر خرچ کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ رپورٹ وغیرہ پیش کر سکیں۔ لوگوں کے سامنے اور چندہ لیں۔ تو تجویز اس میں ہے۔ اس میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں، کیونکہ یہ اور وقف کے متعلق بھی ہو چکی ہے۔ ہم اس پر عمل کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کے وقف بھی اور غیر مسلم بھی اور بالفرض اگر کوئی قانون موجود نہیں ہے تو قانون تو بن سکتا ہے۔ خاص اس کے لئے بن سکتا ہے۔ ایک ایک نہر کے لئے اور اس کے لئے قانون بنے۔ ایک ایک ادارے کے لئے انگریز میں بھی ایسے قانون بنے ہیں جو ایک خاص ادارے کے لئے ہیں اور یہاں بہت بڑا ملک کا مفاد جو ہے اس سے وابستہ ہے۔ لیکن یہ عرض کرتا ہوں، اگر آپ یہ کر دیں تو پھر بہت سے اور آپ کو خدشات ہیں کہ وفاداری اعلیٰ ملازمین کی جو ہیں وہ مخدوش ہے۔ وہ کیوں مخدوش ہے۔ اس لئے وہ مخدوش ہے کہ وہ اعلیٰ افسر ایک طرف تو اسٹیٹ کے ساتھ اس کی وفاداری ہے اور جو عہدہ اس کے سپرد ہے اس کے ساتھ وفاداری ہے۔ اس کے فرائض ہیں اور دوسری طرف خلیفہ سے اس کو ایسی عقیدت اور وہ تعلق ہے کہ مملکت کا کوئی راز بھی جو ہے وہ اس سے خفیہ نہیں رہ سکتا۔ اس بنیاد پر وہ دوسرے کی ناجائز رعایت کرتا ہے، اپنے فرقے کے لوگوں کی، یا اپنے مذہب کے ماننے والے لوگوں کی۔ جو مخالف ہیں ان سے ناجائز سلوک کرتا ہے۔ ساری چیز کی بنیاد جو ہے وہ وہاں کی قیادت ہے۔ قیادت کیونکر چل رہی ہے۔ لوگوں کے چندے پر جس سے جائیداد بنی ہے۔ جائیداد کو ختم کیجئے تو قیادت ختم ہو جائے گی۔ اس میں کوئی خطرہ نہ کریں کہ لوگ باہر کے کیا کہیں گے، کیونکہ یہ تو ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔ باہر ملکوں میں ٹرسٹ گورنمنٹ Manage (سنجالتی ہے) کرتی ہے۔ کئی ملک کر رہے ہیں، ہم خود کر رہے ہیں۔ میں اس کے متعلق عرض کروں گا کہ اس پر نہایت سنجیدگی سے غور کیا جائے اور اگر اس پر عمل کیا جائے تو بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

دوسری تجویز Foreign Influence (غیر ملکی دباؤ) کے متعلق ہے۔

**Foreign Influence: "Appropriate legislative and executive measures should be taken so that the danger of foreign influence adversely affecting the interest of the State of Pakistan, arising out of the organization and membership of Ahmadi Missions in foreign countries, would be effectively safeguarded against."**

(غیر ملکی دباؤ: ”بیرونی ممالک میں احمدیہ مشن کی تنظیم اور ممبر شپ سے پیدا ہونے والی غیر ملکی مداخلت سے جو پاکستان کی ریاست

کے مفادات پر منفی انداز میں نظر انداز ہو رہی ہے، موثر طریق پر نمٹنے کے لئے مناسب قانونی اور انتظامی اقدامات کئے جائیں۔“

اس میں آسان ہو جائے گا۔ آپ نے ایک Recommendation (تجویز دینی ہے) کرنی ہے۔ اقدام کیا کئے جائیں، وہ پھر سوچا جاتا ہے۔ مثلاً ایک واضح بات ہے کہ ذکر آیا ہے اسرائیل کے متعلق۔ تو وہ ممنوع ہونا چاہئے جو وہاں پر پیسہ ہے وہ بالواسطہ طور پر ان ممالک میں نہیں پہنچنا چاہئے جو ہمارے خلاف ہے۔ ہندوستان میں جیسے قادیان میں جماعت ہے اور یہ ربوہ والی جماعت ہے۔ ان کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ اس میں پابندی ہونی چاہئے اور چھان بین کرنی چاہئے کہ کس کس جگہ روپیہ اکٹھا ہوتا ہے۔ پھر کہاں پہنچتا ہے۔ پھر کن کن ذرائع سے دوسرے ملکوں میں پہنچتا ہے، اور کن چیزوں پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ میں نے ایک تجویز پیش کی ہے۔ اس پر غور کیا جاسکتا ہے۔

دوسری ہے:

**Provocative Literature: "Literature of the Ahmadiya Movement which is of a provocative nature, or which is calculated to injure the basic religious beliefs and sentiments of Muslims or Christians should be proscribed the possession of such literature, its bringing into Pakistan and its circulation, whether it is an original writing or is quoted in any other published matter, should be made an offence.**

**To avoid chances of any unjust or unreasonable action, it is proposed that an appeal to the Supreme Court should be provided against any order of the Government made in this behalf."**

(اشتعال انگیز لٹریچر: ”احمدیہ تحریک کا ایسا لٹریچر ممنوع قرار دیا جائے جو اشتعال انگیز یا جو مسلمانوں یا عیسائیوں کے بنیادی مذہبی عقائد اور جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہو۔ ایسے لٹریچر کو رکھنا، اسے پاکستان لانا اور اسے پھیلا نا خواہ یہ اصل تحریر میں ہو یا کسی اور شائع کردہ مواد میں اسے شامل کرنا، ان سب کو ایک جرم قرار دیا جائے۔

نان انصافی یا کسی غیر مناسب اقدام کے امکانات سے بچنے کے لئے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ حکومت کے اس سلسلے میں کسی بھی حکم کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کا حق فراہم کیا جائے۔“)

قادیانی تعلیمات اشتعال انگیز ہیں

اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جناب! کے سامنے ممبران نے سن لیا ہے۔ کس قسم کی چیزیں ہیں وہاں۔ یعنی مخالفین کے متعلق ولد الحرام اور کنجریوں کی اولاد وغیرہ۔ پھر یہاں یہ بات بھی دلچسپی کی ہے کہ اٹارنی جنرل صاحب نے سوال کیا۔ انہوں نے جواب میں وضاحت کی کہ یہ عیسائیوں کے متعلق ہے۔ یہ بڑا اچھا وصف ہے مدعی نبوت کے لئے کہ وہ گالیاں دیں عیسائیوں کو۔ لیکن ہمارے ہاں

مصیبت یہ ہے کہ بہت سے مسلمان خوش ہو جاتے تھے کہ عیسائیوں کو مرزا صاحب گالیاں دے رہے ہیں۔ وہ گالیاں بہت دیتے تھے عیسائیوں کو بھی۔ یہ مسلمانوں کی بات ہے۔ اس طرح کالٹریچر جو ہے تو خیر تجویز یہ ہے۔

اور دوسری چیز جناب ہے کہ بعض الفاظ ایسے ہیں جن کو مسلمان پسند نہیں کرتے کہ وہ دوسرے لوگوں کے متعلق استعمال کئے جائیں۔ مثلاً صحابہ، وہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری صحابہ سے کیا مراد ہے۔ ام المؤمنین، امہات المؤمنین، امیر المؤمنین۔ یہ الفاظ ہیں۔ یہ بہت دل آزاری کے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ایسے کہتے ہیں اور بڑے بڑے نام ہو سکتے ہیں۔ لیکن کیوں ضروری ہے کہ اصطلاحی نام استعمال کئے جائیں جو تمام مسلمان اپنے بزرگوں کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں۔ ہاں! اسی طرح امام حسین ؑ کے متعلق جو ہے میں نے اس میں سارا کچھ تجویز کیا ہے۔ یہی بات نہیں کہ یک طرفہ بات کی جائے۔ اس لئے میں نے تجویز کیا ہے۔ اگر کوئی اس اقدام کے خلاف ہو تو وہ اپیل کر سکتا ہے۔ اس میں دل آزاری کی بات نہیں ہے۔ کیوں کیا ہے زبردستی۔

میری چھٹی تجویز ہے جی سپیشل اوتھ۔ اس کا مفہوم یہ تھا کہ یہ جو ایک Loyalty (وفاداری) میں آ سکتا ہے۔ Conflict (تضاد) جس کا میں نے ذکر کیا ہے، خاص خاص عہدوں کے متعلق ایسا حلف مقرر کیا جائے جو کہ آدمی لے کہ جس حد تک میرے عہدے کی ذمہ داری ہے۔ اس کے متعلق میرا کسی فرقے سے تعلق ہے، کسی Cast (ذات) سے، تو میں وہ نظر انداز کروں گا۔

**Special Oath: "I do solemnly swear that I will bear true faith and allegiance to Pakistan and that, in the discharge of my duties as a public servant, I will keep the interest..."**

(خصوصی حلف: "میں سچے دل سے قسم اٹھاتا ہوں کہ میں پاکستان سے مخلص اور وفادار ہوں گا اور ایک پبلک سرونٹ کے طور پر اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے میں.....")

جناب عبدالعزیز بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر، جناب! میری گزارش یہ تھی کہ سپیشل کمیٹی کی پروسیدنگز سیکرٹ ہیں۔ سپیچ (Speeches) جو ہیں ان کے لئے یہ تھا کہ یہ باہر اناؤنس نہیں ہوں گی۔ لیکن باہر ہاؤس میں ساری سپیچ (Speeches) سنی جا رہی ہیں۔

محترمہ قاسم چیمبرمین: وہ سینٹ کی سنی جا رہی ہیں، یہاں کی نہیں ہو رہی ہیں، وہ سینٹ کی ہیں۔  
ملک محمد جعفر: میں نے یہ کہا تھا کہ یہ اوتھ جو ہے ہر کسی کے لئے ضروری نہیں ہے۔

**Special Oath for public Servants: "The Federal Government and the Provincial Governments should be given authority, within their respective jurisdictions, to prescribe a special oath for persons in the service of Pakistan holding specified posts, which are considered by the Government concerned to be of a very high national importance."**

(پبلک سرونٹس کے لئے خصوصی حلف: "وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کو اپنے اپنے دائرہ کار میں یہ اختیار دیا جائے کہ وہ

ان لوگوں کے لئے ایک خصوصی حلف وضع کر سکیں جو پاکستان کی سرورس میں ایسے خاص عہدوں پر فائز ہیں جو حکومت کے نزدیک بہت زیادہ قومی اہمیت کے حامل ہیں۔“  
تو یہ اوتھ میں نے اس میں لکھی تھی:

**"I do solemnly swear that I will bear true faith and allegiance to Pakistan and that, in the discharge of my duties as a public servant, I will keep the interest of the State of Pakistan above all considerations arising out of, or connected with, my being a member of any communal, sectarian or spiritual group, organization or cult whatsoever."**

”میں سچے دل سے قسم اٹھاتا ہوں کہ میں پاکستان سے مخلص اور وفادار رہوں گا اور ایک پبلک سرورنٹ کے طور پر اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے میں پاکستان کی ریاست کے مفاد کو ان تمام مفادات پر مقدم رکھوں گا جو میرے کسی مذہبی، فرقہ وارانہ یا روحانی گروہ، تنظیم یا مسلک وغیرہ میں شمولیت کا نتیجہ ہوں یا اس سے منسلک ہوں۔“

میرا خیال ہے اس میں تو کسی پبلک سرورنٹ کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے، اس طرح کا حلف کرنے کے لئے۔

میری آخری تجویز تبلیغ کے متعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں جناب! کہ یہ بہت بڑی کوتاہی ہے ہمارے علماء کی۔ ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے اور اس کمزوری کو ماننا چاہئے۔ یعنی جس کو ہم کہتے ہیں ختم نبوت، یہ ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے عقیدہ اسلام میں۔ تو یہ کیونکر ہوا۔ ایک اسلامی معاشرہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دعویٰ میں اتنا تضاد، اور اپنے باقی کاروبار بھی، عورتوں کے متعلق بھی، سب چیزوں میں اتنی خرابیاں اور الہام جو ہیں بالکل بے معنی اور بے ربط ہیں۔ ان ساری چیزوں کے باوجود اسلامی معاشرے میں پڑھے لکھے لوگ، عالم، سیدوں کے خاندان کے، مولوی نور الدین جیسے لوگ، اور مولوی محمد علی، یہ لوگ کیوں اس جماعت میں شامل ہو گئے۔ اگر ہمارے علماء جن کے متعلق قرآن کریم میں یہ حکم ہے مسلمانوں کو، کہ تم میں سے اگر گروہ ایسا ہونا چاہئے ”وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ“ یہ علماء کے متعلق ہے..... جو لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھائے پھر علماء کے متعلق حدیث یہاں بیان ہوئی ہے۔ ”علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل“

میری امت کے علماء جو ہیں بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ان کا مقام ہے۔ اتنا بڑا مقام۔ ایک غلط مدعی نبوت اسلامی معاشرہ میں پیدا ہوا اور اس کی جماعت ترقی کرتی جائے اور اس حد تک ترقی کر جائے۔ یہ تبلیغ کا فریضہ ہمارے علماء اور باقی لوگوں کو بھی ادا کرنا چاہئے۔ لیکن ہم نے ادا نہیں کیا۔ ہم نے جب دیکھا کہ وہ بہت بڑے منظم ہو گئے ہیں، طاقتور ہو گئے ہیں، خاصی جمعیت ہو گئی ہے تو یہ شروع ہو گئی تحریک۔ لیکن ساتھ تبلیغ ہونی چاہئے۔ کیونکہ یہ ہمارے معاشرے میں سے گمراہ ہو گئے۔ یہ خود بھی نہیں ہوئے بیچارے۔ بیشتر ایسے ہیں، میرے خیال میں ایک فیصد بھی نہ رہے ہیں۔ جو اس وقت شامل ہوئے تھے۔ اب ان کے بیٹے پوتے وغیرہ ہیں۔ ان کو تو پتہ بھی نہیں ہے۔ ہم اگر تبلیغ کا کام کریں صحیح طریقے پر تو کوئی وجہ نہیں، کیونکہ ہمارے پاس حق ہے اور اس طرف باطل ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ حق باطل پر غالب نہ آجائے۔

**Tabligh: "Government should set up an organization whose duty it should be to propagate the basic articles of the faith of Islam, particularly the concept of Finality of Prophethood."**

(”تبلیغ“: حکومت کو چاہئے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کرے جس کے ذمہ اسلام کے بنیادی عقائد اور خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ و اشاعت ہو۔“)

آخر میں پڑھ دیتا ہوں۔ اس کا جناب! میں نے یہ لکھا ہے۔ اب میں صرف پیرا گراف پڑھ دیتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اس ضمن میں وضاحت کی ہے:

**"Recommendation No.7 is based on a hope that if the propagation of the basic principles of Islamic creed particularly the concept of Finality of Prophethood is taken seriously in hand by those competent to do so, the heresy involved in the Ahmadia Movenemt, whether it be of the Rabwah or Lahori pattern, should be abandoned by a fairly large number of Ahmadis, provided the mission is carried on in a rational and scientific manner and with sympathy and compassion rather than ill-will."**

(”تجویز نمبر ۷ اس امید کی بنا پر دی جا رہی ہے کہ اگر اسلام کے بنیادی عقائد اور خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ کے کام کو وہ لوگ سنجیدگی سے لیں۔ جن میں اس کام کو کرنے کی اہلیت ہے تو احمدی حضرات کی کثیر تعداد تحریک احمدیہ خواہ وہ ربوہ گروپ سے ہوں یا لاہوری گروپ سے، کفریہ عقائد کو چھوڑ دیں گے۔ بشرط کہ تبلیغ کا یہ کام معقول اور سائنسی انداز سے کیا جائے اور بغض کی جگہ ہمدردی اور رحمت لی ہو۔“)

تو میں جناب! سمجھتا ہوں کہ بہت بڑا موقع ہے آپ کے لئے۔ یہ پراپرٹی کی میں نے تجویز کی ہے۔ تبلیغ کی بھی۔ یہ سب کچھ میں نے کیا ہے۔ وہ لوگ اس وقت ایک غلامی میں ہیں، ذہنی اور روحانی غلامی میں، جو مرید ہیں ان دونوں جماعتوں کے سب، تو آپ ایک بہت بڑا کام کریں گے تاریخ میں۔ یہ ایک تحریک چلی ہے تو یہ علیحدہ بات ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کو نجات دلائیں گے اس استحصالی نظام سے، جو روحانیت اور مذہب کی بنیاد پر استحصالی نظام قائم کیا ہوا ہے ربوہ والوں نے، اور ان سے پھر بھی کچھ کم، لیکن ہے پھر بھی استحصالی، لاہور والوں نے۔ جناب! شکریہ، یہ میری معروضات ہیں۔

(۱۸۴۸) محمد جمیل (رائے ونڈ)، استاذ الحدیث حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۴۶ء ..... وصال: ۲۴ نومبر ۲۰۱۸ء)

حضرت مولانا محمد جمیل کی پیدائش خان پور کے قریب چک نمبر ۶۶ سبھ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن کی

ابتداء جامعہ مخزن العلوم خان پور سے کی۔ تعلیمی سلسلہ موقوف ہو جانے کے بعد اپنے علاقے میں ایک تبلیغی جماعت کی آمد کی وجہ سے تبلیغ میں نکلنے کا ارادہ فرمایا۔ اسی دوران آپ کے دل میں دینی علوم حاصل کرنے کا پختہ داعیہ پیدا ہوا۔

آپ نے جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں داخلہ لیا۔ وہاں صرف و نحو بلاغت و اصول فقہ کی اہم کتابیں پڑھیں۔ مزید تعلیم کے لئے جامعہ مخزن العلوم خان پور تشریف لے گئے۔ وہاں حدیث کی بڑی کتب مختلف اکابر اساتذہ سے پڑھیں۔ بخاری اول شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم تونسوی سے اور بخاری ثانی حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخوستی سے پڑھی۔ ردِ قادیا نیت پر علم مناظرہ، مشہور مناظر مولانا محمد حیات سے پڑھا۔ فراغت کے بعد خان پور شہر ہی میں ”بلال مسجد“ میں شعبہ حفظ کی درس گاہ میں خدمات انجام دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے فیض کو سارے عالم میں پہنچانا تھا۔ چنانچہ کچھ ہی عرصے بعد رائے ونڈ مرکز تشریف لے آئے اور مدرس مقرر ہوئے۔ اسی دوران رائے ونڈ مرکز کے امام مولانا حافظ سلیمان انتقال فرما گئے۔ حضرت مولانا سعید احمد خان کے حکم پر آپ کو نائب امام مقرر کر دیا گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد حسن تلاوت کے سبب آپ کو مستقل امام مقرر کر دیا گیا۔ چنانچہ ۱۹۹۴ء سے وفات سے لے کر کچھ عرصہ قبل تک خود ہی مسجد میں امامت کراتے رہے۔ ۱۹۹۹ء میں مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں دورہ حدیث کی ابتدا ہوئی تو آپ کو موصوٹا امام مالک و موصوٹا امام محمد کے اسباق ملے۔

آپ نے ابتدا میں اصلاحی تعلق شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد حضرت مفتی رفیع الدین سے قائم کیا۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے باقاعدہ اصلاحی تعلق قائم کیا اور بیعت بھی کی۔ آپ کا تعلق آرائیں برادری سے تھا اور آپ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے سگے بھتیجے تھے۔

کچھ عرصے سے کافی علیل تھے۔ وفات سے تین دن قبل لاہور کے ایک ہسپتال میں ڈاکٹروں نے بیماری کے علاج میں جواب دے دیا۔ بالآخر عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا اور آپ نے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ وفات سے اگلے روز منگل کو بعد نماز ظہر رائے ونڈ اجتماع کے پنڈال میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کو حاجی عبدالوہاب کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

## (۱۸۴۹) محمد جمیل صادق (داتا مانسہرہ)، جناب

(وصال: ۱۷ دسمبر ۲۰۱۷ء)

جناب محمد جمیل صادق دل کے عارضہ سے داتا ضلع مانسہرہ میں وصال فرما گئے۔ آپ بنیادی طور پر جرنلسٹ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ متعدد جرائد میں بیورو چیف کے طور پر کام کیا۔ آج کل ایبٹ آباد کے روزنامہ شمال کے مانسہرہ میں ضلعی چیف بیورو تھے۔ آپ نے داتا میں پاکستان پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ چنانچہ نگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے داراللمبغین میں بیس روزہ تربیتی ختم نبوت کورس میں شرکت کی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب نیا نیا اس کورس کا ملتان سے چناب نگر آغاز ہوا تھا۔ آپ نے کورس سے فراغت کے بعد داتا اپنے گاؤں میں ختم نبوت کے کام کا منظم طور پر آغاز کیا۔ دنیا جانتی ہے کہ داتا ایک زمانہ میں قادیا نیت کا غوغا تھا۔ آپ نے ایسے منظم انداز میں کام کا آغاز کیا کہ پھر اپنے اخلاص سے آگے بڑھتے گئے۔ تاآنکہ یہاں

ان کے گاؤں سے قادیانیت عنقا ہو گئی۔ ان میں بہت سے خوش نصیب حضرات نے اسلام قبول کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔ اس کا باعث صرف اور صرف برادر محمد جمیل صادق اور ان کے رفقاء بنے۔ آپ نے کمال حکمت عملی کے ساتھ تمام مکاتب فکر کو متحد کر کے قادیانیت کے خلاف لاکھڑا کیا۔ یوں ان کی تبلیغی پرامن آئینی جدوجہد سے قادیانیت نے پسپائی اختیار کی۔ دائرہ ضلع مانسہرہ سے قادیانیت کی رعونت کو خاک میں ملانے کے عوامل میں ایک عامل محترم محمد جمیل صادق کا وجود گرامی بھی تھا۔ آپ ہر سال چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ جو کئی ویکوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ حضرات علماء کرام و خطباء عظام کو ضرور شریک قافلہ کرتے۔ پورے قافلہ کے کھانے پینے، رہائش اور دیگر سفری آسائشوں کا مکمل اہتمام خود کرتے۔ یوں جو دوست ایک بار چناب نگر کانفرنس میں شریک ہوتا وہ واپس آ کر گاؤں میں ختم نبوت کے کام کے لئے آپ کا دست و بازو بن جاتا۔ علماء کرام اس کانفرنس میں شرکت کے بعد عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے مبلغ کا کردار ادا کرتے۔ اپنی اس حکمت عملی سے یوں گاؤں کے تمام مکاتب فکر کی نئی پود کو عقیدہ ختم نبوت کا مناد بنا دیا۔ حق جوں پھیلتا گیا باطل سکڑتا گیا۔ تا آنکہ باطل نے وہاں سے اپنی ہزیمت تسلیم کر لی۔ ایسے کارکن اداروں اور جماعتوں کے لئے بنیاد کا پتھر ہوتے ہیں۔ بلا مبالغہ براء، قاری محمد جمیل بنیاد کا پتھر تھے۔

## (۱۸۵۰) محمد جمیل (کلور کوٹ)، حضرت حافظ

(ولادت: ۱۹۳۷ء ..... وفات: ۲۴ ستمبر ۲۰۲۰ء)

حافظ محمد جمیل کے والد کا نام رانا محمد اسماعیل تھا، ضلع کرنال انڈیا میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کی تکمیل حافظ سراج الدین کے ہاں کلور کوٹ جامعہ رحیمیہ حسینہ میں کی، فراغت کے بعد جامع مسجد فیصل کلور کوٹ میں ۱۲ سال تک امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ شروع سے ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں حافظ سراج الدین نے الیکشن مہم میں اہم کردار ادا کیا، آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے بیعت کی۔ پھر ان کے بعد مولانا عبدالمجید لدھیانوی سے تعلق قائم کیا، علماء و مشائخ سے عقیدت رکھتے۔ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں باقاعدگی سے تشریف لے جاتے تھے، ماہنامہ لولاک کے باقاعدہ قاری تھے، کلور کوٹ عالمی مجلس کے امیر تھے، کلور کوٹ سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے اشتہارات، دعوت ناموں سمیت تمام امور کی مکمل نگرانی کرتے تھے اور بہترین مشوروں سے نوازتے تھے۔ بھائی زاہد خان واٹھہ مروٹ کو ساتھ لے کر تمام احباب تاجر برادری، سیاسی، صحافی ہر طبقہ کے متعلقین کو کانفرنس کی بھر پور دعوت دیتے۔

ایک بار راقم حاضر ہوا تو حافظ صاحب نے قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ کی جلد ۲ اٹھائی اور کہا کہ اس کے ۷ صفحات تک مطالعہ کر چکا ہوں۔ اس علالت میں جب کہ پیشاب کی نالی لگی ہوئی تھی، کتب کے مطالعہ میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بزرگوں کی طرح مطالعہ کا ذوق نصیب فرمائے۔ جب بھی تکلیف ہوتی تو سورہ یاسین، سورہ مزمل، سورہ رحمان کی تلاوت شروع کر دیتے، ایک ماہ سے جب جمعرات آتی تو کہتے مجھے تیاری کراؤ میں نے کل جمعہ کو جانا ہے، وفات والے دن تہجد ادا کی، اور کہا کہ غسل خانہ میں کرسی رکھو میں نے جمعہ کی تیاری کرنی ہے کل جمعہ کو میں نے جانا ہے چنانچہ جمعرات مغرب کے بعد کھانے کے لئے ہاتھ دھو کر کھانے تک نہیں پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور چلے گئے۔

(مولانا محمد ساجد مبلغ لیک)



# www.amtkn.com

## عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

Aalmi Majlis Tahaffuz Khatm-e-Nubuwwat



kn apps

www.khatm-e-nubuwwat.com

www.khatm-e-nubuwwat.info

www.laulak.info

facebook.com/amtkn313

ختم نبوت ایپ

مرکزی ویب سائٹ

ہفت روزہ ختم نبوت

ماہنامہ لولاک

فیس بک

kk Course

Online Course

E-Maktaba

Sitemap

Contact us

خط و کتابت کورس

خط و کتابت آن لائن کورس

ای مکتبہ

سائٹ میپ

رابطہ

